سیرتِ نور

سوانح حیات

نورالاولیا حضرت علامہ

محمد نور سلطان القادری نوراللہ مرقدہ

تحقیق و تالیف

سلطان ناصر

Marfat.com

سیرتِ نُور

سوانح حیات

نورالاولیا حضرت علامہ

مُحمّد نُور سُلطان القادری نور اللہ مرقدہ

تحقیق وتالیف

سُلطان ناصر

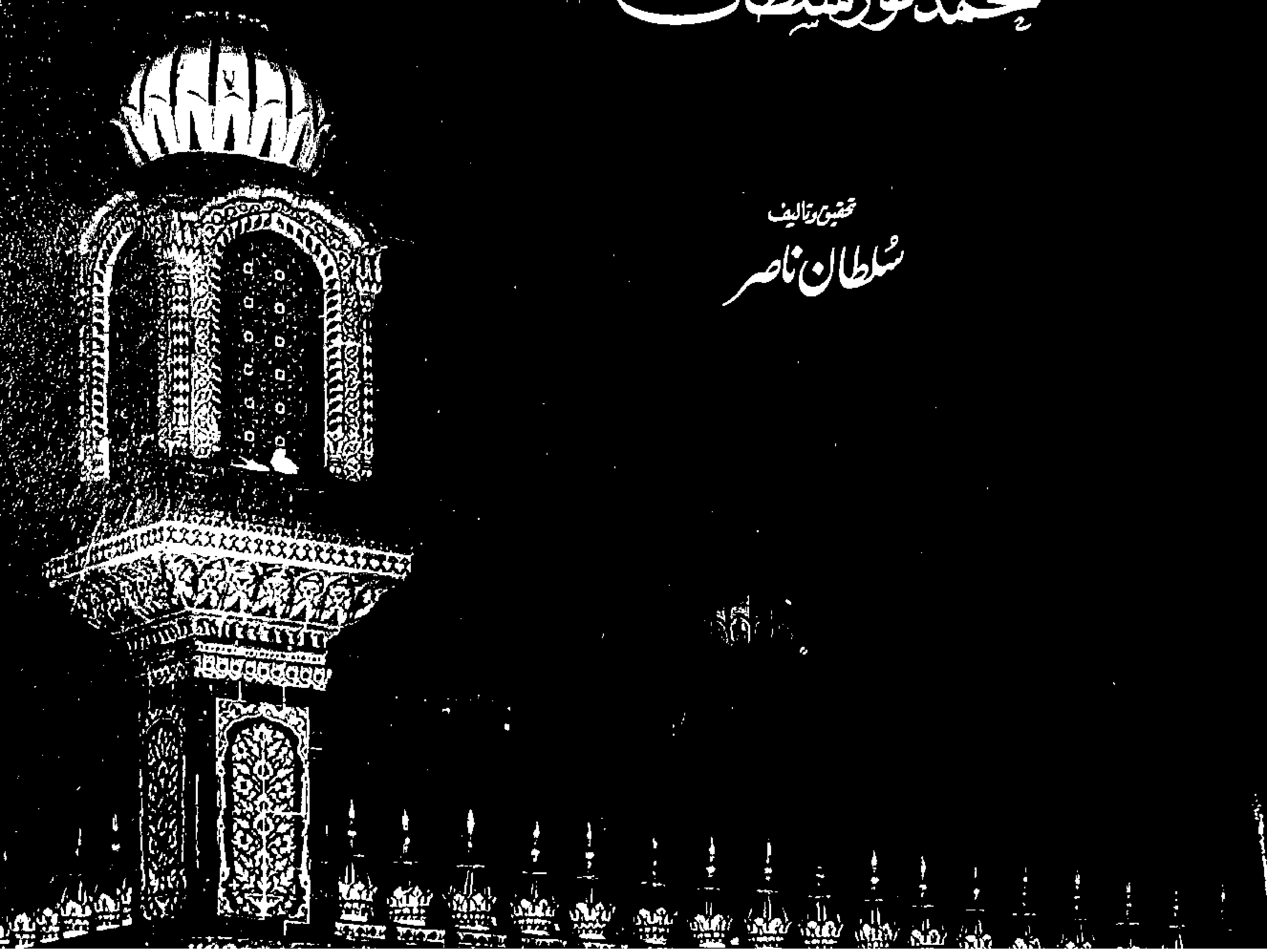

Marfat.com

Seerat-e-Noor
By: Sultan Nasir
Jhelum: Book Corner. 2016
496p.
1. Biography - History
ISBN: 978-969-662-068-6

جملہ حقوق محفوظ

اشاعت: 12 ربیع النور 1438ھ / دسمبر 2016ء

سیرتِ نور

تحقیق وتالیف: سلطان ناصر

سرورق: ابو امامہ
مطبع: مکتبہ جدید پریس، لاہور

برائے تجاویز و آرا:
sultannasir11@hotmail.com
AllamaMuhammadNoorSultanAlQadri

برائے حصولِ کتاب:
جامعہ انوارِ باھو، ریلوے روڈ، بھکر (+92) 0346-7872592

BC

ناشر:
گگن شاہد، امر شاہد
بک کارنر
پرنٹرز، پبلشرز اینڈ بک سیلرز، جہلم، پاکستان

Publisher:
Gagan Shahid & Amar Shahid
Book Corner
Printers, Publishers & Booksellers
Jhelum. Pakistan.

0544-614977, 0544-621953 info@bookcorner.com.pk
Find us on: facebook. book corner showroom 0321-5440882
WWW.BOOKCORNER.COM.PK

Marfat.com

Marfat.com

علامہ شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالستار خان نیازی اور علامہ محمد نور سلطان القادری رحمۃ اللہ علیہم
جامعہ انوارِ باھو بھکر میں جمعیت علمائے پاکستان کے اچھے دنوں کی یادگار تصویر

حضرت علامہ محمد نور سلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ مرکزی علما کنونشن میں معاصر دینی عمائدین کے ساتھ

Marfat.com

Marfat.com

حضرت فقیر سلطان غلام باھو رحمۃ اللہ علیہ، علّامہ محمد نُور سلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ، صاحبزادہ محمد حنیف سلطان، سلطان ناصر اور احبابِ طریقت

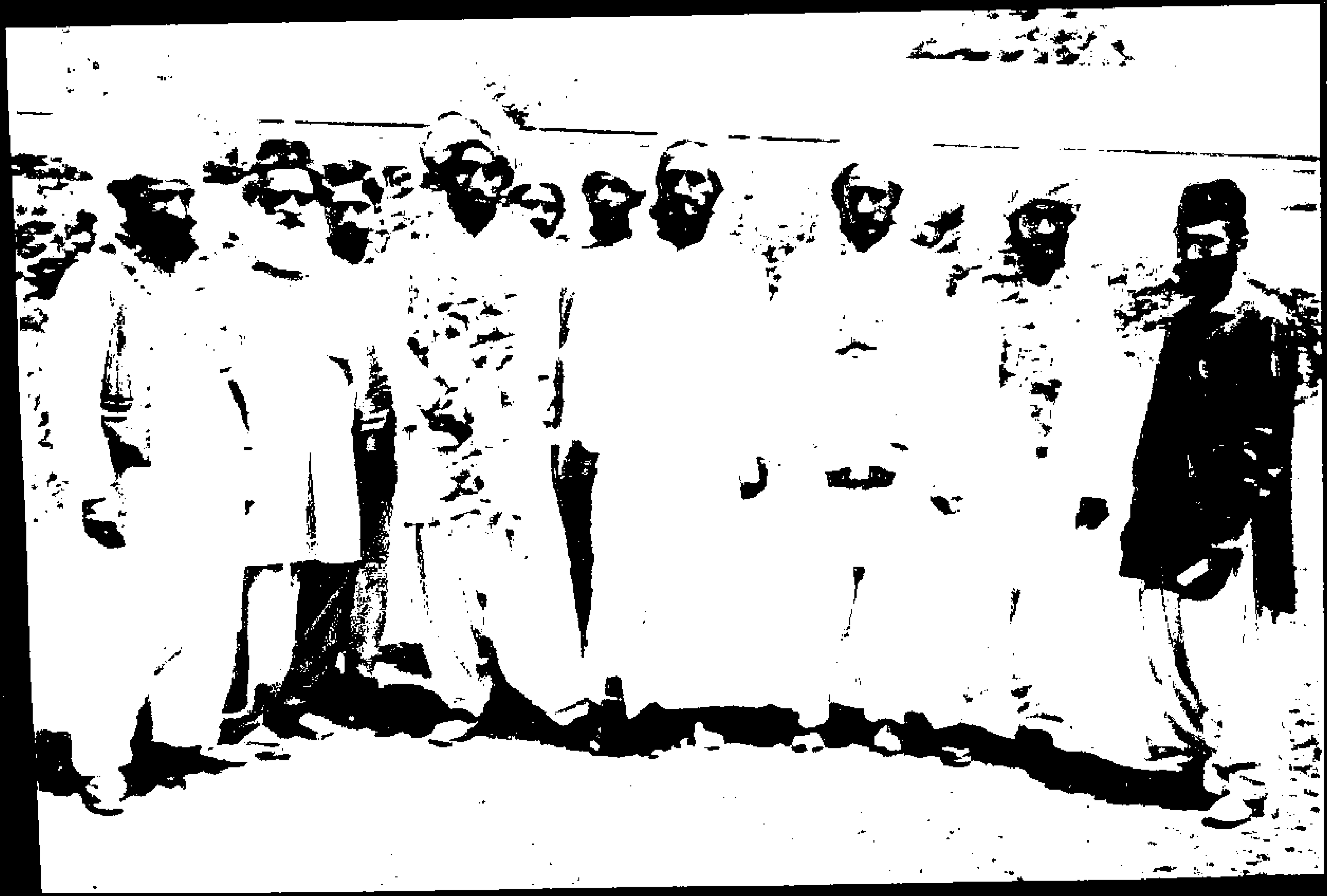

حضرت علّامہ محمد نُور سلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ اپنی دستارِ فضیلت کے موقع پر حضرت سلطان غلام دستگیر القادری، حضرت سلطان محمد شریف القادری،
حضرت سلطان محمد مشتاق القادری، حضرت سلطان حامد نواز القادری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فضلا کے ساتھ۔ ملتان 30 اپریل 1967ء

Marfat.com

Marfat.com

نورالاولیا حضرت علامہ
محمد نور سلطان القادری

Marfat.com

اِستقامت والوں کے نام

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ o نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ o نُزُلًا مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ o

(سورۃ حٰم السجدۃ 41، آیات 30 تا 32)

ترجمہ: "بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے پھر انہوں نے (اِس قول پر) اِستقامت اختیار کرلی، اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو اور تمہیں بشارت ہو اُس جنّت کی جس کا تُم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ ہم تمہارے دوست ہیں دُنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ اور تمہارے لیے اس میں ہر وہ چیز ہے جسے تمہارا جی چاہے اور تمہارے لیے اس میں ہر وہ چیز ہے جو تم طلب کرو۔ یہ میزبانی ہے، بہت بخشنے والے بے حد رحم فرمانے والے کی طرف سے۔"

Marfat.com

اختصاصات و مخففات

سُلطانُ العارفین	حضرت سُلطان باھُو قدس اللہ سرّہٗ
غزالیٔ زماں	علامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ
بڑے حضرت صاحب	حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ
فخرِ کشمیر	حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ
اُستاذُ العلما	علامہ عطا محمد بندیالوی چشتی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت صاحب	علامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ
اَنوارُ العلوم	جامعہ انوارُ العلوم، مُلتان
اَنوارِ باھُو	جامعہ انوارِ باھُو، بھکّر
ھ	سن ہجری
ء	سن عیسوی
و	سالِ ولادت
ف	سالِ فوتیدگی۔ وفات
ص	صفحہ نمبر
?	سنین کے ساتھ سوالیہ نشان کی علامت کو "قیاساً" سمجھا جائے

Marfat.com

فہرست

مقدمہ 15

باب اوّل: خاندانی پس منظر، وِلادت اور کم سنی 23

فصل اوّل: خانوادہ کی تاریخ اور تعارف 25

تاریخ علویان و اعوان، تعارفِ حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ،
خانوادۂ حضرت سُلطان باھُو، حضرت صاحب کے آباؤ اجداد، شجرہ نسبی، ننہال

فصل دوم: وِلادت اور بچپن 40

فصل سوم: دامان کا معاشرتی اور ثقافتی پس منظر 43

دامان کا محلِ وقوع اور جغرافیہ، معاشرتی و ثقافتی حالات، دامان کی ثقافت پر اثرات

فصل چہارم: اِبتدائی تعلیم 47

چھجڑی، کُلاچی اور پہاڑپُور میں ابتدائی تعلیم، اَعلیٰ تعلیم کا سوال

باب دوم: حُصولِ علمِ دین 55

فصل اوّل: جامعہ اَنوارُ العُلوم مُلتان (1958ء تا 1963ء) 57

جامعہ کا تاریخی پس منظر، حضرت صاحب کی جامعہ میں آمد، جامعہ کا ماحول اور آپؒ کا قیام و معمولات، ہم نصابی و اَدبی محافل، سالانہ جلسے اور مِلّی سرگرمیاں، مجلّہ "السّعید"، علمی مباحث، جامعہ اَظہرُ العلوم میں ششماہی قیام، درسِ میراث، دَورۂ حدیث و مُشکلاتِ بُخاری

فصل دوم: درسِ علّامہ میاں سُلطان اعظم چھچھڑویؒ، موسیٰ والی، میانوالی (1963ء) 91

پس منظر، تعارفِ چھچھڑوی حضرات و علّامہ سُلطان اعظمؒ،
حضرت صاحب کی تحصیلات و معمولات

فصل سوم: جامعہ مظہریہ اِمدادیہ بندیال (1963ء۔1964ء) 95

تاریخ جامعہ، اُستاذُ العلما علّامہ عطا محمّد بندیالویؒ، حضرت صاحبؒ کی جامعہ بندیال آمد،

Marfat.com

آپؒ کے تعلیمی معمولات، اُستاذ الاساتذہ کا فنِ تدریس، ہمدرس حضرات،
اَسباقِ معقولات اور متفرّق اَحوال
فصلِ چہارم: جامعہ اِسلامیہ بہاولپور(1964ء تا1966ء) 108
تعارفِ بہاولپور، تاریخ جامعہ اسلامیہ بہاولپور، آپؒ کی جامعہ آمد کا پس منظر،
تخصص فی الفقہ والقانون میں داخلہ، جامعہ کا ماحول، جامعہ کے اساتذہ کا تعارف اور اُن کا آپؒ
سے تعلّق، جامعہ کے طلبا، جامعہ میں آپؒ کے علمی وادبی و تنظیمی مشاغل، سالِ اوّل کے تدریسی
معمولات ومقالہ، 1965ء کی پاک بھارت جنگ، سالِ دوّم کے تدریسی معمولات ومقالہ
فصلِ پنجم: سِلسِلۃُ الذّھَب(سندِ حدیث وسندِ علومِ عقلیہ ونقلیہ) 125
باب سوم: عملی زندگی اور مِلّی خدمات 133
فصلِ اوّل: جمعہ شریف اور بھکّر میں 135
فارغ التحصیل ہو کر جمعہ شریف آمد، بھکّر میں آمد اور احوالِ حضرت سُلطان محمدؒ مُشتاقؒ
فصلِ دوم: تحریکِ مدارسِ اَنوارِ باھُوؒ 149
تاریخ وتعارفِ مدارسِ انوارِ باھُو، حضرت صاحبؒ اور مدارسِ انوارِ باھُوؒ، اَساتذہ وتلامذہ
فصلِ سوم: دعوۃ وارشاد 160
تدریس، خطبات، رُشد وہدایت، عِلمی وتبلیغی ورُوحانی محافل، مناظرہ
فصلِ چہارم: مِلّی، تنظیمی اور تحریکی خدمات 199
جماعتِ اہلسنّت ضلع بھکّر کی سیادت، جمعیتُ العلمائے پاکستان میں کردار،
تحریکِ ختمِ نبوّت میں کردار، تحفظِ ناموسِ رسالت کی تحریکوں میں کردار،
انجمن غلامانِ باھُوؒ کی تاسیس، دیگر مِلّی وتبلیغی تنظیموں کی سرپرستی
فصلِ پنجم: سماجی، ثقافتی اور سیاسی خدمات 211
فیصلے اور فتاویٰ، ثقافتی خدمات، مساکین کی دلداری ودستگیری، سیاسی خدمات
فصلِ ششم: مصائب 225

Marfat.com

محاصرہ بمقام گوہر والا، زہر دیے جانے کا واقعہ،
قاتلانہ حملے اور دھمکیاں، اپنوں کی ستم شعاری

باب چہارم: **علمی خدمات** 233

فصل اول: زمانہ مُلتان 237
مضامین: عصمتِ اَنبیا، عشاقِ مُصطفیٰ، شہنشاہِ بغداد، محبّت اور نفرت، مقالہ "اِتمامِ حُجّت"،
رسالہ طُوفان میں مضامین، سراجی کی شرح، خُطباتِ کاظمی، دورہ حدیث

فصل دوم: زمانہ موسیٰ والی، تقریراتِ علّامہ سُلطان اعظم 261
تہذیبُ المنطق از علامہ تفتازانی و شرح از علّامہ یزدی، سلّمُ العلوم از قاضی مُحبُّ اللہ بہاری

فصل سوم: زمانہ بندیال، تقریراتِ علّامہ عطامحمّد بندیالوی 268
رسالہ الشمسیہ از علّامہ قزوینی و شرح (قُطبی) از علّامہ قُطب رازی، شرح سلّمُ العلوم از
مُلّا حَسَن لکھنوی، شرح تہذیب از مُلّا جلال و حاشیہ از میر زاہد، رسالہ قُطبیہ میر زاہد غلام یحییٰ،
المَیبذی (شرح ہدایتُ الحکمت)، شرح قاضی (شرح سلّمُ العلوم از قاضی مبارک)

فصل چہارم: زمانہ بہاولپور 303
مقالہ "علمِ حدیث"، مقالہ "تاریخ التشریع الاسلامی"،
مقالہ "امامِ اعظم ابو حنیفہ، تحقیق و تنقید کی روشنی میں"، متفرقات

فصل پنجم: 1967ء و مابعد 315
اَقوالُ النَّصِیحَہ فِی مَسَائِلِ الذَّبِیحَہ، جوابِ "دخل در معقولات" (مضمون)،
علمِ ظاہر کی بحث (بحوالہ قولِ حضرت سُلطان باھو)، مقالہ "اَنوارِ مُصطفیٰ"، اَلکَلامُ المقبُول
(سلسلۂ مضامین)، مسائلِ فقہ (سلسلۂ مضامین)، ایمان اور معاملاتِ زندگی (مضمون)،
"اَلتَّصدِیقات لِدَفعِ التَّلبِیسات" میں فتویٰ، ایک مُنفرد کلینڈر کی ایجاد، احوالِ حجازِ مقدس

فصل ششم: شعر و اَدب 328

Marfat.com

باب پنجم: طریقت و مُجاہدہ 339

فصلِ اوّل: تعارف 341

تصوّف و طریقت، سلاسلِ طریقت، سلسلۂ قادریہ، سلسلۂ قادریہ اور حضرت سُلطان باھُو

فصلِ دوّم: بیعت، مُرشد اور اِرشاد 344

بیعت، مُرشد (حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو)، شجرۂ طریقت، نظریۂ طریقت، روحانی مقام

فصلِ سوّم: وظائف و اَدعیہ 358

وظائف و اَوراد، اَدعیہ / دُعائیں

فصلِ چہارم: کرامات و خوارق 372

خوارق العادات کی حقیقت، کراماتِ حضرت صاحب

فصلِ پنجم: اَسفارِ حرمین شریفین 381

حج مبارک 1979ء، عمرہ مبارک 1997ء، عمرہ مبارک 2002ء، عمرہ مبارک 2003ء،
عمرہ مبارک 2004ء، عمرہ مبارک 2005ء، آخری عمرہ 2006ء

باب ششم: خانوادہ، شخصیت اور وِصال 409

فصلِ اوّل: خانوادہ کا تذکرہ 411

والدِ ماجد، والدہ ماجدہ، عموی بزرگان، برادران و خواہران، شادی اور زوجہ محترمہ، اَولاد

فصلِ دوّم: شخصیت و کردار 451

تاثراتِ اکابرین، خلیہ، معمولات، شخصیت، کردار، نفسیاتی تجزیہ

فصلِ سوّم: وفات و مابعد 468

اواخرِ عمر، آخری دِنوں کی یادیں، آخری شب اور روزِ وفات،
جنازہ اور تدفین، دربارِ سُلطانیہ بھکر

مآخذ و مراجع 491

Marfat.com

مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ۔

مسلمانوں کی علمی روایت میں اسماء الرجال، تذکرہ نویسی اور سیرت نگاری کی بدولت نہ صرف تاریخی حقائق محفوظ ہوئے بلکہ دیگر کئی علوم کی شمعیں بھی روشن ہوئیں۔ دورِ حاضر میں تذکرہ نگاری کی افادیت یوں بھی بڑھ گئی ہے کہ اغیار کی استعماری قوتیں اب صرف سیاسی و معاشی میدانوں میں ہی شب خوں مارنے پر اکتفا نہیں کرتیں بلکہ عالمگیریت (globalization) کے نام پر اقوامِ عالم کی معاشرتی و اخلاقی اقدار پر بھی قابض ہو جانے کے درپے ہیں۔ چنانچہ اپنی مثبت اقدار کی بقا کے لیے ضروری ہے کہ اُن ہستیوں کی خدمات کو شایانِ شان انداز میں پیش کیا جائے جو من حیث القوم ہماری اخلاقی، معاشرتی اور علمی زندگیوں میں مینارۂ نور ثابت ہو سکتی ہیں۔ اِسی مقصد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میں نے سات برس قبل اپنے والد و اُستاد حضرت علامہ محمد نور سلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ (حضرت صاحب) کی سوانح پر تحقیق کا آغاز کیا جو آج بفضلہ تعالیٰ کتابی صورت میں آپ کے ہاتھوں کی زینت ہے۔

ہمارے اکابر کا وطیرہ رہا ہے کہ عجز و انکسار کے باعث نہ صرف یہ کہ اپنی تعریف کو معیوب خیال کرتے تھے بلکہ اپنا تعارف و تذکرہ لکھنے والے تلامذہ یا معتقدین کی حوصلہ شکنی تک کیا کرتے۔ حصولِ شہرت، خود ستائی یا خود نمائی کا اُن کی زندگیوں میں کوئی دخل نہ تھا۔ یہ عمل جہاں اُن اکابر کے درخشندہ کردار کی دلیل ہے وہیں اِس کا نقصان یہ ہوا کہ کئی اہم تاریخی حالات و واقعات گردِ زمانہ میں دب کر رہ گئے۔ حتیٰ کہ اسلامی ادبیات کی بعض اہم کتب ایسی ہیں جن کے مصنفین تک کا نام معلوم نہیں اور کئی بلند پایہ مصنفین ایسے ہیں جن کے نام کے علاوہ ان کی کچھ معلومات میسر نہیں۔ پس ایسے جلیل القدر اکابر کا تذکرہ بیک وقت ایک ملّی اور اخلاقی فریضہ ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی سلف الصالحین کے کردار کا نمونہ تھے، چنانچہ اپنی تمام تر علمی وجاہت اور روحانی تصرف کے باوجود آپ نے کبھی حصولِ شہرت کی کوشش یا خواہش نہ کی اور آپ کی بیشتر علمی و عملی خدمات پردۂ اخفا میں پوشیدہ رہیں۔ چونکہ مجھے بطور فرزند اور بطور شاگرد آپ کی خدمت میں رہنے کی سعادت حاصل رہی لہٰذا میں ان میں سے کئی خدمات کا چشم دید گواہ تھا۔ نیز آپ کی وفات کے بعد آپ کے قلمی تبرکات اور یادداشتوں سے استفادہ کیا تو اندازہ ہوا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت پر اگر میں نے سنجیدہ تحقیق نہ کی تو تاریخ کے

Marfat.com

کٹہرے میں مجرم ثابت ہو جاؤں گا۔ مزید بر آں، یہ سوانح فردِ واحد ہی کی داستانِ حیات نہیں بلکہ ایک مکمل عہد کی عمرانی، علمی اور تاریخی دستاویز ہے اور ایسی اقدار کی غماز ہے جو ہمارے معاشرتی منظر نامے سے اُٹھتی جا رہی ہیں۔ قارئین دیکھیں گے کہ اِس کتاب میں حضرت صاحب کے اساتذہ، خانوادہ کے بزرگوں اور دیگر معاصرین کے ایسے ایسے خصائل و خصائص ورطۂ تحریر میں لائے گئے ہیں جو ہماری درخشندہ اقدار کا روشن باب ہیں مگر اُن کے تذکرے ڈھونڈے سے نہیں ملتے۔

تاریخِ تصوّف کی ورق گردانی کریں تو کئی اولیائے عظام کے حالاتِ زندگی مفقود ہیں۔ کئی معروف درگاہیں اور خانقاہیں جو مرجعِ خلائق ہیں، اُن کے بنا کنندگان اور صاحبانِ مزارات کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ 2006ء میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ دُنیائے فانی سے رخصت ہُوئے تو اُن کے مزار پر ایک خانقاہ اور دربار کی بنا رکھی گئی جس پر کثیر تعداد میں خلقِ خدا کی حاضری کا سلسلہ شروع ہُو گیا۔ لہٰذا اس امر کی ضرورت محسوس ہُوئی کہ صاحبِ مزار کی حیات و خدمات پر تفصیلی کام کیا جائے تا کہ اِس خانقاہ کو روحانیت کے ساتھ ساتھ علمیّت اور تاریخ سے بھی تائید حاصل رہے۔ نیز سینہ بہ سینہ سفر کرتی روایات میں اِس بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں تخیل کی کارستانی سے حقیقت کی جگہ حکایت نہ لے لے۔ چنانچہ قبل اِس کے کہ حقائق کی تصویر وقت کی گرد سے دُھندلا جائے، ضروری ہے کہ حالات و واقعات کو سپردِ قرطاس و قلم کر کے آنے والے زمانوں کے لیے محفوظ کر لیا جائے۔ پھر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکاروں، مُریدین اور تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ تھی اور وہ مجھ سے برابر اس کام کا تقاضا کر رہے تھے۔ اُن کا کہنا تھا کہ جب تُمہاری تعلیم و تربیت پر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اِتنی محنت کی ہے اور جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جملہ قلمی تبرکات تمہارے پاس ہیں تو تُمہارا فرض ہے کہ تحریر کر کے ان علمی خزانوں کو دستبُردِ زمانہ سے محفوظ کرو۔ چنانچہ مَیں نے کوئی راہِ فرار نہ پائی اور اپنی کم علمی و بے بضاعتی کے باوجود اِس خدمت کو سرانجام دینے کی ٹھان لی۔ الحمد للہ کہ مجھے جس خدمت پر مامور کیا گیا تھا اس کی انجام دہی کی توفیق بھی عطا ہو گئی۔

میں نے کوشش کی ہے کہ حتی المقدور میدانِ تحقیق میں مستعمل قوائد و ضوابط کی پاسداری کروں اور مختلف ذرائع تحقیق سے مدد لوں۔ مثال کے طور پر کئی مختلف کُتب اور رسائل و جرائد سے استفادہ کیا ہے جن میں سے بعض کے حصول کے لیے تو بہت محنت کرنی پڑی۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر بزرگوں میں سے کئی حضرات کے انٹرویوز لے کر ریکارڈ کیے اور کئی نے اپنی یادیں مضامین یا مکتوبات کی صورت میں قلمبند کر دیں جن کے اقتباسات اِس کتاب میں حسبِ مقام شامل کیے گئے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلمی تبرکات جن میں ڈیڑھ ہزار صفحات سے متجاوز علمی تحریریں، تقریباً چھتیس سالانہ روزنامچے، اکابر کے مکاتیب، مسوّدات اور سندات وغیرہ شامل ہیں، کا حرف بہ حرف مطالعہ کیا اور ان کے

Marfat.com

حوالہ جات یہاں شامل کیے۔ اِسی طرح کئی دیگر بزرگوں کے قلمی تبرّکات سے اِستفادہ کیا۔ اِن کتب، مسوّدات اور روات کی تفصیل کتاب کے آخر پر "مراجع و ماٰخذ" کی ذیل میں پیش کر دی گئی ہے۔ مَیں نے کوشش کی گئی ہے کہ جہاں بھی کوئی روایت یا اقتباس پیش ہو، ساتھ ہی اس کا حوالہ حاشیہ (foot notes) میں دے دیا جائے تا کہ راوی کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے قارئین خود ہی روایت کے مرتبہ کا تعیّن کر لیں۔ عربی و فارسی عبارات کے تراجم کو بھی متن کے بجائے حاشیہ میں شامل کیا ہے تا کہ تحریر کی روانی متاثر نہ ہو۔

اِس کتاب میں تصاویر اور مکتوبات و مسوّدات کے عکس حسبِ محل شامل کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے تا کہ یہ سوانحی کتاب جدید انداز کی تصویری سوانح (illustrated/pictoral biography) کی کسوٹی پر بھی پوری اُتر سکے۔ اگرچہ عموماً تحقیقی کتب میں اِس طرح تصاویر شامل نہیں ہوتیں مگر مَیں نے تحریر و تصویر کے امتزاج سے تاریخ کو یوں محفوظ کرنے کی سعی کی ہے جو بیک وقت قاری کی حِسِّ خیال اور حِسِّ باصرہ کو متاثر کرے۔ اشخاص کی تصاویر کو شاملِ کتاب کرنا ایک ایسا معاملہ تھا جسے بعض احباب نے ناپسند کیا (اِن میں ایسے حضرات بھی شامل تھے جن کی اپنی تصاویر اِشتہارات اور فیس بک پر بکثرت نظر آتی ہیں)۔ تاہم میری رائے میں یہ تصاویر متعدّد فوائد و ثمرات پیش کرتی ہیں جن میں تاریخی ریکارڈ کی حفاظت، عمرانی و ثقافتی علوم میں معاونت، ماہرینِ نفسیات اور چہرہ شناسوں کی تحقیق میں سہولت اور تاریخی حقائق یاد رکھنے میں قارئین کی معاونت وغیرہ شامل ہیں۔

میرا علمی پایہ ایسا نہیں کہ پیچیدہ فقہی و فلسفیانہ مسائل پر کوئی حتمی رائے دے سکوں۔ چنانچہ بعض مقامات پر مَیں نے بلا تبصرہ ورائے حقائق اس انداز سے بیان کر دیے جیسے وہ مجھے حاصل ہُوئے، جبکہ بعض جگہوں پر نصوصِ قطعیہ کے حوالہ جات شامل کر دیے ہیں۔ علمی و فقہی اِختلافات کا ذکر نہ کرنا بطورِ مؤرّخ ایک ناانصافی ہوتی۔ تاہم کوشش کی ہے کہ اِن اختلافات کا ذکر ایسے پیرائے میں کیا جائے کہ تاریخ بھی محفوظ ہو جائے اور کسی کے جذبات کو ٹھیس بھی نہ پہنچے۔ حق تو یہ ہے کہ ہمیں مِن حیثُ القوم علمی اختلافات کو وجہِ نزاع بنانے کے بجائے باعثِ تنوّع سمجھنا چاہیے۔ بِلاشُبہ علمی اختلاف نہ ہو تو معاشرے جمود کا شکار ہو جائیں۔ تاریخِ اِسلام کے عہدِ زرّیں کا مطالعہ کریں تو سیکڑوں مباحثوں اور مناظروں کی روئیدادیں ملتی ہیں جنہوں نے کاروانِ علم و آگہی کو آگے بڑھنے میں مدد دی۔ اِسی لیے اختلاف کو رحمت بھی کہا گیا ہے۔ البتہ جب یہی اختلاف تفرقہ بازی کا روپ دھار لیں تو زحمت بن جاتے ہیں۔

Marfat.com

اکابرین کے اسمائے گرامی کے ساتھ القاب و آداب کے حوالہ سے راقم نے مختلف کتب میں افراط و تفریط دیکھی۔ ایک طرف وہ طبقہ ہے جو جدید تحقیقی اسلوب کی تقلید میں بزرگوں کے نام یوں رُوکھے سُوکھے انداز میں قلمبند کرتا ہے کہ پڑھتے ہوئے زبان لڑکھڑانے لگتی ہے۔ ؏ "چوں حفظِ مراتب نہ کُنی زندیقی"۔ جبکہ دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو فرطِ عقیدت میں اِس قدر زیادہ القاب لکھتے ہیں کہ بعض اوقات پتہ ہی نہیں چلتا کہ ان بزرگ کا اصل نام کیا ہے۔ مَیں نے اِس کتاب میں راہِ اوسط اختیار کرنے کی کوشش کی ہے۔ مزید بر آں یہ وضاحت بھی کرتا چلوں کہ مَیں نے کتاب میں وحدتِ تاثر بر قرار رکھنے کے لیے عیسوی سنین ہی پیش کیے ہیں۔ جہاں کہیں حتمی سن معلوم نہ تھا اور کسی محتاط اندازے (مثلاً سنِ ہجری کو عیسوی میں تبدیل کرنے) سے سن معلوم کیا گیا تھا وہاں سن کے ساتھ "قیاساً" لکھ دیا یا سوالیہ نشان "؟" لگا دیا۔

حضرت صاحب علاّمہ محمد نور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کو اجمالاً چار حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا حصّہ آپ کی ولادت یعنی 1942ء سے شروع ہو کر بچپن اور میٹرک تک ابتدائی تعلیم پر 1958ء میں ختم ہوتا ہے۔ دوسرا دور اعلیٰ سطحی حصول علم دین کا ہے جو 1958ء سے 1966ء تک پھیلا ہُوا ہے۔ تیسرا دَور آپ کی عملی زندگی کا ہے جو 1966ء سے شروع ہوتا ہے۔ زندگی کا آخری دَور آپ کے محبوب والد و مُرشد کی وفات یعنی 2001ء سے آپ کی وفات یعنی 2006ء تک ہے۔ زیرِ نظر سوانح حیات چھ ابواب میں جبکہ ہر باب کئی فصول میں منقسم ہے۔ ابواب کا اجمالی خاکہ حسب ذیل ہے۔

باب اوّل کی پہلی فصل میں حضرت صاحب علاّمہ محمد نور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کی چودہ سو سالہ تاریخ کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے اور آپ کے شجرہ میں وارد ہونے والے اہم افراد کا مختصر تعارف بیان کر دیا گیا ہے۔ فصلِ دوم میں آپ کی ولادت اور بچپن کے حالات جبکہ فصل سوم میں اُس دَور اور علاقہ کا معاشرتی و ثقافتی پس منظر پیش کیا گیا ہے۔ چوتھی فصل حضرت صاحب کی ابتدائی تعلیم کا تذکرہ اور اعلیٰ تعلیم کے حصول کا پس منظر بیان کرتی ہے۔ یہ باب تاریخ، عمرانیات، علم الانساب اور علم الاخلاق وغیرہ سے تعلق رکھنے والوں کے لیے دلچسپی کا باعث ہو گا۔

باب دوم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حصولِ علم دین سے متعلّق ہے۔ پہلی فصل میں جامعہ انوارُ العلوم مُلتان، دوسری فصل میں درسِ علاّمہ سُلطان اعظم، تیسری فصل میں جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال اور چوتھی فصل میں جامعہ اسلامیہ (اسلامیہ یونیورسٹی) بہاولپور میں حضرت صاحب کے قیام کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ آخری فصل حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۃ الذہب اور اساتذہ کا آپ پر اعتماد بیان کرتی ہے۔ یہ باب بیسویں صدی عیسوی کے اکابر علما کے تذکار سے دلچسپی رکھنے

Marfat.com

والوں کے لیے خصوصاً اہم ہے کیونکہ اِس میں حضرت صاحب کے کئی اساتذہ اور ہم سبق حضرات کے حالات و واقعات نیز اُس دَور کے علمی و مذہبی مباحث بیان کیے گئے ہیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں غزالیٔ زماں سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ، علّامہ مفتی امید علی خان رامپوری گیاوی رحمۃ اللہ علیہ، علّامہ میاں سُلطان اعظم چھپڑوی رحمۃ اللہ علیہ، اُستاذُ العلما علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ اور پروفیسر ڈاکٹر پیر محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں جن کی زندگیوں کے کئی اہم واقعات یہاں بیان کر دیے گئے ہیں۔

باب سوم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عملی زندگی اور مِلّی خدمات کا تذکرہ پیش کرتا ہے۔ اِس کی پہلی فصل میں آپ کی جمعہ شریف واپسی اور وہاں سے بھکّر مُنتقلی کا ذکر ہے۔ دوسری فصل میں تحریکِ مدارسِ انوارِ باھُو کا تعارف پیش کر کے اِس میں حضرت صاحب کے کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ تیسری فصل دعوۃ و اِرشاد کی ذیل میں حضرت صاحب کی تدریس، خطبات، رُشد و ہدایت، علمی و روحانی محافل اور مناظرہ کے حوالہ سے خدمات بیان کرتی ہے۔ چوتھی فصل میں آپ کی مِلّی، تنظیمی اور تحریکی کاوشوں کو پیش کرتے ہُوئے مختلف تنظیموں اور تحریکوں میں آپ کی خدمات کی جھلک پیش کی گئی ہے۔ پانچویں فصل حضرت صاحب کی سماجی، ثقافتی اور سیاسی خدمات بیان کرتی ہے جبکہ باب کے آخر میں حضرت صاحب کو راہِ حق میں پیش آمدہ مشکلات و مصائب مختصراً بیان کیے گئے ہیں۔

باب چہارم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علمی خدمات پیش کرتا ہے۔ آپ کی زیادہ تر علمی تحقیقات خطبات کی صورت میں پیش ہوئیں جن کا کچھ حصہ آڈیو کی صورت میں محفوظ اور کچھ تحریری نکات کی شکل میں موجود ہے۔ تاہم آپ نے ڈیڑھ ہزار صفحات سے متجاوز ضخیم تحریری اثاثہ بھی چھوڑا ہے۔ یہ تحریریں زیادہ تر آپ کے زمانۂ طالبعلمی کی ہیں جن میں سے اکثر میں آپ نے اپنے عظیم اساتذہ کی تقریرات کو اپنے مخصوص انداز میں محفوظ کیا ہے۔ تاہم بعض حضرت صاحب کے اپنے تحقیقی مقالہ جات بھی ہیں۔ اِس علمی خزانہ کا بیشتر حصہ تاحال (2016ء) غیر مطبوعہ ہے۔ اِس باب کی فصول میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علمی خدمات کو زمانی ترتیب سے پیش کیا گیا ہے جس میں آپ کی جملہ دستیاب تحریروں کا خلاصہ شامل کر دیا گیا ہے۔ متعلّقہ علوم و فنون پر گرفت نہ ہونے کے باعث اِس باب کے لیے مجھے نہایت ذہنی مشقّت اُٹھانی پڑی۔ اِس کی پروف ریڈنگ، تصحیح اور بعض تراجم کے لیے علّامہ شہباز علی قادری حفظہ اللہ، صدر مُدرّس جامعہ نُوریہ رضویہ فیصل آباد نے خصوصی معاونت و رہنمائی فرمائی جس کے لیے مَیں تہِ دِل سے اُن کا شُکر گزار ہوں۔

Marfat.com

باب پنجم طریقت و تصوّف کے بیان پر مبنی ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ دین میں علم و تعلیم اور تبلیغ و تحریک تک ہی محدود نہیں رہے بلکہ دین کے باطنی پہلو یعنی تصوّف و طریقت میں بھی فیاضِ حقیقی نے آپ کو خوب نوازا۔ اِس باب کی پہلی فصل میں طریقت اور اس کے سلاسل بالخصوص سلسلۂ قادریہ کا اجمالی تعارف پیش کیا گیا ہے۔ پھر طریقت میں حضرت صاحب کی بیعت، مُرشد اور اِرشاد پر گفتگو کی گئی ہے۔ تیسری فصل آپ کے مرغوب وظائف، اذکار اور ادعیہ کے لیے مخصوص کی گئی ہے۔ چوتھی فصل میں خوارق العادۃ کا تعارف اور حضرت صاحب سے منسوب کرامات میں سے چند پیش کی گئی ہیں۔ آخری فصل میں اَسفارِ حرمین شریفین کی صورت میں حضرت صاحب کے مجاہدہ کی تصویر کھینچی گئی ہے۔

باب ششم میں تین فصول ہیں۔ پہلی فصل میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادہ سے متعلق ہے جس میں آپ کے والدین، عموی بزرگوں، برادران و خواہران، زوجہ محترمہ اور اولاد کا فرداً فرداً تذکرہ پیش کیا گیا ہے۔ دوسری فصل میں آپ کی شخصیت، کردار، حُلیہ، معمولات اور پھر نفسیاتی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ آخری فصل میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آخری عمر کے معمولات و کیفیات بیان کرنے کے بعد شبِ آخر اور روزِ وفات کا قدرے تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ پھر جنازہ، تدفین، آخری رسومات اور دَربار کا بیان کیا گیا ہے۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح پر مفصّل تحقیق پیش کر دینے کے بعد، مَیں سمجھتا ہوں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے کئی مزید کام کیے جاسکتے ہیں جس کے دروازے محققین کے لیے کھُلے ہیں۔ اِن میں سے اہم یہ ہیں۔ اوّلاً، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تقریباً ڈیڑھ ہزار صفحات پر مبنی غیر مطبوعہ تحریرات کی تدوین کر کے انہیں مناسب حواشی کے ساتھ طبع کرایا جاسکتا ہے۔ اِن تحریروں کا بیشتر حصہ غزالیٔ زماں علامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علاّمہ میاں سُلطان اعظم چھچھروی رحمۃ اللہ علیہ اور اُستاذ العلماء علاّمہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریرات و دروس پر مبنی ہے۔ ثانیاً، حضرت صاحب کے سیکڑوں خُطبات جو آڈیو اور ویڈیو کی صورت میں محفوظ ہیں، کو موضوعات کی ترتیب سے مُرتّب کر کے شائع کرایا جاسکتا ہے۔ ثالثاً، حضرت صاحب کے ذاتی کُتب خانہ میں موجود ہزاروں کُتب پر آپ نے اپنے قلم سے جو حواشی یا حوالہ جات لکھے ہیں، ان کو ترتیب دے کر اہلسنّت کے عقائد کا ایک شاندار حوالہ جاتی انڈکس تیار کیا جاسکتا ہے۔

اِس تحقیقی منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے دَرجنوں احباب کی پُر خلوص معاونت شاملِ حال رہی۔ مَیں ان سب کا ممنونِ احسان ہوں۔ جزاھم اللہ احسن الجزا۔ تاہم بعض شخصیات کا ذکرِ خیر ناگُزیر ہے۔ خوش قسمتی سے مجھے اپنے خانوادہ کی دو جلیل القدر علمی شخصیات حضرت ڈاکٹر سُلطان الطاف علی حفظہ اللہ اور حضرت سُلطان ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ سے

Marfat.com

نیاز مندی حاصل رہی۔ زیرِ نظر تحقیق میں نہ صرف ہر دو کی مطبوعات سے اِستفادہ کیا گیا بلکہ بعض مقامات پر اُن کی رہنمائی بھی حاصل رہی۔ مزید بر آں، اُن سے کئی دستاویزات و تصاویر بھی حاصل ہوئیں۔ تحقیق کے لیے مواد جمع کرنے میں مولانا جمیل الرّحمٰن سعیدی، جناب ڈاکٹر عبد الرشید رحمت، قاری عبدُ الغفار سُلطانی، حافظ محمد ابراہیم اور قاری خُدا بخش صاحبان سمیت کئی مہربانوں نے تعاون فرمایا۔ برادرِ بزرگوار محمد منصور سُلطان القادری اور برادرِ عزیز ڈاکٹر سُلطان اللہ نواز شاہد کا تعاون تو ازاوّل تا آخر تحقیقی مواد جمع کرنے سے لے کر مسودہ کی پروف ریڈنگ اور طباعتی اخراجات برداشت کرنے تک ساتھ رہا۔ میری والدہ ماجدہ اور بہن بھائیوں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تمام قلمی تبرّکات میرے سپرد کر کے مجھ پر جو اعتماد کیا مَیں اُس کے لیے بھی شکر گزار ہوں۔ والدہ صاحبہ کی دُعاؤں کے بغیر تو میرے لیے زندگی کا تصوّر ہی دُشوار ہے اور اپنی ہر کامیابی کو اُنہی کا مرہونِ منّت سمجھتا ہوں۔ میری اہلیہ مُنیٰ سُلطان نے قدم قدم پر میرا ساتھ دیا اور اِس تحقیقی منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے میرا حوصلہ بڑھایا۔ اپنے پیارے دوست گُلشیر بٹ کا بھی شکر گزار ہُوں جن کے توسّط سے گگن شاہد اور امر شاہد صاحبان نے بُک کارنر جہلم سے نہایت خلوص اور محنت کے ساتھ کتاب کی دیدہ زیب طباعت کی ذمہ داری لی۔

مَیں نے حتی المقدور ذاتی جذبات کو بالائے طاق رکھ کر تاریخی تحقیق کا حق اَدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاہم ذکر ایسی ہستی کا ہے جو میرے والد بھی ہیں اور اُستاد بھی، لہٰذا عین ممکن ہے کہ کہیں کہیں فرطِ محبت میں کچھ ایسا لکھ گیا ہوں جس کا تعلّق تاریخ سے کم اور ادب سے زیادہ ہو۔ بہر حال اِس حد تک یقین دِلاتا ہوں کہ کہیں کِذب و افترا کا سہارا نہیں لیا۔ آخر میں عرض پرداز ہُوں کہ اگر اِس کاوش میں کوئی خوبی نظر آئے تو اُسے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فیضِ نظر سمجھا جائے اور اگر کہیں کوتاہی دیکھیں تو اسے مجھ ہیچمدان کا عجز بیان تصوّر کریں۔

13 صفر المظفر 1438ھ / 14 نومبر 2016ء   سُلطان ناصر

سیالکوٹ

Marfat.com

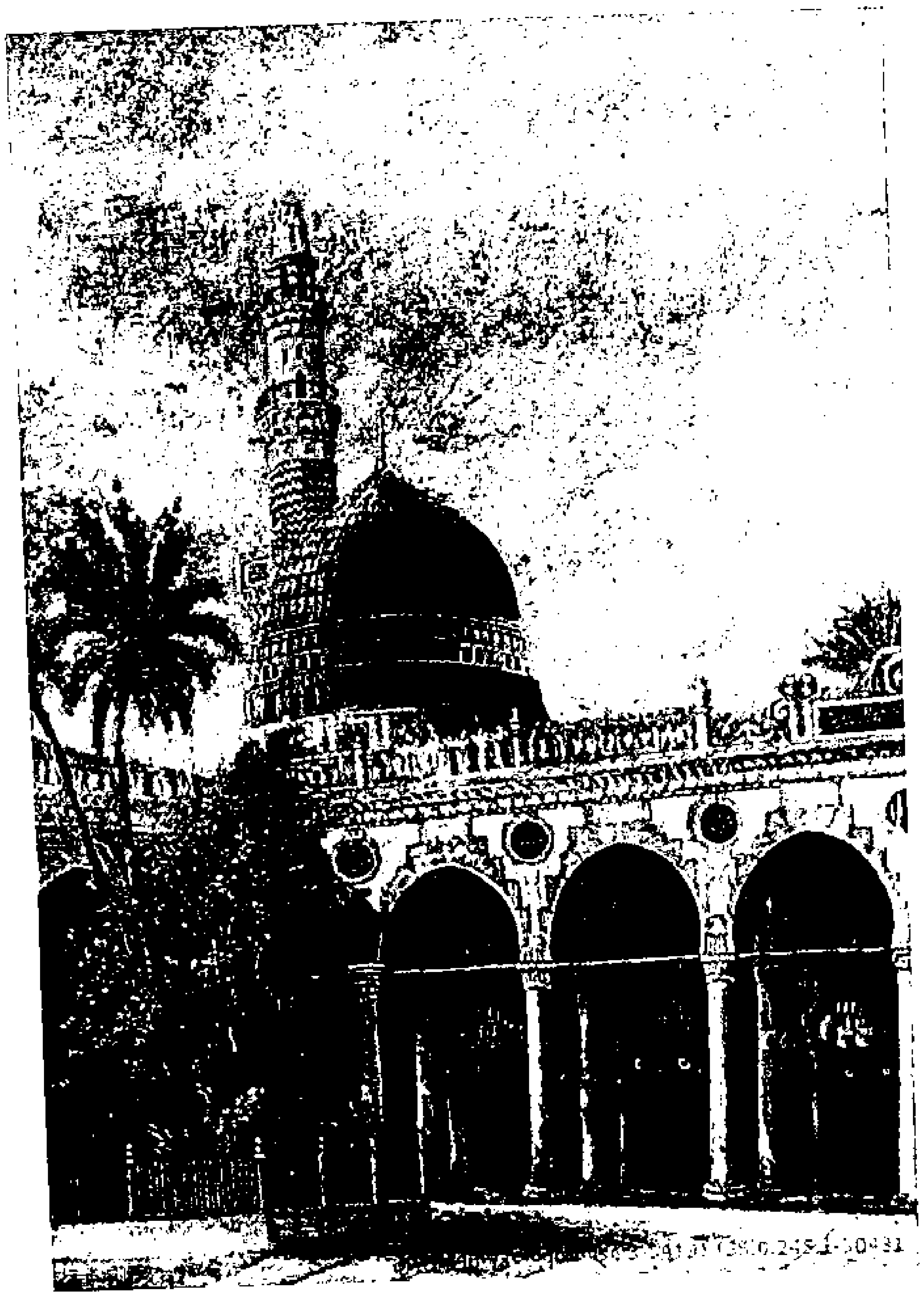

میڈا محبوب ﷺ چہرے توں پردہ ہٹا تیڈے دیدار دامینوں بہوں شوق ہے
ہِک واری تاں میڈا سائیں کھل کے اَلا تیڈے مکار دامینوں بہوں شوق ہے

تیڈے روضے مناراں دی کیا بات ہے جیویں چن نال تاراں دی بارات ہے
وت کڈاں ویکھساں میں اوہ نوری فضا روضے مینار دامینوں بہوں شوق ہے

کلام
حضرۃ علامہ محمد نور سلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ

۱۴۵۰۳۴

Marfat.com

باب اوّل

خاندانی پس منظر، ولادت اور کم سنی

Marfat.com

بابِ اوّل: خاندانی پس منظر، وِلادت اور کم سنی

فصلِ اوّل: خانوادہ کی تاریخ اور تعارف

تاریخ علویان واعوان، تعارفِ حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ،
خانوادہٗ حضرت سُلطان باھُو، حضرت صاحب کے آباؤ اجداد، شجرہ نسبی، ننھیال

فصلِ دوم: وِلادت اور بچپن

فصلِ سوم: دامان کا معاشرتی اور ثقافتی پس منظر

دامان کا محل وقوع اور جغرافیہ، معاشرتی و ثقافتی حالات، دامان کی ثقافت پر اثرات

فصلِ چہارم: اِبتدائی تعلیم

چھبڑی، کُلاچی اور پہاڑپُور میں ابتدائی تعلیم، اَعلیٰ تعلیم کا سوال

PANJAB UNIVERSITY LIBRARY

Marfat.com

فصل اوّل

خانوادہ کی تاریخ اور تعارف

قرآنِ مجید میں اِرشاد ہوتا ہے: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ [1]۔ اِس آیتِ مبارکہ میں ایک طرف تو اِسلام کے اِس عالمگیر اصول کا ذکر ہے کہ اولادِ آدمؑ و حواؑ کے مابین حقیقی عظمت، عزت اور بزرگی اُسے حاصل ہے جو زیادہ متقی اور پرہیز گار ہے جبکہ دوسری جانب قوموں اور قبیلوں کو انسانوں کے تعارف، پہچان اور شناخت کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ بلاشبہ اِسلامی تعلیمات کا زور خاندانوں کی تقسیم کے بجائے ایمان اور اعمالِ صالحہ پر ہے اور اِس ضمن میں سورۃ التحریم کی آخری آیات [2] خوب رہنمائی کرتی ہیں۔ تاہم خاندانی نسبت کو ملحوظ رکھنے کے حوالہ جات بھی نصوص میں موجود ہیں جن میں سے ایک قرآنی حوالہ سورۃ الکہف میں حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ملتا ہے جہاں حضرت خضر بے مروّت لوگوں کے شہر میں دو یتیم بچوں کی گرتی ہوئی دیوار اِس لیے درست کر دیتے ہیں کہ "كَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا" [3]۔ اِسی طرح سورۃ الطور [4] میں اُن مومنین کے انعامات بیان ہُوئے ہیں جن کی ذُرِّیّت بھی ایمان لانے میں اُن کی اتّباع کرتی ہے۔ تاہم یاد رہے کہ خاندانی شرافت کا ذکر تحدیثِ نعمت کے طور پر ہونا چاہیے، نہ کہ غرور و تکبّر کے لیے۔ حضرت صاحب علّامہ محمّد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ و طہارت، علمیّت و روحانیت اور تبلیغات و خدمات کا تذکرہ تو آئندہ ابواب میں آئے گا، اِس فصل میں اُن کے آباؤ اَجداد اور خاندان کی تاریخ کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت صاحب علّامہ محمّد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ نسب دَس واسطوں سے سُلطانُ العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ سے جب کہ اِکتالیس واسطوں سے اسدُ اللہ الغالب حضرت علی المرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ آپ کا تعلق ہاشمی قُریش کی اُس علوی شاخ سے ہے جو "اعوان" کے نام سے معروف ہُوئی۔ عرب کے قبیلۂ قُریش میں ہاشمی گھرانہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ نبیِّ آخر الزماں حضرت محمدِ مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہورِ پُر نُور اِسی گھرانے میں ہُوا۔ لفظ "ہاشمی" کی

---

[1] قرآنِ مجید، سورۃ الحجرات 49، آیت 13۔ ترجمہ: "اے لوگو، بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا فرمایا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنا دیے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔ بے شک اللہ خوب جاننے والا اور خوب خبر رکھنے والا ہے۔"

[2] قرآنِ مجید، سورۃ التحریم 66، آیات 10 تا 12۔

[3] قرآنِ مجید، سورۃ الکہف 18، آیت 82۔ ترجمہ: "اُن دونوں کا باپ ایک نیک آدمی تھا۔"

[4] قرآنِ مجید، سورۃ الطّور 52۔ آیت 21۔

Marfat.com

نسبت نبی اکرم ﷺ کے پَرداداجناب ہاشم بن عبد مناف سے ہے جن کو اُمویوں کے مورثِ اعلیٰ اُمیہ بن عبد الشمس کے مقابلے میں قبیلۂ قریش کی سیادت اور خدمتِ کعبہ کی سعادت عطا ہوئی تھی۔

اسدُاللہ الغالب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد کو دوشاخوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اوّلاً، آپ کی وہ اولادِ مبارک جو خاتونِ جنت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ہے، "سیّد" کہلاتی ہے۔ یہ ساداتِ کرام آلِ رسول ہیں اور اَلْکَوْثَرْ[1] کے تصوّر کی ایک تصویر ہیں۔ ثانیاً، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وہ اولاد جو خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے علاوہ دوسری ازواج سے ہے "عَلوی" کہلاتی ہے۔ گویا آپ رضی اللہ عنہ کی تمام غیر سیّد اولاد کو عَلوی کہا جاتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اٹھارہ فرزندان کا ذکر ملتا ہے جن میں سے ایک کا اسمِ گرامی امیر زبیر رحمۃ اللہ علیہ ہے اور انہی کے واسطہ سے حضرت سُلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ روایات کے مطابق امیر زبیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ (بی بی میمنہ) کے اکلوتے فرزند تھے اور شہدائے کربلا میں شامل تھے[2]۔ لفظِ اعوان "عَون" کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے معاون، حمایتی اور مددگار۔ چونکہ عَلویان نے میدانِ کربلا میں اہلبیتِ اطہار کی خدمت و معاونت میں جامہائے شہادت نوش کیے اور بعدہ اُموی و عباسی اَدوارِ حکومت میں ساداتِ کرام کی برابر حمایت کی لہٰذا وہ اعوان یعنی مددگار کے نام سے معروف ہوئے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اسمِ گرامی
(از نوادراتِ محلاتِ توپکپی، استنبول)

اہلبیت کی معاونت کی پاداش میں جب اربابِ اختیار نے اعوانوں یاعَلویوں پر دستِ ستم دراز کیا اور بے جا مظالم و مصائب کا آغاز کیا تو یہ حضرات ترکِ وطن کر کے تُرکستان، خراسان، ہمدان، مصر، شام اور عراق کی جانب ہجرت گزیں ہُوئے۔ بالخصوص خراسان (موجودہ ایران اور افغانستان کے بعض علاقوں پر مشتمل) جس میں ہرات اور سیستان کے علاقے شامل تھے، عَلویوں اور اعوانوں کا خاص مسکن رہا۔ یہاں اِن حضرات نے خاصا اثر رسوخ قائم کر لیا، حتیٰ کہ ہرات کی ایک امارت پر متمکن ہوگئے جو چار پانچ پُشتوں تک جاری رہی۔ چوتھی پُشت میں قطب شاہ ایک نمایاں شخصیّت بن کر اُبھرے۔ وہ

---

[1] قرآن مجید، سورۃ الکوثر 108، آیت 1۔

[2] اس فصل میں علویوں اور اعوان سے متعلق بیشتر تحقیقات ڈاکٹر سُلطان الطاف علی کے مقالہ پی ایچ ڈی سے ماخوذ ہیں جو "مرآتِ سُلطانی (باھو نامہ کامل)" کے نام سے باھو پبلیکیشنز لاہور نے پہلی بار 2006ء میں شائع کیا۔ حوالہ جات کے شائقین مذکورہ کتاب سے رجوع کریں۔ تاہم بعض مورّخین و ماہرین بشریات ایسے بھی ہیں جو اعوانوں کو برِّ صغیر کے مقامی قبائل سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

ہرات کے حاکم تھے اور اُنہوں نے سُلطان محمود غزنوی (و:971ء۔ ف:1030ء) کے حملۂ ہندوستان میں اپنے لشکر بالخصوص چھ فرزندان سمیت شامل ہو کر بطور جرنیل اپنے عسکری کمالات کے خوب جوہر دکھائے۔ واضح رہے کہ شجرۂ نسب (جو آگے درج کیا جائے گا) میں قطب شاہ علوی کا نام حضرت سُلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ سے سولہ پُشت اور یوں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے چھبیس پُشت اوپر آتا ہے۔ قطب شاہ کی اولاد "قطب شاہی اعوان" کہلائے جو دیگر اعوانوں کے ساتھ مذکورہ بالا حملہ کے بعد موجودہ پنجاب اور خیبر پختونخواہ کے متعدد علاقوں خصوصاً کوہستانِ نمک میں سکونت پذیر ہُوئے۔ تیرھویں صدی عیسوی میں جب بلادِ اسلامی پر منگول اور تاتاری حملوں نے سلطنتِ اسلامی کا شیرازہ بکھیر دیا تو کئی دیگر علوی حضرات بھی برِّصغیر وارد ہُوئے۔ اس دَور میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد میں سے محمد پیدا یا محمد مغلا کا تذکرہ ملتا ہے جو پنجاب میں کوہستانِ غربی کی وادی سون سکیسر کے شہر "اَنگہ" میں سکونت پذیر ہُوئے۔

اَنگہ میں ہی سُلطانُ العارفین حضرت سُلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ ماجد حضرت بازید محمد بن فتح محمد کی ولادت ہوئی۔ بازید محمد رحمۃ اللہ علیہ بیک وقت ایک حافظِ قرآن، عالمِ فقہ، جَری مجاہد، اور حکومتِ ہند کے منصب دار تھے۔ حکومتی مناصب کو خیرباد کہہ کر آپ ملتان میں خلوت گزین ہُوئے مگر گورنر ملتان کے اصرار پر یہاں بھی آپ کو سرکاری منصب قبول کرنا پڑا۔ جب گورنر ملتان اور راجہ مروٹ کے مابین کشیدگی ہُوئی تو بازید محمد رحمۃ اللہ علیہ غیر معمولی شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہُوئے تن تنہا راجہ کے دربار میں گھوڑے پر سوار داخل ہُوئے اور اس کا سَر تَن سے جُدا کر دیا۔ آپ کی شجاعت کے چرچے دہلی کے دربار میں پہنچے تو مغل فرمانروا شاہجہان (و:1592ء۔ف:1666ء) نے آپ کو سکونت و معاش کے لیے شورکوٹ میں جاگیریں پیش کیں اور آپ یہیں مقیم ہوگئے۔ آخری عمر میں آپ نے اعوان قبیلہ ہی کی ایک وَلیہ و عارفہ خاتون بی بی راستی سے نکاح کیا جن سے آپ کے عظیم المرتبت فرزند حضرت سُلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہُوئی۔ ابھی حضرت سُلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کم سنی میں ہی تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا اور شورکوٹ میں طلحہ قریشی کی مسجد کے قریب تدفین ہُوئی۔ تاہم بی بی راستی کئی سال بعد تک بقیدِ حیات رہیں اور اپنے فرزند کی ظاہری و باطنی تربیت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اُن کا مزار بھی اپنے شوہرِ نامدار کے مزار کے قریب ہی بنایا گیا۔ حضرت سُلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے والدین کے مزارات شورکوٹ میں "دربار مائی باپ" کے نام سے مرجع خلایق ہیں۔

Marfat.com

سُلطان الفقر و سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھو قدس اللہ سرہ[1] کی ولادت قیاساً 1629ء/1039ھ کو شور کوٹ میں ایک مادرزاد ولی کے طور پر ہوئی۔ آپ کا نام "باھُو" جبکہ "حق" اور "سُلطان" آپ کے القاب ہیں[2]۔ بچپن اور لڑکپن کا زمانہ شور کوٹ اور اس کے دیہات "سارنگ بلوچ" میں گزرا۔ چونکہ وہبی ولایت کے حامل تھے لہٰذا کم سنی میں ہی کئی غیر مُسلم آپ کے دیدار اور فیضِ نظر سے ہی حلقہ بگوشِ اسلام ہو جاتے، حتّٰی کہ آپ کے ملبوس کی خوشبو سے ہی بے دینوں کی زبانوں سے کلمۂ حق جاری ہو جاتا۔ جوانی میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روحانی وساطت سے آپ مجلسِ نبوی ﷺ میں باریاب ہُوئے اور آپ کے اپنے بیان کے مطابق حضور رسالت مآب ﷺ نے آپ کو بنفسِ نفیس دست بیعت فرمایا اور آپ کو اپنا فرزند کہا[3]۔ پھر نبیٔ اکرم ﷺ نے آپ کو غوث الاعظم الشیخ سیّد ابو محمد محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (و:1077ء۔ف:1166ء) کے سپرد فرما دیا۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے اُنیس لاکھ سے زائد لوگوں کو دست بیعت فرمایا۔ متعدد بلادِ اسلامی کی سیاحت حسبِ حکم فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ[4] کی اور بمصداق ع "طالبِ حق باش و در پیکار باش[5]" مُرشدِ کامل کی تلاش میں ایک طویل عرصہ تک محوِ سفر رہے۔ مُغل فرمانروا اورنگ زیب عالمگیر (و:1618ء۔ف:1707ء) کو دو مرتبہ قلعہ گڑھ مہاراجہ میں اور ایک بار جامع مسجد دہلی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا شرف حاصل ہُوا۔ اگرچہ آپ نے طریقِ محمدی ﷺ پر خود کو "اُمّی" بتایا ہے مگر آپ کی تحریریں ظاہر کرتی ہیں کہ آپ علمِ لدنّی سے مزیّن ایک عظیم عالمِ ربّانی تھے۔ آپ نے تصوّف و طریقت کی تعلیمات پر تقریباً ایک سو چالیس کتب تصنیف فرمائیں جن میں سے صرف اکتیس کتب فی زمانہ دستیاب ہیں۔ یہ تمام کتب فارسی میں ہیں، البتہ

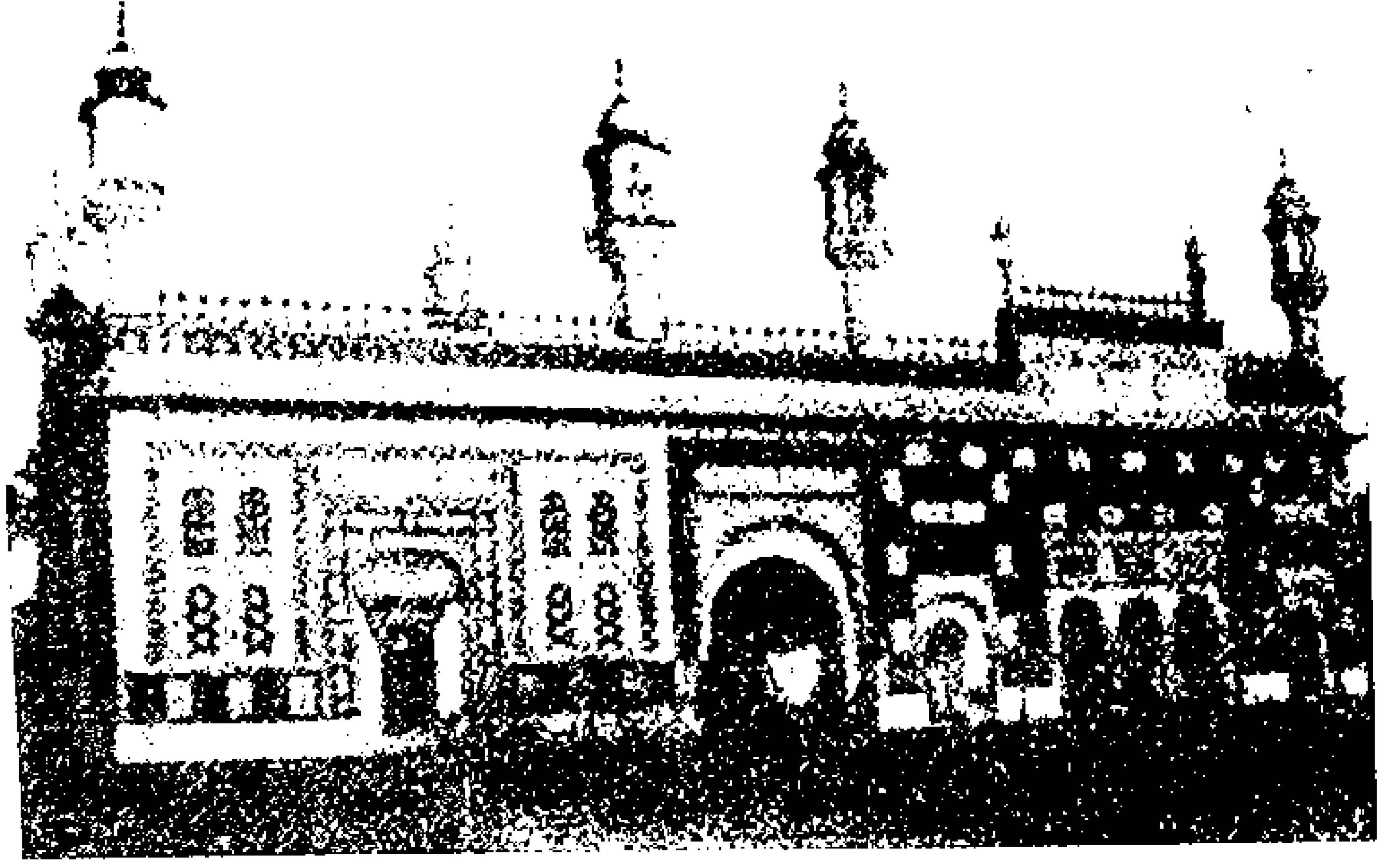

دربار حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ۔ تصویر 1947ء از حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] حضرت سُلطان باھو کے تذکرہ کے لیے متعدد کتب خصوصاً ڈاکٹر سُلطان الطاف علی کی تالیف "مراتِ سُلطانی" (شائع کردہ باھو پبلیکیشنز لاہور، 2006ء) اور سُلطان ارشد القادری کے مقالہ "فقر کا بادشاہ، حیات و مابعد" (شائع شدہ سہ ماہی مجلہ 'دستگیر'، حضرت سُلطان باھو نمبر، جنوری تا مارچ 1991ء) سے اِستفادہ کیا گیا ہے۔

[2] القاب کی سند آپ کی تصنیف لطیف "رسالہ روحی" سے ہے۔

[3] رسالہ روحی۔ حضرت سُلطان باھو۔ حضرت غلام دستگیر اکیڈمی۔ 2000ء۔ ص14

[4] قرآن مجید، سورۃ النحل16، آیت36۔ ترجمہ: "پس زمین میں سیر کرو"۔

[5] مثنوی معنوی۔ مولانا جلال الدین رومی۔ ترجمہ: "حق کے متلاشی اور محوِ جہد رہو"۔

Marfat.com

شاعری کا ایک مجموعہ سرائیکی میں ہے جسے "ابیاتِ باھو" کہتے ہیں اور جو ہر مصرع کے آخر میں لفظِ "ھُو" کی تکرار کے باعث نہ صرف ایک خاص روحانی کشش کا حامل ہے بلکہ اِس خطہ کی ثقافت میں ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ آپ کی کتب تصوّف کے بُنیادی مطالب پیش کرنے کے بجائے دقیق ولطیف تر معانی سے پردہ کُشائی کرتی ہیں۔ بالخصوص "تصوّرِ اسمِ ذات"، "دعوتِ قبور" اور "سلاطینِ فقر" کے جو تصوّرات آپ نے پیش فرمائے ہیں، آپ سے قبل اِس وضاحت سے بیان نہیں ہُوئے۔ آپ کا وصال 1691ء /1102ھ کو شور کوٹ میں ہُوا اور یہیں قلعہ قہر گان میں آپ کی تدفین ہُوئی۔ قیاساً 1767ء میں دریائے چناب میں طغیانی کے باعث آپ کے جسدِ مبارک کو گڑھ مہاراجہ کے جنوب میں چاہ پیپل والا میں منتقل کیا گیا۔ سیلاب ہی کے باعث 1918ء میں آپ کے جسدِ اَقدس کو ایک بار پھر شمال مغرب کی جانب منتقل کیا گیا جہاں سجادہ نشین حضرت محمد امیر سُلطان رحمۃ اللہ علیہ (و:1890ء۔ف:1931ء) نے جمالیاتی و تعمیراتی نقطۂ نظر سے ایک عالیشان دَربار تیار کرایا[1] جو آج ایک عالَم کو مُستنیر کر رہا ہے۔

دربار حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ۔ تصویر 1957ء از ڈاکٹر سُلطان الطاف علی

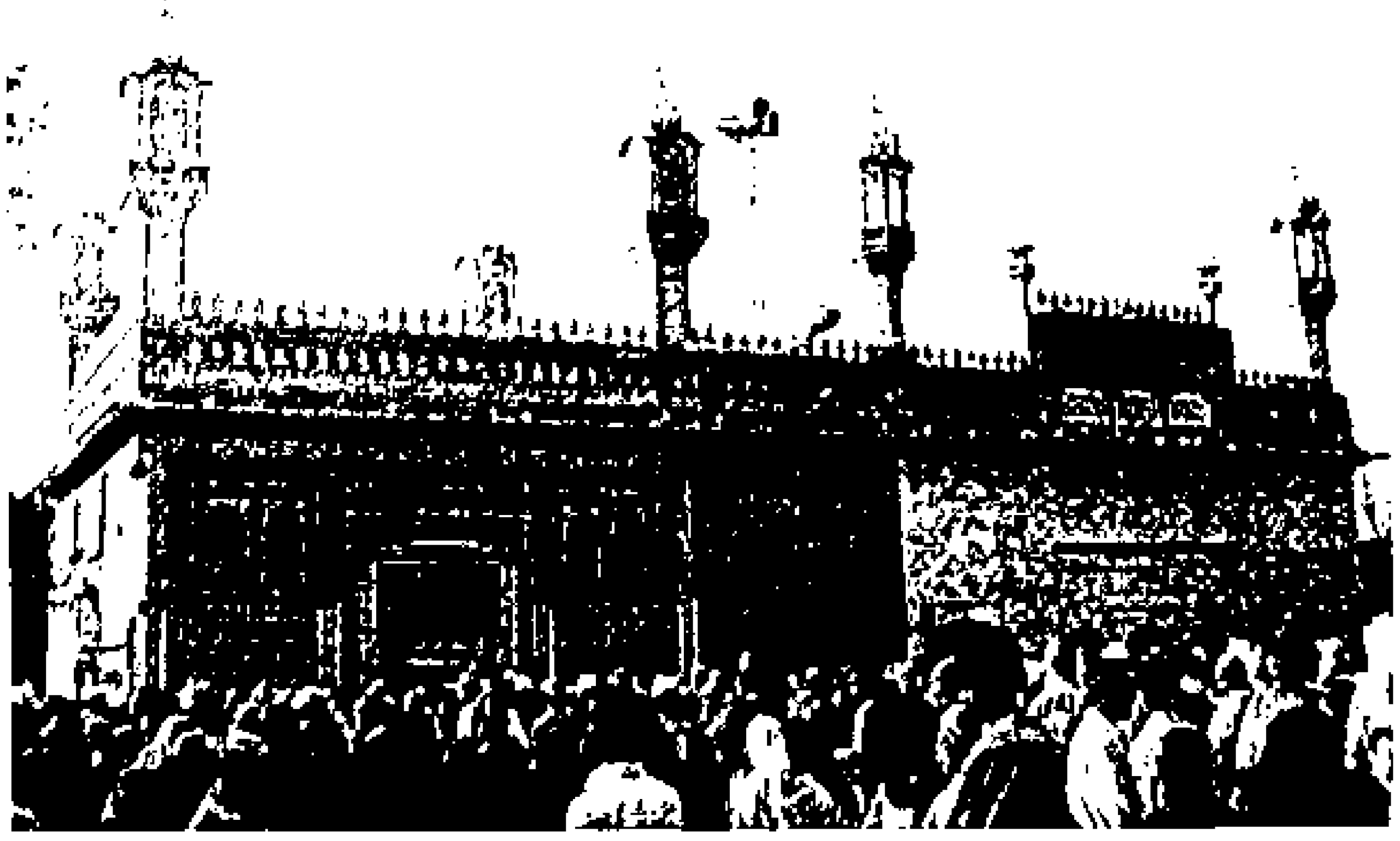

دربار حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ۔ تصویر 2007ء از سُلطان ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے چار شادیاں کیں۔ آپ کے آٹھ فرزندان میں سے تین صاحبِ اولاد ہُوئے۔ اگرچہ آپ کی اولاد پاکستان کے مختلف حصوں میں سکونت پذیر ہے تاہم خانوادۂ سُلطان باھُو کے افراد کے لیے دریائے چناب کے مغربی کنارے پر گڑھ مہاراجہ (موجودہ تحصیل احمد پور سیال، ضلع جھنگ) میں موضع حضرت سُلطان باھو مرکزی حیثیت کا حامل ہے کیونکہ ایک تو یہیں دَربارِ دُربار موجود ہے اور دوسرا اِسی دربارِ عالیہ کے تقریباً دس مربع کلومیٹر کے احاطہ میں اکثر افرادِ خانوادہ سکونت پذیر رہے ہیں۔ البتہ جس دَور میں پنجاب پر سِکھوں کی حکومت قائم ہُوئی تھی اور دربارِ عالیہ پر بھی حملے کیے گئے تھے، تب یہ خانوادہ چند دہائیوں

[1] خبر نامہ "دَربار" لاہور۔ حضرت سُلطان باھُو کونسل۔ شمارہ اگست 2011ء۔ مضمون "معمارِ طورِ عشاق" از سُلطان ارشد القادری۔ ص 5

Marfat.com

کے لیے سندھ اور بلوچستان کو ہجرت گُزین ہُوا تھا۔ علویوں اور اعوانوں میں خانوادۂ سُلطان باھُو اَب ایک جُداگانہ شناخت اور مقام حاصل کر چُکا ہے۔ خانوادہ کے تمام افراد کے اسما کے ساتھ اسم "سُلطان" کا سابقہ یا لاحقہ بھی اسی خاص پہچان کا غماز ہے۔

حضرت علّامہ محمّد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ اپنے جدِّ امجد حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے فرزند حضرت سُلطان وَلی محمد رحمۃ اللہ علیہ (ف:؟1748ء) کی اولاد سے ہیں جو کہ دربارِ سُلطان العارفین کے پہلے سجادہ نشین تھے۔ اس کے بعد اُن کے فرزندِ اکبر حضرت سُلطان محمد حُسین رحمۃ اللہ علیہ (ف:؟1786ء) صاحبِ سجادہ ہُوئے جن کی رحلت کے بعد اُن کے دو بڑے فرزندان حضرت سُلطان عظمت رحمۃ اللہ علیہ (حضراتِ احمد پُور شرقیہ کے جَد) اور حضرت سُلطان نُور محمد رحمۃ اللہ علیہ (حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جَد) کی بجائے اُن کے تیسرے فرزند حضرت حافظ سُلطان محمد رحمۃ اللہ علیہ کو دربارِ عالیہ کی سجادگی تفویض ہُوئی اور بعدہ اُنہی کی اولاد میں سجادگی کا سلسلہ چلنے لگا۔ حضرت سُلطان نُور محمد رحمۃ اللہ علیہ مذکور کے پوتے حضرت سُلطان غلام میراں رحمۃ اللہ علیہ (ف:1873ء) نے حضرت سُلطان حامد رحمۃ اللہ علیہ (مصنفِ "مناقبِ سُلطانی") کے ایما پر دربارِ عالیہ سے ملحق اپنی سکونتی ملکیت تَرک کر کے شمال میں کچھ فاصلے پر بُود و باش اِختیار کی جسے "چاہ سمندری" کہا جاتا ہے[1]۔ حضرت سُلطان غلام میراں رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند حضرت سُلطان غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ (ف:1892ء) بھی یہیں سکونت پذیر رہے۔ آگے چل کر اُن کے فرزندان میں سے حضرت سُلطان نُور محمد رحمۃ اللہ علیہ (ف:1924ء) کی بیشتر اَولاد تو چاہ سمندری میں ہی سکونت پذیر ہے مگر حضرت سُلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ (ف:1921ء) کی اولاد موجودہ دربارِ سُلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ سے قدرے قریب مکانات میں ساکن ہُوئی اور یہ علاقہ اَب دربارِ حضرت سُلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے موسوم ہے۔

حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی تصاویر کئی مصوّروں نے مختلف شباہتوں کے ساتھ بنائی ہیں۔ تاہم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس شبیہ کو قرینِ اصل بتایا ہے۔

[1] تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: مرآتِ سُلطانی۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ باھو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2006ء۔ صفحات 124 تا 133

Marfat.com

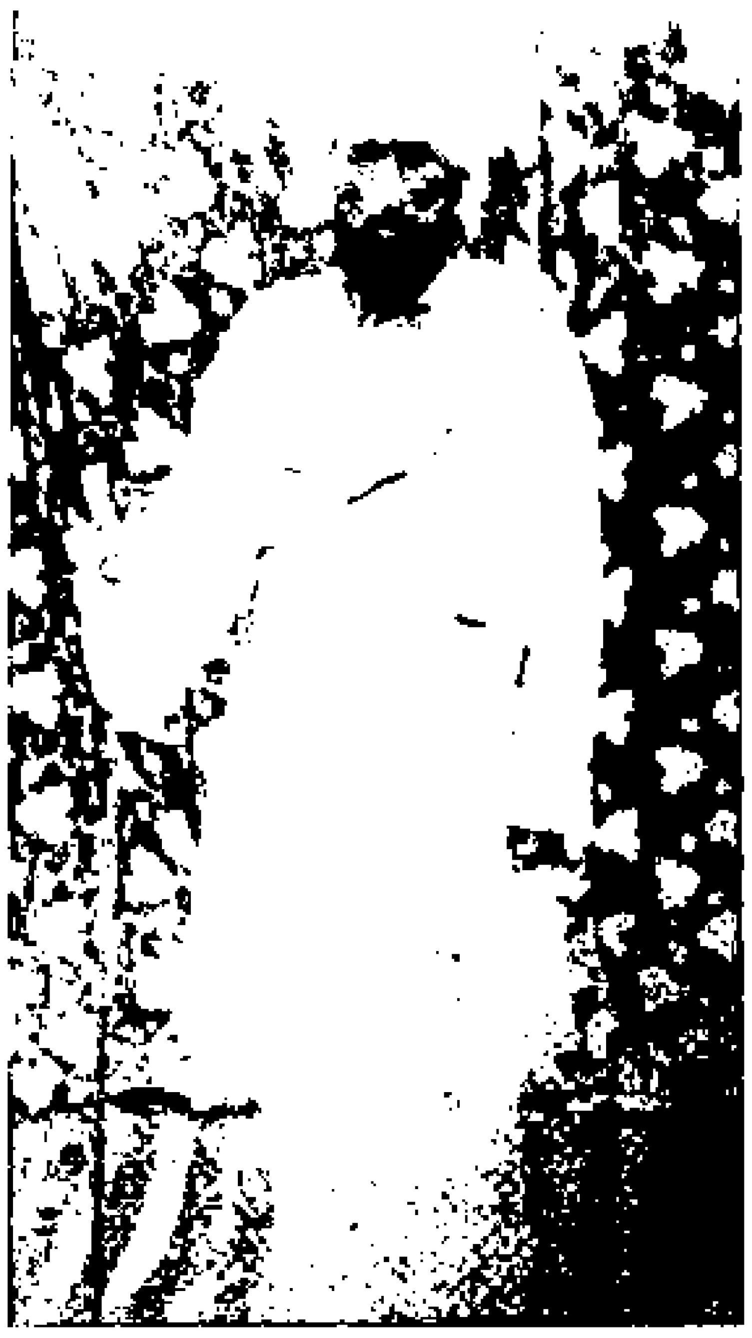
حضرت سُلطان نُور محمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پَردادا حضرت سُلطان نُور محمد رحمۃ اللہ علیہ (و:1863ء۔ ف:1924ء) ایک عظیم صوفیٔ باصفا اور عابد و زاہد بزرگ تھے۔ علاقۂ دامان (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) بالخصوص لُونی اور جمعہ شریف میں چِلّہ کَشی اور ریاضت کرتے رہے[1]۔ سندھ، بلوچستان اور سرحد میں دینِ اسلام کی تبلیغ اور سلسلۂ عالیہ قادریہ کی ترویج کی۔ حضرت سُلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ (جمعہ شریف والے، ف:1881ء) کی ایک صاحبزادی آپ کے عقد میں تھیں۔ آپ کی مزارِ اقدس چاہ سمندری موضع حضرت سُلطان باھُو میں مرجع خلایق ہے۔ آپ کے فرزند حضرت سُلطان محمد نواز رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سُلطانُ الفقر روحِ ششم کے مقام پر فائز بتایا ہے[2]۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دادا حضرت سُلطان محمد نواز رحمۃ اللہ علیہ (و:1886ء۔ف:1938ء) ایک عارفِ کامل اور صاحبِ استقامت و کرامت بزرگ تھے[3]۔ بُرھان شریف (ضلع اٹک) میں حضرت سُلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی فیض یافتہ شخصیات فقیر محمد دین قادری رحمۃ اللہ علیہ (ف:1910ء) اور فقیر حضرت محمد جی رحمۃ اللہ علیہ (ف:1928ء) سے علومِ شریعت و طریقت کا اکتساب کیا[4]۔ راہِ فقر اور تلاشِ حق میں آپ نے کئی ظاہری و باطنی سفر کیے۔ دربار مُوسیٰ زئی شریف (ضلع ڈیرہ

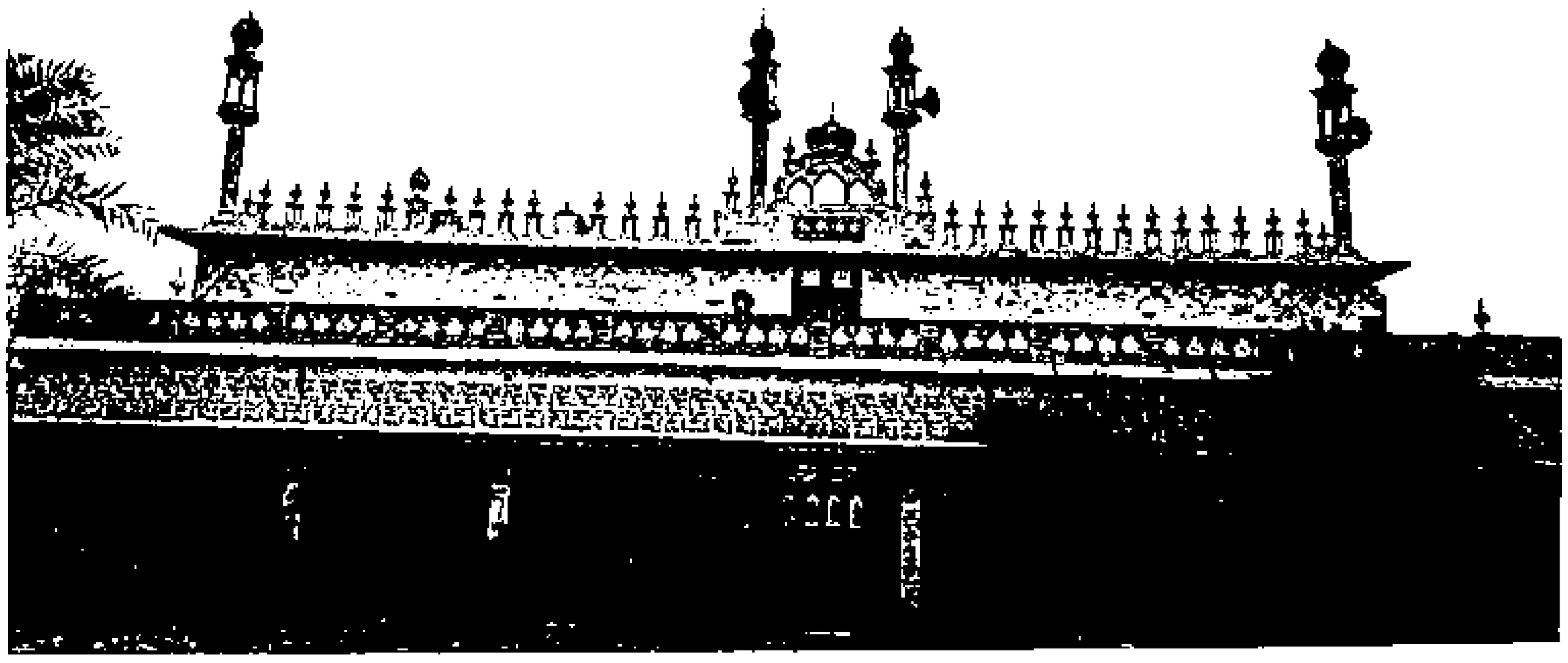
دربارِ حضرت سُلطان نُور محمد و حضرت سُلطان محمد نواز رحمۃ اللہ علیہما (قائم کردہ حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری)

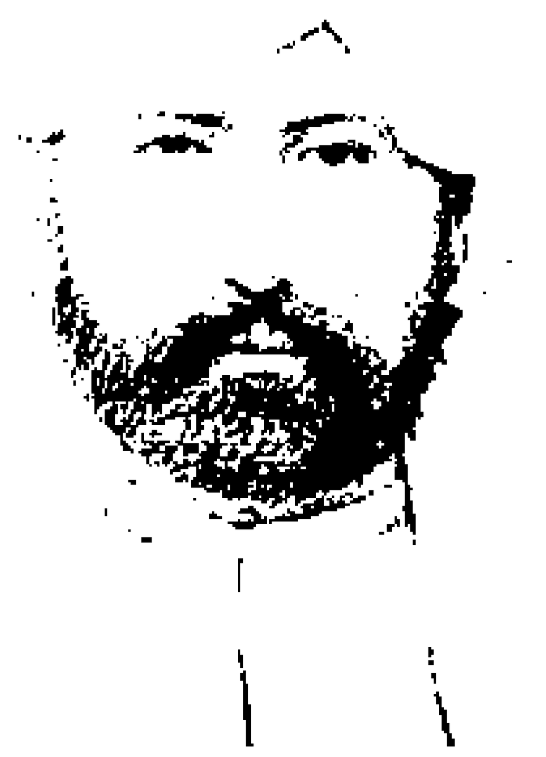
حضرت سُلطان محمد نواز رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] سُلطان محمد نواز، حیات و تعلیمات۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ باھو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2009ء۔ صفحات 17 تا 21

[2] رسالہ "دُرّ المعارف"۔ سُلطان محمد نواز۔ (مجموعہ کلام حضرت سُلطان محمد نواز) شائع کردہ حضرت سُلطان غلام دستگیر۔ 1962ء۔ صفحات 43، 47، 53، 54

[3] تفصیلی تذکرہ کے لیے: سُلطان محمد نواز، حیات و تعلیمات۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ باھو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2009ء

[4] تذکرہ اولیائے پوٹھوہار۔ صاحبزادہ مقصود احمد صابری۔ مکتبہ صابریہ، راولپنڈی۔ 2005ء۔ صفحات 289 تا 296

Marfat.com

اسماعیل خان) کے سجادہ نشین پیر سراج الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (ف:1914ء) سے بیعت و خلافت حاصل کی اور بارہ برس تک اِسی سلسلہ کے اَوراد و وظائف اور ریاضتوں میں مشغول رہے۔ بعدہ سلسلۂ قادریہ کی طرف رجوع فرمایا اور اپنے والدِ ماجد حضرت سُلطان نُور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعتِ طریقت کی۔ تبلیغِ دینِ متین اور سلسلۂ قادریہ کی ترویج کے لیے آپ نے برِّصغیر پاک و ہند کے متعدد علاقوں سمیت قبائلی علاقہ جات اور افغانستان کے دَورے کیے اور کئی طالبانِ حق کو فیض عطا کیا۔ خانوادۂ سُلطان العارفین کے کئی اکابر نے بھی آپ سے بیعت و فیض حاصل کیا۔ آپ خاموشی کے روزے بھی رکھا کرتے اور کھانا محض قوت لایموت ہی ہوتا[1]۔ آپ نے فارسی زبان میں عرفان و تصوّف پر دو مثنویاں "دُرُّ المعارف" اور "عندلیبِ لاھُوت" تصنیف فرمائیں۔ نیز فارسی اور سرائیکی غزلیات پر مبنی ایک دیوان، سرائیکی سی حرفیاں اور متفرق منظومات تحریر کیں۔ آپ چاہ سمندری، موضع حضرت سُلطان باھُو میں واقع دربار و خانقاہ کے بانی ہیں۔ آپ ہی کے دَور میں مزارات کو دربارِ عالیہ حضرت سُلطان باھو کے ملحقہ قبرستان سے چاہ سمندری منتقل کیا گیا[2]۔ آپ اپنے ہی بناکردہ دربارِ عالیہ میں مدفون ہیں جس کی سجادگی آپ کے دوسرے فرزند حضرت سُلطان غلام دستگیر فخرِ کشمیر رحمۃ اللہ علیہ (و: 1919ء۔ ف:1986ء) کو تفوض ہُوئی۔

حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ ماجد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ (و:1913ء۔ ف:2001ء) بیسویں صدی کے ایک ایسے فقیدُ المثال عارفِ کامل تھے جن کی شخصیت و کردار سے قُرونِ اُولیٰ کے اکابر فقرا کی یاد تازہ ہوتی۔ آپ اپنے والدِ ماجد حضرت سُلطان محمد نواز رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہُوئے اور تعلیماتِ سُلطان العارفین بالخصوص تصوّرِ اسمِ ذات کے باکمال عامل تھے۔ عُمر بھر عبادت و ریاضت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر کاربند رہے اور کبھی دُنیوی مال و منصب کے حصول کی خواہش نہ کی۔ آپ اوائلِ عمر میں ہی اپنے والدِ گرامی کے حکم پر علاقۂ دامان کے گرہ جمہ شریف (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) میں دربار حضرت

---

[1] مناقبِ سُلطان محمد نواز۔ سُلطان غلام دستگیر القادری فخرِ کشمیر۔ غیر مطبوعہ

[2] اِنتقالِ مزارات کی تفصیل کے لیے: جانشین سُلطان العصر سُلطان حامد نواز القادری۔ سُلطان ارشد القادری۔ حضرت غلام دستگیر اکیڈمی، پاکستان۔ 2008ء۔ ص 11،10
سُلطان محمد نواز، حیات و تعلیمات۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ باھُو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2009ء۔ صفحات 19،18

Marfat.com

سُلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ پر منتقل ہو گئے اور بعدہ اِس دربار کے سجادہ نشین رہے۔ آپ نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری و باطنی زندگی پر بطورِ والد و مُرشد جو اثرات مرتب کیے وہ اِس کتاب میں جابجا نظر آئیں گے۔ آپ کا قدرے مفصّل تذکرہ باب پنجم میں بطورِ مُرشد جبکہ باب ششم میں بطورِ والد پیش کیا جائے گا۔ تاہم مناسب ہو گا کہ یہاں حضرت سُلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ اور حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کا دربار حضرت سُلطان باھُو (ضلع جھنگ) سے آستانہ جمعہ شریف (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) منتقل ہونے کا پس منظر بیان کر دیا جائے۔

حضرت سُلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ (ف: 1881ء) حضور سُلطانُ العارفین کے سب سے بڑے فرزند کی اولاد سے تھے اور آپ کا شجرۂ نسب یُوں ہے[1]: سُلطان فتح محمد (ابن سُلطان یار محمد (ابن حافظ محمد حُسین (ابن حافظ سُلطان محمود (ابن سُلطان نُور محمد (ابن حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہم۔ آپ ایک صاحبِ کرامت و تصرّف بزرگ تھے۔ ایک روایت[2] کے مطابق آپ کی اکثر زندگی دشت و جنگل میں عبادت و ریاضت کرتے ہُوئے گزری۔ تیس سال تک آپ نے دریائے چناب میں چِلّے کاٹے، تب کہیں جا کر حضور سُلطانُ العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ کی تربیت مکمل ہو چکی ہے لہٰذا آپ وادیٔ سون (ضلع خوشاب) میں جا متمکن ہوں اور فیض پھیلائیں۔ چنانچہ آپ وادیٔ سون تشریف لے گئے مگر آپ کی مشقت پسند طبیعت کو یہ سرسبز و شاداب وادی راس نہ آئی اور آپ نے حضور سُلطانُ العارفین سے عرض کی کہ وادیٔ سون تو پہلے ہی فقرا سے پُر ہے لہٰذا انہیں کسی ایسے خطہ میں اِذنِ سکونت دیا جائے جہاں کے لوگ مجموعی طور پر محرومِ فیض ہوں۔ بالآخر آپ نے روحانی اِذن پا کر اپنے قیام اور فیض فشانی کے لیے علاقۂ دامان (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) کے بے آب و گیاہ دشت کا رُخ کیا۔

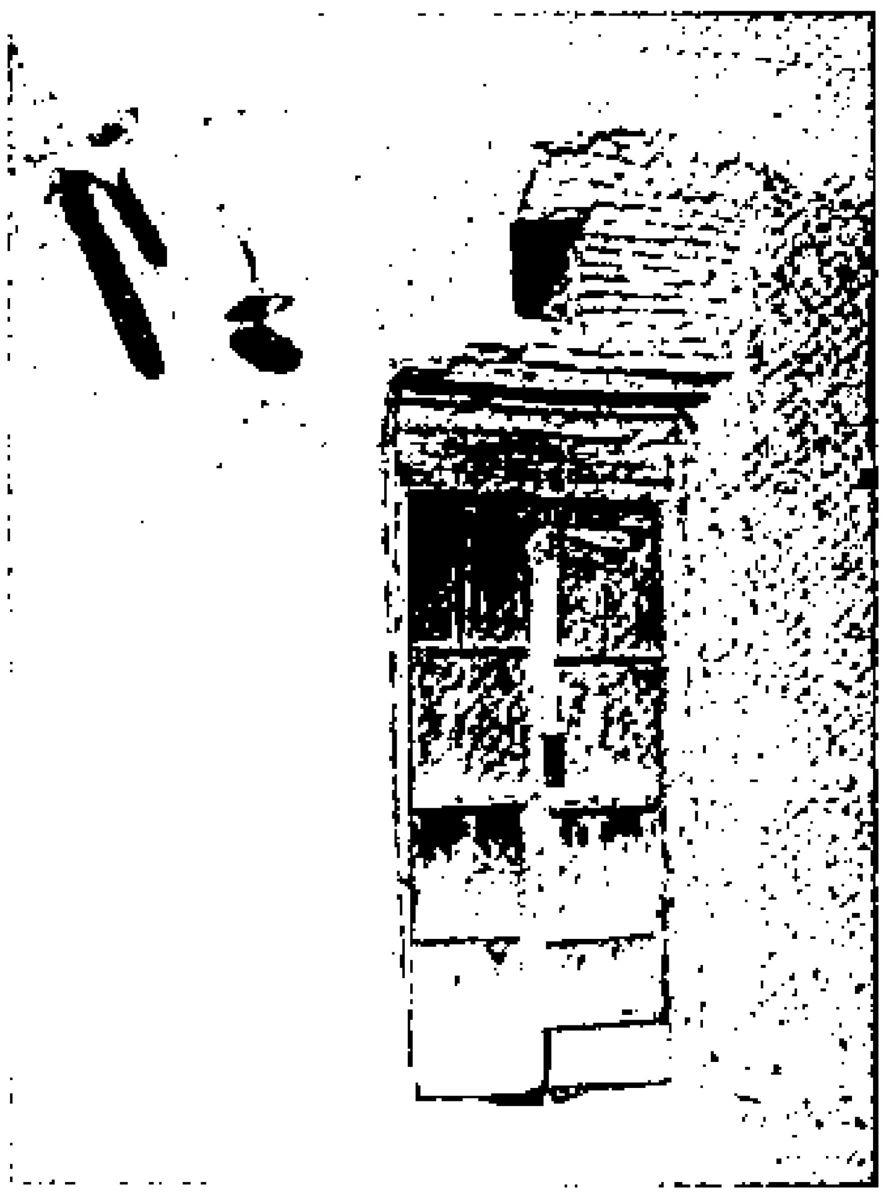

جمعہ شریف میں حضرت سُلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کی نشست گاہ جو 2007ء کے سیلاب میں منہدم ہُوئی

حضرت سُلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ عازمِ علاقۂ دامان ہُوئے تو ایک دیہات "جڑھ" میں سکونت اختیار کی۔ یہاں آپ کو ملک حیات جڑھ لے آیا تھا جس نے آپ کو تیس بیگھ اراضی بھی پیش کی[3]۔ آپ کافی عرصہ مع اہل و عیال جڑھ میں مقیم رہے۔ ایک بار آپ بلوچستان کے علاقہ بھاگ ناڑی تشریف لے گئے تو پیچھے سیلاب آ گیا۔ جڑھ کا دیہات دریا کی لہروں کی نذر ہو گیا اور آپ کے مکانات بھی منہدم ہو

---

[1] مرآتِ سُلطانی۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ باھُو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2006ء۔ صفحات 131، 179

[2] یہ روایات سُلطان نُور اِلٰہی صاحب نے اپنے والدِ گرامی حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو کی روایت سے یکم اپریل 2012ء کو بیان کیں۔

[3] مناقبِ سُلطان فتح محمد، مشتمل بہ سہ صفحہ۔ سُلطان غلام دستگیر فخرِ کشمیر۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

Marfat.com

گئے۔ قریب ہی ویران زمینوں میں جمعہ کھوکھر نامی ایک شخص آکر آباد ہُوا تھا جس کے چار بیٹے مسمیان جہان، زمان، اکبر اور روزی تھے[1]۔ یہ نئی آبادی گرہ جمعہ کے نام سے جانی جاتی تھی۔ گرہ جمعہ کے مخلصین بڑی عزت و تکریم کے ساتھ حضرت سُلطان فتح محمد کے اہل و عیال کو سیلابی مقام سے گرہ جمعہ لے آئے۔ جمعہ کھوکھریا اس کے بیٹے نے حضرت سُلطان فتح محمد کو سَو کنال زمین ہدیہ کی اور عرض کی کہ آپ یہیں مُستقل سکونت فرمائیں۔ آپ نے شرفِ قبولیت بخشا اور یُوں گرہ جمعہ "جمعہ شریف" کہلانے لگا۔

حضرت سُلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں صرف ایک فرزند غلام باھُو کی ولادت ہُوئی جو کم سنی میں ہی فوت ہو گئے۔ تاہم آپ کی سات یا آٹھ صاحبزادیاں تھیں جن کی تفصیل یہ ہے[2]: ۱۔ زوجۂ سُلطان نُور محمد (والدۂ سُلطان محمد نواز)؛ ۲۔ زوجۂ سُلطان نُور احمد سجادہ نشین ششم (والدۂ محمد امیر سُلطان سجادہ نشین ہفتم)؛ ۳۔ زوجۂ سُلطان غلام باھُو (والدۂ سُلطان پیر بخش)؛ ۴۔ زوجۂ سُلطان باھُو بخش (والدۂ حاجی سُلطان احمد بخش)؛ ۵۔ مائی نُور بی بی؛ ۶۔ مائی عارف بی بی؛ ۷۔ مائی تاج بی بی۔ پس اوّل الذکر چار صاحبزادیاں خانوادہ کے نہایت ہی سرکردہ افراد کے نکاح میں آئیں اور عظیم فرزندان کو جنم دیا۔ مؤخر الذکر تین صاحبزادیاں غیر منکوحہ رہیں اور 1881ء میں اپنے والدِ ماجد حضرت سُلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر جمعہ شریف میں اُن کے دربار کی متولیات مقرر ہُوئیں۔ مائی نُور بی بی کے سپرد لنگر کا انتظام و انصرام تھا، مائی عارف بی بی اِرادتمندوں کو دَم تعویذ عطا کرتی تھیں جبکہ مائی تاج بی بی زائرین خواتین کی آؤ بھگت اور استقبالیہ کی خدمات میں محور ہتیں۔ روحانی درجات کی حامل اِن تینوں مائی صاحبان نے علاقۂ دامان کی خواتین تک دین کی روشنی پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا۔

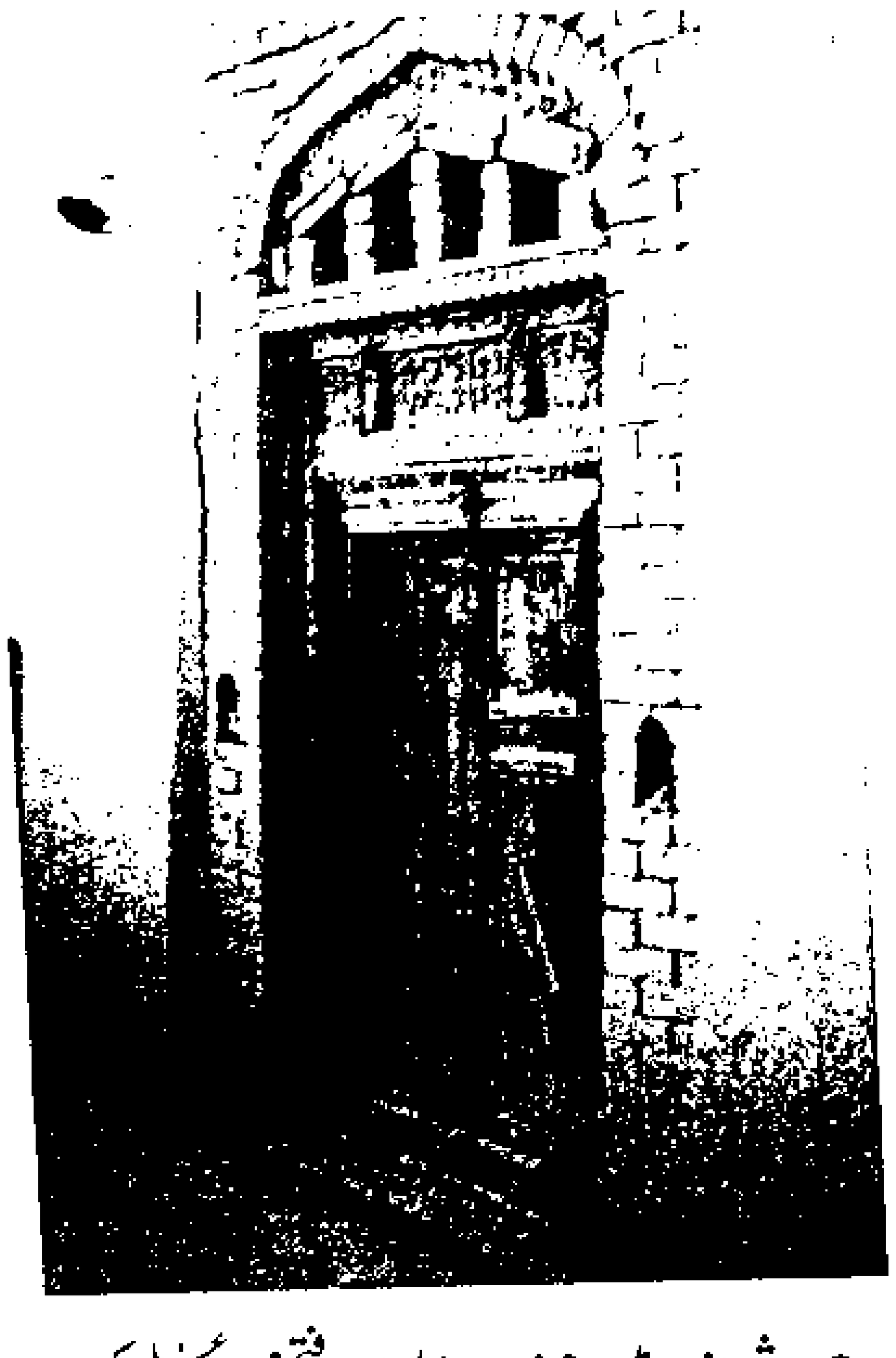
جمعہ شریف میں حضرت سُلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کی مُتولّیات کی مزارات کا حجرہ۔ تصویر 2001ء

چونکہ مائی صاحبان کے سَر سے والد کا سایہ اُٹھ چُکا تھا اور کوئی بھائی بھی نہ تھا لہٰذا اُن کے بھانجے وقتاً فوقتاً اُن کی خدمت میں آکر قیام کیا کرتے تھے۔ خصوصاً اُن کے بھانجے حضرت سُلطان محمد نواز رحمۃ اللہ علیہ (حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دادا) تو اکثر اپنی زوجۂ اوّل محترمہ سُلطان بی بی (دُخترِ قاضی سُلطان ولی محمد) کے ساتھ

[1] روایت از ملک رانجھو ولد حاجی کوڑو، سکنہ جمعہ شریف۔ مورخہ 5 ستمبر 2011ء بمقام جمعہ شریف

[2] ماخذ حسب ذیل ہیں: ۱۔ مناقب سُلطان فتح محمد، مشتمل بہ سہ صفحات۔ سُلطان غلام دستگیر فخر کشمیر۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری۔ ۲۔ سُلطان محمد نواز، حیات و تعلیمات۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ باھو پبلیکیشنز۔ 2009ء۔ ص 205۔ ۳۔ روایت از محترمہ شفیعہ سُلطان بنتِ حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو۔ 19 ستمبر 2011ء فیصل آباد

Marfat.com

جمعہ شریف آجایا کرتے۔ حتیٰ کہ اُن کی بڑی صاحبزادی محترمہ خدیجہ بی بی (و:1911ء۔ف:1937ء) اور بڑے فرزند حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ (و:1913ء۔ف: 2001ء) دونوں کی پیدائش جمعہ شریف میں ہی ہُوئی۔ مؤخر الذکر صرف پانچ برس کے تھے کہ والدہ کی وفات ہوگئی اور یُوں اِن دونوں بچوں کی پرورش جمعہ شریف والی مائی صاحبان (متولیاتِ حضرت سُلطان فتح محمد) نے کی[1]۔ جب حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ بُرہان شریف سے حصولِ علم کر کے لَوٹے تو مائی صاحبان عمر رسیدہ ہو چکی تھیں، چنانچہ اُنہوں نے اپنے بھانجے حضرت سُلطان محمد نواز رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ عقدِ ثانی کر کے دربارِ سُلطان العارفین میں ہی مقیم تھے) سے کہہ کے اُن کے فرزندِ اکبر سُلطان غلام باھُو کو مُستقلاً جمعہ شریف میں سکونت پذیر کرلیا۔

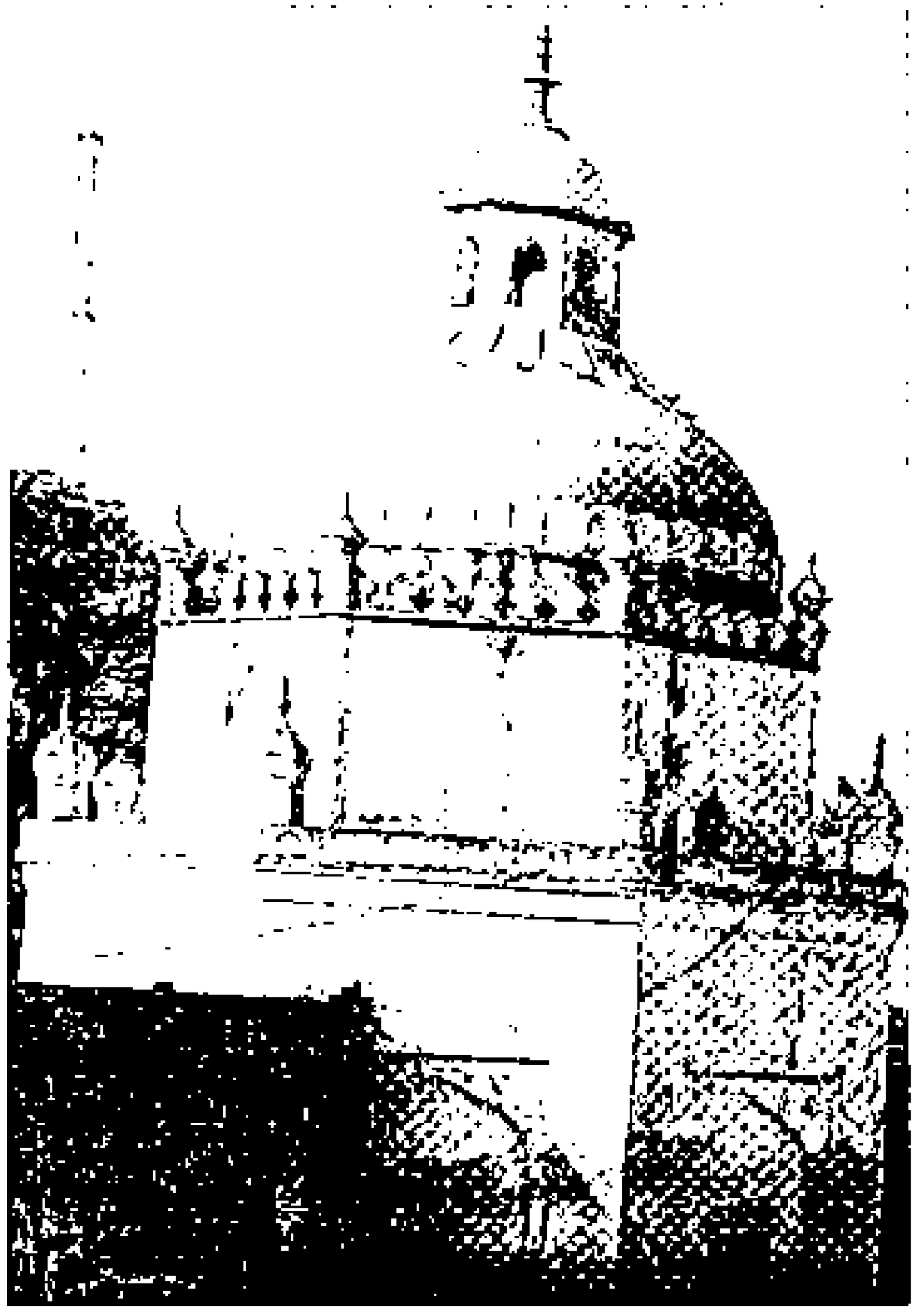

روضۂ حضرت سُلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ، جمعہ شریف

حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زُہد و عبادت، تقویٰ و طہارت، اور کردار و گفتار سے علاقۂ داماں میں روحانیت کی سمتِ نَو متعین کی۔ خانوادۂ چیچھڑ شریف کے میاں مقبول رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سُلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر ایک شاندار گُنبد تعمیر کرایا[2] جو علاقہ میں "روضہ شریف" کے نام سے معروف ہے۔ اِس دربار کی متولیات مائی صاحبان کی وفات کے بعد اُن کی وصیت کے مطابق حضرت سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت سُلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کے دربار کی سجادگی تفویض ہُوئی اور اُن کی اِملاک بھی آپ کے نام منتقل ہُوئیں[3]۔ بعد ازآں حضرت حبیب سُلطان رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین، حضرت سُلطان پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت محمد سُلطان رحمۃ اللہ علیہ المعروف مستوار پیر نے مُتفقہ طور پر حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں حضرت سُلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کے دربار کی سجادگی کا فیصلہ کیا[4]۔

یہ تھا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادہ اور آباؤ اجداد کی چودہ سو سالہ تاریخ کا خلاصہ جس میں اُن کے حجاز سے خراسان اور پھر وہاں سے ہندوستان میں وادیٔ سون اور شور کوٹ و جھنگ سے علاقۂ داماں وارِد ہونے کا پس منظر بیان ہُوا۔

---

[1] مناقبِ سُلطان غلام باھُو، مشتمل بہ یک صفحہ۔ سُلطان غلام دستگیر فخر کشمیر۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

[2] مرآتِ سُلطانی۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ باھُو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2006ء۔ ص 188

[3] مناقبِ سُلطان غلام باھُو، مشتمل بہ یک صفحہ۔ سُلطان غلام دستگیر فخر کشمیر۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

[4] مناقبِ سُلطان غلام باھُو، مشتمل بہ یک صفحہ۔ سُلطان غلام دستگیر فخر کشمیر۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

Marfat.com

شجرہ نسبی:

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ نسب دس واسطوں سے سُلطانُ العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ سے جبکہ اِکتالیس واسطوں سے شیرِ خُدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مِلتا ہے۔ دستیاب روایات میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب تا حضرت آدم علیہ السلام یوں ہے[1]:

محمد نُور سُلطان اِبن سُلطان غلام باھُو اِبن سُلطان محمد نواز اِبن سُلطان نُور محمد اِبن سُلطان غلام رسول اِبن سُلطان غلام میراں اِبن سُلطان ولی محمد اِبن سُلطان نُور محمد اِبن سُلطان محمد حُسین اِبن سُلطان وَلی محمد اِبن **سُلطان باھُو** اِبن بازید محمد اِبن فتح محمد اِبن اللہ دِتّہ (محمد دِتّہ) اِبن محمد تمیم (محمد تھیم) اِبن محمد منان اِبن محمد مغلا اِبن محمد عیدا (محمد پیدا) اِبن محمد سگھر (سگھرا، شکرا، سکرا) اِبن محمد انون اِبن محمد ملا اِبن محمد بہاری (بھارا) اِبن محمد جیہوں (محمد جیھوں) اِبن محمد ہرگن اِبن انور شاہ اِبن امیر شاہ اِبن **قطب شاہ** اِبن امان شاہ اِبن حُسین شاہ اِبن فیروز شاہ اِبن محمود شاہ اِبن قرطک شاہ (فرطک شاہ) اِبن نواب شاہ اِبن دراب شاہ اِبن ادھم شاہ اِبن عطیق شاہ اِبن عبیق شاہ اِبن سکندر شاہ اِبن احمد شاہ اِبن حجر شاہ اِبن امیر زُبیر اِبن **علی المرتضیٰ** اِبن ابو طالب اِبن عبدُ المطلب اِبن **ہاشم** اِبن عبد مناف (عبدُ المناف) اِبن قصی اِبن کلاب اِبن مرۃ اِبن کعب اِبن لوئی اِبن غالب اِبن فھر اِبن مالک اِبن النضر اِبن کنانہ اِبن خزیمہ اِبن مدرکۃ اِبن الیاس اِبن مضر اِبن نزار (ترار) اِبن معد اِبن عدنان اِبن اد (آدّا) اِبن ادد اِبن الھمیسع اِبن جمل اِبن نبت (نیت) اِبن قیدار اِبن **اسماعیل**ؑ اِبن **ابراھیم**ؑ اِبن تارخ اِبن قاصر اِبن شارغ اِبن ارغوۃ اِبن فالغ اِبن شالخ اِبن قینان اِبن ارفخشد اِبن سام اِبن **نُوح**ؑ اِبن یردا (یرد) اِبن اِدریسؑ اِبن مھمائیل اِبن قینان اِبن انوش اِبن شیث اِبن **آدم**ؑ

وَ آدَمُ مِنَ التُّرَابِ وَالتُّرَابُ مِنَ الْاَرْضِ وَالْاَرْضُ مِنَ الزَّبَدِ وَالزَّبَدُ مِنَ الْمَوْجِ وَالْمَوْجُ مِنَ الْمَآءِ وَالْمَآءُ مِنَ الدُّرَّۃِ وَالدُّرَّۃُ مِنَ الْقُدْرَۃِ وَالْقُدْرَۃُ مِنَ الْاِرَادَۃِ وَالْاِرَادَۃُ مِنْ عِلْمِ اللّٰہِ تَعَالٰی[2]

[1] شجرہ کے مآخذ: 1) شجرۃ النسب وسند۔ شائع کردہ حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو۔ 2) الشجرۃ القادریہ الشریفہ۔ شائع کردہ سُلطان غلام دستگیر فخر کشمیر۔ 1985ء۔ 3) مرآتِ سلطانی۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ باھو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2006ء۔ صفحات 130 تا 133۔ ص 370۔ (تینوں مآخذ میں جہاں اَسماکی اِملا میں فرق مِلا ہے اُسے قوسین میں لکھ دیا گیا ہے۔)

[2] یہ خوبصورت عبارت شجرہ قادریہ میں ملتی ہے۔ معلوم نہیں کس بزرگ کا کلام ہے۔ اِس کا ترجمہ یوں ہے: "اور آدم مٹی سے، اور مٹی زمین سے، اور زمین جھاگ سے، اور جھاگ لہر سے، اور لہر پانی سے، اور پانی موتی سے، اور موتی قدرت سے، اور قدرت ارادہ سے، اور ارادہ اللہ عزوجل کے علم سے"۔

Marfat.com

ذیل میں حضرت علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسبی سلطانُ العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ تک یوں پیش کیا جاتا ہے کہ شجرہ میں وارد ہونے والی ہر شخصیت کے جُملہ فرزندان کے اسمائے گرامی ترتیب سے درج ہو جائیں:

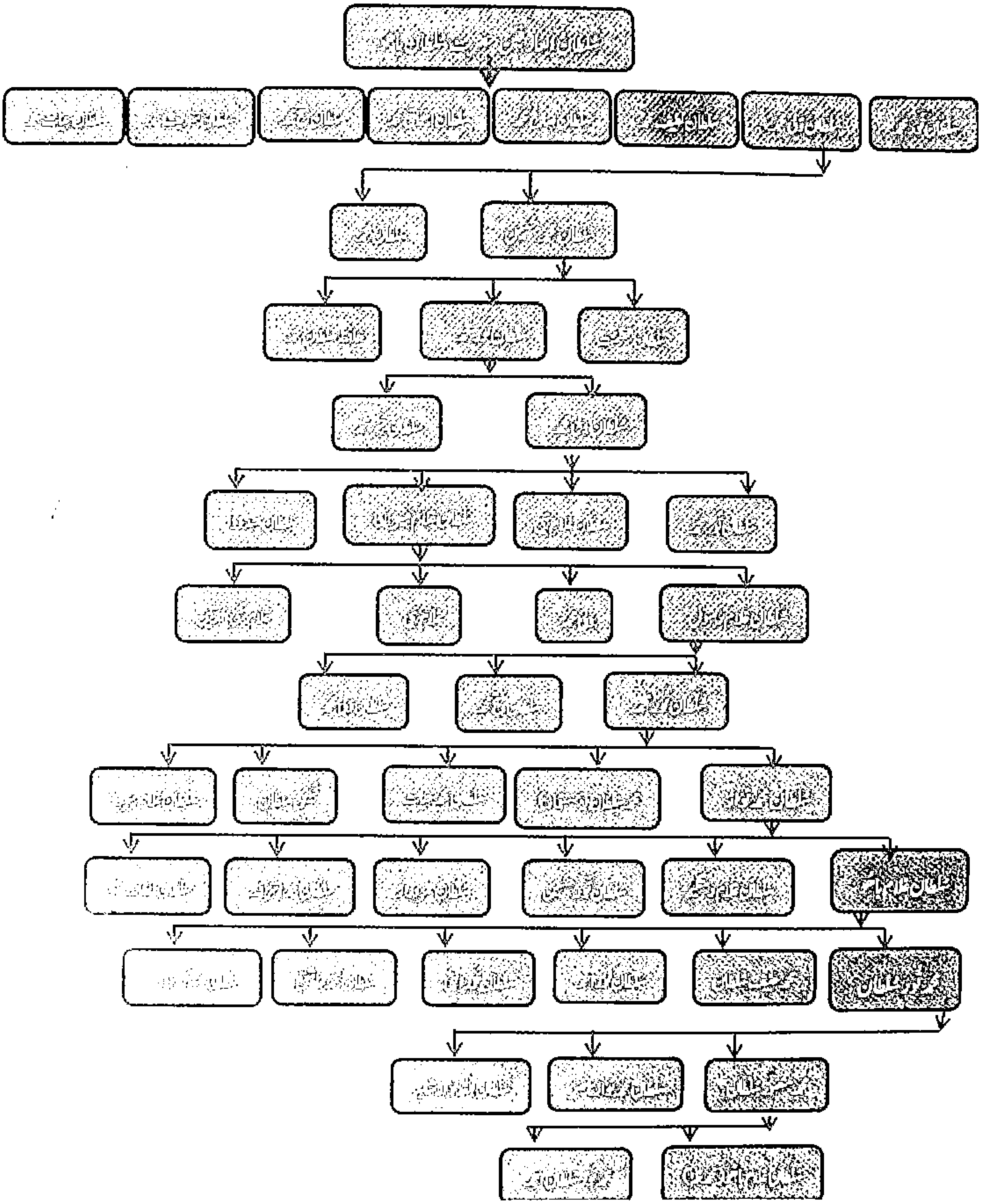

Marfat.com

ننھیال

حضرت صاحب علّامہ محمد نور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ گنڈہ پُور خاندان سے تھیں[1] جن کا سلسلۂ نسب بندہ نواز خواجہ سیّد محمّد گیسو دراز چشتی رحمۃ اللہ علیہ (و:1321ء۔ف:1422ء) سے جا ملتا ہے[2]۔ سیّد محمّد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق سادات کرام کے اُن گھرانوں سے ہے جو اوپر بیان کیے گئے اعوانوں اور علویوں کی طرح حجاز سے ہرات اور پھر وہاں سے برِّصغیر پاک و ہند وارد ہُوئے۔ آپ خواجہ نصیرُالدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مُرید اور خلیفہ نیز عربی و فارسی میں علومِ دینی پر متعدد کُتب کے مصنف تھے۔ تبلیغِ دین کی غرض سے متعدد علاقوں کے سفر کیے۔ افغانستان گئے تو وہاں پٹھانوں کے کاکڑ قبیلہ کی ایک خاتون سے نکاح کیا جن سے آپ کے فرزند "ستوریانی" تولد ہُوئے جو کہ گنڈہ پُور قبیلہ کے جدِّ امجد روایت کیے جاتے ہیں۔ گنڈہ پُور قبیلہ افغانستان میں ہی اقامت گُزین (یا خانہ بدوش) رہا، حتیٰ کہ 17ویں صدی عیسوی میں گنڈہ پُور قبیلہ کا کاکڑ قبیلہ سے نزاع کے نتیجے میں تارکِ وطن ہو کر کوہِ سُلیمان کے دامن (علاقۂ دامان) میں دریائے گومل (لُونی) کے شمالی کنارے پر کُلاچی اور اس کے مضافات بالخصوص رَوڑی، لُونی، ہَتّڈی وغیرہ میں آباد ہُوا۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نانا عُمر دراز خان گنڈہ پُور رحمۃ اللہ علیہ رَوڑی کے قریب میاں خان (حالیہ تحصیل ٹانک) میں مقیم تھے۔ آپ علاقہ کے ایک معزز اور تعلیم یافتہ زمیندار تھے نیز فنونِ لطیفہ بالخصوص علمِ موسیقی میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے[3]۔ آپ کا شجرہ نسب دسویں پُشت میں سیّد محمّد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ شجرۂ نسب یُوں ہے[4]:

عمر دراز خان گنڈہ پُور (ابن) حَسَن خان (ابن) ارسلا خان (ابن) میاں خان (ابن) دھندے خان (ابن) خَدَر خان (خدَرخیلوں کے جد) (ابن) گنڈ خان (گنڈ خیلوں کے جَد) (ابن) عمران خان (عمران زئیوں کے جَد) (ابن) ستوریانی (ابن) سیّد محمّد گیسو دراز

سیّد محمّد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک شجرہ کی دو روایات راقم کو ملی ہیں۔ پہلی روایت الحاج عبد الرشید خان گنڈہ پُور نے قلمزد کی ہے جبکہ دوسری روایت جسے فقیر عبد الحمید سروری قادری حفظہ اللہ پیش کرتے ہیں، یُوں ہے[5]:

---

[1] سہ ماہی مجلہ "دستگیر"۔ خصوصی شمارہ 31 تا 38۔ سُلطان ارشد القادری۔ ص 61

[2] اس ضمن میں تحقیق کے شائقین شاہ محمد خان ابراہیم زئی کی کتاب "خورشیدِ جہان (تاریخ پشتون)" اور قادر داد خان کی کتاب "تاریخ گنڈہ پُور" وغیرہ سے رجوع کریں۔

[3] روایات از عبد الرحمان (حزب اللہ) خان گنڈہ پُور ابن الحاج محمد امیر خان گنڈہ پُور، ساکن کُلاچی۔ مورخہ 17 اپریل 2012ء

[4] شجرہ نسبی گنڈہ پُوران۔ تحریر کردہ عبد الرشید خان گنڈہ پُور ابن الحاج محمد امیر خان گنڈہ پُور۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ انیس الرحمٰن خان

[5] حیاتِ سروری۔ فقیر عبد الحمید سروری قادری۔ کمبائن پرنٹرز، لاہور۔ 1990ء۔ ص 27،26

Marfat.com

سیّد محمّد گیسو دراز ابن سیّد یُوسُف حُسینی ابن سیّد علی ابن سیّد محمّد ابن سیّد یُوسُف ابن حُسین ابن محمّد ابن علی ابن حمزہ ابن داوٗد ابن زَید ابن ابوالحسن جُندی ابن حُسین ابن ابوعبدُاللہ ابن محمّد ابن امام زید شہید ابن امام زین العابدین ابن امام حُسین ابن علی المرتضیٰ

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نانا عُمر دراز خان گنڈہ پُور جوانی میں ہی وفات پا گئے۔ اُن کے دو بیٹے محمد امیر خان اور عالَم خان جبکہ تین بیٹیاں تھیں۔ کم سن بچوں کو اُن کی بہنیں یعنی بچوں کی پھوپھیاں (والدۂ سردار عنایت اللہ خان گنڈہ پُور اور والدۂ اکبر خان گنڈہ پُور) اپنے ہمراہ میاں خان سے کُلاچی لے آئیں۔ یُوں یہ گھرانہ کُلاچی کے محلہ برہ خیل میں آباد ہُوا۔

1938-1939ء میں عُمر دراز خان گنڈہ پُور کی صاحبزادی مُسماۃ دُران بی بی حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے عقد میں آئیں تو وقتِ نکاح اُن کا نام "حیات بی بی" کر دیا گیا[1]۔ آپ ایک پابندِ صوم وصلوٰۃ اور سلیقہ شعار خاتون تھیں۔ علاقہ کی بچیاں آپ کے پاس قرآن مجید ناظرہ پڑھنے آیا کرتیں۔ آپ آستانہ پر آنے والی زائرات خواتین کو باقاعدہ شرعی مسائل کا درس دیا کرتیں اور خصوصی طور پر نماز قائم کرنے کی نصیحت کرتیں۔ آپ کے ہاں ایک بیٹی اور تین بیٹوں کی ولادت ہُوئی جن میں سے دو بیٹے شیر خوارگی میں وفات پا گئے۔ آخری فرزند امیر سُلطان کی وفات شیر خوارگی میں ہُوئی تو ساتھ ہی آپ تپِ دِق (TB) کے مرض میں مُبتلا ہو گئیں۔ مرض جان لیوا ثابت ہُوا اور آپ شبِ سوموار 21 ربیع الاول 1367ھ بمطابق یکم فروری 1948ء کو وفات پا گئیں[2]۔ وفات کے وقت آپ کی صاحبزادی شفیعہ سُلطان 8 سال کی جبکہ فرزند محمد نُور سُلطان 6 سال کے تھے۔ آپ کا قدرے تفصیلی تذکرہ باب ششم کی فصل اوّل میں پیش کیا جائے گا۔

آستانہ عالیہ جمعہ شریف۔ 1949ء کی ایک تصویر

[1] روایت از محترمہ شفیعہ سُلطان بنتِ فقیر سُلطان غلام باھُو۔ مورخہ 17 ستمبر 2011ء بمقام فیصل آباد
[2] بحوالہ مکتوبِ فقیر سُلطان غلام باھُو بنام سُلطان غلام دستگیر۔ محررہ 8 فروری 1948ء۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

Marfat.com

فصلِ دوم

ولادت اور بچپن

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی وِلادتِ باسعادت بروز شنبہ 13 صفر المظفر 1361ھ بمطابق 28 فروری 1942ء کو علی الصبح جمعہ شریف میں ہُوئی۔ زیرِ نظر قطعہ میں آپ کی تاریخِ ولادت کو نظم کیا گیا ہے[1]:

از طفیلِ روحِ پاکاں مہرباں گشتہ ودود
روزِ شنبہ، وقتِ صبح، سیزدہ از صفر بُود

یک ہزار و سہ صد و شصت و یک از ہجرِ رسول
بُد گزشتہ، گشت پیدا نُورِ سُلطاں در وجود

آپ کے چچا حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری ناشاد رحمۃ اللہ علیہ اِس موقع پر جمعہ شریف تشریف لائے اور اپنے نومولود بھتیجے کی پیدائش کی نسبت سے ایک قطعہ تحریر فرمایا جو بعدہ اُن کے فارسی مجموعۂ کلام "پیرِ مُغاں" میں شائع ہُوا۔ قطعہ مُلاحظہ ہو[2]:

نُورِ سُلطان آمدہ، کردہ ظہور
از بلا اُورا خُدایا دار دُور

کُن درازش عُمر و ہم بختش بلند
از طفیلِ روحِ پاکاں یا غفور

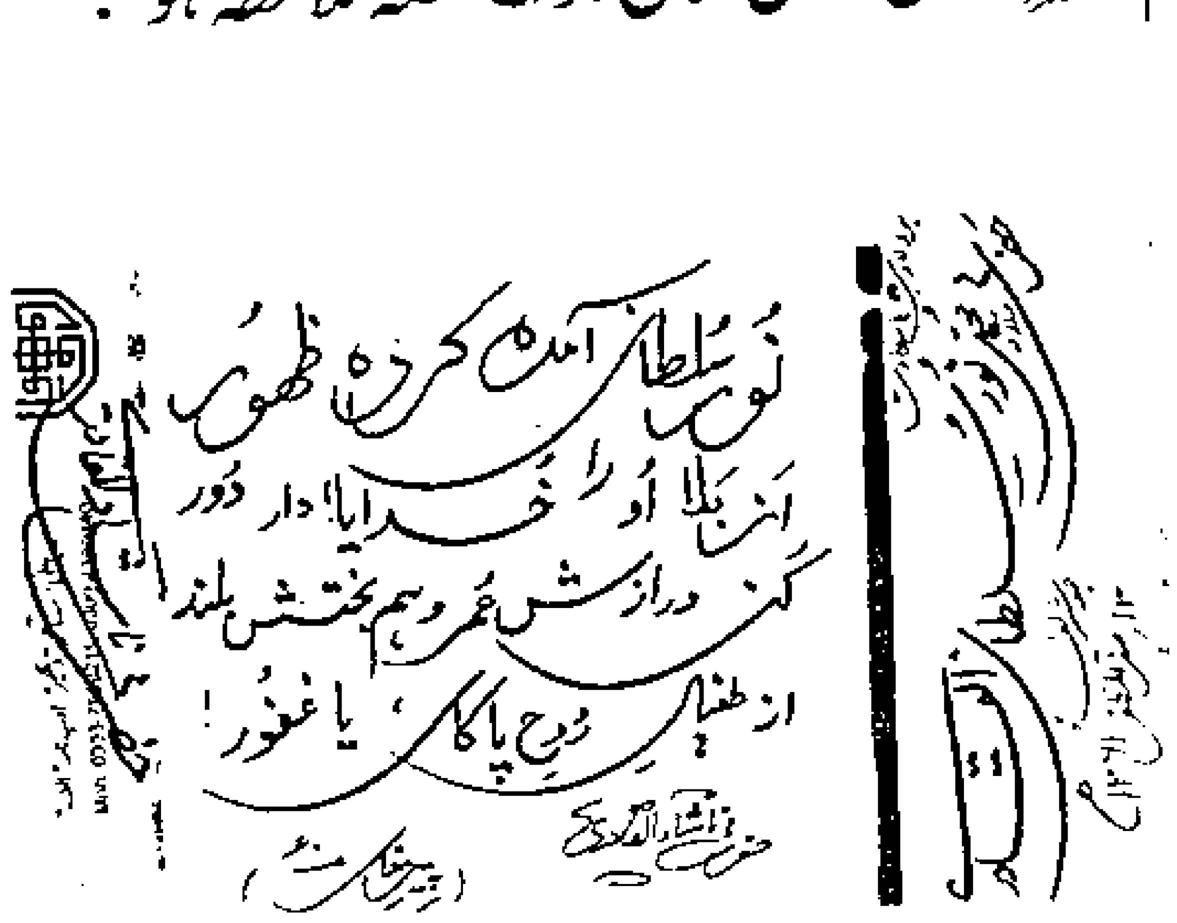

قطعہ ولادت۔ خطاطی: سُلطان ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ

یہ ایک دُعائیہ قطعہ تھا جس کے ایک ایک حرف کو شرفِ قبولیت نصیب ہُوا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چوتھے سالانہ عُرس کے موقع پر آپ کے چچا حضرت ڈاکٹر سُلطان الطاف علی حفظہ اللہ نے خطبۂ صدارت میں اِس قطعہ کی شرح اور شاندار مقبولیت بیان کرتے ہُوئے فرمایا کہ مصرعِ اوّل کے مطابق حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں حضرت سُلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے نُورِ فیض کو ظہورِ نَو عطا ہُوا۔ مصرعِ دوم کے مطابق اللہ عزوجل نے انہیں دُنیا کی بلاؤں مثلاً حرص و ہوس اور جہل و نفاق سے محفوظ و مامون رکھا۔ مصرعِ سوم کے مطابق اُن کی بظاہر مختصر عمر کو وہ برکت عطا ہوئی کہ اسے بجا طور پر دراز و بلند بخت کہا جا سکتا ہے۔ اور مصرعِ چہارم کے مطابق اللہ عزوجل نے انہیں اَرواحِ مقدسہ کے سایۂ عاطفت میں رکھا۔

---

[1] اس قطعہ کا شاعر معلوم نہیں۔ یہ حضرت صاحب کے قلمی تبرکات میں مِلا ہے۔ غالب امکان ہے کہ سُلطان غلام دستگیر فخرِ کشمیر کا کلام ہو گا۔ ترجمہ: "اَرواحِ مقدسہ کے طفیل اللہ عزوجل نے مہربانی فرمائی۔ ہفتہ کا دن، صبح کا وقت اور صفر کی تیرہ تاریخ تھی۔ ہجرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرہ سو اِکسٹھ برس بیت چکے تھے کہ نُور سُلطان کی پیدائش ہوئی"۔

[2] پیرِ مُغاں۔ سُلطان غلام دستگیر القادری ناشاد۔ اِسلامیہ پریس، کوئٹہ۔ 1979ء۔ ص60۔ ترجمہ: "نُور سُلطان (یا حضرت سُلطانِ باھُو کا نُور) آگیا اور ظاہر ہو گیا۔ یا اللہ عزوجل، اسے مصائب سے دُور رکھنا۔ اے ربِّ غفور، ارواحِ مقدسہ کے وسیلہ سے اس کی عمر دراز اور بخت بلند کرنا"۔

Marfat.com

قُدرتِ خُداوند دیکھیے کہ جس بچے نے بڑے ہو کر کرامت کی حد تک سُنّتِ نبوی ﷺ پر استقامت اِختیار کرنا تھی، اُس کے بچپن کے حالات و واقعات سے ہی سیرتِ مطہرہ کی مقدس مہک آنا شروع ہو گئی۔ نبیِ اکرم ﷺ کو عالَمِ شیر خوارگی میں رضاعت ولسانی تربیت کی غرض سے قبیلہ بنو سعد کی خاتون جنابِ حلیمہ سعدیہ کے سپرد کیا گیا تھا۔ اِسی طرح حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عالَمِ شیر خوارگی میں جمعہ شریف کے نیک طینت امام مسجد مولوی غلام رسول (و: 1905ء۔ ف:1993ء) کی زوجہ مسماۃ جند و مائی سے رضاعت حاصل کی۔ یوں مولوی غلام رسول کے بچوں میں امام بخش اور حافظ قادر بخش آپ کے رضائی بھائی جبکہ امیراں بی بی، اللہ وسائی، وزیراں بی بی، زُبیدہ بی بی اور حاجرہ بی بی آپ کی رضاعی بہنیں ہُوئیں[1]۔ سُنّتِ رسول ﷺ کے مطابق حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اپنے رضاعی بہن بھائیوں کو خصوصی توقیر اور شفقت سے نوازتے تھے۔ راقم کو یاد ہے کہ جب آپ کی رضاعی بہن امیراں مائی آستانہ عالیہ جمعہ شریف کے لنگر خانہ کی خدمت میں ہُوا کرتی تھیں تو آپ ہمیں ہدایت فرماتے کہ اُن کا خاص احترام کریں لہٰذا ہم اُنہیں "میراں اَماں" کہہ کر مخاطب کیا کرتے۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن ایک ایسے ماحول میں گُزرا جہاں شریعت و طریقت محض کتابی یا فلسفیانہ امور نہیں بلکہ روز مرّہ زندگی کا دستورُ العمل تھے۔ والد قائم اللیل و صائم النہار تھے تو والدہ مُدرّسِ قُرآن۔ یُوں آپ کی تربیت ایک خالصتاً دینی اور صوفیانہ ماحول میں ہُوئی۔ آپ نے قرآنِ مجید ناظرہ پڑھنے کا آغاز غالباً اپنی والدہ ماجدہ سے ہی کیا۔ راقم کا ذوق کہتا ہے کہ والدِ ماجد اپنے فرزند کو زبانِ حال سے یہ کہا کرتے ہوں گے:

صاحبزادہ محمد نُور سُلطان
15 سالہ عمر کی تصویر
چناب کنارے
18 جولائی 1957ء

مادرت درسِ نخستیں باتو داد — غنچۂ تو از نسیمِ اُو کُشاد
دولتِ جاوید ازو اندوختی — از لبِ اُو لااِلٰہ آموختی
اے پسر، ذوقِ نگہ از من بگیر — سوختن در لااِلٰہ از من بگیر
ایں دو حرفِ لااِلٰہ گُفتار نیست — لااِلٰہ جُز تیغِ بے زنہار نیست
زیستن با سوزِ اُو قہاری است — لااِلٰہ ضرب است و ضربِ کاری است[2]

---

[1] روایتِ محمد بخش ولد خلیفہ غلام حیدر، سکنہ جمعہ شریف۔ مورخہ 13 ستمبر 2010ء بمقام ڈیرہ اسماعیل خان

[2] جاوید نامہ۔ علامہ محمد اقبال۔ ترجمہ: "(اے فرزند) تجھے پہلا درس تیری ماں نے دے دیا۔ اُس کی بادِ صبا سے تیری کَلی کِھل اُٹھی۔ اُسی سے تُو نے دائمی خزانہ حاصل کیا کہ اُس کے ہونٹوں سے تُو نے لااِلٰہ کہنا سیکھا۔ اے بیٹے، اب ذوقِ نظر مُجھ سے لے۔ لااِلٰہ کی آگ میں جلنے کی تڑپ مجھ سے حاصل کر۔ لااِلٰہ کے یہ دو حرف (محض) گفتگو نہیں (بلکہ) لااِلٰہ تو ایک جابر تلوار ہے کہ جس کہ تپش کے ساتھ زندہ رہنا قہاری ہے۔ لااِلٰہ ضرب ہے اور کاری ضرب ہے۔"

Marfat.com

حضورِ اکرم ﷺ کی عُمر مبارک چھ برس تھی کی اَبْوَا کے مقام پر آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ اِسی طرح حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر بھی چھ برس ہی تھی جب آپ کی والدہ وفات پا گئیں۔ دونوں بھائی علی سُلطان اور امیر سُلطان تو شیر خوار گی میں ہی فوت ہو گئے تھے، لہٰذا آپ اور آپ کی آٹھ سالہ ہمشیرہ محترمہ شفیعہ سُلطان اپنی والدہ کی شفقت سے محروم ہو گئے۔ بچپن میں والدہ کی رحلت بِلاشبہ ایک ناقابلِ تلافی نقصان تھا جس کا آپ کی نفسیات پر اثر مرتب ہونا ایک فطری عمل تھا۔ راقم کو یاد ہے کہ آخری عُمر میں جبکہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سفید رِیش ہو چکے تھے، ایک بار ہمیں اپنی والدہ سے لاڈ کرتے دیکھا تو آہ بھر کے کہا "افسوس! مَیں اپنی والدہ کی شفقت سے محروم رہا"۔ والدہ کی وفات کے بعد والدِ ماجد نے آپ پر اپنی شفقت و عنایت دوبالا کر دی۔ والد و فرزند کی محبت میں وقت کے ساتھ ساتھ شدّت آتی گئی اور بالآخر والد اپنے فرزند کے لیے پیرِ کامل ثابت ہُوئے اور فرزند اپنے والد کے خوابوں کی تعبیر بن کر اُبھرے۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن جمعہ شریف میں ہی گزرا۔ تاہم کبھی کبھار آپ اپنی ہمشیرہ صاحبہ کے ساتھ اپنے مہربان چچا حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں دربار حضرت سُلطان باھُو چلے جایا کرتے اور کبھی اپنے پیارے ماموں الحاج محمد امیر خان گنڈہ پُور رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں کُلاچی چلے جاتے۔ آپ کے والدِ ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے گوناگوں خوانگی اور لنگر کی ضروریات کے پیشِ نظر دوسری شادی کرنے کا فیصلہ کیا اور یُوں خانوادۂ سُلطان العارفین میں حضرت قاضی پیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی مسماۃ حیات بی بی سے عقدِ ثانی کیا جن سے پانچ فرزند اور تین صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کے ایک واقعہ کی روایت[1] حاصل ہُوئی ہے کہ ایک بار آپ (غالباً سات آٹھ سال کی عمر میں) آستانہ جمعہ شریف میں کنوئیں کے قریب بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ خانوادہ کے معروف مجذوب بزرگ حضرت محمد سُلطان عُرف مستوار پیر رحمۃ اللہ علیہ (ف: 1951ء) نمودار ہُوئے اور آپ کو بُلاتے ہوئے کہا: "اِدھر آوٴ، اِدھر آوٴ، اِدھر آوٴ"۔ آپ اُن کے پاس گئے تو اُنہوں نے فرمایا: "بچہ، ننگے سر گھوم رہے ہو؟"۔ یہ کہہ کر مستوار پیر نے اپنے سر سے دستار اُتار کر آپ کے سر پر باندھ دی اور کہا: "جاوٴ بچہ، اب جا کر کھیلو"۔ یہ کوئی کلف لگا عمامہ نہ تھا بلکہ سادہ سی پگڑی یا صافہ کا کپڑا تھا۔ حضرت مستوار پیر کے پوتے صاحبزادہ محمد امیر سُلطان کہتے ہیں کہ حضرت صاحب اکثر اُنہیں کہا کرتے تھے کہ: "امیر بھائی، یہ دستار جو مَیں نے پہن رکھی ہے، یہ صرف میرے اپنے دادا جان ہی کی دستار نہیں بلکہ آپ کے دادا کی عطا بھی ہے"۔

---

[1] روایت از صاحبزادہ محمد امیر سُلطان ابن سُلطان غلام نبی۔ مورخہ 5 ستمبر 2011ء بمقام شالہ (ڈیرہ اسماعیل خان)۔ ویڈیو مملوکہ راقم

Marfat.com

فصل سوم
دامان کا معاشرتی و ثقافتی پس منظر

حضرت صاحب علامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ نے علاقۂ دامان میں آنکھ کھولی، یہیں بچپن گزارا اور بعد میں بیشتر تبلیغی سرگرمیاں یہیں سرانجام دیں۔ لہٰذا مناسب ہو گا کہ اِس خطہ کے تاریخی و جغرافیائی حالات یہاں کے معاشرہ و ثقافت کے ذکر کے ساتھ اجمالاً بیان کر دیے جائیں۔ واضح رہے کہ یہاں علاقۂ دامان میں جمعہ شریف و گردونواح کے احوال پر زور دیا گیا ہے جبکہ زمانہ بیسویں صدی عیسوی کے نصف کا ہے۔

دامان سے مُراد ضلع ڈیرہ اسماعیل خان اور اِس کے نواحی اضلاع کے کچھ حصوں پر مشتمل وہ میدانی علاقہ ہے جو کوہِ سُلیمان اور دریائے سندھ کے درمیان واقع ہے۔ تب اِس علاقہ میں آبپاشی تو درکنار آبنوشی تک کی مناسب سہولت نہ تھی۔ بارانی زمینیں بَروقت بارش نہ ہونے کے باعث سالہا سال ویران رہتی تھیں۔ مغربی کوہستانی سلسلوں پر ہونے والی بارشوں اور پگھلنے والی برف کا پانی سیلابی نالوں کی صورت میں وارد ہوتا تھا جو کبھی زمینوں کو سیراب کر کے رحمت کا باعث بنتا اور کبھی دیہات کے دیہات غارت کر کے زحمت کا موجب۔

اُس زمانہ میں علاقۂ دامان کی بارانی زمینیں بَروقت بارانِ رحمت کی مُنتظر رہتیں جس کے بغیر طویل عرصہ تک ہر طرف پیاس اور اُڑتی ہُوئی دُھول کا دَور دَورہ ہوتا۔ رُود کوہی نظامِ آبپاشی اپنے غیر یقینی ہونے کی وجہ سے زرعی مسائل کا مُستقل حل مہیا کرنے سے قاصر تھا۔ لوگوں کے ذرائع معاش نہایت محدود تھے اور مجموعی طور پر تنگدستی کا زمانہ تھا۔ جدید ذرائع آمدورفت اور نقل و حمل قریب قریب مفقود تھے۔ اونٹوں، گھوڑوں اور سائیکلوں پر بیشتر سفر کیے جاتے۔ ڈیرہ اسماعیل خان شہر سے جمعہ شریف تک آتے ہُوئے ایک دن یا اس سے بھی زیادہ وقت لگ جاتا۔ اس پر مُستزاد یہ کہ راستے میں کیکر کے درخت اور کریٹے کی خاردار جھاڑیاں اپنے نوکیلے کانٹوں کے ساتھ دھول کی آڑ میں مُسافروں کی ہمت کا امتحان لینے موجود ہوتیں۔ کہیں کہیں "کھگّل" کے درخت اور "پراسو" کی جھاڑیاں بھی ہوتیں۔ کبھی راستے میں رُود کوہی کا

جمعہ شریف۔ 1949ء میں بارانی زمینوں پر بیلوں سے ہل چلنے کا ایک منظر

Marfat.com

پانی "لُونی" یا "نُوز" آیا ہوتا تو اسے تیر کر عبور کرنا پڑتا۔ سڑکیں نہ ہونے کی وجہ سے نَوواردان تو در کنار کئی مقامی لوگ بھی بسا اوقات راستے سے بھٹک جایا کرتے۔ سفر کی اِن تمام تر مُشکلات کے باوجود لوگ جوق در جوق وزیرستان، دامان اور تھل سمیت متعدّد علاقوں سے آستانہ عالیہ جمعہ شریف حاضر ہو کر روح کی پیاس بجھاتے، بمصداق

دَر بیاباں گر بشوقِ کعبہ خواہی زَد قدم　　　سرزنشہا گر کُند خارِ مُغیلان، غم مخور[1]

ثقافتی نقطۂ نظر سے بھی جمعہ شریف کو خاص مقام حاصل تھا۔ دامان کی سادہ دیہی ثقافت اپنے خالص پَن کے جوبَن پر تھی۔ سرائیکی زبان کا شیریں لہجہ "دامانی" ذریعۂ گفتگو ہوتا۔ گھر عموماً کچے مگر کُشادہ ہوتے۔ ملبوس نہایت سادہ ہوتا۔ لوگ مجھلی یا شلوار کے ساتھ گھر کی بنی قمیص یا کُرتا پہنتے۔ سر پر سُوتی کپڑے کا بنا صافہ یا پگڑی باندھی جاتی۔ پگڑی کا پلّو بائیں طرف ہوتا اور مُسافر دامان کی طویل ڈگروں پر چلتے ہُوئے تیکھی لُو اور دُھول سے بچنے کے لیے اِس سے چہرہ ڈھانپنے کا کام بھی لیا کرتے۔ پاؤں میں مقامی (عموماً کلاچی کے) ہاتھ کے بنے چمڑے کے چپل استعمال ہوتے جو دامان کی کرخت زمین پر طویل پیدل سفر کے لیے موافق تھے۔ تاہم اُس دَور کی روایتوں اور لوک داستانوں میں سفر کے دوران جُوتے پہننے کا ذکر کم اور اُنہیں بغل میں دبوچ کر ننگے پیر چلنے کا ذکر زیادہ ملتا ہے۔ لوگ سخت جان اور تنگدست تھے۔ کانٹوں اور پتھروں کی سختی پاؤں پر برداشت کرتے تاکہ منزل پر پہنچنے لگیں تو جوتے درست ہوں۔ غذا سادہ اور صحت بخش ہوتی۔ بیر، ڈیلے، کھُمبیاں، ڈھکی کی کھجور اور ڈوکے، کُلاچی کی کچریاں (خربوزے) اور پنیالہ کے آم معروف علاقائی سوغاتیں تھیں۔ نبی اکرم ﷺ کے پسند فرمودہ "ثرید" سے مُشابہ پکوان "ثوبت"

آستانہ عالیہ جمعہ شریف۔ 1949ء کی یادگار تصویر

آج بھی دامان کی خاص ضیافت ہے جس کو تیار کرنے کے لیے گوشت کے شوربے میں نہایت باریک چپاتی (جسے مقامی زبان میں "مانہ" یا "مَن" کہتے ہیں) کے ٹکڑے ایک خاص طریقہ سے ڈالے جاتے ہیں۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہُوا، اُس دَور میں ذرائع آمد و رفت کے فقدان کے

[1] دیوانِ حافظ۔ خواجہ حافظ شیرازی۔ ترجمہ: "اگر تُو کعبہ کے شوق میں بیابان کے راستے چل پڑے تو پھر کیکر کے کانٹوں کی چُبھن سے دل چھوٹا نہ کر"۔

Marfat.com

باعث دامان کا علاقہ مُلک کے دیگر علاقوں سے کم ہی رابطہ رکھ پاتا۔ تاہم جمعہ شریف کی دامانی ثقافت پر گردونواح کی تین ثقافتوں کے اثرات بڑے گہرے تھے۔ پہلا قابلِ ذکر اثر پشتون ثقافت کا تھا۔ خانہ بدوش پشتون قبائل جو پاوندہ کہلاتے ہیں، موسمِ سرما میں برفانی پہاڑوں سے اُتر کر دامان کے مختلف حصوں میں آن خیمہ زن ہوتے۔ یہ لوگ دربارِ عالیہ جمعہ شریف اور حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے حاضر ہُوا کرتے۔ اِسی طرح وزیرستان اور افغانستان سے کئی قبائل (بالخصوص وزیر اور محسود) زیارت کے لیے آیا کرتے۔ حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے والدِ ماجد کے زمانہ سے ہی موسمِ گرما میں وزیرستان اور افغانستان کے تبلیغی دَوروں پر جایا کرتے تھے اور کئی ماہ انہی علاقوں میں بسر کرتے۔ لہٰذا اِن قبائل سے آپ کا ایک دیرینہ اور مُستحکم ربط تھا۔ مزید برآں گنڈہ پُور قبیلہ سے تو آپ کی رشتہ داری بھی ہو چکی تھی، اِس لیے اُن سے رابطہ تو فطری تھا۔ نیز آپ کے ایک چھوٹے بھائی حضرت سُلطان محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کُلاچی کے محلہ ابراہیم زئی میں سکونت اختیار کر چکے تھے۔ متذکرہ بالا تینوں طرح کے پشتون قبائل کی خواتین بھی بکثرت دربارِ عالیہ پر حاضری دیتی تھیں اور اُنہیں پشتو میں ہی شرعی و روحانی مسائل میں رہنمائی ملتی۔ یہ پشتون قبائل نذرانۃً خشک میوہ جات، دُنبے اور موتیوں سے آراستہ ملبوسات ساتھ لاتے۔

اُس علاقہ میں دوسرا اہم ثقافتی اثر "تَھل" کا تھا۔ دریائے سندھ کے مغرب میں جس قدر علاقہ دامان کا ہے، مشرق میں تقریباً اُتنا علاقہ تَھل کے ریگستان پر مبنی ہے۔ تھل کا یہ ریگستان موجودہ اضلاع بھکّر، لیّہ اور میانوالی پر مشتمل ہے جبکہ شمال میں مظفر گڑھ اور جنوب میں خوشاب کے کچھ علاقے بھی اس صحرا کا حصہ ہیں۔ تَھلوچی (تھل کے باشندے) بھی سرائیکی زبان ہی بولتے ہیں تاہم جس طرح دامانی سرائیکی پر پشتو اثرات ہیں اِسی طرح تھلوچی سرائیکی پر پنجابی کے اثرات ہیں۔ تھل سے بھی مُریدین بکثرت جمعہ شریف حاضر ہُوا کرتے اور یہاں کی ثقافت پر اثرات مرتب کیا کرتے۔

آستانہ عالیہ جمعہ شریف کی کچی حویلی جو 2007ء کے سیلاب میں منہدم ہُوئی تھی۔ تصاویر 2001ء۔ بشکریہ یاسر مغل

Marfat.com

حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو، حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری اور دیگر صاحبزادگان
1960ء کی ایک یادگار تصویر

تیسرا اہم ثقافتی اثر "چناح" کا تھا۔ چناح سے مُراد موجودہ ضلع جھنگ میں دریائے چناب کے غربی کنارے پر واقع علاقے ہیں۔ دربارِ عالیہ سُلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ بھی اِسی علاقہ میں ہے۔ اولادِ حضرت سُلطان باھُو میں سے متعدد حضرات جمعہ شریف اور دامان کے دیگر حصوں میں تشریف لاتے رہے ہیں اور یہاں پر دینی و روحانی اثرات کے ساتھ ساتھ ثقافتی و معاشرتی اثرات بھی مرتب کرتے رہے ہیں۔ اِن شخصیات میں نمایاں نام حضرت سُلطان فتح محمد (ف:1881ء)، حضرت سُلطان نُور محمد (ف:1924ء)، حضرت سُلطان محمد نواز (ف:1938ء)، حضرت سُلطان محمد عبدالعزیز (ف:1981ء)، حضرت سُلطان غلام دستگیر (ف:1986ء)، حضرت سُلطان نُور حُسین (ف:1978ء) اور حضرت سُلطان محمد مُشتاق (ف:1967ء) کے ہیں جنھوں نے گاہے بگاہے چناح سے آکر علاقۂ دامان میں ناقابلِ فراموش خدمات سرانجام دیں۔

متذکرہ بالا اثرات کے باعث علاقۂ دامان میں جمعہ شریف ثقافتی اور معاشرتی سرگرمیوں کا مرکز، نیز دیگر ثقافتوں سے میل جول کا ایک مفید ذریعہ رہا۔ یہ تھا جمعہ شریف کا وہ معاشرتی و ثقافتی پس منظر جس میں حضرت صاحب علامہ محمد نور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھ کھولی اور پھر بچپن سے عنفوانِ شباب تک پہنچے۔

Marfat.com

فصل چہارم
اِبتدائی تعلیم

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنِ مجید ناظرہ کا آغاز غالباً اپنی والدہ ماجدہ سے ہی کیا۔ تاہم باقاعدہ طور پر قرآن ناظرہ جمعہ شریف کے ایک بزرگ مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ (و: 1905ء۔ ف: 1993ء) سے مکمل کیا۔ مولوی غلام رسول عُرف مولوی کوڑُو ولد غلام حیدر کھوکھر ایک سادہ لوح، متّقی اور نیک سرشت شخصیت تھے۔ حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے دیرینہ رفیق تھے اور اُن کے زیر انتظام جامع مسجد جمعہ شریف کے تاحیات امام رہے۔ یہ جامع مسجد روضۂ حضرت سُلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ سے فرلانگ ایک شمال کی جانب واقع ہے۔ راقم کو یاد ہے کہ مولوی غلام رسول مرحوم (جنہیں ہم بچے "نانا مولوی صاحب" کہا کرتے تھے) اپنی آخری عمر تک اسی مسجد میں بیٹھے بچوں بچیوں کو نہایت انہماک سے قرآنِ مجید پڑھا رہے ہوتے تھے۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سکول کی ابتدائی تعلیم کا آغاز چھجبڑی میں (غالباً 1947ء میں) ہُوا۔ چھجبڑی کا دیہات جمعہ شریف سے مُلحقہ جنوب مشرقی سمت میں واقع ہے جس کے بیشتر حصّہ کو اُس زمانہ میں ایک کھالہ جبکہ آج کل ایک نہر (چشمہ رائٹ بینک کینال) جمعہ شریف سے جُدا کرتی ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ گورنمنٹ پرائمری سکول چھجبڑی میں جماعت چہارم تک زیرِ تعلیم رہے[1]۔ ماسٹر غلام رسول وَرَڑ (آف درابن خورد) اور ماسٹر امیر خان سکول میں آپ کے اُستاد تھے جو تدریس کو ایک مِشن سمجھتے ہُوئے نہایت محنت اور عرق ریزی سے بچوں کو پڑھایا کرتے۔ چھجبڑی میں حضرت صاحب کے چند ہم جماعتوں کے نام یہ ہیں: احمد بخش ولد مولاداد کھوکھر (ساکن جمعہ شریف)، امام بخش ولد مولوی غلام رسول (ساکن جمعہ شریف)، محمد رمضان (ساکن بالو)، محمد بخش ولد احمد بخش کُٹانڑاں، اللہ وسایا سیال (ساکن شمیر)، اللہ دِتّہ ولد کریم بخش (ساکن شمیر)، اللہ دِتّہ ولد میانہ (ساکن شمیر)، شویدر خان ولد امیر افضل محسود (ساکن جنوبی وزیرستان)۔

احمد بخش کھوکھر روایت کرتے ہیں کہ حضرت صاحب عُمر میں اپنے دیگر ہم جماعتوں سے چھوٹے مگر ذہانت و فطانت اور محنت کے حوالہ سے سب سے بڑھ کر تھے۔ تعلیمی امور میں اُن کی سبقت بہت واضع تھی۔ بچپن سے ہی آپ اَدبی اور شاعرانہ پیرایہ میں گفتگو کیا کرتے۔ کبھی کبھار سب طالبعلم مِل بیٹھتے اور آپ کی ادبی طرزِ گفتگو سے محظوظ ہوتے۔ احمد

---

[1] پرائمری سکول چھجبڑی کی یادیں حضرت صاحب کے اُس دَور کے ایک ہم جماعت احمد بخش کھوکھر ولد مولاداد کھوکھر ساکن جمعہ شریف سے 5 ستمبر 2011ء کو جمع کی گئیں۔

Marfat.com

بخش کھوکھر بتاتے ہیں کہ جب کبھی جمعہ شریف اور چھبڑی کے درمیانی کھالے میں پانی آیا ہوتا تو وہ حضرت صاحب کو کندھے پر اُٹھا کر کھالہ عبور کراتے۔ بچوں میں جو روائتی کھیلیں کھیلی جاتیں اُن میں اَکھوڑ (ہاکی نُما کھیل جورات کے وقت گیند کو آگ لگا کر کھیلی جاتی) اور کلّا چیلی (نیزہ بازی سے مُشابہ کھیل) شامل تھیں۔ تاہم حضرت صاحب نے صوم وصلوٰۃ کی پابندی سنِ شعور کو پہنچتے ہی آغاز کر دی تھی۔ بچپن میں حضرت صاحب کے دوستوں میں خانوادہ کے صاحبزادہ محمد اقبال سُلطان رحمۃ اللہ علیہ (و:1944ء۔ف:2007ء) بھی شامل تھے۔

جمعہ شریف کے قُرب و جوار میں جماعت چہارم سے آگے تعلیم کے مواقع میسّر نہ تھے لہٰذا جماعت پنجم سے حضرت صاحب کو اپنے نہال کُلاچی بھیج دیا گیا۔ کُلاچی دامان کے مغرب میں واقع ایک نیم قبائلی طرز کا شہر ہے جو کہ دریائے گومل (لُونی) کے شمالی کنارے پر آباد ہے۔ شہر کے گرد قدیمی طرز کی ایک فصیل (کوٹ) اور چھ دروازے ہُوا کرتے تھے۔ چند دروازے تو اَب بھی اُنیسویں صدی کے اِنڈو مُسلم فنِ تعمیر کی اعلیٰ نشانیوں کے طور پر موجود ہیں مگر فصیل منہدم ہو چکی ہے اور صرف شہر پناہ (بند) کا کچھ حصّہ باقی ہے۔ لِسانی نقطۂ نظر سے کُلاچی کی سرائیکی آمیز پشتو اور پشتو آمیز سرائیکی اُس خاص ثقافت کی آئینہ دار ہے جسے "گنڈہ پُوری" کہا جاتا ہے۔ سرائیکی اور پشتون ثقافتوں کا یہ سنگم کُلاچی کی سوغاتوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے جس کی سختی کا مظہر یہاں کی روائتی چاقو چھُریاں اور نرمی کا غماز یہاں کا خاص حلوہ (بالخصوص "کھویا") ہے۔ یہاں ہندو فنِ تعمیر نے بھی خاصی ترقی کی تھی مگر تقسیم ہند کے بعد جب یہاں کے ہندو باشندے نقل مکانی کر گئے تو ہندو تعمیرات کی نگہداشت نہ ہو پائی اور اب اس کی باقیات کم یاب ہیں۔ صوفیائے کرام کے متعدد مزارات اور خانقاہیں[1] یہاں کے لوگوں کا روحانیت کی طرف میلان ظاہر کرتی ہیں۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ قیاساً 1952ء میں حصولِ تعلیم کی غرض سے کُلاچی کے محلّہ برہ خیل پہنچے۔ اس وقت آپ کے نہال گھرانہ کے سرپرست آپ کے ماموں الحاج محمد امیر خان گنڈہ پُور رحمۃ اللہ علیہ (و:1911ء۔ف:1985ء) تھے جو کہ متعدد اوصافِ حسنہ سے متصف ایک بلند پایہ شخصیت تھے اور بیک وقت ایک قادرُ الکلام شاعر، خطاط، دانشور، ماہرِ تعلیم، قاری القرآن اور تحریکِ پاکستان کے متحرک کارکن تھے۔ اُن کا قدرے تفصیلی تذکرہ باب ششم کی فصل اوّل میں بیان کیا جائے گا۔ اُن کے فرزندان الحاج عبدُالعزیز خان گنڈہ پُور، الحاج محمد نواز خان عُرف عبد الرشید خان گنڈہ پُور اور عبد الرحمٰن

---

[1] کُلاچی میں موجود خانقاہوں میں دربار میاں باران صاحب، دربار مدے خان، دربار خیر شاہ، دربار بخاری دادا، مزار بہادر دادا، مزار سیّد کرم شاہ، دربار فقیر نُور محمد کُلاچوی اور دربار سلطان محمد اشرف نمایاں ہیں۔

Marfat.com

خان عُرف حزبُ اللہ خان گنڈہ پُور سے حضرت صاحب کا رشتۂ اُنس و محبت تا دمِ آخر قائم رہا۔ اپنے ماموں زاد بھائیوں میں سے عبدُالعزیز خان ایک مہربان بڑے بھائی کی طرح تھے، عبدُالرشید خان ایک بے تکلف دوست تھے جبکہ حزب اللہ خان ایک فرمانبردار چھوٹے بھائی۔ سابق وزیرِ اعلیٰ صوبہ سرحد سردار عنایت اللہ خان گنڈہ پُور (و:1919ء۔ ف:2005ء) حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کے پھوپھی زاد بھائی تھے، لہٰذا حضرت صاحب اُنہیں "ماما" کہا کرتے اور ہمیشہ اُن سے خوشگوار مراسم قائم رکھے۔ سردار صاحب موصوف بھی حضرت صاحب کا غیر معمولی احترام کیا کرتے اور ہمیشہ سیاسی و سماجی معاملات میں آپ کی سفارشات کو ترجیح دیتے۔

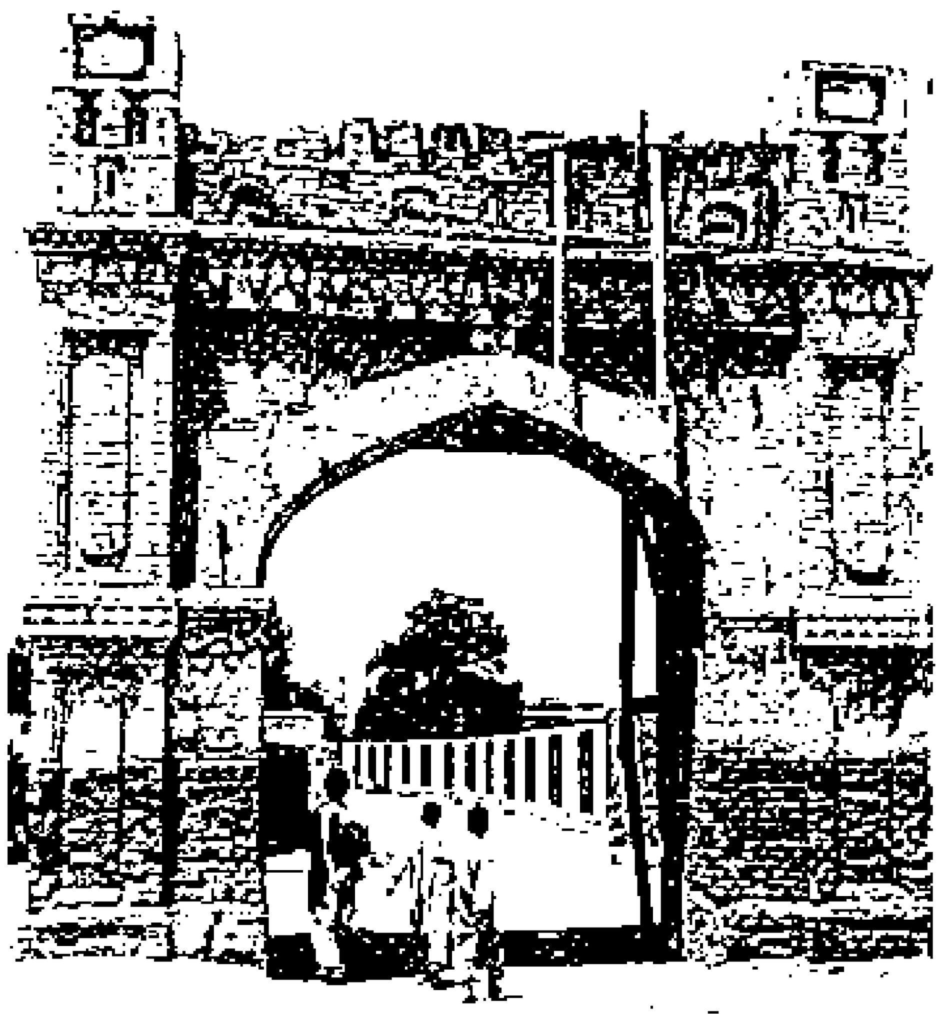

کُلاچی کا ٹنڈی گیٹ اور عقب میں گورنمنٹ ہائی سکول

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جماعت پنجم سے ہشتم تک کُلاچی کے گورنمنٹ ہائی سکول (نمبر1) بالمقابل ٹنڈی گیٹ میں زیرِ تعلیم رہے۔ سکول میں آپ کے اساتذہ میں غلام عباس خان، حاکم خان اور عبد الستار پی ٹی صاحبان شامل ہیں۔ اساتذہ محنتی اور بے لوث تھے۔ نیز حضرت صاحب کے اپنے ماموں محمد امیر خان گنڈہ پُور خود بھی ماہرِ تعلیم تھے اس لیے بچوں کی تعلیمی سرگرمیوں میں اُن کی ذاتی دلچسپی شامل رہتی۔ حضرت صاحب غالباً 1956ء تک کلاچی میں زیرِ تعلیم رہے اور مڈل کا امتحان یہیں سے پاس کیا۔

1956ء میں کُلاچی سے مڈل پاس کرنے کے بعد حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو میٹرک کے لیے پہاڑپُور بھیج دیا گیا۔ پہاڑپُور ڈیرہ اسماعیل خان شہر سے تقریباً چالیس کلو میٹر جنوب مغرب میں واقع ایک چھوٹا سا شہر ہے جو اِن دِنوں ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کا ایک تحصیل ہیڈ کوارٹر ہے۔ سرائیکی اور پشتو یہاں کی مقامی زبانیں جبکہ خربوزہ اور کھجور مقامی سوغاتیں ہیں۔ پہاڑپُور کے محلّہ جتّاں والا (اَب محلہ سُلطانیہ) میں ایک پنوں خیل گھرانہ آباد تھا جس کے افراد زرگری (صرّافی) کا کسب کرتے تھے اور سُلطان العارفین حضرت سُلطانِ باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ مُریدین میں سے تھے۔ ان کے ہاں حاجی غلام حسن زرگر کی حویلی میں حضرت صاحب تقریباً دو سال تک مقیم رہے[1]۔

---

[1] پہاڑپُور میں حضرت صاحب کے قیام سے متعلقہ روایات صاحبزادہ محمد منصور سُلطان نے 3 مئی 2012ء کو پہاڑپُور میں فیض الرحمٰن ولد حافظ اللہ بخش پنوں خیل، محمد اطہر پنوں خیل اور حضرت صاحب کے ہم جماعت حکیم فیض عالم صاحب سے انٹرویو کر کے ریکارڈ کیں۔

Marfat.com

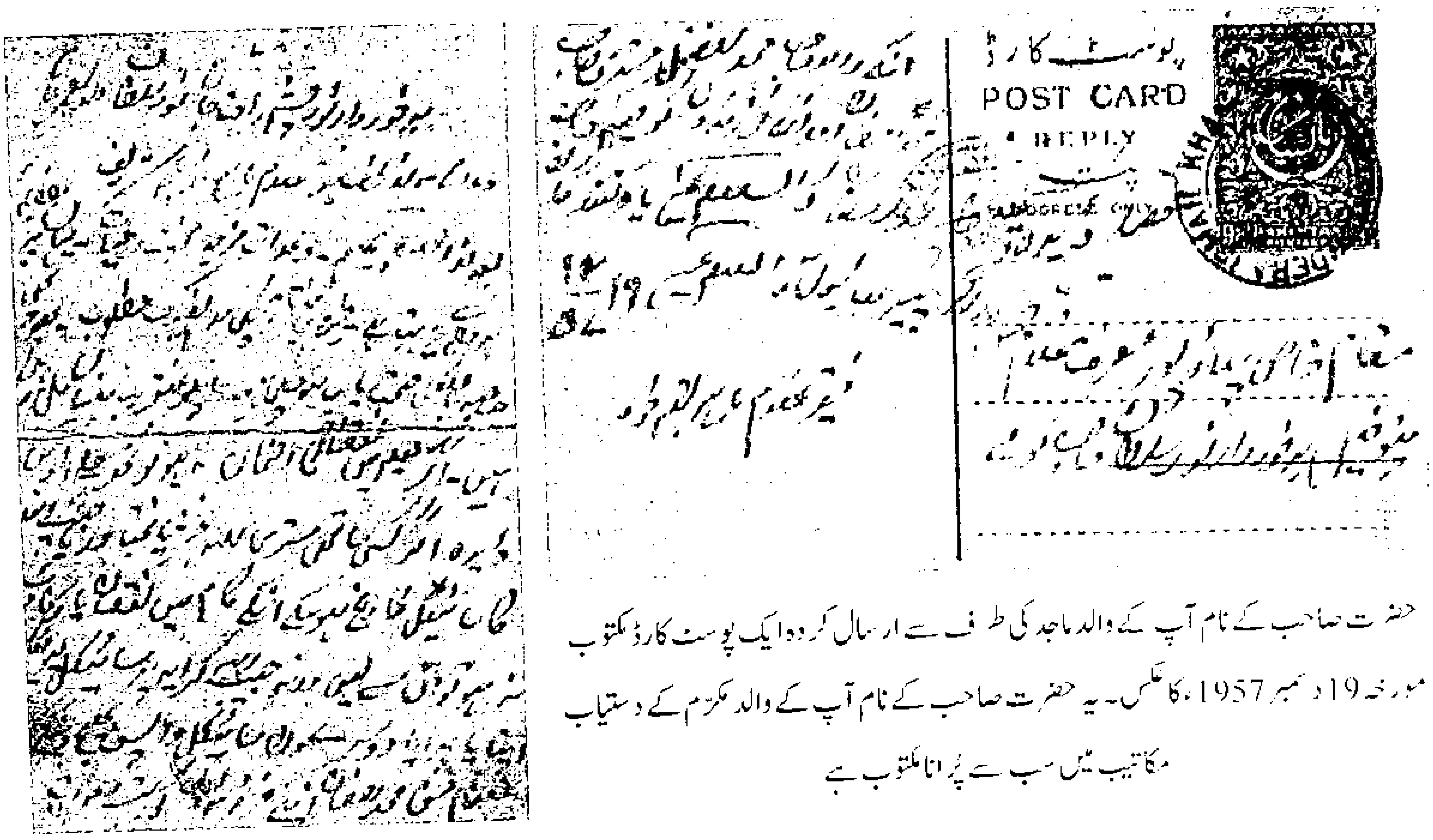

حضرت صاحب کے نام آپ کے والد ماجد کی طرف سے ارسال کردہ ایک پوسٹ کارڈ مکتوب مورخہ 19 دسمبر 1957ء کا عکس۔ یہ حضرت صاحب کے نام آپ کے والد مکرم کے دستیاب مکاتیب میں سب سے پرانا مکتوب ہے

میٹرک کے لیے حضرت صاحب نے گورنمنٹ ہائی سکول پہاڑپور (آج کل ہائی سکول نمبر 1) میں داخلہ لیا جو کہ پشاور یونیورسٹی سے الحاق شُدہ تھا۔ نہم و دہم کے مشترکہ امتحان پر پشاور یونیورسٹی سے سند جاری کی جاتی۔ حضرت صاحب نے آرٹس (humanities) کے مضامین اختیار کیے۔ یُوں اُردو، انگریزی، عربی/فارسی، جنرل سائنس، ریاضی، ڈرائنگ، تاریخ، جغرافیہ، اور جنرل نالج آپ کے مضامین تھے۔ آپ اُس دَور سے ہی پڑھائی میں نہایت محنتی واقع ہُوئے تھے اور راتوں کو جاگ جاگ کر پڑھا کرتے تھے۔ عنفوانِ شباب سے ہی پابندئ صوم وصلوٰۃ اور شائستہ عادات و اَطوار کے مالک تھے۔ اپنے والد ماجد کی شخصیت کا آپ پر بہت گہرا اثر تھا۔ وہ جب کبھی پہاڑپور تشریف لاتے تو حضرت صاحب کو تادیر پند و نصائح فرمایا کرتے۔ حضرت صاحب اُس دَور سے ہی خوش مزاج تھے مگر کبھی بھی مزاح میں شائستگی کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ سکول کے یونیفارم میں کالی یا نیلی ٹوپی شامل تھی۔ سکول کے اوقات کے بعد حضرت صاحب دستار استعمال کرتے۔

گورنمنٹ ہائی سکول پہاڑپور میں حضرت صاحب کے چند ہم جماعت صاحبان کا تلخیصی تعارف ملاحظہ ہو:

- حکیم فیض عالَم ولد حکیم عبد القادر (عُرف قادر مُلّا): حکمت و طِب سے وابستہ رہے۔ محکمہ جنگلات میں ملازمت بھی کرتے رہے۔
- غلام ربانی: زمانۂ طالبعلمی میں نہایت ذہین تھے۔ بعد ازآں زرگری کا پیشہ اختیار کیا۔

Marfat.com

- غلام محمد قاصر (و:1944ء۔ف:1999ء): آپ ڈیرہ اسماعیل خان اور دامان کے نمایاں ترین اُردو شاعر بن کر اُبھرے۔ روایت اور جدّت کے دلکش امتزاج پر مبنی اُن کے تین شعری مجموعے "تسلسل" (1977ء)، "آٹھواں آسماں بھی نیلا ہے" (1987ء) اور "دریائے گُمان" (1998ء) شائع ہُوئے۔ اُن کی کُلیات "اِک شعر ابھی تک باقی ہے" وفات کے بعد منظرِ عام پر آئی[1]۔ سُلطان ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ (و:1960ء۔ف:1913ء) نے ایک بار راقم کو بتایا کہ وہ قاصر صاحب کی وفات سے کچھ عرصہ قبل ایک مشاعرے میں اُن سے ملے تو وہ نہایت محبت سے حضرت صاحب کو یاد کر رہے تھے۔
- ملک بشیر: قانون کی تعلیم حاصل کی اور ڈیرہ اسماعیل خان میں وکالت کی پریکٹس کرتے رہے۔
- پرویز اِلٰہی ہوت بلوچ: وفاقی حکومت میں ملازمت اختیار کی، کمشنر رہے اور اسلام آباد سے بطور وفاقی سیکریٹری ریٹائر ہُوئے۔
- شمشاد علی (قانون گو ریٹائر ہُوئے)، ملک مظفر ڈھپ (بستی ڈھپ سے تعلق تھا اور محکمہ تعلیم سے ریٹائر ہُوئے)، محمد اشفاق

سکول کے اساتذہ نہایت محنتی اور قابل تھے۔ سکول ٹائم کے بعد بورڈنگ میں طلبا کو بلا مشاہرہ پڑھایا کرتے۔ خصوصاً پشاور یونیورسٹی کے تحت ہونے والے امتحانات سے دو ماہ قبل سے تو بہت محنت شروع ہو جاتی۔ سکول میں حضرت صاحب کے اساتذہ میں سے چند کے اسمایہ ہیں: حیات خان صاحب (ہیومینٹیز)، عبدالرحمٰن مروت صاحب (انگریزی)، قاضی فتح محمد صاحب (اُردو، جنرل نالج) اور نیاز علی صاحب آف کاٹھ گڑھ۔

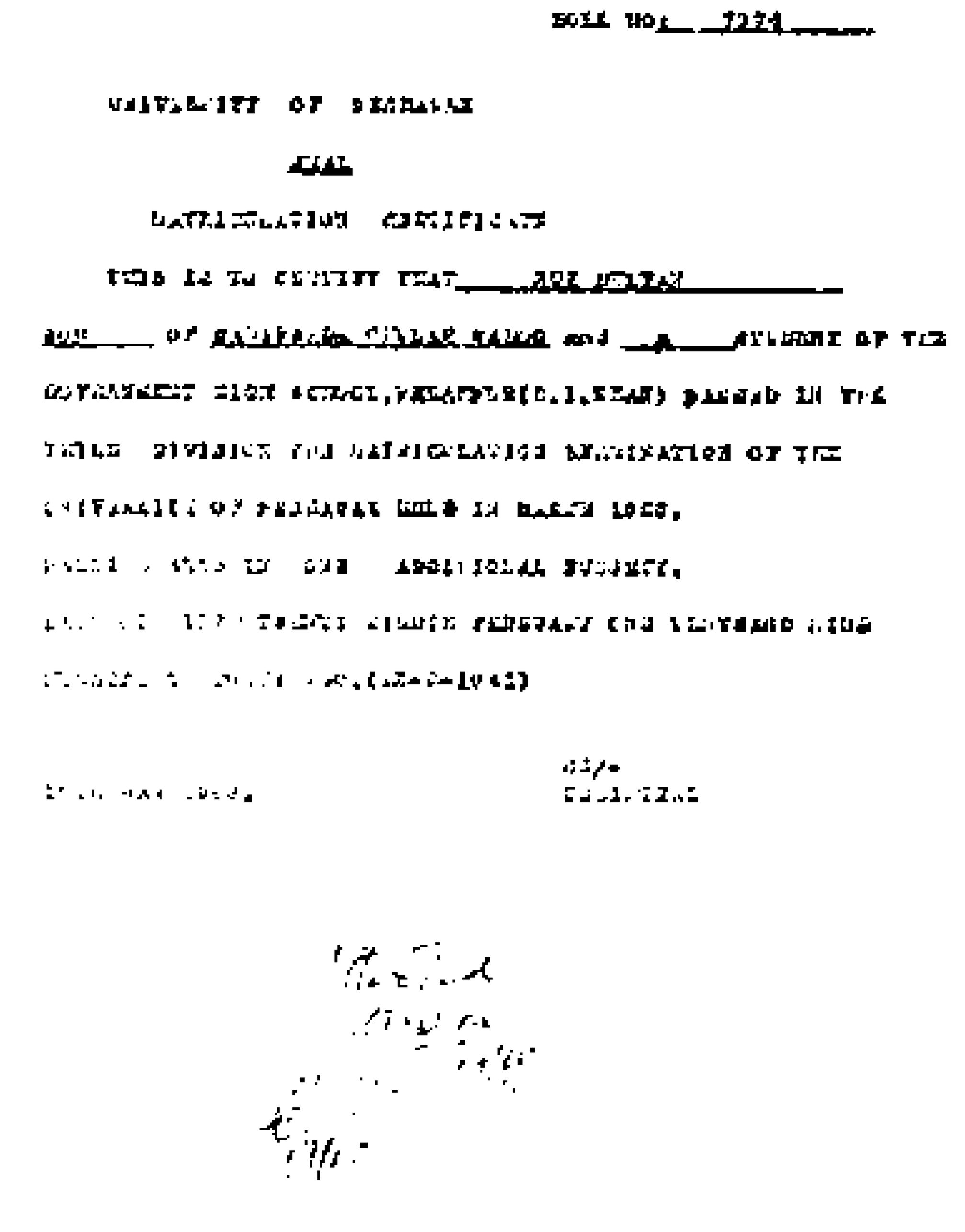
ROLL NO. [illegible]

UNIVERSITY OF [illegible]

MATRICULATION CERTIFICATE

THIS IS TO CERTIFY THAT [illegible]

[illegible]

سند میٹرک کا عکس

میٹرک کا امتحان پشاور یونیورسٹی کے تحت مارچ 1958ء میں منعقد ہُوا جبکہ نتائج مئی 1958ء میں نکالے گئے۔ حضرت صاحب نے میٹرک کا امتحان رول نمبر 7974 کے تحت ایک اضافی مضمون کے ساتھ پاس کیا۔ اُس زمانہ کے تعلیمی نقطۂ نظر سے میٹرک کی سند قابلِ قدر حیثیت رکھتی تھی۔ تدریس کا معیار بلند تھا اور کم ہی لوگوں کو یہ سند حاصل کرنے کا موقع ملتا۔

---

[1] گُل بداماں۔ محمد علی بخاری۔ مثال پبلشرز، فیصل آباد۔ 2011ء۔ صفحات 52تا57 اور 202

Marfat.com

جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ 1958ء میں میٹرک پاس کر چکے تو آپ کی اعلیٰ تعلیم کا سوال پیدا ہوا۔ آپ کے والدِ ماجد نے یہ بات تو طے کر رکھی تھی کہ اُنہوں نے اپنے فرزندِ اکبر کو دینِ متین کی خدمت کے لیے وقف کرنا ہے مگر سوال یہ تھا کہ کون سے علمی راستہ پر چل کر آپ بہتر طور پر خدمتِ دین کے فریضہ سے سبکدوش ہو پائیں گے۔ ایک طرف مُلک کے جدید تعلیمی اِدارے (کالج، یونیورسٹیاں) تو دوسری طرف روائتی دینی ادارے (مدارس، جامعات) تھے۔ ایک راستہ یہ تھا کہ جدید علم کے حصول کے بعد جدید طریق پر خدمتِ دین کا شرف حاصل کیا جائے تاکہ عصری تعلیم یافتہ طبقہ مُستفیض ہو پائے۔ دوسرا راستہ درسِ نظامی کے حصول کا تھا جو کہ اسلامی نظامِ تعلیم کی تقریباً ایک ہزار سالہ شاندار روایات کا امین ہے۔ نہایت سوچ بچار کے بعد اِسلامیہ کالج پشاور اور جامعہ انوارُ العلوم مُلتان میں سے کسی ایک اِدارے میں داخلہ لینے پر آمادگی ہوئی۔ حضرت صاحب کی تعلیمی زندگی کے اہم فیصلے آپ کے والد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ اور چچا حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے۔

اُس دَور میں حضرت صاحب کا مَیلان اِسلامیہ کالج پشاور میں داخلہ لینے کی طرف تھا۔ انجمن حمایتِ اِسلام کے زیرِ اہتمام صاحبزادہ سَر عبدُالقیوم (و:1863ء۔ ف:1937ء) کا بنا کردہ یہ عظیم اِدارہ ایک طرف جدید و قدیم علوم کا امتزاج پیش کرتا تھا تو دوسری طرف برِّصغیر کے مُسلمانوں میں سیاسی شعور کی بیداری اور تحریکِ پاکستان میں خدمات کے پیشِ نظر تاریخی اہمیت کا حامل تھا۔ حضرت سُلطان غلام دستگیر رحمۃ اللہ علیہ بھی اِس حق میں تھے کہ آپ کا داخلہ اسلامیہ کالج پشاور میں ہی ہو مگر حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کچھ اور ہی سوچ رہے تھے۔

خاندانِ حضرت سُلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ میں ایک مُستند عالمِ دین کی کمی شدت سے محسوس کی جا رہی تھی۔ سُلطانُ العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تعلیمات میں شریعت اور حصولِ علم کی جو اہمیت بیان فرمائی تھی اُس کی روشنی میں لازم تھا کہ خانوادۂ عالیہ میں عُلومِ شریعت کا ایک ایسا عظیم عالم تیار کیا جائے جو شریعت و طریقت کی حقیقی روح سے عوام النّاس کو رُوشناس کرا سکے۔ مزید بر آں علاقۂ دامان میں اہلسُنّت والجماعت کا کوئی مُستند عالمِ دین نہ تھا۔ بد عقیدگی کے بڑھتے سیلاب پر بَند باندھنے کے لیے ضروری تھا کہ عالمانہ سطح پر عقائدِ دین کا تحفظ کیا جائے اور مذہبِ حق کے خلاف سازشوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا جائے۔

مذکورہ بالا وجوہ کے پیشِ نظر حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے لختِ جگر کو کسی ایسے ادارہ میں بھیجیں جہاں خالصتاً دینی علوم کی تعلیم دی جاتی ہو۔ حضرت سُلطان غلام دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اِس فیصلہ پر آمادہ کیا گیا

Marfat.com

اور طے یہ پایا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامعہ انوارُ العلوم مُلتان میں غزالیِ زماں علّامہ السیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ سرپرستی زیورِ علمِ دین سے آراستہ ہوں۔ اِس فیصلہ سے یہ سوال اُٹھا کہ کہیں مدرسہ کی تعلیم اُنہیں محدود تو نہ کر دے گی اور کہیں اُن کی دَس سالہ تعلیمی محنت رائیگاں تو نہ چلی جائے گی۔ اِس سوال کا جواب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رفیقِ دیرینہ اور چچا حضرت سُلطان الطاف علی حفظہ اللہ نے اپنے ایک مکتوب میں دیا، جس کا اقتباس ملاحظہ ہو:[1]

" ... آپ کے future کے متعلق جو کچھ برادر حضرت صاحبان نے تجویز کیا اُس سے سَر تابی نہیں کی جا سکتی۔ دراصل ہماری اصل لائن تو راہِ درویشانہ و فقیری ہے جسے ہم قریباً قریباً بُھلاتے جا رہے ہیں۔ اب جبکہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ آپ کسی اسلامی درس میں " صحیح اسلامی تعلیم " حاصل کریں گے، اسے آپ بالکل محدود تصور نہ کریں بلکہ ہماری اسلامی معاشرت، ثقافت، اخلاقیات، عقائد اور اسلامی تہذیب کا صحیح علم نہایت وسیع ہے۔ اب آپ کا فرض ہو گا کہ آپ ثابت کر سکیں کہ اسلام کے عالمِ باعمل اور صحیح مُبلّغ ہوں گے۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ اگر آپ اسلام کے لیے باعثِ ترقی و برکت ہُوئے بَس مقصد پُورا ہو گیا۔ ورنہ پاکستان اور دُنیائے اسلام میں مولوی اور مُلا لوگ بہت پھر رہے ہیں۔ میرا مطلب ہے اسلامی تعلیم حاصل کرتے وقت اپنا مقصد نہایت بلند رکھیں۔ ... باقی رہا آپ کا میٹرک تک تعلیم حاصل کرنا تو یہ دراصل اسلامی تعلیمات کے شروع کرنے سے پہلے ضروری تھا تاکہ صحیح sense اور شعور پیدا ہو جائے۔ آپ کے دس سال ضایع نہیں ہُوئے بلکہ اِن دس سالوں کی تعلیم نے آپ کے ذہن میں ایک ایسا رجحان پیدا کر دیا ہے جس سے انسان خود بخود ہر کتاب و علم کا مطالعہ کرنے کو تیار ہو سکتا ہے اور سمجھ سکتا ہے۔ ..."

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جامعہ انوارُ العلوم داخل ہو جانے کے کچھ عرصہ بعد تک بھی اسلامیہ کالج پشاور کے متعلق مشاورت ہوتی رہی۔ تاہم حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی ترجیہات واضح اور دوٹوک تھیں۔ اِس ضمن میں اُس عظیم والدِ ماجد کے ایک مکتوب کا اقتباس ملاحظہ ہو جو اُنہوں نے اپنے ہونہار نوجوان فرزند کو ارسال کیا:[2]

" ... ہم نے جہاں تک آپ کے متعلق سوچا اور مشورہ کیا ہے، ضرورت اِس امر کی ہے کہ (یہ جائزہ لیا جائے کہ) پشاور اسلامیہ کالج میں اساتذہ علمائے کرام یا کالجیٹ ہیں؟ متشرع اور دیندار ہیں؟ کون کون سی کتابیں اور احادیث و تفسیر پڑھائی جاتی ہیں؟ شاید وہاں صرف عربی پڑھانے کا بندوبست ہو۔ فقہ حدیث تفسیر کے

---

[1] مکتوبِ حضرت سُلطان الطاف علی بنام حضرت نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 26 اپریل 1958ء۔ مملوکہ راقم

[2] مکتوبِ حضرت سُلطان غلام باھُو بنام حضرت نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 18 دسمبر 1959ء۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

تھوڑے تھوڑے چیدہ چیدہ حصے پڑھائے جاتے ہوں۔ ہمیں صرف عربی کی ضرورت نہیں بلکہ اچھے نیک سیرت وصورت (عالم کی ضرورت ہے) جس میں علم دین، خُدا اور رسول (ﷺ) کے کلام کی عزت و قدر ہو، جس کے دل میں خشوع، اللہ سے ڈرنے والا ہو۔ ویسے عربی تو کئی انگریز اور ہندو بھی جانتے ہیں۔ ... اگر مکمل بالترتیب دینی تعلیم اور نیک علما کا بندوبست نہ ہُوا تو پھر پشاور کی صلاح نہ ہو سکے گی۔ رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ ..."

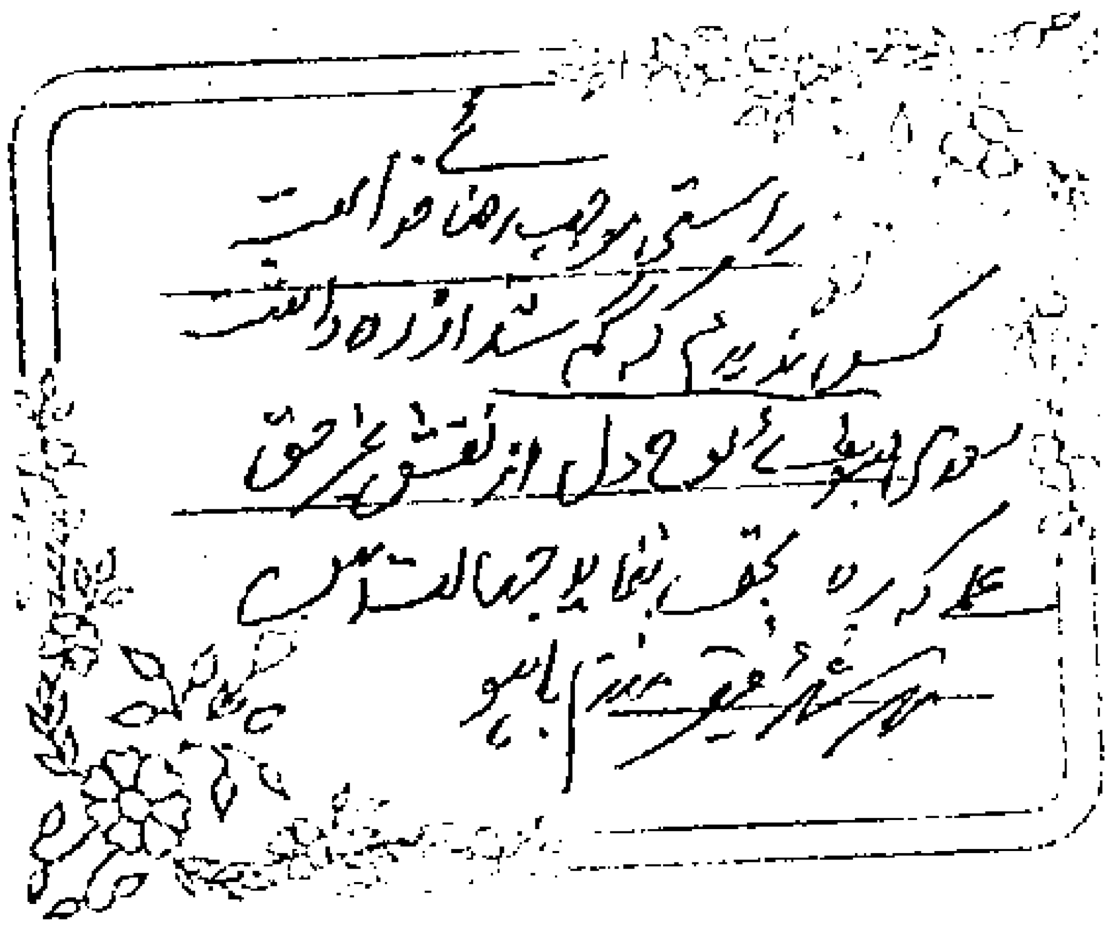
راستی موجب رضائے خدا است
کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست
سعدیا بشوئے لوح دل از نقش غیر حق
علمے کہ رہ بحق ننماید جہالت است
باھو

تحریر بقلم حضرت فقیر سُلطان غلام باھو رحمۃ اللہ علیہ

مندرجہ بالا اقتباس سے حضرت فقیر سُلطان غلام باھو رحمۃ اللہ علیہ کا نظریۂ تعلیم بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بغیر تربیت اور کردار سازی کے علم بے معنی ہے۔

؏ علمے کہ رہ بحق ننماید جہالت است۔

بعض حلقوں میں ایک بے بُنیاد تصور پنپ چُکا ہے کہ وہ لوگ جو کُند ذہن ہوتے ہیں یا جدید اداروں میں داخلہ لینے کے متحمل نہیں ہو سکتے، مدارس کا رُخ کرتے ہیں۔ اِس کے برعکس اوپر کے کلام سے ظاہر ہے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ذہانت و فطانت میں بے مثال تھے اور عصری علوم کے حصول کی ایک مضبوط بُنیاد بنا چکے تھے۔ آپ کے لیے عصری علوم حاصل کرنے کے جُملہ مواقع میسّر تھے مگر آپ کے بزرگوں کی دینِ اسلام سے بے پایاں محبت اور علمِ دین کی سچی خدمت کا جذبہ ہی تھا جو آپ کو مدارسِ اسلامی کی طرف کشاں کشاں لے گیا اور آپ نے اپنے عہد کے جیّد ترین اساتذہ کے حضور زانوئے تلمذتہ کیا جس کا تذکرہ باب دوم میں موجود ہے۔

صاحبزادہ نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ۔1960ء
عنفوانِ شباب کی ایک تصویر

Marfat.com

باب دوم

حصولِ علمِ دین

Marfat.com

بابِ دوم: حُصولِ علمِ دین

فصلِ اوّل: جامعہ اَنوارُ العُلوم مُلتان (1958ء تا 1963ء)

جامعہ کا تاریخی پس منظر، حضرت صاحب کی جامعہ میں آمد، جامعہ کا ماحول اور آپؒ کا قیام و معمولات، ہم نصابی و اَدبی محافل، سالانہ جلسے اور مِلّی سرگرمیاں، مجلّہ "السّعید"، عِلمی مباحث، جامعہ اَظہرُ العلوم میں ششماہی قیام، درسِ میراث، دَورۂ حدیث و مُشکلاتِ بُخاری

فصلِ دوم: درسِ علّامہ میاں سُلطان اعظم چِھچھڑویؒ، موسیٰ والی، میانوالی (1963ء)

پس منظر، تعارفِ چھچھڑوی حضرات و علّامہ سُلطان اعظمؒ، حضرت صاحب کی تحصیلات و معمولات

فصلِ سوم: جامعہ مظہریہ اِمدادیہ بندیال (1963ء۔1964ء)

تاریخ جامعہ، اُستاذُ العلماعلّامہ عطامحمّد بندیالویؒ، حضرت صاحبؒ کی جامعہ بندیال آمد، آپؒ کے تعلیمی معمولات، اُستاذُ الاساتذہ کا فنِ تدریس، ہمدرس حضرات، اَسباقِ معقولات اور متفرّق اَحوال

فصلِ چہارم: جامعہ اِسلامیہ بہاولپور (1964ء تا 1966ء)

تعارفِ بہاولپور، تاریخ جامعہ اسلامیہ بہاولپور، آپؒ کی جامعہ آمد کا پس منظر، تخصص فی الفقہ والقانون میں داخلہ، جامعہ کا ماحول، جامعہ کے اساتذہ کا تعارف اور اُن کا آپؒ سے تعلّق، جامعہ کے طلبا اور آپؒ کے ہمسبق حضرات کا تذکرہ، جامعہ میں آپؒ کے علمی و ادبی و تنظیمی مشاغل، سالِ اوّل کے تدریسی معمولات و مقالہ، 1965ء کی پاک بھارت جنگ، سالِ دوّم کے تدریسی معمولات و مقالہ

فصلِ پنجم: سِلسِلتُہ الذّھب (سندِ حدیث و سندِ علومِ عقلیہ و نقلیہ)

Marfat.com

فصل اوّل

جامعہ انوارُ العلوم مُلتان (1958ء تا 1963ء)

تاریخی پس منظر:

غزالیٔ زماں علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ (و: 1913ء۔ف:1986ء) نے جامعہ عربیہ انوارُ العلوم کی بُنیاد 1944ء میں مدینۃ الاولیاء مُلتان میں رکھی[1]۔ یوں تو آپ نے 1935ء میں مُلتان تشریف آوری کے ساتھ ہی باقاعدہ درسِ قُرآن، درسِ حدیث اور درسِ علومِ دینیہ عربیہ کا سلسلہ بالترتیب مسجد حافظ فتح شیر، مسجد حضرت چپ شاہ اور اپنی رہائش گاہ پر شروع فرمالیا تھا[2] تاہم جب آپ پر قاتلانہ حملے ہُوئے تو یہ احساس شدت اختیار کر گیا کہ اِس حیاتِ مُستعار میں دینِ متین کی خدمت کے لیے بڑے پیمانے پر کچھ کر جانا چاہیے[3]۔ اِسی خواہش کو عملی جامہ پہناتے ہُوئے 1944ء میں آپ نے الحاج مُنشی اللہ بخش (و:؟1904ء۔ف:1959ء) کے تعاون سے مُلتان کے کچہری روڈ پر ایک قطعہ اراضی خرید کر جامعہ عربیہ انوارُ العلوم کی داغ بیل ڈالی۔

جامعہ انوارُ العلوم کے پہلے صدر مدرس اور شیخ الحدیث علّامہ الحافظ سیّد محمد خلیل خاں کاظمی رحمۃ اللہ علیہ (و:1896ء ۔ف:1970ء) مقرر ہُوئے جو کہ غزالیٔ زماں کے برادرِ بزرگوار اور مُرشد و اُستاذ تھے جبکہ آپ کے عمِّ مکرم سیّد حبیب احمد آفق کاظمی رحمۃ اللہ علیہ پہلے ناظمِ اعلیٰ بنے[4]۔ جامعہ کے اِبتدائی اساتذہ میں حضرت مفتی اُمید علی خان گیاوی رحمۃ اللہ علیہ (و:1883ء۔ف:1964ء)، حضرت علّامہ عبدُالحفیظ حقّانی رحمۃ اللہ علیہ (و:1900ء۔ف:1958ء)، علّامہ مُفتی سراج احمد خانپوری رحمۃ اللہ علیہ (و:1886ء۔ف:1976ء)، حضرت مفتی سیّد مسعود علی قادری رحمۃ اللہ علیہ (و:1909ء۔ف:1973ء)، حضرت علّامہ عبدُالکریم جامپوری رحمۃ اللہ علیہ (ف:1964ء)، حضرت علّامہ محمد جعفر تونسوی رحمۃ اللہ علیہ (ف:؟1962ء)، علّامہ فقیر محمود سدیدی تونسوی حفظہ اللہ اور مولانا جان عالم رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستیاں شامل ہیں[5]۔ آنے والے دِنوں میں جامعہ انوارُ العلوم ایک تعلیمی اِدارہ ہی نہیں بلکہ ایک عظیم علمی و روحانی تحریک ثابت ہُوا۔ ایک طرف اِس کے فارغ التحصیل جلیل القدر علمانے دُنیا بھر

---

[1] ماہنامہ "السّعید"، مُلتان۔ شمارہ 12۔ اپریل 1963ء۔ مضمون "رُودادِ انوارُ العلوم"۔ ص 27

[2] تذکرہ ابرارِ مِلّت (نُور نُور چہرے)۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری۔ نُوری کُتب خانہ، لاہور 2005ء۔ ص 14

[3] مقالاتِ کاظمی (جلد اوّل)۔ علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی۔ تعارفِ مصنف از علّامہ غلام رسول سعیدی۔ بزمِ سعید، مُلتان 1996ء۔ ص 16

[4] ماہنامہ "السّعید"، مُلتان۔ شمارہ 12۔ اپریل 1963ء۔ مضمون "رُودادِ انوارُ العلوم"۔ ص 28

[5] ماہنامہ "السّعید"، مُلتان۔ اکتوبر 1994ء۔ مضمون "انوارُ العلوم کے ابتدائی اساتذہ کرام" از خلیل احمد رانا۔ صفحات 44 تا 48

Marfat.com

بالخصوص ملکِ پاکستان کے کونے کونے میں علم، ایمان اور عشقِ رسول ﷺ کی شمعیں روشن کیں تو دوسری طرف یہ اِدارہ حضرت غزالئ زماں کی سرپرستی میں کئی ملّی تحریکوں اور تنظیموں کا مرکز رہا۔

تحریکِ پاکستان میں غزالئ زماں علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں[1]۔ مُسلمانوں میں ملّی شعور بیدار کرنے اور جُداگانہ وطن کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے آپ نے برِّصغیر کے طول و عرض کے دَورے کیے، آل انڈیا مُسلم لیگ کے جلسوں میں خطابات فرمائے، اخبارات میں مضامین لکھے، پاکستان کے حق میں قراردادیں پاس کرائیں اور دیگر مشائخ و علمائے اہلسُنّت کے ساتھ اپنے معتقدین کو قیامِ پاکستان کی اہمیت سے روشناس کیا۔

قیامِ پاکستان کے فوراً بعد آپ نے جمعیۃ العلماءِ پاکستان کی بُنیاد رکھی[2]۔ مارچ 1948ء میں آپ کی تحریک پر جامعہ انوارُ العلوم مُلتان میں ہی مُلک بھر کے علماو مشائخ کا اجتماع ہُوا جس میں جمعیت کی مرکزی تنظیم سازی کی گئی۔ حضرت علّامہ ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ (و:1896ء۔ ف:1961ء) کو اوّلین مرکزی صدر جبکہ حضرت علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کو مرکزی ناظمِ اعلیٰ منتخب کیا گیا[3]۔ جمعیۃ العلماءِ پاکستان کے پلیٹ فارم سمیت اپنی ذاتی مساعئ جلیلہ سے غزالئ زماں نے جن دینی، ملّی اور سماجی تحریکوں میں نمایاں خدمات سرانجام دیں اُن میں 1948ء میں مجاہدینِ کشمیر کی معاونت، 1956ء میں اسلامی دستور سازی کی کاوشیں، سیلاب زدگان کی امداد، 1960ء میں تنظیم المدارس کا قیام، 1960ء ہی میں تنظیم المساجدِ اہلسُنّت کا قیام، 1977ء میں تحریکِ نظامِ مُصطفیٰ ﷺ، اور اکتوبر 1978ء میں جماعتِ اہلسُنّت پاکستان کا قیام وغیرہ شامل ہیں۔ جامعہ انوارُ العلوم اِن تمام تحریکی سرگرمیوں کا مرکز رہا۔

تحقیق، ادب اور صحافت کے میدان میں بھی جامعہ انوارُ العلوم نے ناقابلِ فراموش خدمات سرانجام دیں۔ "قائد" اور "السّعید" کے شمارے نہ صرف نمایاں صحافتی کارنامے بلکہ شاندار علمی و تحقیقی مجلّے تھے جن کے حوالہ جات آج بھی سنجیدہ تحقیقات میں پیش کیے جاتے ہیں۔ اِن مجلّوں نے متعدد علمی مباحث کی گُتھیاں سُلجھانے اور غیروں کی باطل تحریروں کا رَد پیش کرنے میں بیش قیمت خدمات سرانجام دیں۔ نیز غزالئ زماں چونکہ اپنے ہمراہ اَمروہہ کی شُستہ و شیریں اُردو کی ادبی روایات بھی لائے تھے لہٰذا یہ مجلّے اَدبی میدان میں بھی سرِخیل ثابت ہُوئے۔

---

[1] مواقعُ النجوم۔ علّامہ برکت علی رضوی نقشبندی۔ انجمن اصلاح المسلمین، ماموں کانجن (ضلع فیصل آباد)۔ 1997ء۔ ص96

[2] مقالہ "تعارف جمعیۃ العلماء پاکستان"۔ مرتبہ: علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی، ناظمِ اعلیٰ جمعیۃ العلماءِ پاکستان۔ مقبولِ عام پریس، لاہور۔ 1955ء

[3] مقالہ "تعارف جمعیۃ العلماءِ پاکستان"۔ مرتبہ: علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی، ناظمِ اعلیٰ جمعیۃ العلماءِ پاکستان۔ مقبولِ عام پریس، لاہور۔ 1955ء

Marfat.com

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جامعہ انوارُ العلوم میں آمد:

حضرت صاحب علّامہ محمّد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی عُمر سولہ برس تھی جب آپ اپریل / مئی 1958ء میں انوارُ العلوم داخل ہُوئے۔ علّامہ الحافظ محمد گُل سعیدی رحمۃ اللہ علیہ (ف:1995ء) اُس وقت کی یادیں یوں تحریر کرتے ہیں[1]:

"مجھے وہ مبارک دن آج تک یاد ہے جب آپ کو مدرسہ مذکورہ میں داخلہ دلانے آپ کے والدِ ماجد عمدۃُ الصالحین حضرت سُلطان غلام باھُو صاحب دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ جمعہ شریف اور آپ کے چچا بزرگوار قدوۃُ العارفین جناب سُلطان غلام دستگیر صاحب القادری مدّ ظلہ العالی آف حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے ہمراہ مُلتان آئے تھے۔"

کچہری روڈ مُلتان پر انوارُ العلوم کے پُرانے کیمپس کا صدر دروازہ

یہ خانوادۂ سُلطانُ العارفین کی تاریخ کا اہم موڑ تھا کیونکہ آگے چل کر حضرت صاحب نہ صرف خانوادۂ مذکورہ کے ایک مضبوط علمی و شرعی ستون ثابت ہُوئے بلکہ خانوادۂ عالیہ کے متعدد افراد کو آپ سے شرفِ تلمذ نصیب ہُوا۔ جامعہ انوارُ العلوم میں داخل ہوتے ہی آپ خانوادہ کے بزرگوں کی خصوصی توجہ، توقّعات اور دعوات کا مرکز بن گئے۔ آپ کی تعلیمی منصوبہ بندی آپ کے والدِ ماجد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو (و:1913ء۔ ف:2001ء) اور عمِ مکرم حضرت سُلطان غلام دستگیر (و:1919ء۔ ف:1986ء) کی ہدایات اور سرپرستی کی مرہونِ منّت تھی، تاہم آپ کے دیگر عموی بزرگ مثلاً حضرت سُلطان غلام سرور (و:1908ء۔ ف:1987ء)، حضرت سُلطان محمد عبدُالعزیز (و:1911ء۔ف:1981ء)، حضرت سُلطان نُور حُسین (و:1921ء۔ف:1978ء)، حضرت سُلطان محمد مُشتاق (و:1929ء۔ف:1967ء) بھی آپ کی سرپرستی فرماتے رہے۔ اُس دَور کے مکاتیب سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بزرگ اپنے گھرانے کے تین نوجوانوں سے خاص طور پر توقّعات اور امیدیں رکھتے تھے: سُلطان الطاف علی صاحب، ظہور سُلطان قادری صاحب اور حضرت صاحب۔

[1] مقالہ "امامِ اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، تحقیق و تنقید کی روشنی میں"۔ علّامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ تقریظ از علّامہ محمد گُل سعیدی چشتی۔ تحریر کردہ 1966ء۔ باھُو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2010ء۔ ص 109

Marfat.com

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ ماجد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ جب آپ کو جامعہ انوارُ العلوم میں داخل کرا کے غزالیٔ زماں کے سپرد کر آئے تو اپنے برادرِ خورد حضرت سُلطان الطاف علی حفظہ اللہ کو مکتوب تحریر کیا جو اُن کے جذبات کی خوب عکاسی کرتا ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو[1]:

"برادرِ عزیز، علم یا عمل سب کچھ قدرت کے اختیار میں ہے۔ میری ایک معمولی سی سعی ہے جس کی کامیابی و ناکامی اُس دستِ قدرت کے دائرہ میں ہے۔ اگر قدرت اِس تھوڑی سی ارادت کو منظور فرمالیوے تو میرے لیے سعادتِ دارین ہو سکتی ہے۔ ایک پیغام و مقصد ہے جو مالک (عزوجل) اور اس کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے ہم جاہل مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے۔ ہم تو صحیح دینی علم حاصل نہ کر سکے، شاید قدرت انہیں نصیب فرماوے۔ شاید ہماری روح کے لیے باعثِ راحت ثابت ہو اور اُن کے لیے بھی شاید فائدہ مند ہو۔ کسی نے کہا ہے

گفتم بتورہ منزلِ مقصود درا　　　گر مانرسیدیم تو شاید برسی

آپ کو خوشی ہو گی کہ نُور سُلطان کو مدرسہ انوارُ العلوم مُلتان میں داخل کر دیا گیا ہے۔ دربار شریف پر ہمراہ برادرم صاحب جا کر داخل کرایا۔ مالک رحم فرماوے۔ ..."

مندرجہ بالا اقتباس سے یُوں معلوم ہوتا ہے جیسے وہ والدِ ماجد اپنے فرزندِ ارجمند کے علمِ دین کی صورت میں اپنے خوابوں کی تعبیر اور اپنے مشن کی تکمیل دیکھ رہے تھے۔ پھر آپ ایک مکتوب میں اپنے بھائی حضرت سُلطان غلام دستگیر فخرِ کشمیر رحمۃ اللہ علیہ کو یوں تحریر فرماتے ہیں[2]:

"نُور سُلطان کو اگر قدرت نے شوق دیا تو اس کے لیے مدرسہ میں ٹھہرنا بہت مفید رہے گا۔ اُستاد بہت تھوڑا ٹائم سبق دیتے ہیں۔ باقی روز و شب محنت کرنا، سویرے سحر کو اُٹھنا، پڑھنا، یہ فرداً طلبا کا اپنا ذوق و شوقِ تعلیم ہے۔ اور صحیح تعلیم اور ہر وقت کی تعلیم اور طلبہ سے استفادہ حاصل کرنا بغیر مدرسہ کے نہیں ہو سکتا۔ ..."

مدرسہ میں قیام کے دوران میں حضرت صاحب کے والدِ ماجد مکتوبات کے ذریعے لگاتار آپ کو علم و عمل سے متعلق پند و نصائح کرتے رہتے، آپ کی تعلیمی پیشرفت سے باخبر رہنے کے لیے اِستفسارات کرتے اور نتیجۃً ہدایات صادر فرماتے۔ آپ کے مشاغل و معمولات کے متعلق معلومات حاصل کرتے اور خصوصاً یہ وضاحت لی جاتی کہ آپ کون کون سے اسباق کن کن اساتذہ سے پڑھ رہے ہیں۔ انہی ایام کے دو نمائندہ مکتوبات سے اقتباسات ملاحظہ ہوں:

---

[1] مکتوب حضرت سُلطان غلام باھُو بنام حضرت سُلطان الطاف علی۔ مورخہ 8 مئی 1958ء۔ مملوکہ حضرت سُلطان ارشد القادری

[2] مکتوب حضرت سُلطان غلام باھُو بنام حضرت سُلطان غلام دستگیر۔ مورخہ 23 مئی 1958ء۔ مملوکہ حضرت سُلطان ارشد القادری

Marfat.com

الف)[1]: "... اگر آپ کو واقعی تعلیم سے محبت و شوق ہے تو ہمارے لیے بہت ہی باعثِ خوشی ہے۔ مگر یاد رکھیں، جلد نکلنے کی کوشش نہ کریں۔ دیر آید درست آید۔ جلدی اسباق سے نکل جانے میں پڑھا ہُوا کچھ عرصہ بعد بھول جانے کا سخت خطرہ ہے۔ دُنیاوی تو خیر، دینی علوم اسباق بھول جانا بھاری کمبختی ہے۔ اِس کی مثال ایسی ہو جاتی ہے جیسے کہ دریا میں نہائے مگر پانی نہ پیئے، اگر پیئے تو تھوڑا، کچھ وقت (بعد) ویسا ہی تشنہ کام رہ جائے۔ جب تک اسباق پورے طور ذہن نشین نہ ہوں، آگے نہ چلیں۔ اپنے اسباق میں فارسی کو ضرور شامل رکھنا۔ یہ بہت ضروری ہے۔ اور کون کون سی کُتب کا سبق شروع ہے؟ ..."

ب)[2]: "... بعد از السلام علیکم و دعائے علم ہدایت نصیب۔ علم سے مُراد اَلْعِلْمُ دانستن ہماری مُراد ہے، یعنی وہ روشنی جو راہِ حق سے شناسا و آگاہ کرے۔ دوسرا مقصد و معنی علم اَلْعِلْمُ عرفان، پہچاننا خُدا اور رسول کا اور قُرب۔ اور اس سے آگے علم کا کام نہیں، فضل کا کام ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ اِس کے خلاف دوسرا علم اَلْعِلْمُ حِجَابُ الْاَكْبَرُ جوز و لا یجوز پر اٹک گیا۔ کچھ سُن لیا، کچھ سُنا لیا اور اسی پر بَس کیا۔ اس قسم کے لوگ عام طور پر متکبر مغرور اَنَا خَيْرٌ مِّنْ كُلِّ مَوْجُوْدَات کے مُدعی، نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ اور کُل مخلوق کو ہیچ تحقیر کی نگاہ سے دیکھنے والے۔ یعنی اپنی بڑائی اور سب دُنیا کی بُرائی دیکھتے ہیں۔ یہ علم حجابِ اکبر ہے۔ ..."

مؤخر الذکر اقتباس میں حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کا فلسفۂ علم و تعلیم سامنے آتا ہے کہ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا[3] کے مصداق کبھی تو علم نُورِ عرفان اور لذتِ آشنائی عطا کر کے انسان کو اَحْسَنِ تَقْوِيْم کے مرتبۂ اُولیٰ پر فائز کرتا ہے تو کبھی علم ہی غرور و تکبر کے باعث حجابِ اکبر بن کر انسان کو اَسْفَلَ السَّافِلِيْن کی پستیوں میں جا دھکیلتا ہے۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انوارُ العلوم میں قیام اور معمولات:

1958ء میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامعہ انوارُ العلوم مُلتان داخل ہُوئے تو کچہری روڈ پر جامعہ کی مرکزی عمارت کی رہائش گاہ میں قیام رکھا۔ اوّلاً ایک کمرے میں چار طلبا رہائش پذیر تھے۔ کمرے میں حضرت صاحب کے ساتھ

---

[1] مکتوبِ حضرت سُلطان غلام باھُو بنام علامہ نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 20 اگست 1960ء۔ مملوکہ راقم

[2] مکتوبِ حضرت سُلطان غلام باھُو بنام علامہ نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 25 اپریل 1960ء۔ مملوکہ راقم

[3] قرآنِ مجید، سورۃ البقرۃ 2۔ آیت 26۔ ترجمہ: "وہ (اللہ عزوجل) اِسی (کلام / قرآن) سے بہت لوگوں کو گمراہی میں ڈال دیتا ہے اور اِسی سے بہت لوگوں کو ہدایت دے دیتا ہے"۔

Marfat.com

Marfat.com

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک بار راقم کے ساتھ انوارُ العلوم کی یادیں تازہ کرتے ہُوئے فرمانے لگے کہ بسا اوقات ایسا ہو جاتا کہ آپ مسجد کے صحن میں بیٹھے اسباق تیار کیا کرتے جبکہ غزالیٔ زماں علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی نشست گاہ میں بیٹھے مطالعہ فرماتے رہتے۔ ذوق و شوقِ علمِ دین کا یہ عالَم تھا کہ کچھ وقت وضو یا نوافل پر صَرف کرنے کے علاوہ باقی ساری رات مطالعہ میں گزر جاتی اور اِسی اثنا میں فجر کی اذان ہو جاتی۔ غزالیٔ زماں کے مطالعہ کے دوران اگر کوئی اہم یا دلچسپ علمی نقطہ نظر سے گزرتا تو وہ اُستاذِ عزیز اپنے شاگردِ رشید کو طلب فرمالیا کرتے اور یوں دونوں میں علمی گفتگو ہو جایا کرتی۔ غزالیٔ زماں اپنی تحقیقات پیش فرماتے اور حضرت صاحب ان سے باادب مگر بلا تکلّف علمی استفسارات کرتے۔ آذانِ فجر ہوتی تو آپ اپنے اُستاذِ مکرّم کا اور پھر اپنا بستر بلا شکن لپیٹ کر اَندر رکھ دیتے اور پھر نمازِ فجر باجماعت کا اہتمام ہوتا۔

راقم کو یاد ہے کہ ایک بار جامعہ انوارِ باھُو بھکّر میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانۂ طالبعلمی کے ایک ہم سبق تشریف لائے تو اُنھوں نے راقم کو بیان فرمایا کہ زمانۂ طالبعلمی میں حضرت صاحب کی محنت کا یہ عالَم تھا کہ آپ سَرما کی طویل راتوں میں بستر میں بیٹھ کر یوں مطالعہ کرتے کہ ڈور کا ایک سِرا اپنے بالوں سے جبکہ دوسرا سِرا دیوار میں لگی کیل سے باندھ لیتے۔ نتیجۃً جونہی نیند کا جھونکا آتا فوراً بال کھنچتے اور آپ بیدار تر ہو کر پھر پڑھنے لگتے۔

چونکہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ درسیات کے معمول کی کُتب کے علاوہ بعض اساتذہ سے مختلف علوم و فنون پر اضافی درس بھی خصوصی فرمائش پر لیا کرتے تھے لہٰذا آپ کا تعلیمی بوجھ اپنے دیگر ساتھیوں سے کہیں بڑھ کر تھا اور اس کے لیے آپ کو اضافی ذہنی مشقت اُٹھانا پڑتی۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے عمِ مکرّم کو ایک مکتوب میں یوں رقمطراز ہوتے ہیں[1]:

"...یہاں اسباق کی اِس قدر مصروفیات ہیں کہ بعض اوقات اپنے سے بھی بے خبر ہو جاتا ہوں اور مجھے اتنا تک معلوم نہیں ہوتا کہ مَیں کیا کہہ رہا ہوں اور مجھے کیا کہنا چاہیے تھا..."

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلمی تبرکات میں اُن کے دستِ مبارک کا لکھا ہُوا انوارُ العلوم کے دِنوں کا ایک ٹائم ٹیبل مِلا ہے جو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ اِس سے نہ صرف آپ کے تعلیمی معمولات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے بلکہ آپ کے نظم و ضبط کا پتہ بھی چلتا ہے۔

---

[1] مکتوب علامہ نُور سلطان القادری بنام سلطان غلام دستگیر فخرِ کشمیر۔ مورخہ 28 اپریل 1962ء۔ مملوکہ سلطان ارشد القادری

Marfat.com

6:30 سے 7:15 تک	ہدایہ اوّلین	فقہ	مولانا فقیر محمد صاحب
7:15 سے 8 تک	ہدایہ ثالث	فقہ	مفتی امید علی خان صاحب
8 سے 9 تک	مختصر المعانی	معانی	مفتی امید علی خان صاحب
9 سے 9:45 تک	نورُ الانوار، حصہ دوم	اصولِ فقہ	مولانا جان عالم صاحب
9:45 سے 10:30 تک	شرح جامی، اوّل	نحو	مفتی امید علی خان صاحب
10:30 سے 11:15 تک	شرح جامی، ثانی	نحو	مفتی امید علی خان صاحب
11:15 سے 12 تک	شرح تہذیب	منطق	مولانا جان عالم صاحب
12 سے 12:30 تک		فلسفہ	کاظمی صاحب، مولانا فقیر محمود صاحب
12:30 سے 1 بجے تک	کھانا وغیرہ		
1 سے 2:30 یا 3 تک	سونا		
تقریباً 03:15 سے 4:30 تک	نوُرُ الانوار		
4:30 سے 6 تک	تکرارِ اسباق		
6 سے 8 تک	کھانا وغیرہ، تفریح		
8 سے 9 تک	تکرارِ بقایا اسباق		
9 سے 11 تک	مطالعہ، پھر سونا		
5:30 تک	بیدار ہونا، نماز		
5:30 سے 6 تک	تلاوتِ قرآنِ پاک		
6 سے 6:30 تک	ناشتہ		

السعید، اپریل ۱۹۷۸ء ۳۴

انوار العلوم

حافظ بخش ترنسری ملتان

بادۂ عرفاں سے پُر ہے جامِ انوار العلوم — صبح کی مانند روشن شامِ انوار العلوم
تشنگی آکر بجھائیں طالبانِ دینِ حق — موج پر ہے بحرِ فیضِ عامِ انوار العلوم
علمِ قرآن و حدیث و فقہ و منطق نحو و صرف — کامیابی کا تمک ہے یامِ انوار العلوم
عصرِ حاضر کے غزالی جب سراجِ رہ ہیں — کیوں نہ پہنچے تا ثریا نامِ انوار العلوم
کاظمی قبلہ کی کوشش کی بدولت دمبدم — آگے ہی اُٹھتا گیا ہر گامِ انوار العلوم
گتھیاں سلجھا رہے ہیں رازیِ دوراں یہاں — قریہ قریہ گڑ چکے اعلامِ انوار العلوم
فیض کا چشمہ، چراغِ علم، مینارِ منیر — ہر طرف پھیلا ہے نورِ تامِ انوار العلوم
گردشِ ایام سے محفوظ اسے رکھے خدا — دیر تک گردش میں ہو یہ جامِ انوار العلوم
مرکزِ علمِ ہُدا، حافظ سدا آباد ہو
پائیں خاص و عام فیضِ عامِ انوار العلوم

غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ انوارُ العلوم میں برِّ صغیر پاک و ہند کے چوٹی کے علما کو بطور مدرّسین کے جمع کر رکھا تھا۔ یہ حضرات اپنے اپنے علوم و فنون میں سند کا درجہ رکھتے تھے۔ انوارُ العلوم کے ابتدائی اساتذہ کا ذکر تو اِس فصل کے آغاز میں کر دیا گیا، یہاں اِس امر کی نشاندہی باعثِ دلچسپی ہو گی کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جامعہ کے تقریباً تمام اِبتدائی اکابر اساتذہ سے شرفِ تلمذ حاصل ہُوا۔ آپ نے غزالیٔ زماں علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی سمیت علّامہ مُفتی امید علی خان گیاوی، مُفتی سیّد مسعود علی قادری، علّامہ عبدُالکریم جاپوری، مولانا محمد جعفر تونسوی، حضرت فقیر محمود سدیدی، مولانا جان عالم

Marfat.com

اور مولانا حافظ عبدالحکیم صاحب وغیرہ سے مختلف اسباق لیے۔ ممکن ہے حضرت صاحب کو علّامہ سیّد محمد خلیل خاکی کاظمی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی شرفِ استفادہ حاصل رہا ہو۔ اتفاق دیکھیے کہ جامعہ کے اکابر اساتذہ میں سے اکثر 1960ء کی دہائی کے ابتدائی سالوں میں وفات پاگئے جبکہ حضرت صاحب کو اِن بزرگ ہستیوں کے وصال سے کچھ عرصہ قبل ہی ان سے شرفِ تلمذ حاصل ہو گیا۔ مثلاً حضرت مُفتی امید علی خان گیاوی اور حضرت علّامہ عبدُالکریم جامپوری دونوں کا انتقال 1964ء میں ہُوا جبکہ حضرت صاحب صرف ایک ڈیڑھ برس قبل یعنی 1963ء میں جامعہ سے فارغ التحصیل ہُوئے تھے۔ حضرت علّامہ محمد جعفر کا وصال تو حضرت صاحب کے قیامِ انوارُ العلوم کے دوران ہی (قیاساً 1962ء میں) ہُوا۔ مزید دیکھیے کہ حضرت علّامہ سُلطان اعظم چچھڑوی کا وصال 1966ء میں ہُوا جبکہ حضرت صاحب کو صرف تین برس قبل 1963ء میں اُن سے اِستفادہ کا موقع نصیب ہو گیا تھا۔ یوں لگتا ہے جیسے حکمتِ ایزدی کے تحت دَستِ اَجَل منتظر رہا کہ یہ اکابر ہستیاں اپنا فیضِ علم و عرفان حضرت صاحب کے سپرد کرلیں تو پھر دارِ فنا سے عالَمِ بقا کو رحلت کریں۔ بقول اقبال[1]:

خامۂ اُو نقشِ صد امروز بست　　　تا بیارد صبحِ فردائے بدست

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علمی شخصیت پر غزالیِ زماں رحمۃ اللہ علیہ کے بعد انوارُ العلوم کی جس ہستی نے سب سے زیادہ اثرات مُرتب کیے وہ علّامہ مُفتی اُمید علی خان گیاوی رحمۃ اللہ علیہ (و: 1883ء۔ ف: 1964ء) ہیں۔ مُفتی صاحب ایک معتبر و متبحر شخصیت کے ساتھ ساتھ علم و فضل، تقویٰ و طہارت اور صداقت و سخاوت میں اعلیٰ درجات کے حامل تھے۔ زبان دانی کا یہ عالَم تھا کہ بیک وقت عربی، فارسی، اُردو اور انگریزی پر عبور رکھتے تھے اور جامعُ العلوم ایسے کہ بیک وقت صَرف، نحو، لُغت، تفسیر، حدیث، فقہ، میراث، تصوّف، ریاضی اور کیمیا پر یدِ طولیٰ حاصل تھا[2]۔ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے کہ وہ خوانینِ ثلاثہ (امام احمد رضا خان بریلوی، مولانا حشمت علی خان لکھنوی اور مولانا ریاست علی خان شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہم) میں سے ایک یعنی آخر الذکر کے شاگرد اور تینوں کے فیض یافتہ ہیں[3]۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جامعہ انوارُ العلوم آتے ہی مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر عالِمِ ربّانی سے کسبِ فیض کرنے کی سعادت حاصل ہو گئی۔ اپنے درس کے دوسرے ہی سال کے آغاز میں

---

[1] اسرارِ خودی۔ علامہ محمد اقبال۔ ص 13۔ ترجمہ: "اُس کے قلم نے سیکڑوں آج اِس خاطر نقش کیے کہ ایک آنے والا کل حاصل ہو پائے"۔

[2] ماہنامہ "معارفِ رضا"، کراچی۔ شمارہ سالنامہ 1998ء۔ مضمون مرتبہ خلیل احمد رانا۔ صفحات 190 تا 198۔

[3] تذکرہ اکابرِ اہلسنّت۔ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری۔ فرید بک سٹال، لاہور 2000ء (بار اول 1976ء)۔ ص 94

Marfat.com

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے عَمِّ مکرّم حضرت سُلطان غلام دستگیر فخر کشمیر رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خط میں لکھتے ہیں کہ وہ مہتمم جامعہ سے سفارش کر کے مفتی صاحب سے کسبِ فیض کا زیادہ موقع دلوا دیں۔ تحریر کا اقتباس ملاحظہ ہو[1]۔

"... مُفتی امید علی خان صاحب نے 2 کتب کے پڑھانے کا وعدہ کیا تھا لیکن وقت کی تنگی کی وجہ سے ایک کتاب اوور ٹائم میں پڑھا رہے ہیں۔ اگر ممکن ہو سکے تو شاہ صاحب کو لکھیں کہ ایک کتاب کافیہ تو کم از کم مفتی صاحب موصوف کے پاس سکول ٹائم میں شروع کرا دیں۔ اس سے نحو اور صَرف بالکل پختہ ہو جاوے گی۔ ... مفتی صاحب سے اِس سبق کے متعلق آپ شاہ صاحب سے پُرزور اپیل فرماویں۔ ..."

جیسا کہ گزشتہ صفحات پر موجود ٹائم ٹیبل سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خاص قُرب حاصل رہا۔ حتیٰ کہ حضرت صاحب کے والدِ ماجد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کی تعلیمی حکمتِ عملی کے متعلق ایک مکتوب میں ارشاد فرمایا[2]:

"... مُفتی صاحب جیسے شفیق سے، جو کہ علم کے قدردان ہوں، مشورہ طلب کریں۔..."

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب جامعہ انوارُ العلوم مُلتان پہنچے تھے تو مُفتی امید علی خان رحمۃ اللہ علیہ کی عمر تقریباً اَسی برس تھی۔ آپ معمر، ضعیف اور خمیدہ کمر ہو چکے تھے مگر شخصیت میں رعب و جلال کا عنصر نمایاں تھا[3]۔ چونکہ مفتی صاحب موصوف علّامہ سیّد محمد خلیل کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم درس[4] اور حضرت غزالیِ زماں کے اساتذہ میں شامل تھے[5]، لہٰذا اُنہیں جامعہ میں ایک خاص مقام حاصل تھا۔ مفتی صاحب نے جامعہ کی مسندِ تدریس کو بیس سال تک رونق بخشی اور کچھ اتنا ہی عرصہ علّامہ عبد الکریم جامپوری نے جامعہ میں تدریس کی[6]۔ اِن اکابر اساتذہ اور مہتمم جامعہ کے مابین محبت و احترام کا ایک ایسا تعلق

---

[1] مکتوب علّامہ نور سلطان القادری بنام سلطان غلام دستگیر فخر کشمیر۔ مورخہ 10 مئی 1959ء۔ مملوکہ سلطان ارشد القادری

[2] مکتوب حضرت فقیر سلطان غلام باھُو بنام علّامہ نور سلطان القادری۔ مورخہ 9 نومبر 1962ء۔ مملوکہ راقم

[3] روایت از شیخ الحدیث مولانا محمد شریف رضوی۔ مورخہ 3 ستمبر 2011ء، بمقام بھکر۔ آڈیو مملوکہ راقم

[4] تذکرہ اکابر اہلسنّت۔ علّامہ محمد عبدُ الحکیم شرف قادری۔ فرید بک سٹال، لاہور 2000ء (بارِ اول 1976ء)۔ ص 94

[5] علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی کے تذکروں میں علامہ مُفتی اُمید علی خان کا اسمِ گرامی بطور اُن کے اُستاد کے نہیں ملتا۔ شیخ الحدیث محمد شریف رضوی کی روایت (مورخہ 3 ستمبر 2011ء) کے مطابق وہ اُن کے اُستاد تھے۔ راقم کو یاد آتا ہے کہ غالباً حضرت صاحب نے بھی مفتی صاحب کو غزالیِ زماں کا اُستاد بتایا تھا۔ مولانا جمیل الرحمٰن سعیدی (مقیم کراچی) کے خیال میں چونکہ مفتی صاحب غزالیِ زماں کے مُرشد و استاد کے ہم سبق تھے اس لیے وہ اُنہیں احتراماً اپنا اُستاد کہتے ہوں گے۔ علّامہ غلام رسول سعیدی (جنہوں نے سب سے پہلے غزالیِ زماں کی سوانح تحریر کی) بھی مقالاتِ کاظمی کے تعارفِ مصنف میں یہی کہتے ہیں کہ: "حضرت نے ابتدا سے انتہا تک تمام تعلیم اپنے برادرِ معظم سے ہی حاصل کی"۔ ص 12۔ واللہ اعلم بالصواب

[6] ماہنامہ "السّعید"، ملتان۔ اکتوبر 1994ء۔ مضمون "انوارُ العلوم کے ابتدائی اساتذہ کرام" از خلیل احمد رانا۔ صفحات 44 تا 48

Marfat.com

تھا جس کی مثال اب شاید ہی کسی اِدارے کے اساتذہ اور اربابِ اہتمام میں مل سکے۔ روایت[1] کی جاتی ہے کہ باہمی ادب و احترام کا یہ عالَم تھا کہ جب بھی غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ کا گزر ہوتا، اساتذہ احتراماً کھڑے ہو جاتے۔ خصوصاً مفتی امید علی خان رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ تو باوجود ضعیف اور معمر ہونے کے لازماً کھڑے ہو جاتے۔ کبھی غزالیٔ زماں اچانک بھی تشریف لاتے تو یہ دونوں حضرات اِس قدر جلدی میں کھڑے ہو جاتے جیسے کسی نے انہیں پہلے سے خبردار کر دیا ہو کہ آپ آ رہے ہیں۔ اُدھر غزالیٔ زماں بھی نہایت احترام کا مظاہرہ کرتے۔ حتی الوسع کوشش ہوتی کہ دورانِ دَرس مخل نہ ہُوا جائے۔ کبھی یوں بھی ہوتا کہ غزالیٔ زماں حجرہ میں داخل ہونے لگتے اور احساس ہوتا کہ اندر دَرس جاری ہے تو باہر ہی منتظر کھڑے رہتے تاوقتیکہ دَرس مکمل ہو جاتا۔ لِلّٰہیّت، حق گوئی اور حق شناسی کے اُس دَور میں ایسا باہمی احترام کسی رسمی روایت کا اظہار نہ تھا بلکہ ایک دوسرے کے علمی و روحانی مقامات سے شناسائی اور اس کے اعتراف کا غماز تھا۔ تاہم اِس احترامِ باہمی کے باوجود اُن ہستیوں نے وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ[2] کا منصب کبھی نہ چھوڑا۔

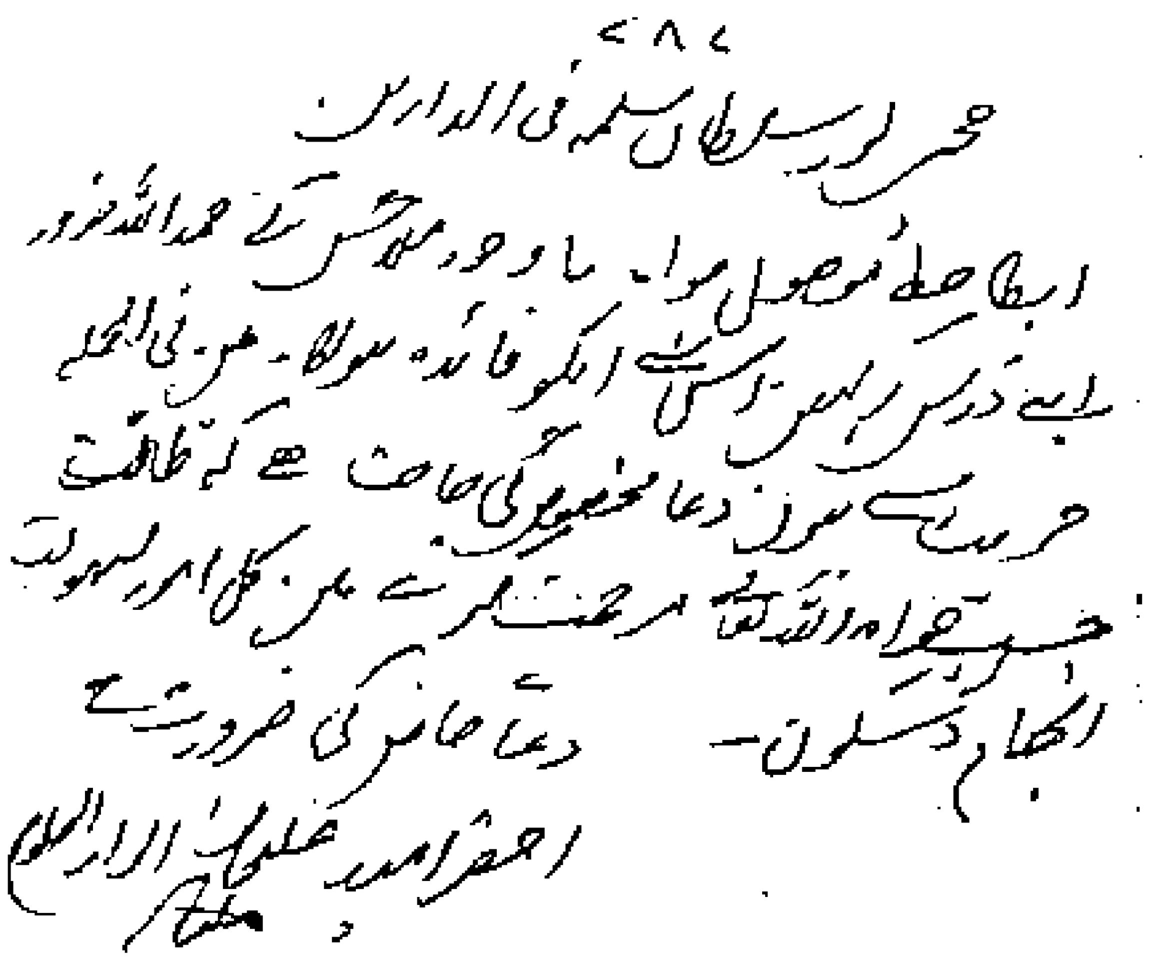

حضرت صاحب کے نام مفتی امید علی خان رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار راقم کو ایک نہایت لطیف اور سبق آموز واقعہ سُنایا۔ فرماتے ہیں کہ ایک بار جامعہ انوارُ العلوم میں مفتی امید علی خان رحمۃ اللہ علیہ کا درس چل رہا تھا۔ جونہی درس ختم ہونے کو آیا، غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ حجرہ میں جلوہ افروز ہُوئے۔ چونکہ غزالیٔ زماں کو اندازہ تھا کہ مفتی صاحب اُن کے اعزاز میں کھڑے ہو جاتے ہیں لہٰذا وہ قدرے عُجلت میں طلبا کے جوتوں پر سے گزرتے ہُوئے آئے، مُفتی صاحب کے گُھٹنے چھُوئے اور مصافحہ کیا۔ غزالیٔ زماں کا حُجرہ سے باہر درس ختم ہونے کا انتظار کرنا اور پھر عجلت میں مفتی صاحب کے پاس آنا محض اس خاطر تھا کہ مفتی صاحب جیسے بزرگ کھڑے ہونے کی تکلیف نہ کریں۔ تاہم طلبا نے دیکھا کہ مُفتی صاحب کی طبعِ مُتقی پر کچھ گراں گزرا۔ مفتی صاحب کا چہرہ شدتِ جلال سے تلملا اُٹھا اور اُنہوں نے قدرے دُرشت لہجے میں غزالیٔ زماں سے کہا: "حضرت، آپ طلبا کے جوتوں پر اُن

---

[1] روایت از مولانا جمیل الرحمٰن سعیدی (مقیم کراچی)۔ مورخہ 13 نومبر 2011ء

[2] قرآنِ مجید، سورۃ العصر 103، آیت 3۔ ترجمہ: "اور آپس میں حق کی تلقین کرتے رہو"۔

Marfat.com

کی اجازت کے بغیر پاوں رکھ کر آئے۔ یہ فعل دوسرے مسلمانوں کی ملکیت میں بلا اجازت تجاوز و مداخلت کے مماثل ہے، جو کہ ایک جامعہ کے مہتمم اور شیخ الحدیث کو زیب نہیں دیتا"۔ یہ واقعہ بیان کر کے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے راقم کو ارشاد فرمایا کہ یہ تو ہمارے اکابرین علمائے ربانیین کے تقویٰ کا عالَم تھا مگر اس کے برعکس عصرِ حاضر میں نام نہاد مولوی اور پیر انسانی جان و مال کی شرعی حُرمت سے قطع نظر بے دریغ مار دھاڑ، جلاؤ گھیراو، خون خرابہ اور ناجائز تصرّفات میں ملوث نظر آتے ہیں۔ اور ستم ظریفی دیکھیے کہ یہ سب افعالِ مذمومہ اِسلام کے نام پر کر کے دینِ متین کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں۔ حالانکہ دینِ اسلام نے لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ[1] کہہ کر انسانیت کو معراجِ تکریم عطا فرمائی ہے۔ بقولِ اقبال[2]:

آدمیت احترام آدمی   باخبر شو از مقامِ آدمی

پس جامعہ میں محض درسی کتب پڑھانے پر ہی اکتفانہ تھا بلکہ وہاں کے اساتذہ ایسے مینارۂ نُور تھے جن کا مثالی کردار و عمل طلبا کی کردار سازی اور تادیب و تربیت کا ضامن تھا۔ ایسے ماحول نے طلبا کے لیے قال سے حال تک کا سفر ممکن بنا دیا اور علم کے جسم میں روحانیت کی جان رواں ہو گئی۔

جامعہ انوارُ العلوم کا خمیر عشقِ رسول ﷺ سے اُٹھایا گیا تھا اور عشقِ رسول ﷺ کا عملی اظہار اتباعِ سُنّت سے ہوتا ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بتایا کرتے تھے کہ غزالیِ زماں رحمۃ اللہ علیہ اپنی عبادات و معاملات تو درکنار، روزمرہ زندگی کے چھوٹے چھوٹے معمولات میں بھی سنّتِ مطہرہ کی پیروی کرتے۔ مثال کے طور پر مسجد سے باہر آتے وقت کی دو سُنّتیں بادی النظر میں متصادم معلوم ہوتی ہیں۔ ایک سُنّت یہ کہ مسجد سے خروج کے وقت بایاں پاؤں پہلے نکالا جائے اور دوسری سُنّت یہ کہ جوتے پہنتے وقت دائیں پاؤں میں پہلے جوتا پہنا جائے۔ غزالیِ زماں کا طرزِ عمل یہ ہوتا کہ مسجد سے خروج پر بایاں پاؤں پہلے نکال کر اُسے بائیں پاپوش پر رکھ لیتے۔ پھر دایاں پاؤں باہر نکالتے اور دایاں پاپوش پہلے پہنتے۔ یوں دونوں سنّتوں پر بیک وقت عمل ہو جاتا۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی بتایا کرتے کہ غزالیِ زماں رحمۃ اللہ علیہ جس طرح سُنّت کی پیروی میں شدّت سے کاربند تھے اسی طرح اللہ عزّوجلّ اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتے ہُوئے الفاظ کے چُناؤ میں بھی نہایت محتاط ہوتے۔ اِسی اَدب بھری شائستگی کا غمّاز آپ کا ترجمۂ قرآن "البیان" ہے۔ مثال کے طور پر، غزالیِ زماں کبھی حضورِ اکرم ﷺ کی نسبت لفظِ

---

[1] قرآن مجید، سورۃ الاسراء17، آیت70۔ ترجمہ: "بے شک ہم نے اولادِ آدم کو عزت عطا فرمائی"۔

[2] جاوید نامہ۔ علامہ محمد اقبال۔ ص242۔ ترجمہ: "انسانیت تو انسان کے احترام کا نام ہے۔ پس انسان کے مقام کو پہچانو"۔

Marfat.com

"بد دُعا" استعمال نہ کرتے بلکہ کہتے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فلاں شخص کو "دُعائے ضَرَر" فرمائی کیونکہ آپ ﷺ کے کسی بھی فعلِ مبارک پر لفظِ بد کا اطلاق ادب کے منافی ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے اُستاذِ مکرّم سے بیان کی شائستگی کا یہ ہُنر ایسا سیکھا کہ باید و شاید۔ اُستاد کو بھی اپنے شاگردِ رشید پر جس قدر اعتماد تھا اُس کی ایک جھلک ڈاکٹر سُلطان الطاف علی حفظہ اللہ کی اِس تحریر سے ملتی ہے[1]:

"قُرآنِ حکیم کا عظیم الشان ترجمہ 'البیان' اُن کے آخری سالوں کی خوبصورت یادگار ہے۔ یہ ترجمہ کرتے وقت اپنے شاگردِ عزیز صاحبزادہ محمد نور سُلطان کو ساتھ بٹھالیا کرتے اور فرماتے تھے اگر مجھ سے یہ کام مکمل نہ ہو سکا تو اس کی تکمیل میں آپ نے ساتھ کام کرنا ہو گا۔"

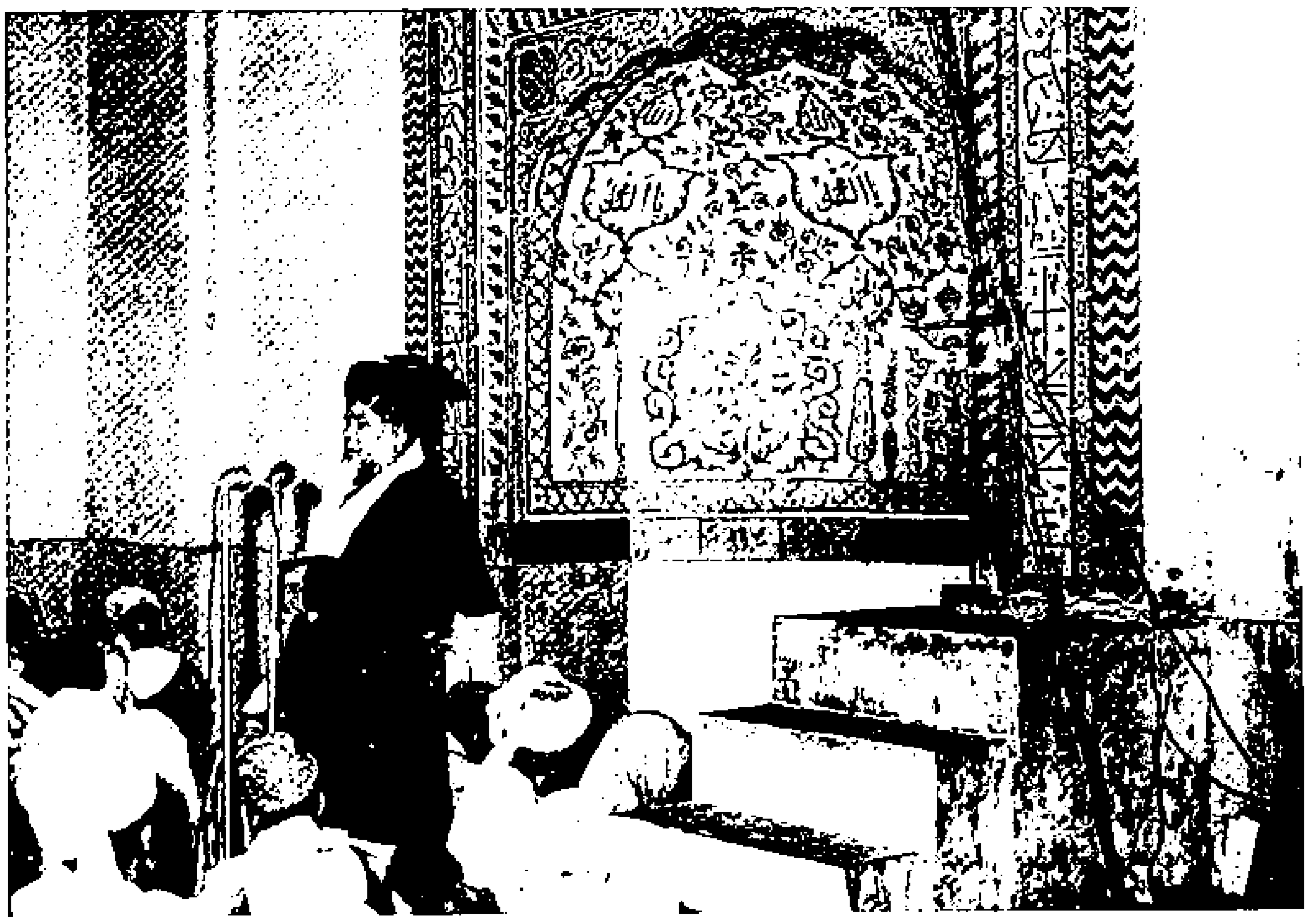

علامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ مُلتان کی جامع مسجد عید گاہ میں خطبہ اِرشاد فرماتے ہُوئے۔
اَب اسی عید گاہ کے جنوبی مرغزار میں آپ کا دربارِ مبارک قائم ہے۔

1 مضمون "یاد بود۔ غزالیٔ زماں علامہ سیّد احمد سعید کاظمی" (مشتمل بہ چہار صفحہ)۔ از ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ مورخہ 22 اکتوبر 2011ء۔ غیر مطبوعہ

Marfat.com

ہم نصابی و اَدبی محافل:

جامعہ انوارُ العلوم کا ماحول ایسا تھا کہ طلبا کے مابین دینی و فلسفیانہ مباحث و مذاکرہ جات چلتے رہتے۔ طلبا جب اپنے جید و معتبر اساتذۂ کرام سے اسباق لے چکتے تو انہی اسباق سے متعلقہ امور پر گفتگو ہو جانا فطری عمل تھا۔ چونکہ اساتذہ اپنے وقت کی معتبر ترین ہستیاں تھے اور طلبہ آنے والے وقتوں میں اپنے اپنے فنون کے امام ثابت ہونے والے تھے لہٰذا اُن محافل کی گفتگو روحانیت و علمیت سے پُر ہوتی۔ حضرت پیر مختار جان سرہندی (و: 1945ء) کی تحریر سے ایک اقتباس ذیل میں پیش کیا جاتا ہے[1]۔

> " ... مدرسہ انوارُ العلوم میں حضرت محمد نُور سُلطان نوّرَ اللہ مرقدہ اور بہت سے مدرسہ کے قابل ساتھی بیٹھے تھے کہ تقدیر پر بحث چھڑ گئی۔ مختلف دلائل دیے گئے۔ اس پر حضرت نُور سُلطان نے اِرشاد فرمایا کہ تمام لوگوں کو اللہ کی تقدیر پر ہر صورت راضی رہنا چاہیے۔ جو اُس کی تقدیر پر راضی ہو گا تو مصیبت کے وقت آزمائش میں ڈالنے والے کو دیکھے گا اور اس طرح اس کو اس مصیبت پر تکلیف نہ ہو گی۔ لیکن اگر وہ تقدیرِ الٰہی پر راضی نہ رہے گا تو مصیبت و بلا آئے گی اور حد سے زیادہ پریشان رہے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہماری رضامندی یا ہماری نارضامندی سے اپنی تقدیر کو تبدیل نہیں کرے گا، لہٰذا وہ رنجیدہ خاطر رہے گا۔ معلوم ہُوا کہ ہمارا اُس کے فیصلوں پر راضی رہنا ہماری راحت بنے گی اور جو آدمی اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی نہیں اور اس کی تقدیر سے روگردانی کرتا ہے، وہ رنجیدہ و پریشان رہتا ہے اور ایسے ایسے خوفوں میں مبتلا رہتا ہے کہ خطرناک بیماریاں لاحق ہوتی ہیں وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ۔ تمام ساتھیوں نے حضرت محمد نُور سُلطان کے قلبی تصوّف اور روحانی معرفت کی داد دی اور ان کے علم و فضل کے لیے خصوصی دُعائیں کیں۔ ... "

ضمناً بیان کر دیا جائے کہ راقم کے ذہن میں بھی تقدیر کے متعلق سوالات اُٹھتے تھے تاوقتیکہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی مستقل تشفی فرما دی۔ راقم نے ایک بار حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ مسئلۂ جبر و قدر کا عُقدۂ مُشکل واہونے کو نہیں آتا۔ اگر انسان نوشتۂ تقدیر کے ہاتھوں مجبور ہے تو پھر اس کے بہشت و جہنم کو بھیجے جانے کا کیا جواز؟ اور اگر انسان خود اپنے اعمال کا مختار ہے تو پھر لَوحِ محفوظ کیا شے ہے؟ حضرت صاحب نے تبسّم فرمایا اور کہنے لگے کہ بیٹا، فلاسفہ کے مابین جبر و قدر کی بحث بہت پُرانی ہے۔ حق یہ ہے کہ اِنسان مجموعۂ اَضداد ہوتے ہُوئے بیک وقت مجبور بھی ہے اور مختار بھی۔ مگر حُسنِ تضاد یہ کہ جن اُمور میں انسان کو اختیار دیا گیا اُن میں وہ اپنے مختار ہونے میں بھی مجبور ہے۔ رہا سوال لَوحِ محفوظ کا تو دراصل

[1] مضمون "پیر طریقت حضرت محمد نُور سُلطان" (مشتمل بہ ہفت صفحہ)۔ پیر مختار احمد جان سرہندی فاروقی نقشبندی۔ مورخہ 14 دسمبر 2011ء۔ مملوکہ راقم۔ ص 5،6

Marfat.com

وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی شانِ علیم وخبیر کی غماز ہے۔ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے علم وحکمت کے باعث اَزل سے جانتا ہے کہ فلاں شخص اپنے اختیار سے نیکی کرے گا اور فلاں شخص اپنے اختیار سے بدی کا مُرتکب ہو گا۔ لوحِ محفوظ اِسی علمِ الٰہی کا ایک اظہار ہے۔ پس چونکہ نیکی وبدی کے عمل میں انسانی اختیار ثابت ہو گیا تو مکافاتِ عمل یا بہشت و دوزخ کا وجود عقل و منطق کے عین مطابق ہے۔ سُبحان اللہ!

جامعہ میں اَسباق کے معمولات خاصے صبر آزما ہوتے۔ تاہم اسباق کی سخت مصروفیت سے کبھی کُچھ وقت نکلتا تو محفلِ شعر و سُخن یا بیت بازی کا انعقاد کیا جاتا۔ چونکہ کاظمی صاحبان خود اپنے ہمراہ امروہہ کی شُستہ اَدبی روایات لے کر آئے تھے لہٰذا جامعہ میں شائستہ شعر وادب کی حوصلہ افزائی کی جاتی۔ اُس دَور کی کچھ غیر نصابی ادبی محفلوں کی یادیں مولانا پیر محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ (و:1937ء۔ف:2016ء) اپنے ایک مضمون میں یوں رقم کرتے ہیں[1]:

> "صاحبزادہ نُور سُلطان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میرے اچھے دوستوں میں شامل تھے۔ اُن کے ساتھ میری پہلی مُلاقات مدرسہ انوارُ العلوم مُلتان میں اُس وقت ہُوئی جب مَیں بندیال سے دورہ حدیث شریف پڑھنے کے لیے حضرت غزالیٔ زماں مولانا احمد سعید کاظمی کی خدمت میں حاضر ہُوا تھا۔ تعارف ہونے پر معلوم ہُوا کہ صاحبزادہ صاحب کو مدرسہ انوارُ العلوم میں یہ دوسرا سال تھا۔ اُن کے قریبی رفقا میں مولانا تاج دین بھی تھے جو لورالائی بلوچستان کے رہنے والے تھے۔ اُن کے ساتھ مِل کر صاحبزادہ صاحب کبھی مُشاعرہ اور کبھی بیت بازی کی محافل بھی مُنعقد کیا کرتے تھے۔ از راہِ محبت کبھی مجھے بھی محفل میں شرکت کی دعوت دیا کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ چھ سات شرکا میں صاحبزادہ نُور سُلطان اور مولانا تاج دین رحمہما اللہ سب پر حاوی ہُوا کرتے تھے جبکہ آخر میں اِن دونوں ساتھیوں کا آپس میں شدید مقابلہ ہُوا کرتا تھا۔ ... مجھے وہ حَسین منظر بھی یاد ہے کہ میری فرمائش پر حافظ عزیزالرحمٰن، مولانا پیر بخش چشتی کا کلام سُنایا کرتے تھے جس میں صاحبزادہ نُور سُلطان، مولانا تاج دین، مولانا منظور احمد پٹیالوی اور صاحبِ کلام مولانا پیر بخش چشتی بھی میرے جیسے سامعین میں شامل ہُوا کرتے تھے۔ ... جمعہ کے دِن صبح کے حصہ میں پُرانے انوارُ العلوم کے دارُ الحدیث کے اوپر والے بڑے کمرہ کے سامنے کھلی فضا میں منعقد ہونے والی

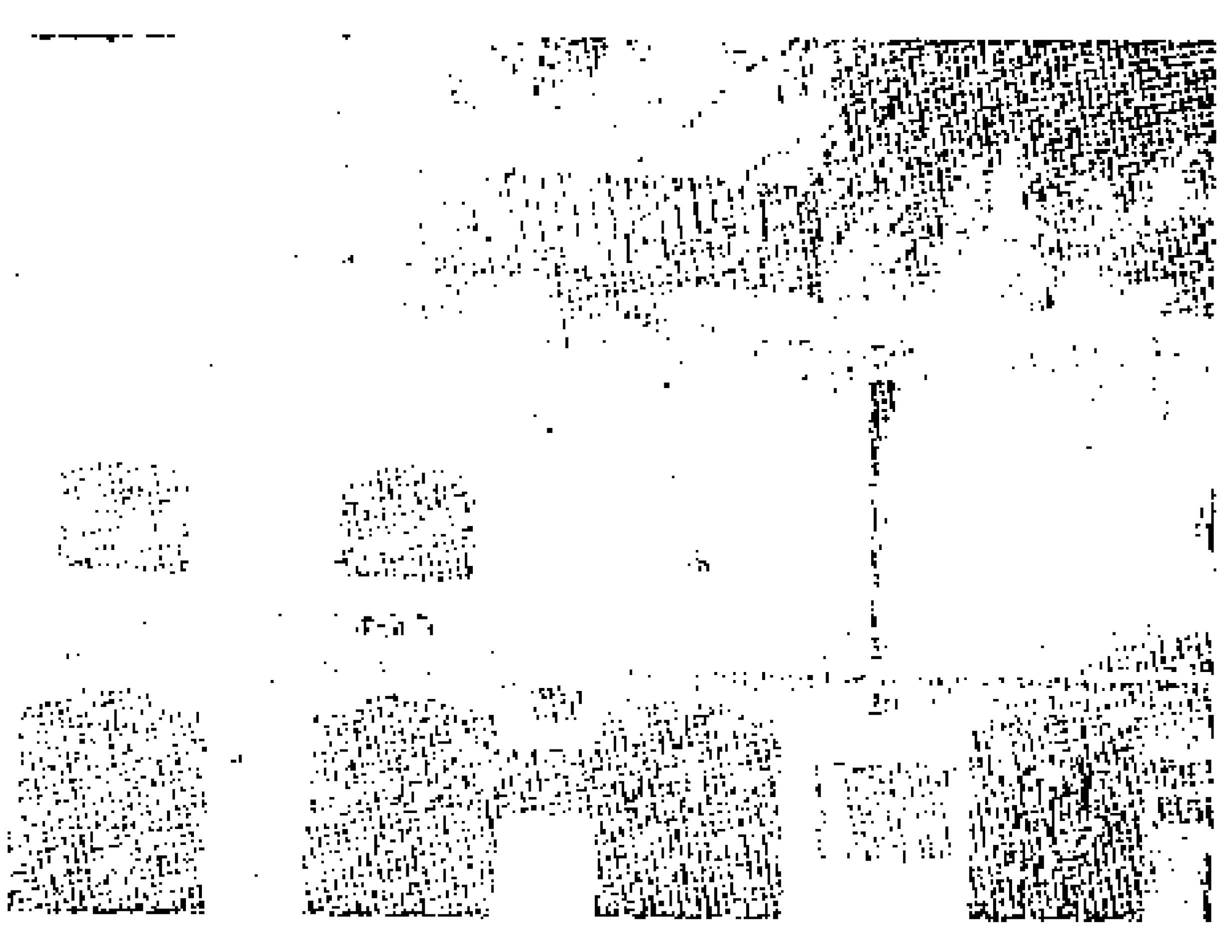

انوارُ العلوم کی پُرانی عمارت میں دارُ الحدیث اور کتب خانہ

---

[1] ماہنامہ "آوازِ حق" پشاور۔ شمارہ دسمبر 2011ء۔ مضمون "ایک اچھے دوست کے حوالہ سے" از مولانا پیر محمد چشتی۔ ص 3

Marfat.com

اُس نُورانی محفل میں جس انداز سے صاحبزادہ نُور سُلطان صاحب نعت خوان کو دادِ تحسین دیا کرتے تھے وہ اب بھی اُسی طرح میری یاداشت میں حاضر ہے اور بھولنے کی چیز نہیں ہے۔ ..."

حضرت صاحب کے کئی ہم درس حضرات نے آپ کی علمی وجاہت کے ساتھ ساتھ ادبی صلاحیتوں کا ذکر کیا ہے۔ صاحبزادہ ظہور سُلطان القادری حفظہ اللہ (و:1943ء) روایت[1] کرتے ہیں کہ ایک بار بیت بازی کا سخت مقابلہ جاری تھا۔ جب مقابلہ نقطۂ عروج پر پہنچا تو حضرت صاحب پر "ژ" کا شعر آگیا۔ آپ نے لمحہ بھر توقّف کرنے کے بعد فی البدیہہ شعر پڑھا:

صاحبزادہ سُلطان الطاف علی حفظہ اللہ

1963ء

ژالہ باری کے زمانے میں تو کچھ سردی نہ تھی　　اب تو ژالہ کے بدوں سردی نے مارا ہے مجھے

اِس برجستگی اور قادرُالکلامی پر سب احباب عش عش کر اُٹھے۔ آپ کے حلقۂ احباب میں علامہ پیر بخش چشتی اور مولانا محمد عطاءاللہ قادری صاحبان تو باقاعدہ اُردو اور فارسی میں شاعری کیا کرتے تھے۔ اِسی طرح آپ کے چچا اور دوست صاحبزادہ سُلطان الطاف علی حفظہ اللہ (و:1938ء) جب ایمرسن کالج مُلتان میں بی اے آنرز کرنے آئے تو دونوں کی شام کو ملاقات ہو جایا کرتی۔ کبھی قلعہ کُہنہ مُلتان کے گُلگشت و سبزہ زار میں اور کبھی کیفے عرفات میں علم و ادب پر گفتگو ہُوا کرتی[2]۔ اُس دور میں صاحبزادہ سُلطان الطاف علی بھی مثنوی اور غزل کی اصناف میں شاعری کیا کرتے تھے۔

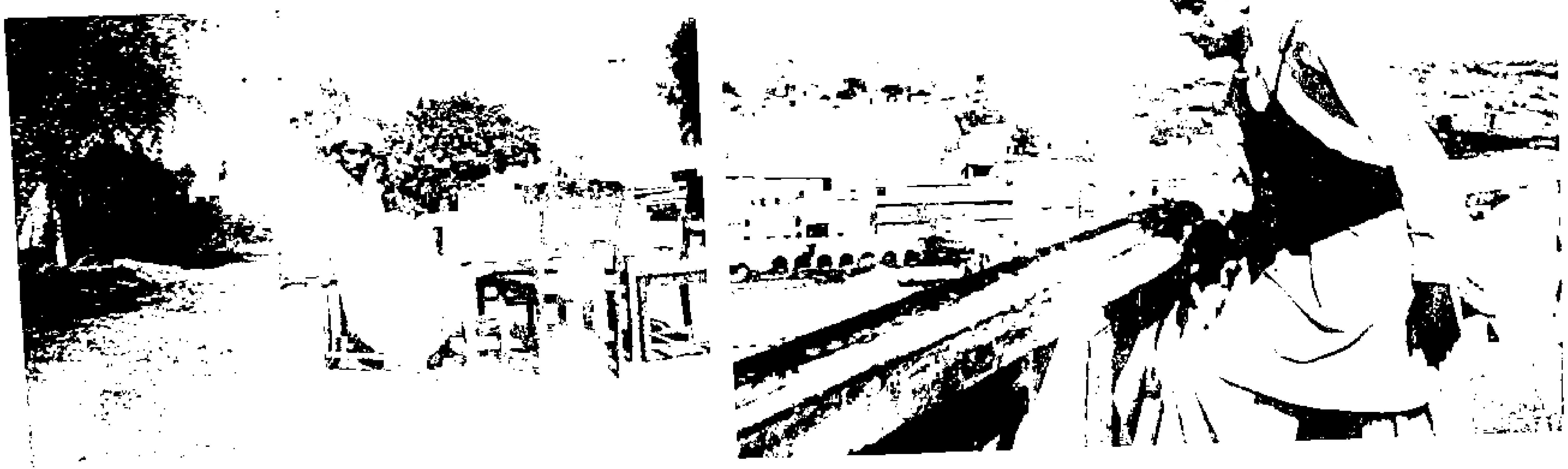

مُلتان کے قلعہ کُہنہ اور کیفے عرفات میں صاحبزادہ نُو سُلطان القادری کی 1962ء کی یادگار تصاویر۔ (بشکریہ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی حفظہ اللہ)

[1] روایت از صاحبزادہ ظہور سُلطان قادری۔ مورخہ 29 مئی 2010ء۔ بمقام منزل مشتاق، دربار حضرت سُلطان باھُو

[2] تحریر "زمانہ طالبعلمی کی چند یادیں" (چار صفحات)۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

سالانہ جلسے اور ملّی سرگرمیاں:

جامعہ انوارُ العلوم کے سالانہ سہ روزہ جلسے طلبا کے لیے باقاعدہ تربیتی کورس کا مقام رکھتے تھے۔ اِنہی جلسوں میں فارغ التحصیل ہونے والے حُفاظ، قرّا اور علما کی دستار بندی کی جاتی۔ برِّصغیر پاک و ہند کے اکابر علما کے خطابات ہوتے۔ چونکہ سامعین میں جس قدر عوام الناس ہوتے اُسی قدر علما بھی موجود ہوتے، اِس لیے خطبا حضرات اپنے خطابات میں علم و فن کے خوب جوہر دکھاتے۔ برِّصغیر میں اہلسنّت والجماعت کے شاید ہی کوئی ایسے عظیم المرتبت عالم ہوں جو اُس زمانہ میں جامعہ انوارُ العلوم کے سٹیج پر براجمان نہ ہُوئے ہوں۔ جامعہ کے طلبا کے لیے مختصر وقت میں اِس قدر کثیر علمائے کاملین سے استفادہ کرنا ایک یادگار موقعہ ہوتا اور جلسہ کے بعد کئی دنوں تک طلبا کے درمیان مہمان علمائے کرام کے ملفوظات سے متعلق گفتگو چلتی رہتی۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ اکابر علمائے کرام کی تقاریر کے مرکزی نکات اور خلاصہ اپنے پاس تحریر کر لیا کرتے تھے۔ آپ کے والدِ ماجد رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کو ایسے مواقع سے بھرپور خوشہ چینی کی ترغیب دلاتے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں[1]:

> "... آپ اپنے تعلیمی شغل میں لگے رہیں۔ وقت ضایع نہ کریں۔ موقع جلسہ پر مقررین حضرات کے ارشادات غور سے سُنیں۔ بعض فقرے ایسے بھی ہوتے ہیں جو شاذ و نادر پڑھنے یا سننے میں آتے ہیں۔ مالک آپ کو ہمیں صراطِ مُستقیم نصیب فرمائے۔ ..."

چونکہ جامعہ انوارُ العلوم اہلسنّت والجماعت کا ایک نمایاں مرکز تھا لہٰذا سالانہ جلسہ کے علاوہ بھی جیّد علمائے کرام اور مشائخ عظام کی یہاں تشریف آوری ہوتی رہتی۔ 21 اکتوبر 1959ء کو بریلی شریف (ہندوستان) سے حضرت علّامہ محمد ابراہیم خان عرف جیلانی میاں رحمۃ اللہ علیہ (نبیرۂ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ) انوارُ العلوم مُلتان میں رونق افروز ہُوئے[2]۔ اِسی طرح اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حضرت علّامہ مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ تو کئی مرتبہ جامعہ تشریف لاتے اور اِدھر ہی قیام فرمایا کرتے[3]۔ مزید برآں برِّصغیر کی تقریباً تمام بڑی خانقاہوں سے مشائخ و فقرا جامعہ میں تشریف لاتے اور طلبا کو ان نفوسِ مبارکہ کے فیض سے خوشہ چینی کا خوب موقع میسر آتا۔ اُس دَور میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم خانوادہ

---

[1] مکتوبِ حضرت فقیر سُلطان غلام باھو بنام علّامہ نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 16 اپریل 1960ء۔ مملوکہ راقم

[2] ماہنامہ "السّعید"، مُلتان۔ شمارہ 14۔ نومبر 1959ء۔ ص 31

[3] روایت از علّامہ برکت علی نقشبندی۔ مورخہ 27 نومبر 2011ء بمقام ماموں کانجن (ضلع فیصل آباد)۔ آڈیو مملوکہ راقم

Marfat.com

کے ہونہار نوجوان عالم دین کے طور پر اِن اکابر کی خصوصی توجہ اور شفقت کا مرکز رہتے۔ اس دَور میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اکابرینِ ملّت سے جو ربط قائم ہُوا وہ تاآخر تک باقی رہا۔

حضرت سلطان غلام دستگیر القادری، علامہ سیّد احمد سعید کاظمی، مولانا عبد الستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہم

جیسا کہ اِس فصل کے آغاز میں ذکر ہُوا جامعہ انوارُ العلوم مُلتان ملّی سرگرمیوں کا بھی مرکز و محور تھا۔ جس زمانہ میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامعہ میں زیرِ تعلیم تھے، اُسی عرصہ میں تنظیمُ المدارس (1960ء)، تنظیمُ المساجد اہلسنّت (1960ء) اور پاک سُنّی تنظیم (1962ء) کا قیام علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ قیادت عمل میں آیا[1]۔ تنظیم المدارس کا پہلا اجلاس 25 اپریل 1960ء کو جبکہ دوسرا اِجلاس 10 مئی 1960ء کو جامعہ انوارُ العلوم میں ہی ہُوا جس میں جیّد اکابرین شریک ہُوئے[2]۔ مزید بر آں اُس دَور میں جمعیۃ العلماء پاکستان کی دیگر سرگرمیاں بھی زوروں پر تھیں۔ اِن تمام ملّی اجتماعات اور سرگرمیوں کا طلبا کی نفسیات پر اثر پڑنا فطری تھا۔ یوں طلبا کو حصولِ علم کے ساتھ ساتھ ملّی مقاصد اور معاشرہ میں ایک عالمِ دین کے فرائض کا حقیقی شعور حاصل ہُوا اور نتیجۃً اُنہوں نے عملی زندگیوں میں اعلیٰ خدمات سرانجام دیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دینی و ملّی خدمات کا تفصیلی ذکر باب سوّم میں پیش کیا جائے گا، تاہم یہاں اس قدر ذکر کافی ہے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ناقابلِ فراموش ملّی خدمات کی بُنیادیں جامعہ انوارُ العلوم میں ہی اُٹھائی گئیں۔

---

[1] تذکرہ ابرارِ ملّت (نور نور چہرے)۔ محمد عبد الحکیم شرف قادری۔ نوری کُتب خانہ، لاہور 2005ء۔ ص 17۔ (نیز روایات از مولانا جمیل الرحمٰن سعیدی)

[2] ماہنامہ "السّعید"، ملتان۔ شمارہ 3، جلد 2۔ مئی / جون 1960ء۔ ص 44

Marfat.com

مجلّہ "السّعید":

جامعہ انوارُ العلوم کے اُس دَور کا ذکر مجلّہ السّعید کے بغیر نامکمل ہو گا۔ غزالیِ زماں علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی اِدارت میں مجلہ "قائد" کے بعد پندرہ روزہ اور بعدہ ماہنامہ مجلّہ "السّعید" جنوری 1959ء میں شروع ہو کر جلد ہی اپنے علمی و تحقیقی مقالات اور ادبی آہنگ کے باعث اربابِ ذوق میں بلند قدر و منزلت حاصل کر گیا۔ مجلّہ کے مدیر مسئول غزالیِ زماں رحمۃ اللہ علیہ خود تھے جبکہ مُدیرِ معاون سیّد ضیاء المتین کاظمی تھے جن کی جگہ 1962ء میں سیّد مظہر سعید کاظمی حفظہ اللہ نے لے لی۔ مجلّہ کا پہلا مضمون "قدمِ اوّلین" گویا اِداریہ ہوتا جس میں مُدیرِ مسئول کسی قومی، بین الاقوامی، سماجی یا ملّی اہمیت کے مسئلہ کی طرف عوام الناس اور اہلِ اقتدار کی توجہ مبذول کراتے۔ "کتاب التفسیر" اور "کتاب الحدیث" کے عنوانات کے تحت حضرت غزالیِ زماں کے اُن شاندار علمی مقالات کا سلسلہ چلتا جن میں قرآن و حدیث کے اسرار و رموز پر آپ کی تحقیقات پیش ہوتی تھیں۔ اِن مقالات میں جہاں علم و حکمت کے بیش بہا جواہر و یواقیت لُٹائے جاتے وہاں خاص طور پر اہلسنّت والجماعت کے عقائد کو براہینِ عقلی و نقلی کے ساتھ بیان کیا جاتا۔ "کتاب الفقہ" کی ذیل میں جامعہ کے اساتذہ بالخصوص جامعہ کے صاحبِ دارُ الافتا حضرت مفتی سیّد مسعود علی قادری رحمۃ اللہ علیہ قارئین کے مسائل فقہ پر فتاویٰ تحریر فرماتے جبکہ "باب الاستفسار" میں عموماً مُدیرِ مسئول قارئین کے علمی و تحقیقی سوالات کے شافی و مدلل جوابات تحریر کرتے۔ علّامہ نُور احمد انور فریدی کے قلم سے مثنوی معنوی (از مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ) اور انفاسُ العارفین (از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) کا قسط وار ترجمہ اور تشریح پیش کی جاتی۔ اِسی طرح سیّد مرغوب امین کاظمی کے قلم سے سلسلہ "فرضی مکالمہ حامد و محمود" میں تمثیلی مکالمہ کے ذریعے نہایت دلچسپ انداز میں عقائد و ایمانیات کے موضوعات نبھائے جاتے۔ "نقد و بصر" کے عنوان سے نئی شائع ہونے والی دینی، علمی اور ادبی کتب پر تبصرے شامل کیے جاتے۔ معمول کے اِن سلسلہ ہائے مضامین سمیت دیگر جیّد علما، اساتذۂ جامعہ اور چیدہ چیدہ طلبا کے مضامین بھی شاملِ مجلّہ ہو جاتے۔ اِن میں غزالیِ زماں سیّد احمد سعید کاظمی، علّامہ نُور احمد انور فریدی، علّامہ محمد سرور قادری سعیدی، علّامہ سیّد مسعود علی قادری، پروفیسر سیّد مرغوب امین کاظمی، سیّد حبیب احمد میر افق کاظمی، جناب صوفی رامپوری، سیّد ضیاء المتین کاظمی، پروفیسر ایف آئی ملک، پروفیسر منشاد علی، محترمہ ثریا نوید، علّامہ غلام مصطفیٰ رضوی اور علّامہ محمد نُور سُلطان القادری کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

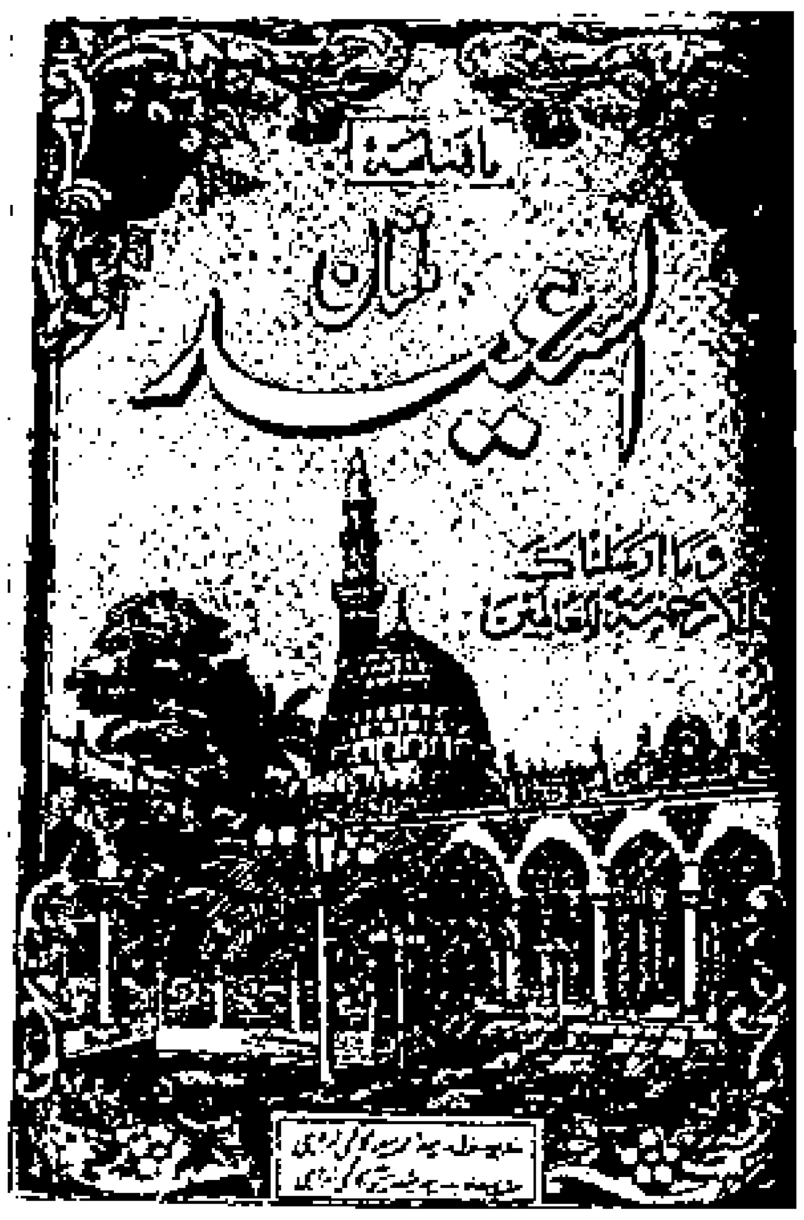

مجلّہ السّعید کا دسمبر 1959ء کا سرورق

Marfat.com

مجلّہ السّعید نہ صرف علمی و تحقیقی بلکہ ادبی نقطۂ نظر سے بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ مُدیران خود چونکہ بیان کی فصاحت و بلاغت اور زبان کی شیرینی و شائستگی کے ماہر تھے لہٰذا مجلّہ کا ایک ایک ورق ادبیت و شعریت سے لبریز ہوتا۔ مجلّہ میں منظومات کو باقاعدگی سے شامل کیا جاتا۔ حضرت علّامہ سیّد محمد خلیل خاکی کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام خصوصی اہتمام سے شائع ہوتا۔ نیز عزیز حاصل پُوری، ادب سیمابی، میر افق کاظمی، سیّد ضیاء المتین کاظمی، علّامہ حافظ پیر بخش تونسوی، عشرت ہانسوی، نسیم بستوی، کوثر حجازی اور ہلال جعفری وغیرہم کی منظومات باقاعدگی سے رونقِ مجلّہ ہوتیں۔

جامعہ انوارُ العلوم کے طلبا کے لیے نہایت اعزاز کی بات ہوتی کہ اُن کے مضامین مجلّہ السّعید میں شامل ہو سکیں۔ یہ موقع نہایت ہی چیدہ و چُنیدہ طلبا کو حاصل ہو پاتا جن میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے زمانۂ طالبعلمی سے ہی تحقیق و تدوین کا آغاز کر دیا تھا اور انوارُ العلوم میں آپ کے قیام کے پہلے سال سے ہی آپ کے مضامین مجلّہ میں شائع ہونے لگے۔ اُس دَور کے ایک مکتوب میں حضرت صاحب کو آپ کے چچا حضرت سُلطان الطاف علی یوں لکھتے ہیں[1]:

"معلوم ہوا ہے کہ آپ کے تحریر کردہ کچھ مضامین رسائل میں شائع ہو رہے ہیں۔ بڑی مسرّت ہُوئی۔ خُدا کرے آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں اور دُنیائے اسلام کے لیے درخشندہ ستارہ بن کر ظاہر ہوں اور مسلمانوں میں ایک نئی روح پیدا کرنے کے حامل ہو سکیں۔"

واضح رہے کہ مندرجہ بالا اقتباس 1959ء کے مکتوب سے ہے جبکہ اُس سال کا حضرت صاحب کا کوئی مضمون تاحال ہمیں دستیاب نہیں ہو سکا۔ تاہم السّعید میں شائع ہونے والے حضرت صاحب کے دستیاب مضامین کے حوالہ جات یہ ہیں:

• "شہنشاہِ بغداد"	السّعید	شمارہ نومبر 1961ء	صفحات 31 تا 37
• "عُشاقِ مُصطفیٰ"	السّعید	شمارہ دسمبر 1961ء	صفحات 27، 28
• "عصمتِ انبیا"	السّعید	شمارہ جولائی / اگست 1962ء	صفحات 79، 80

1963ء میں اِدھر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ درسیات و دورۂ حدیث مکمل کر کے جامعہ سے فارغ التحصیل ہُوئے تو اُدھر حضرت غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ بھی جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں بطور شیخ الحدیث منتقل ہو گئے۔ حُسنِ اتفاق دیکھیے کہ مجلّہ السّعید کے عروج کا دَور بھی وہی تھا کہ جب حضرت صاحب مُلتان میں رہے، کیونکہ بعد ازآں غزالیٔ زماں کے بہاولپور تشریف لے جانے سے اور نت نئے مِلّی معرکوں میں نبرد آزما ہونے سے مجلّہ پر اُن کی توجہ پہلے جیسی نہ رہ سکی۔

---

[1] مکتوب حضرت سُلطان الطاف علی بنام علامہ نور سُلطان القادری۔ مورخہ 15 اپریل 1959ء۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

علمی مباحث:

غزالیٔ زماں سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ طبعاً تحقیق کی طرف مائل تھے۔ آپ علمِ دین کی تحقیق کے میدان میں کسی بھی تحریر یا تقریر میں کوئی جھول، سقم یا غلطی دیکھتے تو فوراً بغرضِ اصلاح گرفت فرماتے۔ بعض اوقات کسی ایک اختلافی موضوع پر تحریروں کا سلسلہ طویل ہو جاتا تاوقتیکہ مسئلہ مکمل طور پر بے غبار ہو جائے یا مخالف اپنی اصلاح کر لے۔ اِس دوران میں غزالیٔ زماں اپنے چیدہ چیدہ طلبا کو نہ صرف نفسِ مسئلہ اور تحقیقات سے مکمل روشناس کراتے بلکہ بسا اوقات حوالہ جات کی تدوین اور کتابت کے وقت اُنہیں ساتھ بٹھا لیتے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قیامِ انوارُ العلوم کے دوران میں اگرچہ کئی علمی بحثیں چلتی رہیں مگر تین علمی مباحث خصوصی اہمیت کے حامل ہیں: مسئلۂ ظِلِّ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، "چٹان" بمقابلہ "طوفان" اور مسئلۂ تفضیل بشر و مَلک۔ ذیل میں اِن تینوں مباحث کا خلاصہ اور مختصر رُوداد پیش کی جاتی ہے۔

الف) مسئلۂ ظِلِّ نبی صلی اللہ علیہ وسلم:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (و:1856ء۔ ف:1921ء) نے اپنے ایک رسالہ "نفی الفی عمن بنورہ انار کل شیئ" میں تاریخی شواہد سے ثابت ہونے والے اِس عقیدۂ اہلسنّت کو بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ اِس عقیدہ کے منکرین نے ماہنامہ "تجلّی دیوبند" کے فروری 1959ء کے شمارہ، نیز تنظیم اہلحدیث لاہور کے رسائل میں اِس عقیدہ کو مَن گھڑت قرار دیتے ہُوئے متفرق حوالہ جات سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اِس سے احبابِ اہلسنّت میں اضطراب پیدا ہُوا اور تقاضا اُٹھا کہ عقائدِ صحیحہ کی براہینِ عقلی و نقلی کے ذریعے ترجمانی کی جائے۔ حضرت علّامہ ابوالبرکات سیّد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ (و:1901ء۔ف:1978ء) کو موصول ہونے والے مکتوبات جب غزالیٔ زماں علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کو موصول ہُوئے تو آپ نے فوراً اہلسنّت کے عقائد کو تحقیق کے ساتھ پیش کرنے کے لیے قلم اُٹھانے کا فیصلہ کیا[1]۔

اپریل مئی 1960ء کے شمارہ السّعید کو "ظِل نمبر" سے موسوم کیا گیا جس میں غزالیٔ زماں کا 41 صفحات پر مبنی مقالہ "مسئلۂ ظِلِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تحقیقی نظر اور دلائل نفی و اثبات کا جائزہ" شائع ہُوا۔ اِس مقالہ میں آیاتِ قُرآنی اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں دلائلِ باطلہ کا رَد اور عقلی شبہات کا ازالہ پیش کیا گیا۔ عامر عثمانی دیوبندی صاحب نے جون 1960ء کے پرچہ میں غزالیٔ زماں کی اِن تحقیقات کا توڑ پیش کرنے کی کوشش کی۔ جواباً غزالیٔ زماں کی جانب سے "السّعید کے ظِل نمبر

---

[1] ماہنامہ "السّعید"، ملتان۔ ظِل نمبر۔ شمارہ ۱، ۲، جلد 2۔ اپریل / مئی 1960ء۔ ص 9

Marfat.com

پر عامر صاحب کے تعاقب کا جواب" کے عنوان سے مضامین کا ایک طویل قسط وار سلسلہ چلا۔ جولائی 1960ء سے مئی 1961ء تک کے السّعید کے شماروں میں اِس سلسلۂ مضامین کی آٹھ اقساط شائع ہوئیں جن میں منکرین کے جملہ حیلہ وحجت کے دندان شکن جوابات دیے گئے۔ اِن مضامین میں نہ صرف مسئلۂ ظلِ نبی ﷺ پوری طرح بے غبار ہو گیا بلکہ حضورِ اکرم ﷺ کی شانِ نُورانیت، آپ ﷺ کی مُنزہ بشریت، مسئلۂ حاضر وناظر، مسئلۂ علمِ غیب، مسئلۂ حیاتُ النبی ﷺ اور دیگر مسائل پر عقائدِ اہلسُنّت کی شاندار ترجمانی کی گئی۔ ایک سال سے زائد عرصہ کے لیے یہ بحث جامعہ انوارُ العلوم کے طلبہ واساتذہ میں مقبول رہی جس سے طلبا کے عقائد میں پختگی کے ساتھ ساتھ ان میں خُوئے تحقیق رچ بس گئی۔

ب) چٹان بمقابلہ طوفان:

مشہور صحافی، مقرر اور شاعر آغا شورش کاشمیری (و:1917ء۔ ف:1975ء) ایک ہفتہ وار رسالہ "چٹان" اپنی اِدارت میں شائع کرتے تھے۔ اِس رسالہ کے 17 ستمبر 1962ء کے اداریئے میں اہلسُنّت بریلوی علما کے خلاف ایک اشتعال انگیز اداریہ اور اختلافی نوعیت کی منظومات شائع ہُوئیں جس کے نتیجے میں عوام النّاس میں ہیجانی کیفیت پیدا ہُوئی اور دیوبندی بریلوی اختلاف خطرناک سمت میں جاتا ہُوا معلوم ہونے لگا۔ غزالئ زماں سیّد احمد سعید کاظمی عِشۃ اللہ علیہ نے السّعید کی وساطت سے مُلک کے مقتدر علما اور حکومت سے پُر زور اپیل کی کہ سرزمینِ پاکستان کو فرقہ واریت کی ہلاکت آفرین شورشوں اور تباہ کُن فتنہ سامانیوں سے بچانے کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں اور اشتعال انگیزی کے سیلاب پر فوری بند باندھا جائے کہ کہیں یہ فتنے مُلک بھر کو ہی اپنی لپیٹ میں نہ لے لیں۔ آپ peaceful coexistence کا درس دیتے ہوئے لکھتے ہیں[1]:

> "سب سے پہلے مَیں خود عوام کو پُر امن اور پُر سکون رہنے کی تلقین کرتا ہوں کہ وہ اپنے جذبات کو قابو میں رکھیں اور اِس صورتِ حال کو کُلیۃً علما کی توجہ کے لیے مخصوص کر دیں۔ اس کے بعد بلا امتیاز دونوں طبقوں کے علماء حضرات سے مخلصانہ گزارش کرتا ہوں کہ عوام کی مذہبی قیادت کی باگ ڈور جب آپ کے ہاتھ میں ہے تو آپ کا فرض ہے کہ اس قسم کے اختلافی مسائل میں ایسے لوگوں کو الجھنے سے روکیں جن میں ان مسائل کو سمجھنے اور انہیں حل کرنے کی اہلیت نہیں پائی جاتی۔"

بد قسمتی سے آتشِ اشتعال بجھانے کے بجائے پاکستان اور بھارت کے بعض مذہبی رہنماؤں نے شورش کاشمیری کی اشتعال انگیز تحریروں کو سراہا اور اُنہیں اپنی مکمل معاونت کا یقین دلایا۔ خصوصاً بھارت سے مولانا قاری طیّب صاحب نے شورش

---

[1] ماہنامہ "السّعید"، مُلتان۔ اکتوبر 1962ء۔ ص 50

Marfat.com

کاشمیری کے اقدام کو خوب سراہتے ہُوئے اِسے جرات مندانہ اور تائید کا مستحق کہا اور یہ بیان مختلف رسائل مثلاً چٹان، ترجمان اسلام اور خدام الدین میں شائع ہُوا۔ غزالیٔ زماں نے السّعید کے نومبر دسمبر 1962ء کے شمارہ میں ایسے بیانات کی گرفت کی اور ایک بار پھر خبردار کیا کہ پاکستان میں مذہبی کشمکش خطرناک حدتک پہنچ گئی ہے جس کا سدِّباب ضروری ہے[1]۔

اشتعال انگیزی کی شورش پے در پے بڑھتی رہی اور ہفت روزہ چٹان میں تضحیک و تنقیص سے بھرے نفرت آمیز مضامین شائع ہوتے رہے[2]۔ نتیجۃً اہلسنّت کا دَرد رکھنے والے بعض حضرات نے 1962ء ہی میں جوابی پرچہ "طوفان" کے نام سے نکالنا شروع کیا۔ اِس کے مدیرِ اعلیٰ میر حسّان الحیدری صاحب (ساکن اوباورو، سندھ) تھے جو اس سے قبل ماہنامہ "آستانہ ذکریا" کی ادارت کیا کرتے تھے۔ پرچہ کا نام آیتِ قرآنی فَأَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمُ الطُّوفَانَ[3] سے اخذ کیا گیا تھا کہ چٹان کا توڑ طوفان سے کیا جائے۔ طوفان میں اکثر مضامین اور منظومات قلمی ناموں سے شائع ہوتے تھے جن میں اُن بہتانوں اور الزامات کے عقلی و نقلی رَد پیش کیے جاتے جو طوفان میں لگائے جاتے رہے۔ حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین اس کے مختلف پرچوں میں قلمی نام سے شائع ہوتے رہے۔ شورش کاشمیری کے الزامات کے رَد میں دَس صفحات پر مبنی حضرت صاحب کا ایک مضمون آپ کے قلمی تبرکات میں محفوظ ہے۔ پرچہ "طوفان" پانچ چھ ماہ تک ہی چلا۔ اُدھر شورش کاشمیری نے چٹان میں شائع ہونے والی اپنی تحریرات سے معذرت کرلی تو اِدھر رسالہ طوفان کی اِشاعت بھی بند کر دی گئی[4]۔

ج) مسئلۂ تفضیلِ بشر و مَلک:

قرآن مجید انسان کو تفکر و تدبّر کی دعوت دیتا ہے۔ لہٰذا جب فطانت سے بھرے مختلف اَذہان ایک ہی مسئلہ پر تفکر و تدبر کرنے لگیں تو عین ممکن ہے کہ تحقیق کے نتائج میں فرق سامنے آئے۔ ایسے علمی اختلاف کو "رحمۃ" کہا گیا ہے کیونکہ اِس سے تحقیق کے نئے دریچے وا ہوتے ہیں اور معاشرے علمی جمود سے محفوظ رہتے ہیں۔ اِس ضِمن میں اکابرین اسلاف کی متعدد مثالیں تاریخ اسلام میں موجود ہیں۔ اِسی طرح کا ایک تحقیقی اختلاف حضرت محدثِ اعظم علّامہ ابوالفضل

---

[1] ماہنامہ "السّعید"، ملتان۔ نومبر دسمبر 1962ء۔ صفحات 9 تا 14

[2] ملاحظہ ہوں: ہفت روزہ چٹان کے 15 اور 22 اکتوبر 1962ء اور دیگر شمارے

[3] قرآنِ مجید، سورۃ الاعراف 7، آیت 133۔ ترجمہ: "پس ہم نے اُن پر طوفان بھیجا"۔

[4] روایت از میر حسّان الحیدری صاحب، ساکن اوباورو، سندھ۔ مورخہ 31 دسمبر 2011ء۔ ٹیلی فونک انٹرویو

Marfat.com

محمد سردار احمد لائلپوری رحمۃ اللہ علیہ (و:1904ء۔ ف:1962ء) اور حضرت غزالیٔ زماں علامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ (و:1913ء۔ف:1986ء) کے مابین رونما ہُوا۔ اِس قضیہ کی مختصر روئداد ذیل میں بیان کی جاتی ہے۔

1960ء میں مولوی عبد الطیف صاحب نے نہ جانے کس حال میں حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو حضرت جبرائیلِ امین علیہ السلام سے افضل کہہ دیا۔ اِسی بنا پر مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب کے زیرِ ادارت مجلّہ "رضائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" میں اُن پر کُفر کا فتویٰ صادر کر دیا گیا[1]۔ اِس تکفیری فتویٰ کے خلاف غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ نے قلم اُٹھایا تو بات طُول پکڑ گئی۔ محدثِ اعظم علّامہ سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ چونکہ مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب کے اُستاد تھے لہٰذا اُنہیں بھی مباحثہ میں شامل کر دیا گیا۔ یُوں ایک طرف رضوی لائلپوری حضرات تھے تو دوسری طرف سعیدی صاحبان۔ بیچ میں کچھ ایسے مولوی بھی پڑ گئے جو اپنے مفادات کے لیے اکابر علما کے مابین خلیج کو وسیع کرنے کے درپے تھے۔ جہاں تک نفسِ مسئلہ کا تعلق ہے تو اِس بات پر تو جانبین کا اتفاق تھا کہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام عامۂ بشر اور حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں[2]۔ البتہ اِختلاف اِس امر پر تھا کہ جو کوئی اِس کے برعکس حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو افضل کہے اُس کے متعلق کیا شرعی حکم ہے۔ نیز یہ کہ آیا یہ مسئلہ ضروریاتِ دین میں سے ہے یا نہیں۔ واضح رہے کہ "ضروریاتِ دین" سے مُراد وہ مسائل ہیں جن کا ہر خاص وعام کو علم ہو۔ محدثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اِس مسئلہ کو ضروریاتِ دین میں شامل خیال فرماتے تھے جبکہ غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ مسئلہ اُن ضروریاتِ دین میں سے نہیں جن کا اِنکار کُفر ہے[3]۔ اِس مسئلہ پر ماہنامہ السّعید کے جنوری 1961ء کے شمارہ (صفحات 17 تا 38) میں غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ کا مقالہ شائع ہُوا اور پھر مارچ اپریل 1961ء کے شمارہ میں بھی ایک مضمون شائع ہُوا۔ اِسی طرح ماہنامہ رضائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اِس موضوع پر مضامین شائع ہوتے رہے۔ دونوں اکابر کے تلامذہ کی جانب سے مضامین اور کتابچے بھی شائع ہونے لگے۔ اِن مضامین کا مُثبت پہلو یہ تھا کہ نہایت ہی لطیف اور دقیق علمی نکات سامنے آئے جبکہ منفی پہلو یہ تھا کہ بعض مواقع پر اکابر کا ذکر ناروا لہجہ میں کیا جاتا رہا۔ سعیدی حضرات کی طرف سے "احسن التحریر"، "التنویر" اور "البرق" کے عنوانات سے رسائل شائع ہُوئے۔ لائلپوری حضرات کی تالیفات "اظہارِ حقیقت"، "افضل الخلق" اور "خیرُ الخلق" شائع ہوئیں۔ مؤخر الذکر کے جواب میں "اِتمامِ حُجّت" کے عنوان سے 40 صفحات پر مُشتمل رسالہ

---

[1] ماہنامہ "السّعید"، ملتان۔ جنوری 1961ء۔ ص30

اتمامِ حُجّت۔ علّامہ محمد نور سلطان القادری۔ ہمدرد پریس، ملتان۔ جون 1961ء۔ ص4

[2] ماہنامہ "السّعید"، ملتان۔ مارچ اپریل 1961ء۔ ص59

[3] ماہنامہ "السّعید"، ملتان۔ جنوری 1961ء۔ ص23

Marfat.com

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کے اسم گرامی سے شائع ہُوا۔ تاہم شیخ الحدیث علّامہ محمد شریف رضوی رحمۃ اللہ علیہ (و:1934ء۔ف:2014ء) کے بیان[1] کے مطابق یہ رسالہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر نہیں بلکہ اُن سے منسوب کر دیا گیا تھا۔ واللہ اعلم!

بہر حال، اکابر کا یہ علمی اختلاف تقریباً ایک ڈیڑھ سال تک چلتا رہا تاوقتیکہ حضرت ابوالبرکات سیّد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ (و:1901ء۔ف:1978ء) اور حضرت علّامہ عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (و:1910ء۔ف:1970ء) سمیت چند جیّد ہستیاں بیچ میں آ گئیں[2]۔ لائلپور (موجودہ فیصل آباد) اور لاہور میں چند نشستیں ہُوئیں اور بالآخر فریقین میں افہام و تفہیم ہو گئی۔ مسئلۂ تفضیل بشر و ملک اور انسانوں کے علاوہ دیگر حیوانات پر علم کے اطلاق کے مسئلہ کو گفتگو اور دلائل کی روشنی میں حل کر لیا گیا۔ حضرت محدثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ چونکہ حقّانیت و للّٰہیّت کے عَلَم بردار تھے لہٰذا جوں ہی علمی تحقیق کی گرہ کھلی وہ پھر سے شیر و شکر ہو گئے اور ایک دوسرے کے احترام و تکریم میں کوئی کمی نہ لاتے۔ بعدہ جب تک وہ دونوں اکابر بقیدِ حیات رہے اُنہوں نے کبھی ایک دوسرے کو غلط نہ کہا[3] اور علمی اختلاف کو کبھی ذاتی عناد کا باعث نہ بنایا۔ ایسی کُشادہ قلبی کی مثالیں جدید تاریخ میں شاذ و نادر ہی ملیں گی۔ فریقین کی جانب سے ایسے چند حوالے ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں تاکہ علمائے ربّانیین کی اعلیٰ ظرفی اور وسعتِ قلبی کا اندازہ ہو۔

مولانا مُفتی محمد امین حفظہ اللہ اپنی تصنیف "تذکرہ سیّدی محدّثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ" میں یوں رقمطراز ہوتے ہیں[4]:

> "ایک دن دورۂ حدیث شریف کے دوران کسی طالبعلم نے حضرت علّامہ کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں کوئی نازیبا بات کہہ دی۔ یہ سُن کر سیّدی محدثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کو سخت صدمہ ہُوا اور سرزنش کرتے ہُوئے فرمایا خبردار آئندہ اگر کوئی میرے سامنے حضرت شاہ صاحب کے خلاف کوئی بات کہے۔ حضرت علّامہ تو ہماری جماعت کے مایہ ناز علما میں سے ہیں۔"

محدّثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور شاگردِ رشید علّامہ محمد شریف رضوی رحمۃ اللہ علیہ ایک واقعہ یوں روایت فرماتے ہیں[5]:

---

[1] روایت از شیخ الحدیث محمد شریف رضوی۔ مورخہ 3 ستمبر 2011ء بمقام بھکّر۔ آڈیو مملوکہ راقم

[2] روایت از شیخ الحدیث محمد شریف رضوی۔ مورخہ 3 ستمبر 2011ء بمقام بھکّر۔ آڈیو مملوکہ راقم

[3] روایت از شیخ الحدیث محمد شریف رضوی۔ مورخہ 3 ستمبر 2011ء بمقام بھکّر۔ آڈیو مملوکہ راقم

[4] تذکرہ سیّدی محدثِ اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ۔ علّامہ مُفتی محمد امین۔ مکتبہ سُلطانیہ، فیصل آباد۔ ص 77

[5] روایت از شیخ الحدیث محمد شریف رضوی۔ مورخہ 3 ستمبر 2011ء بمقام بھکّر۔ آڈیو مملوکہ راقم

Marfat.com

علامہ محمد سردار احمد لائلپوری رحمۃ اللہ علیہ

"ایک بار فیصل آباد کے ایک مولانا صاحب نے لاہور کے ایک جلسہ میں شرکت کی۔ واپس آئے تو حضرت محدثِ اعظم نے پُوچھا کہ کون کون آئے تھے؟ اُن مولانا صاحب نے باقی علما کے نام تو القابات کے ساتھ لیے مگر حضرت کاظمی شاہ صاحب کا نام روکھا سوکھا کر کے لیا۔ حضرت محدثِ اعظم صاحب نے فرمایا کہ کیا آپ نے یہ سمجھ لیا کہ مَیں ایک علمی اختلاف کے باعث اُن کا رُوکھا سُوکھا نام سُن کر خوش ہوں گا؟ ارے ایسا اختلاف تو رحمت ہوتا ہے۔ وہ تو ہماری جماعت کے روحِ رواں ہیں۔ یوں کہو: غزالئِ زماں، رازئِ دوراں، شیخ الحدیث۔ میرے سامنے کبھی اُن کا رُوکھا نام لینے کی جرات نہ کرنا۔"

دوسری جانب سے بھی اعلیٰ اخلاقیات کا نمونہ پیش کیا گیا۔ حضرت محدثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ علیل ہُوئے تو حضرت غزالئِ زماں رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے السّعید میں باقاعدہ دُعائے صحت شائع ہُوئی جس کے آخری الفاظ یوں تھے[1]: "اللہ تعالیٰ طفیلِ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ممدوح کو شفائے کامل وصحتِ عاجلہ عطا فرما کر اہلسُنّت پر آپ کا ظلِّ عاطفت دراز فرمائے۔ آمین"۔ اِسی طرح حضرت محدثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہُوا تو جامعہ انوارُ العلوم مُلتان میں تعطیل کا اعلان کر کے قرآن خوانی کرائی گئی اور فروری 1963ء کے السّعید میں آپ کی دینی خدمات کو نظم ونثر کے ذریعہ شاندار خراجِ تحسین پیش کیا گیا[2]۔ شاعرِ السّعید جناب عزیز حاصلپوری کے منظوم خراجِ عقیدت کا مطلع ملاحظہ ہو[3]:

کشورِ علم وحلم کے سُلطاں مولانا سردار احمد	عارفِ کامل صاحبِ عرفاں مولانا سردار احمد

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ محدثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر انتہائی ادب واحترام سے کیا کرتے، اُن کی مزار پر فاتحہ خوانی کے لیے جاتے اور اُن کے عُرس میں بعض مواقع پر خطاب بھی فرماتے۔

جامعہ اظہر العلوم شُجاع آباد میں شش ماہی قیام:

مُلتان میں غزالئِ زماں رحمۃ اللہ علیہ کے اوّلین تلامذہ میں ایک معتبر نام حضرت علّامہ خُدابخش اظہر رحمۃ اللہ علیہ (و:?1916ء۔ف: 2001ء) کا ہے۔ آپ نے جامعہ انوارُ العلوم کی تاسیس 1944ء سے پہلے ہی حضرت غزالئِ زماں سے سلسلۂ تعلیم شروع کر لیا تھا اور 1945ء میں جامعہ مذکورہ سے فارغ التحصیل ہونے والے علما کی پہلی کھیپ میں شامل تھے۔

---

[1] ماہنامہ "السّعید"، مُلتان۔ ستمبر 1962ء۔ ص 28

[2] ماہنامہ "السّعید"، مُلتان۔ فروری 1963ء۔ صفحات 33 تا 35، 40، 48

[3] ماہنامہ "السّعید"، مُلتان۔ فروری 1963ء۔ ص 33

Marfat.com

1956ء میں آپ کے زیرِ اہتمام جامعہ اظہرُ العلوم شجاع آباد میں قائم ہُوا جس کا سنگِ بنیاد غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ نے ہی اپنے دستِ مبارک سے رکھا[1]۔

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ جولائی 1960ء میں شجاع آباد کی اس جامعہ میں جلوہ فرما ہُوئے اور دسمبر 1960ء تک تقریباً چھ ماہ یہاں مقیم و زیرِ تعلیم رہے[2]۔ آپ کے شجاع آباد آنے کا سبب حضرت علّامہ الحافظ عبدالحکیم حفظہ اللہ کی ذات تھی۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب انوارُ العلوم میں درسِ نظامی کی ابتدائی کتب پڑھ رہے تھے تو علّامہ موصوف انوارُ العلوم میں منتہی کتابوں کے طالبعلم تھے[3]۔ ہر دو حضرات میں ذہنی ہم آہنگی بڑھتی گئی۔ علمی و تحقیقی معاملات میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ علّامہ عبدالحکیم صاحب حفظہ اللہ سے معاونت و ہدایات حاصل کرتے۔

علّامہ الحافظ عبدالحکیم حفظہ اللہ اور اُن کے برادرِ مکرّم علّامہ الحافظ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ انوارُ العلوم مُلتان سے فارغ التحصیل ہو کر اپریل 1960ء کے 15 ویں سالانہ جلسہ میں سنداتِ فراغ و دستارہائے فضیلت حاصل کیں[4]۔ حضرت غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ کو علّامہ حافظ عبدالحکیم حفظہ اللہ پر اِس قدر بھروسہ تھا کہ اپنے فرزند علّامہ ارشد سعید کاظمی حفظہ اللہ کی تدریس اُنہی کے سپرد فرمائی۔ فارغ التحصیل ہو کر آپ جامعہ اظہرُ العلوم شجاع آباد میں بطورِ مدرس متعیّن ہُوئے۔ اِسی دوران میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک ہم درس ساتھی علّامہ محمد نذیر احمد مہروی حفظہ اللہ کے ہمراہ جامعہ انوارُ العلوم مُلتان سے جامعہ اظہرُ العلوم شجاع آباد آئے اور یہاں علّامہ حافظ عبدالحکیم حفظہ اللہ سے چھ ماہ میں شرح جامی اور چند دیگر کتبِ معقولات کے درس لیے۔ علّامہ محمد نذیر احمد مہروی حفظہ اللہ نے اپنے ایک مضمون میں اُس دَور کی چند یادیں محفوظ کی ہیں۔ اقتباس مُلاحظہ ہو[5]:

> "ناچیز ابتدا سے درجہ موقوف علیہ تک آپ کا شریکِ درس رہا، بلکہ ہم نوالہ و ہم پیالہ رہا۔ اِس تعلیمی زندگی میں آپ کی ذات کو منعمِ حقیقی نے ایسی خوبیوں سے نوازا تھا جو خال خال طلبا میں دیکھنے میں آئیں۔ دورانِ تعلیم اسباق کا مطالعہ اور تکرار اُن کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ دورانِ تکرار اساتذہ کی تقریر کو حرف بہ حرف بیان کرتے اور اس کو لکھ کر محفوظ کر لیتے۔ اِن کی لکھی ہُوئی فلسفہ کی مشہور کتاب میبذی کی تقریر فقیر کے پاس محفوظ ہے جس سے استفادہ کیا کرتا ہوں۔ آپ نے اپنی دینی تعلیم کا آغاز جامعہ انوارُ العلوم سے کیا، درجہ

---

[1] روایت علّامہ محمد اقبال اظہری ابنِ علّامہ خدا بخش اظہر۔ مورخہ 20 اکتوبر 2012ء۔ ٹیلی فون

[2] ماخوذ از مکتوباتِ حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو بنام علّامہ نُور سُلطان القادری۔ مملوکہ راقم

[3] روایت از علّامہ حافظ عبدالحکیم صاحب۔ مورخہ 24 جون 2012ء۔ ٹیلی فون

[4] ماہنامہ "السّعید"، مُلتان۔ جون 1960ء۔ صفحات 15، 16

[5] تاثرات از علّامہ محمد نذیر احمد مہروی۔ مورخہ 5 ستمبر 2012ء۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

رابعہ کی کتابیں پڑھنے مدرسہ اظہر العلوم شجاع آباد میں تشریف لے گئے۔ پھر جامعہ انوار العلوم واپس آکر تکمیل کی۔ اِس عرصہ میں ناچیز کو اُن کی رفاقت کا شرف حاصل رہا۔ ... پھر جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں بھی آپ کی رفاقت حاصل رہی۔ ... "

اِس عرصہ میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ دو اہم سفر کیے۔ پہلا سفر غالباً جولائی 1960ء کے آغاز میں درپیش ہُوا۔ دربارِ عالیہ سُلطانُ العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین صاحب نے حضرت غزالیٔ زماں کو دربارِ عالیہ میں خطاب کے لیے مدعو کیا تھا۔ اِس موقع پر حضرت صاحب بطورِ میزبان غزالیٔ زماں کے ساتھ ہو لیے۔ دربارِ عالیہ میں غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ کے خطاب کے دوران ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آیا۔ ہُوا یُوں کہ غزالیٔ زماں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام عزت واحترام سے لیا تو ایک صاحبزادے نے اُنہیں ٹوک دیا[1]۔ اس صاحبزادے کے اِس فعل کی خانوادہ کے متعدّد بزرگوں نے مذمّت کی۔ بعض لوگوں سے سُننے میں آیا ہے کہ اِس واقعہ کے بعد غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ دربار سُلطانُ العارفین رحمۃ اللہ علیہ پر کبھی نہ آئے۔ یہ بات درست نہیں کیونکہ اس کے بعد بھی غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ متعدّد بار دربارِ عالیہ پر آئے۔ بالخصوص 28 دسمبر 1978ء کو حضرت الحاج سُلطان نُور حُسین رحمۃ اللہ علیہ کے ختم چہلم کے موقع پر غزالیٔ زماں نے نہ صرف خطاب فرمایا بلکہ حضور سُلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے روحانی ربط کا برملا اظہار بھی کیا[2]۔

علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ آستانہ دستگیر، دربار حضرت سُلطان باھُو پر خطاب فرماتے ہُوئے۔ 28 دسمبر 1978ء کی دو یادگار تصویریں

دوسرا اہم سفر اکتوبر نومبر 1960ء میں ہُوا جب دربار سُلطان سردار بخش شہید رحمۃ اللہ علیہ بھکر کے سجادہ نشین حضرت سُلطان محمد مُشتاق رحمۃ اللہ علیہ (و: 1929ء ـ ف: 1967ء) کی دعوت پر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ کو سالانہ عُرس کے موقع پر شرکت وخطاب کے

---

[1] مکتوب حضرت سُلطان غلام باھُو بنام حضرت سُلطان غلام دستگیر۔ مورخہ 10 جولائی 1960ء۔ شائع شدہ: سہ ماہی "دستگیر"۔ خصوصی شمارہ 2001ء۔ ص 70

[2] تذکرہ الحاج سُلطان نُور حُسین۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ انجمن عندلیبانِ ریاضِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، دربار سُلطان باھُو۔ 2001ء۔ ص 37،36

Marfat.com

لیے بھکّر لے آئے۔ غالباً یہ سرزمینِ تھل میں غزالئ زماں رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی آمد تھی۔ اِس کے بعد غزالئ زماں چند بار دربار حضرت سُلطان سردار بخش رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عُرس میں اور پھر متعدد بار جامعہ انوارِ باھُو بھکّر کے سالانہ جلسوں میں تشریف لے آتے رہے۔

چونکہ مدرسہ اظہر العلوم شجاع آباد میں قیام کے دوران میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رابطہ تحریکِ انوارُ العلوم نیز حضرت غزالئ زماں و دیگر فضلائے انوارُ العلوم سے برابر اُستوار رہا اِس لیے اِس دَور کو جامعہ انوارُ العلوم کے دَور سے مُنسلک کر کے پیش کیا گیا ہے۔ دسمبر 1960ء میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شجاع آباد سے انوارُ العلوم مُلتان کو رجوع فرمایا اور تحصیلِ علوم و فنون میں منہمک ہو گئے۔

درسِ میراث:

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو علمِ میراث پر خصوصی دسترس حاصل تھی جس کی ایک وجہ آپ کا بیک وقت فقہ، قانون اور ریاضی پر عبور تھا۔ میراث کے حوالہ سے آپ کے فتاویٰ آج بھی حلقۂ علما و فقہا میں سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ علمِ میراث کی تحصیل آپ نے حضرت علّامہ مُفتی اُمید علی خان گیاوی رحمۃ اللہ علیہ (و:1883ء۔ف:1964ء) اور سراجُ الفقہا مفتی سراج احمد خانپوری رحمۃ اللہ علیہ (و:1886ء۔ف:1972ء) سے کی۔ حضرت سراج احمد خانپوری رحمۃ اللہ علیہ بیسویں صدی میں علمِ میراث کے حوالہ سے امام کا درجہ رکھتے تھے۔ اِس دعویٰ کی دلیل آپ کی عظیم تصانیف "الذبدة السراجیه فی علم المیقات والمیراث والوصیة" اور "سراجُ الفتاویٰ" ہیں[1]۔ حضرت موصوف جامعہ انوارُ العلوم ملتان میں کچھ وقت کے لیے فرائضِ تدریس سرانجام دیتے رہے، نیز جامعہ انوار العلوم میں ماہِ رمضانُ المبارک میں کبھی کبھار دورۂ علمِ میراث کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا جس میں حضرت سراج الفقہا رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لاتے تھے۔ اِسی دوران میں غالباً حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اکتوبر 1962ء میں علمِ میراث کی معروف کتاب "سراجی" کا درس لیا اور اِسے تحریر فرمایا۔ اِس تحریر کی ابتدائی سطور ملاحظہ ہوں:

> "حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، اِس لیے کہ یہ علم نصفِ علم ہے۔ اِس مقام (پر) حضرت قبلہ مفتی صاحب نے فرمایا کہ اِس علمِ فرائض (یعنی علم میراث) کے نصفِ علم

---

[1] تذکرہ اکابرِ اہلسنت۔ علامہ عبد الحکیم شرف قادری۔ فرید بک سٹال، لاہور 2000ء (بار اوّل 1976ء)۔ ص 147

Marfat.com

ہونے کی وجوہات تین ہیں۔ یا تو یہ کہ اِس کا ثواب باقی تمام علوم کے ثواب کے برابر ہے۔ یا یہ کہ اِس کی جُزئیات کثیر ہیں اور باقی تمام علوم کی جُزئیات اِس علم کی جُزئیات کے برابر ہیں۔ اور یا یہ کہ اِس کا تعلق اِنسان کی دو حالتوں میں سے ایک کے ساتھ ہے اور وہ یہ کہ یہ علم انسان کی موت سے متعلق ہے۔ اِس کے علاوہ صاحبِ شریفیہ نے بہت وجوہات لکھیں۔"

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فتویٰ میراث کی سند

سراج الفقہا حضرت علّامہ سراج احمد خانپوری رحمۃ اللہ علیہ نے عطا کی۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو علم میراث سے اِس قدر شغف تھا کہ آپ اکثر ماہِ شعبان میں جامعہ انوارِ باھُو بھکّر میں دورۂ علمِ میراث کراتے تھے۔ آپ نے اپنے تینوں صاحبزادوں اور ایک صاحبزادی کو خود میراث کی تعلیم عطا فرمائی۔

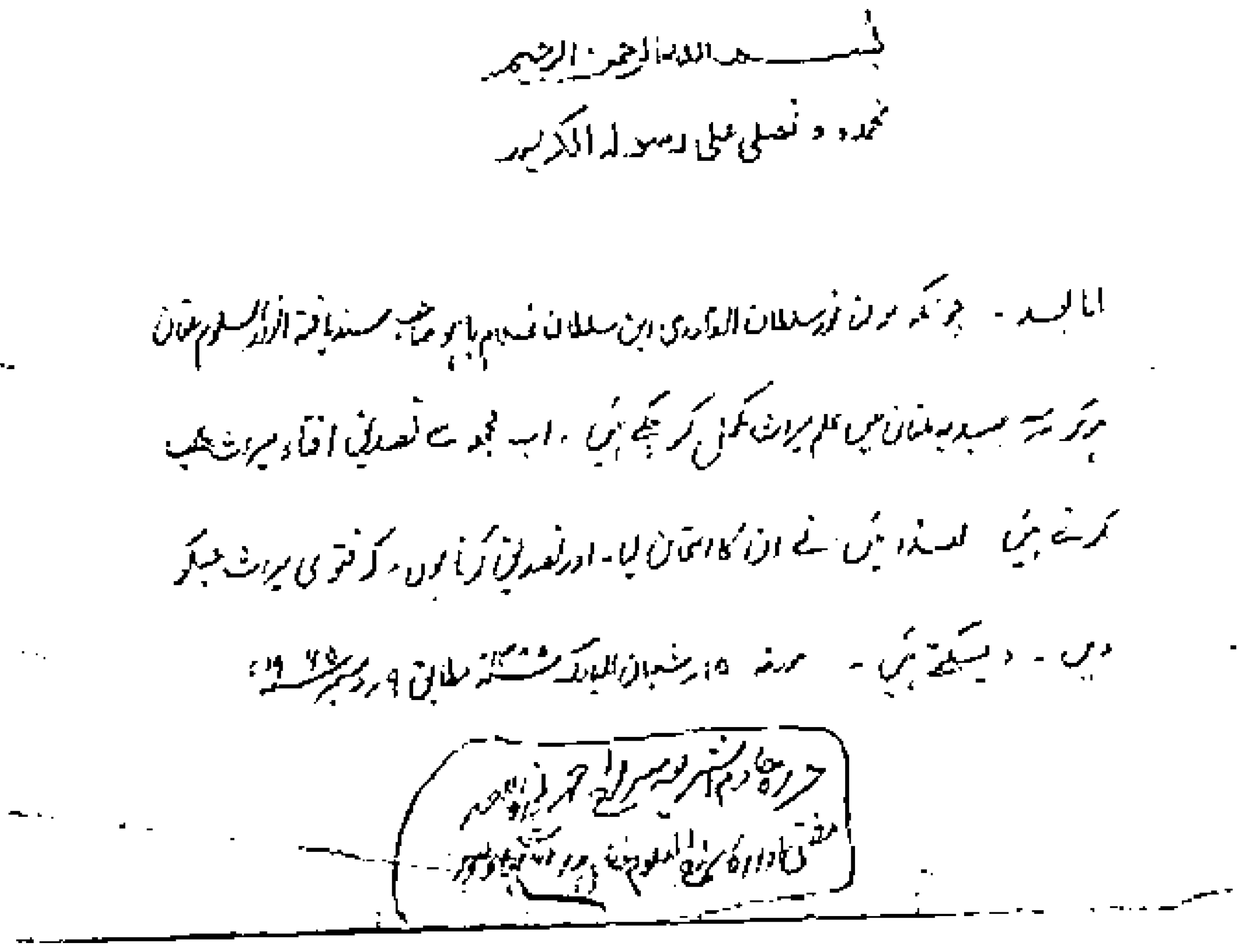
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
اما بعد۔ چونکہ مولوی نور سلطان القادری ابن سلطان ... انوار العلوم ملتان
... ملتان میں علم میراث مکمل کر چکے ہیں۔ اب مجھ سے تصدیق افتاء میراث طلب
کرتے ہیں۔ لہٰذا میں نے ان کا امتحان لیا۔ اور تصدیق کرتا ہوں۔ کہ فتویٰ میراث
دیں۔ دے سکتے ہیں۔ مرقومہ ۱۵ شعبان المبارک ... مطابق ۹ دسمبر ...

حضرت صاحب کی سند علم میراث از مفتی سراج احمد خانپوری رحمۃ اللہ علیہ

دورۂ حدیث اور درسِ مُشکلاتِ بخاری:

دینی جامعات میں مروّجہ درسیات بشمول صَرف و نحو، بیان و معانی، منطق و فلسفہ اور فقہ و تصوّف وغیرہم کے حصول کے بعد دورۂ حدیث کا مرحلہ آتا ہے۔ یہ گویا کسی بھی جامعہ کی تحصیلات کا لازمی تتمہ ہوتا ہے۔ چونکہ دورۂ حدیث کے بعد طالب علم نے فارغ التحصیل ہو کر میدانِ عمل میں جست لگانی ہوتی ہے لہٰذا اِس دوران میں اساتذہ اپنے علوم و فنون کے سب جوہر لُٹا دیتے ہیں اور طلبا اپنی اپنی ہمت و قسمت کے مطابق حصہ بقدرِ جُثّہ حاصل کرتے ہیں۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں 1962ء کے اواخر اور 1963ء کے اوائل میں دورۂ حدیث مکمل کیا[1]۔ اس دَور میں مہتمم جامعہ غزالیِ زماں علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ خود دورۂ حدیث کراتے تھے۔ یہ اُس زمانہ میں غزالیِ زماں رحمۃ اللہ علیہ کا آخری دَورۂ حدیث تھا کیونکہ 1963ء میں ہی آپ بطورِ شیخ الحدیث جامعہ اِسلامیہ بہاولپور منتقل ہو گئے تھے اور 1974ء تک وہیں مقیم رہے[2]۔

[1] سنین کا حوالہ حضرت صاحب کے دورۂ حدیث کے قلمی نسخہ جات پر درج تواریخ سے ماخوذ ہے۔
[2] مقالاتِ کاظمی (جلد اوّل)۔ علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی۔ تعارفِ مصنف از علّامہ غلام رسول سعیدی۔ بزم سعید، ملتان 1996ء۔ ص 17

Marfat.com

اکتوبر تا دسمبر 1962ء میں حضرت صاحب نے غزالیٔ زماں سے تفسیرِ قرآن اور شرحِ حدیث کے اسباق لیے۔ یکم تا 25 رمضان المبارک 1382ھ بمطابق جنوری فروری 1963ء کو حضرت غزالیٔ زماں نے بخاری شریف کے مُشکل مضامین اپنے مخصوص انداز میں پڑھائے اور یوں علمِ حدیث سے متعلق اہم مسائل اور حدیث کی روشنی میں اہلسنّت والجماعت کے عقائد کو مدلل بیان فرما کر شکوک و شبہات کا ازالہ فرمایا۔ اِس درس میں صرف فارغ التحصیل اور منتہی طلبا کو داخلہ دیا گیا[1]۔ حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ درسِ حدیث و مُشکلاتِ بُخاری کی اُس تاریخی جماعت میں جو حضرات شامل تھے اُن میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں[2]: حضرت علّامہ مقصود احمد چشتی صاحب (سابق خطیب داتا دربار، لاہور)، حضرت مُفتی ہدایت اللہ صاحب (ملتان)، حضرت علّامہ مشتاق احمد چشتی صاحب (گولڑہ شریف)، حضرت علّامہ محمد شفیع صاحب (ضلع رحیم یار خان)، حضرت علّامہ حافظ عبد الستار چشتی صاحب (گھوٹکی، سندھ)، حضرت علّامہ محمد اکرم شاہ جمالی صاحب (جام پُور) اور حضرت علّامہ حبیب احمد صاحب (فیروزہ)۔ آنے والے سالوں میں یہ سب طلبا عظیم علما بن کر دینِ متین کی خدمت میں محو ہو گئے۔ اِن میں سے ہر شخصیت علم و فضل کے حوالہ سے اپنی ذات میں ایک اِدارہ کا مقام رکھتی ہے۔ طبائع کے لحاظ سے ہر شخصیت کا جُداگانہ انداز تھا جسے حضرت علّامہ حافظ عبد الستار چشتی (آف گھوٹکی سندھ) نے ایک خوبصورت تقابلی پیرائے میں بیان فرمایا ہے۔ کہتے ہیں[3]:

> "ہم میں محمد شفیع عارف تھے تو ہدایت اللہ انتظامی صلاحیت کے حامل تھے۔ محمد اکرم مناظرانہ طبعیت رکھتے تھے تو حبیب احمد تنظیمی استعداد سے پُر تھے۔ میں (حافظ عبد الستار چشتی) علمی مزاج رکھتا تھا اور نُور سُلطان ہم سب میں نورٌ علیٰ نُور تھے۔"

پس یہ جماعت کیا تھی ایک گُلدستہ تھا جس کا ہر گُلِ رعنا اپنی جُداگانہ مہک کے باوصف ایک ہی اکائی میں پرو دیا گیا تھا اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اِس کے گُلِ سرسبد تھے۔

دورۂ حدیث کی اِس جماعت میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ اعزاز بھی حاصل تھا کہ آپ حضرت غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں عبارت پڑھتے تھے۔ بڑے اساتذہ کے حضور اکثر طلبا عبارت پڑھنے سے کتراتے ہیں مگر حضرت

---

[1] ماہنامہ "السّعید"، ملتان۔ جنوری 1963ء۔ ص 56

[2] یہ اسمائے گرامی حضرت علّامہ مقصود احمد چشتی اور مولانا جمیل الرحمٰن سعیدی کے توسط سے حاصل ہوئے۔

[3] روایت از مولانا جمیل الرحمٰن سعیدی، ساکن کراچی۔ مورخہ 12 دسمبر 2011ء

Marfat.com

صاحب کی عبارت خوانی میں مہارت کا اعتراف آپ کے اکثر ہمدرس حضرات نے کیا ہے۔ حضرت علّامہ الحافظ اللہ بخش اویسی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مضمون میں یوں رقمطراز ہوتے ہیں[1]:

"صاحبزادہ محمد نُور سُلطان القادری بہت ذہین اور فطین انسان تھے۔ اساتذہ کے سامنے اس شان سے عبارت پڑھتے کہ ہمیں اُن کی محنت اور ذہانت پر رشک آتا۔ ..."

اِسی طرح حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور عظیم ہم جماعت شیخ الحدیث علّامہ مقصود احمد چشتی حفظہ اللہ اپنے زمانۂ دَورہ حدیث کی یادیں تازہ کرتے ہُوئے بیان فرماتے ہیں[2]:

"چند طلبا ایسے تھے جنہیں حضرت غزالیٔ زماں کے سامنے عبارت پڑھنے کا شرف حاصل رہا، ان میں صاحبزادہ صاحب اور مَیں شامل تھے۔ کیونکہ عبارت نہیں پڑھی جاسکتی جب تک کہ صَرف و نحو پر مکمل عبور حاصل نہ ہو۔ مَیں نے اور صاحبزادہ صاحب نے اپنے اپنے اساتذہ سے صَرف اور نحو پر مکمل عبور حاصل کیا ہُوا تھا۔ دَورہ حدیث میں عبارت پڑھنے کے لیے اس کو ترجیح دی جاتی ہے جو صاف صاف عبارت پڑھے، پوری روانی سے پڑھے اور اس میں زیر وزبر کی غلطی نہ ہو۔ حضرت کاظمی صاحب میرے ساتھ اور صاحبزادہ صاحب کے ساتھ انتہائی شفقت فرماتے تھے اور تدریس کے دوران زیادہ تر آپ کا رُوئے سخن میری طرف اور صاحبزادہ صاحب کی طرف ہوتا۔"

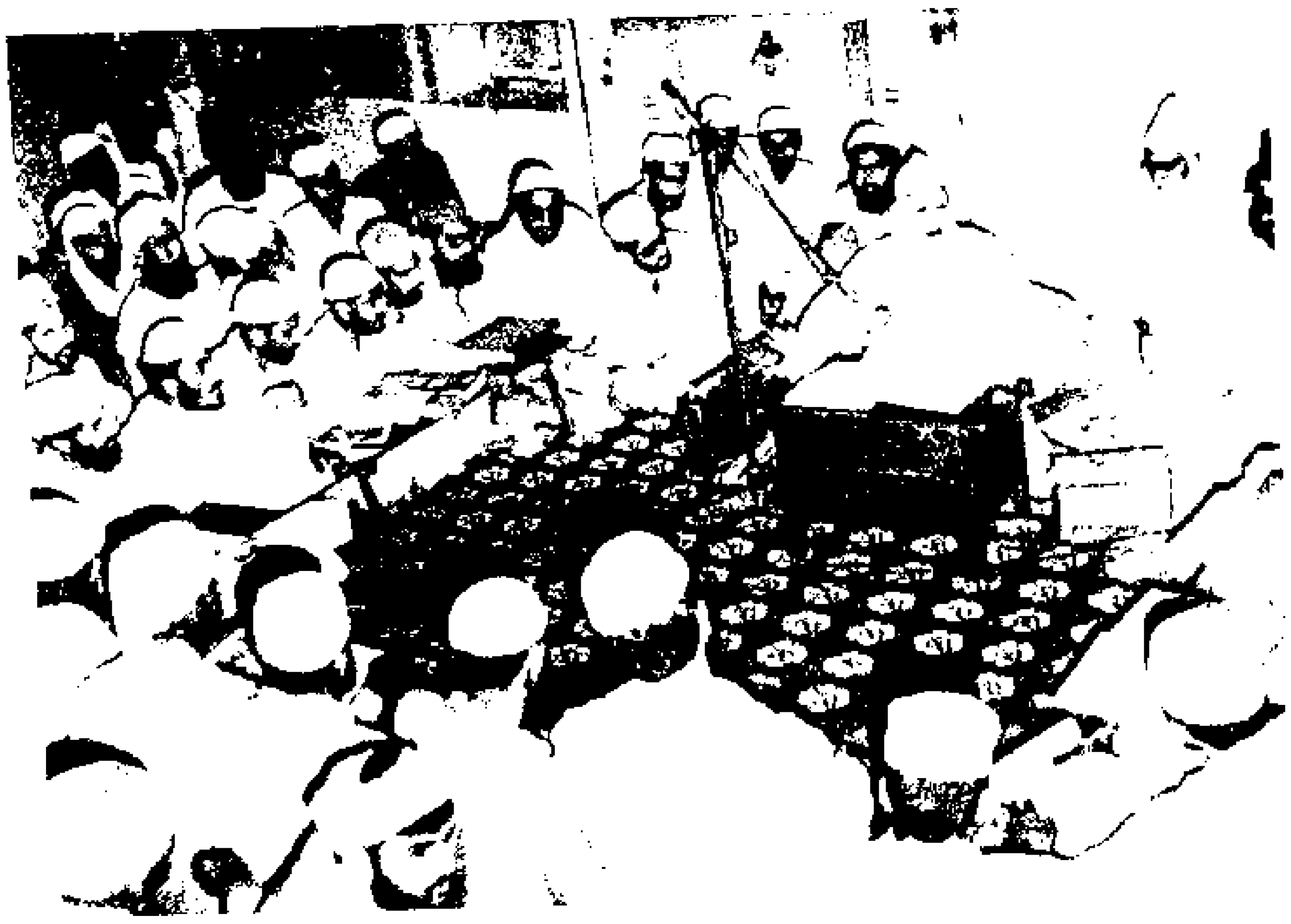

علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ درسِ حدیث کے دوران

حضرت غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھار دورانِ درس مختلف مقامات پر مخصوص طلبا کو مخاطب فرما کر اُن کا تبصرہ بھی دریافت کیا کرتے۔ راقم کو یاد ہے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ احادیثِ مبارکہ کا حوالہ دیتے ہُوئے اکثر ایسے واقعات بیان فرمایا کرتے تھے کہ جب اُن کی دورانِ درس حضرت غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ سے گفتگو ہوئی۔ مثلاً ایک بار حضرت صاحب نے بتایا کہ دورانِ درس آپ نے اُس حدیثِ

[1] مضمون "چند یادیں، چند باتیں"۔ علّامہ حافظ اللہ بخش اویسی۔ مورخہ 6 دسمبر 2011، کراچی۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ راقم

[2] روایات از علّامہ مقصود احمد چشتی۔ مورخہ 19 نومبر 2011، بمقام لاہور۔ آڈیو مملوکہ راقم

Marfat.com

پاک کی عبارت پڑھی جس میں حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جبلِ اُحد ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صاحب سے فرمایا: "صاحبزادہ صاحب، کیا تبصرہ ہے آپ کا اِس حدیثِ مبارکہ پر؟"۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً عرض کی: "حضور، میں سوچتا ہوں اللہ عزوجل کیسا بے نیاز ہے کہ عطا کرنے پہ آئے تو پتھروں سے بنے پہاڑ کو عشقِ مصطفیٰ ﷺ عطا فرمادے اور محروم کرنے پہ آئے تو بظاہر کلمہ گو کو اِس نعمت سے محروم فرما دے"۔ اِس پر غزالیٔ زماں نے تبسم فرمایا۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بتایا کرتے تھے کہ قبلہ غزالیٔ زماں کا طرزِ تدریس یہ تھا کسی موضوع پر بات کرتے ہُوئے پہلے معترضین کا نقطۂ اعتراض سمجھاتے۔ جب تک طلبا کے ذہنوں میں سوال واضح نہ ہوتا آپ جواب کی طرف مائل نہ ہوتے۔ جب فقہ، عقائد یا تاریخ کے باب میں مخالفین کے سوالات و اعتراضات بیان کر چکتے تو پھر اِس کمال سے جواب پیش کرتے کہ سب عش عش کر اُٹھتے۔ بعدہ اس موضوع پر اپنا نقطۂ نظر کھول کھول کر عقلی و نقلی دلائل سے واضح کرتے۔

حضرت علامہ مقصود احمد چشتی حفظہ اللہ بیان فرماتے ہیں[1]:

> "جب حضرت کاظمی صاحب عقائدِ اہلسنّت کے حوالہ سے گفتگو کرتے تو گویا تحقیقات و تشریحات کا سمندر اُمڈ رہا ہوتا۔ مجھے اور صاحبزادہ صاحب کو باقی طلبا کی نسبت قبلہ کاظمی صاحب کی تحقیقات و تشریحات کو نوٹ کرنے کا زیادہ شوق تھا۔ ...صاحبزادہ صاحب کا حافظہ ایسا مضبوط تھا کہ جو کچھ کاظمی صاحب بیان فرماتے، آپ کو اَزبَر ہو جاتا اور آپ اسے مِن اَوّلہ اِلیٰ آخرہ قلمبند کر لیتے۔"

واضح رہے کہ اُس دَور میں حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فقیدُ المثال اُستاد غزالیٔ زماں علامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریرات، تحریرات اور درس قلمبند فرمائے جو کہ کم و بیش 350 صفحات پر مبنی ایک عظیم علمی اثاثہ ہیں[2]۔ اس میں کئی آیاتِ قرآنی کی مدلّل تفاسیر، احادیث کی شروح اور اہلسنّت والجماعت کے تمام اہم عقائد کے ضمن میں عقلی و نقلی ثبوت شامل ہیں۔ اِن تحریروں کا تفصیلی ذکر باب چہارم کی فصلِ اوّل میں آئے گا۔

ذیل میں دورانِ دورۂ حدیث، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات کو آپ کے ہم درس اور ہم کمرہ ساتھی حضرت علامہ مقصود احمد چشتی حفظہ اللہ کے الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے[3]:

---

[1] روایات از علامہ مقصود احمد چشتی۔ مورخہ 19 نومبر 2011، بمقام لاہور۔ آڈیو مملوکہ راقم

[2] یہ علمی خزانہ تاحال غیر مطبوعہ ہے اور راقم کے پاس محفوظ ہے۔ ان شاء اللہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہو گا۔

[3] روایات از علامہ مقصود احمد چشتی۔ مورخہ 19 نومبر 2011، بمقام لاہور۔ آڈیو مملوکہ راقم

Marfat.com

"... وہ (علامہ محمد نُور سُلطان القادری) ہر روز تہجد کی نماز کے لیے اُٹھتے تھے۔ تہجد کی نماز ادا کر کے وہ ذکر کیا کرتے تھے۔ اور زیادہ تر ذکر وہ کیا کرتے تھے "ھُو" کا، ھُوھُوھُو! اِس ذکر کے بعد پھر وہ مطالعہ میں مصروف ہو جاتے تھے۔ مطالعہ کرتے وقت فجر کی اذان ہو جاتی۔ باجماعت نماز پڑھ کے پھر تلاوتِ قرآن میں مشغول ہو جاتے۔ کم از کم پانچ پارے وہ تلاوت کرتے۔ ... اس کے بعد پھر حضرت غزالئ زماں علامہ کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث کی کتابوں میں سے اہم کتاب بخاری شریف کی تعلیم حاصل کرتے۔ ... حضرت کاظمی صاحب ناشتہ وغیرہ کر کے تشریف لاتے تو ظہر کی نماز تک درس ہُوا کرتے۔ ... عصر کی نماز کے بعد ہم دربار حضرت شاہ رکن عالم حاضری کے لیے جاتے۔ پھر ہم حضرت غوث بہاءالحق کے دربار پر جاتے۔ واپسی پر مغرب کے بعد پھر مطالعہ شروع ہو جاتا۔ راستے میں بھی ہم دُنیاوی باتیں نہیں کرتے تھے بلکہ وہ سبق جو حضرت کاظمی صاحب سے پڑھے ہوتے تھے ان کا اعادہ و تکرار کرتے۔ ... صاحبزادہ صاحب کو کاظمی صاحب کی تحقیقات ازبر ہوتیں اور مجھے اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ) کی کتب کی تحقیقات یاد ہوتیں۔ مثلاً علم غیب کے مسئلہ پر مَیں اعلیٰ حضرت کی تحقیقات پیش کرتا اور صاحبزادہ صاحب کاظمی صاحب کے دلائل بیان کرتے۔ اور یوں ہمارا باہمی تبادلۂ خیال ہو جاتا۔ ... کبھی کبھی قبلہ کاظمی صاحب کے الفاظ بڑے مشکل اور منطقیانہ ہوتے تو صاحبزادہ صاحب بڑے آسان الفاظ میں ان کو بیان فرما دیتے۔"

پس جامعہ انوارُ العلوم میں دورۂ حدیث کا زمانہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علمی و روحانی نشوونما کا ایک نہایت ہی اہم دَور ثابت ہُوا۔ فروری 1963ء میں آپ جامعہ انوارُ العلوم مُلتان سے فارغ التحصیل ہو کر رخصت ہُوئے۔

Marfat.com

فصل دوّم

درسِ علّامہ میاں سُلطان اعظم چیچھڑوی (موسیٰ والی، ضلع میانوالی)

درسِ نظامی کے جُملہ متداولہ علوم و فنون پر دسترس حاصل کر کے جب حضرت علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ جامعہ انوارُ العلوم ملتان سے فارغُ التحصیل ہُوئے تو آپ کو علومِ معقول (فلسفہ، منطق اور کلام وغیرہ) میں کچھ تشنگی محسوس ہُوئی۔ تشنگی کا ریگستان سے پُرانا ربط ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علمی تشنگی آپ کو کشاں کشاں ریگستانِ تھل تک لے آئی۔ یہاں آپ کا قیام قریباً ڈیڑھ سال تک رہا۔ پانچ ماہ تک آپ حضرت علامہ میاں سُلطان اعظم قادری چیچھڑوی رحمۃ اللہ علیہ (ف: 1966ء) سے جبکہ ایک سال سے کچھ زیادہ عرصہ اُستاذُالاساتذہ علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ (و:1916ء۔ف:1999ء) سے دروسِ معقولات حاصل کرتے رہے۔

چیچھڑ شریف (ضلع خوشاب) کے میاں صاحبان اعوان قبیلہ سے تعلّق رکھتے ہیں۔ اِس خاندان کی بِنا میاں فتح دین رحمۃ اللہ علیہ (ف:?1815ء) نے رکھی اور اُن کے فرزند میاں علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ نے خانوادہ حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل کیا۔ اس خاندان کے اکثر افراد حفظِ قرآن، علمِ دین اور طریقتِ سروری قادری کی خدمت میں منہمک رہے ہیں۔ جمعہ شریف (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) میں حضرت سُلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ (ف:1881ء) کے مرقد پر گنبد اِسی خاندان کے میاں محمد مقبول رحمۃ اللہ علیہ نے تعمیر کرایا[1]۔ اِسی خاندان کے ایک بطلِ جلیل حضرت علّامہ میاں سُلطان اعظم قادری رحمۃ اللہ علیہ ایک صاحبِ کشف و کرامت شیخ طریقت اور عظیم فقیہ و مناظر تھے۔ حُسنِ اَضداد دیکھیے کہ ایک طرف تو آپ حضرت سُلطان نُور احمد سجادہ نشین ششم دربارِ سُلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت تھے اور دوسری طرف آپ نے دورۂ حدیث مدرسہ دیوبند دہلی کے مولانا انور شاہ کاشمیری (و:1875ء۔ف:1923ء) سے پڑھا تھا[2]۔ حصولِ درسیات کے بعد تدریس میں محو ہوگئے۔ قیاساً 1954ء میں موضع موسیٰ والی (موجودہ تحصیل پپلاں، ضلع میانوالی) میں یہ کہہ کر اقامت گزین ہُوئے کہ حضور سُلطانُ العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے اِس ٹِبّہ (ریت کے ٹیلہ) کو پسند فرمایا ہے[3]۔

---

[1] مرآتِ سُلطانی۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ باھو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2006ء۔ ص 188

[2] تذکرہ اکابرِ اہلسنّت۔ علّامہ محمد عبدُالحکیم شرف قادری۔ فرید بک سٹال، لاہور 2000ء (بارِ اول 1976ء)۔ ص 159

[3] روایت از میاں غلام محی الدین، سجادہ نشین دربار سُلطان اعظم، موسیٰ والی۔ مورخہ 2 ستمبر 2011ء

Marfat.com

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ 17 مارچ 1963ء کو ریگستانِ تھل کے دُور دراز علاقہ موسیٰ والی پہنچے جہاں آج بھی دُور دُور تک ٹیلوں پر ریت اُڑتی دکھائی دیتی ہے اور سفر کٹھن معلوم ہوتا ہے۔ یہاں آپ نے جولائی 1963ء تک حضرت میاں سُلطان اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے "شرح تہذیب" اور "سلّم العلوم" کے درس لیے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اِن دونوں کتب کی شروحات و تقریرات قلمبند فرمائیں جو کہ قریباً 300 صفحات پر مشتمل ایک شاندار علمی اثاثہ ہے۔ یہ تاحال غیر مطبوعہ ہیں اور دو وجوہات کی بنا پر خصوصی اہمیّت کی حامل ہیں۔ ایک تو یہ کہ اپنے خاص روحانی میلان اور منفرد علمی پس منظر کی بنا پر اکثر کتب میں میاں سُلطان اعظم قادری رحمۃ اللہ علیہ کی خاص تقریرات ہوتی تھیں جو دیگر اساتذہ کے ہاں نہیں ملتی تھیں[1] اور دوسری وجہ یہ کہ اُن کی تقریرات غالباً اُن کے تلامذہ میں سے کسی اور کے پاس تحریری صورت میں محفوظ نہیں۔

علّامہ میاں سُلطان اعظم قادری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مُرشد سُلطانُ العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کا غیر معمولی ادب و احترام کیا کرتے تھے[2]۔ اگرچہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بطورِ طالبعلم اُس کشتِ علم و عرفان سے خوشہ چینی کرنے گئے ہوئے تھے مگر وہ اُستادِ مکرم اپنی تمام تر علمی وجاہت کے باوجود نسبتِ سُلطان العارفین کے ادب کے تقاضے کبھی فراموش نہ کرتے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیگر طلبا سے علیٰحدہ درس دیا کرتے[3]۔ ایک روایت[4] کے مطابق علّامہ میاں سُلطان اعظم قادری رحمۃ اللہ علیہ دورانِ درس لگاتار حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ہاتھ رکھے رہتے۔ ایک بار حضرت صاحب نے استفسار کیا کہ ایسا کیوں کرتے ہیں تو آپ نے کہا اِس لیے کہ کہیں دورانِ تدریس مَیں یہ بات فراموش نہ کر بیٹھوں کہ مَیں تو دراصل سُلطانُ العارفین کا غلام ہوں اور کہیں مَیں تدریسِ فلسفہ کے زعم میں خود کو آپ کا اُستاد نہ سمجھ

علّامہ میاں سُلطان اعظم قادری چھپڑوی رحمۃ اللہ علیہ

[1] تذکرہ اکابر اہلسنّت۔ علّامہ محمد عبدُ الحکیم شرف قادری۔ فرید بک سٹال، لاہور 2000ء (بارِ اول 1976ء)۔ ص 159

[2] سُلطان الحفاظ۔ محمد یعقوب حیدر۔ آستانہ کنھ سگھرال، خوشاب۔ 1999ء۔ ص 39

[3] روایت از میاں غلام محی الدین، سجادہ نشین دربار سُلطان اعظم، موسیٰ والی۔ مورخہ 2 ستمبر 2011ء

[4] روایت از سُلطان علی ابن غلام علی ساکن موسیٰ والی۔ مورخہ 2 ستمبر 2011ء

Marfat.com

بیٹھوں۔ ایک اور روایت[1] کے مطابق پڑھاتے وقت آپ کی نظر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ پر ہوتی اور کتاب دیکھے بغیر عبارت پڑھتے جاتے۔ منطق کی کتب آپ کو پڑھا پڑھا کر حفظ ہو گئی تھیں۔

علّامہ میاں سُلطان اعظم رحمۃ اللہ علیہ علمیّت اور روحانیت دونوں میں بلند درجات کے حامل تھے لہٰذا طلبا کی بیک وقت علمی و روحانی تشفی فرماتے۔ آپ سے جب طلبا اِستفسار کرتے تو پہلے عقلی و فلسفیانہ جواب عطا کرتے اور پھر روحانی ذریعہ سے حقیقتِ حال روشن فرما دیتے۔ بعض مواقع پر تو برملا کہہ دیتے کہ "دلائل سے بتاؤں یا نگاہ سے دِکھاؤں؟"[2]۔ آپ عموماً ہر جمعرات دربار حضرت سُلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری دیتے۔ بعض مواقع پر ان اَسفار میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے ہمراہ رہے۔ راستہ میں طلبا کے اسباق بھی جاری رہتے۔

ایک بار علّامہ سُلطان اعظم رحمۃ اللہ علیہ دربارِ سُلطانُ العارفین رحمۃ اللہ علیہ گئے ہُوئے تھے جبکہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ موسیٰ والی کی جامع مسجد کے امام صاحب کی اقتدا میں نماز ادا کر رہے تھے۔ دورانِ قیام حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بلند آواز میں کہا "اَلسّلامُ علیکم وَرحمۃُ اللہ"۔ ساری جماعت نے سلام پھیر لیا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام صاحب نے قرات میں ایسی غلطی کر دی کہ معنی تشویشناک حد تک بدل گیا اور نماز فاسد ہو گئی۔ جب مصحفِ مبارک کھول کر دیکھا گیا تو امام صاحب نے اپنی اصلاح کر لی اور دوبارہ نماز پڑھائی[3]۔ اِسی دَور میں ایک پاوندہ پشتون خاتون جو کئی سالوں سے بے اولاد تھی، حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے اُسے تعویذ اور دُعا عطا فرمائی تو اللہ پاک عزوجل نے اُسے اولاد کی نعمت عطا فرمائی[4]۔

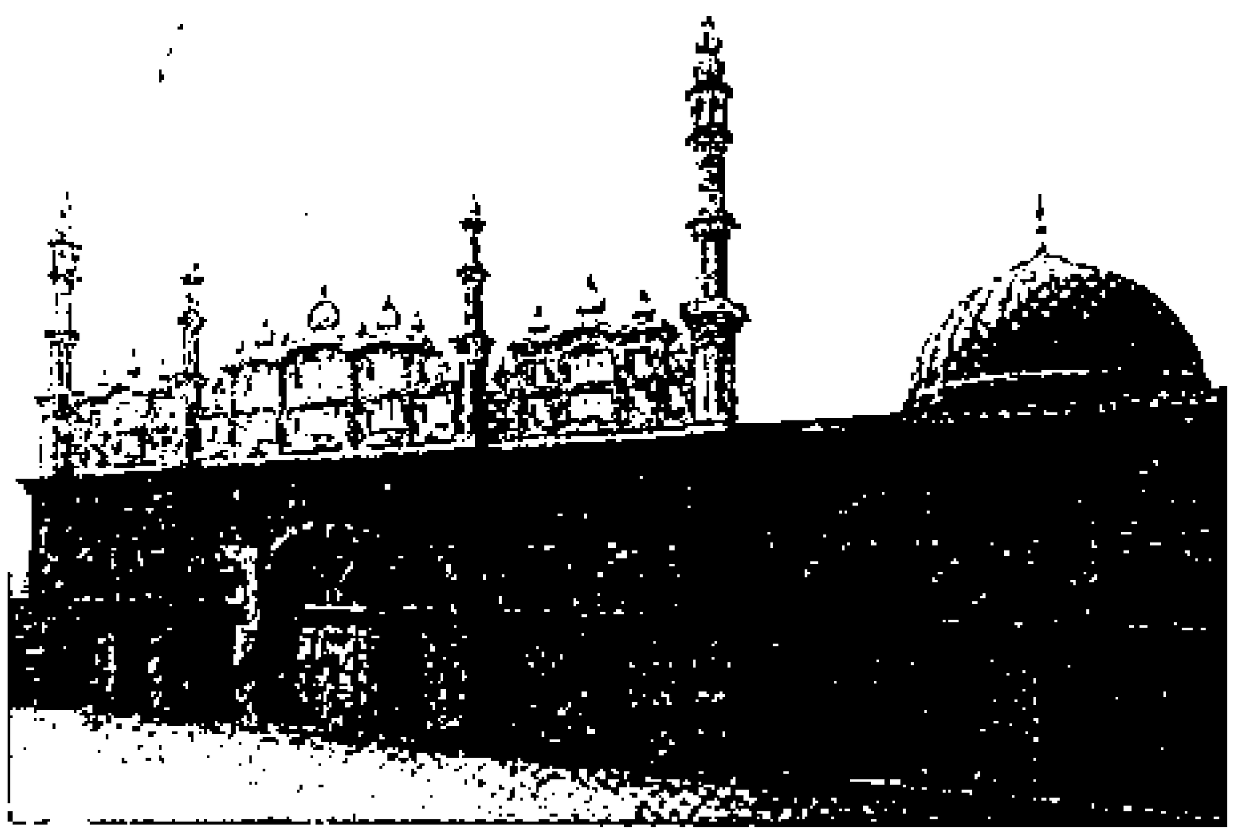

موسیٰ والی کی جامع مسجد اور دربارِ علّامہ سُلطان اعظم قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ موسیٰ والی میں محوِ تعلیم تھے تو آپ کے عمِ مکرم فخرِ کشمیر حضرت سُلطان غلام دستگیر رحمۃ اللہ علیہ (و:1919ء۔ ف:1986ء) حجِ بیتُ اللہ کی غرض سے حرمین شریفین گئے ہُوئے تھے۔ اس دَور میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو مکاتیب لکھے اُن سے آپ کی قلبی کیفیات کی غمازی ہوتی ہے۔ اقتباسات ملاحظہ ہوں:

[1] روایت از سُلطان علی ابن غلام علی ساکن موسیٰ والی۔ مورخہ 2 ستمبر 2011ء

[2] سُلطان الحفاظ۔ محمد یعقوب حیدر۔ آستانہ کٹھہ سگھرال، خوشاب۔ 1999ء۔ ص30

[3] روایت از عبد الخالق ولد گُل حسن ساکن موسیٰ والی۔ مورخہ 2 ستمبر 2011ء

[4] روایت از عبد الخالق ولد گُل حسن ساکن موسیٰ والی۔ مورخہ 2 ستمبر 2011ء

Marfat.com

الف)[1]"... ہمارے لیے اپنی خصوصی دُعائیں فرمالیا کریں تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے علم باعمل نصیب فرمائے۔ اور دُنیا میں حضور ﷺ کی محبت ہی کی تڑپ رہے اور بوقتِ آخر حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہو۔ اور ہماری طرف سے بارگاہِ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں یہ گزارش پیش کردیں کہ:

اے سبز گنبد والے منظور دُعا کرنا
جب وقتِ نزع آئے دیدار عطا کرنا

معلوم ہُوا ہے کہ آبِ زم زم پی کر جو دُعا کی جائے وہ شرفِ قبولیت پاتی ہے۔ براہِ کرم زم زم مقدس کا پانی نوش فرما کر اِس فقیرِ پُر تقصیر کے خاتمہ بالخیر کی دُعا خُداوندِ تعالیٰ سے بوسیلۂ آنحضرت ﷺ ضرور کریں تاکہ شرفِ قبولیت پائے۔ ..."

ب)[2] "... آپ سے بندہ کی پہلی اور آخری درخواست یہ ہے کہ میرے لیے درِ حبیب ﷺ پر یہ درخواست عرض کریں کہ اللہ تعالیٰ میری زندگی کے آخری لمحات اس سرزمینِ مقدّس میں گزارے اور ادھر ہی خاتمہ بالخیر فرماوے۔ آمین۔ اَللّٰھُمَّ اِجْعَلْ مَوْتَنَا فِیْ بَلَدِ حَبِیْبِکَ۔ یا اِلٰہ الْعَالَمِیْن۔ آمین بحرمتِ نَبِیِّ الکریم ﷺ۔ ..."

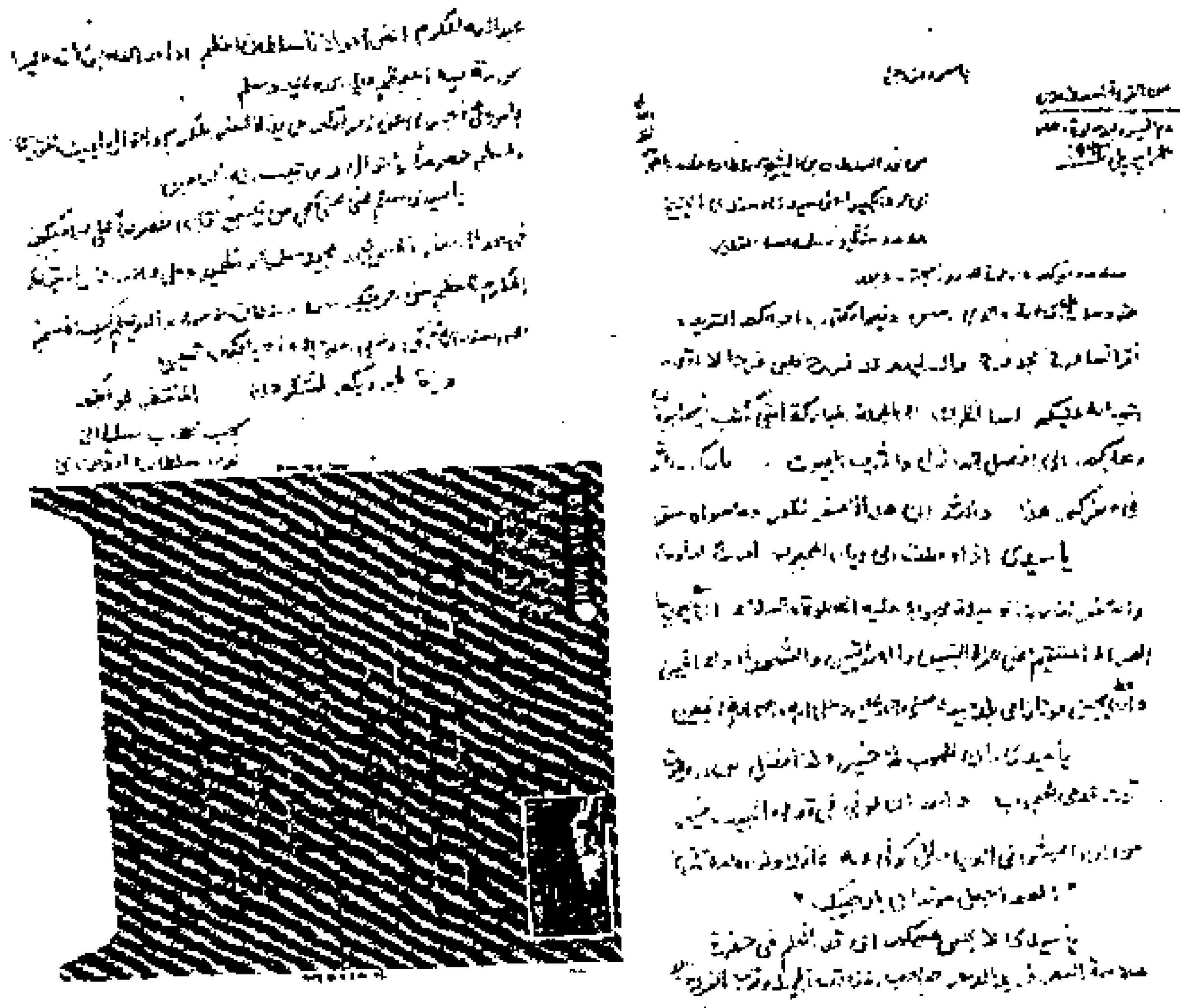

حضرت صاحب کا اپنے عَمِ مکرم کے نام ایک عربی مکتوب حررہ 15 مئی 1963ء

حضرت علّامہ سُلطان اعظم قادری چپھڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے تحصیلِ علوم کے بعد جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُستاذُ الاساتذہ علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے تو اُنہوں نے پہلی ملاقات میں پُوچھا کہ آپ تو جامعہ انوارُ العلوم مُلتان سے فارغ التحصیل ہو کر آئے تھے، آپ کو علّامہ سُلطان اعظم صاحب سے درس لینا کیسا لگا؟ حضرت صاحب نے جواباً کہا کہ مجھے یوں لگا جیسے میں نے چند ماہ میں سیکڑوں سال کا علمی سفر طے کر لیا ہو[3]۔

[1] مکتوب علّامہ نُور سُلطان القادری بنام حضرت سُلطان غلام دستگیر۔ مورخہ 14 مئی 1963ء۔ مملوکہ حضرت سُلطان ارشد القادری
[2] مکتوب علّامہ نُور سُلطان القادری بنام حضرت سُلطان غلام دستگیر۔ مورخہ 23 مئی 1963ء۔ مملوکہ حضرت سُلطان ارشد القادری
[3] روایت از عبد الخالق ولد گُل حسن ساکن موسیٰ والی۔ مورخہ 2 ستمبر 2011ء

Marfat.com

فصل سوّم

جامعہ مظہریہ امدادیہ، بندیال(1963ء - 1964ء)

تاریخی پس منظر:

بندیال، میانوالی کے قریب (موجودہ ضلع خوشاب میں) واقع سیاسی، ثقافتی، علمی اور تاریخی نقطۂ نظر سے ایک اہم قصبہ ہے۔ یہاں آج بھی تقریباً چار سو سال پُرانے محلّات نیز "بُرج" نامی ایک قلعہ کے آثار موجود ہیں۔ 1910ء میں یہاں جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال کی بُنیاد فقیہ العصر حضرت علّامہ یار محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ (و:1887ء۔ف:1947ء) نے رکھی[1]۔ اُن کے فرزندان حضرت علّامہ محمد عبد الحق بندیالوی حفظہ اللہ (و:1931ء) اور حضرت علّامہ محمد فضلِ حق بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ (و:1935ء۔ف:2006ء) نے جامعہ کو علمی و انتظامی لحاظ سے کامیابی کی راہ پر گامزن رکھا[2]۔ اِس دارُ العلوم نے اپنی سو سالہ تاریخ میں اہلسُنّت والجماعت کو علما و مدرّسین کی ایک ایسی عظیم جماعت فراہم کی جس نے خیبر سے کراچی تک تحقیق و تدریس کے میدان میں علمی انقلاب برپا کیا۔ یہ جامعہ آج بھی علّامہ عبد الحق بندیالوی حفظہ اللہ کے زیرِ سایہ علمیت و روحانیت سے منوّر ماحول پیش کرتی ہے۔ حضرت علّامہ شاہ محمد عارف اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ (و:1913ء۔ف:1979ء) کا ایک خوبصورت جملہ ملاحظہ ہو[3]:

"بندیال میں علم پڑھایا نہیں جاتا، پلایا جاتا ہے۔"

جامعہ کی مسندِ تدریس و افتاء پر وقت کے جیّد فقہا و ائمہ براجمان رہے۔

جامعہ بندیال کے اساتذہ میں ایک عظیم نام اُستاذُ العلما حضرت علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ (و:1916ء۔ف:1999ء) کا ہے جو کہ موسسِ جامعہ حضرت علّامہ یار محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذِ رشید تھے اور امامِ حکمت و کلام حضرت علّامہ فضلِ حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (و:1797ء۔ف:1861ء) کی علمی وراثت کے امین متصوّر ہوتے ہیں۔ علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے نصف صدی سے زائد عرصہ تک متعدد جامعات میں مسندِ تدریس کو رونق بخشی جس میں سے تقریباً 23

---

[1] تذکرۂ فضلاء البندیال۔ مفتی غلام محمد بندیالوی شرقپوری۔ ناشر: جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال 2010ء۔ ص37

[2] تذکرہ اکابرِ اہلسُنّت۔ علّامہ محمد عبدُ الحکیم شرف قادری۔ فرید بک سٹال، لاہور 2000ء (بار اول 1976ء)۔ ص571

[3] عظمتوں کے پاسباں۔ علّامہ عبدالحکیم شرف قادری۔ المتاز پبلیکیشنز لاہور۔ 2000ء۔ ص370

Marfat.com

حضرت علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ

سال یوں جامعہ بندیال کو نصیب ہُوئے[1] کہ حضرت موصوف اور جامعہ موصوفہ کا ذکر ایک دوسرے کے بغیر نامکمل معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ علومِ دینیہ کے حوالہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو "اُستاذُ الکل" کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے مگر آپ کی طبعِ سلیم پر علومِ معقول (فلسفہ، منطق، کلام وغیرہ) کا ذوق غالب رہا[2] اور معقولات کی تدریس میں اُس دور کی کسی ہستی کو آپ کا ہم پایہ نہ سمجھا جاتا تھا۔ یہ حصولِ علومِ معقول کی طلب ہی تھی جو کہ حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کو اَواخرِ جولائی 1963ء میں جامعہ بندیال میں حضرت علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے آئی۔

جامعہ بندیال میں حضرت صاحب کی آمد:

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ 28 جولائی 1963ء کو واں بھچراں میں علّامہ میاں سُلطان اعظم قادری رحمۃ اللہ علیہ سے رخصت لے کر علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال پہنچے[3]۔ قبل ازیں جبکہ حضرت صاحب موسیٰ والی اور واں بھچراں میں علّامہ میاں سُلطان اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے زیرِ تعلیم تھے تو علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ فریضۂ حج ادا کرنے حجازِ مقدس گئے ہُوئے تھے۔ حُسنِ اتفاق دیکھیے کہ حضرت صاحب کے چچا حضرت سُلطان غلام دستگیر فخرِ کشمیر رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی سال 1963ء میں ہی سعادتِ حج بیت اللہ سے مشرف ہُوئے۔ حجازِ مقدّس میں اِن دونوں بزرگوں کی ذوق و شوق میں ڈوبی یادگار مُلاقاتیں بھی ہُوئیں۔ مُوسیٰ والی میں حضرت صاحب منتظر تھے کہ علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ حجازِ مقدس سے لوٹیں تو اُن کی خدمت میں حاضر ہُوا جائے۔ نیز یہ بھی ابھی طے نہ تھا کہ علّامہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کس شہر کے کس مدرسہ میں تدریس فرمانا پسند کرتے ہیں۔ بہر حال، وہ جہاں بھی جاتے حضرت صاحب کو وہیں جانا تھا۔ اُس دَور میں ذرائع اطلاعات کے فقدان کے باعث حضرت صاحب کو خود متعدّد شہروں کے سَفر کرنے پڑے تاکہ علّامہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا آئندہ لائحہ عمل معلوم کیا جاسکے۔ اپنے عمِ مکرم کے نام حضرت صاحب کے ایک مکتوب سے اقتباس ملاحظہ ہو[4]:

---

[1] تذکرہ ابرارِ ملت (نُور نُور چہرے)۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری۔ نُوری کُتب خانہ، لاہور 2005ء۔ ص 224

[2] تذکرہ ابرارِ ملت (نُور نُور چہرے)۔ محمد عبدالحکیم شرف قادری۔ نُوری کُتب خانہ، لاہور 2005ء۔ ص 238

[3] روزنامچہ علّامہ محمد نور سلطان القادری۔ سال 1963ء

[4] مکتوب علّامہ نُور سُلطان القادری بنام حضرت سُلطان غلام دستگیر۔ 20 جولائی 1963ء۔ مملوکہ حضرت سُلطان ارشد القادری

Marfat.com

"... سرگودھا سے ہوتا ہُوا بندیال تین بجے پہنچا۔ مولانا عطا محمد صاحب تاحال بندیال تشریف نہیں لائے۔ وہاں کے مولانا عبد الحق صاحب سے ملاقات حاصل کی تو معلوم ہُوا کہ اُن کے لیے ایک آدمی گیا ہُوا ہے جو مکمل تفصیلات حاصل کر کے آنے والا ہے، آپ آج دِن ٹھہریں۔ چنانچہ مَیں ایک دن وہاں ٹھہرا لیکن کوئی جواب نہ آسکا۔ دوسرے روز اجازت لے کر روانہ ہُوا۔ ... اِدھر مولانا سُلطان اعظم صاحب بوجہ گرمی و خانگی معاملات کے کچھ پریشان سے ہیں جن کے سبب میرے آنے کے بعد اب تک ایک سبق بھی اُنہوں نے نہیں پڑھایا بلکہ کل وہ کسی سفر پر تشریف لے گئے۔ مجھے یہ حکم دے گئے کہ کل مَیں واں بھچر اں پہنچوں گا، آپ ادھر آجاؤ تو ان شاء اللہ صرف ایک ہی سبق بوجہ گرمی کے پڑھا سکوں گا۔ بہر حال کچھ بھی ہو۔ جب تک پڑھنا ہے اور مولانا عطا محمد صاحب نہیں تشریف لاتے تو سب کچھ گوارا کرنا ہے اور پڑھنا ہے۔ کیونکہ اِس فن منطق میں اور مدارس کے حالات ناگفتہ بہ ہیں۔ آپ دُعا فرمائیں کہ خُداوند ربُّ العزّت کوئی ایسی صورت پیدا فرماوے کہ یہ سلسلۂ تعلیم بخیر و خوبی طے ہو جائے۔ آمین۔ اِس دَور میں جبکہ ہم مارے مارے پھرتے ہیں، اساتذہ کرام کی یہ بے نیازی دیکھ کر ایک شعر یاد آتا ہے، جو عرض ہے:

اِلٰہی از کرم تو نرم کُن دِلہائے خُوباں را ۔۔۔ وگرنہ عشق را ناپید کُن یا عشق بازاں را"

بندیال میں قیام و معمولات:

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال میں علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے اسباق کا آغاز کر لینے کے بعد اپنے عَمِّ مکرّم کو بذریعہ خط اپنے احوال و معمولات سے یوں مطلع کرتے ہیں[1]:

"... مَیں مورخہ ۲۸ جولائی کو مدرسہ امدادیہ مظہریہ بندیال میں مولانا صاحب مدظلہ کی خدمت حاضر ہُوا۔ مولانا صاحب نے جناب کا ذکرِ خیر فرمایا اور آپ کے ذوق و شوق کو بار بار دُہرایا۔ اِدھر میری رہائش ملک محمد خان کے پاس ہے۔ یہ واں کے ملک شیر محمد، دوست محمد صاحبان کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ حضرت مولانا سُلطان اعظم صاحب کے فرمان مطابق اِن لوگوں نے میری رہائش کا انتظام مع طعام اِن ملک صاحب موصوف کے پاس کیا۔ مَیں صبح سے شام تک تو اِس مدرسہ میں رہتا ہوں، شام کے قریب ہی وقت میں اِن کے مکان (بیٹھک) میں آجاتا ہوں۔ شب گزار کر صبح پھر بغل میں بستہ دبائے مکتب کی راہ لیتا ہوں۔ مولانا صاحب مدظلہ اچھی طرح سے پیش آتے ہیں۔ ..."

---

[1] مکتوبِ علّامہ نُور سُلطان القادری بنام حضرت سُلطان غلام دستگیر۔ 23 اگست 1963ء۔ مملوکہ حضرت سُلطان ارشد القادری

Marfat.com

جیسا کہ مندرجہ بالا اقتباس میں مذکور ہے، بندیال میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش ملک محمد خان بندیال ابن ملک حیات خان بندیال کے پاس رہی۔ ملک صاحب ایک شریفُ الطبع اور مخلص آدمی تھے[1]۔ ایک روایت[2] کے مطابق حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ دِن کا بیشتر حصہ مدرسہ میں ہی گزارتے تھے۔ اس دَور میں بھی سبک رفتار تھے اور سَر پر دستار باندھے رکھتے تھے۔ اپنے علمی معمولات کی مصروفیت کی وجہ سے علاقہ کے لوگوں سے زیادہ میل جول نہ رکھتے تھے۔ تاہم ملک فضل الرحمٰن بندیال سے خاصا تعلق رہا اور پھر اُن کے فرزند ملک فتح خان بندیال اور شیر محمد بندیال سے تو آپ کا اُنس آخر تک رہا۔

علّامہ محمد شفیع الہاشمی حفظہ اللہ روایت[3] کرتے ہیں کہ جامعہ بندیال میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ منتہی کتب کے طالب علم تھے۔ بعض کتب تو بہت زیادہ ضخیم اور وزنی ہوتی تھیں۔ مگر آپ سخت گرمی میں بھی یہ کتابیں خود اپنے کندھے یا سر پر اُٹھا کر لے آتے۔ اکثر صاحبزادگان میں آرام طلبی اور سہل پسندی کا عنصر ہوتا ہے مگر حضرت صاحب اس سے مبرّا تھے۔ کبھی کوئی عقیدت مند بغرضِ خدمت کتابیں آپ سے لینا بھی چاہتا تو آپ منع فرمادیتے اور اپنی کتابیں خود اُٹھاتے۔ آپ کی غیور طبعیت کو کسی کا احسان لینا قبول نہ تھا۔ بقول اقبال[4]: خود فرود آاز شُترِ مثلِ عُمر الحذر! از منّتِ غیر، الحذر!

علّامہ بندیالوی کا فنِ تدریس:

حضرت علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ جہاں معقولات پر دسترس میں عظیم شہرہ رکھتے تھے وہاں تدریس کے فن میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کی تدریسی تکنیک آج بھی علم التعلیم سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے تحقیق کے نئے دریچے وا کر سکتی ہے۔ اس تدریسی تکنیک کی چیدہ چیدہ خصوصیات یہ ہیں[5]:

- درسی کتب کی سالہاسال کی تدریس کے تجربہ کے باوجود ہر بار سبق پڑھانے سے قبل بنظرِ غائر مطالعہ فرماتے اور ہر بار نئے انداز کی تقاریر فرماتے۔
- مشکل مطالب کو سہل اور رواں انداز میں بیان فرماتے۔

---

[1] روزنامچہ علّامہ محمد نور سلطان القادری۔ 3 اگست 1963ء

[2] روایت از رانا عبد الرحمٰن تونسوی ولد جیون خان، سکنہ بندیال۔ مورخہ 2 ستمبر 2011ء بمقام بندیال

[3] روایت از علّامہ محمد شفیع الہاشمی، ساکن کندیاں۔ مورخہ 10 جنوری 2013ء۔ ٹیلی فون

[4] اسرارِ خودی۔ علّامہ محمد اقبال۔ ص 23۔ شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب بحالتِ سواری اشتر حضرت فاروقِ اعظم کا تازیانہ ہاتھ سے گر گیا تو اسے زمین سے اٹھانے کے لیے آپ خود اونٹ سے اُترے اور اس معمولی کام کے لیے بھی کسی کا احسان لینا گوارا نہ کیا۔

[5] تذکرہ ابرارِ ملت (نور نور چہرے)۔ محمد عبد الحکیم شرف قادری۔ نوری کتب خانہ، لاہور 2005ء۔ ص 32 تا 34

Marfat.com

- طلبہ سے روزانہ کے مطالعہ کی سخت پابندی کرواتے۔ طلبہ ہر روز بازپُرس اور جواب دہی کی کیفیت سے گزرتے۔ سُستی کی صورت میں سخت سرزنش ہوتی۔
- آپ تقاریر کی تکرار کرتے، تاوقتیکہ آپ مطمئن ہو جاتے کہ جماعت کے ہر فرد کو شرحِ صدر حاصل ہو گیا ہے۔
- طلبا کے سامنے اُن کی تعریف نہ کرتے تاکہ وہ بے جا غرور و تکبر میں مبتلا نہ ہوں۔
- علم کے ساتھ ساتھ طلبا کی عملی و اخلاقی تربیت بھی فرماتے۔
- دورانِ تدریس مناسب مقامات پر اختلافی مسائل پر اپنی تحقیقات بیان فرماتے۔
- اندازِ تدریس یہ تھا کہ طالب علم عبارت پڑھتا اور آپ تقریر فرماتے۔
- آپ عبارت کو غور سے سُنتے اور معمولی سی غلطی پر بھی گرفت فرماتے۔ پھر طالب علم کو تقریر دہرانے کا حکم دیتے۔ جب تک طالب علم تقریر کو کامیابی سے دُہرا نہ لیتا آپ آگے نہ چلتے[1]۔

جامعہ بندیال میں علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا حُجرۂ تدریس

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استادِ مکرم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کر کے نہ صرف علوم معقول میں ید طولیٰ حاصل کیا بلکہ فنِ تدریس میں بھی علامہ بندیالوی کی طرز کو اختیار فرمایا۔ راقم کو یاد ہے کہ قبلہ حضرت صاحب جب کوئی کتاب پڑھا رہے ہوتے تو ہم تلامذہ کو اپنی تقریر کے الفاظ دُہرانے کا حکم فرماتے۔ اُس وقت تک طلبا سے اپنی تقریر دہروایا کرتے جب تک کہ طالب علم کے بیان کی روانی سے آپ مطمئن نہ ہو جاتے کی اب مسئلہ ذہن نشین ہو گیا ہے۔ حضرت صاحب کئی دفعہ بڑی مسرت و محبت سے یاد کیا کرتے کہ مَیں نے یہ طریقۂ تدریس علامہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھا ہے۔ حضرت علامہ علی احمد سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ (و:1943ء۔ ف:2013ء) حضرت صاحب کے متعلق ایک تاثراتی مضمون میں یوں رقمطراز ہوتے ہیں[2]:

---

[1] تذکرۂ فضلاء البندیال۔ مفتی غلام محمد بندیالوی شرقپوری۔ ناشر: جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال 2010ء۔ ص 98

[2] مضمون از علامہ علی احمد سندیلوی، شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ لاہور۔ مورخہ 2 جنوری 2012ء۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ راقم۔ (بشکریہ حافظ محمد ابراہیم)

Marfat.com

"... اڑتیس اُنتالیس سال پہلے بھکّر میں اُن کے مدرسہ میں پہلی اُن کی زیارت کا شرف حاصل ہُوا۔ طلبا کو سبق پڑھا رہے تھے۔ 'مربی الکبیر' استاذ الاساتذہ ملک العلما علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے انداز میں پڑھا رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا پڑھا نہیں، پلا رہے ہیں۔ ... "

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے راقم کو بتایا تھا کہ علّامہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا وطیرہ تھا کہ نمازِ عصر کے بعد چہل قدمی کرنے کھیتوں میں تشریف لے جایا کرتے۔ ایک تو دن بھر کے مطالعہ و تدریس کے معمول کے بعد چہل قدمی سے بدن کو تازگی اور آنکھوں کو طراوت ملتی تو دوسری طرف کتب کے مطالعہ کے بعد فطرت کے مشاہدہ سے "ہر گیاہی کہ از زمیں رُوید وحدہ لاشریک می گوید[1]" کے مصداق ایمان تازہ ہوتا۔ علّامہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے لائق و فائق طلبا کو بھی بعض اوقات چہل قدمی میں شرکت کا اعزاز بخشتے۔ حضرت صاحب بھی بسا اوقات اپنے اُستادِ مکرم کی معیت میں ہوتے۔ اس موقعہ پر عموماً ایسے علمی نکات پر گفتگو ہوتی جو علّامہ بندیالوی کی ذاتی تحقیقات کا نچوڑ اور دن بھر پڑھائی جانے والی کتب پر مستزاد ہوتے۔ نیز اِس دوران بعض اوقات آپ اپنی قلبی کیفیات اور روحانی واردات کا بھی اظہار فرماتے۔ بقولِ اقبال[2]:

گرچہ مَن صد نکتہ گفتم بے حجاب ... نکتہ ای دارم کہ ناید در کتاب
سوزِ اُو را از نگاہِ مَن بگیر ... یا ز آہِ صبحگاہِ مَن بگیر

جامعہ بندیال کے حالات وواقعات:

جامعہ بندیال میں حضرت صاحب کی ہمدرس شخصیات میں علّامہ عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ (و:1944ء۔ ف:2007ء)، علّامہ غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ (و:1937ء۔ ف:2016ء)، علّامہ میاں علی اکبر رحمۃ اللہ علیہ (آف بالا شریف)، مولانا محمد شفیع الہاشمی حفظہ اللہ، مولانا محمد زمان حفظہ اللہ، مولانا قاری جان محمد حفظہ اللہ، علّامہ نظام الدین حفظہ اللہ، مولانا شفیع احمد حفظہ اللہ، مولانا محمد اسماعیل حسنی حفظہ اللہ اور علّامہ عبد الرحمٰن حسنی حفظہ اللہ شامل ہیں۔ حضرت علّامہ عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ زمانۂ بندیال میں حضرت صاحب سے متعلق یادیں تازہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں[3]:

---

[1] ترجمہ: "زمین سے پھوٹنے والا گھاس کا ہر تنکا اُس ذاتِ باری کے واحد اور لاشریک ہونے کا اعلان کرتا ہے"۔

[2] جاوید نامہ۔ علّامہ محمد اقبال۔ ص199۔ ترجمہ: اگرچہ میں نے سیکڑوں نکات سے پردہ کشائی کی ہے مگر ایک نکتہ ایسا بھی ہے جو کتاب میں نہیں سما سکتا۔ اُس نکتہ کے سوز کو میری نگاہ سے حاصل کرلو، یا میری آہِ صبحگاہی سے حاصل کرلو"۔

[3] مکتوب علّامہ عبد الحکیم شرف قادری بنام صاحبزادہ منصور سلطان و برادران۔ مورخہ 30 اکتوبر 2006ء۔ مملوکہ راقم۔ بشکریہ صاحبزادہ محسن سلطان صاحب

Marfat.com

"جن دنوں راقم دارالعلوم امدادیہ مظہریہ بندیال شریف میں تحصیلِ علم میں مصروف تھا، انہی دنوں میں حضرت صاحبزادہ صاحب وہاں تشریف لائے تھے اور ہم نے بعض اسباق اُستاذُ الاساتذہ حضرت مولانا علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ایک ساتھ پڑھے تھے۔ حضرت علّامہ صاحبزادہ نور سلطان قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ تعالیٰ کی اولادِ امجاد میں سے ہونے کے علاوہ بڑے خوش مزاج، انتہائی ذہین اور محنتی تھے۔ ہر وقت خوش باش رہتے تھے اور تبسم اُن کے ہونٹوں پر کھیلتا رہتا تھا۔ حضرت علّامہ مولانا غلام رسول سعیدی صاحب شارحِ مسلم شریف و صاحب تفسیرِ تبیان القرآن (حال کراچی) بھی ہمارے ساتھی تھے۔ ... ایک دفعہ ایک ساتھی بڑے احترام کے ساتھ صاحبزادہ صاحب کو ملا۔ صاحبزادہ صاحب نے پُوچھا کہ آپ اتنا تکلف اور اتنا احترام کیوں کرتے ہیں؟ اُنہوں نے کہا آپ حضرت سُلطان باھُو کی اولاد ہیں۔ صاحبزادہ صاحب نے فرمایا آپ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ ..."

جامعہ بندیال میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا علّامہ عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی تعلقِ خاطر اور دوستانہ تھا۔ علمِ دین کی بے پایاں محبت، کردار کی متانت و شرافت اور ادبیات کی جانب رغبت ہر دو حضرات کے مشترکہ اوصافِ حمیدہ تھے۔ جس دَور میں حضرت صاحب جامعہ بندیال سے رخصت ہو کر تخصص فی الفقہ والقانون کے لیے جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں محوِ تحصیلات تھے تو ہر دو حضرات کے مابین محبت و ادبیت سے معمور خط و کتابت جاری رہی۔ نمونہ کے طور پر حضرت صاحب کے نام علّامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے دو مکتوبات سے اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں:

الف)[1] "سُلطانِ مُلکِ سُخن، ملکِ اقلیم فرح و امن جناب صاحبزادہ صاحب

سلامِ شوق! مزاجِ وہاج

معروض آنکہ مجردہ کے جواب میں مکتوبِ ملفوف دیکھ کر کچھ ایسی مسرت رگ و پے میں سرایت کر گئی کہ سفر زندگی کے شاید ہی کسی مرحلے میں میسّر ہُوئی ہو جسے بزبانِ قلم احاطۂ تحریر میں لانے کا ارادہ بھی جذباتِ اشتیاق کی گستاخی کے مترادف ہے۔ بڑا لطیف وہ سماں ہے کہ صلح ہو جائے جنگ ہو کر۔ ..."

ب)[2] "دیدۂ شوق کا سفر کبھی ایسی حد تک نہیں پہنچا جسے مُنتہا قرار دیا جا سکے اور غالباً کسی کے جذبات کی گہرائی تک وصول کو سہل الحصول نہیں کہا جا سکتا۔ اپنے پہلو میں مشتاق دل رکھنے والا ہر شخص لقا کے مختصر لمحات میں ضروری و غیر ضروری عمل کو ذکر کر کے ایک حد تک اپنے کلام کو طویل بنانا چاہتا ہے۔ چنانچہ

---

[1] مکتوب علامہ عبد الحکیم شرف لاہور بنام علامہ نور سُلطان القادری۔ (مورخہ 1964-1965ء، قیاساً) مملوکہ راقم

[2] مکتوب علامہ عبد الحکیم شرف لاہوری بنام علامہ نور سُلطان القادری۔ (مورخہ 1964-1965ء، قیاساً) مملوکہ راقم

Marfat.com

بندیال سے لکھے ہُوئے آخری خط میں قبلہ اُستادیم صاحب کی گفتگو اور جواب کا ملخص لکھ دیا تھا جو کہ آپ کو نہ مل سکا ہوگا تاکہ تخاطب میں توسیع کا موقع مل سکے لیکن نیرنگیٔ قسمت کہ وہ رسائی سے قاصر رہا۔ ..."

مندرجہ بالا اقتباسات کاتب ومکتوب الیہ کے باہمی تعلق خاطر کے ساتھ ساتھ ہر دو کے ذوقِ سلیم پر دال ہیں۔

جامعہ بندیال میں قیام کے دوران حضرت صاحب نے اُستاذ الاساتذہ علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ہی زانوئے تلمذ تہ کیا، تاہم جامعہ کے دیگر اساتذہ اور اکابر سے آپ کا رابطہ ضرور رہا۔ جامعہ کے مہتمم حضرت علّامہ محمد عبد الحق بندیالوی حفظہ اللہ حضرت صاحب کے حوالہ سے اُس دَور کی یادیں تازہ کرتے ہُوئے فرماتے ہیں[1]:

"صاحبزادہ نُور سُلطان صاحب بڑے باصلاحیت، سنجیدہ، صاحبِ مطالعہ، نیک، متقی اور علم دین سے شغف رکھنے والے محنتی طالب علم تھے۔ آپ اپنے ساتھیوں میں ممتاز تھے۔ اگرچہ بسا اوقات طالب علم سُستی کرتے ہیں مگر آپ پابندِ صوم وصلوٰۃ تھے۔ ابتدا سے ہی متشرع عالم تھے۔ اپنے تجربہ کی بُنیاد پر ہمیں اُس وقت ہی اندازہ تھا کہ وہ کوئی بُلند مقام حاصل کریں گے۔ وہ علم، عمل، نیکی اور اخلاق میں درجۂ اتم تھے۔ خلیق اور وفاشعار انسان تھے۔ اگرچہ مَیں اُن کا اُستاد نہ تھا مگر اُستادوں کی طرح میرا احترام کرتے۔ مَیں بھی اُن کے خاندان اور علم وعمل کی بنا پر دل سے محبت کرتا۔ ..."

معقولات کی کتب پر علّامہ بندیالوی کی تقریرات:

اگرچہ جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ صرف سال سوا سال تک استاذ الاساتذہ علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے محوِ تحصیلات رہے مگر علمی وفنی نقطۂ نظر سے یہ دَور نہایت اہم اور زرخیز ثابت ہُوا۔ بعد ازآں اس دَور نے حضرت صاحب کی علمی وعملی زندگی پر دُوررَس اثرات مرتب کیے۔ حضرت صاحب نے اپنے اُستادِ مکرّم سے علم الکلام، منطق اور فلسفہ کی دقیق ترین کتب پر تفصیلی دروس حاصل کیے اور مباحث وتکرار میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ آپ اپنی حد درجہ محنت اور خداداد قوّتِ حافظہ کی مدد سے اپنے اُستادِ مکرّم کی ارشاد فرمودہ تقاریر کو ورطۂ تحریر میں لے آئے۔ آپ کو اپنے جیّد اساتذہ کی تقریرات تحریر کرنے میں خاص شہرہ حاصل تھا اور آپ کے ہم درس حضرات سمیت متعدد علمائے کرام اِن تحریروں کی نقول سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔ حضرت علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی جن تقریرات کو حضرت صاحب

[1] روایت از علّامہ محمد عبد الحق بندیالوی۔ مورخہ 2 ستمبر 2011ء بمقام بندیال

Marfat.com

احاطۂ تحریر میں لائے وہ تقریباً ایک ہزار صفحات پر پھیلا ہوا ایک عظیم علمی خزانہ ہے جو تا حال (2016ء) غیر مطبوعہ حالت میں راقم کے پاس محفوظ ہے۔ اِن تقریرات کی فہرست حسبِ ذیل ہے:

• میر قُطبی	27 صفحات	6 اگست تا 8 ستمبر 1963ء
• مُلّا حَسَن	379 صفحات	6 اگست تا 21 اکتوبر 1963ء
• مُلّا جلال، میر زاہد	240 صفحات	24 اکتوبر تا 31 دسمبر 1963ء
• رسالہ قطبیہ، میر زاہد، غلام یحیٰ	121 صفحات	15 جنوری تا 30 جنوری 1964ء
• میبذی	84 بڑے صفحات	4 مارچ تا 15 مئی 1964ء
• شرح قاضی	121 بڑے صفحات	25 مئی تا 22 اگست 1965ء

حضرت صاحب نے اِس محنت سے مندرجہ بالا کتب کا مطالعہ کیا اور اِس مشقّت سے شروحات و تقریرات کو تحریر کیا کہ دیکھنے والا عش عش کر اُٹھے۔ حتیٰ کہ خود آپ کے اُستادِ مکرّم علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے، جو کہ بہت شاذ و نادر ہی اپنے کسی طالبعلم کی تعریف کیا کرتے تھے، آپ کو ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں [1]:

"نُور سلطان صاحب نے جو حرف بھی پڑھا ہے، پڑھانے کے لیے پڑھا ہے۔"

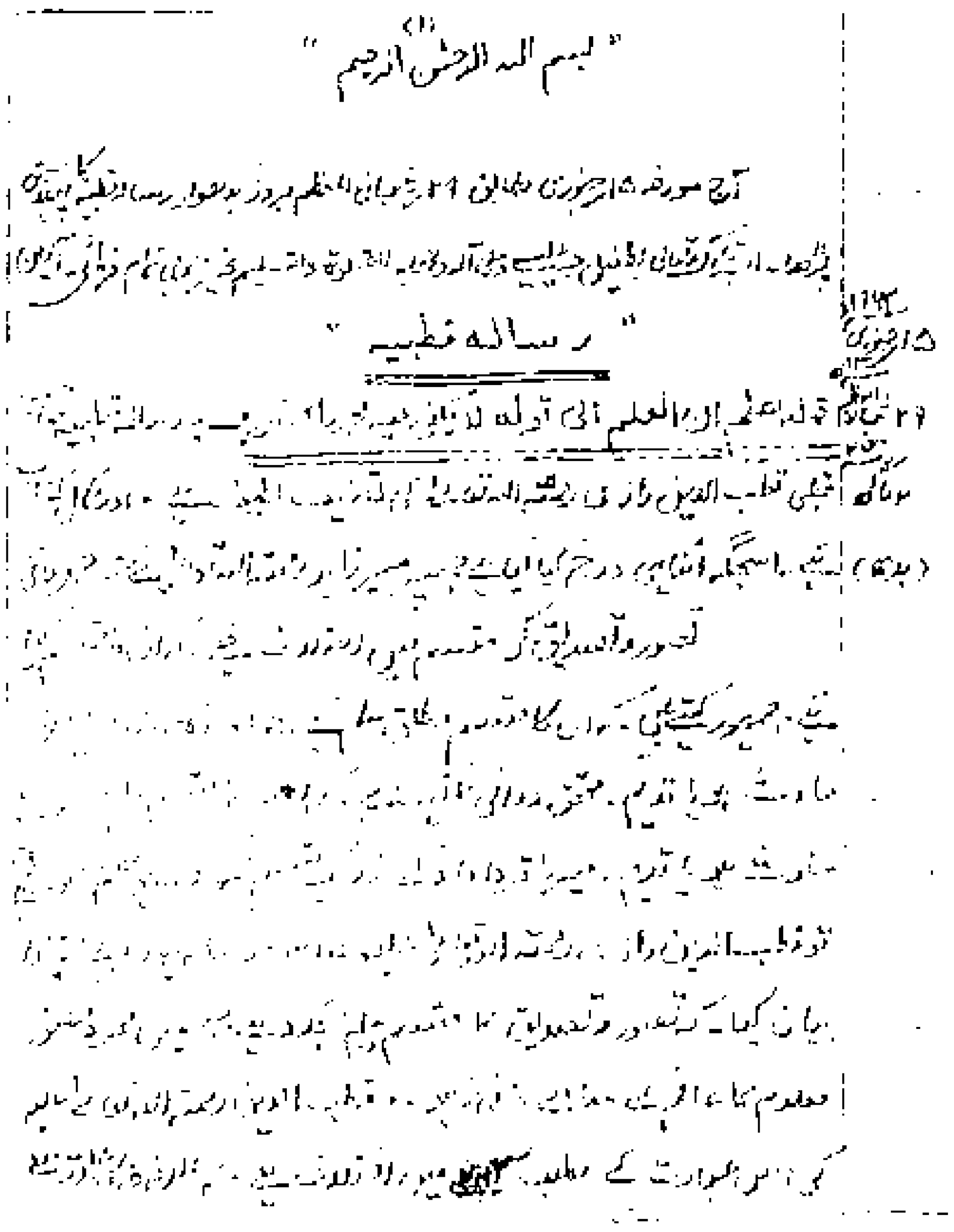
بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالہ قطبیہ

حضرت صاحب کی لکھی تقریرات رسالہ قطبیہ کا پہلا صفحہ

اُستاذ الاساتذہ کا یہ جملہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وجاہت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اسی طرح، علامہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید حضرت علامہ شہباز علی قادری حفظہ اللہ فرماتے ہیں [2]:

"ہمارے اُستادِ مکرّم کو اپنے شاگردوں میں سے حضرت نور سلطان صاحب پر بڑا وثوق تھا لہٰذا وہ اُن کی کہی ہوئی بات کی بہت توقیر کرتے تھے۔"

---

[1] روایت از علامہ محمد شفیع الہاشمی، ساکن کندیاں۔ مورخہ 10 جنوری 2013ء۔ ٹیلی فون

[2] روایت از علامہ شہباز علی قادری، صدر مدرس جامعہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد۔ مورخہ یکم اگست 2011ء

Marfat.com

حضرت صاحب اور علامہ بندیالوی کا تعلق:

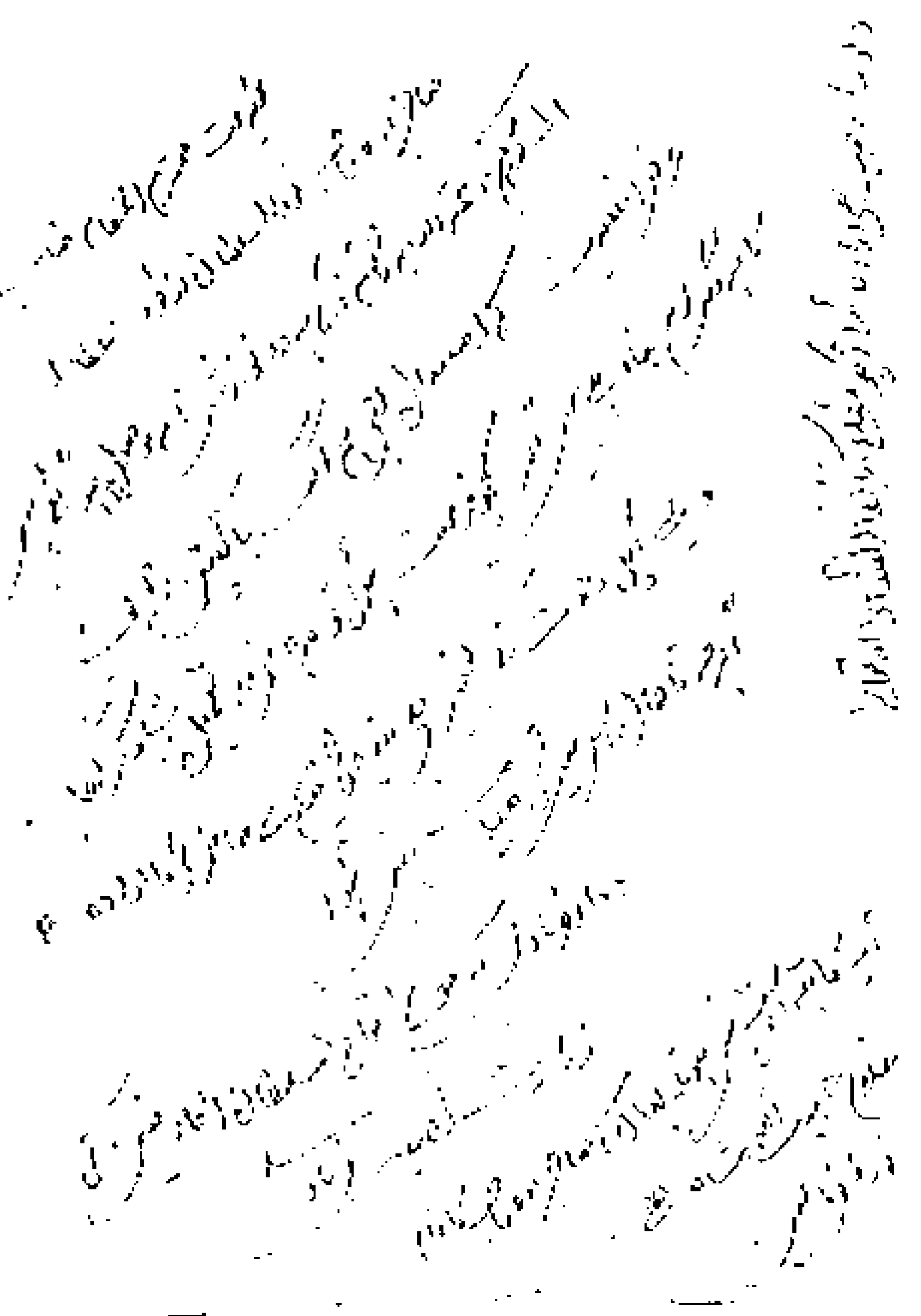

علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب کا عکس

علامہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت صاحب کا خلوص و تعلقِ خاطر آخر تک قائم رہا۔ حضرت صاحب اپنے اُستادِ مکرّم کے پاس وقتاً فوقتاً برائے زیارت جایا کرتے اور اُستاد کی خدمت میں نذرانہ بھی پیش کرتے[1]۔ بعد ازاں حضرت صاحب کے زیرِ اہتمام جامعہ انوارِ باھو بھکّر کے سالانہ جلسہ پر بھی علامہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ ایک بار جب آپ کمیٹی گراونڈ بھکّر میں جامعہ انوارِ باھُو کے جلسہ پر تشریف لائے تو آپ نے "وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ یہ خطاب آڈیو کیسٹ میں حضرت صاحب کے پاس محفوظ تھا جو کہ ایک بار آپ نے راقم کو ساتھ بٹھا کر بھی سماعت فرمایا۔ حضرت صاحب کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی کہ اُن کے اُستادِ مکرّم سالانہ جلسہ پر تشریف لا کر اہلیانِ بھکّر کو اپنے ارشاداتِ عالیہ سے نوازیں۔ تاہم علامہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت صاحب کے نام ایک مکتوب کا اقتباس ملاحظہ ہو[2]:

> "... اب آپ کا جلسہ مئی میں یعنی عین گرمیوں میں ہو رہا ہے، اِس لیے بندہ معذرت خواہ ہے۔ امید ہے کہ محسوس نہیں فرمائیں گے۔ جناب کو علم ہے کہ بندہ ذاتی طور پر پیشہ ور مقرر نہیں۔ صرف احباب کے اصرار پر گاہے بگاہے یہ شغل مجبوراً کر لیتا ہوں۔... بندہ کی تدریس کی مدت تقریباً چالیس سال تک پھیلی ہُوئی ہے۔ جب صحت اور طاقت اچھی تھی تو اُس وقت بھی بندہ نے خطابت وغیرہ کا شغل نہیں رکھا، اگرچہ اس میں دراہم و خلوص کی زیادتی ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے ایک ماہر طبیب نے یہ مشورہ دیا کہ جب تم سارا ہفتہ تدریسی کام کرتے ہو تو ایک دن دماغ کو ضرور آرام دینا چاہیے، ورنہ دماغ پر بوجھ کی وجہ سے تدریسی خدمت بھی سرانجام نہیں دے سکو گے۔ بندہ نے یہ تفصیل اِس لیے ذکر کی ہے کہ آپ اِس پر پوری توجہ فرما سکیں۔ ..."

---

[1] روایت از علامہ شہباز علی قادری، صدر مدرس جامعہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد۔ مورخہ یکم اگست 2011ء

[2] مکتوب علامہ عطا محمد بندیالوی بنام علامہ نُور سُلطان القادری۔ تاریخ ندارد۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ

ایک روایت[1] کے مطابق 1980ء کی دَہائی میں میراث کے ایک شرعی مسئلہ پر بعض لوگ حضرت صاحب کو کسی مقام پر مدعو کر کے لے آئے تا کہ کسی دوسرے عالمِ دین سے، جو کہ مسئلہ کا مختلف حل بتا رہے تھے، بحث کریں۔ چونکہ بعض لوگوں نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ دو علما کے بیچ مناظرہ ہونے لگا ہے، اس لیے کافی لوگ جمع ہو گئے۔ جب حضرت صاحب مقررہ مقام پر پہنچے تو آگے کوئی اور نہیں بلکہ علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ مدعو تھے۔ حضرت صاحب نہایت ہی ادب سے اپنے اُستادِ مکرّم کی خدمت میں تسلیمات بجا لائے اور کہا "قبلہ اُستاد صاحب، آپ کے فیضِ علم سے جو کچھ ہم نے سیکھا اُس کے مطابق تو یہ مسئلہ یوں ہے۔ تاہم اگر آپ کا یہ طالبعلم غلطی پر ہے تو اس کی اصلاح فرمادیں"۔ جب علّامہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صاحب کا موَقف سُنا تو اُس سے اتفاق ظاہر فرمایا۔ پھر یہ بھی واضح ہو گیا کہ دونوں حضرات کی رائے میں اختلاف اِس لیے واقع ہُوا تھا کہ گواہوں نے اپنے الفاظ میں تبدیلی کر دی تھی۔

جن دنوں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جامعہ بندیال میں زیرِ تعلیم تھے تو آپ کے والدِ ماجد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ، عمِ مکرّم حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ اور عموی بزرگ حضرت سُلطان محمد مُشتاق رحمۃ اللہ علیہ خطوط کے ذریعہ مسلسل آپ سے رابطہ میں رہتے، آپ کے علمی مشاغل کی تفصیلات حاصل کیا کرتے اور ہدایات و مشاورت عطا کرتے۔ اُس دَور میں آپ کے والدِ ماجد کے تحریر کردہ دو مکتوبات سے اقتباسات ملاحظہ ہوں:

الف)[2] "... آپ پڑھائی میں پوری کوشش کریں۔ جلدی نہ کریں۔ جناب الحاج مولانا صاحب کی طرف سے تعلیم درس و تدریس سے ہمیں پورا اطمنان ہے۔ مگر آپ کے مزاج میں ذرا تیزی و جلد بازی زیادہ ہے۔ عزیز، یہ موقع بار بار ہاتھ نہیں آتا۔ جب تک ایک سبق مکمل نہ ہو، دوسرا سبق نہ لیں۔ یعنی اتنا کھانا چاہیے جو اچھی طرح ہضم ہو سکے۔ ہمارے صحیح عقائد کے یہاں عالم بھی نہیں، جن سے کل متشابہ کی اصلاح (فہم تفہیم) ہو سکے۔ ..."

---

[1] روایت حافظ محمد رمضان سواگی ابن محمد بخش اعوان، سکنہ جمعہ شریف۔ مورخہ 6 ستمبر 2011ء

[2] مکتوبِ حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو بنام علامہ نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 17 اگست 1963ء۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

ب)[1] "برخوردار نُورِ چشمی راحتِ جاں نُور سُلطان صاحب سلمہ ربہ المنان۔ بعد از دعوات مزید بخت و حیات و سعادتِ دولتِ علم ہدایت و عنایت و نہایت نصیب۔ خط موصول ہو کر باعثِ اطمنان ہُوا۔ مالک آپ کے استاد صاحب کو صحت و سلامتی سے رکھے جو نہایت مہربانی و کوشش فرماتے ہیں، نیز آپ کو بھی حصولِ علم کی زیادہ محبت و کامیابی نصیب کرے۔ بغیر محنت کے موم لوہا ہوتا ہے اور محنت کے آگے لوہا بھی موم بن جاتا ہے۔ ... اگر اُستاد صاحب عُرس پر یا گھر تشریف لے جاویں اور اسباق کا زیادہ ناغہ نہ ہو تو پھر گھر کا چکر لگا جاویں، ورنہ تعلیم کے ٹائم کو ضائع نہ ہونے دیں۔ ..."

ایک روایت[2] کی رُو سے ایک بار حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ جامعہ بندیال تشریف لائے اور علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے مُلاقات میں اپنے فرزندِ ارجمند کی محنت اور قابلیت کے بارے استفسار کیا۔ جواباً علّامہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ "نُور سُلطان صاحب نہ صرف یہ کہ اپنی کتب نہایت محنت اور ذوق سے پڑھ رہے ہیں بلکہ دیگر طلبہ کے ساتھ متعدد کتب کا سماع بھی کرتے ہیں۔ نُور سُلطان صاحب نے جو حرف بھی پڑھا ہے، پڑھانے کے لیے پڑھا ہے"۔ بعد ازاں حضرت سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے علّامہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک واقعہ سُنایا کہ آستانہ عالیہ جمعہ شریف میں علاقۂ دامان کی ایک مشہور گدی کے پیر صاحب آئے ہُوئے تھے، اور طریقت کے بعض مسائل پر تبادلۂ خیال ہو رہا تھا۔ جب حضرت صاحب نے بتایا کہ وہ بندیال میں محوِ تعلیم ہیں تو پیر صاحب موصوف نے پُوچھا کہ آپ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے متعلق کیا عقیدہ ہے۔ حضرت صاحب نے عقائدِ اہلسنّت بیان کیے۔ پھر جب پیر صاحب نے اپنے عقائد بیان کیے تو حضرت صاحب نے دلائل سے اُن کے عقائد کو رَد کرنے کے بعد برہمی سے فرمایا کہ جو عقائد آپ نے بیان کیے یہی تو مولوی حُسین علی کے تھے۔ پیر صاحب موصوف اِس بات پر اِس قدر ناراض ہُوئے کی چائے کی آدھی پیالی چھوڑ کر چل دیے۔ حضرت سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ علّامہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کو سنا کر کہا کہ آپ اپنے شاگرد کو نصیحت کریں کہ اِس قدر سختی روا نہ رکھا کریں۔ بعد ازآں جب علّامہ بندیالوی نے حضرت صاحب سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو حضرت صاحب نے کہا کہ مجھے تو یہ افسوس ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ علم کے متعلق گُستاخانہ عقائد رکھنے والے شخص نے چائے کی آدھی پیالی پی کیوں لی۔ یہ تھا عالمِ جوانی میں حضرت صاحب کا عالمِ تصلّب۔

---

[1] مکتوب حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو بنام علامہ نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 8 ستمبر 1963ء۔ مملوکہ راقم

[2] روایت از علّامہ محمد شفیع الہاشمی، ساکن کُندیاں۔ مورخہ 10 جنوری 2013ء۔ ٹیلی فون

Marfat.com

جامعہ اسلامیہ بہاولپور کا اِرادہ:

اِدھر جولائی 1963ء میں حضرت صاحب جامعہ بندیال پہنچے تھے تو اُدھر جامعہ عباسیہ بہاولپور کو سرکاری طور پر جامعہ اسلامیہ بہاولپور بنا کے غزالیِ زماں علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا پہلا شیخ الحدیث مقرر کیا گیا۔ اِسی سال جامعہ انوارُ العلوم مُلتان کے کئی نوفارغ التحصیل علما نے جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں داخلہ لے لیا۔ غزالیِ زماں نے ستمبر 1963ء میں حضرت صاحب، نیز حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو اور حضرت سُلطان غلام دستگیر کو مکتوبات لکھے اور اِس خواہش کا اظہار کیا کہ حضرت صاحب کو جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں داخل ہو جانا چاہیے[1]۔ بزرگوں کی باہمی مشاورت سے جو لائحۂ عمل طے ہُوا وہ حضرت سُلطان غلام دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مکتوب کے مندرجہ ذیل اقتباس سے واضح ہوتا ہے[2]:

"... میری رائے بھی حضرت صاحب (یعنی حضرت سُلطان غلام باھُو) کی رائے سے متفق ہے۔ آپ اِس سال بالکل یکسوئی سے بندیال میں تعلیم حاصل کریں کیونکہ یہ فن اور کہیں بھی حاصل نہ ہو سکے گا اور دوبارہ شاید آپ کو اِس کا موقع مل سکے یا نہ۔ البتہ جامعہ کا داخلہ اگر آپ چاہیں تو ان شاء اللہ اگلے سال داخلہ لے لیا جائے گا۔ قبلہ شاہ صاحب کے ساتھ آپ اگلے سال کا وعدہ کر لیں۔ امید ہے وہ مطمئن ہو جاویں گے۔ جامعہ کی تعلیم بھی اگلے سال سے صحیح معنوں میں شروع ہو گی اور اِس سال آپ اِدھر بہت کچھ حاصل کریں گے۔ ..."

یُوں حضرت صاحب نے تیرہ ماہ جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال میں اُستاذُ العلما حضرت علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے فیضِ علم سے معقولات میں پختگی حاصل کی اور اگست 1964ء کے اواخر میں یہاں سے رخصت ہو کر ستمبر 1964ء میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور پہنچے۔

---

[1] روزنامچہ علّامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 6 ستمبر، 22 ستمبر، 15 نومبر 1963ء

[2] مکتوبِ حضرت سُلطان غلام دستگیر بنام علّامہ نُور سُلطان القادری۔ 24 نومبر 1963ء۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

فصل چہارم

جامعہ اسلامیہ بہاولپور (1964ء تا 1966ء)

بہاولپور کا علاقہ چولستان کے لق ودق صحرا اور وادیٔ سندھ کی لہلہاتی تہذیب کے سنگم پر واقع قدیم دراوڑوں، سلاطین دہلی اور پھر عباسی تاجداروں کے عروج وزوال کا چشم دید گواہ ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے نسبی تعلق بتانے والے عباسی حکمرانوں کے زیرِ تسلّط ریاستِ بہاولپور کی بُنیاد اٹھارویں صدی عیسوی میں دُرّانی سلطنت کے خاتمہ پر رکھی گئی۔ ریاست بہاولپور نے 1833ء میں حکومتِ برطانیہ سے تعاون کا معاہدہ کیا، 1947ء میں پاکستان سے الحاق کا اعلان کیا، 1952ء میں پاکستان کا صوبہ بنا اور 1955ء میں مغربی پاکستان میں ضم کر دیا گیا۔ بہاولپور کے عباسی حکمران اولیاء اللہ سے عقیدت اور علم دوستی میں شہرہ رکھتے تھے۔ اُن کی علم دوستی کا ایک عملی ثبوت جامعہ عباسیہ بہاولپور کا قیام تھا۔

جامعہ عباسیہ بہاولپور کا قیام 1925ء میں ریاست بہاولپور کے آخری تاجدار نواب صادق محمد خان (و:1904ء۔ ف:1966ء) کے ہاتھوں ہُوا[1]۔ اِس جامعہ کی بنا بغداد، قاہرہ، قرطبہ اور غرناطہ کی جامعات کی طرز پر رکھی گئی۔ درسِ نظامی اور علومِ اسلامیہ عربیہ کے ساتھ ساتھ انگریزی، اُردو، ریاضی اور تاریخ وغیرہ کے علوم بھی پڑھائے جاتے تھے۔ جامعہ کے اکثر اساتذہ دارُ العلوم دیوبند، دارُ العلوم سہارن پُور، ندوۃ العلما لکھنؤ اور بعد ازاں اِسی جامعہ کے فارغ التحصیل علما ہوتے[2]۔ اِس کے پہلے شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ 1925ء میں مقرر ہُوئے اور 1947 تک اِس منصب پر براجمان رہے۔ اُن کے بعد مولانا محمد عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور پھر سیّد سلمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ خاص مولانا محمد ناظم ندوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اِسی منصب پر فائض رہے[3]۔ اِس ادارہ نے علوم وفنونِ عربیہ کی ترویج میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ جامعہ سے حاصل ہونے والی علّامہ کی ڈگری بی اے کی ڈگری کے مساوی متصوّر تھی۔ تاہم جامعہ کے آخری دَور میں فارغ التحصیل ہونے والے طلبا کی کھپت روائتی مدارس کے فضلا سے زیادہ مختلف نہ تھی۔

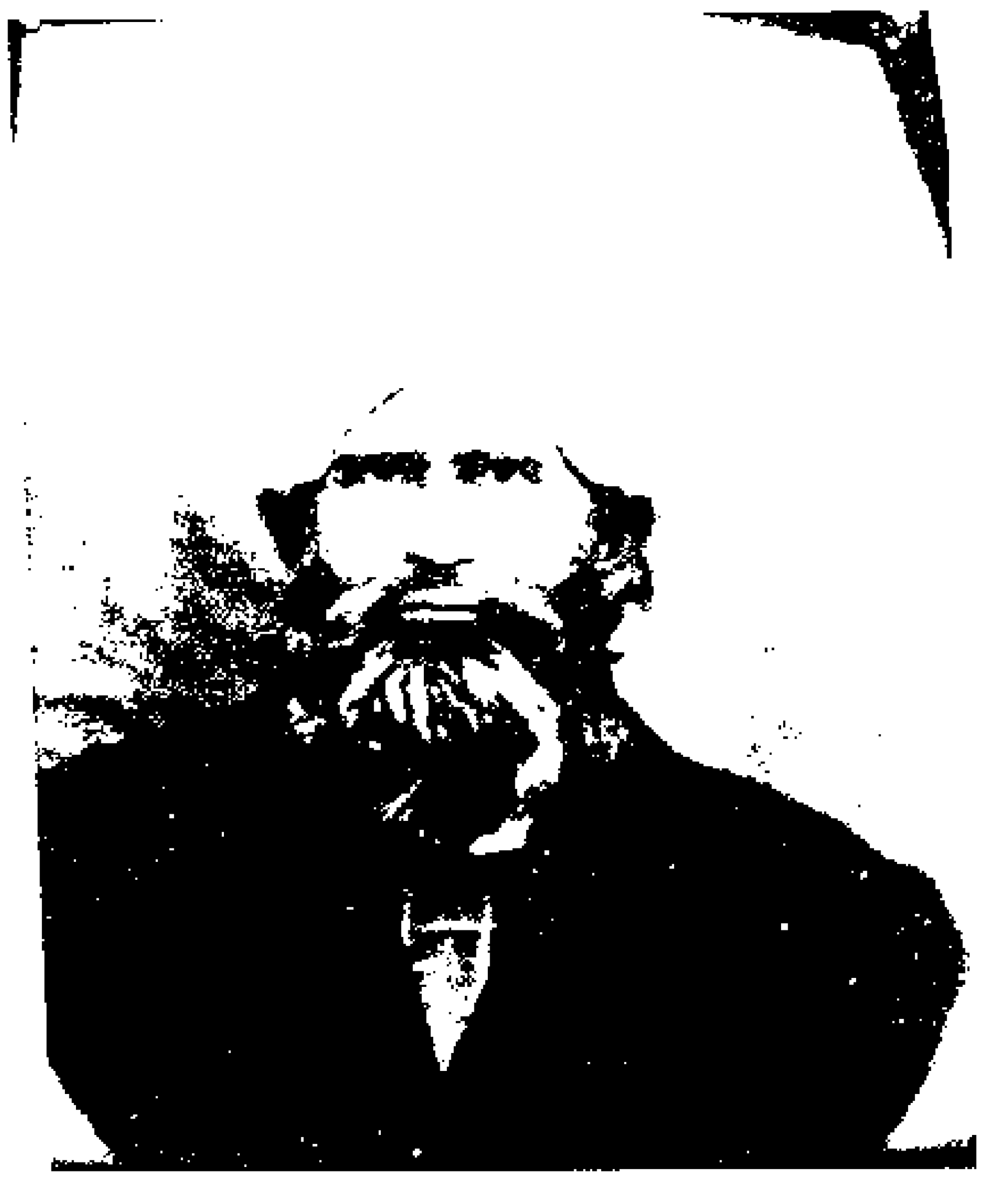

مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] مجلّہ سروش، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور۔ 1998ء۔ "ریاست بہاولپور کی قدیم سرکاری ودینی درسگاہ جامعہ عباسیہ، کچھ یادیں کچھ باتیں"۔ ڈاکٹر عبدالرشید رحمت۔ ص19

[2] مجلّہ سروش، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور۔ 1998ء۔ "ریاست بہاولپور کی قدیم سرکاری ودینی درسگاہ جامعہ عباسیہ، کچھ یادیں کچھ باتیں"۔ ڈاکٹر عبدالرشید رحمت۔ ص20

[3] جلّہ سروش، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور۔ 1998ء۔ "ریاست بہاولپور کی قدیم سرکاری ودینی درسگاہ جامعہ عباسیہ، کچھ یادیں کچھ باتیں"۔ ڈاکٹر عبدالرشید رحمت۔ ص20

Marfat.com

صدرِ پاکستان جنرل ایوب خان (و:1907ء۔ف:1974ء) کے دَورِ حکومت میں نجی و دیگر تعلیمی اداروں کو سرکاری تحویل میں لینے کا سلسلہ شروع ہُوا۔ 1963ء میں جامعہ عباسیہ کو حکومتی ادارۂ اوقاف کے سپرد کر کے اِس کا نام "جامعہ اسلامیہ بہاولپور" کر دیا گیا[1]۔ مغربی پاکستان کے گورنر نواب آف کالا باغ امیر محمد خان (و:1910ء۔ف:1967ء) نے باقاعدہ طور پر 24 ستمبر 1964ء کو "مغربی پاکستان جامعہ اسلامیہ بہاولپور آرڈیننس 1964ء" نافذ کر کے اِسے یونیورسٹی کا مقام دے دیا۔ اِس آرڈیننس کو مغربی پاکستان کی صوبائی اسمبلی نے 1962ء کے آئین کے آرٹیکل (3)79 کے تحت 25 جنوری 1965ء کو منظور کیا۔ جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے تشکیلی منصوبہ میں واضح کیا گیا کہ یہ اِدارہ قدیم و جدید علوم و فنون کے امتزاج سے مسلمانوں کے چودہ سو سالہ تہذیبی ورثہ، علمی کارناموں اور تحقیقی کاوشوں کو جدید انداز سے دُنیا کے سامنے پیش کرے گا اور یُوں اُمّتِ مُسلمہ کی قیادت و سیادت کے لیے کھیپ تیار ہو گی[2]۔ اِس اعلان سے وہ پڑھا لکھا طبقہ متوجہ ہُوا جو ایک طرف تو اپنی درخشندہ روایات کی پاسداری کا خواہاں تھا تو دوسری طرف جدید دُنیا کے ساتھ سر اُٹھا کر چلنا چاہتا تھا۔ اِس صاحبِ بصیرت طبقہ میں ایک طرف روائتی علوم و فنون کے حامل علما و طلبا تھے تو دوسری طرف جدید شعبہ ہائے علم و فن سے متعلق حضرات۔ اِن کا تعلّق اسلام کے مختلف مکاتبِ فکر مثلاً اہلسنّت بریلوی و دیوبندی، اہلِ تشیع اور اہلِ حدیث وغیرہ سے تھا۔

جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے امیرُ الجامعہ (chancellor) گورنر مغربی پاکستان تھے جبکہ رئیسُ الجامعہ (Vice-Chancellor) ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی (و:1908ء۔ف:2001ء) مقرر ہُوئے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف ایک دانشور، عالمِ دین، ماہرِ تعلیم اور مُنتظم تھے جو کہ کئی ممالک میں متعدد سرکاری مناصب پر فائض رہ چکے تھے۔ انگریزی اور اُردو میں کئی کتب کے مصنف تھے۔ تاہم آپ کی تفسیر "فیوض القرآن" اِس حوالہ سے خصوصاً قابلِ ذکر ہے کہ اِسے مختلف مکاتبِ فکر میں تسلیم کیا جاتا ہے[3]۔ ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی کے لیے سب سے پہلا چیلنج جامعہ کے مختلف شعبوں کی سربراہی کے لیے مستند علما و اساتذہ کا تقرّر تھا جو بیک وقت وسیعُ العلم بھی ہوں اور وسیعُ النظر بھی۔

---

[1] "Waqf in Pakistan: Change in Traditional Institutions". S. jamal Malik, Die Welt des Islam, New Series, Bd.30. Nr.1/4 (1990), pp 63-97

[2] مجلہ سروش، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور۔ 2003ء-2004ء۔ مضمون "جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے ابتدائی دَور کی چند خوشگوار یادیں"۔ سید محمد فاروق شاہ القادری۔ ص 23

[3] انوارِ علمائے اہلسنّت سندھ۔ صفحات 202 تا 206

Marfat.com

جامعہ کے شعبہ حدیث میں ایک ایسے مستند محققِ حدیث کی ضرورت تھی جو روایت و درایت دونوں فنون میں قوی دستگاہ رکھتا ہو[1]۔ اِس مقصد کے لیے بلگرامی صاحب کی نگاہیں غزالیٔ زماں علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی (و:1913ء۔ ف:1986ء) پر آکر ٹھہر گئیں۔ اُنہوں نے علّامہ کاظمی کو آمادہ کرنے کے لیے انوارُالعلوم مُلتان کے کئی دَورے کیے[2]۔ بالآخر کاظمی صاحب نے مِلّت و مذہب کے مفاد میں انوارُالعلوم چھوڑنے کا مُشکل فیصلہ کر لیا اور 1963ء میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں بطورِ شیخ الحدیث تشریف لے آئے۔ نائب شیخ الحدیث کئی کتابوں کے مصنف، مؤرخِ تدوینِ حدیث اور معروف دیوبندی عالمِ دین مولانا عبد الرشید نعمانی مقرر ہُوئے۔ شیخ التفسیر کا منصب مولانا سیّد شمس ُالحق افغانی کو ملا جو کہ نہ صرف پشتو زبان میں "علوم القرآن" تصنیف کر چکے تھے بلکہ "اسلامی معاشی نظام" اور "شرعی ضابطۂ دیوانی" کے حوالہ سے بھی اپنی تحقیقات قلمبند کر چکے تھے۔ شیخ الفقہ کی مسند کے لیے معروف فلسفی، متکلم اور عالمِ اصول الفقہ مولانا محمد عبید اللہ (و:?1895ء۔ ف:1967ء) کو مدعو کیا گیا جو کہ قبل ازیں جامعہ عباسیہ کے شیخ الجامعہ بھی رہ چکے تھے[3]۔ شیخ التصوّف و اخلاق کے طور پر علّامہ سیّد محمد ہاشم فاضل شمسی[4] اور شیخ التاریخ ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ مقرر ہُوئے[5]۔ شیخ الادب اور صدرِ شعبۂ عربی کے لیے عربی ادب و لغت کے عظیم عالم، محقق، نقاد، شاعر اور تصوّف کی اُمّہات الکتب کے مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن (و:1904ء۔ ف:1999ء) کی عبقری شخصیت جلوہ نُما ہُوئی[6]۔ نیز جامعہ اسلامیہ کے اساتذہ میں معروف مُفتی اور متکلم مولانا عبد الحمید رضوانی (و:1907ء۔ ف:1979ء) اور مولانا حافظ عبد الحیٔ ابن علّامہ غلام محمد گھوٹوی جیسی بلند پایہ شخصیات شامل تھیں۔

اِس قدر مختلف (اور متصادم) مکاتبِ فکر کے چوٹی کے علما کا ایک اِدارہ میں جمع ہو جانا مقابلہ کی فضا کا باعث بھی بنا۔ اکثر اساتذہ جامعہ اسلامیہ آنے سے پہلے اپنے اپنے اِداروں میں طلبا کی جماعتیں تیار کر چکے تھے لہٰذا اُنہوں نے اپنے اپنے قابل ترین شاگردوں کو جامعہ اسلامیہ میں داخلہ لینے پر آمادہ کیا۔ اِسی طرح غزالیٔ زماں علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے

---

[1] مقالاتِ کاظمی (جلد اوّل)۔ علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی۔ تعارفِ مصنف از علّامہ غلام رسول سعیدی۔ بزمِ سعید، مُلتان 1996ء۔ ص 17

[2] روایت از شیخ الحدیث محمد شریف رضوی۔ مورخہ 3 ستمبر 2011ء، بمقام بھکّر۔ آڈیو مملوکہ راقم

[3] روزنامہ "نوائے وقت"۔ 20 نومبر 1989ء۔ مضمون "بیادِ رفتگاں۔ مولانا محمد عبید اللہ"۔ از غلام اکبر

[4] انوارِ علمائے اہلسنّت سندھ۔ ص 203

[5] مجلّہ سروش، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور۔ 2003ء-2004ء۔ مضمون "جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے ابتدائی دَور کی چند خوشگوار یادیں"۔ سیّد محمد فاروق شاہ القادری۔ ص 23

[6] مجلّہ "فکر و نظر"۔ اپریل تا جون 1992ء۔ گوشہ ڈاکٹر پیر محمد حسن۔ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد۔ صفحات 79 تا 134

Marfat.com

علامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

بھی اپنے لائق ترین فیض یافتہ طلبا کو جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں داخل ہونے کا ارشاد فرمایا[1]۔ حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کو غزالیِ زماں نے 1963ء میں جامعہ اسلامیہ آتے ہی مدعو کرنا شروع کیا۔ اِس ضمن میں غزالیِ زماں نے آپ کے والدِ ماجد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ اور چچا حضرت سُلطان غلام دستگیر فخرِ کشمیر رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھے۔ یوں غزالیِ زماں کی پُر اصرار دعوت پر اُن کے کئی شاگرد بشمول حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ 1964ء میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور وارد ہُوئے۔ یہ حضرات مطالعہ کرنے، حوالہ جات نکال کر دینے، مضامین تحریر کرنے اور لیکچرز تیار کرنے میں اپنے اُستادِ گرامی کی معاونت کیا کرتے[2]۔

یکم اور دو ستمبر 1964ء کو جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں داخلہ کے لیے تحریری اور تقریری امتحان ہُوئے[3]۔ جامعہ میں انٹرویو کے منظر کا نقشہ علّامہ سیّد فاروق شاہ القادری حفظہ اللہ کچھ یوں پیش کرتے ہیں[4]۔

> "1964ء میں جامعہ کی کلاسوں کے لیے انٹرویو کا اعلان ہُوا تو ملک بھر سے ہزاروں کی تعداد میں ذہین طلبا نے انٹرویو کے لیے بہاولپور کا رُخ کیا۔ مجھے آج تک وہ منظر نہیں بھولتا کہ جامعہ (پُرانی بلڈنگ، اب وی سی آفس، انتظامیہ کے دفاتر) کے بڑے بڑے لان امیدواروں کے بھرے ہُوئے ہوتے تھے۔ ..."

علّامہ عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی سال جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں تخصص فی الحدیث میں داخلہ کے لیے انٹرویو دیا۔ روئیداد یوں تحریر فرماتے ہیں[5]:

> " ... راقم بہاولپور پہنچ گیا۔ زبانی امتحان لیا گیا۔ دائیں جانب غزالیِ زماں، بائیں جانب شیخ التفسیر شمس الحق افغانی، سامنے حامد حسن بلگرامی، ان کے علاوہ ایک دو علما اور بھی موجود تھے۔ پہلے بُخاری شریف کھولی گئی، سامنے باب تھا: باب التکبیر الی الصلوٰۃ۔ عبارت پڑھنے کے بعد افغانی صاحب نے سوال کیا کہ ترجمۃ الباب (عنوان) اور حدیث میں کیا مناسبت ہے؟ اتنی دیر میں راقم حاشیہ دیکھ چکا تھا، چنانچہ جواب دے

---

[1] روایت از شیخ الحدیث محمد شریف رضوی۔ مورخہ 3 ستمبر 2011ء بمقام بھکر۔ آڈیو مملوکہ راقم

[2] روایت از شیخ الحدیث محمد شریف رضوی۔ مورخہ 3 ستمبر 2011ء بمقام بھکر۔ آڈیو مملوکہ راقم

[3] مکتوب علّامہ نُور سُلطان القادری بنام حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری۔ مورخہ 12 ستمبر 1964ء۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

[4] مجلہ سروش، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور۔ 2003ء-2004ء۔ مضمون "جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے ابتدائی دور کی چند خوشگوار یادیں"۔ سیّد محمد فاروق شاہ القادری۔ ص 24

[5] تذکرہ ابرارِ ملت (نُور نُور چہرے)۔ محمد عبد الحکیم شرف قادری۔ نوری کُتب خانہ، لاہور 2005ء۔ ص 19

Marfat.com

دیا۔ پھر شرح عقائد کھولی گئی، مقام تھا: والصّانع للعالم ھو اللّٰہ الواجب القدیم۔ اس جگہ بھی سوال کیا گیا جس کا راقم نے جواب دیا۔ پھر پُوچھا گیا: کیا ہدایہ آخرین پڑھی ہے؟ اثبات میں جواب دینے پر کہا گیا کہ اِتنا ہی کافی ہے۔ ..."

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی راقم کو جامعہ میں اپنے انٹرویو کی یادگار روئیداد سُنائی تھی۔ افسوس کہ مکمل تفصیلات یاد نہیں، البتہ اِس قدر ذہن میں محفوظ ہے کہ حضرت صاحب نے بتایا تھا کہ انٹرویو میں غزالیٔ زماں اور بلگرامی صاحب سمیت متعدد اکابر موجود تھے۔ پہلے منطق و فلسفہ کے حوالہ سے سوالات کیے گئے۔ پھر حصولِ علم کے ذرائع اور وحی کے مقام پر بحث کرنے کو کہا گیا۔ حضرت صاحب کی حاضر جوابی اور بر محل براہینِ عقلی و نقلی پر انٹرویو پینل نے دادِ تحسین دی۔ داخلہ امتحان کے نتائج کے بارے میں حضرت صاحب اپنے عَمِّ مکرّم کو مکتوب میں لکھتے ہیں[1]:

"داخلہ امتحان کافی سختی سے لیا گیا اور ہمارے سُنّی طلبا بھی اِس سال کافی ناکام ہُوئے۔ مگر فقیر جناب کی دُعاؤں سے تقریری پرچہ میں تیسرے نمبر پر اور تحریری میں دوسرے نمبر پر کامیاب ہُوا۔ یہ محض آپ حضرات کی دُعاؤں کا صدقہ ہے اگر نہ من آں باشم کہ بینم۔ اور کُل دو سو نمبرات میں ایک سو پچاس حاصل کیے۔"

حضرت صاحب اُنہی دنوں کے ایک اور مکتوب میں یُوں رقمطراز ہوتے ہیں[2]:

"داخلہ جامعہ اسلامیہ بھی حضرت صاحبان کے فرمان کی تعمیل میں لینا پڑا۔ انٹرویو تحریری و تقریری لیا گیا۔ الحمدللہ علی احسانہ درجہ تخصص جو کہ ایم اے کے مماثل ہے، اس میں داخلہ ہو گیا۔ پھر اس کے بھی کئی شعبے تھے۔ مثلاً دعوۃ و ارشاد، تفسیر و حدیث، فقہ و قانون، تاریخ وغیرہ۔ چنانچہ مَیں نے اپنی ناقص رائے کے تحت فقہ والقانون کے شعبہ میں داخلہ لیا۔ اللہ تعالیٰ کرم فرمائے۔ یہ دو سال کا کورس ہے۔ 100 روپے ہمیں وظیفہ ماہوار ملتا ہے، جس میں 25 روپے طعام کے خرچ کے منہا کر لیتے ہیں۔"

پس حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں درجہ تخصّص فی الفقہ والقانون میں داخلہ لے کر علم و عرفان کے ایک نئے زینے پر قدم رکھا۔ آپ کی رہائش جامعہ کے ہاسٹل کے کمرہ نمبر 7 میں تھی۔ دارُالاقامہ (ہاسٹل) جامعہ کے کیمپس سے تقریباً تین کلومیٹر دُور ریلوے روڈ پر واقع تھا۔ پہلے پہل آپ کو عین دوپہر کے وقت یہ راستہ پیدل طے کرنا

---

[1] مکتوب علامہ نور سلطان القادری بنام حضرت سلطان غلام دستگیر القادری۔ مورخہ 7 اکتوبر 1964ء۔ مملوکہ سلطان ارشد القادری

[2] مکتوب علامہ نور سلطان القادری بنام حضرت سلطان الطاف علی۔ مورخہ 13 اکتوبر 1964ء۔ مملوکہ مکتوب الیہ

Marfat.com

پڑتا[1]۔ بعد میں آپ نے ایک سائیکل خرید لیا جس پر جامعہ سے ہاسٹل آیا جایا کرتے۔ اُس دَور کے جامعہ اسلامیہ کے ہاسٹل کا نقشہ سیّد محمد فاروق القادری حفظہ اللہ نے کچھ یوں کھینچا ہے[2]:

"ہاسٹل ریلوے روڈ پر ایک خوبصورت دو منزلہ عمارت میں واقع تھا... ہاسٹل کے دو سو کے قریب طلبا کا کھانا پکتا۔ کھانا صاف ستھرا، برتن خوبصورت اور نفیس، میز کُرسیاں چمکدار، میزوں کے کپڑے روزانہ تبدیل، میس کا سیکریٹری ہمیشہ ایک طالبعلم ہوتا۔ دو دفعہ مجھے بھی یہ خدمت نصیب ہُوئی۔ میس کا انچارج باورچی نواب آف بہاولپور کے ذاتی میس کا ریٹائرڈ آدمی تھا۔ خُدا جھوٹ نہ بُلوائے اس کے پکائے ہُوئے سالن کی لذت اور حلاوت بعد میں شاہوں کے دستر خوانوں پر بھی نصیب نہ ہُوئی۔"

جامعہ کے وقت میں شیر وانی کا استعمال لازم تھا۔ تاہم حضرت صاحب شیر وانی کے ساتھ کَرا کُلی ٹوپی یا دستار پہنا کرتے تھے۔ جامعہ کے طلبہ کی شخصیتوں اور ذوق وشوق میں بھی بلا کا تنوّع تھا۔ یہ طلبا مختلف علاقائی ولسانی گروہوں سے تعلّق رکھتے، مختلف مسالک سے وابستہ تھے، مختلف معاشرتی و معاشی پس منظر کے حامل تھے اور مختلف تعلیمی معیار رکھتے تھے۔ جامعہ کی مثال ایک ایسے گُلدستہ کی سی تھی جس میں پھول جُدا جُدا رنگ وخوشبو رکھنے کے باوجود ایک اِکائی میں پروئے ہوئے تھے۔ یہی اُس دَور کے جامعہ اسلامیہ کا حُسن تھا۔ علّامہ پیر سیّد محمد فاروق القادری اپنی یادیں یوں بیان کرتے ہیں[3]:

حضرت علامہ محمد نور سلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ
جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں زمانہ طالبعلمی کی یادگار تصویر

---

[1] مکتوبِ علامہ نُور سلطان القادری بنام حضرت سلطان غلام دستگیر القادری۔ مورخہ 12 ستمبر 1964ء۔ مملوکہ سلطان ارشد القادری

[2] مجلہ سروش، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور۔ 2003ء-2004ء۔ "جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے ابتدائی دَور کی چند خوشگوار یادیں"۔ سیّد محمد فاروق شاہ القادری۔ ص 24،25،27

[3] مجلہ سروش، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور۔ 2003ء-2004ء۔ "جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے ابتدائی دَور کی چند خوشگوار یادیں"۔ سیّد محمد فاروق شاہ القادری۔ ص 24،25،27

Marfat.com

"میں کیونکر بتاؤں کہ اُس وقت کا جامعہ کیا تھا۔ یہ ایک بحرِ رواں تھا جہاں ملک بھر کے نامور اساتذہ اور ذہین ترین طلبا نے علم کی جوت جگا رکھی تھی۔ بلاشُبہ حسینانِ جہاں جمع تھے۔ علم و آگہی اور شعور وادراک کی ایسی نورانی فضا تھی جسے زندگی میں دوبارہ دیکھنے کا موقع کبھی نہ مل سکا۔ صرف اس کی یاد باقی ہے۔ ع۔ یاد ایامے کہ با اُو گفتگو ہا داشتیم۔... جامعہ بہاولپور کے ابتدائی دَور میں علم و فضل، اخلاق و کردار اور تہذیب و شائستگی کے ایسے نادرُالوجود نمونے جمع ہو گئے تھے جو اِس دُنیا کے نہیں کسی کُرّہ ٔ نُور کے باشندے لگتے تھے۔ یوں تو ملک کے عام تعلیمی اداروں میں بھی ابھی تک سیاست کے مسموم اثرات کی آپادھاپی اور طلبا کی شتر بے مہاری نہیں تھی مگر جامعہ کے طلبا کو تو ایسی باتوں کی ہَوا بھی نہیں لگی تھی۔ ... جامعہ کے ماحول میں پاکیزگی، تربیت، اعلیٰ اخلاقی اقدار اور حُسنِ ادب کی ایک خاص فضا قائم تھی۔ تکبّر، غرور، ذہنی طوائفُ الملوکی اور طلبا کے روائتی کھلنڈرے پَن کے برعکس متانت، شرافت، عاجزی کا دَور دَورہ تھا۔ اساتذہ تو اِس شعر کی تفسیر تھے:

فروتنی ست دلیلِ رسیدنِ بکمال
کہ چوں سوار بمنزل رسد، پیادہ شود "

مولانا محمد عبیدُاللہ علیہ الرحمۃ

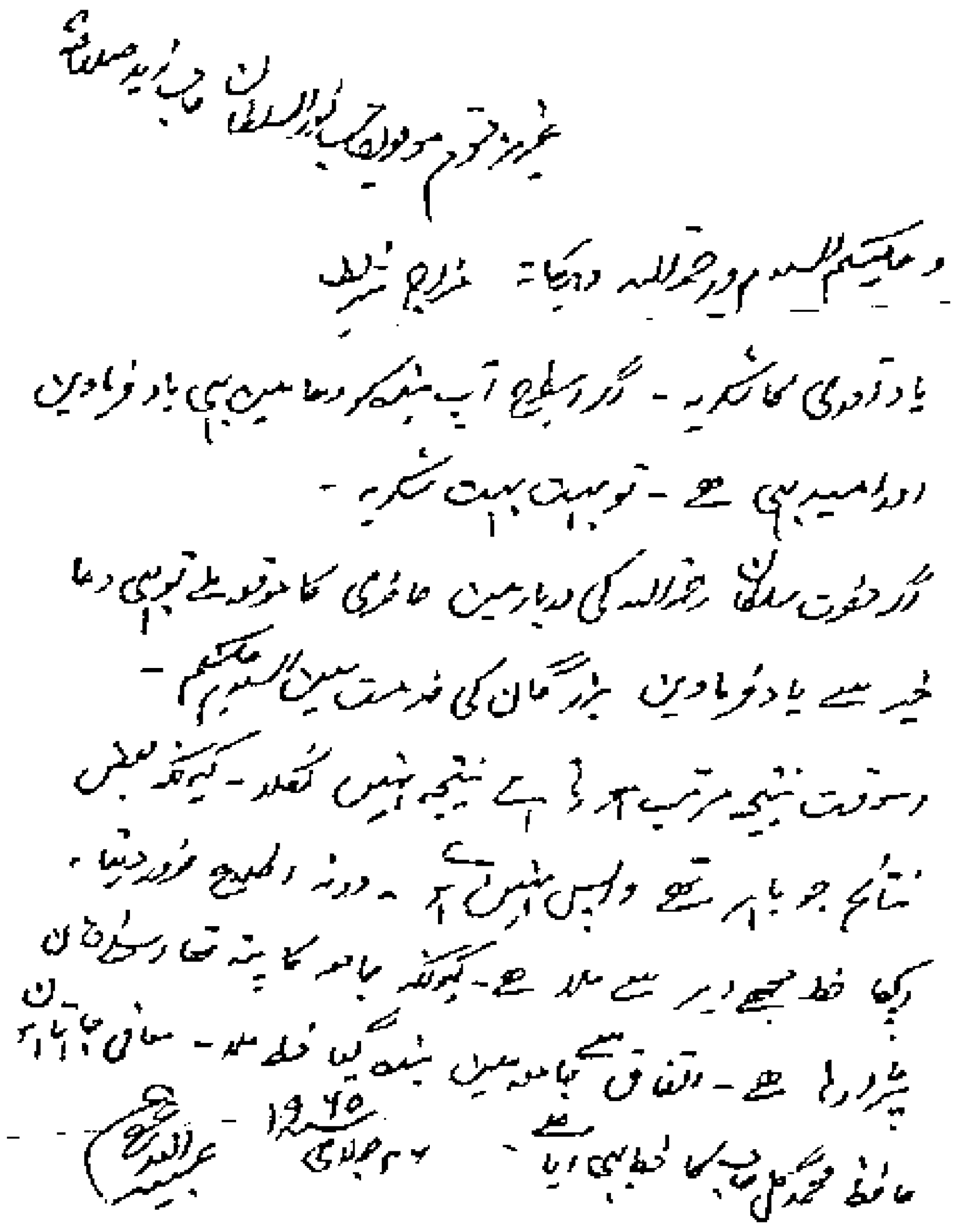

عزیز محترم مولوی ... صاحب زید مجدہٗ
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف
یاد آوری کا شکریہ۔ [illegible] آپ [illegible] دعا میں بھی یاد فرمادیں
اور امید بھی ہے۔ تو بہت بہت شکریہ۔
اگر حضرت [illegible] رحمۃ اللہ کی دربار میں حاضری کا موقع ملے تو یہی دعا
[illegible] یاد فرمادیں۔ بزرگان کی خدمت میں السلام علیکم۔
[illegible] نتیجہ مرتب ہو رہا ہے نتیجہ نہیں نکلا۔ کیونکہ بعض
[illegible] جو باہر تھے واپس نہیں آئے۔ ورنہ [illegible]
آپ کا خط مجھے دیر سے ملا ہے۔ کیونکہ جامعہ کا پتہ تھا [illegible]
پڑا رہا ہے۔ اتفاق سے جامعہ میں [illegible] خط ملا۔ معافی چاہتا ہوں
حافظ محمد علی صاحب کا خط بھی آیا ہے
[illegible] جمادی [illegible]
عبیداللہ

عکس مکتوب از مولانا محمد عبیدُاللہ علیہ الرحمۃ

تخصّص فی الفقہ والقانون کے طلبا کو کئی دینی و عصری علوم پڑھائے جاتے مثلاً قرآنِ مجید، تفسیر و اصولِ تفسیر، حدیث و اصولِ حدیث، فقہ و اصول الفقہ، تاریخ فقہ، قوانینِ عالَم، تشریع اسلامی، تاریخ اسلام، معاشیات، انگریزی، فنِ تحقیق وغیرہ۔ تخصّص کے دونوں سالوں میں ایک ایک تحقیقی مقالہ تحریر کرنا لازمی تھا۔ سالِ آخر کے مقالہ کی شرائط وضوابط جدید تحقیقی اصولوں کے مطابق خاصی سخت تھیں۔ تخصص فی الفقہ والقانون کے صدرِ شعبہ اصول الفقہ اور علم الکلام کے عظیم ماہر مولانا محمد عبید اللہ علیہ الرحمۃ (و:1895ء۔ف:1967ء) تھے جو کہ خود فقہ کی کلاس لیتے تھے۔ سیّد سلمان ندوی (و:1884ء۔ف:1953ء) نے علّامہ عبید اللہ کو بُو علی سینا کی "شرح

Marfat.com

اشارات "پڑھاتے سُناتو کہنے لگے:"معلوم ہو تا تھا خود مصنف کتاب پڑھا رہا ہے"[1]۔ حضرت صاحب کا اپنے اِس اُستادِ گرامی کے ساتھ نہایت ہی ادب و احترام کا رشتہ تھا۔

ڈاکٹر پیر محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ (و:1904ء۔ف:1999ء) جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں شیخ الادب تھے اور تخصص فی الفقہ والقانون میں تاریخ فقہ پڑھاتے تھے۔ڈاکٹر صاحب موصوف 1938ء میں "نزہۃ الارواح و روضۃ الافراح" کے تحقیقی و تنقیدی مطالعہ پر مقالہ لکھ کر پنجاب یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کرنے والے اوّلین افراد میں سے تھے۔ آپ نے عربی میں لکھی گئی تصوّف کی اُمّہاتُ الکتب بشمول کتابُ اللّمع، الاِبریز، الرّسالۃالقشیریہ کے تراجم کیے اور "حیاتِ جاوداں" میں بھی اکابر کے رسائل کے تراجم شامل رکھے۔ پھر چار ضخیم جِلدوں میں بلوغ الارب کا ترجمہ مع حواشی پیش کیے۔ تاہم ڈاکٹر صاحب کا شاہکار کام جامعہ اسلامیہ سے ریٹائرمنٹ لینے کے بعد آپ کی اٹھارہ سالہ شبانہ روز محنت کا ثمر ہے، وہ بارہ جِلدوں (چھ ہزار صفحات) پر مشتمل الصغانی اللاھوری کی مرتب کردہ لُغت "العباب الزاخر واللباب الفاخر" کی تحقیق، ایڈیٹنگ اور حواشی ہیں[2]۔ آپ شخصیت اور علمیت دونوں میں بے مثال تھے۔ علّامہ پیر سیّد محمد فاروق القادری آپ کے متعلق یوں رقمطراز ہوتے ہیں[3]:

"دودھ کی طرح سفید رنگ، درازی مائل قد، جسم بَھرا ہُوا، آنکھیں غلافی مگر انتہائی پُرکشش، کلین شیو، آواز اور رفتار دھیمی، لباس انگریزی۔ یہ تھے عربی زبان و ادب کے شہرۂ آفاق ادیب، شاعر اور اُستاد ڈاکٹر محمد حَسَن۔ ہم نے اُس وقت دیکھا جب عمر ڈھل چکی تھی بلکہ عمر بڑھاپے کی طرف تیزی سے سفر کر رہی تھی۔ ناک نقشہ بتا رہا تھا کہ جوانی قیامت سے کیا کم ہو گی۔

علّامہ عبدالعزیز المیمنی کے بعد برِّصغیر پاک وہند میں عربی زبان وادب کے حوالے کے طور پر دوسرا نام ڈاکٹر صاحب کا ہی تھا۔ دینی مدارس اور کالجوں کے سطحی علم کا مذاق اُڑاتے جب ہمیں ایک ایسے شخص سے واسطہ پڑا جس کا طرزِ بُود وباش انگریزی تہذیب و تمدن کا نمونہ تھا تو دل و دماغ نے تسلیم ہی نہ کیا کہ ایسا شخص عربی زبان و ادب کا فاضل ہو سکتا ہے۔ مگر جب پہلے روز اس نے زبان کھولی تو پتہ چلا کہ وہ علم کا مرکب نہیں،

---

[1] مکتوب ڈاکٹر عبدالرشید رحمت بنام راقم۔ مورخہ 15 جنوری 2012ء۔ بحوالہ کتاب "معاینہ" از سیّد سلمان ندوی۔

[2] مجلہ "فکر و نظر"۔اپریل تا جون 1992ء۔ گوشہ ڈاکٹر پیر محمد حسن۔ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد۔ صفحات 79 تا 134

[3] مجلہ سروش، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور۔ 2003ء-2004ء۔ مضمون "جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے ابتدائی دور کی چند خوشگوار یادیں"۔ سیّد محمد فاروق شاہ القادری۔ ص 26،25

Marfat.com

راکب ہے۔ اگر اس نے قدیم عربی ادب کی بات کی تو امراء القیس، نابغہ ذبیانی اور متنبی یاد آنے لگے اور اگر اس نے جدید عربی ادب کو موضوع بنایا تو حسین، احمد امین، منفلوطی، شوقی اور رصافی کا ہم پلہ نظر آیا۔ ..."

ڈاکٹر صاحب موصوف کے ایک اور شاگردِ رشید ڈاکٹر عبد الرشید رحمت اُن کے متعلّق لکھتے ہیں[1]:

"مَیں نے تھری پیس سوٹ میں ملبوس ایک شخص دیکھا جو لُغت، نحو، بلاغت پر گفتگو کرتے ہُوئے استشہادات کے سلسلہ میں بحرِ بے کراں محسوس ہو رہا تھا۔"

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری نے ڈاکٹر پیر محمد حسن سے خوب فیضانِ علم حاصل کیا۔ چونکہ حضرت صاحب جامعہ اسلامیہ آنے سے پہلے ہی عربی علوم و فنون مثلاً صرف و نحو، بلاغت و معانی اور لغت و ادب میں دسترس حاصل کر چکے تھے لہٰذا ڈاکٹر صاحب جیسے عظیم محقق کی علمی وجاہت سے خوب متاثر ہُوئے اور خوشہ چینی کی۔ حضرت صاحب نے سالِ آخر کا مقالہ بعنوان "امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، تحقیق و تنقید کی روشنی میں" بھی ڈاکٹر صاحب موصوف ہی کی زیرِ نگرانی مکمل کیا۔ اس مقالہ کے مقدمہ میں حضرت صاحب نے اُس رہنمائی کا خصوصی ذکر کیا ہے جو ڈاکٹر صاحب نے اپنی وسعتِ علمی کی بنا پر بحث و تحقیق کے مراجع کی نشاندہی میں فرمائی[2]۔ حضرت صاحب کے نام ڈاکٹر صاحب کے دو خطوط محفوظ ہیں۔

تخصّص فی الفقہ والقانون میں شیخ التفسیر سیّد شمس الحق افغانی اور نائب شیخ الحدیث مولانا عبد الرشید نعمانی بھی بعض اسباق پڑھایا کرتے۔ یہ دونوں حضرات کئی کتب کے مصنف تھے۔ اپنے مخصوص مسلکی پس منظر کی وجہ سے یہ دونوں صاحبان فروعی مسائل زیرِ بحث لے آتے، اِس لیے حضرت صاحب سمیت اہلسنّت کے کئی طلبا و فضلا نے اُنہیں دِل سے اپنا اُستاد تسلیم نہ کیا[3]۔ ایک روایت کے مطابق مولانا شمسُ الحق افغانی جب لیکچر کے دوران عقائدِ اہلسنّت پر کوئی نکتہ اُٹھاتے تو حضرت صاحب فوراً دلائل سے رَد پیش کر دیتے[4]۔ صاحبزادہ محمد منصور سُلطان، حضرت صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار مولانا عبد الرشید نعمانی اپنے ایک لیکچر میں کہنے لگے کہ شرعی مسئلہ یُوں ہے کہ اگر کوئی شخص بوقتِ نکاح یہ کہے کہ صرف اللہ عزّوجلّ اور رسول ﷺ اُس کے نکاح کے گواہ ہیں، تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ

---

[1] مجلّہ "فکر و نظر"۔ اپریل تا جون 1992ء۔ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد۔ مضمون "ڈاکٹر پیر محمد حسن، شخصیت و فن" از ڈاکٹر عبد الرشید رحمت۔ ص 91

[2] امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، تحقیق و تنقید کی روشنی میں۔ علامہ محمد نور سلطان القادری۔ سالِ تالیف 1966ء۔ باھُو پبلیکیشنز، لاہور۔ سالِ اشاعت 2010ء۔ ص 2

[3] روایت از علامہ حافظ اللہ بخش اویسی، کراچی۔ مورخہ 21 دسمبر 2011ء۔ ٹیلی فون

[4] روایت از مولانا سیف الرحمٰن، بھاگ ناڑی، بلوچستان۔ 28 مارچ 2013ء۔ ٹیلی فون

Marfat.com

گواہ کے لیے حاضر وناظر ہونا شرط ہے اور چونکہ قائل نے رسول ﷺ کو حاضر وناظر مانا اِس لیے دائرۂ اسلام سے خارج ہو گیا۔ اِس بات پر حضرت صاحب نے فوراً گرفت کی اور دُرِّ مختار و رَدِّ مختار کے حوالہ جات سے کہا کہ نکاح کے گواہ کے لیے عاقل و بالغ ہونا شرائط ہیں۔ جس شخص نے اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کو نکاح کا گواہ کہا تو گویا اُس نے اللہ عزوجل کی ذات پر لفظِ بالغ کا اطلاق کیا (نعوذ باللہ)، لہٰذا دائرۂ اسلام سے خارج ہُوا، نہ کہ حضورِ اکرم ﷺ کو حاضر وناظر جاننے سے۔ پھر حضرت صاحب نے حضورِ اکرم ﷺ کی شانِ حاضر وناظر پر مزید ناقابلِ تردید دلائل پیش کیے۔

غزالئ زماں علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی 1963ء سے 1974ء تک جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں مسندِ شیخ الحدیث پر براجمان رہے [1]۔ اگرچہ آپ کے بیشتر درس تو تخصّص فی الحدیث میں ہوتے تھے مگر حضرت صاحب برابر آپ کے گُلبنِ علم سے خوشہ چینی کرتے رہے۔ حضرت صاحب آپ ہی کے ایما پر جامعہ اسلامیہ آئے تھے اور تحقیقی امور میں آپ کی خدمت میں رہ کر معاونت کیا کرتے۔ مخالف مکاتبِ فکر کے افراد جامعہ میں کاظمی صاحب کی علمی تحقیقات پر اُنگلیاں اُٹھاتے تو حضرت صاحب اُنہیں منہ توڑ جواب دیتے۔ حضرت صاحب فرمایا کرتے کہ جامعہ کے دِنوں میں اُنہوں نے چند ہم خیال فضلا کے ساتھ مل کر ایک ایسا علمی و تحقیقی بدرقہ بنا رکھا تھا جو غزالئ زماں کی محافظت کیا کرتا۔ غزالئ زماں کے ایک اور شاگردِ رشید مولانا امان اللہ کاتب (آف رحیم یار خان) کہتے ہیں کہ ایک بار بہاولپور کی ایک مسجد میں اجلاس ہُوا جس میں حضرت صاحب نے غزالئ زماں کے علمی مقام کے حوالہ سے ایک مدلل اور جذباتی خطاب کیا جس سے میرا ذہن روشن ہو گیا[2]۔ حضرت صاحب کا غزالئ زماں سے ربط صرف تدریسی اوقات میں ہی نہ ہوتا بلکہ اُن کی دیگر تبلیغی، تنظیمی اور علمی معمولات میں بھی حضرت صاحب ساتھ ساتھ ہوتے۔ غزالئ زماں بہاولپور اور گردونواح میں خطاب فرماتے تو حضرت صاحب بھی ساتھ جاتے اور خطاب کے نکات اپنے پاس تحریر کر لیا کرتے۔ علامہ عبدُالحق ہاشمی (حال برطانیہ) فرماتے ہیں[3]:

> "نُور سُلطان صاحب اُن ہستیوں میں سے تھے کہ جن پر قبلہ کاظمی صاحب فخر کیا کرتے تھے۔ نُور سُلطان صاحب اور فضلِ سُبحان صاحب مسلک کے حوالہ سے نہایت فعّال تھے اور اِس ضمن میں ہماری سرپرستی و رہنمائی کیا کرتے تھے۔"

---

[1] اردو انسائیکلوپیڈیا، فیروز سنز، لاہور۔ اشاعت 2005ء۔ ص 96

[2] روایت از مولانا جمیل الرحمٰن سعیدی (مقیم کراچی)۔ مورخہ 12 دسمبر 2011ء۔ ٹیلی فون

[3] روایت از علامہ عبدالحق ہاشمی۔ مقیم برطانیہ۔ مورخہ 13 مئی 2012ء۔ ٹیلی فون

Marfat.com

نہ صرف جامعہ کے اساتذہ بلکہ اس کے طلبا بھی علم و فضل اور سیرت و کردار میں اپنی مثال آپ تھے۔ جامعہ میں حضرت صاحب کے رفقا و احباب جن میں نہ صرف تخصص فی الفقہ والقانون میں آپ کے ہم جماعت حضرات بلکہ دیگر شعبوں کے متخصصین بھی شامل ہیں، کے اسمائے گرامی یہ ہیں[1]۔ مولانا پیر محمد چشتی (پشاور)، مولانا فضل سبحان (مردان)، مولانا حافظ اللہ بخش اویسی (کراچی)، مفتی غلام سرور القادری (لاہور)، مولانا حافظ نذیر احمد مہروی (ملتان)، مولانا حافظ محمد گل سعیدی چشتی (میانوالی)، مولانا پیر مختار جان سرہندی (بدین)، مولانا محمد عیسیٰ قیصرانی (تونسہ)، مولانا حافظ منظور احمد پٹیالوی، مولانا غلام مصطفیٰ رضوی (ملتان)، مولانا مُشتاق احمد چشتی گولڑوی، پروفیسر اللہ یار فریدی، مولانا عبد الحق ہاشمی (برطانیہ)، سیّد اسرار حسین بخاری (لاہور)، پیر سیّد محمد فاروق القادری (گڑھی اختیار خان)، پروفیسر غلام نصیر الدّین شبلی (ملتان)، مولانا عبد الغفور (کبیر والا)، علّامہ قاری عبد الرحمٰن حیدرآبادی، مولانا محمد صدیق، مولانا حافظ اللہ یار، مولانا کمال الدین، مولانا احمد حسن، مولانا طفیل، مولانا حمید احمد شاہ، مولانا مسعود الرحمٰن، مولانا حق نواز، مولانا شبیر شاہ، مولانا شیر محمد، مولانا سعید، مولانا محمد شفیع، مولانا حافظ پیر بخش، مولانا یوسف، مولانا محمد خان، مولانا عزیز الرحمٰن، مولانا خدا بخش، مولانا یحییٰ، مولانا قاسم، مولانا محمد احمد، مولانا نذیر احمد طارق، مولانا جمال، مولانا بوستان، مولانا گلزار، مولانا عبد الغفار، مولانا حافظ فیض، رحمہم اللہ۔

حضرت صاحب کے جامعہ اسلامیہ کے ایک رفیق مکرّم علّامہ حافظ اللہ بخش اویسی رحمۃ اللہ علیہ اُس دَور کی کچھ یادیں یوں تحریر کرتے ہیں[2]:

"یہ آج سے غالباً 47 سال پہلے کی بات ہے۔ 1964ء میں ملک کہ مایہ ناز درسگاہ جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے شعبہ تخصص فی الفقہ والقانون میں مجھ جیسے تہی دامن کو بھی داخلہ ملا۔ نامور اور مقتدر، معتبر اور مستند اساتذہ کرام مسندِ تدریس کی زینت تھے۔ ذہین و فطین اور لائق و فائق طلبا ملک کے طول و عرض سے آئے ہُوئے تھے۔ میں جن ہم جماعت طلبا کے ساتھ پڑھتا اور ایک ہی رہائشی کمرے میں زندگی کے شب و روز بسر کرتا وہ بعد میں علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے اور دُنیا آج بھی اُن کے مقام و مرتبہ کی معترف و مداح ہے۔ فاضل جلیل علّامہ غلام مصطفیٰ رضوی اور عالم نبیل علّامہ غلام سرور قادری علیہ الرحمۃ الباری کو کون

---

1 حضرت صاحب کے معاصر متخصصین کی فہرست کے مآخذ میں متفرق مکاتیب، روایات اور بالخصوص حضرت صاحب کی ایک بیاض کا صفحہ ہے جس کے سرنامہ پر "اسمائے احباب اہلسنّت بریلوی" لکھا ہے۔

2 مضمون "چند یادیں، چند باتیں"۔ علّامہ حافظ اللہ بخش اویسی۔ مورخہ 6 دسمبر 2011ء کراچی۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

نہیں جانتا۔ ایک جہان اُن کے علم و فضل کا گواہ ہے۔ فقیر ایسی ہستیوں کا ہم درس رہا، ہم نوالہ و ہم پیالہ، انہی کے ساتھ ایک ہی کمرے میں قیام پذیر رہا۔ خوش قسمتی سے ہمارے ہم سبق ساتھیوں میں سُلطانُ العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم خانوادہ کے چشم و چراغ حضرت صاحبزادہ محمد نُور سُلطان قادری بھی شامل تھے۔ ہم ایک ہی کمرے میں رہتے، ایک جگہ پڑھتے، ایک جگہ اسباق یاد کرتے۔ یہ بڑا یادگار اور شاندار علمی دَور تھا۔ ... صاحبزادہ محمد نُور سُلطان القادری بہت ذہین اور فطین انسان تھے۔ اساتذہ کرام کے سامنے اِس شان سے عبارت پڑھتے کہ ہمیں اُن کی محنت اور ذہانت پر رشک آتا۔ نیک، صالح، مؤدب اور مہذب صاحبزادہ صاحب اپنے نام کی طرح پُرنُور اور اپنے بختوں کے سُلطان تھے۔ فیاضِ قدرت نے اُنہیں خاندانی وجاہت کے ساتھ ساتھ ذہانت و فطانت کی دولت بھی بخشی اور محنت و دیانت کا وصف بھی عطا فرمایا۔ زمانۂ طالبعلمی میں اُنہوں نے جو تحقیقی مقالہ "امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، تحقیق و تنقید کی روشنی میں" سپردِ قلم فرمایا ... یہ مقالہ جس نے پڑھا، اُس نے صاحبزادہ صاحب کی عظمتوں کو تسلیم کیا۔ ..."

حضرت صاحب جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں تنظیمی حوالہ سے بھی نہایت ہی فعّال رہے۔ اپنے ہم خیال احباب کو ساتھ لے کر علمی، ادبی، روحانی اور تحقیقی محافل کا انعقاد کرانا آپ کا مرغوب مشغلہ تھا۔ یُوں آپ نے احبابِ اہلسنّت کو ایک پلیٹ فارم دیا۔ آپ کے ایک اور ہم عصر علّامہ پیر محمد چشتی (و:1937ء۔ف:2016ء) تحریر فرماتے ہیں[1]:

" ... مجھے جامعہ اسلامیہ بہاولپور بھی اُن کے ساتھ رفاقت رہی۔ اور یہاں پر مولانا تاج دین مرحوم اگرچہ نہیں تھے تاہم حافظ منظور احمد پٹیالوی اور مفتی غلام سرور القادری مرحوم کی آواز میں امام احمد رضا خان کے نعتیہ کلام سے محظوظ ہونے کے لیے، صاحبزادہ نُور سُلطان نوّر اللہ مرقدہ روحانی محافل کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ یہ محافل اُن مجالس سے جُدا ہُوا کرتی تھیں جو کُل مکاتبِ فکر سٹوڈنٹس کے اشتراکِ عمل سے منعقد ہوا کرتی تھیں۔ ... "

حضرت صاحب اپنے معاصر فضلا کے مابین ہونے والے علمی مذاکروں اور مباحثوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے۔ احباب آپ سے علمی و تحقیقی میدان میں رہنمائی بھی حاصل کرتے۔ ظاہر ہے جس شخص کی روحانی تربیت سُلطانُ العارفین حضرت سُلطان باھُو کے خانوادہ میں حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو نے کی ہو اور جس نے علمی منازل غزالیٔ زماں علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی اور اُستاذُ العلما علّامہ عطا محمد بندیالوی کے زیرِ سایہ طے کی ہوں اُس کے فیضِ صحبت سے کون

---

[1] ماہنامہ "آوازِ حق" پشاور۔ شمارہ دسمبر 2011ء۔ مضمون "ایک اچھے دوست کے حوالہ سے" از مولانا پیر محمد چشتی۔ ص 3

Marfat.com

مستفیض نہ ہونا چاہے گا۔ ہم جماعت حضرات میں ہونے والے ایسے ہی ایک مذاکرے کا نقشہ علامہ پیر مختار احمد جان سرہندی (آف ماتلی، بدین) یوں پیش کرتے ہیں[1]:

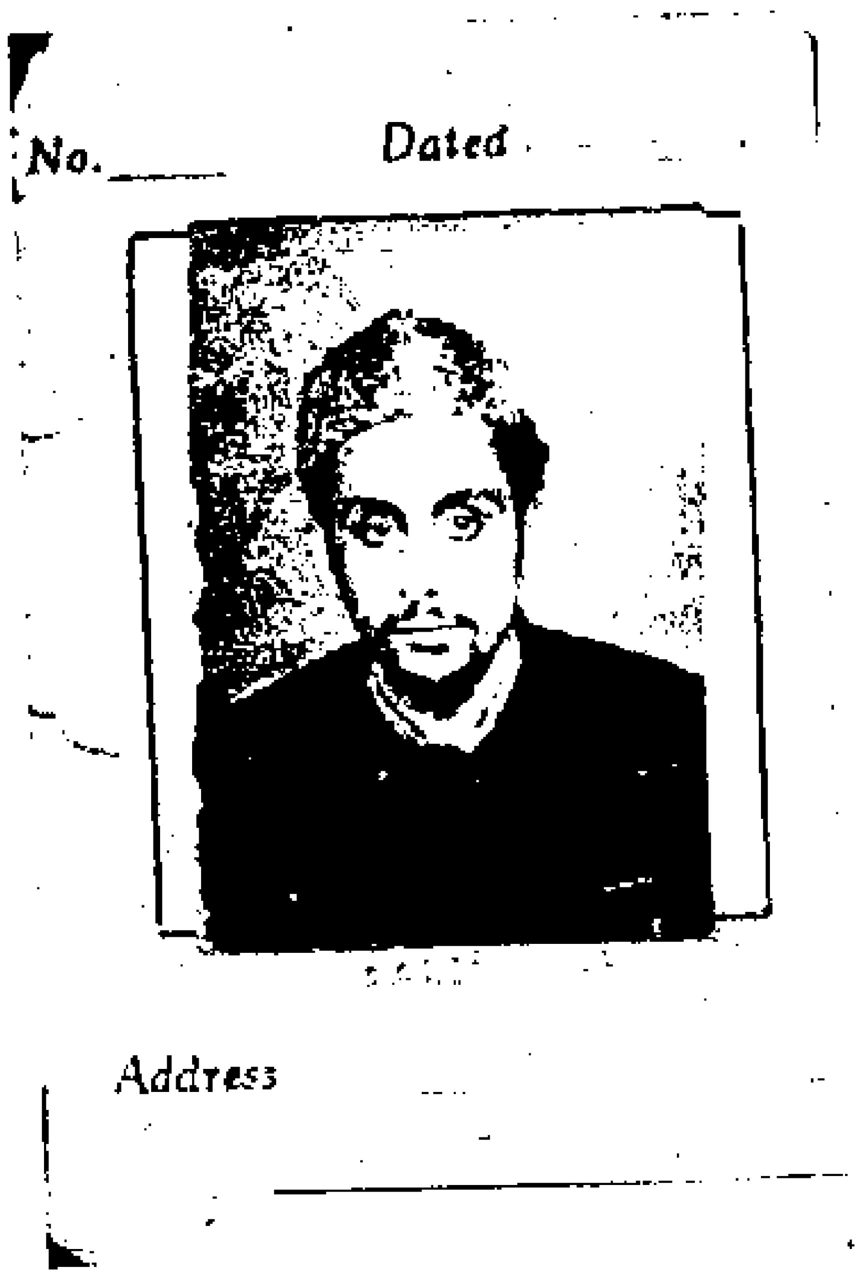

حضرت صاحب کا یونیورسٹی کارڈ

"بہاولپور اسلامیہ یونیورسٹی میں حضرت نُور سلطان اور مَیں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ اُن دنوں علما میں بہت سے مسائل پر تذکرے اور تبصرے ہوتے۔ ایک عالم نے حضرت محمد نور سلطان سے سوال کیا کہ سالک اور مجذوب کی کیا حقیقت ہے۔ آپ نے فرمایا سالک شریعت و سُنّت اور محبتِ مصطفیٰ ﷺ کے پیکر، عبادت و ریاضت کے خُوگر ہوتے ہیں۔ اُن کی زبان پر ہر وقت ذکرِ الٰہی، درود شریف اور تلاوتِ قرآن میں مصروف ہوتے ہیں، جو محبتِ رسالت سے قلوب کو پاکیزہ و منوّر کر کے ولایت کے مرتبۂ بلند تک پہنچتے ہیں۔ جو کہ اُن کی روحانی و وجدانی منزل ہوتی ہے۔ دوسری طرف مجذوب محبتِ مصطفیٰ ﷺ میں اِس قدر مستغرق ہو جاتے ہیں کہ بالآخر انہیں اپنی بشری ضروریات کا خیال بھی نہیں رہتا۔ تکلیف و راحت، بھوک پیاس اور لذتوں سے عاری، سود و زیاں بلکہ جسم و جاں سے بھی بے خبر ہو جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں شریعت اُنہیں ظاہری اعمال کا مکلف نہیں ٹھہراتی۔ ... "

حضرت صاحب نے اپنے رفقا کے مابین نہ صرف علمی وجاہت میں مقبول تھے بلکہ شخصیت و کردار کے حوالہ سے بھی ممتاز تھے۔ چنانچہ آپ کے اُس دور کے ہمعصر معروف دانشور اور کالم نگار سیّد اسرار حسین بخاری، راقم سے گفتگو میں کچھ یوں بیان کرتے ہیں[2]:

"جوانی میں اُن جیسی پارسائی اور پرہیزگاری مَیں نے کسی میں نہیں دیکھی۔ وہ انتہائی فاضل اور متقی شخصیت تھے۔ آپ کو اپنے والد پر فخر ہونا چاہیے۔"

درجہ تخصص فی الفقہ والقانون کا دورانیہ دو سال کا تھا اور اِسے ایم اے کا مماثل قرار دیا گیا تھا۔ کورس سالِ اوّل اور سالِ دوّم میں تقسیم کیا گیا تھا۔ سالِ اوّل کا آغاز ستمبر 1964ء میں ہُوا اور جون 1965ء میں سالانہ امتحانات ہُوئے۔ سالِ اوّل میں حضرت صاحب نے علم حدیث کے حوالہ سے تحقیقی مقالہ تحریر فرمایا جس میں تاریخ حدیث، شرف و حُجیتِ حدیث،

---

1 مضمون "پیر طریقت حضرت محمد نور سلطان" (مشتمل بہ ہفت صفحہ)۔ پیر مختار احمد جان سرہندی فاروقی نقشبندی۔ مورخہ 14 دسمبر 2011ء۔ مملوکہ راقم

2 روایت از سید اسرار حسین بخاری (دفتر روزنامہ جنگ، لاہور)۔ مورخہ 17 جنوری 2013ء۔ ٹیلی فون

Marfat.com

منکرینِ حدیث کے شُبہات کا ازالہ، طبقاتِ کتبِ حدیث، انواع و اقسامِ حدیث اور اصولِ حدیث وغیرہم پر سیر حاصل تحقیقات پیش کی گئیں۔ اِس مقالہ کے مشمولات کی تفصیل بابِ چہارم کی فصلِ چہارم میں دی جائے گی۔ سالِ اوّل کے امتحان میں حضرت صاحب نے جامعہ میں پہلی پوزیشن حاصل کی[1]۔ امتحان کے بعد 2 ماہ کی تعطیلات تھیں۔ حضرت صاحب کی خواہش تھی کہ یہ 2 ماہ بھی ضائع نہ ہوں اور اس دوران میں آپ اُستاذُ الاساتذہ علامہ عطامحمد بندیالوی سے تصریح، اقلیدس، نخبۃ الفکر اور توضیح تلویح کا درس لیں[2]۔ علاّمہ بندیالوی اُن دنوں وڑچھ شریف (تحصیل خوشاب، ضلع سرگودھا) میں محوِ تدریس تھے۔

اِدھر درجہ تخصص کا سالِ دوم شروع ہُوا تو اُدھر پاک بھارت جنگ چھڑ گئی۔ جنگ کا آغاز جموں اور کشمیر میں لائن آف کنٹرول کے ارد گرد متحارب افواج کے مابین ہونے والی جھڑپوں سے ہُوا۔ خفیہ عسکری کارروائیوں کا سلسلہ چھ ستمبر 1965ء کو باقاعدہ جنگ کی شکل اختیار کر گیا جب بھارتی فوج بین الاقوامی بارڈر عبور کر کے لاہور پر حملہ آور ہُوئی۔ 1965ء کی پاک بھارت جنگ جموں، کشمیر، سیالکوٹ، لاہور، چولستان اور تھر وغیرہ کے محاذوں پر لڑی گئی۔ تقریباً پانچ ہفتے جاری رہنے والی اِس جنگ کا اختتام صدرِ پاکستان محمد ایوب خان اور وزیرِ اعظم بھارت لال بہادر شاستری کے مابین ہونے والے "معاہدۂ تاشقند" پر ہُوا۔ اِس جنگ کے سیاسی و دفاعی اثرات و ثمرات اپنی جگہ پر مگر اِس سے ملک میں حُبُّ الوطنی کی ایک نئی لہر اُٹھی۔ حضرت صاحب تو پہلے بھی نظریاتی پس منظر رکھتے تھے لہٰذا مُلکی تاریخ کے اِس کٹھن مرحلے پر اُن کی حُبُّ الوطنی میں اضافہ ہو گیا۔ حضرت صاحب سمیت جامعہ کے اکثر طلبا نے اپنی ماہانہ وظیفے کی رقم کا قابلِ ذکر حصہ حکومت و افواجِ پاکستان کے لیے وقف کر دیا۔ بھارتی جارحیت کی مخالفت میں احتجاج ریکارڈ کرائے گئے اور افواجِ پاکستان سے اظہارِ یکجہتی کے لیے کئی اجلاس منعقد کرائے گئے۔ 10 اکتوبر 1965ء کو جامعہ مسجد بہاولپور میں ایک اجلاس ہُوا جس میں علاّمہ سیّد احمد سعید کاظمی نے آیاتِ مبارکہ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا[3] کی روشنی میں روحِ جہاد کو واضح کیا اور عمل کی ترغیب دیتے ہُوئے سامعین کے حوصلے بلند کیے[4]۔ حضرت صاحب کے والدِ ماجد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو کی حُبُّ

---

[1] مقالہ "امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، تحقیق و تنقید کی روشنی میں"۔ علاّمہ محمد نور سلطان القادری۔ تقریظ از علاّمہ محمد گُل سعیدی چشتی۔ تحریر کردہ 1966ء۔ باھُو پبلیکیشنز، لاھور۔ 2010ء۔ ص 109

[2] مکتوبِ علاّمہ نُور سلطان القادری بنام حضرت سلطان غلام دستگیر القادری۔ مورخہ 7 فروری 1965ء۔ مملوکہ سلطان ارشد القادری

[3] قرآنِ مجید، سورۃ العنکبوت 29، آیت 69۔ ترجمہ 'البیان': "اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا ضرور ہم انہیں اپنی راہیں دکھائیں گے۔"

[4] ارشاداتِ علاّمہ کاظمی صاحب۔ از علاّمہ نُور سلطان القادری۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

الوطنی کا یہ عالم تھا کہ جب حکومت کی طرف سے جنگ کے دوران "قومی دفاعی فنڈ" قائم کیا گیا تو اُنہوں نے اپنی جمع پُونجی اور زرعی زمین کا ایک بڑا حصّہ اس کے لیے وقف کر دیا اور اپنے برادرِ مکرّم کے نام ایک مکتوب میں یوں رقمطراز ہُوئے[1]:

"... قومی دفاعی فنڈ کے لائق پیسے نہ تھے۔ مَیں نے اپنی اراضی کی تہائی یا کچھ زیادہ دے دی ہے۔ ایک کھیت حیات بھوچرہ میں تھا جو کہ ہمارے جنوبی سمت واقع ہے اور ایک کھیت بڑا جو کہ راستہ پر چھجڑی موضع سے مشرق کی جانب واقع ہے۔ اگر جانی قربانی کے لائق نہ تھے تو کم از کم کچھ مالی قربانی تو چاہیے۔ مالک پاکستان کو غائبانہ مدد سے کامیاب رکھے اور کشمیر آزاد ہو۔ اتفاقاً پرسوں یہاں تحصیل دار آ گیا۔ اسے درخواست دے کر اپنے بیان کی تصدیق کرا دی۔ ..."

حضرت صاحب کو اپنے والدِ ماجد کی طرف سے ایک مکتوب موصول ہُوا جس میں اُنہوں نے اپنے فریضۂ حج کی ادائیگی کے ارادے کے ساتھ ساتھ پاکستان کی جاں نثار افواج کو اِن الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا[2]:

"میرا ارادہ فریضۂ حج مبارک کی ادائیگی کا ہے۔ جبکہ پیسے بھی کم ہیں۔ مگر ساتھیوں سے مِل سکتے ہیں۔ زندگی کا بھروسہ نہیں۔ یہ بھی ایک سعی ہے۔ شاید اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضامندی اور کچھ گناہوں، قصوروں، کوتاہیوں کے کفارہ کا سامان بن جائے۔ اصل حج تو اُن لوگوں کا ہے جن لوگوں نے اسلام و مُلک کے تحفظ کے لیے اپنی زندگیاں ٹینکوں کی نذر کر دیں۔ ایسا موقع کروڑہا انسانوں میں سے بعض کو بعض اوقات ہاتھ آتا ہے۔"

حضرت صاحب کے چچا حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری جو پہلے ہی 1947ء تا 1949ء کے جہادِ آزادیٔ کشمیر میں خدمات سرانجام دے کر "فخرِ کشمیر" کا اعزاز حاصل کر چکے تھے، نے 1965ء کی پاک بھارت جنگ کے لیے اپنے اِرادتمندوں کے لشکر جنوبی وزیرستان سے جمع کر کے بھیجے جو لاہور اور قصور کے محاذوں پر شجاعت سے لڑے[3]۔ پَس حضرت صاحب کو جوانی میں ہی اپنے والدِ مکرم اور عمِ محتشم سے حُبّ الوطنی کا جو عملی درس مِلا، اس پر عمل پیرا ہو کر آپ زندگی بھر مملکتِ خداداد پاکستان اور مِلّتِ اسلامیہ سے رشتۂ محبت میں پیوستہ رہے اور دامے درمے سخنے قدمے ان کی معاونت کرتے رہے۔

---

[1] مکتوب حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو بنام حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری۔ مورخہ 18 اکتوبر 1965ء۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

[2] مکتوب فقیر سُلطان غلام باھُو بنام علّامہ نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 14 دسمبر 1965ء۔ مملوکہ راقم

[3] سُلطان العصر۔ مرتبہ: سُلطان ارشد القادری۔ حضرت غلام دستگیر اکادمی، پاکستان۔ 1987ء۔ ص 20

Marfat.com

جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں تخصص کے سالِ دوم میں معمول کے لیکچرز کے ساتھ ساتھ جدید تحقیقی اصول و ضوابط کے مطابق ایک مقالہ تحریر کرنا بھی لازمی تھا۔ حضرت صاحب نے رئیسُ الجامعہ ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی کے کہنے پر "امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، تحقیق و تنقید کی روشنی میں" کے عنوان سے ایک عظیم الشان مقالہ تحریر فرمایا۔ مقالہ کے نگران جامعہ کے شیخ الادب ڈاکٹر پیر محمد حسن تھے۔ مراجع البحث والتحقیق میں تقریباً 100 کتب شامل ہیں جن میں سے اکثر قرونِ وسطیٰ یعنی مُسلمانوں کے عہدِ زرّیں کے عظیم اکابرین کی ضخیم عربی تالیفات ہیں۔ اِس مقالہ میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات یا مناقب و فضائل کو موضوع نہیں بنایا گیا بلکہ امام صاحب کی شخصیت اور فقہ پر وارد ہونے والے اعتراضات کے مدلّل علمی و تحقیقی جوابات فراہم کیے گئے ہیں۔ یہ مقالہ زمانۂ طالبعلمی میں حضرت صاحب کی علمی وجاہت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ 1966ء میں تحریر ہونے والے اس مقالہ کو پہلی بار 2010ء میں باھُو پبلیکیشنز لاہور نے زیورِ طباعت سے آراستہ کیا۔

حضرت صاحب چونکہ سالِ اوّل میں پہلی پوزیشن حاصل کر چکے تھے اور سالِ دوم کے جملہ مضامین میں اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کر کے اپنے مقالہ کی صورت میں ایک اعلیٰ تحقیقی کارنامہ سرانجام دے چکے تھے جو اساتذہ و طلبا سے برابر دادِ تحسین وصول کر رہا تھا، لہٰذا اغلب امکان یہی تھا کہ حضرت صاحب ہی جامعہ میں اوّل قرار دیے جائیں گے۔ تاہم نتائج مختلف سامنے آئے۔ بعض لوگوں نے مبیّنہ طور پر ساز باز کر کے حضرت صاحب کے مسلکی پس منظر اور آپ کی حق گوئی و بے باکی سے نالاں ہو کر آپ کے نمبر کم کرا دیے اور آپ کو اوّل کی بجائے دوّم پوزیشن پر لے آئے۔ اِس بارے میں جامعہ کے شیخ الادب ڈاکٹر پیر محمد حسن، حضرت صاحب کے نام اپنے مکتوب میں یوں رقمطراز ہوتے ہیں[1]:

> " ... یہاں پہنچ کر جب مجھے نتائج کا پتہ چلا اور یہ معلوم ہُوا کہ مقالہ میں آپ کو نمبر کم دیے گئے ہیں تو از حد افسوس ہُوا۔ یہ سفارش کا اثر ہے، ورنہ صدیق صاحب کسی طرح بھی آپ سے زیادہ نمبر نہ لے سکتے تھے۔ مولویوں کا یہی حال ہے۔ انصاف کی ان سے توقّع رکھنا بے سُود ہے۔ رئیسُ الجامعہ اس بارے میں آپ کی کوئی مدد نہ کرے گا۔ اس لیے اسے لکھنا بے کار ہو گا۔"

صاحبزادہ محمد منصور سُلطان روایت کرتے ہیں کہ اس ناانصافی پر احتجاج کے طور پر حضرت صاحب نے جامعہ سے ڈگری وصول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ آپ نے مجموعی طور پر 800 میں سے 579 نمبر حاصل کیے۔

---

[1] مکتوب پروفیسر ڈاکٹر پیر محمد حسن بنام علامہ نُور سلطان القادری۔ مورخہ 21 ستمبر 1966ء۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ راقم الحروف

Marfat.com

9 جون 1966ء کو مقالہ کے انٹرویو سے فارغ ہو کر حضرت صاحب مُلتان آئے اور پھر یہاں سے براستہ تونسہ شریف اپنے والدِ ماجد کی خدمت میں جمعہ شریف (ڈیرہ اسماعیل خان) پہنچے[1]۔ جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں حضرت صاحب کا دو سالہ قیام علمی، تحقیقی اور معاشرتی نقطۂ نظر سے نہایت زرخیز ثابت ہُوا۔ ایک طرف تو حضرت صاحب نے علم و ادب کی دُنیا کے ممتاز ترین لوگوں سے کسبِ فیض کیا تو دوسری طرف ملک بھر کے نمایاں فاضل طلبا کے ساتھ وقت گزارا۔ یہ دَور آپ کے لیے اِس لیے بھی زیادہ اہم رہا کہ آپ کو دیگر مسالک و مکاتبِ فکر کے لوگوں کے ساتھ میل جول سے اُن کا نقطۂ نظر سمجھنے میں آسانی ہُوئی اور تحقیق و تدبر کی جانب آپ کا میلان بڑھ گیا۔

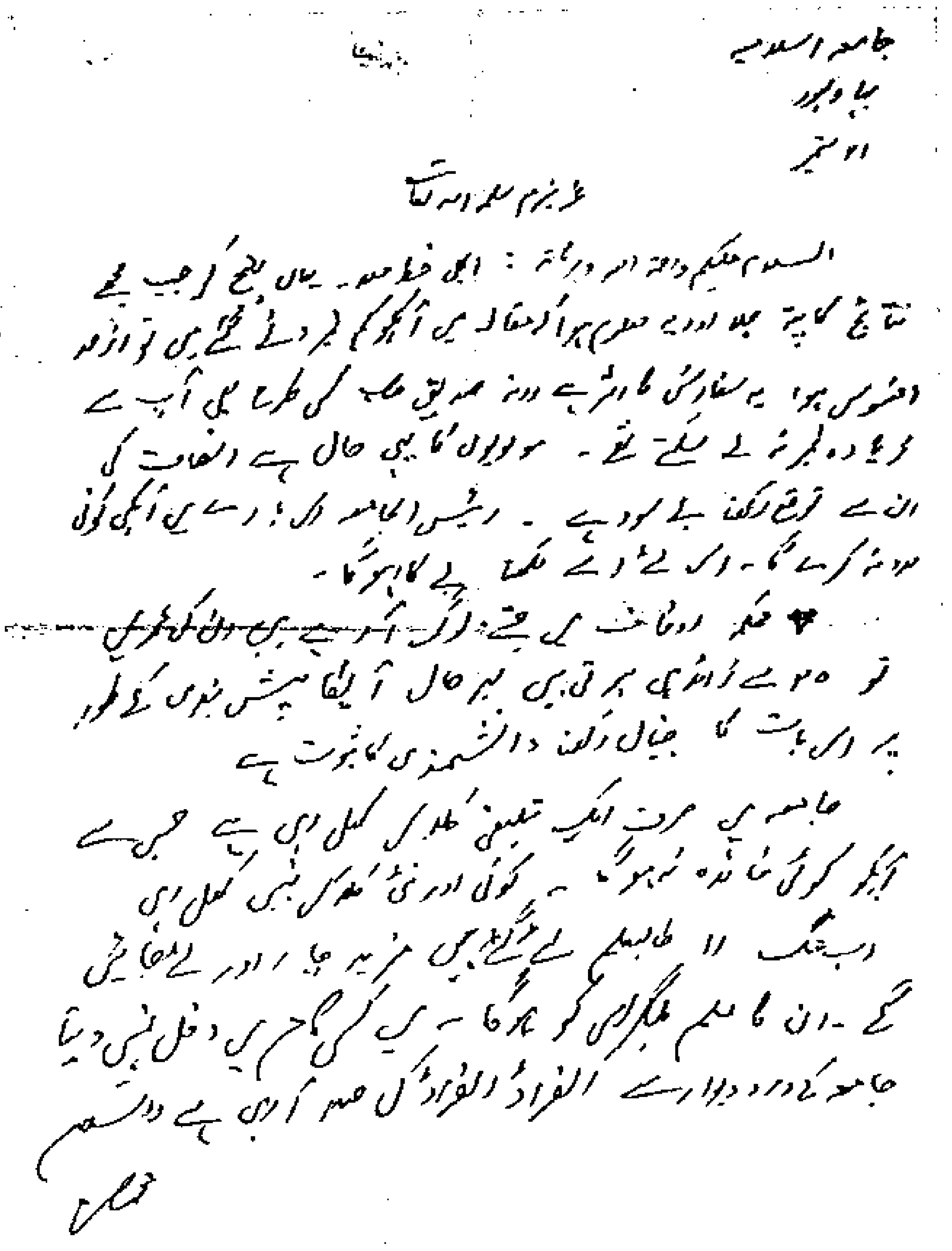
جامعہ اسلامیہ
بہاولپور
۱۱ ستمبر

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : [illegible]

[illegible]

حضرت صاحب کے نام ڈاکٹر پیر محمد حسن کا مکتوب۔ 1966ء

[1] مکتوب علّامہ نُور سُلطان القادری بنام حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری۔ مورخہ 7 فروری 1965ء۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

Marfat.com

فصل پنجم

سِلسِلَۃُ الذَّہَبُ (سندِ حدیث وسندِ علوم عقلیہ ونقلیہ)

"اسماء الرّجال" کا علم دُنیائے تحقیق میں اُمّتِ مسلمہ کا ایک منفرد کارنامہ ہے۔ اِس علم کے تحت محدّثین نے لاکھوں راویانِ احادیثِ نبوی ﷺ کے حالاتِ زندگی محفوظ کیے۔ علمِ حدیث کے دو اجزا ہیں؛ متن اور سند۔ متنِ حدیث سے مُراد رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان یا آپ ﷺ سے متعلق بیان ہے جبکہ سندِ حدیث وہ وسیلہ ہے جس کے طفیل متن ہم تک پہنچا ہے۔ سَنَد راویوں کا سلسلہ ہے جس میں ہر راوی بتاتا ہے کہ اُس نے یہ حدیث کس سے سُنی، حتیٰ کہ یہ سلسلہ رسولِ اکرم ﷺ تک جا پہنچتا ہے۔ اُمّتِ مسلمہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ان کے پاس اپنے نبی ﷺ کے اقوال و افعال و احوال کی تاریخ متصل اور مربوط اسناد کے ساتھ محفوظ ہے۔ ایسی تاریخ نہ تو یہود کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت عُزیر علیہ السلام کے متعلق محفوظ ہے اور نہ نصاریٰ کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق۔ اسماء الرّجال یا علمُ الاسناد میں راوی کے ثقہ ہونے کے لیے تقویٰ و مروّت وضبط (صدر و کتاب) کی سخت شرائط مقرر ہیں۔ نیز یہ علم سند کے متّصل ہونے کو بھی بحث میں لاتا ہے۔ سند کے اتّصال کا یہی سلسلہ جو کسی بھی زمانے کے محدّث سے نبی پاک ﷺ تک پہنچتا ہے، سِلسلۃ الذّہَب کہلاتا ہے۔

ذہب عربی میں سونے کو کہتے ہیں۔ سلسلۃ الذہب کا لُغوی معنی ہے "طلائی زنجیر" یا "سونے کی کڑیاں" (the Golden Chain)۔ یہ سلسلہ ایک ایسی مالا ہے جس میں سب راوی یا محدث موتیوں کی طرح پروئے ہُوئے ہیں۔ ائمۂ محدثین نے اپنی عُمریں صَرف کر کے سند و متن کے ساتھ احادیث تحریر کر دیں جن سے متاخرین استدلال کر سکتے ہیں۔ اگرچہ اَب کسی محدث کے لیے اپنے دَور سے اُن ائمۂ محدثین کے زمانے تک متصل سند کا بیان کرنا لازم نہیں رہا مگر شیوخِ حدیث نے اپنے تلامذہ کو حصولِ برکت کے لیے اسناد عطا کیں تاکہ وہ بھی محدثین کی اِس سنہری لڑی میں پروئے جائیں اور اُس زنجیرِ طلائی کی کڑی بن جائیں جو بارگاہِ نبوت ﷺ سے جا ملتی ہے[1]۔ یُوں تو ائمۂ صحاحِ ستّہ سمیت اکابر محدثین نے علم حدیث کی ترویج میں بیش قیمت خدمات سرانجام دیں مگر امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل المعروف امام بُخاری رحمۃ اللہ علیہ (و:194ھ۔ ف:256ھ) اور امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج المعروف امام مُسلم رحمۃ اللہ علیہ (و:202ھ۔ ف:261ھ) کو غیر

---

[1] استفادہ از: ماہنامہ "السّعید"، ملتان۔ شمارہ فروری 1997ء۔ مضمون "تعارفِ سلسلۃ الذہب" از مولانا مشتاق احمد چشتی۔ صفحات 92 تا 94

Marfat.com

معمولی قبولِ عام حاصل ہُوا۔ برِّ صغیر پاک و ہند میں جن ہستیوں نے ترویجِ حدیث میں نمایاں مقام حاصل کیا، ان میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (و:1551ء۔ف:1642ء) اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (و:1702ء۔ف:1762ء) شامل ہیں۔ اِن دونوں حضرات نے برِّ صغیر سے مروّجہ علوم و فنون کی تحصیلات کے بعد حجازِ مقدس کا رُخ کیا اور مدینہ منوّرہ مقیم ہو کر شیوخِ حدیث سے اسناد حاصل کیں۔ برِّ صغیر پاک و ہند کے محدثین اکثر اپنا سلسلۃ الذہب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تک بیان کرتے ہیں کیونکہ حضرت شاہ ولی اللہ سے حضرت امام بُخاری رحمۃ اللہ علیہ تک یہ سلسلہ معلوم و مرقوم ہے۔

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کو سندِ حدیث غزالئِ زماں علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ سے عطا ہُوئی۔ یوں حضرت صاحب کا سلسلۃ الذہب غزالئِ زماں کی وساطت سے حضرت شاہ ولی اللہ سے ہوتا ہُوا امام بخاری سے جُڑتا ہے، جبکہ امام بخاری (جو کہ تبع تابعی ہیں) کا سلسلۂ روایتِ حدیث حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل ہوتا ہے۔ جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں تدریسِ حدیث (1963ء سے 1974ء) کے دوران ایک بار غزالئِ زماں کی سندِ حدیث کے متصل ہونے کا انکار کیا گیا جس پر غزالئِ زماں نے تشفی بخش جواب دیا۔ غزالئِ زماں کے باب میں علّامہ عبد الحکیم شرف قادری اپنی یادیں یوں رقم فرماتے ہیں[1]:

"راقم نے درخواست کی کہ مجھے علومِ دینیہ کے پڑھنے پڑھانے میں عرصہ گزر چکا ہے، دس بارہ سال سے حدیث شریف ہی پڑھا رہا ہوں۔ اگر آپ مجھے بطورِ اجازت دو تین سطریں تحریر فرمادیں تو بڑا کرم ہو گا۔ آپ نے بڑی توجہ سے میری بات سُنی، پھر فرمایا: مولانا! مَیں آپ کو اپنی ذاتی سند پیش کر دوں گا، یہ سند مدرسہ کی نہیں، میری ذاتی سند ہے۔ مزید فرمایا کہ میری سند حضرت مولانا شاہ احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرّہ تک پہنچتی ہے۔ جب میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور گیا، تو مخالفین نے اعتراض کیا کہ اِن کی تو سند ہی منقطع ہے، کیونکہ حضرت شاہ احمد سعید کو حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت نہیں ہے۔ مَیں نے اُنہیں حکیم عبد الحیٔ لکھنوی کی تالیف نزہۃ الخواطر، ج ۷، ص ۴۱ سے جب اجازت کا ثبوت پیش کیا تو وہ لاجواب ہو گئے۔ وہ عبارت یہ تھی: و حصلت له الاجازة من الشيخ عبدالعزيز الدهلوی للصحاح الست۔ پھر فرمایا مشائخ کا طریقہ ہے کہ سند دینے سے پہلے تبرکاً کچھ نہ کچھ پڑھایا کرتے ہیں، لہٰذا بخاری شریف کی پہلی جلد لائیے۔ راقم نے پہلی حدیث پڑھی اور حضرت نے اُس پر جامع تقریر فرمائی، اور اس کے بعد دُعائے خیر فرمائی۔"

---

[1] تذکرہ ابرارِ ملّت (نور نور چہرے)۔ محمد عبد الحکیم شرف قادری۔ نوری کُتب خانہ، لاہور 2005ء۔ ص 23

Marfat.com

حضرت صاحب نے جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں تخصص فی الفقہ والقانون کے سالِ اوّل میں جو علمِ حدیث کے حوالہ سے تحقیقی مقالہ تصنیف فرمایا اُس میں آپ کے دستِ مبارک کی تحریر فرمودہ حضرت غزالیٔ زماں کی سندِ حدیث محفوظ ہے جس کی نقل پیش کی جاتی ہے۔

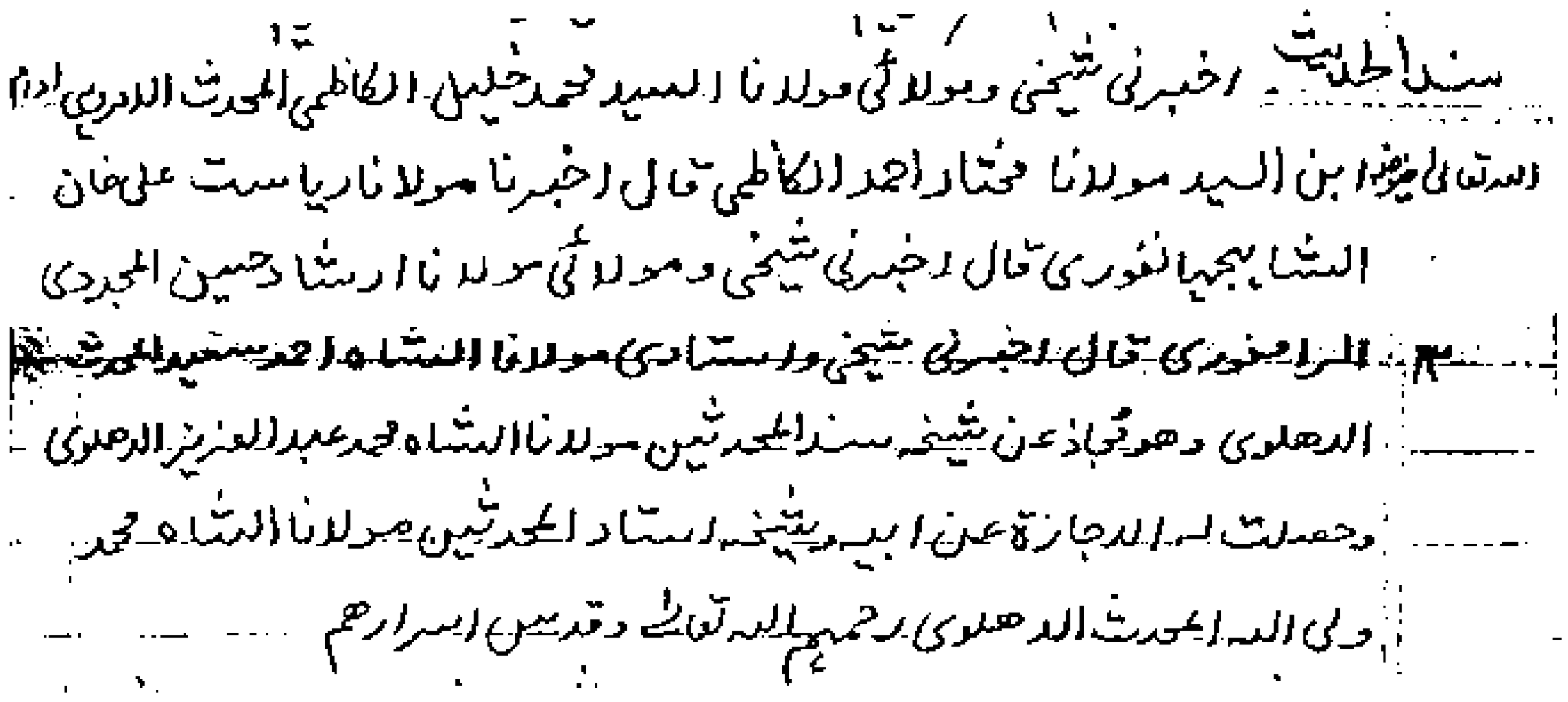
سند الحدیث: اخبرنی شیخی ومولائی مولانا السید محمد خلیل الکاظمی المحدث الامروہی ادام الله ظله ابن السید مولانا مختار احمد الکاظمی قال اخبرنا مولانا ریاست علی خان الشاہجہانپوری قال اخبرنی شیخی ومولائی مولانا ارشاد حسین المجددی الرامپوری قال اخبرنی شیخی واستاذی مولانا الشاہ احمد سعید المجددی الدهلوی وهو مجاز عن شیخه سند المحدثین مولانا الشاه عبد العزیز الدهلوی وحصلت له الاجازة عن ابیه شیخه استاد المحدثین مولانا الشاه محمد ولی الله المحدث الدهلوی رحمهم الله تعالیٰ وقدس اسرارهم

حضرت صاحب کے قلم سے 1965ء میں تحریر فرمودہ علامہ سیّد احمد سعید کاظمی کی سندِ حدیث

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی سندِ حدیث آٹھ واسطوں سے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ تک جبکہ تیئیس واسطوں سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی ہے۔ سلسلۃ الذہب یوں ہے[1]۔

علّامہ محمد نُور سُلطان القادری(و:1942ء۔ف:2006ء)عن علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی (و:1913ء۔ ف:1986ء)عن علّامہ سیّد محمد خلیل کاظمی (و:1896ء۔ ف:1970ء)عن مولانا محمد ریاست علی خان شاہجہانپوری (ف:1930ء) عن مولانا محمد ارشاد حُسین فاروقی رامپوری (و:1248ھ۔ ف:1311ھ)عن شاہ احمد سعید نقشبندی (و:1217ھ۔ف:1277ھ)عن مولانا شاہ عبدُالعزیز دہلوی (و:1159ھ/1746ء۔ف: 1239ھ/1824ء)عن **حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی** (و:1114ھ/1702ء۔ف:1172ھ/1762ء) عن شیخ عبدالسمیع بن ابراہیم الکردی الشافعی (و:1081ھ۔ ف:1145ھ/1732ء) عن شیخ ابراہیم بن حسن الکردی (و:1025ھ۔ ف:1101ھ)عن شیخ احمد بن محمد البدری المالکی(و:991ھ۔ف:1071ھ/1661ء)عن شیخ احمد بن علی الشناوی حنائی (و:975ھ۔ ف:1028ھ) عن شیخ محمد بن احمد رملی (و:1919ھ۔ ف:1004ھ) عن شیخ زکریا بن محمد انصاری(و:823ھ۔ف:926ھ)عن **شیخ احمد بن علی حافظ ابنِ**

---

[1] سلسلۃ الذہب مندرجہ ذیل مآخذ کی روشنی میں مرتب کیا گیا:

i. جامعہ انوارُ العلوم ملتان سے نمبر ۲۹۱/۲۵ کے تحت 23مارچ1964ء کو علامہ سیّد احمد سعید کاظمی کے دستخط سے جاری شدہ علامہ محمد نُور سُلطان القادری کی سندِ حدیث۔ مملوکہ محمد منصور سُلطان

ii. مواقع النجوم۔ علامہ برکت علی رضوی نقشبندی۔ انجمن اصلاح المسلمین، ماموں کانجن (ضلع فیصل آباد)۔1997ء۔ ص100،99

iii. تحریر "علامہ نُور سُلطان القادری کی اسنادِ علوم نقلیہ وعقلیہ"۔ علامہ علی احمد سندیلوی، شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ لاہور۔ مورخہ 2 جنوری 2012ء۔ مملوکہ راقم۔ (بشکریہ حافظ محمد ابراہیم)

Marfat.com

حجر عسقلانی (و:773ھ۔ ف:852ھ) من شیخ زین الدین ابراہیم بن احمد البعلی (و:709ھ۔ ف:800ھ) من شیخ احمد بن ابی طالب حجار (و:620?ھ۔ف:730ھ) من شیخ سراج الدین حُسین بن مبارک زبیدی (و:546ھ۔ف:631ھ) من شیخ عبداللہ بن عیسیٰ السجزی (و:458ھ۔ف:552ھ) من شیخ عبدالرحمان بن محمد بن مظفر داؤدی (و:374ھ۔ف:467ھ) من شیخ ابو محمد عبداللہ بن احمد سرخسی (و:293ھ۔ف:373ھ) من شیخ ابو عبداللہ محمد بن یوسُف فربری (و:231ھ۔ف:320ھ) من **شیخ محمد بن اسماعیل امام بخاری** (و:194ھ۔ف:256ھ)

جیسا کہ اِس باب کی فصل اوّل میں ذکر ہُوا حضرت صاحب نے غزالیِ زماں سے 1963ء کے اوائل میں دورۂ حدیث مکمل کر لیا تھا۔ تاہم حضرت صاحب کے لیے مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوارُ العلوم مُلتان کی سندِ حدیث نمبر ۲۹۱/۲۵ مورخہ 23 مارچ 1964ء بمطابق 7 ذی القعد 1382ھ کو مدرسہ مذکورہ کے مہتمم اور شیخ الحدیث سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط سے جاری ہُوئی۔ اس سند کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت عزیز رکھتے تھے اور یہ جامعہ انوار باھُو بھکر کے مُسلم بازار والے کیمپس حُسینیہ نُوریہ دارُ القرآن کے کُتب خانہ میں ایک فریم میں آویزاں ہُوا کرتی تھی۔ ضمناً ایک دلچسپ واقعہ بھی رقم کرتا چلوں کہ ایک بار راقم حضرت صاحب سے درس لے رہا تھا کہ ایک شخص وارد ہُوا اور بڑی بے باکی سے حضرت صاحب سے بعض مسائل پر گفتگو کرنے لگا۔ حضرت صاحب نے متعدد حوالہ جات سے اپنا نقطۂ نظر واضح کیا۔ جب اُس سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو کہنے لگا کہ مَیں بھی حدیث میں انوارُ العلوم کا سند یافتہ ہوں۔ حضرت صاحب نے مُسکرائے اور کہنے لگے: آپ انوارُ العلوم کی سندِ حدیث کی پہلی چند سطروں کی عبارت ہی پڑھ کر سنا دیں۔ وہ شخص خاموش ہو گیا اور کچھ دیر بعد رخصت چاہی۔

اگرچہ حضرت صاحب نے سندِ حدیث تو غزالیِ زماں سے ہی حاصل کی مگر دیگر علوم و فنونِ عقلی و نقلی میں اپنے دَور کے کئی جیّد اساتذہ سے کسبِ فیض کیا، جن میں حضرت علامہ مفتی امید علی خان گیاوی (و:1883ء۔ف:1964ء)، سراج الفقہا مُفتی سراج احمد خانپوری (و:1886ء۔ ف:1972ء)، حضرت مُفتی سیّد مسعود علی قادری (و:1909ء۔ ف:1973ء)، علّامہ میاں سُلطان اعظم قادری چیچڑوی (ف:1966ء)، اُستاذُ العلما علّامہ عطا محمد چشتی بندیالوی (و:1916ء۔ ف:1999ء)، علّامہ محمد عُبید اللہ بہاولپوری (و:1895ء۔ ف:1967ء) اور پروفیسر ڈاکٹر پیر محمد حَسَن

Marfat.com

(و:1904ء۔ ف:1999ء) جیسی ہستیاں شامل ہیں۔ یُوں حضرت صاحب کا سلسلۃ الذہب کئی اکابر ائمہ کے واسطوں سے حضور رسالت مآب ﷺ کی بارگاہِ اقدس تک پہنچتا ہے۔ دَورِ حاضر کے معروف عالمِ علم الاسناد اور جامعہ ہجویریہ کے سابق شیخ الحدیث علّامہ علی احمد سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ (ف:2013ء) نے اپنی تحقیقات کے مطابق حضرت صاحب کی جو سندِ علوم و فنون رقم فرمائی ہے[1] اس کا عکس یہاں پیش کیا جارہا ہے۔

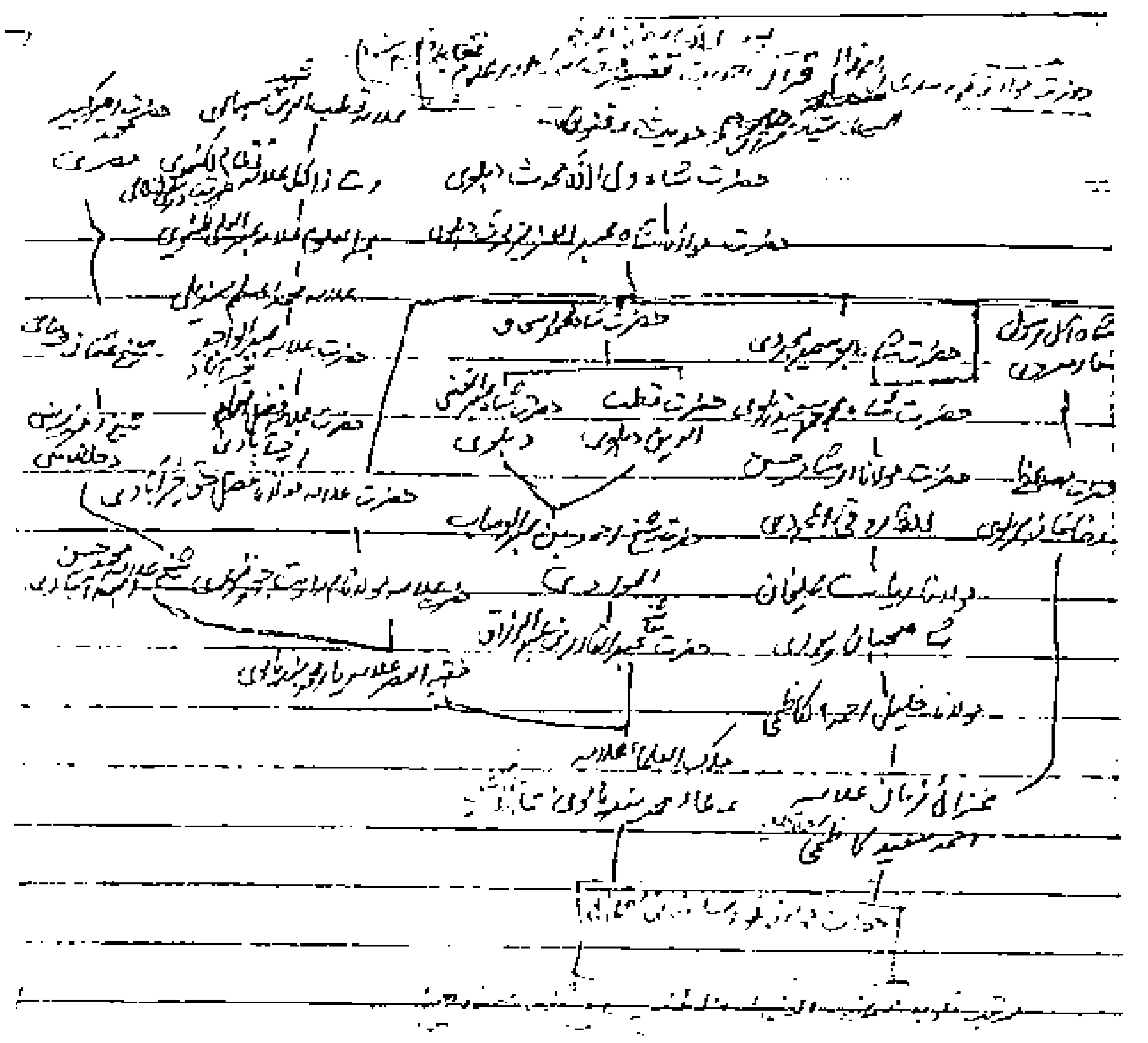

علّامہ علی احمد سندھیلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۃ الذہب اور سندِ علوم

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دستارِ فضیلت 19 محرم الحرام 1387ھ بمطابق 30 اپریل 1967ء کو جامعہ انوارُ العلوم مُلتان کے سالانہ جلسہ منعقدہ قاسم باغ مُلتان میں عطا کی گئی۔ اِس موقع پر خانوادہ سے فخرِ کشمیر حضرت سُلطان غلام دستگیر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سُلطان محمد شریف القادری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سُلطان محمد مُشتاق القادری، حضرت ظہور سُلطان قادری، حضرت سُلطان حامد نواز القادری اور حضرت سُلطان محمد نواز ارشد القادری نے شرکت کی۔ حضرت صاحب کے دیگر احباب و رفقا میں علّامہ حافظ نذیر صاحب، مولانا تاج الدین صاحب، مولانا نواب صاحب، علّامہ عبد العزیز صاحب اور علّامہ عبدُ الحکیم صاحب شریک تھے۔ حضرت سُلطان غلام دستگیر فخرِ کشمیر اپنے روزنامچہ پر یُوں تحریر فرماتے ہیں[2]:

"قاسم باغ میں منعقدہ جلسۂ عام مدرسہ انوارُ العلوم میں فارغ شُدہ علمائے کرام اور قاری صاحبان کی دستاربندی ہُوئی۔ سب سے پہلے برخوردارم سُلطان نُور سُلطان صاحب خلف الرشید حضرت سُلطان غلام باھُو صاحب کی دستارِ فضیلت ہُوئی جو کہ حضرت مولانا احمد سعید کاظمی صاحب نے اپنے دستِ مبارک سے بہ معیت پیر صاحب مخدوم شوکت حسین گیلانی بندھائی۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے اور انہیں زیادہ فیض و برکت عطا فرمائے۔"

---

[1] تحریر "علّامہ نُور سُلطان القادری کی اسنادِ علوم نقلیہ و عقلیہ"۔ علّامہ علی احمد سندیلوی، شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ لاہور۔ مورخہ 2 جنوری 2012ء۔ بشکریہ حافظ محمد ابراہیم

[2] روزنامچہ حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری۔ مورخہ 30 اپریل 1967ء

Marfat.com

جلسۂ دستارِ فضیلت کے بعد حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے برادرِ بزرگوار حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کو مبارکبادی کا مکتوب تحریر فرمایا تو وہ جواباً اِن سنہری حروف میں رقمطراز ہُوئے [1]:

"... نوازشنامہ مبارکبادی دربارہ دستاربندی موصول ہو کر باعثِ تشکر ہُوا۔ آپ کو بھی مبارک ہو۔ مالک اسے علم و دستارِ فضیلت کی لاج رکھنے و عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔ آخرت کا سامان اور اپنے مالک کی رضامندی و تقرّب ہی مومن کے لیے باعثِ فخر و عزت و قابلِ قدر چیزیں ہیں۔ علم صرف علم ہی ہے، دین سے روشناسی۔ اصل مقصد اس پر عمل پیرا ہونا اور زندگی کو دین کی خدمت و سربلندی کے لیے وقف کرنا ہے۔ سلسلۂ درس و تدریس ہو یا وعظ پند و نصائح وغیرہ، سب اُس کی خوشنودی کی خاطر ہوں۔ برادرِ عزیز، اسے دُعا کریں، علم ذمہ داری و بھاری بوجھ ہے جس کے اُٹھانے کی زمین و آسمان کو سکت نہ ہُوئی مگر انسان ظلوم و جہول نے اِسے اُٹھالیا۔ کہیں یہ علم العلمُ حجابُ الاکبر نہ بن جاوے۔ میرے خیال میں یہ علم جب تک زبان و دماغ میں ہے، حجابِ اکبر ہے، جب دِل میں اُتر جاوے تو اِس سے اصلاحِ احوال کی توقّع ہو سکتی ہے۔ ..."

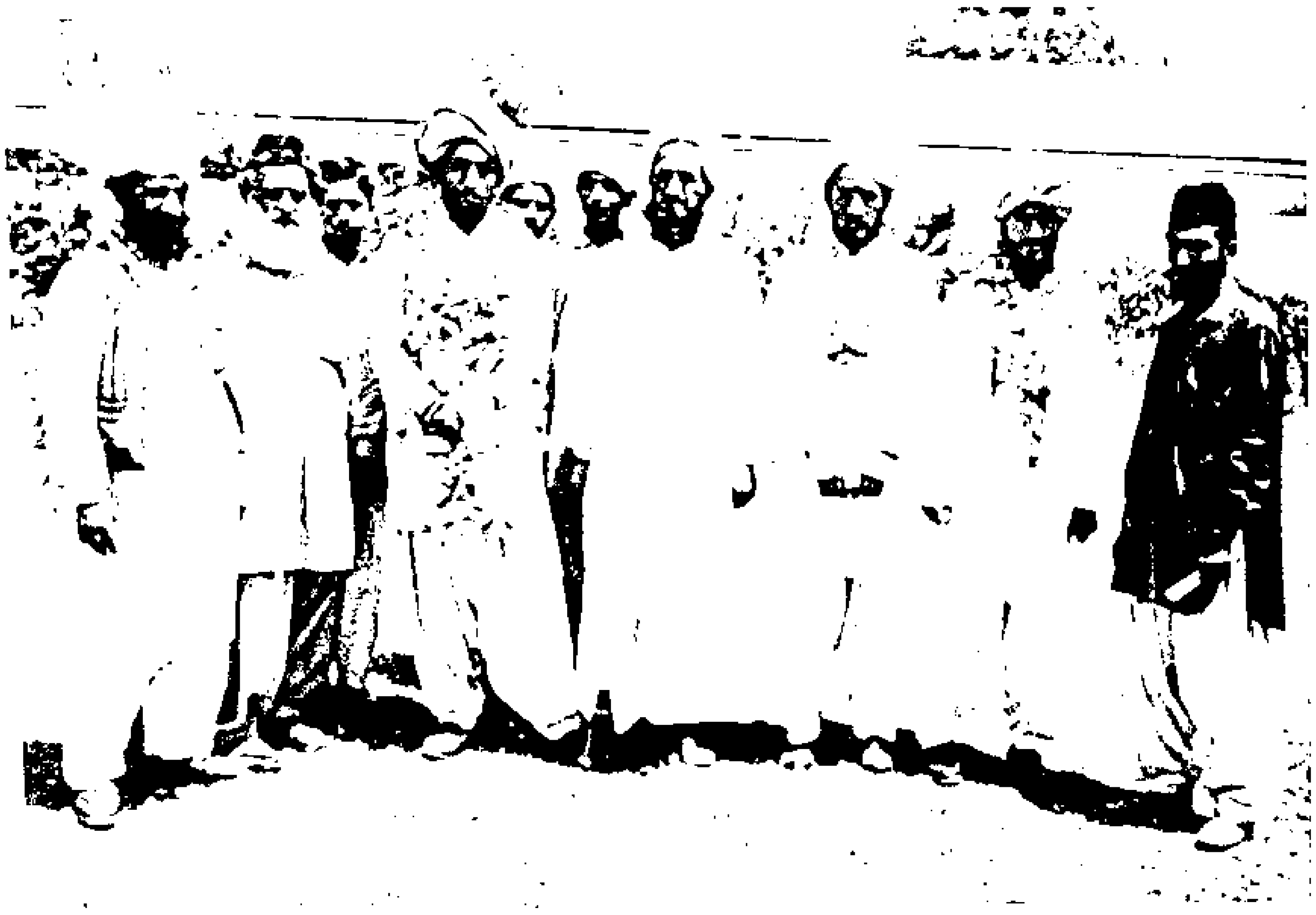

حضرت صاحب اپنی دستار فضیلت کے موقع پر حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری، حضرت سُلطان محمد شریف القادری، حضرت سُلطان محمد مُشتاق القادری، حضرت سُلطان حامد نواز القادری اور دیگر فضلا کے ساتھ۔ مُلتان 30 اپریل 1967ء۔ بشکریہ: حضرت سُلطان ارشد القادری

[1] مکتوب فقیر سُلطان غلام باھُو بنام سُلطان غلام دستگیر۔ مورخہ 18 مئی 1967ء۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

Marfat.com

اساتذہ کا حضرت صاحب پر وثوق:

حضرت صاحب اپنے عہد کی جیّد ترین ہستیوں سے مُستفیض ہُوئے اور خوب مُستفیض ہُوئے۔ آپ کے اساتذہ کو آپ پر بہت وثوق و اعتبار تھا جس کی چند مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔ اُستاذُالاساتذہ علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک تلمیذ علّامہ شہباز علی قادری فرماتے ہیں[1]۔

"ہمارے اُستادِ مکرم کو اپنے شاگردوں میں سے حضرت نُور سُلطان صاحب پر بڑا وثوق تھا لہٰذا وہ اُن کی کہی ہُوئی بات کی بہت توقیر کرتے تھے۔"

حضرت علّامہ عطا محمد بندیالوی جو کہ بہت ہی کم کبھی طلبا کی تعریف کرتے تھے، حضرت صاحب کے متعلق فرماتے ہیں[2]۔

"نُور سُلطان صاحب نے جو حرف بھی پڑھا ہے، پڑھانے کے لیے پڑھا ہے۔"

غزالیٔ زماں علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت صاحب سے بے پایاں شفقت و محبت فرماتے اور آپ کی علمی استعداد کی قدر کرتے۔ یہی وجہ تھی کی غزالیٔ زماں اپنے پُرزور اصرار پر حضرت صاحب کو جامعہ اسلامیہ بہاولپور لے آئے تھے۔ غزالیٔ زماں کے ایک تلمیذِ رشید علّامہ عبدالحق ہاشمی حفظہ اللہ بیان فرماتے ہیں[3]۔

"نُور سُلطان صاحب اُن ہستیوں میں سے تھے کہ جن پر قبلہ کاظمی صاحب فخر کیا کرتے تھے۔"

غزالیٔ زماں حضرت صاحب کی بہت توقیر فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ غزالیٔ زماں کے وصال (4 جون 1986ء) سے صرف 2 ماہ قبل حضرت صاحب انوارُ العلوم کے سالانہ جلسہ میں شرکت کے لیے گئے تو 6 اپریل 1986ء کو جلسہ کے دوسرے روز کی پہلی نشست میں حضرت علّامہ عبدالرّشید جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ نے خطاب فرمایا اور حضرت صاحب نے نشست کی صدارت فرمائی[4]۔ غزالیٔ زماں کا اپنی موجودگی میں اپنے ایک شاگردِ رشید کو مسندِ صدارت پر بٹھانا جہاں کمالِ حوصلہ افزائی کا غماز تھا وہاں یہ اشارہ بھی تھا کہ میرے بعد یہ ہستی علم و فضل، درسِ حدیث اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں میری جانشینی کا حق ادا کرے گی۔ مفتی غلام سرور قادری حفظہ اللہ روایت[5] کرتے ہیں کہ غزالیٔ زماں حضرت صاحب کی بہت توقیر و تکریم فرماتے اور جب اُن سے اپنے تلامذہ کے بارے پُوچھا جاتا تو وہ سب سے پہلے حضرت صاحب کا نام لیتے۔

---

[1] روایت از علّامہ شہباز علی قادری، صدر مدرس جامعہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد۔ مورخہ یکم اگست 2011ء

[2] روایت از علّامہ محمد شفیع الہاشمی، ساکن کُنڈیاں۔ مورخہ 10 جنوری 2013ء۔ ٹیلی فون

[3] روایت از علّامہ عبدالحق ہاشمی۔ مقیم برطانیہ۔ مورخہ 13 مئی 2012ء۔ ٹیلی فون

[4] روزنامچہ علّامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ 6 اپریل 1986ء

[5] روایت از مولانا مفتی غلام سرور قادری۔ مورخہ 22 اکتوبر 2016ء، بمقام جامعہ انوارِ باھو، بھکر

Marfat.com

صاحبزادہ ڈاکٹر سُلطان اللہ نواز شاہد روایت کرتے ہیں کہ ایک بار بھکّر میں حضرت صاحب کے ایک دیرینہ ہم جماعت تشریف لے آئے اور کہنے لگے کہ ایک مرتبہ غزالیٔ زماں علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی ایک محفل میں تشریف فرما تھے کہ کوئی شخص اُن سے پُوچھنے لگا کہ اگر آپ سے روزِ محشر یہ سوال ہو کہ آپ اپنا کوئی سا ایک ایسا عمل بیان کریں جو آپ کو جنتُ الفردوس کا مستحق بنادے تو آپ کیا عمل پیش کریں گے؟ حضرت غزالیٔ زماں نے فرمایا کہ مَیں مولانا نُور سُلطان کو پیش کروں گا (یعنی یہ عمل پیش کروں گا کہ میں نے نُور سُلطان القادری کو زیورِ علم دین سے آراستہ کیا)۔ حضرت صاحب نے اِس بات پر کمال انکسار سے فرمایا کہ حضرت غزالیٔ زماں کی تو فروغِ علم دین، ترویج طریقت اور اصلاحِ معاشرہ کے حوالہ سے بیش بہا خدمات ہیں، تو وہ یہ بات کیونکر فرماسکتے ہیں۔ مولانا محمد جمیل الرّحمٰن سعیدی نے بھی توثیق کی کہ اُنہوں نے غزالیٔ زماں کا یہ فرمان کسی سے سُن رکھا ہے[1]۔ اکابرین کے تذکار سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی اکابر نے اپنی عزیز ترین خدمات کے متعلق ایسے جملے فرمائے۔ مثلاً مروی ہے کہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی (و:1730ء۔ ف:1810ء) نے اپنی سات جلدوں پر مشتمل تفسیرِ مظہری کو اپنا وسیلۂ بخشش کہا اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی (ف:1921ء) کے مُرشد نے فرمایا کہ وہ اعلیٰ حضرت کو ذریعۂ نجات کے طور پر پیش کریں گے۔ در حقیقت اکابر نے ایسے جملے تحدیثِ نعمت کے طور پر صادر فرمائے جن سے اُن کے تلمیذ و مُرید کی عظمت بھی ظاہر ہوتی ہے۔

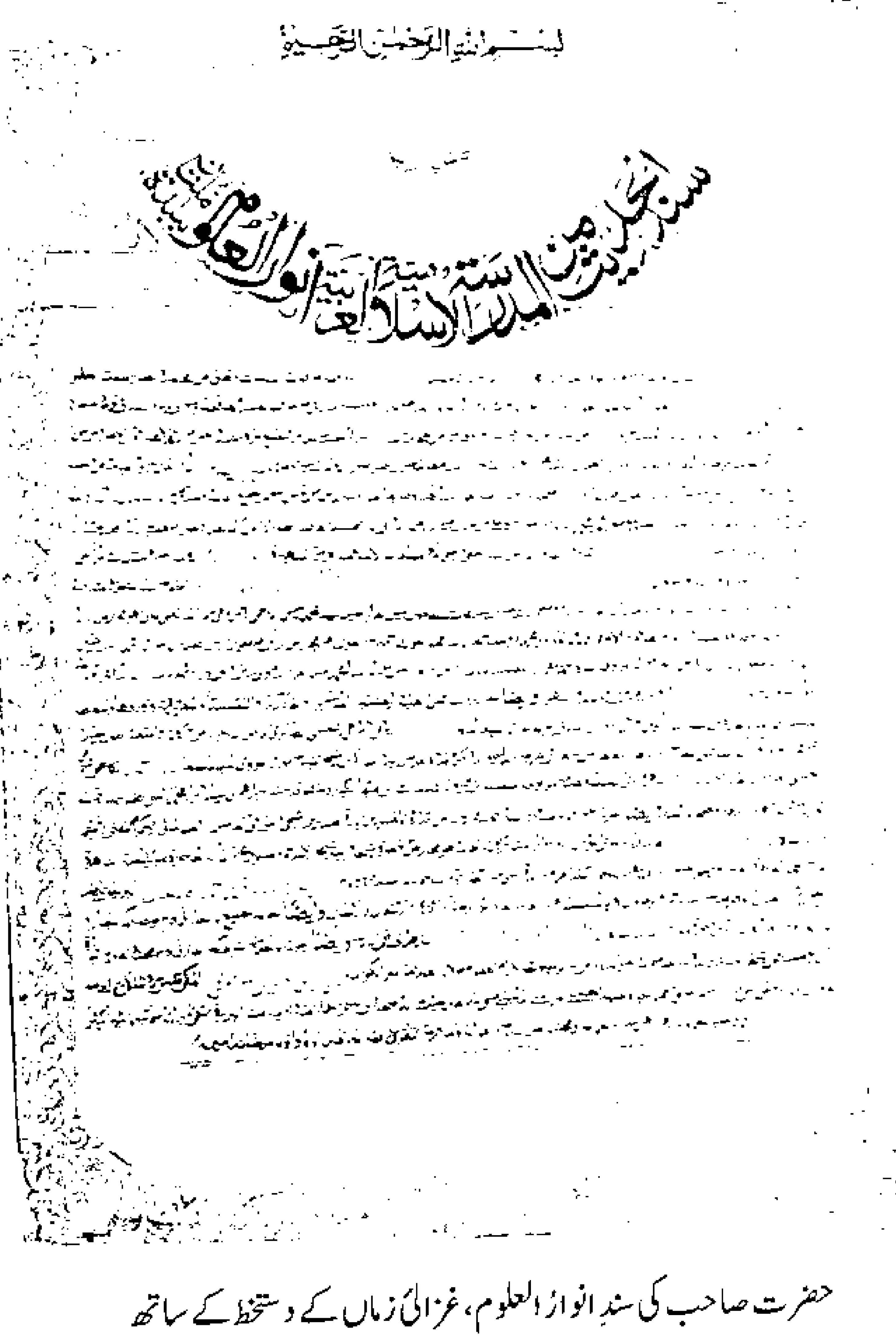

حضرت صاحب کی سندِ انوار العلوم، غزالیٔ زماں کے دستخط کے ساتھ

[1] روایت از مولانا جمیل الرحمٰن سعیدی (مقیم کراچی)۔ مورخہ 19 اپریل 2012ء

Marfat.com

باب سوم

عملی زندگی اور ملّی خدمات

Marfat.com

باب سوم: عملی زندگی اور ملّی خدمات

فصلِ اوّل: جمعہ شریف اور بھکّر میں

فارغُ التحصیل ہو کر جمعہ شریف آمد،

بھکّر میں آمد اور احوالِ حضرت سُلطان محمّد مُشتاقؒ

فصلِ دوم: تحریکِ مدارسِ انوارِ باھُوؒ

تاریخ و تعارفِ مدارسِ انوارِ باھُو،

حضرت صاحبؒ اور مدارسِ انوارِ باھُوؒ، اَساتذہ و تلامذہ

فصلِ سوم: دعوۃ وارشاد

تدریس، خطبات، رُشد و ہدایت، عِلمی و تبلیغی و رُوحانی محافِل، مناظرہ

فصلِ چہارم: مِلّی، تنظیمی اور تحریکی خدمات

جماعتِ اہلسنّت ضلع بھکّر کی سیادت، جمعیتُ العلمائے پاکستان میں کردار،

تحریکِ ختمِ نبوّت میں کردار، تحفظِ ناموسِ رسالت کی تحریکوں میں کردار،

انجمن غلامانِ باھُوؒ کی تاسیس، دیگر مِلّی و تبلیغی تنظیموں کی سرپرستی

فصلِ پنجم: سماجی، ثقافتی اور سیاسی خدمات

فیصلے اور فتاویٰ، ثقافتی خدمات، مساکین کی دلداری و دستگیری، سیاسی خدمات

فصلِ ششم: مصائب

محاصرہ بمقام گوہر والا، زہر دیے جانے کا واقعہ،

قاتلانہ حملے اور دھمکیاں، اپنوں کی ستم شعاری

Marfat.com

فصلِ اوّل
جمعہ شریف اور بھکّر آمد

فارغ التحصیل ہو کر جمعہ شریف آمد:

وہ ذہین و فطین نوجوان جو 1958ء میں علاقۂ دامان کے بے آب و گیاہ میدانوں سے عِلم کی پیاس لیے نکلا تھا، جون 1966ء میں ایک مُستند، معتبر اور متبحر عالم دین بن کر بارانِ رحمت کی صورت اپنے علاقہ میں واپس آیا۔ حضرت صاحب علامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ اپنے دَور کے ائمۂ علوم و فنون سے مستفیض ہو کر ایک ایسے عالمِ معقولات و منقولات کے طَور پر واپس آئے کہ جن کی تبلیغ عالمانہ، طرز مجاہدانہ اور طریق صوفیانہ تھا۔ پس حضرت صاحب نے جمعہ شریف کو مرکز بنا کر اپنی عملی تبلیغی زندگی کا باقاعدہ آغاز کیا۔ جیسا کہ آپ کی دینی علوم کی تکمیل پر خانوادۂ حضرت سُلطان باھُو کی نگاہیں جمی تھیں کہ خانوادہ کو ایک مُستند عالمِ دین کے علم سے تائید حاصل ہو، اسی طرح علاقۂ دامان میں بھی ایک صحیح العقیدہ مُستند عالمِ دین کی اشد ضرورت تھی جو عقائدِ باطلہ کا علمی توڑ پیش کر سکے اور عوام النّاس کو راہِ راست کی جانب لائے۔

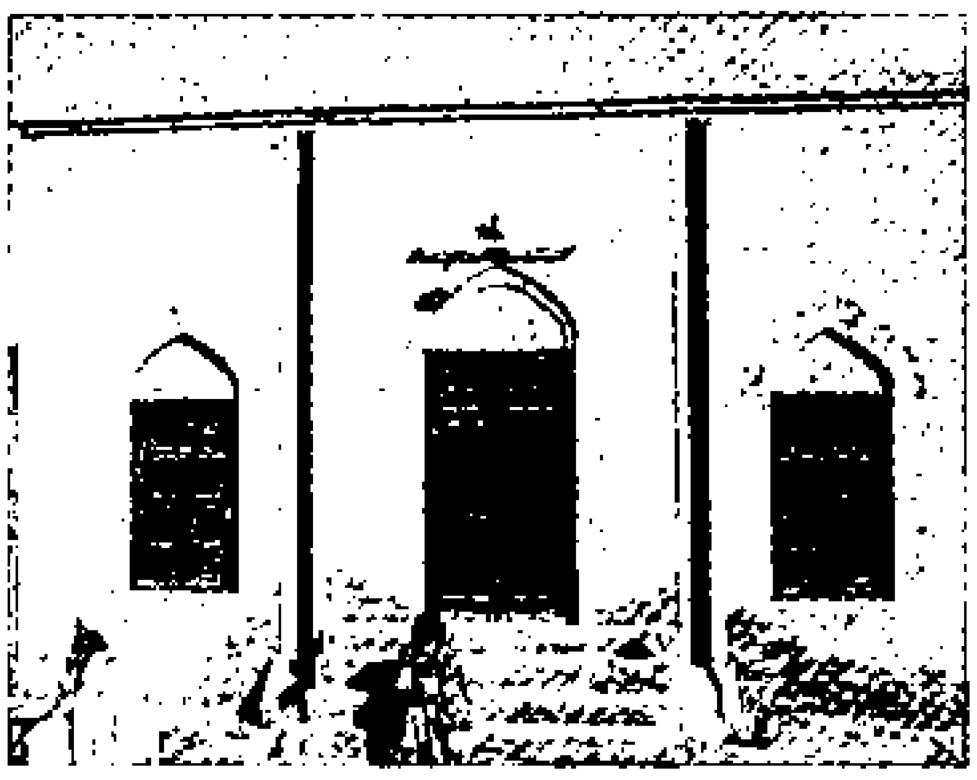

آستانہ جمعہ شریف کی مرکزی نشست گاہ کا بیرونی منظر

ایک روایت[1] کے مطابق جب حضرت صاحب فارغ التحصیل ہو کر جمعہ شریف پہنچے تو آپ کے والدِ ماجد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ (و:1913ء۔ف:2001ء) نے آستانہ عالیہ کی مرکزی نشست گاہ (جسے "بنگلہ" کہتے تھے) آپ کے سپرد کی۔ آپ نے یہاں ایک کُتب خانہ اور دارُ المطالعہ کی بُنیاد رکھی اور یہیں مطالعہ کیا کرتے تھے۔ جب لوگ عقائد و اعمال کے حوالہ سے اِستفسارات لے کر آتے تو آپ یہیں بیٹھ کر جوابات دیتے اور فتاویٰ صادر کرتے۔

جمعہ شریف قیام کے دوران آپ کے علمی و تبلیغی مشاغل کا اندازہ آپ کے ایک مکتوب کے زیرِ نظر اقتباس سے ہوتا ہے[2]:

> "... ۳) فی الحال اکثر وقت کتب کے مطالعہ میں صَرف کرتا ہوں۔ ایک کتاب "اقوال النصیحہ فی مسائل الذبیحہ" لکھنے کا اِرادہ ہے۔ اِس سلسلہ میں مختلف کتب سے مواد جمع کر رہا ہوں۔ اگر کبھی حالات نے ساتھ دیا تو اسے شائع کرا دوں گا۔ علاوہ ازیں علاقہ میں مختلف مقامات پر بھی بسلسلہ تبادلۂ خیال جانا ہوتا ہے۔

---

[1] روایت از محمد بخش ولد غلام حیدر خلیفہ، ساکن جمعہ شریف۔ مورخہ 13 ستمبر 2010ء بمقام ڈیرہ اسماعیل خان

[2] مکتوب علامہ نُور سُلطان القادری بنام سُلطان غلام دستگیر فخر کشمیر۔ مورخہ 5 اپریل 1967ء۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

Marfat.com

۴) حضرت صاحب ناڑی کے سفر پر ہیں۔ میرے پاس ان کا ایڈرس نہیں ہے۔ اگر مناسب سمجھیں تو انہیں لکھیں کہ جس جگہ سے وہ میرے لیے کتابیں لایا کرتے ہیں، ممکن ہو تو وہ اس دفعہ ادھر سے ہوتے آئیں اور فتاویٰ عالمگیری کی بقیہ دو جلدیں بھی لیتے آئیں، یعنی جلد دوم و چہارم۔ اس سے قبل فتاویٰ مذکورہ کی چار جلدیں پہنچ چکی ہیں۔ مصنفین کا طریقہ چلا آیا ہے کہ کتاب میں کسی جگہ کسی بحث کو اجمالاً ذکر کر کے دوسرے مقام کا حوالہ دے دیا کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ روزہ کی بحث میں نذر کا ذکر اجمالاً کر دیا اور بحثِ بقیہ کو "نذر" کی مُستقل بحث کے لیے ترک کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ اس لیے جب تک کسی کتاب کا مکمل سیٹ نہ ہو اس سے فائدۂ تامہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ ... "

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب فارغ التحصیل ہو کر جمعہ شریف آئے تو آستانہ عالیہ جمعہ شریف پر ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کرایا گیا جس میں علاقہ بھر سے لوگ جوق در جوق شامل ہُوئے۔ مخدوم المخادیم حضرت فقیر سُلطان غلام باھو رحمۃ اللہ علیہ نے جلسہ کی صدارت فرمائی اور حضرت صاحب نے خطاب فرمایا۔ اس کے بعد علاقۂ دامان میں حضرت صاحب کے تبلیغی جلسوں کا وہ سلسلہ شروع ہُوا جو آپ کے دمِ واپسیں تک جاری رہا۔ ان جلسوں میں آپ کا سب سے پہلا تبلیغی جلسہ غالباً شیر وکُہنہ کے مقام پر حضرت سُلطان العارفین سُلطانِ باھو رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مُریدِ صادق وزیر واعوان مرحوم کے زیرِ اہتمام ہُوا[1]۔ اس کے بعد حضرت صاحب نے دامان کے کئی چھوٹے بڑے دیہاتوں میں خطبات ارشاد فرمائے۔ پہلے پہل آپ نے جن مقامات پر خطبات فرمائے اُن میں شیر وکُہنہ، کوٹ ظفر (ظُبھڑ)، سگو، گرہ ابراہیم (بریم)، موسیٰ زئی، ڈیرہ اسماعیل خان شہر، کُہاوڑ، جنڈی، گرہ احمد (اَحمت)، بالو، شیر ونو، درویشہ، کھتھی، گرہ علی خان، گنڈی عیسب، گرہ محمود، گرہ خان، درابن، شالہ، لُنڈہ شریف اور کوٹ وَلی داد کے علاقے شامل ہیں[2]۔ بعد ازآں دامان کے ان علاقوں میں آپ کے خطابات سالانہ جلسوں کی صورت اختیار کر گئے۔ حتیٰ کہ اواخرِ عمر میں موسم سرما کے دو تین ماہ اکثر آپ علاقۂ دامان کے تبلیغی جلسوں میں مصروف ہُوا کرتے تھے۔ عموماً معمول یوں ہُوا کرتا کہ متعلقہ دیہات کی جامع مسجد میں آپ نمازِ فجر باجماعت ادا کر کے درسِ قرآن دیا کرتے جس میں قرآنِ مجید کے ایک یا دو رکوع مع ترجمہ وضروری شرح بیان کیے جاتے۔ جلسہ کی باقاعدہ کارروائی دِن چڑھے قرآن خوانی اور پھر مقامی زبانوں میں نعت خوانی سے ہوتی۔ پھر حضرت صاحب خطاب فرمایا کرتے جو کہ نمازِ ظہر تک جاری رہتا۔ ظہر کے بعد حضرت صاحب اپنے خلفا سمیت رخصت ہو کر دوسرے دیہات میں پہنچتے

---

[1] روایت از وزیر اعوان، سکنہ شیر وکُہنہ، ڈیرہ اسماعیل خان

[2] روزنامچہ علامہ محمد نور سلطان القادری۔ سال 1967ء

Marfat.com

جہاں اگلے روز جلسہ ہونا ہوتا۔ بسا اوقات اِن جلسوں میں آپ کے والدِ ماجد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے آیا کرتے اور محفل کی صدارت فرماتے۔

علاقۂ دامان میں حضرت صاحب کے اسفار کی تاریخ بھی ہمّت، حمیّت، جذبۂ تبلیغ اور جہاد فی سبیل اللہ کی ایک عجب داستان ہے۔ خشک سالی کے شکار پسماندہ اور بے آب و گیاہ علاقۂ دامان میں جہاں ذرائع آمد و رفت تقریباً مفقود تھے، سڑکیں نہ ہونے کے باعث لوگ اکثر دھول میں راستہ بھول جاتے، بجلی گیس کی سہولت تو درکنار موسم کی شدت سے حفاظت تک کا معقول انتظام نہ ہوتا، ایسے نامساعد حالات میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیدل، گھوڑوں پر، سائیکل پر اور بسوں ویگنوں پر سفر کر کے دعوت و تبلیغِ دین کے لیے دُور دراز علاقوں میں محوِ سفر رہتے۔ کہیں راستے میں لُونی اور نُوز کے سیلابی ریلے آئے ہوتے تو آپ پانی سے بھرے کھالوں کو تیر کر عبور کرتے۔ علاقۂ دامان کے نوکیلے کیکر کے کانٹے ہوں یا مخالفین کی سازشیں اور دھمکیاں، کوئی شے آپ کے جنونِ خدمت کی راہ میں حائل نہ ہو پاتی۔

ایک بار کسی شخص نے حضرت صاحب سے کہا کہ آپ اِتنے دُور دراز اور دُشوار گزار علاقوں کے تبلیغی سفر اختیار کرتے ہیں اور ایسے مقامات پر بھی باقاعدگی سے جاتے ہیں جہاں سے مالی مفاد تو کُجا، آپ کو زادِ راہ بھی اپنی جیب سے ادا کرنا پڑتا ہے۔ ایسی جگہوں پر آپ کو کُچھ نہ کُچھ مالی خدمت کا تقاضا تو کرنا ہی چاہیے۔ حضرت صاحب نے بڑی حیرت سے اُس شخص کو دیکھا اور فرمانے لگے کہ ہم تبلیغ کر کے کون سا کسی پر احسان کرتے ہیں؟ ہم تو اپنا فرض ادا کرتے ہیں، اپنے رب عزوجل کا فرمان اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرتے ہیں۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ ہمیں اپنے میزبانوں کا شکر گزار ہونا چاہیے جو ہمیں خود ہمارا دینی فریضہ انجام دینے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ حضرت صاحب کے اِس عظیم طرزِ عمل سے اُن نام نہاد پیروں اور خطیبوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو حکمِ وَلَا تَشۡتَرُوا بِاٰيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا[1] کے خلاف مُریدوں اور سامعین سے بڑے بڑے نذرانوں کی طلب کرتے ہیں۔ بقولِ حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ[2]: ع۔ دوہیں جہانیں مُٹھے باھُو جنہاں کھادی وِیچ کمائی ھُو

اُس دَور کا ایک اہم واقعہ ڈیرہ اسماعیل خان کی چوگلہ والی مسجد کا قضیہ ہے۔ چَوگَلہ (جس کا لفظی مطلب "چَوراستہ" ہے) ڈیرہ اسماعیل شہر کا اہم تجارتی و ثقافتی مرکز ہے جہاں چار بڑے بازار جمع کے نشان کی شکل میں آ ملتے ہیں۔ اس مقام پر اہلسُنّت والجماعت بریلوی مسلک کے حضرات نے ایک مسجد تعمیر کرائی تھی جس کی دیواروں پر اُن کے مخصوص دینی عقائد

---

[1] قرآنِ مجید، سورۃ البقرۃ 2۔ آیت 41۔ ترجمہ: "اور میری آیتوں کو حقیر داموں نہ بیچو"۔

[2] ابیاتِ باھُو۔ حضرت سُلطان باھُو۔ تحقیق ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ حضرت غلام دستگیر اکیڈمی، پاکستان۔ اشاعتِ نہم 2002ء۔ ص 38
ترجمہ: "اے باھُو، اپنی کمائی (علم و عرفان) بیچنے والے لوگ دونوں جہانوں میں محروم رہے۔"

Marfat.com

ظاہر کرنے والی آیات، احادیث اور مناقب جلی حروف میں لکھے تھے۔ اوقاف کے زیرِ اہتمام اِس مسجد کے امام و خطیب مولانا عبداللہ مرحوم تھے جو اکتوبر 1965ء میں وفات پاگئے۔ اُن کی وفات کے بعد امامت و خطابت کے لیے اُن کی جانشینی کا مسئلہ اُٹھا۔ مختلف مکاتبِ فکر کے لوگ کوشش کرنے لگے کہ اس اہم مرکزی مسجد کا انتظام سنبھال لیں۔ مولانا عبد القدوس صاحب نے فوراً ہی مسجد میں نماز کی امامت کرانا شروع کر دی۔ ڈیرہ اسماعیل خان میں مسلکِ دیوبند کے نمایاں علما مولانا سراج الدین صاحب اور مولانا عبد القدوس صاحب نے امامت و خطابت کے لیے اوقاف کو درخواستیں دیں۔ اِن حالات کو دیکھتے ہُوئے پیر عبد اللطیف زکوڑی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ سے میٹنگ کی جس میں یہ طے کیا گیا کہ چونکہ قانونی طور پر کسی ایک فرقہ کی عبادت گاہ کو کسی دوسرے فرقہ کے حوالے نہیں کیا جا سکتا، اِس لیے عوامِ اہلسُنّت کے قانونی و اخلاقی حقوق کا تحفظ کرتے ہُوئے مسجد میں اوقاف کی طرف سے اہلسُنّت والجماعت بریلوی مسلک کے کسی عالمِ دین کو مقرر کیا جائے تاکہ شہر کی پُر امن فضا متغیّر نہ ہو[1]۔ صورتِ حال کچھ ایسی ہو گئی کہ مختلف مسالک کے افراد کے مابین محاذ آرائی شروع ہو گئی۔ حضرت صاحب علاّمہ محمّد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ نے بہت محنت سے اپنے ذاتی تعلّقات اور خانوادہ کا اثر رسوخ استعمال کرتے ہُوئے ایسے حالات پیدا کیے کہ شہر کے امن و امان پر بھی آنچ نہ آئے اور حقداروں کو حق بھی مِل جائے۔ پشاور میں اوقاف کے ایڈمنسٹریٹر عبد الرشید خان تھے۔ حضرت صاحب نے اُن سے ملاقاتیں کیں۔ فخرِ کشمیر حضرت سُلطان غلام دستگیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اِس ضمن میں سعی فرمائی[2]۔ اوقاف کی طرف سے تقریباً ایک سال کے عرصہ میں فیصلہ ہُوا جس کے تحت مسلکِ اہلسنت والجماعت کے امام و خطیب کا تقرر ہُوا۔ بعد ازآں اس مسجد میں مولانا عزیز الرحمٰن بھی بطورِ امام و خطیب خدمات سر انجام دیتے رہے جو کہ حضرت صاحب کے شاگردِ رشید تھے۔

حضرت صاحب کی دُور رَس نگاہ نے جوانی میں ہی بھانپ لیا تھا کہ سرمایہ داری اور اشتراکیت کی سرد جنگ میں پاکستان کو بلاوجہ میدانِ جنگ بنایا جا رہا ہے اور بعض بین الاقوامی طاقتیں محض اپنے مفادات کی خاطر پاکستان میں مخصوص فرقوں کی در پردہ پُشت پناہی کر کے ایک گھناؤنا کھیل کھیلنے لگی ہیں۔ اِس ضمن میں پاکستان کا شمال مغربی سرحدی صوبہ (موجودہ خیبر پختونخواہ) اغیار کی سازشوں کا نشانہ بن گیا تھا۔ اِس نازک موقع پر حضرت صاحب نے اِس امر کی اشد ضرورت محسوس کی کہ علاّقہ کو علمی قیادت فراہم کی جائے تاکہ:

---

[1] مکاتیب حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو بنام علاّمہ نور سُلطان القادری۔ مورخہ 2 نومبر 1965ء، 8 نومبر 1965ء، 7 دسمبر 1965ء، 22 مارچ 1966ء۔ مملوکہ راقم

[2] مکاتیب علاّمہ نور سُلطان القادری بنام سُلطان غلام دستگیر فخرِ کشمیر۔ مورخہ 18 اگست 1966ء، 10 اگست 1966ء۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

Marfat.com

- عوام الناس میں اپنے حقیقی عقائد کی سوجھ بُوجھ پیدا ہو
- صحیح العقیدہ بے لَوث اکابرین کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے
- بد عقیدگی کے بڑھتے ہُوئے سیلاب کو روکا جائے
- علاقہ بھر کی عوام کو ایک علمی مرکز فراہم کیا جائے؛ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ
- توحید کے حقیقی مفہوم سے روشناس کرا کے مقامِ نبوت ﷺ اور شانِ ولایت کا تحفظ کیا جائے۔

مندرجہ بالا مقاصد کے حصول کے لیے حضرت صاحب نے اہلسنّت والجماعت سے تعلّق رکھنے والے علاقۂ دامان کے اکابرین کا ایک اجلاس اپنے والدِ ماجد حضرت فقیر سُلطان غلام باھو رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ سرپرستی آستانہ عالیہ جمعہ شریف میں 21 مئی 1967ء کو منعقد کرایا۔ حضرت صاحب کے اپنے دستِ مبارک سے لکھی ہُوئی اِس اجلاس کی روئیداد / یاداشت محفوظ ہے، جو کہ ذیل میں مَن وعَن نقل کی جاتی ہے[1]:

"نحمدہ و نُصلّی علیٰ رسولہ الکریم

تحفظِ ناموسِ رسالت وولایت کے لیے ضروری اجتماع۔

عنوان مذکورالصدر کے تحت مَیں نے بروز اتوار مورخہ 14 مئی 1967ء بمطابق 3 صفر المظفر 1387ھ کو مندرجہ ذیل احبابِ اہلسنّت کے نام مختلف خطوط لکھے تھے، جن کا متن یہ تھا:

تحفظِ ناموسِ رسالت وولایت کے لیے ضروری اجتماع۔ السّلام علیکم۔ دورِ حاضر میں جبکہ علمِ نبوت وولایت کو گرانے کی ناپاک سعی ہر طرف سے جاری ہے، ضروری معلوم ہُوا کہ عزّت وناموسِ رسالت و ولایت کے تحفظ کے لیے اجتماعی کوششیں کی جائیں۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم۔ اِس سلسلہ میں جناب سے شرکت کی استدعا ہے۔ یہ مبارک اجتماع بروز اتوار ۱۱ بجے دن 21 مئی میرے غریب خانے پر ہوگا۔

جن حضرات کے نام عریضہ جات لکھے گئے اُن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں: ۱۔ جناب پیر محمد حسن شاہ صاحب، سجادہ نشین لُنڈہ شریف ۲۔ جناب پیر سیّد زیور شاہ صاحب آف بستی درویش ۳۔ جناب شیخ شہالم صاحب آف آبا شہید ۴۔ جناب پیر سیّد سَید رسول شاہ صاحب، درابن خورد ۵۔ جناب ملک غلام سرور خان صاحب آف کُلاچی والہ ٦۔ جناب عبدالرحمٰن خان صاحب آف بستی شالہ ۷۔ جناب فقیر غلام

[1] یاداشت "تحفظِ ناموسِ رسالت وولایت کے لیے ضروری اجتماع"۔ تحریر: علّامہ نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 22 مئی 1967ء۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

مُصطفیٰ صاحب، بستی شالہ ۸۔ جناب عبدالعزیز خان صاحب، بستی شالہ ۹۔ جناب حاجی مِٹھو صاحب، کہاوڑ ۱۰۔ جناب ملک فراز خان صاحب روگڑی، کوٹ ظفر ۱۱۔ جناب حاجی گامُوں صاحب، جنڈی ۱۲۔ جناب اللہ بخش صاحب سمرا، بستی شیر وکُہنہ ۱۳۔ جناب ملک عالم شیر صاحب سکنہ شیر وئو ۱۴۔ جناب حافظ امام بخش صاحب، بستی روڑہ کُہنہ ۱۵۔ جناب ملک ملکو صاحب چھجڑا، سکنہ کھتیھی ۱۶۔ جناب ملک محمد نواز صاحب، سکنہ تاج۔

اطلاع مذکورہ کے بعد 21 مئی کو اِدھر ہی اجتماعِ احبابِ مدعوین ہُوا جس میں مندرجہ ذیل احباب تشریف لائے۔

۱۔ جناب پیر سیّد زیور شاہ صاحب آف بستی درویش ۲۔ فقیر غلام مُصطفیٰ صاحب، بستی شالہ ۳۔ جناب شاہ صاحب پسر جناب سید رسول شاہ صاحب درابن خورد ۴۔ جناب غلام سرور خان صاحب بستی کُلاچی والہ ۵۔ جناب ملک عبدالرحمٰن خان صاحب بستی شالہ ۶۔ ملک فراز صاحب روگڑی، سکنہ کوٹ ظفر ۷۔ جناب حاجی مِٹھو صاحب سکنہ کُہاوڑ ۸۔ جناب اللہ بخش صاحب سمرا مع وزیر خان اعوان سکنہ شیر وکُہنہ

پروگرام اجتماع: دوپہر کھانے سے فراغت کے بعد مَیں نے احباب مذکورۃ الصدر سے مختصر گزارشات بسلسلۂ عظمتِ مقامِ نبوّت پیش کیں۔ اور اُنہیں احساس دلایا کہ وہ ڈیرہ اسماعیل خان میں کسی جگہ بھی ہو، تحفظِ مذہب کے لیے ایک مدرسہ قائم کریں۔ وگرنہ تو کچھ عرصہ بعد اِس علاقہ میں سُنّی کہلانا جُرم قرار پاجائے گا۔ میری گزارشات کے بعد احباب نے رائے میں یہ طے کیا کہ مدرسہ بجائے کسی اور جگہ کے اِسی جگہ جمعہ شریف پہ قائم کیا جائے۔ پیر زیور شاہ صاحب نے اِس سلسلہ میں گہری دلچسپی ظاہر کی اور اُنہوں نے یہ رائے دی کہ فوری طور پر تو تعاونِ مدرسہ کے لیے یہ اقدام اُٹھایا جائے کہ عشر وغیرہ کی گندم کو جمع کیا جائے۔ فقیر غلام مصطفیٰ آف شالہ و شاہ صاحب درابن خورد، حاجی مِٹھو صاحب، عبدالرحمٰن خان نے بھی خصوصی دلچسپی ظاہر کی۔ بقیہ تمام احباب نے تعاون کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے طفیل ہمیں اِس کارِ خیر کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق دے۔ آمین۔ آخر میں ملک گُلباز آف کوٹ ظفر اور حکیم بہادر خان صاحب آف شیر وکُہنہ کو مدرسہ کے ارادہ سے مطلع کیا گیا اور تعاون کے لیے بھی اُنہیں لکھا گیا۔ شاہ صاحب آف درابن نے بھی ملک مٹھو آف کہاوڑ کے نام اس وقت خط لکھا۔ بعد نمازِ ظہر چائے وغیرہ پی کر تمام احباب رخصت ہُوئے۔ صرف ملک فراز روگڑی مع محمد اکبر رہ گئے جو آج صبح 22 مئی کو رخصت ہُوا۔

(دستخط حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ)۔22 مئی 1967ء"

Marfat.com

مندرجہ بالا تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت صاحب نے اپنے فارغ التحصیل ہونے کے فوراً بعد ہی معاشرتی، تحقیقی اور تبلیغی خدمات سرانجام دینا آغاز کر دی تھیں۔ آپ نہایت تندہی اور جانفشانی سے سرگرمِ عمل تھے کہ اچانک کچھ ایسے حالات رونما ہُوئے کہ آپ کو جمعہ شریف سے بھکّر منتقل ہونا پڑا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد سے بھکّر منتقل ہونے تک جمعہ شریف میں آپ کے قیام کی یہ مدت ایک سال (جون 1966ء سے جون 1967ء تک) رہی۔ یُوں آستانہ عالیہ جمعہ شریف میں ایک علمی و تحقیقی مرکز یا مدرسہ بنانے کا منصوبہ عملی روپ نہ دھار سکا اور حضرت صاحب کو بھکّر جا کر مدرسہ انوارِ باھُو کا انتظام و انصرام سنبھالنا پڑا۔

حضرت صاحب کی بھکّر آمد اور احوالِ حضرت سُلطان محمد مُشتاق:

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ ایک خاص پس منظر میں مخصوص حالات و واقعات کے باعث جمعہ شریف سے بھکّر منتقل ہُوئے۔ تاریخی حقائق کو محفوظ کرنے کی غرض سے ذیل میں وہ حالات و واقعات بیان کیے جاتے ہیں جو حضرت صاحب کی بھکّر منتقلی کا باعث بنے اور جن میں آپ کے ایک عموی بزرگ حضرت سُلطان محمد مُشتاق القادری رحمۃ اللہ علیہ نے کلیدی کردار ادا کیا۔

مُشتاقِ شریعت حضرت سُلطان محمد مُشتاق القادری رحمۃ اللہ علیہ (و:1929ء۔ ف:1967ء) ابنِ حضرت سُلطان محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ (ف:1936ء) خانوادہ کی ایک نمایاں شخصیت تھے اور برادری کی جانب سے بھکّر میں حضرت سُلطان سردار بخش رحمۃ اللہ علیہ کے دربار کے سجادہ نشین متعیّن تھے[1] جہاں آپ نے 1961ء میں مدرسہ انوارِ باھُو کی بُنیاد رکھی[2]۔ آپ کی چھ صاحبزادیاں تھیں مگر نرینہ اولاد نہ تھی۔ دو صاحبزادے تولّد ہُوئے مگر دونوں شیر خوارگی کے عالَم میں فوت ہو گئے[3]۔ حضرت سُلطان محمد مُشتاق قادری کی عُمر محض 38 برس تھی کہ آپ کو ایک مہلک بیماری (غالباً ذیابیطس) ہو گئی جس کے باعث آپ کو کمر پر ایک پھوڑا نمودار ہُوا۔ آپ کو اِس دَوران یہ احساس شدت سے ہونے لگا کہ اِس دارِ فانی میں آپ کا معیّنہ وقت ختم ہونے والا ہے۔ اولادِ نرینہ نہ ہونے کے باعث حضرت سُلطان محمد مُشتاق القادری کو یہ فکر لاحق ہو گئی کہ کہیں اُن کے بعد اُن کا قائم کردہ مدرسہ انوارِ باھُو بھکّر ویران نہ ہو جائے۔ نیز مدرسہ مذکورہ کی تاسیس (1961ء) سے 1967ء تک کئی اساتذہ

[1] اشتہار بعنوان "مسئلہ سجادہ نشینی دربارِ عالیہ حضرت سُلطان سردار بخش رحمۃ اللہ علیہ (بھکّر) کی اصل حقیقت"۔ حضرت سُلطان غلام دستگیر فخرِ کشمیر۔ اشاعت مورخہ 11 مئی 1975ء

[2] مکتوب سُلطان محمد مُشتاق بنام سُلطان غلام دستگیر فخرِ کشمیر۔ مورخہ 3 مئی 1961ء۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

[3] جانشینِ سُلطانُ العصر حضرت سُلطان حامد نواز القادری۔ سُلطان ارشد القادری۔ حضرت غلام دستگیر اکادمی، پاکستان۔ 2008ء۔ ص 9

Marfat.com

مقرر ہُوئے مگر کوئی مستقل مدرسِ درسِ نظامی میسّر نہ آسکا تھا۔ اُن کے لیے اس مدرسہ کی کامیابی دینی و مذہبی حمیّت کا مسئلہ تو تھا ہی مگر ساتھ ہی ذاتی وقار کا معاملہ بھی بن گیا۔ اِس دوران میں حضرت سُلطان محمد مُشتاق القادری نے حضرت سُلطان غلام دستگیر فخرِ کشمیر کے نام ایک اہم خط لکھا جس سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو[1]:

"دُعا کرنا نیک آدمی (مُدرّس) جلد آجاوے مدرسہ میں اور مدرسہ آباد ہو۔ ورنہ مجھ کو بھکّر چھوڑنا پڑے گا۔ دُعا کرنا کہ یہ مدرسہ تاقیامت آباد رہے۔ دوسرا جناب عرض یہ ہے کہ میرے اپنے خیال میں ایک طریقہ اس (مدرسہ) کے چلنے کا آئے گا اور اِن شاءاللہ مجھے اپنی زندگی میں بے فکری ہو جاوے گی، کیونکہ دُنیا فانی ہے، یہ پھر بھی جناب نے کام کرنا ہے اور ہماری ہر چیز آپ کی ہے۔ اور مُجھ کو مذہبی سخت شوق کہ آقا اور حضور علیہ السلام اور اولیائے کرام کے غلام دُنیا میں مکمل رہیں اور مخالف پارٹی خراب رہے۔ تو عرض یہ ہے کہ نُور سُلطان صاحب اگر تشریف لاویں یہاں تو یہ کام تب بنتا ہے۔ کیونکہ گھر بھی اُن کا اور یہ کام بھی اُن کا۔ علم میں بھی قابل ہیں، اُن کو شوق پڑھانے کا بھی ہے، اگر حضرت صاحب (یعنی حضرت سُلطان غلام باھُو) اُن کو اجازت دیویں۔ حضرت صاحب کو جناب تحریر فرماویں۔ اِس وقت مدرسہ کی مشہوری بھی چل بھی رہا ہے۔ صرف اُن کے تشریف لانے سے مضبوط ہو جاوے گا انشاء اللہ۔ ..."

مندرجہ بالا مکتوب میں جہاں حضرت سُلطان محمد مُشتاق نے اپنے وصال سے چھ ماہ قبل ہی اس کی خبر سُنا دی وہاں یہ بھی کہہ دیا کہ اُن کی زندگی میں اور اس کے بعد حضرت صاحب علّامہ نُور سُلطان القادری ہی علمی و انتظامی حوالہ سے مدرسہ کو تقویت فراہم کرسکتے ہیں۔ 10، 11 اور 12 مارچ 1967ء کو مدرسہ انوارِ باھُو بھکر کا دوسرا سالانہ سہ روزہ جلسہ زیرِ سرپرستی حضرت سُلطان محمد مُشتاق قادری بمقام دربارِ حضرت سُلطان سردار بخش منعقد ہُوا جس میں حضرت صاحب بھی موجود رہے اور آخری نشست میں خطاب فرمایا۔ حضرت سُلطان غلام دستگیر فخرِ کشمیر بھی حضرت سُلطان محمد مُشتاق کے اِس خیال سے متفق تھے کہ حضرت صاحب کو مدرسہ انوارِ

حضرت سُلطان محمد مشتاق القادری رحمۃ اللہ علیہ مُریدین و متعلقین کے ساتھ۔ 1957ء

---

[1] مکتوب سُلطان محمد مشتاق بنام سُلطان غلام دستگیر فخرِ کشمیر۔ مورخہ 10 مارچ 1967ء۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

Marfat.com

باھُو بھکّر کا انتظام و انصرام ودیعت کیا جائے مگر حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو کو اِس پر قائل کرنا ایک مُشکل اور حسّاس مرحلہ تھا، کیونکہ اُنہوں نے تقریباً ایک دَہائی اِس انتظار میں گزاری تھی کہ اُن کے فرزندِ ارجمند زیورِ علمِ دین سے آراستہ ہو کر آئیں تو آستانہ عالیہ جمعہ شریف کو روحانی مرکز کے ساتھ ساتھ ایک اعلیٰ علمی و تحقیقی مرکز کی شکل بھی دی جائے۔ یہ کیونکر ہو کہ وہ اپنے لائق و فائق نُورِ نظر فرزندِ اکبر کو بھکّر روانہ کر دیں۔ بظاہر یہ نہایت دُشوار معلوم ہوتا تھا مگر بڑے لوگوں کے بڑے دِل اور بڑے حوصلے ہُوا کرتے ہیں۔

حضرت سُلطان غلام دستگیر فخرِ کشمیر اور حضرت سُلطان محمد مُشتاق القادری نے حضرت صاحب کو خطوط ارسال کیے جن میں اُنہیں بھکّر آ جانے کی ضرورت سے آگاہ کیا[1]۔ ہر دو حضرات نے حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو کو بھی خطوط ارسال کیے مگر وہ اِس خیال سے متفق نہ ہو رہے تھے۔ 2 اپریل 1967ء کو حضرت سُلطان محمد مُشتاق جمعہ شریف آئے اور یہاں حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو سے اِس بارے تفصیلی مزاکرات کیے[2]۔ آپ 8 مئی کو پھر جمعہ شریف تشریف لے آئے۔ ظہر سے قبل آپ اڈہ دراہن خورد (غالباً بذریعہ بس) پہنچے۔ یہاں جمعہ شریف سے گھوڑا بھیجا گیا جس پر آپ مغرب تک جمعہ شریف پہنچے۔ رات کو حضرت سُلطان محمد مُشتاق اور حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو کے مابین گفتگو جاری رہی[3]۔ خلیفہ محمد بخش روایت[4] کرتے ہیں کہ وہ اُس روز حضرت صاحب کے حکم پر ایک سیاہ رنگ کا گھوڑا بستی شالہ نزد دراہن خورد لے گئے اور وہاں سے حضرت سُلطان محمد مُشتاق کو لے کر جمعہ شریف آئے۔ وہ مزید روایت کرتے ہیں کہ اُس سے اگلے روز تقریباً دِن 10 بجے سے لے کر نمازِ ظہر تک حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو اور حضرت سُلطان محمد مُشتاق آستانہ جمعہ شریف کی نشست گاہ (بنگلہ) میں بیٹھے حضرت صاحب کے بھکّر منتقل ہونے کے بارے گفتگو کرتے رہے۔ حضرت سُلطان محمد مُشتاق بار بار یہ کہتے کہ: "بھایا سائیں، میرا وقت ختم ہونے کو ہے۔ آپ نُور سُلطان کو میرے ساتھ آنے دیں، نہیں تو میرا دِیا بُجھ جائے گا"۔ حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو جواباً کہتے کہ: "آپ جوان اور تنو مند ہیں۔ اللہ پاک سے بہتری کی توقع رکھیں اور آپ خود بھکّر کے معاملات سنبھالیں۔ نُور سُلطان کو جمعہ شریف میں بیٹھ کر درس دینے دیں"۔ اِسی اثنا میں حضرت سُلطان محمد مُشتاق آبدیدہ ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ محبت میں ہار کر ہی جیت حاصل کی جاتی ہے۔ پس نمازِ ظہر کے قریب حضرت فقیر سُلطان غلام

---

[1] روزنامچہ علّامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 27 مارچ 1967ء

[2] روزنامچہ علّامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 2 اپریل 1967ء

[3] روزنامچہ علّامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 8 مئی 1967ء

[4] روایت از محمد بخش عرف ممدو سیٹھ ولد غلام حیدر خلیفہ، ساکن جمعہ شریف۔ مورخہ 13 ستمبر 2010ء بمقام ڈیرہ اسماعیل خان

Marfat.com

باھُو حضرت صاحب کو بھکّر بھیجنے پر آمادہ ہو گئے [1]۔ حضرت سُلطان محمد مُشتاق القادری خط کے ذریعہ حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری کو یوں مطلع کرتے ہیں [2]:

" ... جناب کے حکم کے مطابق جمعہ شریف پر گیا۔ برادرم بزرگوار صاحب اور گھر میں بالکل خیریت۔ عزیزم حامد نواز، مولانا نور سلطان باخیریت ہیں۔ برادرم بزرگوار نے بڑی مہربانی فرماوی، عزیز مولانا نُور سُلطان صاحب کو مدرسہ انوار باھُو کے لیے اجازت فرمائی۔ دُعا خیر ہو گئی ہے۔ مَیں بھاگ (بلوچستان) انشاء اللہ جا رہا ہوں۔ ۲۴ صفر تک واپس بھکر آ جاؤں گا۔ حضرت مولانا نُور سُلطان صاحب بھی تشریف لائیں گے۔ ... "

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری کا بھکّر میں ورودِ مسعود 7 جون 1967ء کو ہُوا [3]۔ تاہم آپ نے مدرسہ انوارِ باھُو کا باقاعدہ انتظام و انصرام 14 جون 1967ء کو سنبھالا [4]۔ آپ مدرسہ کے مہتمم بھی ہُوئے، مُدرِّس و مفتی بھی اور شیخ الحدیث بھی۔ مدرسہ انوارِ باھُو بھکّر کا انتظام و انصرام سنبھالتے ہی آپ نے مدرسہ کے دونوں سرپرست صاحبان (حضرت سُلطان غلام دستگیر اور حضرت سُلطان محمد مُشتاق) سے مؤدبانہ بے باکی کے ساتھ عرض کی کہ مدرسہ کے جُملہ تدریسی و انتظامی معاملات حضرت صاحب کے حوالے کیے جائیں گے اور اِن میں مشائخ کی مداخلت نہ ہو گی، تاکہ مدرسہ خالصتاً علمی و تدریسی بُنیادوں پر مُستحکم ہو۔ ہر دو حضرات نے اِس تجویز کو قبول فرمایا اور حضرت صاحب کے اعتماد کو سراہا۔

دربار حضرت سُلطان سردار بخش رحمۃ اللہ علیہ سے ملحقہ حُجروں میں حضرت صاحب نے طلبا کو درس آغاز فرمائے۔ معمول کے درس اِنہی حُجروں میں یا باہر درختوں کی چھاؤں میں دیے جاتے۔ تاہم جب کبھی حضرت صاحب نے آس پاس کے علاقوں میں تبلیغی جلسوں پر جانا ہوتا تو طلبا کا قافلہ بھی عموماً ساتھ ہوتا اور جہاں آپ جاتے وہیں درس دے دیا کرتے۔ اِس سے ایک تو طلبا کو مختلف مسائل پر آپ کے خُطبات سُننے کا موقع مل جاتا اور دوسرا سبق میں بھی ناغہ نہ ہوتا۔ تیسرا یہ کہ اکابر صلحا کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنے مُریدوں اور شاگردوں کو سفر میں ساتھ رکھتے تاکہ اُن کی عملی و اخلاقی تربیت بھی ساتھ ساتھ ہوتی رہے۔ حضر کے برعکس سفر میں نت نئے حالات در پیش آنے کا زیادہ امکان ہوتا ہے اور ہر پیش آمدہ حالت میں اکابر کا ردِّ عمل طلبا کے لیے سبق آموز ہوتا ہے۔

[1] روزنامچہ علّامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 9 مئی 1967ء

[2] مکتوب سُلطان محمد مُشتاق بنام سُلطان غلام دستگیر فخرِ کشمیر۔ مورخہ 12 مئی 1967ء۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

[3] روزنامچہ علّامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 7 جون 1967ء

[4] مکتوب علّامہ نُور سُلطان القادری بنام حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری۔ مورخہ 7 دسمبر 1969ء۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

Marfat.com

مدرسہ انوارِ باھُو بھکّر میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اوّلین شاگردوں میں حضرت سُلطان حامد نواز القادری رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ ایک ماہ قبل جمعہ شریف میں ہی حضرت صاحب سے درسیات کا آغاز کر چکے تھے[1])، مولانا عاشق حسین فائق (گڑھ مہاراجہ)، مولانا عبدالغنی لہڑی (کراچی) اور مولانا حافظ محمد محرم (تلہ گنگ) وغیرہ شامل تھے۔ راقم کو یاد ہے کہ جب بھی حضرت صاحب درسیات کی کسی کتاب کا آغاز کرنے لگتے تو سب سے پہلے طلبا کو تعوذ و تسمیہ، درود و سلام اور پھر تین بار یہ کلام کہلواتے رَبِّ یَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْرِ وَبِکَ نَسْتَعِیْنُ، یَا فَتَّاح، یَا فَتَّاح، یَا فَتَّاح۔ غالباً اُن مبارک ایام میں بھی اِنہی الفاظ سے درس کا آغاز کیا گیا ہو گا۔

علامہ محمد نُور سُلطان القادری (بائیں جانب)، صاحبزادہ سُلطان حامد نواز القادری، صاحبزادہ محمد مشرف سُلطان اور دیگر حضرات۔ ?1967ء

دربار حضرت سُلطان سردار بخش کی جامع مسجد میں ہی حضرت صاحب خطبہ دیتے اور نمازِ جمعہ پڑھاتے۔ حضرت صاحب کھڑے ہو کر خطاب کرتے اور حضرت سُلطان محمد مُشتاق القادری ساتھ کُرسی پر براجمان ہوتے۔ حضرت صاحب کے خطبات نے پڑھے لکھے طبقہ کو خصوصاً اپنی جانب متوجہ کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے دربار سُلطان سردار بخش پر نمازِ جمعہ ادا کرنے والوں کی تعداد میں واضح اضافہ ہو گیا۔ نمازِ جمعہ کے بعد حضرت سُلطان محمد مُشتاق القادری دُعا فرماتے اور بعد میں حضرت صاحب لوگوں کے شرعی اِستفسارات کے جوابات دیتے۔

حضرت سُلطان محمد مُشتاق سمیت اولادِ حضرت سُلطان نُور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر مشائخ تبلیغ و اِرشاد کے لیے موسمِ گرما میں وزیرستان اور ژوب کا سفر اختیار کیا کرتے تھے۔ اُن علاقوں میں اِن حضرات کی معاشرتی، سیاسی، اخلاقی، دینی اور روحانی خدمات ایک علیٰحدہ مقالہ کی متقاضی ہیں۔ تاہم یہاں اِس قدر کہہ دینا کافی ہو گا کہ اِن قبائلی علاقہ جات میں جب تک معاشرتی تانا بانا مغربی طاقتوں کی سازشوں کے ہاتھوں اُدھڑا نہ تھا، تو غوث الاعظم حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور سُلطانُ العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد و خلفا سمیت مشائخِ طریقت اُس نظام کے اہم ستون تھے۔

[1] روزنامچہ علامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 8 مئی 1967ء

Marfat.com

حضرت سُلطان محمد مُشتاق القادری رحمۃ اللہ علیہ

اگست 1967ء میں حضرت سُلطان محمد مُشتاق رحمۃ اللہ علیہ نے پہاڑ (وزیرستان اور ژوب وغیرہ کے قبائلی علاقہ جات) کے سفر کا قصد کیا۔ چونکہ آپ اُن دِنوں خاصے علیل تھے لہٰذا تبلیغ و ارشاد کے ساتھ ساتھ یہ خیال بھی تھا کہ شاید آب و ہوا کی تبدیلی سے طبیعت پر اچھا اثر پڑے۔ نیز ایک روایت [1] کے مطابق آپ پہاڑ میں مدرسہ انوارِ باھُو کا ایک گرمائی کیمپس قائم کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ پس پہاڑ کے سفر کے لیے حضرت سُلطان محمد مُشتاق قادری کی علالت کے باعث حضرت صاحب نے بھی ساتھ ہی رختِ سفر باندھا اور مدرسہ انوارِ باھُو میں حضرت صاحب کے تمام شاگرد بشمول حضرت سُلطان حامد نواز القادری (جو کہ حضرت سُلطان محمد مُشتاق کے بھانجے تھے) بھی ساتھ ہی روانگی کے لیے تیار ہُوئے۔

11 اگست 1967ء کو حضرت سُلطان محمد مُشتاق رحمۃ اللہ علیہ تحصیل کُلاچی کے ایک گاؤں کوٹ ولی داد کے مُریدین کے پاس پہنچے۔ حضرت صاحب بھی شام تک جمعہ شریف اور کُلاچی سے ہو کر حاجی عبدالعزیز خان گنڈہ پُور اور عبدالرحمٰن عرف حزب اللہ خان گنڈہ پور سمیت کوٹ ولی داد پہنچ گئے [2]۔ ایک روایت [3] کے مطابق حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو اور حضرت سُلطان محمد اشرف بھی حضرت سُلطان محمد مُشتاق کی مزاج پُرسی کے لیے کوٹ ولی آگئے۔ ایک اور روایت [4] کے مطابق کوٹ ولی داد میں حضرت سُلطان محمد مُشتاق نے حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری کی دستار بندی فرمائی اور عوام الناس کو آپ کے متعلق فرمایا کہ: "میرے بعد یہ ہیں"۔ جب کوٹ ولی داد کے لوگ آپ کے رخصت ہونے کے وقت جمع ہُوئے تو آپ نے سب کو مخاطب کر کے فرمایا: "کوٹ ولی والو، نہ جانے پھر ہم سب یوں اکٹھے ہوں بھی یا نہیں۔ تُم میرے لیے دُعا کرنا، میں تُمہارے لیے دُعا گو ہوں"۔ ایک اور روایت [5] کے مطابق حضرت سُلطان محمد مُشتاق نے اپنی وفات سے چند

---

1 مضمون "آفتاب اہلسنّت"۔ مولانا عاشق فائق قادری۔ مورخہ 24 ستمبر 2011ء۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ راقم

2 روزنامچہ علّامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 11، 12، 13 اگست 1967ء

3 روایت از عطاء اللہ کمہار ولد رانجھو، سکنہ کوٹ ولی داد۔ مورخہ 9 ستمبر 2010ء

4 روایت از محمد بخش عرف مدو سیٹھ ولد غلام حیدر خلیفہ، ساکن جمعہ شریف۔ مورخہ 13 ستمبر 2010ء، بمقام ڈیرہ اسماعیل خان

5 روایت از کرم الٰہی ولد غلام حسن کھر، ساکن کھراں۔ مورخہ 9 اگست 2011ء

Marfat.com

روز قبل اپنے ایک مُرید غلام حسَن کھر کو فرمایا: "نُور سُلطان کو مَیں بھکّر کا مالک کر رہا ہوں۔ میرے بعد اُسے زندہ وَلی سمجھنا"۔

حضرت سُلطان محمد مُشتاق القادری اور حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری کا قافلہ 12 اگست کو کوٹ ولی داد سے رخصت ہو کر گرہ محمود پہنچا اور اگلے روز موسیٰ زئی آکر شیخ عبدالودود صاحب کے پاس قیام فرمایا۔ پھر پہاڑی راستہ سے سفر کرتے ہُوئے پرواڑا اور مغل کوٹ سے ہو کر 15 اگست کو دانہ سر پہنچے۔ آگے بڑھے تو حضرت سُلطان محمد مُشتاق القادری کی تکلیف میں اضافہ ہو گیا۔ 17 اگست کو خلیفہ عُمر خان کے ہاں پہنچے اور ناسازیٔ طبع کے باعث چند روز یہیں اقامت گزین رہے۔ ژوب اور گردونواح کے متعدّد مُریدین یہیں زیارت کے لیے حاضر ہوتے رہے۔ 20 اگست کو آپ کو دَم کشی کی سخت تکلیف رہی[1]۔ 21 اگست 1967ء بمطابق 14 جمادی الاوّل 1387ھ کو حضرت سُلطان محمد مُشتاق القادری رحمۃ اللہ علیہ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ اِنّا لِلّٰهِ وَاِنّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔ آپ کے آخری لمحات کی مستند ترین روئیداد حضرت صاحب کے روزنامچہ (ڈائری) پر مرقوم ہے جس کو مَن وعَن ذیل میں نقل کیا جاتا ہے[2]:

"صبح حضرت صاحب (سُلطان محمد مُشتاق) کو چارپائی پر لے کر اڈہ پہنچے جہاں طبعیت کی بے قراری میں شدت رہی۔ ڈھائی بجے ٹرک آیا۔ مَیں نے ٹرک میں اُن کے ہاتھوں کو دبایا تو اُنہوں نے پُوچھا کہ "چو بجے دی؟" مَیں نے بتایا ڈھائی بجے ہیں۔ یہ اُن کے آخری (الفاظ) تھے جو مجھ سے ہو سکے۔ مانڑی خواہ ٹرک جاز کا جہاں پر چار بجے عصر آپ کا وصال ہُوا۔ ایوزئی حافظ محمد بخش ملا۔ کار کرایہ پر لی اور کوئٹہ روانہ ہُوئے۔ حاجی سید خان، گلباز خان کوئٹہ تک ساتھ رہے۔"

حضرت سُلطان محمد مُشتاق رحمۃ اللہ علیہ کی بے وقت رحلت جُملہ خانوادہ و متعلقین کے لیے ایک انتہائی اندوہناک واقعہ تھا۔ حضرت صاحب علّامہ نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کو اِس صدمہ نے دو طرح سے متاثر کیا۔ ایک تو خُدا رسیدہ اور مونسِ مسلک بزرگ کی مرگِ جواں سال سے جو مِلّی نُقصان ہُوا، حضرت صاحب اِس پر بے حد رنجیدہ تھے۔ دوسرا یہ کہ اُن کی حضرت صاحب سے جو خصوصی شفقت تھی اور حضرت صاحب کو اُن سے جو خاص قلبی ربط تھا اُس کی یاد آپ کو ہمہ وقت ملول رکھتی۔ حضرت صاحب کو بھکّر لے آنے کے صرف دو ماہ بعد آپ کئی امور حضرت صاحب کے سپرد کرتے ہوئے دُنیائے فانی سے کُوچ کر گئے۔ حضرت صاحب کو اس غم سے سمجھوتہ کرنے میں خاصا وقت لگ گیا۔ یہاں تک کہ حضرت

[1] تواریخ کے حوالے علامہ نُور سُلطان القادری کے روزنامچہ برائے سال 1967ء سے ماخوذ ہیں۔

[2] روزنامچہ علّامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 21 اگست 1967ء

Marfat.com

صاحب کافی عرصہ تک نمازِ جمعہ سے پہلے خطاب تک نہ کر سکتے۔ آپ کو وہ لمحات یاد آتے جب آپ کے خطاب کے دوران میں حضرت سُلطان محمد مُشتاق ساتھ ہی نشست پر جلوہ فرما ہوتے تھے۔ حضرت صاحب اپنے روزنامچہ پر 22 ستمبر 1967ء کو (حضرت مرحوم کے وصال کے ایک ماہ بعد) یوں رقمطراز ہوتے ہیں:

"نمازِ جمعہ پڑھائی۔ صرف جمعہ میں خطبہ ہی دیا۔ حضرت صاحب کی وفات کے بعد دِل تقریر سے ایسا بھر گیا ہے کہ تقریر کا نام آئے، دِل بے چین ہو جاتا ہے۔ آخر اُن کی صدارت اور سرپرستی کیسے بھولے۔ جب خطبہ دینے جاتا ہوں تب بھی اُن کی نورانی شکل آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ خطبہ بھی مجبور ہو کر بمشکل پُورا کرتا ہوں۔ اکثر وقفۂ خطبہ میں بھول جاتا ہوں۔ دل بھر جاتا ہے۔"

مندرجہ بالا تحریر حضرت صاحب کی شخصیت کے ایک ایسے پہلو کو واضح کرتی ہے جو اکثر لوگوں سے پوشیدہ رہا۔ یہ رِقّت و گداز کا وہ پہلو ہے جو آپ کی جفاکش طبعیت کے باعث نہاں رہا۔ یہ تحریر اُن مُدّعیان کا رَد ہے جو آپ کو سخت دِل کہتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کا سینہ وارداتِ قلبی سے سرشار تھا مگر آپ جذبات کی تشہیر کے قائل نہ تھے۔ آپ کا جسم ایک ایسی سنگین چٹان کی مانند تھا جس کے باطن میں پھوٹنے والے محبت ورقّت کے جھرنے ہر کس و ناکس کو دکھائی نہیں دیتے۔ راقم کو یاد ہے کہ آپ شیخ سعدی کا یہ قطعہ اکثر پڑھا کرتے تھے[1]:

اے مُرغِ سحر عشق زِ پروانہ بیاموز — کاں سوختہ را جاں شُد و آواز نیامد

ایں مُدعیاں در طلبش بے خبر انند — کاں را کہ خبر شُد خبرش باز نیامد

علامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ

[1] گلستان سعدی۔ شیخ سعدی شیرازی۔ دیباچہ۔ ترجمہ: "اے صبح کے (پُر آواز) پرندے، عشق پروانے سے سیکھ۔ کہ اُس سوختہ نے جان دے دی مگر کوئی آواز نہ آئی۔ اُس (محبوب حقیقی) کی محبت کا دعویٰ کرنے والے یہ لوگ بے خبر ہیں۔ کیونکہ جس نے خبر پائی تو پھر اُس کی خبر کسی نے نہ پائی"۔

Marfat.com

فصل دوّم

تحریکِ مدارسِ انوارِ باھُو

تاریخ و تعارف:

تاریخ شاہد ہے کہ جب قرونِ مظلمہ (Dark Ages) میں مغرب جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہُوا تھا تو مُسلمانوں کے قائم کردہ مدارس و جامعات نے بغداد، قاہرہ اور غرناطہ وغیرہ سے عِلم کا ایسا نُور بکھیرا جس نے دُنیا بھر کو مُستنیر کیا۔ سلسلۂ قادریہ میں رُوحانی ولَدُنّی علوم کے ساتھ ساتھ علومِ شرعی کی درس و تدریس کی اہمیت کا اندازہ اِس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اِس سلسلہ کے بانی غوث الاعظم الشیخ سیّد ابو محمد محی الدّین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (و:1078ء۔ ف:1166ء) باقاعدہ علومِ متداولہ سے فارغ التحصیل ہُوئے اور تقریباً اِکیس سال تک جامعہ نظامیہ بغداد (تاسیس 1066ء) میں علومِ شرعی و معنوی کی تدریس فرماتے رہے۔ سُلطانُ العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں[1]:

عِلموں باجھوں فقر کماوے کافر مَرے دِوانہ ھُو   سَے ورھیاں دی کرے عبادت، رہے اللہ کنوں بیگانہ ھُو

خانوادۂ حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد اکابرین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنے مُریدین، خلفا اور اولاد کو سفر و حضر میں تعلیماتِ اسلامیہ کے درس دیا کرتے تھے۔ خصوصاً عرفان و تصوّف اور اخلاقیات پر صوفیائے متقدمین کی کتب باقاعدہ ازاوّل تا آخر پڑھائی جاتی تھیں۔ پڑھانے والے اکابر خود اپنی ذات میں اِدارہ کی مثال ہوتے لہٰذا رسمی اِدارے بنانے کی حاجت ہی محسوس نہ ہوتی۔ تاہم بیسویں صدی کے وسط میں اِس خانوادہ کے بعض اکابر نے باقاعدہ اِدارے بنانے کی طرف توجہ دی۔ خانوادہ کے زیرِ انتظام جس پہلے تعلیمی اِدارہ کا ذکر راقم کو حاصل ہو سکا وہ 1944ء میں حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ کا دربار شریف میں اپنے آستانہ پر قائم کردہ مدرسہ "چمن سُلطانی" ہے۔ یہاں ایک صوفی منش "فقیر صاحب" مُدرّس مقرر ہُوئے جنہوں نے صاحبزادگان کو باقاعدہ اسباق پڑھانے کے ساتھ ساتھ افادۂ عامہ کے لیے قرآنِ مجید کی شرح اور مثنوی معنوی کے درس بھی شروع کیے[2]۔

---

[1] ابیاتِ باھُو۔ حضرت سُلطان باھُو۔ تحقیق ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ حضرت غلام دستگیر اکیڈمی، پاکستان۔ اشاعتِ نہم 2002ء۔ ص 52

منظوم ترجمہ از راقم: " عِلم بنا جو فقر کمائے، کافر مرے دِوانہ ھُو   سَو سالوں کی کرے عبادت، رب سے رہے بیگانہ ھُو
غفلت باعث اُٹھیں نہ پردے، دل جاہل بُتخانہ ھُو   میں اُن پر قُرباں باھُو جنہیں مل گیا یارِ یگانہ ھُو"

[2] سوانح حیات فخرِ کشمیر پیر غلام دستگیر القادری۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ باھُو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2015ء۔ ص 51 تا 53

Marfat.com

1960ء کی دہائی کے آغاز میں خانوادۂ عالیہ کے تین اکابر نے مِل کر پاکستان کے چاروں صوبوں نیز قبائلی علاقہ جات میں متعدد مقامات پر حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے اسم گرامی سے موسوم مدارسِ انوارِ باھُو کی داغ بیل ڈالی۔ مدارس کی یہ زنجیر جہاں مُلکِ پاکستان کے استحکام و یگانگت کا باعث بنی تھی وہاں اِس کا اصل مقصد یہ تھا کہ پاکستان کے ہر علاقے سے علماو فضلا کی ایسی جماعت تیار کی جائے جو آئندہ نسل میں ایک علمی انقلاب برپا کر دے۔ یہ سارے کے سارے درجن بھر مدارس مُلک کے دُور اُفتادہ اور پسماندہ علاقوں میں قائم کیے گئے تاکہ عِلم کا نُور اُن علاقوں تک بھی پہنچے جو سرکاری توجہ سے محروم چلے آرہے ہیں۔ اِن مدارسِ انوارِ باھُو کے بنا کُنند گان حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری فخرِ کشمیر رحمۃ اللہ علیہ (و:1919ء۔ ف:1986ء)، حضرت الحاج سُلطان نُور حسین القادری رحمۃ اللہ علیہ (و:1921ء۔ف:1978ء) اور حضرت سُلطان محمد مُشتاق القادری رحمۃ اللہ علیہ (و:1929ء۔ف:1967ء) تھے۔

مذکورہ بالا سلسلۂ مدارس کا سب سے پہلا مدرسہ غالباً حضرت سُلطان محمد مُشتاق نے قائم فرمایا جو کہ مئی 1961ء میں اپنے مکتوب بنام حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری میں یوں رقمطراز ہوتے ہیں[1]:

" ... خیال ہے کہ دربار سردار بخش پر درس مقرر کریں۔ کیونکہ حافظ تو مقرر ہے۔ اگر آپ مشورہ فرماویں تو مکمل ہو اور نام بھی تجویز فرماویں کہ کیا نام ہو۔ ... "

مدرسہ کے نام "انوارِ باھُو" کا انتخاب حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری کے حُسنِ ذوق کا مرہون ہے[2]۔ 1961ء میں مدرسہ انوارِ باھُو بھکّر کے قیام کے بعد حضرت سُلطان محمد مُشتاق نے بلوچستان کے دُور اُفتادہ علاقوں ڈھاڈر اور بھاگ ناڑی میں مدارسِ انوارِ باھُو قائم فرمائے[3] اور دُور دراز کے علما کو بُلوا کر ایک علمی تحریک شروع کرائی۔ حضرت الحاج سُلطان نُور حُسین نے بلوچستان کے علاقوں سونگر (نزد مستونگ)، قلات، ٹمپل ڈیرہ (ڈیرہ مُراد جمالی) اور کوئٹہ میں مدارسِ انوارِ باھُو قائم فرمائے۔ آپ نے ہی جیکب آباد (سندھ) اور چولستان بہار (مظفر گڑھ، پنجاب) میں مدارس قائم کیے[4]۔ اِن دونوں اکابر نے اپنی زندگیوں کا بیشتر حصہ مدارس کی فلاح و بہبود میں صَرف کیا۔

---

[1] مکتوب سُلطان محمد مُشتاق قادری بنام سُلطان غلام دستگیر القادری فخرِ کشمیر۔ مورخہ 3 مئی 1961ء۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

[2] روایت از سُلطان ارشد القادری۔ مورخہ 10 ستمبر 2011ء بمقام دربار حضرت سُلطان باھُو

[3] مرآت سُلطانی۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ باھُو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2006ء (اشاعتِ سوم 2013ء)۔ ص 190

[4] تذکرہ الحاج سُلطان نُور حُسین۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ انجمن عندلیبانِ ریاضِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، دربار سُلطان باھُو۔ 2001ء۔ ص 10

Marfat.com

1967ء میں حضرت سُلطان محمد مُشتاق کی رحلت پر اُن کا قائم کردہ مدرسہ انوارِ باھو بھکر تو حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری کے زیرِ انتظام تھا تاہم اُن کے قائم کردہ بھاگ ناڑی اور ڈھاڈر کے مدارس کا انتظام حضرت الحاج سُلطان نُور حسین کو تفویض ہُوا جو کہ اپنے اور مرحوم کے قائم کردہ مدارس کی تعمیر و ترقی اور فلاح و بہبود کے لیے شب و روز کوشاں رہے[1]۔ 1978ء میں حضرت سُلطان نُور حُسین بھی عالمِ فانی کو خیر باد کہہ چلے تو اُن کے زیرِ اہتمام تمام مدارس کا انتظام و انصرام اُن کے بھتیجے حضرت سُلطان حامد نواز القادری کے سپرد ہُوا[2] جنہوں نے اِن مدارس کے مہتممِ اعلیٰ ہونے کے ساتھ ساتھ چند دیگر مقامات مثلاً میاں جو گوٹھ، گنداخہ اور ساڑو میں بھی مدارس کی بُنیاد رکھی[3]۔

مذکورہ بالا تمام مدارس کے سرپرستِ اعلیٰ حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری فخرِ کشمیر تھے۔ آپ اپنے متعدد دیگر اوصاف کے ساتھ ساتھ ایک عظیم ماہرِ تعلیم بھی تھے اور یہ جُملہ ادارے اپنی تعمیری و تعلیمی سرگرمیوں میں آپ ہی کی ہدایات کے مرہونِ منّت تھے۔ آپ نے مُلک کے مختلف علاقوں میں مکتب سکول قائم کیے۔ خصوصاً جنوبی وزیرستان کے علاقہ سپنکئی اور سینی ترِّہ (بدر) میں آپ نے جن سکولوں کی بُنیاد رکھی اُنہیں بعد میں سرکاری طور پر منظور کر لیا گیا۔ سپنکئی اور شعیر کے علاقوں میں بھی آپ نے اسلامی مدارس کی بُنیاد رکھی[4]۔ مزید بر آں آپ نے قلات (بلوچستان) اور گوٹھ عبدُالمجید پُرانا (سندھ) میں بھی مدارس کی بُنیاد ڈالی[5]۔

خانوادہ سُلطانُ العارفین کی طرف سے یہ علمی تحریک کا وہ آغاز تھا جو نہ صرف مُلکِ پاکستان کی یگانگت میں مُفید ثابت ہُوا بلکہ اِس نے کسی حد تک سرکاری رسائی سے دُور پسماندہ علاقوں میں علم کی جوت جگائی۔ پھر 1980ء اور اِس کے بعد کی دہائیوں میں خانوادۂ عالیہ کی بعض دیگر شخصیات نے بھی متعدد مدارس قائم کیے جو حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے اسمِ گرامی سے موسوم ہیں۔ اِن میں حضرت سُلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ (و:1947ء۔ ف:2003ء) اور حضرت سُلطان فیاض الحسن قادری حفظہ اللہ (و:1955ء) کے بنا کردہ ادارے خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔ یہ ادارے روایتی درسیات کے ساتھ ساتھ سُلطانُ العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اور بعض عصری علوم کو بھی شاملِ نصاب کیے ہُوئے ہیں۔

---

[1] تذکرہ الحاج سُلطان نُور حُسین۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ انجمن عندلیبانِ ریاضِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، دربار سُلطان باھو۔ 2001ء۔ ص 11 تا 17

[2] مرآتِ سُلطانی۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ باھو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2006ء، (اشاعتِ سوم 2013ء)۔ صفحات 190

[3] جانشینِ سُلطان العصر سُلطان حامد نواز القادری۔ سُلطان ارشد القادری۔ حضرت غلام دستگیر اکیڈمی، پاکستان۔ صفحات 14

[4] سُلطانُ العصر۔ مرتبہ: سُلطان ارشد القادری۔ مضمون "سلطانُ العارفین کے پیکرِ معنوی"۔ از ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ حضرت غلام دستگیر اکادمی۔ 1987ء۔ ص 21

[5] روایت از سُلطان محمد بازید القادری۔ مورخہ 4 جون 2013ء

Marfat.com

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مدارسِ انوارِ باھُو:

جیسا کہ اوپر ذکر ہُوا ہے کہ حضرت صاحب علامہ محمد نور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ اپنے والدِ ماجد کی زیرِ سرپرستی علاقۂ داماں کے عمائدین کے ایما پر 1967ء میں جمعہ شریف میں ایک مرکزی اسلامی مدرسہ کی بُنیاد رکھنے کا منصوبہ تیار کر چکے تھے۔ قبل اس کے کہ یہ منصوبہ عملی جامہ پہنتا آپ کو بھکر منتقل ہونا پڑا۔ 14 جون 1967ء کو آپ نے باقاعدہ طور پر مدرسہ انوارِ باھُو بھکر کا اہتمام سنبھالا۔ اس کے صرف دو سوا دو ماہ بعد حضرت سُلطان محمد مُشتاق رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ مذکورہ آپ کے سپرد کر کے 21 اگست 1967ء کو رحلت فرما گئے۔

اُس دَور میں مدرسہ انوارِ باھُو بھکر دربار حضرت سُلطان سردار بخش رحمۃ اللہ علیہ سے ملحقہ چند حُجروں پر مشتمل تھا۔ حضرت صاحب کی رہائش بھی انہی حجروں میں ہوتی اور درس بھی یہیں دیا کرتے[1]۔ مُسافر طلبا کا قیام بھی یہیں ہوتا۔ بھکر میں حضرت صاحب کی آمد سے قبل یہاں دیگر مسالک کے حضرات نے مراکز اور اِدارے قائم کر رکھے تھے۔ حضرت صاحب بھکر آتے ہی اپنے خطبات و مباحث کے ذریعے علاقہ کی علمی فضا پر اثر انداز ہونا شروع ہو گئے تھے۔ تاہم ضرورت اِس امر کی تھی کہ بھکر شہر میں اہم مقامات پر علمی و دینی مراکز قائم کیے جائیں تا کہ اصلاحِ عام ہو۔

1968ء میں حضرت صاحب نے مدرسہ قادریہ و مسجد غوثیہ چوک بازار (بانو بازار) بھکر کی داغ بیل ڈالی۔ چوک بازار میں ایک چھوٹی سی مسجد تھی جس کی تولیت مولانا فیض محمد گجوی رحمۃ اللہ علیہ (ف:1970ء) کے سپرد تھی۔ اُنہوں نے اِس مسجد کی خدمت حضرت صاحب کے سپرد کر دی۔ چونکہ یہ کثیر آبادی والا اہم تجارتی علاقہ تھا لہٰذا حضرت صاحب نے فیصلہ کیا کہ یہاں کچھ مزید اراضی حاصل کر کے ایک دیدہ زیب مسجد اور ایک شعبہ حفظ پر مبنی مدرسہ قائم کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے مدرسہ قادریہ اور مسجد غوثیہ کے نام سے ایک منصوبہ بنایا اور فی الفور اِسے عملی شکل دینے کا اہتمام فرمایا۔ عید میلادُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک روز 12 ربیع الاوّل 1388ھ بمطابق 9 جون 1968ء کو میلادُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوس کا اختتام اِسی مقام پر ہُوا اور ساتھ ہی فخرِ کشمیر حضرت سُلطان غلام دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک ہاتھوں سے مدرسۂ قادریہ کا سنگِ بُنیاد رکھا گیا[2]۔ 11 جون کو تعمیراتی کام کا آغاز ہُوا۔ تھل کی تپتی گرمیوں میں دِن رات ایک کر کے کام کیا گیا اور مہینہ بھر میں طلبا کے قیام کے لیے دو پُختہ کمرے تیار ہو گئے۔ بعض لوگوں کے لیے ایسے اہم مقام پر اہلِ سُنّت کے علمی مرکز کا قیام ناقابلِ

---

[1] روایت از مولانا عاشق فائق القادری۔ مورخہ 3 اکتوبر 2011ء بمقام بھکر

[2] مضمون "آفتاب اہلسنّت"۔ مولانا عاشق فائق قادری۔ مورخہ 24 ستمبر 2011ء۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

جامعہ انوارِ باھُو بھکّر میں خانوادۂ سُلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے اکابرین کا اجلاس

برداشت تھا چنانچہ جمعہ کے روز پچاس ساٹھ آدمیوں نے اِس پر قبضہ کی غرض سے دھاوا بول دیا۔ حضرت صاحب چونکہ ہمیشہ امنِ عامہ کے داعی رہے تھے، لہٰذا اُنہوں نے اپنی خاص حکمتِ عملی سے فتنہ وفساد نہ ہونے دیا[1]۔ مخالفین نے ضلعی انتظامیہ اور عدالتوں سے رجوع کیا تاکہ یہ اہم مرکز حضرت صاحب کے انتظام سے نکل جائے مگر وہ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود ایسا نہ کر سکے۔ اِس عرصہ میں حضرت صاحب کو کئی طرح سے ذہنی دباؤ دیا گیا۔ آپ کو دھمکیاں دی گئیں، حملے کرائے گئے اور آپ کے متعلّقین پر تشدد کرائے گئے۔ حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری نے مشاورت اور سفارشات میں حضرت صاحب کی سرپرستی جاری رکھی اور بلآخر عدلیہ اور انتظامیہ کے فیصلے حضرت صاحب کے حق میں ہُوئے۔ حضرت صاحب نے قرآنِ مجید کے حفظ وناظرہ کا شعبہ مستقل طور پر مدرسہ قادریہ چوک بازار میں منتقل فرما دیا، جبکہ درسِ نظامی اور حدیث و تفسیر کے شعبہ جات بدستور مدرسہ انوارِ باھُو ملحقہ دربار سردار بخش میں ہی رہے۔

دربار سُلطان سردار بخش شہید رحمۃ اللہ علیہ پر مُریدین وزائرین کی آمدورفت لگی رہتی تھی جو کہ مدرسہ کے علمی ماحول کے موافق نہ تھی۔ حضرت سُلطان محمد مُشتاق قادری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں بات اَور تھی مگر اُن کے وصال کے بعد حضرت صاحب نے یہ ضرورت محسوس کی کہ مدرسہ کو کسی مناسب مقام پر منتقل کیا جائے تاکہ اساتذہ وطلبا کی علمی سرگرمیاں بلا مداخلت جاری رہیں۔ چنانچہ سال 1969ء میں حضرت صاحب نے دربار سُلطان سردار بخش سے فرلانگ ایک جنوب مشرق کی طرف انوارِ باھُو کی نئی عمارت کا سنگِ بُنیاد رکھا۔ سنگِ بُنیاد حضرت سُلطان محمد مُشتاق کے یومِ وصال اور وقتِ وصال یعنی 14 جمادی الاوّل کو شام چار بجے رکھا گیا[2]۔ سو مربع فُٹ کے کَورڈ ایریا میں ایک شاندار ہال تیار کیا گیا جس کے دونوں طرف دو دو کمرے اور برآمدہ تھا۔ ہال کتب خانہ

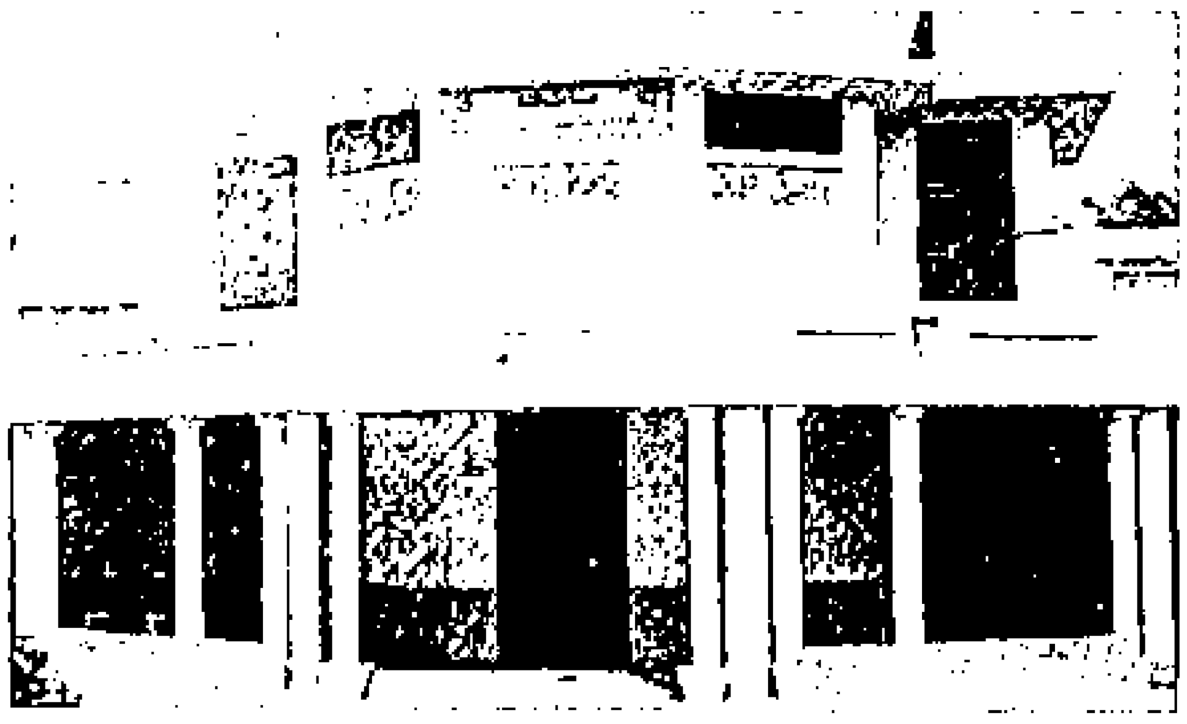

مدرسہ انوارِ باھُو، محلّہ سردار بخش، بھکّر کا ایک منظر

[1] مکتوبِ علامہ نُور سُلطان القادری بنام سُلطان غلام دستگیر فخرِ کشمیر۔ مورخہ جولائی 1968ء۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

[2] مکتوبِ علامہ نُور سُلطان القادری بنام سُلطان غلام دستگیر فخرِ کشمیر۔ مورخہ 6 اگست 1969ء۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

Marfat.com

بھی تھا، مقامِ تدریس بھی اور حضرت صاحب کی نشست گاہ بھی۔ سامنے مدرسہ کا کُشادہ صحن تھا۔ اِس نئی عمارت میں منتقل ہو کر مدرسہ کے اساتذہ و طلبا کو نصابی و ہم نصابی سرگرمیوں کے لیے ایک بہتر ماحول میسر ہُوا۔ حضرت صاحب نے مدرسہ کو جامعہ کی شکل دی اور مدرسہ قادریہ چوک بازار بھکر کو جامعہ انوارِ باھُو کی شاخ بنادیا۔ واضح رہے کہ حضرت سُلطان محمد مُشتاق قادری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں مدرسہ انوار باھو کو سرکاری طور پر رجسٹرڈ نہ کرایا گیا تھا، چنانچہ اُن کی وفات کے تقریباً ایک سال بعد حضرت صاحب نے 1968ء میں جامعہ انوارِ باھُو بھکر کی سرکاری طور پر رجسٹریشن حاصل کی[1]۔

1969ء میں بھکّر (جو ابھی ضلع میانوالی کی ایک تحصیل تھا) کا چارج ایک نیک طینت اسسٹنٹ کمشنر محمد اقبال شامی (ایس ڈی ایم) نے سنبھالا۔ موصوف بے اولاد تھے اور صدقۂ جاریہ کے طور پر اہلیانِ بھکر کے لیے ایک مرکزی جامع مسجد تعمیر کرانا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے پُرانی کچہریوں کے کھلے میدان میں ایک چھوٹی سی دیدہ زیب مسجد تعمیر کرائی جس کی لمبائی تقریباً تیس فُٹ اور چوڑائی بارہ پندرہ فُٹ ہو گی۔ ایس ڈی ایم کورٹ اور دیگر سرکاری دفاتر بھی یہیں واقع تھے۔ عُرفِ عام میں اُسے کچہریوں والی مسجد یا عدالت والی مسجد کہا جانے لگا۔ چونکہ سرکاری افسران و اہلکاران، وکلاو دیگر شہری حضرات نے اِس مسجد میں آنا تھا لہٰذا اے سی محمد اقبال شامی مسجد کے انتظام و خطابت کے لیے کسی ایسی شخصیت کے متلاشی تھے جو علومِ شرعی پر قوی دستگاہ کے ساتھ ساتھ حالاتِ حاضرہ پر گہری نظر رکھتے ہوں۔ چونکہ مسجد مرکزی مقام پر قائم تھی اِس لیے مختلف مکاتبِ فکر کے لوگ متعدد سفارشات لے کر اے سی صاحب سے مِلے مگر وہ کسی کے انٹرویو سے مطمئن نہیں ہو رہے تھے۔ بالآخر افسران و وکلا کی ایک میٹنگ بُلائی گئی جس میں بھکّر کے تعلیم یافتہ طبقہ نے بھاری اکثریت سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسمِ گرامی پیش کیا اور بتایا کہ آپ ایک طرف سُلطانُ العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں تو دوسری طرف جامعہ انوارُ العلوم ملتان و جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے فارغ التحصیل اور متخصص ہیں۔ اے سی صاحب نے حضرت صاحب سے مُلاقات کی خواہش ظاہر کی، چنانچہ وکلا کا ایک وفد اے سی صاحب کے ساتھ حضرت صاحب سے ملنے مدرسہ انوارِ باھُو آیا۔ وہاں اُن کا حضرت صاحب سے مختلف علمی موضوعات پر تبادلۂ خیالات ہُوا۔ شامی صاحب حضرت صاحب کے علم و اخلاق سے اِس قدر متاثر ہُوئے کہ پہلی ہی ملاقات میں آپ کو کچہریوں والی مرکزی مسجد کی خطابت اور مکمل انتظام و انصرام سنبھالنے کی پیشکش کر دی۔ حضرت صاحب نے اِس شرط پر ذمہ داری قبول فرمائی کہ بعد میں کوئی تبدیلی یا مداخلت برداشت

---

1 مکتوب علّامہ نُور سُلطان القادری بنام سُلطان غلام دستگیر فخر کشمیر۔ مورخہ 17 اگست 1969ء۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

Marfat.com

نہ کی جائے گی۔ شرط منظور کرلی گئی۔ جب اے سی صاحب نے مشاہرہ (اعزازیہ) کی بات کی تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ وہ فی سبیل اللہ خطابت و خدمت کریں گے اور کسی قسم کا مشاہرہ، اعزازیہ یا تنخواہ نہیں لیں گے۔

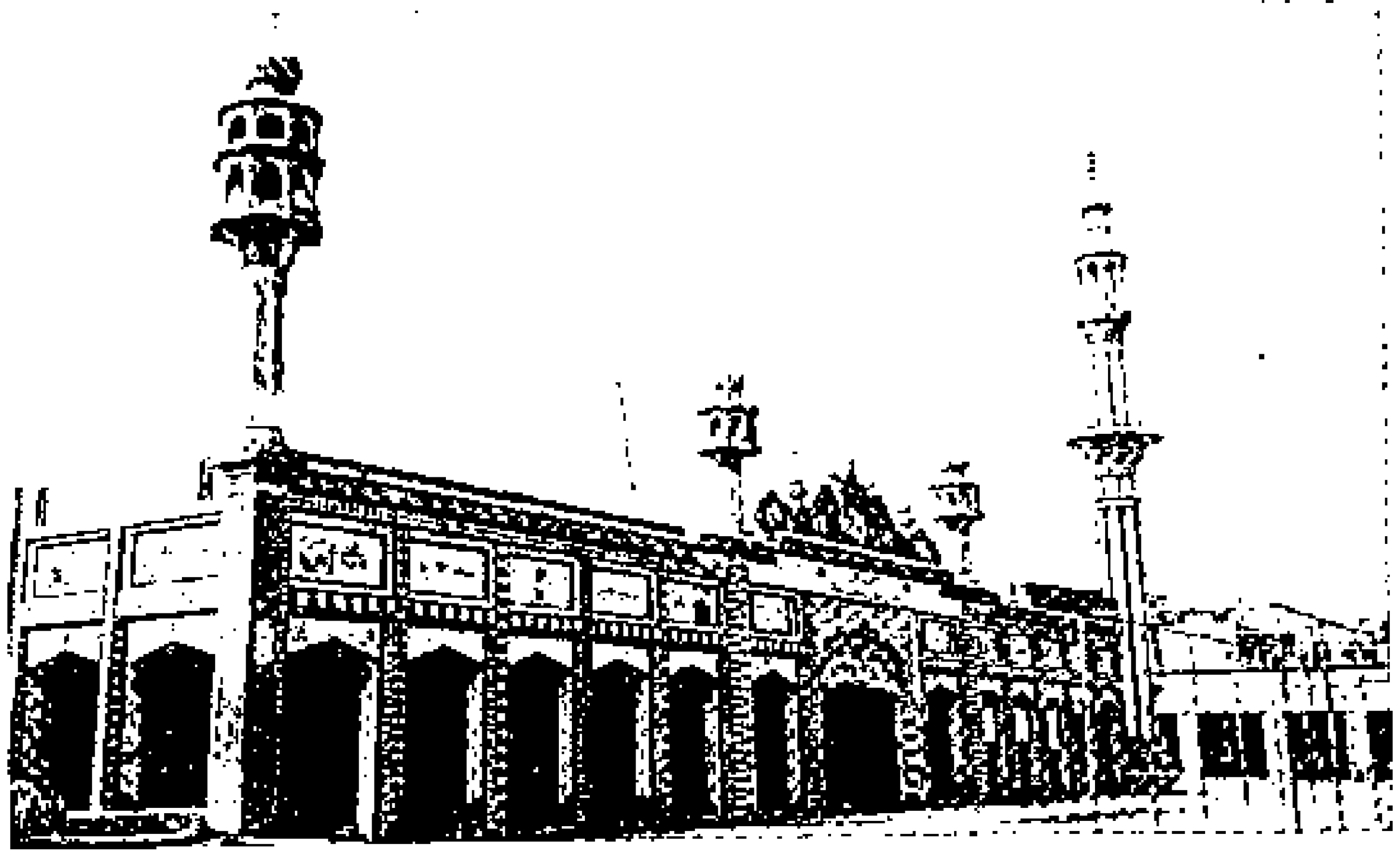

جامع مسجد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، مسلم بازار، ریلوے روڈ، بھکر

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد کا چارج سنبھالا تو اِس کا نام "جامع مسجد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم" رکھا گیا۔ 1969ء کے اواخر میں مسجد کا افتتاح ہُوا اور اِفتتاحی نمازِ جمعہ میں حضرت صاحب نے خطبہ و خطاب فرمایا۔ جمعہ پر حضرت صاحب باقائدگی سے خطاب فرمانے لگے تو نمازیوں کی تعداد بتدریج بڑھتی چلی گئی۔ نمازیوں کی صفیں مسجد سے باہر بننے لگیں۔ انتظامیہ کے تعاون سے مسجد میں کئی بار توسیع کی گئی۔ محمد اقبال شامی کے ٹرانسفر کے بعد محمد شفیع غوری تحصیل بھکر کے اسسٹنٹ کمشنر تعینات ہُوئے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قانونی طریقہ سے اچھی خاصی جگہ حاصل کرلی گئی جہاں آج جامع مسجد خلفائے راشدین، بھکر کی نمایاں ترین جامع مسجد کی صورت میں موجود ہے[1]۔

جامع مسجد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ساتھ حضرت صاحب نے حُسینیہ نُوریہ دارُ القرآن کی بُنیاد رکھی۔ یہاں حضرت صاحب نے آئندہ تین دہائیوں میں اپنی اَنتھک شبانہ روز محنت سے ایک شاندار عمارت کھڑی کرادی۔ نہایت قابل اور ماہر علمائے کرام بطور مدرسین مقرر ہُوئے اور سیکڑوں طلبا علومِ اسلامی حاصل کرکے فارغ التحصیل ہُوئے۔ تقریباً ایک ایکڑ پر پھیلے اِس شاندار مدرسہ کو جلد ہی جامعہ انوارِ باھُو کا مرکزی کیمپس بنادیا گیا اور حضرت صاحب خود اِسی مقام پر درس دینے لگے۔ پس جامعہ انوارِ باھُو کی چھتری تلے بھکر میں تین مراکز قائم ہُوگئے:

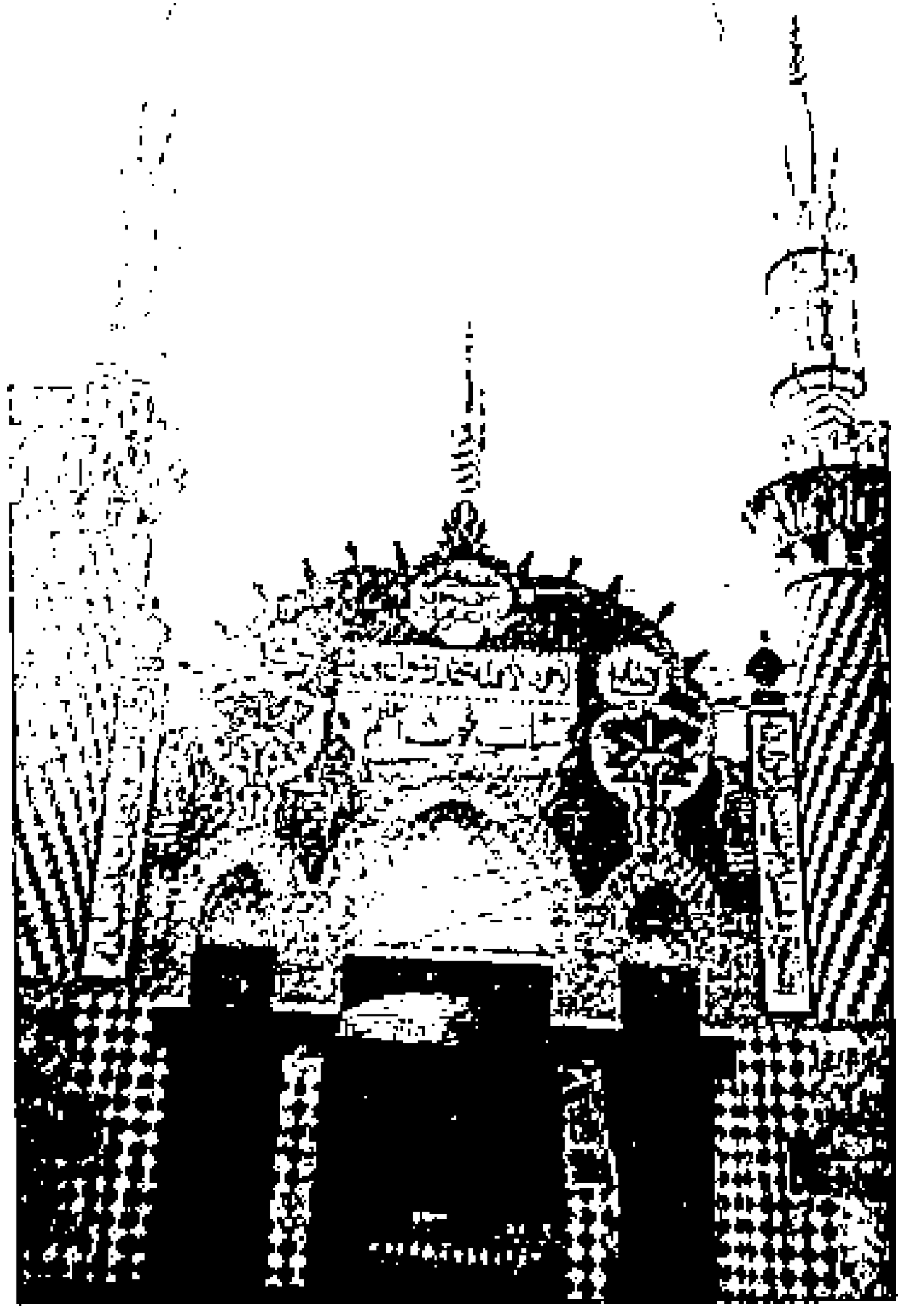

بابِ غوثِ اعظم، جامعہ انوارِ باھُو بھکر

- مدرسہ انوارِ باھُو، محلّہ سردار بخش، بھکر
- مدرسہ قادریہ (غوثیہ مسجد)، چوک بازار، بھکر
- حُسینیہ نُوریہ دارُالقرآن، مُسلم بازار، بھکر

---

[1] مضمون "آفتابِ اہلسنّت"۔ مولانا عاشق فائق قادری۔ مورخہ 24 ستمبر 2011ء۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

بھکّر شہر میں مدارس کا مضبوط جال بچھا لینے کے باوجود حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علاقۂ داماں کی علمی ضروریات کو فراموش نہ کیا۔ آپ باقائدگی سے تبلیغی دَوروں پر داماں کے دُور دراز اور دُشوار گزار علاقوں میں سفر کرتے تھے۔ آپ کی شدید خواہش تھی کہ داماں میں بھی مضبوط علمی مراکز قائم کیے جائیں۔ چنانچہ گنڈی عُمر خان کے سردار شاہ عالَم خان میانخیل (و:1916ء۔ف:1990ء) نے اپنے علاقہ میں مدرسہ کے لیے ایک قطعہ زمین پیش کیا جہاں حضرت صاحب نے مدرسہ انوارِ باھُو گنڈی عُمر خان (تحصیل کُلاچی، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) کی بُنیاد رکھی۔ مدرسہ میں درسیات کا باقاعدہ آغاز ہُوا اور سالانہ محافلِ ذکر و وعظ کا انعقاد ہونے لگا۔ مدرسہ کئی سال کامیابی سے خدمات سرانجام دیتا رہا۔ اس کے بعد کچھ سیاسی مسائل درپیش آئے اور مدرسہ کو اراضی سے محروم کر دیا گیا۔ چنانچہ مدرسہ بند ہو گیا۔ حضرت صاحب کو اِس بات کا گہرا رنج و ملال تھا اور آپ کی شدید خواہش تھی کہ گنڈی عمر خان میں پھر مدرسہ قائم ہو۔ مگر اَب آپ کسی عطیہ شدہ جگہ پر مدرسہ بنانے کو تیار نہ تھے۔ چنانچہ چند سال بعد حضرت صاحب نے اپنی جیبِ خاص سے گنڈی عمر خان میں دو کنال زمین خریدی، ذاتی مالیت سے اس میں کمرے تیار کرائے اور اِس میں مدرسۂ انوارِ باھُو، گنڈی عُمر خان کا از سرِ نَو اجرا فرمایا۔ یہاں اسباق جاری فرمائے اور اساتذہ کو اپنی طرف سے تنخواہ پر مقرر کیا۔ اسی مدرسہ میں ہر سال 28 فروری کو حضرت صاحب ایک مرکزی جلسہ میلادُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خیرات کا اہتمام فرماتے تھے۔

داماں میں دوسرا اہم مدرسہ حضرت صاحب نے ڈیرہ اسماعیل خان سے تقریباً بیس کلومیٹر درابن روڈ پر واقع گاؤں زندانی میں قائم فرمایا۔ اِس مدرسہ کا قیام 1993ء میں عمل میں آیا۔ یہاں آپ نے جامعہ انوارِ باھُو بھکر کے فارغ التحصیل اپنے ایک تلمیذِ رشید قاری محمد خلیل حفظہ اللہ کو منتظم و مُدرِّس مقرر فرمایا۔ قاری صاحب موصوف مجاہدانہ صفات کے حامل ایک باصلاحیت جوان ہیں جو مدرسہ انوارِ باھُو زندانی کی تعمیر و ترقی کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتے۔ اِس مدرسہ نے علاقہ داماں کو حُفّاظ اور قُرّا کی ایک شاندار کھیپ فراہم کی ہے۔ یہاں بھی حضرت صاحب وعظ کی باقاعدہ محافل منعقد کرایا کرتے۔

داماں کا تیسرا مدرسہ انوارِ باھُو حضرت صاحب نے اواخرِ عمر 2001ء میں جمعہ شریف کے قریب ایک گاؤں جھوک عبداللہ میں قائم فرمایا۔ یہاں نہر کے قریب ایک بڑے ہال پر مُشتمل مسجد موجود تھی۔ حضرت صاحب نے یہاں مدرسہ قائم کرنے کا اِرادہ ظاہر کیا تو اہلِ علاقہ نے مسجد کے قریب چار کنال قطعہ اراضی عطیہ کرنے کا اِرادہ ظاہر کیا۔ اِس میں محمد حبیب مع برادران نے ڈیڑھ کنال، رب نواز و غلام صدیق ولد حاجی صالح نے ڈیڑھ کنال جبکہ ملک رانجھو برادران

Marfat.com

نے ایک کنال زمین مدرسہ کے لیے نذرانہ پیش کی[1]۔ حضرت صاحب نے یہاں مُدرّس مقرر فرما کر فوراً اسباق کا اجرا فرمایا۔ یہاں بھی حضرت صاحب نے سالانہ جلسہ مقرر فرمایا۔ یہ مدرسہ اس خاطر بھی حضرت صاحب کو زیادہ عزیز تھا کہ یہ آستانہ عالیہ جمعہ شریف کے قُرب میں واقع تھا۔ پس علاقہ دامان میں حضرت صاحب نے تین مدارس قائم فرمائے:

- مدرسہ انوارِ باھُو، گنڈی عمر خان (تحصیل کُلاچی)
- مدرسہ انوارِ باھُو، زندانی (تحصیل ڈیرہ اسماعیل خان)
- مدرسہ انوارِ باھُو، جھوک عبدُاللہ (تحصیل پروآ)

واضح رہے کہ اوپر صرف اُن مدارس کا ذکر کیا گیا ہے جن کا انتظام و انصرام حضرت صاحب خود سنبھالتے تھے۔ اِن کے علاوہ ایسے بیسیوں مدارس ہیں جن کی آپ نے بُنیاد رکھی یا جو آپ کے ایما پر قائم ہُوئے اور آپ نے وہاں کے مقامی لوگوں کو ان کا اہتمام سپرد کر دیا۔ حضرت صاحب نے اپنے وصال (3 اکتوبر 2006ء) سے صرف چند ہفتے قبل اپنے فرزندِ اکبر صاحبزادہ محمد منصور سُلطان القادری حفظہ اللہ کو جامعہ انوارِ باھُو کا نائب مہتمم مقرر فرمایا لہٰذا حضرت صاحب کے وصال کے بعد آپ کے قائم کردہ جُملہ مدارس کا اہتمام اُنہی کو تفویض ہُوا۔ صاحبزادہ منصور سُلطان نے نہ صرف جامعہ کے مذکورہ بالا چھ مدارس کا انتظام و انصرام سنبھالا بلکہ تلہ گنگ اور گوجرہ میں انوارِ باھُو کے دو مدارس قائم کر کے قاری محمد سعید حسن اور خلیفہ عزیز سُلطان کو بالترتیب مُنتظم مقرر کیا۔ جامعہ انوارِ باھُو بھکّر کے نائب مہتمم صاحبزادہ ڈاکٹر سُلطان اللہ نواز شاہد ہیں۔

جامعہ انوارِ باھُو بھکر کے اساتذہ و تلامذہ:

جامعہ و مدارسِ انوارِ باھُو کی مسندِ تدریس کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود تقریباً چالیس برس تک رونق بخشی۔ تدریس اور مطالعہ آپ کے مرغوب ترین مشاغل تھے۔ آپ کی تدریسی صفات کا ذکر اگلی فصل میں آئے گا، تاہم یہاں اتنا بیان کر دینا کافی ہے کہ آپ نے چالیس برس تک بِلا مُشاہرہ تدریس کی اور معقولات و منقولات کی تقریباً تمام مروّجہ کتب کے درس دیے۔ تاہم حضرت صاحب کے زیرِ اہتمام مدارسِ انوارِ باھُو کے مختلف شعبہ جات میں کئی دیگر اساتذہ کرام کی خدمات بھی حاصل کی گئیں جن میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں: مولانا فیض محمد گجوی صاحب (ف:1970ء)، علّامہ مولانا بہادر علی صاحب (فاضلِ بندیال)، مولانا عبدُ الغفور صاحب (واں بھچراں)، مولانا غلام محمد صاحب تونسوی (تونسہ شریف)، مولانا محمد شریف صاحب ضیائی (فاضلِ بندیال)، مولانا نذیر احمد صاحب (میانوالی)، مولانا غلام محمد صاحب

---

[1] روزنامچہ علامہ محمد نور سلطان القادری۔ مورخہ 11 مارچ 2001ء، 19 مئی 2001ء

Marfat.com

(فاضلِ بندیال)، علّامہ احمد نواز صاحب (بھکر)، علّامہ مولانا حبیبُ اللہ شاہ صاحب (مظفر گڑھ)، مولانا نذیر احمد باروی صاحب (بھکر)، مولانا صالح محمد صاحب (رنگ پُور)، قاری غلام رسول سعیدی صاحب (مُلتان)، قاری محمد سُلیمان صاحب (کوٹ سُلطان)، قاری حقنواز سُلطانی صاحب (کٹھہ سگھرال، خوشاب)، قاری محمد رمضان صاحب، حافظ غلام قاسم صاحب، قاری قادر بخش چشتی صاحب، مولانا محمد رفیق صاحب (فاضلِ بندیال)۔

مدارسِ انوارِ باھُو کے تلامذہ (شاگردوں) کی فہرست بہت طویل ہے جسے یہاں درج کرنا آسان نہیں۔ درسِ نظامی، دورۂ حدیث، دورۂ علم میراث، حفظ و ناظرہ قرآن، قرات و تجوید وغیرہ کے شعبہ جات میں ہزاروں طلبا فارغ التحصیل ہُوئے جو دُنیا بھر بالخصوص پاکستان کے متعدد علاقوں میں دینِ متین کی ترویج سمیت کئی شعبہ ہائے زندگی میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ تاہم ذیل میں جامعہ انوارِ باھُو کے صرف اُن طلبا کے اسمائے گرامی پیش کیے جاتے ہیں جنہیں خود حضرت صاحب سے کسی نہ کسی درجہ پر درس لینے کا شرف حاصل ہُوا۔ گویا یہ حضرات خود حضرت صاحب کے شاگرد تھے۔ اِن میں وہ حضرات بھی شامل ہیں جو مروّجہ درسیات سے فارغ التحصیل تو نہ ہو سکے، فقط چند مبتدئ کتب ہی پڑھیں اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جو فارغ التحصیل ہو کر ماشاء اللہ مسانِدِ تدریس پر براجمان ہیں۔ اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں: صاحبزادہ سُلطان حامد نواز القادری (و:1950ء۔ف:2008ء)، صاحبزادہ سُلطان محمد نواز ارشد القادری (و:1960ء۔ف:2013ء)، صاحبزادہ سُلطان خیر محمد القادری (و: 1952ء۔ ف:2016ء)، صاحبزادہ محمد مُشرف سُلطان القادری (و:1955ء۔ ف:1986ء)، صاحبزادہ محمد ندیم سُلطان القادری، صاحبزادہ سُلطان سیف الدین اکمل (و:1968ء)، صاحبزادہ محمد زبیر سُلطان القادری (و:1974ء)، صاحبزادہ محمد منصور سُلطان القادری (و:1974ء)، صاحبزادہ سُلطان محمد نواز ناصر (و:1980ء)، صاحبزادہ ڈاکٹر سُلطان اللہ نواز شاہد (و:1984ء)، مولانا محمد عاشق فائق القادری (مدرسہ سُلطانیہ رضویہ، گڑھ موڑ)، مولانا عبدُ الغنی لہڑی (کراچی)، مولانا حافظ محمد اکرم (سُکاڈھبہ، تلہ گنگ)، مولانا برکت علی، مولانا شیر علی (کُلاچی)، مولانا محمد اکبر، مولانا سخی مرجان، شیر ولی خان محسود (وزیرستان، حال کراچی)، محمود خان، حافظ محمد رمضان سواگی (جمعہ شریف، حال چوک اعظم)، مولانا عزیز الرحمٰن (چوگلہ مسجد، ڈیرہ اسماعیل خان)، حافظ غلام محمد (فیصل آباد)، مولوی حافظ محمد اکرم (عادل سپرا، حال وانا)، مولوی نثار احمد (جمعہ شریف)، صوفی منظور احمد (جمعہ شریف)، مولانا شوکت علی قریشی (جھوک قریشیاں، حال اسلام آباد)، مولانا محمد یوسف سیالوی (بھکر)، مولانا حافظ احمد یار کلول (بھکر)، علّامہ حافظ غلام سُبحانی (کرڑی خسور)، مولانا جیونا فقیر (ٹبی نُور شاہ، بھکر)، مولانا محمد حنیف (بھکر)، مولانا غلام حُسین بھٹی، مولانا عابد شاہ

Marfat.com

(چکوال)، قاری محمد رمضان (خوشاب)، مولانا غلام شبیر قادری حبیبی (سبّی)، مولانا نصرُ اللہ (سبّی)، مولانا فروز حُسین (بھاگ)، حافظ غلام یٰسین قمر (لیّہ)، حافظ غلام محمد (کُندیاں)، حافظ محمد سُلطان (حاجی مورا)، مولوی محمد اصغر، مولوی مظہر حسین، مولانا صاحبزادہ فقیر غلام محمد (نوتک)، حافظ رشید احمد، مولوی عبد اللہ شاہ باروی، حافظ محمد رمضان (سابق خطیب لاری اڈہ بھکر)، حافظ محمد اسلم (جنجوں شریف)، مولوی غلام یٰسین باروی، حافظ شیر زمان، امیر عبد اللہ خان بھٹی (چاہ لعل بھٹی، منکیرہ)، مولوی محمد امیر بھٹی (ڈگر شادا، بھکر)، محمد حفیظ اللہ بھٹی (چاہ لعل بھٹی، منکیرہ)، حافظ امام بخش ولد ملک رب نواز کھر، افتخار حُسین چشتی (ٹبہ نینا)، قاری محمد اقبال (نیکوکارہ)۔

ایک یادگار محفل جس میں غزالیٔ زماں سید احمد سعید کاظمی کے ساتھ کثیر علمائے کرام بالخصوص فرزندانِ غزالیٔ زماں سمیت حضرت علامہ نُور سُلطان القادری اور حضرت سُلطان ارشد القادری بھی موجود ہیں۔

1985ء/1986ء

Marfat.com

فصلِ سوم

دعوۃ وارشاد

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے رسولِ کریم ﷺ کو منصبِ "داعی الی اللہ" عطا فرما کر دعوۃ، تبلیغ، اِرشاد، ہدایت، تبشیر وانذار اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ذمہ داریاں سونپیں۔ حکمتِ باری تعالیٰ کے تحت حضور خاتم النبیین ﷺ کی بعثتِ مبارکہ کے بعد نبوّت کا دروازہ تو ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا مگر فیضانِ نبوت جاری وساری ہے۔ اِسی فیضان کے طفیل دعوت الی اللہ اور تبلیغ دین کی ذمہ داریاں اَب اُمّت کے سپرد ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ اُمّت کے علما ومشائخ نے ہر دَور میں یہ ذمہ داریاں بطریق احسن نبھائیں۔

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ نے دعوۃ وتبلیغ دین کے لیے کثیرُ الجہت خدمات سرانجام دیں۔ حضرت صاحب کا اندازِ تبلیغ اِس آیتِ قرآنی پر عمل پیرا تھا: ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ [1]۔ آپ نے بطور مُرشد، مُدرِّس، خطیب، مُفتی، مُصنّف اور مُبلّغ کے شریعت وطریقت کی ترویج کے لیے شبانہ روز جدوجہد کی۔ ذیل میں آپ کی اِن خدمات کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے۔

الف) تدریس:

تدریسی حلقوں میں حضرت صاحب ایک عظیم مُدرِّس کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود آپ نے فارغ التحصیل ہونے سے لے کر اپنی وفات تک منصبِ تدریس کو کبھی نہ چھوڑا۔ قَالَ اللہ وَ قَالَ رَسولَ اللہ کا درس آپ کا شوق بھی تھا، ذوق بھی اور مِشن بھی۔ لہٰذا آپ نے کبھی تدریس پر کوئی مشاہرہ، اجرت یا اعزازیہ وصول نہ کیا۔

اگرچہ حضرت صاحب نے اپنے عہد کے جیّد ترین اساتذۂ علوم وفنون سے استفادہ کیا تھا مگر آپ نے اُستاذُ الاساتذہ علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا اندازِ تدریس اختیار کیا۔ خود علّامہ بندیالوی کا حضرت صاحب کے متعلّق یہ ارشاد تھا کہ [2]:

"نُور سُلطان صاحب نے جو حرف بھی پڑھا ہے، پڑھانے کے لیے پڑھا ہے"۔

---

[1] قرآن مجید، سورۃ النحل 16، آیت 125۔ ترجمہ: "اپنے رب کے راستہ کی طرف دعوت دیجئے حکمت اور نیک نصیحت کے ساتھ۔ اور لوگوں سے اَحسن انداز میں بحث (یا مناظرہ) کیجئے"۔

[2] روایت از علّامہ محمد شفیع الہاشمی، ساکن کُندیاں۔ مورخہ 10 جنوری 2013ء۔ ٹیلی فون

Marfat.com

حضرت صاحب کے ایک ہمعصر ممتاز عالمِ دین علّامہ علی احمد سندھیلوی رحمۃ اللہ علیہ (ف:2013ء) حضرت صاحب کے فنِ تدریس کے حوالہ سے یوں رقمطراز ہوتے ہیں[1]:

"... اڑتیس اُنتالیس سال پہلے بھکّر میں اُن کے مدرسہ میں پہلی اُن کی زیارت کا شرف حاصل ہُوا۔ طلبا کو سبق پڑھا رہے تھے۔ 'مربی الکبیر' استاذ الاساتذہ ملک العلما علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے انداز میں پڑھا رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا پڑھا نہیں، پلا رہے ہیں۔ ... "

حضرت صاحب کے ایک شاگرد مولانا غلام شبیر حبیبی (آف بلوچستان) آپ کی تدریسی شان اِن الفاظ میں بیان کرتے ہیں[2]:

"اگر آپ کو بطورِ مدرس دیکھا جائے تو آپ جیسا ذکی الذہن مُدرّس کوئی نہ تھا۔ مشکل سے مشکل ابحاث کو آپ آناً فاناً سمجھا دیتے تھے۔ مَیں ایک ادنیٰ سا طالبعلم ہوں۔ جب مَیں حضورِ والا شان قبلہ اُستاذی علّامہ محمد نُور سُلطان قادری کی بارگاہ میں علم کی پیاس بجھانے کے لیے حاضر ہُوا تو آپ نے مجھے فرمایا: "بیٹا، تدریسی کتب میں جتنی بھی مشکل ابحاث ہیں، مَیں اُن کو بحمد للہ آسانی سے سمجھا سکتا ہوں کیونکہ مَیں خود ایسی شخصیات سے علم حاصل کر چکا ہوں جن شخصیات کا شمار بڑے بڑے مقتدر علما میں ہوتا ہے"۔ ... ایک مرتبہ مَیں نے حضور پیر نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں عرض کی: "حضور، مجھے تنازع فعلان کی بحث بالکل سمجھ نہیں آتی۔ کافی علما سے اِس بحث کو پڑھا ہے مگر تشفی نہیں ہو رہی۔ تو آپ نے فرمایا، بیٹا یہ کون سی مُشکل بحث ہے! اسی وقت پانچ منٹ کے اندر آپ نے اس بحث کو سمجھایا تو آج تک وہ بحث میرے ذہن سے نہیں گئی۔ آپ تدریس میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ ..."

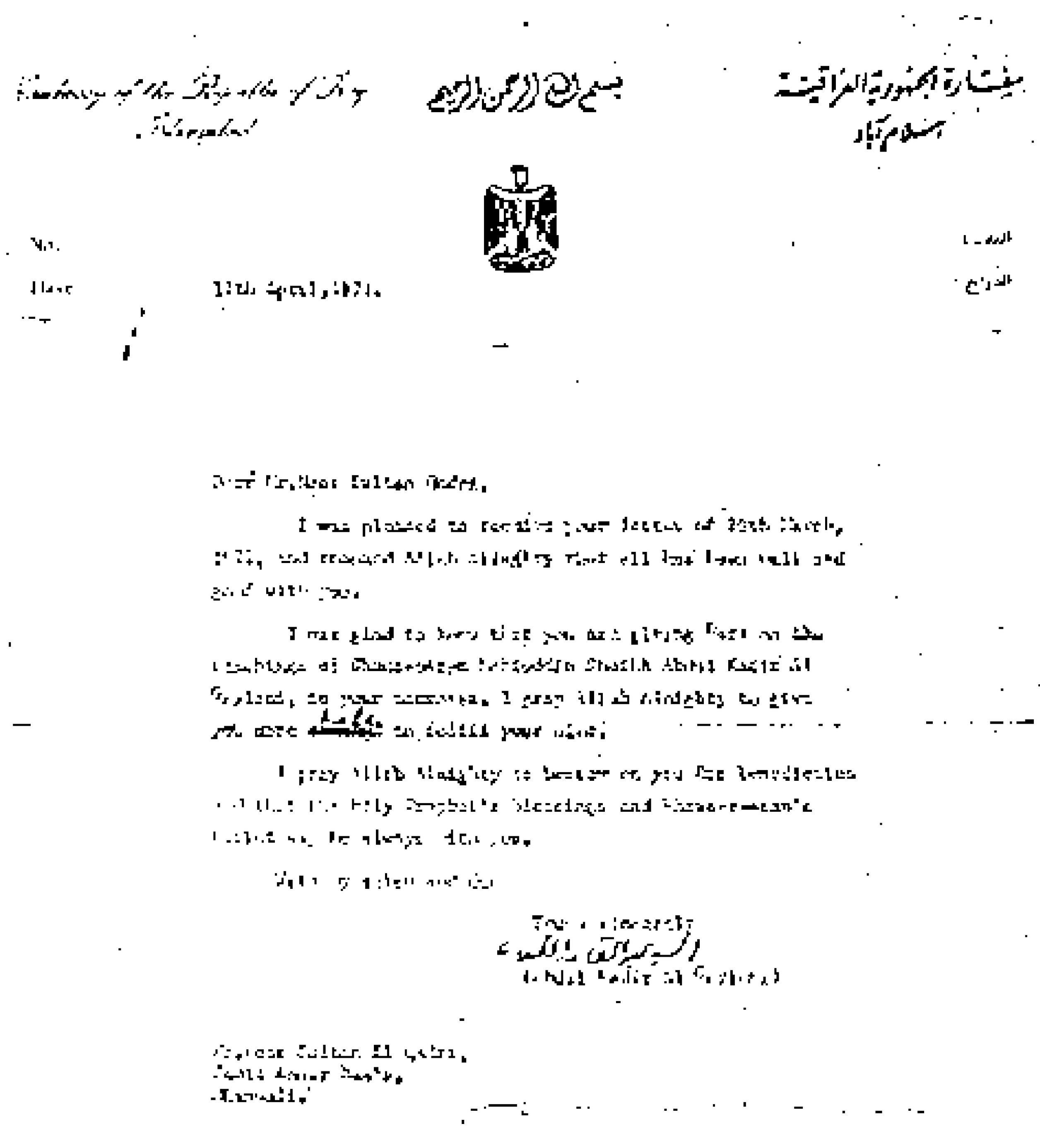
12th April, 1971.

Dear [illegible] Sultan Qadri,

I was pleased to receive your letter of [illegible] March, [illegible]

سفیر عراق کی جانب سے حضرت صاحب کی تدریسی خدمات کا اعتراف اور خراجِ تحسین۔ مورخہ 12 اپریل 1971ء

بد قسمتی سے ہمارے جدید تعلیمی اِدارے مغرب کی اَندھا دُھند تقلید کے باعث اپنے اکابرین کے فنِ تدریس (pedagogics) کو فراموش کر بیٹھے۔ اگر روائتی طرزِ تعلیم اور فنِ تدریس کی حوصلہ افزائی کر کے اِسے ارتقائی مراحل سے گزرنے دیا جاتا تو شاید آج میدانِ علم میں طبقاتی خلیج اِس درجہ وسیع نہ ہوتی۔ حضرت صاحب اِس بات پر اظہارِ افسوس

---

1 مضمون از علامہ علی احمد سندیلوی، شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ لاہور۔ مورخہ 2 جنوری 2012ء۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ راقم۔ (بشکریہ حافظ محمد ابراہیم)

2 مضمون "موت العالم موت العالَم"۔ مولانا غلام شبیر حبیبی آف بلوچستان۔ مورخہ جنوری 2012ء۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

کیا کرتے تھے کہ کئی مدارس نے بھی اب روائتی فنِ تدریس ترک کر کے مغربی انداز اپنا لیا ہے۔ چونکہ راقم کو بحمدُللہ سالہا سال تک حضرت صاحب کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہ کرنے کا شرف حاصل رہا، لہٰذا اپنے اور اپنے دیگر اُستاد بھائیوں کے مشاہدات کی روشنی میں حضرت صاحب کے فنِ تدریس کے چیدہ چیدہ خواص ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

بطور مُدرِّس حضرت صاحب کو لیکچر دینا پسند نہ تھا۔ لیکچر میں اُستاد بولتا چلا جاتا ہے اور ہر طالبعلم اپنی ذہنی استطاعت و توجہ کے مطابق ہی اس سے استفادہ کرتا ہے یا اس کے نکات نوٹ کرتا ہے۔ اِس کے برعکس حضرت صاحب کی تدریس کا انداز بحث والا تھا۔ آپ بوقتِ تدریس طلبہ کو اپنے ساتھ چٹائی پر بٹھاتے۔ طلبا کے سامنے رحل یا تکیہ پر کتابیں پڑی ہوتیں۔ کتاب کی عبارت باری باری طلبا کو پڑھنی ہوتی۔ جہاں طالبعلم عربی یا فارسی عبارت پڑھنے میں غلطی کرتا، حضرت صاحب اُسے روکتے اور تصحیح کیے بغیر خود طالبعلم کو عبارت درست کرنے کا کہتے۔ اگر وہ طالبعلم عبارت درست نہ کر پاتا تو آپ دوسرے طلبا کو وہی عبارت درست کرنے کا موقع دیتے۔ جب عبارت صحیح پڑھ لی جاتی تو پھر ترجمہ کا موقع آتا۔ یہ کام بھی خود طلبا کو کرنا ہوتا اور آپ صرف متوجہ ہو کر غلطی پر ٹوکتے۔ ترجمہ ہو چکتا تو تشریح اور تفصیلی بحث فرماتے۔

طلبا کو یہ ہدایات ہوتیں کہ وہ روزانہ کا پڑھا ہُوا سبق یاد کر کے آئیں جبکہ اگلے روز کے سبق کا مطالعہ کر کے آئیں۔ یُوں طلبا کو ہر روز امتحان سے گزرنا پڑتا۔ روز درس کے آغاز میں آپ پچھلے روز کا سبق طلبا سے فرداً فرداً سُنتے۔ محنت نہ کرنے والے کو سخت سرزنش کا سامنا کرنا پڑتا جبکہ ہم جماعتوں کے سامنے ندامت اس پر مُستزاد تھی۔ آپ کو جب تک تسلّی نہ ہو جاتی کہ طلبا کو گزشتہ دن کا سبق تیار ہے، آگے نہ بڑھنے دیتے۔ چونکہ طلبا کو روز ہی ایک امتحان پاس کرنا پڑتا تھا اس لیے حضرت صاحب کسی شش ماہی یا سالانہ امتحان کا باقاعدہ اہتمام نہ کیا کرتے۔ البتہ جب کسی ایک فن کی چند کتب مکمل ہو جاتیں تو کسی نامی گرامی عالمِ دین کو دعوت دیتے اور طلبا کو زبانی امتحان کے لیے پیش کر دیتے۔ اِسی طرح جب جامعہ انوارِ باھُو کے سالانہ جلسہ یا کسی اور موقع پر کوئی عالمِ دین تشریف لاتے تو حضرت صاحب اُن کے سامنے اپنے تلامذہ کو پیش کرتے اور اُنہیں زبانی امتحان لینے کا کہتے۔ اِس سے طلبا کو جہاں ہر وقت علمی لحاظ سے مستعد رہنا پڑتا وہاں بڑے علما کو انٹرویو دینے سے اُن کے اعتماد میں بھی اضافہ ہوتا۔

طلبا کو دورانِ درس سوالات پوچھنے کی مکمل آزادی ہوتی۔ تاہم اُنہی سوالات کے جواب دیے جاتے جو اُس روز کے سبق سے متعلقہ ہوں۔ بعض اوقات جب ایک طالبعلم سوال پوچھتا تو کسی دوسرے طالبعلم کو اُس کا جواب دینے کو کہا جاتا۔ اس سے طلبا میں تدبّر و تفکّر کی خُو پیدا ہوتی۔ پھر حضرت صاحب خود جواب عطا فرماتے تاوقتیکہ سائل کی تشفی ہو جائے۔ جب

Marfat.com

کبھی کوئی مُشکل بحث سمجھا چکتے تو فرداً فرداً ہر طالبعلم کو کہتے کہ اُس بحث کو دُہرائے۔ جب ہر طالبعلم اپنی زبان سے سبق دُہرا چکتا تب آگے بڑھتے۔ یوں حضرت صاحب کے درس میں طلبا کا ذہنی طور پر غیر حاضر ہونا تقریباً ناممکن تھا۔ نیز آپ کا تدریسی کمال تھا یہ کہ آپ انتہائی مُشکل ابحاث کو نہایت ہی سادہ اور عام فہم انداز میں پیش فرماتے۔

حضرت صاحب درس سرائیکی زبان میں دیا کرتے تھے۔ طلبا بھی اِسی زبان میں درس دہرایا کرتے۔ عربی و فارسی کتب کے درس کے دوران میں جب کبھی ترجمہ کی ضرورت پڑتی تو سرائیکی میں ہی ترجمہ کیا جاتا۔ ہاں، اگر کبھی درس میں کوئی ایسا طالبعلم موجود ہوتا جو سرائیکی نہ سمجھ سکتا تو اُردو زبان ذریعہ بنتی۔ حضرت صاحب ہمیشہ لفظی ترجمہ کراتے اور اس کے بعد بحث اور تشریح کرتے۔ مبتدیٔ طلبا اگر بامحاورہ یا سلیس ترجمہ کرنے لگتے تو آپ حوصلہ شکنی کرتے اور لفظی ترجمہ کا حکم فرماتے۔ آپ فرماتے تھے کی جب تک طالبعلم الفاظ کے درست معانی و محل سے واقف نہ ہو اور جب تک وہ جملہ کی بُنَت اور ترکیب کا ذوق نہ پائے، وہ مصنف کے مافی الضمیر تک نہیں پہنچ سکتا اور یُوں ابلاغ نامکمل رہتا ہے۔ دورانِ ترجمہ جہاں ضروری ہوتا آپ صَرفی و نحوی نقطۂ نظر سے بھی بحث فرماتے۔ راقم کو یاد ہے کہ 1993ء میں حضرت صاحب سے اسباق کا آغاز کیا[1]۔ اگرچہ آپ منتہی کتب پڑھاتے تھے مگر راقم اور اس کی جماعت کو ابتدا سے آپ نے خود پڑھانے کا فیصلہ فرمایا۔ اسباق کا آغاز دینی اخلاقیات کے نصیحت آموز فارسی شعری کتابچہ "کریما" سے کیا گیا۔ کریما کا پہلا شعر اور حضرت صاحب کا سرائیکی لفظی ترجمہ آج بھی مَن وعَن راقم کے ذہن پر نقش ہے۔ ملاحظہ ہو

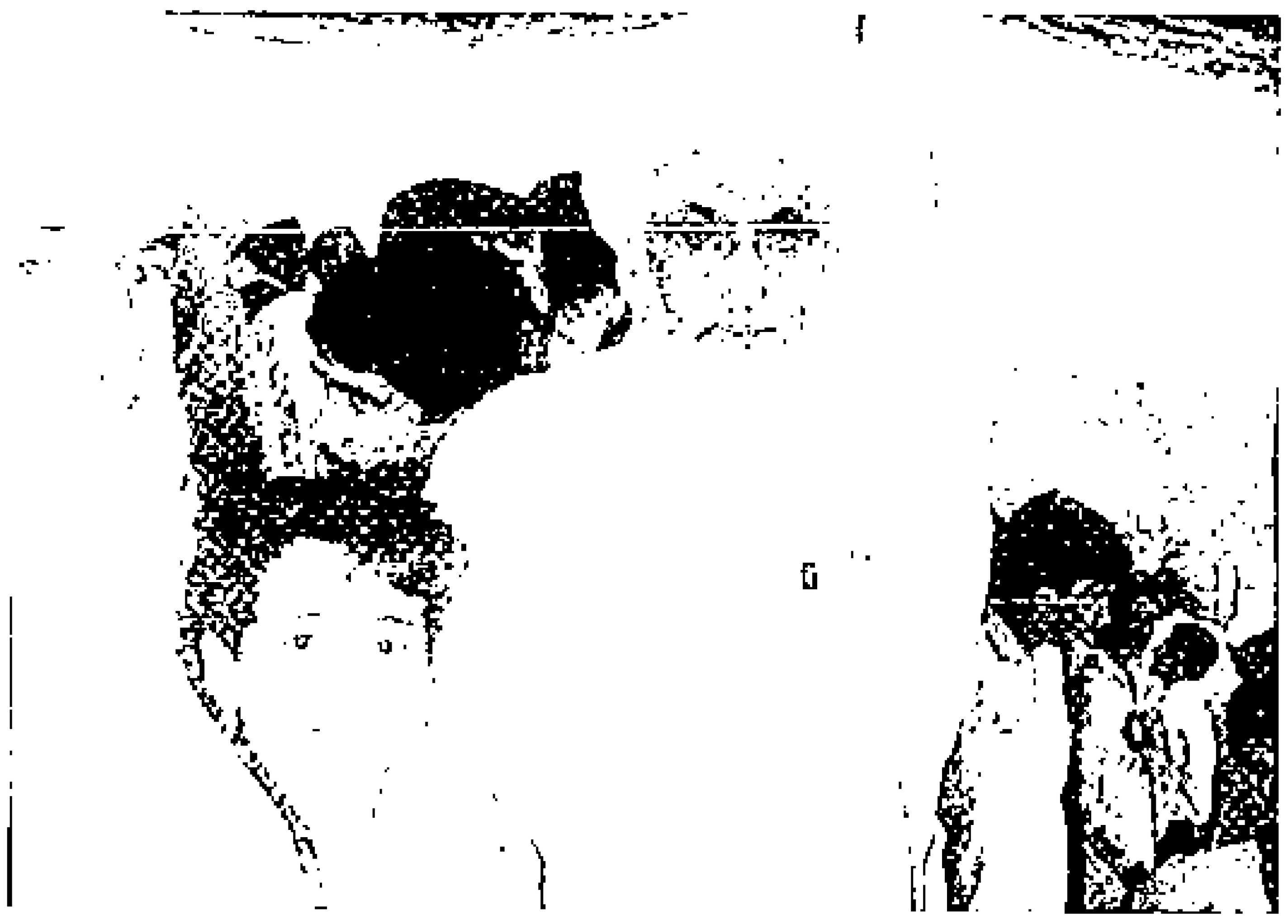

حضرت صاحب اپنے فرزند سلطان ناصر اور مولانا محمد شریف رضوی کے ساتھ۔ 1993ء

کریما ببخشائے بر حالِ ما که هستم اسیر کمندِ هَوا

ترجمہ: اے کریم بخشش فرما، اُتے حال اَساڈے۔ جو ہاں میں قیدی پھندے خواہشات دا

چہل سال عُمرِ عزیزت گُزشت مزاجِ تو از حالِ طفلی نہ گشت

ترجمہ: چالھی سال عُمر پیاری تیڈی گُزر گئی۔ طبعیت تیڈی کنّوں حال چُھرّکی دے نئیں پھری۔

[1] روزنامچہ علامہ نُور سلطان القادری۔ مورخہ 11 اپریل 1993ء

Marfat.com

جب کوئی اَدبی کتاب (مثلاً گلستان یا مثنوی معنوی وغیرہ) پڑھا رہے ہوتے تو طلبا کو حکم ہوتا کہ منظوم عبارات کو اِس آہنگ سے پڑھیں کہ شعر کا وزن خراب نہ ہو۔ حضرت صاحب خود شاعر تھے اور علمِ عروض پر دسترس رکھتے تھے لہٰذا جب کوئی طالبعلم شعر کو غیر موزوں انداز میں پڑھتا تو آپ کو ناگوار گزرتا۔ کبھی کبھی تو آپ ایک باقاعدہ طرز اور لَے میں اشعار پڑھاتے تاکہ طلبا شعر کے صحیح وزن سے واقف ہوں۔ ادبی کتب پڑھاتے ہُوئے بھی حضرت صاحب برمحل آیاتِ قرآنی، احادیثِ نبوی ﷺ اور بزرگوں کے فرمودات کا حوالہ دیا کرتے تھے اور ساتھ ساتھ عقائد و اعمال کے مختلف مسائل سمجھاتے رہتے۔ ایک بار گُلستانِ سعدی کی ایک حکایت پڑھا رہے تھے جس میں یہ شعر حضرت یعقوب علیہ السلام کے حوالہ سے وارد ہوا[1]:

گہے بر طارمِ اعلیٰ نشینم　　　گہے بر پُشتِ پائے خود نہ بینم

حضرت صاحب نے بتایا کہ ایک بار ایک معترض یہی شعر لے کر غزالئ زماں سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور کہا کہ اِس شعر سے شیخ سعدی شیرازی کا یہ عقیدہ ظاہر ہوتا ہے کہ اَنبیا اپنے امور کے بھی مختار نہیں ہوتے، کُجا اُمّت کے حوالہ سے مختار ہونا۔ غزالئ زماں نے بڑے تحمل سے فرمایا کہ شیخ سعدی نے لفظ استعمال کیے ہیں "نہ بینم (مَیں نہیں دیکھتا)"، یہ تو نہیں کہا کہ "نتوانم دید (مَیں نہیں دیکھ سکتا)"۔ لہٰذا یہی شعر اِس بات کی دلیل ہے کہ شیخ سعدی کے عقیدہ مطابق اَنبیا علیہم السلام کو اللہ عزوجل نے اختیار عطا فرمایا ہوتا ہے۔ اِس نقطہ کو وہی اربابِ ذوق سمجھ سکتے ہیں جو ادب کے ساتھ ساتھ گرامر کی بھی سوجھ بوجھ رکھتے ہوں۔

صَرف و نحو کی تدریس پر حضرت صاحب کی مثالی دسترس تھی۔ راقم آپ سے "ابوابُ الصرف" اور "شرح مأۃ عامل" تک ہی یہ علوم حاصل کر پایا۔ طلبا سے صَرف کی گردانیں سُنتے ہُوئے کئی مرتبہ آپ کوئی اخبار یا رسالہ پڑھنے لگ جاتے مگر مجال ہے جو کسی طالبعلم کی کوئی زیر زبر کی غلطی پکڑی نہ جائے۔ اِس طرح آپ اس بات پر بھی اظہارِ ناپسندیدگی کرتے کہ مدارس نے اپنے تدریسی نصاب میں صَرف کے کئی ابواب کو حذف کر دیا ہے۔ آپ درسی کتب کو از اوّل تا آخر پڑھایا کرتے تھے۔

کتبِ فقہ کی تدریس میں حضرت صاحب طلبا کی ذہنی استعداد اور تعلیمی درجہ کو خصوصاً ملحوظ رکھتے۔ راقم نے آپ سے "بدائع منظوم"، "نُورُ الایضاح" اور "قدوری" کے درس لیے۔ جس کتاب کا درس چل رہا ہوتا، بحث اُسی درجہ تک ہی محدود رکھی جاتی۔ ہاں اگر کوئی طالبعلم ایسا سوال کر بیٹھتا کہ جس کا جواب دلائل طلب ہوتا تو آپ دیگر بڑی کتب کے حوالے

---

[1] گلستان سعدی۔ باب دوم۔ حکایت نہم۔ ترجمہ: "کبھی تو میں انتہائی بلند مقام پر بیٹھتا ہوں (اور) کبھی اپنے پاؤں کی پُشت پر ہی نہیں دیکھتا۔"

Marfat.com

بھی بیان فرماتے۔ مسائل فقہ کو سمجھانے کے لیے جس حد تک ممکن ہوتا آپ عملی مظاہرہ کرتے۔ مثلاً وضو کے مسائل سمجھا کر آپ باقاعدہ وضو کر کے دِکھاتے۔ یہاں تک کہ مسائل اچھی طرح ذہن نشین ہو جائیں۔ اِسی طرح ارا کینِ نماز کی ادائیگی کے مختلف مراحل کا بھی عملی مظاہرہ (demonstrate) کر کے دکھاتے۔ فقہ میں اِختلافی مسائل پر بھی بات ہو جایا کرتی۔ مثلاً ایک بار نُورُ الایضاح میں صلوٰۃِ خسوف (سورج گرہن کی نماز) اور صلوٰۃِ کسوف (چاند گرہن کی نماز) کی فصول کے ذکر میں آپ نے فرمایا: "حیرت ہے کہ وہ لوگ بھی اپنے مدارس میں بڑے شوق سے نُورُ الایضاح کی یہ فصول پڑھاتے ہیں جو ممبروں پر کھڑے ہو کر صلوٰۃِ غوثیہ کو غیر شرعی بتاتے ہیں۔ اگر صلوٰۃِ خسوف میں عبادت گرہن زدہ سورج کی نہیں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہوتی ہے تو صلواۃِ غوثیہ میں بھی تو عبادت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں بلکہ واحِد و اَحَد معبودِ برحق اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی ہوتی ہے۔ البتہ نسبت کا فرق ہے"۔

درسِ حدیث ہوتا تو طلبا کے سامنے حضرت صاحب کی صورت میں علم و عرفان کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر موجزن ہوتا۔ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے درس کے دوران آپ کا ذوق و شوق نقطۂ عروج پر ہوتا اور علمیت دیدنی و شنیدنی ہوتی۔ راقم کو آپ سے مشکوٰۃُ المصابیح کے درس لینے کا شرف حاصل ہُوا اور دیگر احادیث کے چند دَرسوں میں سماعت نصیب ہُوئی۔ آپ ایک ایک حدیث کے حوالہ کے طور پر قرآنی آیات اور دیگر احادیثِ مبارکہ کا اَنبار لگا دیا کرتے۔ عقائد کے مسائل عموماً درسِ حدیث کے دوران زیرِ بحث آتے اور اِختلافی مسائل کی وضاحت بھی تفصیل سے کی جاتی۔ یہ درس ایک طرف عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار ہوتے تو دوسری طرف منطق و فلسفہ کی دقیق پیچیدگیوں کے گرہ کُشا ہوتے۔ حدیث کا درس عموماً اپنے مقررہ وقت سے بہت آگے نکل جاتا۔

حضرت صاحب کے نزدیک تعلیم اور تربیت ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم تھے۔ آپ اپنی زبان سے درس دیتے اور اپنے اخلاق و کردار سے ایک ایسا عملی نمونہ پیش کرتے جو طلبا کے لیے قابلِ پیروی ہوتا۔ آپ کے کئی طلبا کو سفر و حضر میں آپ کی معیت میں رہنے کا شرف حاصل رہا۔ آپ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مجسم تصویر تھے اور ایک ایسے فقیہ تھے جس نے شریعت کو اپنی زندگی کے ایک ایک پہلو پر باقاعدہ لاگو کیا ہُوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی زبان میں قدرت نے ایک کمال تاثیر رکھ دی تھی۔

Marfat.com

ب) خطبات:

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کا مرکزی ذریعۂ تبلیغ خِطابت ہی رہا۔ زمانۂ طالبعلمی (تا 1966ء) کے بعد آپ نے تحریر کے بجائے تقریر پر زیادہ توجہ دی۔ اِس دَور میں آپ کی علمی تحقیقات تقاریر و خطبات کے ذریعہ ہی پیش ہوتی رہیں۔ آپ کسی موضوع پر حوالہ جات جمع کرتے تو اپنے کتب خانہ کی متعلقہ کتب کے جِلد والے صفحات پر تحریر کر رکھتے اور پھر یہ تحقیقات تقاریر کے ذریعے عوام النّاس تک پہنچاتے۔ آپ کی سیکڑوں تقاریر آڈیو اور ویڈیو کی صورت میں موجود ہیں جن کی جمع و تدوین سے نہایت ہی قیمتی علمی و تحقیقی اثاثہ ورطۂ تحریر میں لایا جاسکتا ہے۔ حضرت صاحب کے خطبات کئی دینی موضوعات پر براہینِ عقلی و نقلی کے ساتھ مُستند علمی ذخیرہ پیش کرتے۔ قرآن و حدیث کی تفسیر و تشریح اور قرونِ اولیٰ کے علما کی کتب سے حوالہ جات اِن خطبات کے اجزائے ترکیبی ہوتے۔ حضرت صاحب دیگر مسالک کے عقائد و تالیفات کا بھی گہرا مطالعہ رکھتے تھے۔ جس گروہ کے عقائد کا ابطال کرنا ہوتا اُنہی کے اکابر کی کتب کے حوالہ جات ضرور پیش فرماتے کیونکہ وہی اُن کے لیے معتبر ہو کر اصلاح کا باعث بن سکتے تھے۔

حضرت صاحب کے خطاب کی ترتیب یہ ہُوا کرتی کہ سب سے پہلے دُعا کراتے۔ دُعا کے بعد تمہیدی خطبہ پڑھا جاتا جس میں کم از کم ایک آیتِ قرآنی تلاوت کی جاتی۔ پھر اُسی آیت کے موضوع کی مناسبت سے کم از کم ایک حدیث مبارکہ پڑھی جاتی۔ اس کے بعد آیت مبارکہ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا[1] تلاوت کر کے جُملہ حاضرینِ محفل کو بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیۂ درود و سلام پیش کرنے کی دعوت دی جاتی۔ جب حاضرین بآوازِ بلند درور و سلام بھیج لیتے تو حضرت صاحب تلاوت کردہ آیتِ قرآنی کا ترجمہ، شانِ نزول اور تفسیر بیان فرماتے۔ اِسی تفسیر کے ساتھ احادیث کے متعدد حوالہ جات پیش کیے جاتے۔ اکابرین کی کتب، کتب کی جِلد نمبر اور بعض اوقات صفحہ نمبر تک کے حوالہ سے واقعات و فرمودات کے حوالے بیان کیے

حضرت علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ، دورانِ خطاب۔ 2001ء

[1] قرآن مجید، سورۃ الاحزاب 33، آیت 56۔ ترجمہ: "بے شک اللہ (عزوجل) اور اس کے فرشتے نبیٔ اکرم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو، تم بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجو اور خوب سلام عرض کیا کرو۔"

Marfat.com

جاتے۔ حضرت صاحب ایک خطاب میں ایک ہی موضوع پر گفتگو کرتے اور اُسی موضوع کی مختلف جہتیں اور پرتیں کھول کھول کر سامنے رکھتے جاتے۔ آپ اکثر دورانِ خطاب حاضرین سے یہ مطالبہ کیا کرتے کہ آپ کے بیان کو ایک خطیب کے خطاب کے طور پر نہیں بلکہ ایک مُدرس کے درس کے طور پر لیا جائے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے کہ آپ کا مقصد جوشِ خطابت سے محفل کو گرما کر چلے جانا نہیں بلکہ اصلاحِ عقائد و اعمال ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جب آپ کا خطاب ختم ہوتا تو سامعین ایک خاص موضوع کو کاملاً سمجھ چکے ہوتے۔

حضرت صاحب سرائیکی زبان میں خطاب فرمایا کرتے تھے تاہم جگہ جگہ عربی حوالہ جات، نیز فارسی، اردو، انگریزی، پشتو وغیرہ کی برمحل آمیزش بھی موجود رہتی۔ سرائیکی کے علاوہ آپ نے مختلف سامعین کی علاقائی ضرورت کے تحت اُردو، پشتو اور پنجابی میں بھی متعدد خطابات فرمائے۔ آپ کے خطبات میں ایک خاص ادبی چاشنی ہوتی اور برمحل اشعار و ضرب الامثال سے موضوع کو تقویت دی جاتی۔ آپ کے خطاب کی نمایاں ترین خاصیّت آپ کی گرج دار آواز، پُر جلال آہنگ اور دبنگ لہجہ تھا۔ عقائدِ حقّہ کے علی الاعلان اظہار سے کبھی دریغ نہ کیا۔ آپ اُن لوگوں میں سے نہ تھے جو حق و صداقت کو مصلحت کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔ بلکہ آپ اظہارِ حق سے تب بھی پیچھے نہ ہٹے جب آپ کی جان کو سخت خطرات لاحق رہے۔ علّامہ اقبال کا یہ قطعہ آپ کی شخصیت پر صادق آتا ہے[1]:

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ — ہو جس کی فقیری میں بُوئے اَسَدُ اللّٰہی
آئینِ جوانمرداں حق گوئی و بے باکی — اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی

حضرت صاحب کی ذات اور خُطبات کے اِس وصف کا ذکر معروف ادیب اور دانشور پروفیسر مُنیر بلوچ اپنے کالم "صدرا ہا" میں کچھ اِس طرح کرتے ہیں[2]:

"اُن کے وعظ کا مرکز و محور ہمیشہ سرورِ کائنات ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ہُوا کرتی تھی۔ وہ واقعتاً ایک بہت بڑے عاشقِ رسول تھے اور یہ حقیقت ہے کہ جب کوئی عاشقِ رسول اپنے پاک نبی ﷺ سے عقیدت کا ذکر کرتا ہے تو وہ باتیں سننے والی ہوتی ہیں۔ اسی کیف میں ڈوب کر جب علّامہ نُور سُلطان خطاب کرتے تو سامعین بے اختیار رونے لگتے۔ ایک ایک لفظ گویا اُن کی روح کی گہرائیوں سے نکل کر نوکِ زبان پر آتا تھا اور سامعین کے دلوں میں اُتر کر گھر کرتا چلا جاتا تھا۔ اُنہوں نے ہمیشہ اتحاد بین المسلمین کا درس دیا لیکن وہ اپنے عقائد میں

[1] بالِ جبریل۔ علامہ محمد اقبال۔ ص 57۔ کلیات ص 349
[2] روزنامہ "سانول" بھکر۔ مورخہ 17 اکتوبر 2006ء۔ کالم "صدراہا" از پروفیسر مُنیر بلوچ

Marfat.com

چٹان کی طرح مضبوط تھے۔ اپنے نظریات اور عقائد کے حوالے سے رَتی بھر پسپائی کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہ ہوتے۔ اس معاملے میں وہ خاصے جذباتی ہو جاتے۔ مَیں نے ایسے مواقع پر کئی دفعہ دیکھا کہ کوئی انتہائی جذبات کے عالَم میں خطاب کر رہے ہیں لیکن پھر بھی اپنی زبان سے نکلنے والے الفاظ کو ایسی صورت دیے رکھتے تھے کہ جن الفاظ کی ادائیگی پر معذرت نہیں کی جاتی۔ اتنا ماہر مقرر میں نے اپنی زندگی میں کم کم دیکھا ہے۔ سامعین کی نفسیات کو سمجھنا اور اُن کی ذہنی سطح کے مطابق گفتگو کرنا علّامہ نُور سُلطان القادری پر ختم تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں اُن کی محفل میں بڑے بڑے علما بیٹھا کرتے تھے وہاں پر عوام بھی کثیر تعداد میں موجود ہوتے تھے۔"

حضرت صاحب کے خطاب کا ایک وصف یہ بھی تھا کہ اِس میں بیک وقت علمائے دین، عصری تعلیم یافتہ اور نِرے اَن پڑھ سب لوگوں کی ذہنی سطح کا خیال رکھا جاتا اور اِن میں سے ہر طبقہ خطاب سے کماحقہ محظوظ ہوتا۔ یہ امر نہایت حیران کُن تھا کہ ایک ہی خطاب سُنتے ہُوئے علما عقلی و نقلی حوالہ جات نوٹ کر رہے ہوتے، عصری تعلیم یافتہ صاحبان عقائد کا فہم لے رہے ہوتے اور انگوٹھا چھاپ حضرات فرطِ جذبات میں جھوم رہے ہوتے۔ خطاب ختم ہوتا تو ہر طبقہ کے لوگ اپنے ذوق اور ذہنی استطاعت کے مطابق عقائد و اعمال کے نکات جمع کر چکے ہوتے اور عشقِ رسول ﷺ اُن کے دلوں میں مزید راسخ ہو چُکا ہوتا۔ مُشکل مسائل کو آسان اور عام فہم انداز میں بیان کرنے پر آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ پیچیدہ مسائل بھی اِس سہولت اور روانی سے بیان کر دیتے کہ مسئلہ بھی سمجھ آ جاتا، ذہن پر گرانی بھی نہ ہوتی اور محفل میں ذوق بھی بر قرار رہتا۔

بیان کی تمام تر متانت اور موضوع کی سنجیدگی کے باوجود "ظرافت" بھی حضرت صاحب کے خطابات میں موجود رہتی۔ آپ کی ظرافت بھی نہایت شُستہ و شائستہ ہوتی جس میں نہ کسی کی تضحیک ہوتی نہ تحقیر، البتہ انسانی رویّوں کے بعض لطیف پہلوؤں کا دلکش اسلوب میں اظہار ہوتا۔ پروفیسر منیر بلوچ صاحب اپنے مضمون "مردِ درویش" میں یوں رقمطراز ہوتے ہیں[1]:

"جب بھی دورانِ وعظ محسوس کرتے کہ گفتگو قدرے ثقیل ہو گئی ہے تو کوئی نہ کوئی لطیف جُملہ بیان کر دیتے جس کو سُن کر سامعین کے چہروں پر تراوت آ جاتی اور ثقافت لطافت میں بدل جاتی۔ پیر صاحب میں حسِّ مزاح خاصی تھی۔ آپ جیسی سنجیدہ شخصیت جب مزاحیہ جملے بولنے پر آتی تو محفل کو کشتِ زعفران بنا دیتی۔"

---

[1] روزنامہ "بھکر ٹائمز"۔ مورخہ 21 مارچ 2009ء۔ مضمون "مردِ درویش" از پروفیسر مُنیر بلوچ

Marfat.com

حضرت صاحب کے خطابات اگرچہ شانِ رسالت مآب ﷺ کے گرد ہی گھومتے رہتے مگر موضوعات کے اعتبار سے اِن میں کافی تنوّع ہوتا۔ عموماً آپ اصلاحِ عقائد کا درس دیتے۔ ایک ہی موضوع پر خطاب کرتے ہوئے آپ ہر بار کئی نئے علمی نکات بیان فرماتے اور اپنی نت نئی تحقیقات شاملِ خطاب کرتے۔ جن موضوعات پر آپ اکثر خطابات فرماتے، وہ یہ ہیں: عقیدۂ توحید و رسالت، نبی اکرم ﷺ کی نورانیت و بشریت، اختیاراتِ نبوّت (فلسفۂ شریک و حبیب، تمیز مابین اختیارِ ذاتی و عطائی)، عصمتِ نبوّت ﷺ، حیاتُ النبی ﷺ، علمِ نبوی ﷺ، شانِ رحمت للعالمین، عقیدۂ ختمِ نبوّت، معراج النبی ﷺ، میلادُ النبی ﷺ (خلقت، بعثت، ولادت)، مسئلۂ تقبیل ابہامین، مسئلہ حاضر و ناظر و جوازِ ندائے یا رسول اللہ ﷺ، فلسفۂ وسیلہ، فلسفۂ خلافت و نیابت، شانِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً شانِ خلفائے راشدین (فرداً فرداً)، فضائلِ اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم و فضائلِ شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم، شان و مقامِ ولایت، فضائل و تعلیماتِ اولیا خصوصاً غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ و سُلطانُ العارفین رحمۃ اللہ علیہ، فضائلِ رمضان المبارک، نماز (فلسفہ، فضائل، مسائل)، فضائلِ درود و سلام، فلسفۂ دُعا و مسئلہ دُعا بعدِ جنازہ، قُربانی و حج (فلسفہ، فضائل، مسائل)، فلسفۂ موت، عشقِ رسول ﷺ اور ناموسِ رسالت وغیرہ۔

بھکّر میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال تک خطبۂ جمعہ بیان فرمایا۔ ابتدا میں دو ڈھائی سال جامع مسجد سردار بخش رحمۃ اللہ علیہ اور پھر اپنے وصال تک جامع مسجد خلفائے راشدین (کچہریوں والی مسجد) میں آپ نے بلا مشاہرہ خطبات اِرشاد فرمائے۔ آپ کا یہ ہفتہ وار خطاب ایک عظیم علمی و روحانی درس ہوتا۔ دُور و نزدیک سے لوگ آپ کا بیان سننے باقاعدگی سے آتے۔ یہ دیکھا گیا کہ حضرت صاحب کی اقتدا میں نماز پڑھنے والوں کو ایسا لُطف و سرور نصیب ہوتا اور ایسی علمی و روحانی تشفی ہوتی کہ وہ کہیں بھی ہوتے، جمعہ ضرور مسجد خلفائے راشدین پہنچنے کی کوشش کرتے۔ حضرت صاحب کی بھی حتی الوسع کوشش ہوتی کہ جس دُور دراز مقام پر بھی ہوں جمعہ کے لیے ضرور واپس بھکر آجائیں۔ خطباتِ جمعہ میں حضرت صاحب کے سامعین بھی عجب عالَمِ کیف کے حامل تھے۔ بھکر شہر اور آس پاس کی بستیوں سے باقاعدگی سے آنے والے سامعین اپنے اپنے مخصوص انداز میں مسجد کی صفوں میں خاص مقامات پر بیٹھتے تھے۔ یُوں معلوم ہوتا تھا جیسے اِن حضرات کو اِس مسجد کے یہ خاص مقامات روحانی طور پر ودیعت کر دیے گئے ہوں۔ راقم نے یہ بھی دیکھا کہ حضرت صاحب کے سامعین میں سے جب کوئی فوت ہُوا تو جس مقام پر وہ خطابِ جمعہ سُنا کرتا تھا، وہاں اُس کا بیٹا یا پوتا بیٹھنے لگا۔ یہ دیکھا گیا کہ جو لوگ سالہا سال اور نسل در نسل حضرت صاحب کے خطباتِ جمعہ سُنتے رہے اُن کا علمی معیار بہت بلند ہو گیا۔ حتیٰ کہ بظاہر اَن پڑھ لوگ بھی آپ کے خطبات کی برکت سے اِس قدر حوالہ جات اور مسائل جمع کیے ہوتے کہ اُن کو اپنے اپنے دیہاتوں میں اچھا خاصا عالِم سمجھا

Marfat.com

Marfat.com

نہایت دُشوار محسوس ہوتا ہے۔ ذیل میں حضرت صاحب کی ڈائریوں سے اخذ شدہ اُن علاقوں کے نام دیے جاتے ہیں جہاں جاکر آپ نے خطبات اِرشاد فرمائے:

پنجاب کے شہر: بھکّر، دریا خان، حیدر آباد تھل، منکیرہ، لیّہ، کروڑ، میانوالی، خوشاب، سرگودھا، مُلتان، فیصل آباد، قصور، لاہور، شیخوپورہ، سرائے مہاجر، جھنگ، فتح جنگ، کُندیاں، کمالیہ، حسن ابدال، فتح پور، میاں چنوں، شجاع آباد، کوٹ ادو، واہ کینٹ، کلور کوٹ، قائد آباد، جوہر آباد، راولپنڈی، گولڑہ شریف، احمد پُور سیال، اڈہ مُرید والا، رُکن پُور، کوٹ سُلطان، خانیوال، بھیرہ، مظفر گڑھ، ڈیرہ غازی خان، گوجرانوالہ، تاندلیانوالہ، کاموٹکی، تلہ گنگ، اوکاڑہ، ماموں کانجن، چوک اعظم

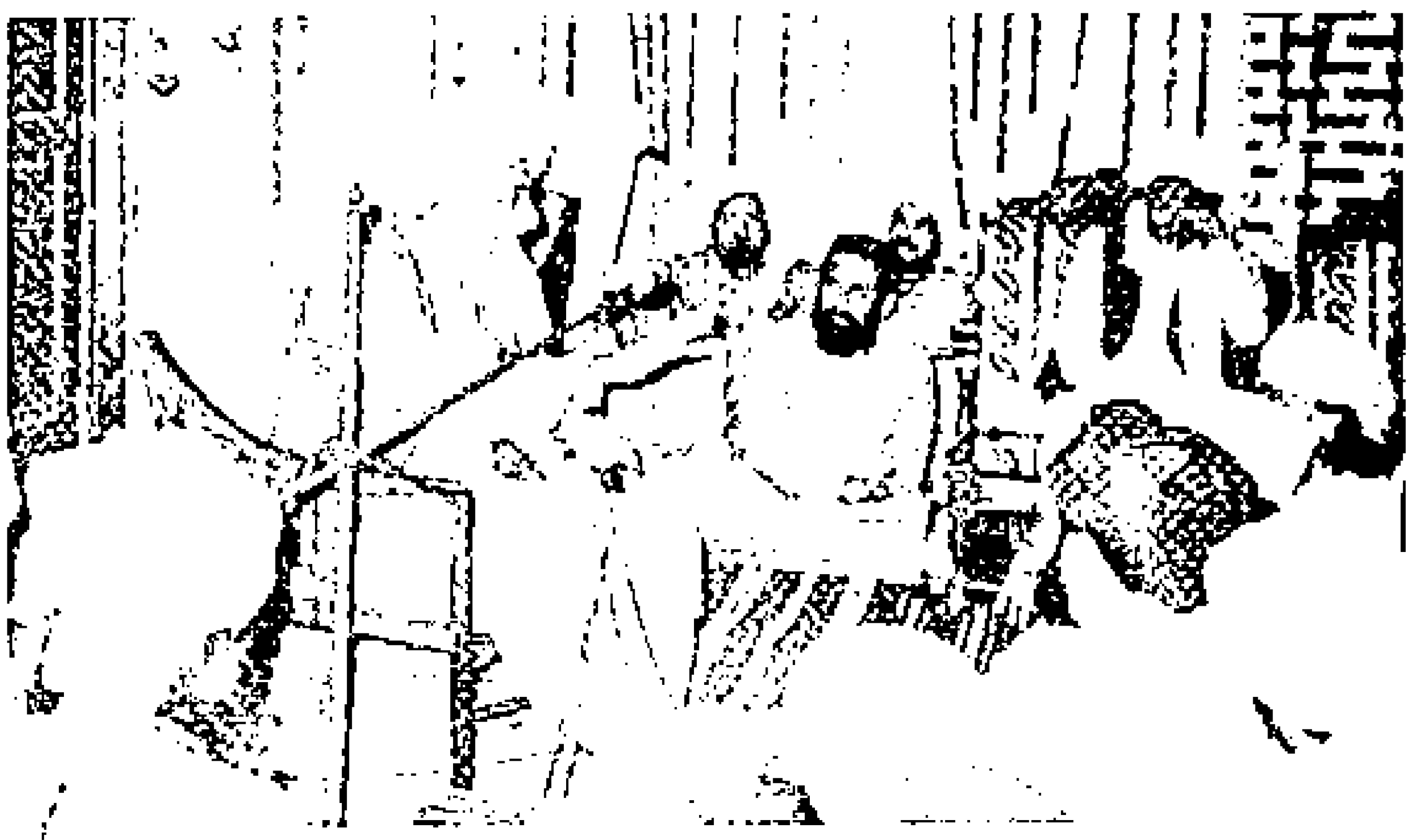

حضرت صاحب فیصل آباد میں خطاب فرماتے ہُوئے۔ حضرت سُلطان غلام باھو رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سُلطان ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ اور حکیم احمد شاہ نمایاں ہیں۔ 1988؟ء

حضرت صاحب، دورانِ خطاب

پنجاب کے دیہات: چاہ مکل، خاکی شریف، چاہ کوٹھے والا، ٹبّی نُور شاہ، جہانخان، کاٹھاں والا، کورو بمب، بستی اولکھ، یارو بروکھہ، گڈولہ، معظم والی، بندیال، پیر کالونی، چاہ لعل خان بھٹی والا، چاہ اعواناں، تھتھل، جھوک میتلا، حسّو بلیل، اڈہ کوٹ محمد یار جوتا، داجل، کوٹلہ، کٹھ سگھرال، داؤد، احمد آباد بھونکی، بالا شریف، گھلکن، لاٹ نمبر 16، گوہر والا، نواں گسو، شوکت والا چک 73، ڈلّے والی، گوہر والا، ٹھٹھی (داؤد خیل)، بستی اعوان، پھلیسر، برکت والا، چاہ جھانگواں، موہڑہ تھتھال، منگوال، رضائی شاہ، کہاوڑ کلاں، اقبال نگر (میاں چنوں)، چک 31، چک 34 (میاں چنوں)، پھلروان شریف (سرگودھا)، چوک میتلا، برکت والا، چاہ حسّو، چاہ کوٹھے والا، چک 53، سید آباد، ہیتو، غلامے والا، جنجوں شریف، بکھی چاہ، چاہ بنے والا، چک 72، اڈہ شوکت والا، چک 71، ڈگر شادا، موندے والی، چاہ چوہدری والا، مکھڑال والا، جھوک سانٹیہ، چاہ فتح محمد، شادیہ، موسیٰ والی، پٹھان کوٹ، منگوال، کندوال، پپلاں، جھوک سویلا، ہرنولی موڑ، کلول، کرمانوالہ، ڈھیری (نزد چکری)، سناواں (کوٹ ادو)، بستی سمندری (دربار حضرت سُلطان باھُو)، چاہ دوست محمد والا، ڈیرہ بلوچاں، بھبے والا، پیر اصحاب، بشکا والا، دروھڑ، چاہ جھانگواں، بستی سارنگ، چھتر شریف، دَدھے والی، بستی خوجیاں والی، بندہ باؤشاہ، جوئیہ (ڈلیوالہ)، بستی نُور جمال (پنجگرائیں)،

Marfat.com

چک 45، چک 47، شاہی، امیر آباد (ڈیرہ غازی خان)، لدھانہ، ڈب، یوسف شاہ، ٹبہ کھچیاں والا، انار شاہ، پینگھ لڑ، موڑ ڈالاں والا (جھنگ)، چاہ گھوڑی والا، ہمدانی والا، ڈتوری والا، بکھی کھوہ، ڈوگی (دریا خان)، میبل شریف، چک 43، 47، 48، 106 (ملتان)، بھوڑاں والا، پکا گنجیرہ، سُلّا چاہ، برکت والا، مہوٹہ، بجرے والی، ٹی ڈی اے 186، کا نجن، ٹبہ اکبر شاہ، کپاہی، موندے والی، پٹھان آباد، اکبرانوالہ، کوٹیڑھا، ابا خیل (میانوالی)، ڈیلی، بستی کمہاراں (کروڑ)، بستی نورنگ، بستی نُور جمال، چاہ اعواناں والا (کروڑ)، وڑائچ والا، نوتک، جوئیاں والا / قطب آباد (جھنگ)، خان گڑھ، محمد والا، چاہ فضلے والا (فیصل آباد)، خواجہ والی بستی، کوٹلی باقر شاہ، چک 82، چھٹی کپ، دائرہ دین پناہ، بیٹ بوگھا، چاہ جھیلن، قادو والی، رضائی شاہ، سواگ شریف، بازو شریف، بھور شریف، چک 56، نواں گسّو، بستی اولکھ، دین پُور، چک 78، چک 39 (نزد خانیوال)، انار شاہ، احسان پُور، بستی کمہاراں والی (کروڑ)، کوندراں والی، وَدھے والی، بہیتر (ڈھینگ موڑ، لاہور)، چاہ محمد یار والا، ڈگر پیر اصحاب، مجوکہ، جباڑاں، کاہنہ نو (لاہور)، چک 6 (دریا خان)، چک 336 رانی والا / چراغ آباد (فیصل آباد)، کالو دَھئی، ہتاراں والا، نُوریاں والا (فیصل آباد)، 36 کھوکھ (بھکر)، ڈگر اعواناں، اِسڑاں والا، جنڈ کھوہ چک 49 (بھکّر)، علی پُور (مظفر گڑھ)، کھچی خورد، بورے والا، جھال وٹواں، کبیر والا، کوٹ چٹھہ، چوٹی زیریں (ڈیرہ غازی خان)، چاندنہ، پنڈیاں والا، اولکھاں والا، ہتاراں والا، رجانہ، چک 54 ڈٹیاں والا (فیصل آباد)، چاہ نول، پکی نہر سادات، چک 178، چک 187، بستی سندیلہ، ڈوئیاں والا (فیصل آباد)، غوث آباد (جھنگ)، چک ڈیساں والا (فیصل آباد)، چک 186، چاہ اسماعیل والا، گلے والا (سرائے مہاجر)، مُلّاں والی، جھر کل، چک 223، چاہ حیدر زرانی والی (مسلم کوٹ)، بستی کنیالاں، چک 10، چک 14، جنڈو کھوہ، بستی تلوکر، چک 82 شمالی، رُکن پُور، چوک میتلا، ڈرالاں والا، احسان پُور، بستی دھندیاں والی، سیگڑہ کھوہ، طاہر آباد، ڈھوک مُرید (راولپنڈی)، نصیر آباد (راولپنڈی)، بلکسر، چک 210 بھکر، بستی سدو (حیدر آباد تھل)، ہڈیارہ (لاہور)، بستی کلاسرا، مٹھو بنڈو، بستی لعل، میکن (خوشاب)، منگوال، چاہ کرٹانوالہ، چک 109 (کروڑ)، بستی کھرل (کوٹ سُلطان)، شاہ جمال، چک 44، چک ڈوئیاں، چک 247، چک 199، بستی کوندراں والی (نوتک)، چاہ لنگھا، چاہ مبارک والا، سُکھر (تلہ گنگ)، چاہ تنگڑ والا، چک 104 (فتح پُور)، راجن شاہ، گلوٹی، ڈھلا، بکھاری کلاں (تلہ گنگ)، چاہ بھڈی (جہانخان)، ٹبہ قائم دین (خوشاب)، چک 71 (چکیاری)، عاقل شاہ، چک 79، کوٹ اسماعیل (سرگودھا)، بھاگل (لیّہ)، بستی درکھاناں والی (قصبہ گجرات)، ہتاراں والا، ہیتو، چک اعواناں (چیچہ وطنی)، چک 75 (لیّہ)، ہسڑاں والا، راجڑ (چکری)، دھریمہ، ڈھوک جھنڈا، ادلکہ (تلہ گنگ)، چوکھنڈی شریف، ریاض آباد، مُلّاں والی، جھر کل

Marfat.com

حضرت صاحب ڈیرہ اسماعیل خان میں خطاب فرماتے ہُوئے۔2006ء
سیّد نزاکت حسین گیلانی، خاکسار اللہ دتہ سلطانی اور سُلطان ناصر ہمراہ ہیں

سرحد (خیبر پختونخواہ) کے شہر: ڈیرہ اسماعیل خان، کُلاچی، پشاور، پہاڑپُور، درابن کلاں، موسیٰ زئی شریف، ٹانک، گومل، لکی مروت، کوٹ نواز، مردان، پیزو

سرحد (خیبر پختونخواہ) کے دیہات: شیر و کُہنہ، گنڈی عمر خان، چھجڑی، گرہ خان، گنٹار، گرہ عبداللہ، جھوک مسّو، گرہ علی خان، کوڑی، عادل سپرا، کوٹ ظفر (ظہیر)، کوٹ ولی داد، گرہ محمود، کوٹ عیسیٰ خان، گرہ سکندر (شکندر)، رشید، جنڈی بابڑ، کھوکھر، گرہ ابراہیم (بریم)، خُدکہ، گرہ احمد (احمت)، مارُو، تھتھل، لانگ خیر شاہ، بُدھ، رشید، سنگُو، رنگ پُور، نڈی، چدھرڑ (نزد ٹانک)، پنیالہ، چودھوان، مندھراں کلاں، حاجی مورہ، زندانی، کوڑی جمال، بکھی، تھلی، شیر و کُہنہ، نورنگ، دادن، پوٹہ، کھوہاوڑ، شور کوٹ (ڈیرہ اسمٰعیل خان)، کوٹ عیسیٰ خان، گنٹار، بستی کھر، تِلکنڑ، فاضل، موگا، چڑا، جھوک ترلیاں والی، گنگری، کوٹ چٹھہ، دھولکہ، شالہ، روڑہ، میرن، لُنڈہ شریف، بُجڑی، روڈہ، بگوانی شمالی، مستان، بستی ٹھٹھہ، رمک، جھوک مسّو، تھلیاں، ڈھوتر، مقیم شاہ، فقیرا، ببّر، اُسترانہ، کڑی شموزئی، مرغزائی، ممدزئی، علی خیل، شادی زئی، منگل، نائیویلہ، کوٹ شاہنواز، گرہ میرعالم، کوڑی ہوت، تھلی، بھنڈ، رمضی، بابو، مندھراں سیداں، غلام والا، گرہ بلوچ، فقیر آباد، جھوک معظم والی، آبا شہید، حیات بھوچرہ، کڑی شاہ داوٗد، بستی کوکار، امیر شاہ، تھلی، گرہ حیات، بستی دھپ، بدھ، مت، مُریالی، جھوک قریشیاں، طلائی بُڈھا شاہ شرقی، صدرہ شریف، کوٹ موسیٰ، گمبیلا، مترا آباد، بستی موسیٰ کھر، کڑی سُلطان جان، گرہ اخونزادہ، اٹل شریف، بھٹیسر، گورمانی، بستی ایسراں والی، ٹھٹھہ سونڑھ، وانڈہ اکبری، گلوئی، کچہ ملانہ، بستی لچھرا، کیچ، بستی لکھانڑی، گورمانی، جھوک گملہ، بستی گشکوری، لوک، چاہ پیپل والا، مور جھنگی، بستی مچھرا، سمندر شریف، کوٹ دولت، اناڑہ گرہ

بلوچستان: کوئٹہ، سبّی، ڈھاڈر، بھاگ ناڑی، حاجی شہر، لہڑی، رانی پُور، مشکاف، سونگھر، نوتال، کھارا، کٹبار شریف، تنیہ، کورار، لورالائی، ایوزئی، ژوب، اوستہ محمد، شہداد کوٹ، صحبت پُور، ٹیپل ڈیرہ، ڈیرہ مراد جمالی، مٹھڑی، بستی موسیٰ، فورٹ سنڈیمن، مانڑی خواہ، نرے، درے، نفوشکے، راغہ، تھپ اسوٹھ، ممدزئی، نشپہ، تکڑے، غڑدام غوژ، لغڑکے، علی خیل، کدے زئی، کپی، انزرگڑی، غڑیاسہ، خرم زئی، پڑیزہ، لوئے خوا، پغاڑہ، موسیٰ خیل بازار، سلیے زئی، فورٹ منرو

Marfat.com

حضرت صاحب کراچی میں خطاب فرماتے ہوئے۔ 2001ء
صاحبزادہ زبیر سلطان، خلیفہ محمد حسین سلطانی اور جام حفیظ ساتھ ہیں۔

سندھ: کراچی، حیدرآباد، جیکب آباد، روہڑی، گوٹھ عبدالحمید، ستیانی شریف

قبائلی علاقہ جات (فاٹا): وانا، سروکئی، جاول کوٹ، بدر، نگزان خیل، زنڑیں نُور

وفاقی علاقے: اسلام آباد، مظفر آباد، میر پُور، منگلا، ڈڈیال۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ حضرت صاحب کو **مدینہ منورہ** میں بھی کئی محافل میں خطاب کرنے کی سعادت نصیب ہوئی جہاں آپ نے اپنے وصال سے صرف تین ساڑھے تین ہفتے قبل 14 شعبان کی محفل میں 8 ستمبر 2006ء کو آخری بار خطاب کیا۔

مندرجہ بالا فہرست کو دیکھ کر ایک بار تو دِل دہل جاتا ہے اور دماغ گھوم جاتا ہے کہ تبلیغ و اِرشاد کے لیے اس قدر وسیع خدمات صرف ایک فردِ واحد کی سعیٔ جلیلہ ہیں۔ مگر بات صرف یہیں تک محدود نہیں۔ مندرجہ بالا فہرست میں کئی ایسے شہروں اور دیہاتوں کے نام ہیں جہاں حضرت صاحب ششماہی یا سالانہ محافل میں وعظ و ارشاد فرماتے تھے۔ اُن علاقوں میں حضرت صاحب کے دَم قدم سے ایک واضح علمی و اخلاقی تبدیلی نظر آئی۔ خصوصاً علاقۂ دامان اور علاقۂ تھل کے وہ علاقے جہاں حضرت صاحب کا باقاعدہ سلسلۂ رُشد و خطاب رہا، وہ علم و عمل میں اُن علاقوں سے بہت بلند نظر آتے ہیں جو آپ کے فیض ہدایت سے نسبتاً محروم رہے۔

ج) رُشد و ہدایت:

تدریس و خطابت سمیت دعوۃ و ارشاد کے دیگر ذرائع اپنی جگہ مگر حضرت صاحب علامہ محمد نُور سلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ دراصل تبلیغ بالعمل کے داعی تھے۔ چونکہ آپ خود احکامِ شریعت پر نہایت سختی سے عمل پیرا رہتے تھے اِس لیے آپ کے اِرد گرد رہنے والے خود بخود آپ کے عمل سے تبلیغ حاصل کر رہے ہوتے۔ آپ غیر شرعی امور کے ارتکاب یا شرعی احکام کے ترک پر نہایت ناگواری و ناراضی کا اظہار کرتے تھے۔ خصوصاً نماز میں سُستی کرنے والوں کی خوب سرزنش کیا کرتے تھے۔

برادری ہو یا شہر داری، ایوانِ اقتدار ہو یا آستانہ، آپ نے ہمیشہ تارکینِ احکامِ شریعت کے خلاف علی الاعلان صدائے حق بلند کی۔ یہاں ایک واقعہ بیان کر دینا مناسب ہو گا۔ 2001ء میں راقم نے بی اے میں پنجاب یونیورسٹی میں اوّل

Marfat.com

پوزیشن لی تو اس کے اعزاز میں بھکّر میں ایک خاتون صوبائی وزیر کی طرف سے تقریب منعقد کی گئی جس میں ضلعی انتظامیہ کے افسران، ضلعی ناظم، اور قانون ساز اسمبلیوں کے اراکین شامل تھے۔ اِنتظامیہ کی طرف سے حضرت صاحب کو راقم کے والد کے طور پر شرکت کی دعوت تھی۔ تقریب شروع ہُوئی تو کچھ دیر میں خاتون صوبائی وزیر بھی بطور مہمانِ خصوصی پہنچ گئیں۔ موصوفہ کے سَر پر دوپٹہ نہ تھا۔ حضرت صاحب نے باآوازِ بلند فرمایا کہ ایسے غیر شرعی ماحول میں بیٹھنا ایک عالمِ دین کے شایانِ شان نہیں لہٰذا مَیں جا رہا ہوں۔ اپنا احتجاج ریکارڈ کرا کے حضرت صاحب تشریف لے گئے۔ یہ تھا حضرت صاحب کا کلمۂ حق کہنے کا جذبہ اور تبلیغ بالعمل کا انداز۔

حضرت صاحب کے کردار و گفتار کی برکت سے کئی غیر مُسلموں نے آپ کے دستِ مبارک پر کلمہ پڑھا اور دائرۂ اسلام میں داخل ہُوئے۔ خصوصاً کئی عیسائی مُسلمان ہُوئے۔ آپ ایسے نَو مُسلموں کی تالیفِ قلب کا مکمل اہتمام فرمایا کرتے۔ چونکہ مذہب تبدیل کرنے والوں کو اپنی قوم قبیلہ کی جانب سے سخت مزاحمتوں کا سامنا رہتا ہے، اِس لیے حضرت صاحب اِن نَو مُسلموں کے معاشرتی اور معاشی مسائل کے حل کا بندوبست بھی فرماتے۔ اُن کے روزگار کے لیے تگ و دَو کرتے اور حتیٰ کہ اپنے عقیدت مند گھرانوں میں اُن کی شادیاں کرانے کا اہتمام بھی کرتے۔ اسی طرح حضرت صاحب کے وعظ و تبلیغ سے متاثر ہو کر کئی بدعقیدہ مُسلمان عقائدِ صحیحہ کی طرف راغب ہُوئے۔

حضرت صاحب ہمیشہ اربابِ اقتدار و اختیار کو اُن کے فرائضِ منصبی یاد دلاتے رہتے۔ علاقہ کے سیاسی عمائدین، ضلعی انتظامیہ اور پولیس افسران وغیرہ کو سرکاری اور نجی محافل میں بڑی شدت سے احساس دلایا کرتے کہ ان کو عوام کی پُرخلوص خدمت کرنی چاہیے۔ آپ مظلوم طبقہ کی آواز ایوانِ اقتدار تک پہنچانے کی بہت سعی کیا کرتے۔ مظلوم اور پِسے ہُوئے طبقہ کے مسائل حل کراتے ہُوئے آپ اُن کے فرقہ یا سیاسی و نظریاتی گروہ کو بالائے طاق رکھ کر خدمت کیا کرتے۔ مزید برآں آپ اربابِ اختیار کو اعمالِ صالحہ و عقائدِ صحیحہ کی تبلیغ بھی فرمایا کرتے تھے اور یہ حضرات اکثر آپ کے پاس اپنے علمی استفسارات لے کر پیش ہوتے اور تشفی بخش جواب پاتے۔

Marfat.com

د) تبلیغی، علمی اور روحانی محافل:

دعوۃ واِرشاد کا ایک مؤثر ذریعہ ایسی تبلیغی محافل کا انعقاد ہے جن میں بیک وقت کئی لوگوں کو رہنمائی دی جا سکتی ہے۔ حضرت صاحب علامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ ترویجِ علم اور تبلیغِ دین کے لیے باقاعدہ کئی محافل منعقد کرایا کرتے تھے۔ یوں تو آپ کے زیرِ سایہ ملک بھر میں کئی سالانہ محافل ہوتی رہیں، تاہم جو محافل خود آپ کے زیرِ اہتمام انجام پاتیں اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ا۔ سالانہ سہ روزہ جلسہ انوارِ باھُو بھکر:

جامعہ انوارِ باھُو بھکّر کے سالانہ سہ روزہ جلسہ کی بُنیاد بانیٔ مدرسہ حضرت سُلطان محمد مُشتاق القادری رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی۔ 1966ء میں جامعہ کا پہلا اور مارچ 1967ء میں جامعہ کا دوسرا سالانہ جلسہ اُنہی کے زیرِ اہتمام منعقد ہُوا جس کے بعد وہ عالمِ فانی سے رحلت کر گئے۔ مدرسہ کا تیسرا سالانہ جلسہ 15، 16، 17 مارچ 1968ء کو کمیٹی گراؤنڈ بھکر میں حضرت صاحب علامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ اہتمام منعقد ہُوا۔ یہ حضرت صاحب کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والا جامعہ انوارِ باھُو بھکر کا پہلا سالانہ سہ روزہ جلسہ تھا۔ فخرِ کشمیر حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ نے جیکب آباد سے آ کر جلسہ کی سرپرستی فرمائی۔ جلسہ میں صاحبزادہ علامہ فیض الحسن آلومہاروی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث مولانا محمد شریف رضوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا حافظ عزیز احمد رحمۃ اللہ علیہ سمیت متعدد علما نے خطابات فرمائے[1]۔

سیّد فیض الحسن آلومہاروی اور حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری جامعہ انوارِ باھُو بھکر کے سالانہ جلسہ کے موقع پر۔ ?1968ء

حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو، مولانا عبدالستار خان نیازی، علامہ محمد نُور سُلطان القادری اور سُلطان ناصر۔ مارچ 1998ء۔ جامعہ انوارِ باھُو بھکر

[1] روزنامچہ حضرت سُلطان غلام دستگیر فخرِ کشمیر۔ مارچ 1968ء۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

Marfat.com

1968ء سے لے کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سالِ وصال یعنی 2006ء تک کوئی ایک سال بھی ایسا نہ گزرا جس میں جامعہ انوارِ باھُو کے سالانہ جلسہ میں ناغہ ہُوا ہو۔ مُلکی، معاشرتی اور معاشی حالات خواہ کیسے ہی کیوں نہ ہوتے، حضرت صاحب برابر سالانہ جلسہ کا اہتمام کیا کرتے۔ اعلانات نہ صرف اشتہارات، اخبارات اور خطوط کی صورت میں کیے جاتے بلکہ کئی علاقوں میں حضرت صاحب خصوصی ایلچی بھجوا کر لوگوں کو مدعو کیا کرتے۔ جلسہ سے ایک روز قبل تانگے پر شہر بھکّر میں مُنادی کرائی جاتی۔ اِس منادی اور اعلانات کی تحریر بھی خود حضرت صاحب فرماتے۔ اس تحریر کا بھی ایک خاص ادبی آہنگ ہُوا کرتا۔ جلسہ کے اشتہار کے سرنامہ پر عموماً جلی حروف میں لکھا ہوتا "سرزمینِ بھکّر میں علم و عرفان کی بارش" اور واقعتاً یہ علم و عرفان کی بارش ہی ہُوا کرتی تھی۔

جامعہ انوارِ باھُو بھکّر کے سالانہ جلسہ میں مولانا عبدُالستار خان نیازی خطاب جبکہ حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو صدارت فرما رہے ہیں۔ مارچ 1998ء

عوام النّاس کے لیے جامعہ انوارِ باھُو کے سالانہ سہ روزہ جلسہ کی حیثیت ایک تربیتی کورس کی سی تھی۔ جلسہ کی متعدد نشستیں ہوتیں۔ جمعۃ المبارک کو جلسہ شروع ہُوا کرتا۔ نمازِ جمعہ سے قبل حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود افتتاحی خطاب فرماتے۔ نمازِ جمعہ کے بعد جلسہ کی پہلی نشست شروع ہو کر نمازِ عصر تک جبکہ دوسری نشست نمازِ عشا سے شروع ہو کر نصف شب تک چلتی۔ اگلے دِن ہفتہ کے روز نمازِ فجر باجماعت کے بعد حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ درسِ قرآن و حدیث دیتے۔ اس میں عموماً دُور دراز سے آنے والے وہ احبابِ طریقت شامل ہوتے جو جلسہ میں شرکت کے لیے آکر جامعہ میں ہی تین دن کے لیے مقیم ہو جایا کرتے تھے۔ اِس دوسرے دِن کی پہلی نشست دِن 10 بجے سے نمازِ ظہر تک، دوسری نشست نمازِ ظہر سے نمازِ عصر تک اور تیسری نشست نمازِ عشا سے نصف شب تک چلتی۔ تیسرے اور آخری دن یعنی بروز اتوار پھر حضرت صاحب

Marfat.com

بعدِ نمازِ فجر درسِ قرآن دیتے اور اِس روز بھی جلسہ کی تینوں نشستوں کی ترتیب دوسرے روز والی ہی ہوتی۔ آخری نشست نصفِ شب صلواۃ وسلام اور دُعائے رخصت پر ختم ہوتی۔ حضرت صاحب اس بات کا خصوصی اہتمام کیا کرتے تھے کہ رات کی نشست ایسے وقت پر ختم ہو کہ لوگ کچھ آرام کر کے نمازِ فجر ادا کر سکیں۔ آپ فرمایا کرتے کہ اس امر کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیے کہ کہیں مُستحبّات کی بجا آوری میں فرائض وواجبات ہی خدانخواستہ ترک نہ ہو جائیں۔

جلسہ کی مختلف نشستوں میں خطابات ارشاد فرمانے کے لیے دُور ونزدیک سے چوٹی کے علما تشریف لاتے۔ ابتدائی دَور میں تو بسا اوقات ایسا ہوتا کہ قومی سطح کے اکابر کو جلسہ میں مدعو کرنے کے لیے حضرت صاحب کو خود دُور دراز کے علاقوں کا سفر کرنا پڑتا۔ ذرائع آمد و رفت کے فقدان کے اُس دَور میں بھکّر جیسے دُور اُفتادہ و پسماندہ علاقہ میں ملکی و بین الاقوامی سطح کے اکابر علماومشائخ کی آمد حضرت صاحب کے ذاتی تعلّقات اور خانوادہ کے اثر رسوخ کی بدولت ہی ممکن ہو پاتی۔ حضرت صاحب کے دَم قدم سے سرزمین بھکّر پر انوارِ باھُو کے سالانہ جلسہ کی صورت میں علم وعرفان کی جو بارشیں ہوئیں، اُن کی برکات سے آج بھی سرزمینِ بھکر علمی وروحانی طور پر شاداب ہے۔ نیز ان اکابر کی آمد بھکّر کی تاریخ کا اہم حصّہ ہیں۔ حضرت صاحب کی زیرِ سیادت انوارِ باھُو بھکّر کے سالانہ جلسوں میں تشریف لانے والے جن جیّد علمائے کرام و خطبا کے اسمائے گرامی دستیاب ہو پائے، درج ذیل ہیں:

غزالیٔ زماں علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی، استاذ العلما علّامہ عطا محمد چشتی بندیالوی، مجاہدِ ملّت مولانا عبد الستار خان نیازی، مولانا علّامہ الشاہ احمد نُورانی، علّامہ محمد شفیع اوکاڑوی، علّامہ صاحبزادہ فیض الحسن آلومہاروی، مناظرِ اسلام علّامہ عبد الرشید جھنگوی، علّامہ عبد الغفور ہزاروی، علّامہ محمد عُمر اچھروی (لاہور)، علامہ مولانا الٰہی بخش (لاہور)، علّامہ فیض احمد اویسی (بہاولپور)، علّامہ غلام محمد سیالوی (کراچی)، مفتی محمد مختار احمد خان (گجرات)، علّامہ محمد اشرف سیالوی (سیال شریف)، شیخ الحدیث علّامہ محمد شریف رضوی (بھکّر)، علّامہ محمد ابراہیم (واں بھچراں)، علّامہ سیّد محمد حبیبُ اللہ شاہ (مظفر گڑھ)، صاحبزادہ سیّد افتخارُ الحسن (گوجرانوالہ)، علّامہ سیّد ریاض حسین شاہ (راولپنڈی)، علّامہ غلام سرور (روڑی)، علّامہ سیّد عارفُ اللہ شاہ (راولپنڈی)، علّامہ سیّد عبد القادر جیلانی (راولپنڈی)، علّامہ غلام حسین (گوجرہ)، علّامہ عنایت اللہ (سانگلہ ہلز)، علّامہ محمد شریف نُوری قصوری (لاہور)، علّامہ محمد ابوبکر چشتی (راولپنڈی)، علّامہ اورنگزیب قادری (راولپنڈی)، مولانا حاجی محمد حنیف طیّب، علّامہ عبد الرحمٰن شاہ دامانی، علّامہ سیّد مظہر سعید شاہ کاظمی، علّامہ سیّد ارشد سعید شاہ کاظمی، علّامہ سیّد حامد سعید شاہ کاظمی (مُلتان)، علّامہ سعید احمد مجددی (گوجرانوالہ)، مولانا محمد سعید اسعد، پیر سیّد گامن شاہ (کوٹ ادو)، مولانا محمد

Marfat.com

اقبال اظہری (شجاع آباد)، مولانا عطاء اللہ مہروی (مُلتان)، مولانا محمد ابراہیم سیالوی، علّامہ اللہ یار فریدی، سیّد کبیر حُسین شاہ (گوجرانوالہ)، مولانا خان محمد قادری (لاہور)، مفتی محمد سرفراز (پنیالہ)، پروفیسر ظفر الحق بندیالوی (بندیال شریف)، مولانا اللہ بخش کوثر (کوٹ سُلطان، لیّہ)، صوفی غلام حسن نقشبندی، قاضی منظور احمد (سرگودھا)، مولانا فیض رسول (مُلتان)، مولانا محمد فاروق خان سعیدی (مُلتان)، مولانا محمد شیر خان (ساہیوال)، قاضی کلیم اللہ (کوٹ ادو)، مولانا محمد حُسین صدیقی (بھکر)، مولانا عزیز الرحمٰن (ڈیرہ اسماعیل خان)، مولانا محمد اکبر خان ساقی، مولانا محمد فاضل لاہوری، مولانا محمد بشیر (ساہیوال)، مولانا شیر محمد سیالوی (فیصل آباد)، پیر سیّد خورشید احمد (پیر جگی)، مولانا سیّد وزیر علی شاہ (اڈہ مرید والا)، مولانا قادر بخش (مُلتان)، صاحبزادہ عطاء المصطفیٰ جمیل (سیالکوٹ)، مولانا منظور احمد فیضی، سیّد امیر محمد بھوروی (میانوالی)، علّامہ محمد بخش فیضی، پروفیسر احمد نواز (ڈیرہ اسماعیل خان)، مولانا تاج رسول، قاری عبد الرحمٰن گُجراتی (قصبہ گجرات)، عبد الوحید ربّانی (ملتان)، مولانا الطاف حسین (گوجرہ منڈی)، مولانا فتح دین، محمد حسین سُلطانی (جام پُور)، غلام جیلانی برق، مولانا شمس الدین امجد (بھکّر)، مُشتاق احمد سُلطانی، مولوی عبد الوھاب۔

جلسہ کی مختلف نشستوں کی صدارت ملک کی معروف خانقاہوں سے تشریف لائے ہُوئے مشائخِ عظام فرماتے جن کے اسمائے گرامی کی فہرست خاصی طویل ہے۔ اِس موقع پر سال بھر میں جامعہ انوارِ باھُو سے فارغ التحصیل ہونے والے طلبا کی دستار بندی بھی کی جاتی۔ نیز کئی اہم مذہبی اور سماجی مسائل کے حوالہ سے قراردادیں بھی منظور کی جاتیں۔

جامعہ انوارِ باھُو بھکّر کے یہ سالانہ جلسے اب صاحبزادہ محمد منصور سُلطان القادری حفظہ اللہ کے زیرِ اہتمام حضرت صاحب کی بِنا کردہ عظیم روایات کو قائم رکھے ہُوئے ہیں۔ سال 2016ء میں جامعہ کا پچاسواں تاریخ ساز سالانہ سہ روزہ جلسہ "گولڈن جوبلی" کے طور پر اُنہی کے زیرِ اہتمام نہایت تزک و احتشام سے انعقاد پذیر ہُوا۔

۲۔ تقریباتِ میلادُ النبی ﷺ:

حضورِ اکرم ﷺ کی ذاتِ والاصفات تمام جہانوں کے لیے رحمت اور مومنین کے لیے عظیم ترین نعمت ہے۔ لِہٰذا اِرشادِ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ[1] کی بجاآوری میں مُسلمانوں کی کثیر تعداد 12 ربیعُ الاوّل کو آنجناب ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے حوالہ سے عید میلادُ النبی ﷺ کی تقریبات کا اہتمام کرتی ہے۔ حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان

[1] قرآنِ مجید، سورۃ الضُّحیٰ، آیت 11۔ ترجمہ: "اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کریں۔"

Marfat.com

القادری رحمۃ اللہ علیہ نے ربیع الاوّل کے مبارک مہینہ کو ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ آپ مُلک بھر کے مختلف مقامات پر جاکر حضورِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت، بعثت اور میلاد کے حوالہ سے خطابات فرمایا کرتے تھے۔

11 اور 12 ربیع الاوّل کی درمیانی شب حضرت صاحب کے زیرِ اہتمام جامع مسجد خلفائے راشدین بھکّر میں جلسۂ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انعقاد ہُوا کرتا۔ اگلے روز صبح حضرت صاحب کی زیرِ قیادت اہلسنّت والجماعت ضلع بھکّر کا مرکزی جلوسِ میلاد النبی کا انعقاد ہوتا۔ جلوس کا آغاز دربارِ حضرت سُلطان سردار بخش و حضرت سُلطان محمد مُشتاق رحمۃ اللہ علیہما پر فاتحہ خوانی سے ہوتا۔ نعرہ ہائے تکبیر ورسالت سے منوّر اور نعت ہائے مولودِ مسعود سے معطر یہ جلوس دربار سُلطان سردار بخش سے براستہ قصرِ زینب، عُمر فاروق روڈ، محمدی چوک، عباس چوک، کالج روڈ، جھنگ روڈ، چشتی ہوٹل، عباس چوک، ریلوے روڈ اور ڈاکخانہ سے ہوتا ہُوا کنگ گیٹ (بابِ جناح) پر آٹھہرتا اور بالآخر غوثیہ چوک (چوک بازار) یا پھر کمیٹی پارک میں اختتام پذیر ہوتا۔

حضرت صاحب، جلوسِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت کرتے ہوئے
1980ء کے قریب کسی سال کی یادگار تصویر

جلوسِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے راستوں کو اہلِ علاقہ نے اپنے ذوق و عقیدت کے مطابق جھنڈوں، جھنڈیوں اور دیگر آرائشی سامان سے آراستہ کیا ہوتا۔ جگہ جگہ شرکائے جلوس کے لیے پانی کی سبیلوں، بوتلوں، شربت، دودھ، وغیرہ کا اہتمام ہوتا۔ بھکّر کے مختلف محلّوں اور علاقوں سے برآمد ہونے والے جلوس اپنے معیّن مقامات پر حضرت صاحب کی زیرِ قیادت مرکزی جلوس میں اس انداز سے آن مِلتے جیسے پہاڑی جھرنے اور ندیاں جگہ جگہ سے اُبل کر بڑے دریا میں شامل ہوتے ہیں۔ مرکزی جلوس اِن مُعیّن مقامات پر چھوٹے جلوسوں کا انتظار و اِستقبال کرتا۔ مرکزی جلوس میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مذہبی قائدین پیدل چلا کرتے اور ساتھ ہی کثیر تعداد میں عوام ہوتی۔ ان کے عقب میں گاڑیوں، رکشوں، تانگوں، موٹر سائیکلوں اور سائیکلوں کی نہایت طویل قطاریں ہوتیں۔ سب شرکا نے اپنی سواریوں کی آرائش و زیبائش کی ہوتی۔ شرکائے جلوس کو حضرت صاحب کی طرف سے سخت ہدایات ہوتیں کہ باوضو رہیں، ہدیۂ درود و سلام پیش

Marfat.com

حضرت علامہ محمد نُور سُلطان القادری، بھکّر کے مرکزی جلوسِ عید میلادُ النبی ﷺ کی قیادت کرتے ہُوئے

بائیں تصویر: سیّد دریا بادشاہ بخاری، ملک امیر اقبال کہاوڑ، حمیدُ اللہ خان نیازی، عبد الرؤف خان نیازی اور محمد اقبال جوڑا کے ساتھ۔ ?1990ء

دائیں تصویر: ملک نذیر احمد اُتراء، حافظ فتح شیر، سُلطان ناصر اور دیگر احبابِ اہلسُنّت کے ساتھ۔ ?1996ء

کرتے رہیں اور ہرگز اِس مقدّس جلوس میں کوئی غیر شرعی حرکت سرزد نہ ہونے پائے۔ مرکزی جلوس متعدد مقامات پر توقّف کرتا جہاں نعت خوانی ہوتی اور مقامی علمائے کرام کے خطابات ہوتے۔ کنگ گیٹ پر سب سے آخری خطاب حضرت صاحب فرماتے۔ اِس آخری خطاب کے ساتھ ساتھ حضرت صاحب بعض اوقات دیگر مقامات مثلاً چشتی چوک، جامع مسجد اہلحدیث یا جھنگ موڑ وغیرہ پر بھی مختصر خطاب فرمادیا کرتے۔ مرکزی جلوس کا اختتام ظہر سے قبل غوثیہ چوک یا کمیٹی گراؤنڈ میں ہوتا جہاں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں ہدیۂ درود و سلام پیش کیا جاتا اور حضرت صاحب اختتامی دُعا فرماتے۔ اِس کے بعد جامعہ انوارِ باھُو میں لنگر تقسیم ہوتا۔

2006ء میں جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ آخری بار جلوسِ میلادُ النبی ﷺ کی قیادت فرما رہے تھے تو عُمر فاروق روڈ پر حافظ فتح شیر، راقم اور چند دیگر احباب کو مخاطب کر کے فرمایا: "اب آپ لوگ خود جلوس کا انتظام سنبھال لیں کہ بعد میں بھی آپ نے ہی یہ سب سنبھالنا ہے"۔ اُس وقت حضرت صاحب کے اِس فرمان پر سب کو تعجب ہُوا مگر چھ ماہ بعد آپ کے وصال پر اِس کا مفہوم سمجھ میں آگیا۔

واضح رہے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھکّر آمد سے قبل بھی یہاں جلوسِ میلاد النبی ﷺ نکالے جاتے تھے، جن میں سے ایک جلوس کا اہتمام حضرت سُلطان محمد مُشتاق رحمۃ اللہ علیہ بھی کیا کرتے تھے[1]۔ تاہم حضرت صاحب کی چالیس سالہ قیادت میں اِس جلوس کو بھکّر میں مرکزیت حاصل ہُوئی اور احبابِ اہلسُنّت عشقِ رسول ﷺ کے اظہار کے لیے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہُوئے۔ 2006ء میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اِس خدمت کی سعادت صاحبزادہ محمد منصور سُلطان کو حاصل ہوئی۔

---

[1] مکتوبِ سُلطان محمد مُشتاق قادری بنام سُلطان غلام دستگیر فخرِ کشمیر۔ مورخہ 28 مئی 1965ء۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

Marfat.com

۳۔ محافلِ عاشورہ:

محرم الحرام کے عاشورہ کے موقع پر شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم کی یاد میں محافلِ درس و ذکر اور صدقات و خیرات کرنا اکابرینِ ملّت بالخصوص غوث الاعظم الشیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور سُلطانُ العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کا وطیرہ رہا ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمیشہ عاشورہ کی محافل کا خاص اہتمام کیا کرتے تھے۔ نَویں اور دسویں محرم الحرام کی راتوں کو حضرت صاحب کے زیرِ انتظام جامع مسجد خلفائے راشدین بھکّر میں محافل منعقد ہوتیں جن میں کئی خطبا و علما تشریف لایا کرتے۔ سرزمین بھکّر پر یہ اہلسُنّت والجماعت کی نمائندہ محافل ہوتیں۔

حضرت صاحب خود بھی شُہدائے کربلا کی یاد میں مُنعقد ہونے والے متعدد جلسوں میں خطاب فرمایا کرتے۔ تاہم آپ واقعۂ کربلا کے مصائب بیان کرنے کے بجائے اہلِ بَیت اطہار رضی اللہ عنہم کے فضائل و کمالات کا ذکر کیا کرتے۔ نیز آپ فلسفۂ شہادت کے اسرار و رموز سے پردہ کُشائی کرتے ہوئے واقعۂ کربلا سے حاصل ہونے والے سبق اور اُمّتِ مُسلمہ کی ذمہ داریوں پر روشنی ڈالتے۔ آپ صرف وہی واقعات بیان فرماتے جن کی بابت مُستند تاریخی شواہد موجود ہیں۔ فضائلِ اہلِ بَیت کا بیان آپ عموماً آیتِ مبارکہ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ[1] سے کیا کرتے۔

۴۔ محافلِ شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم:

حضرت صاحب صحابۂ کبار بالخصوص خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ایامِ وصال کی مناسبت سے باقائدہ محافل کا انعقاد کیا کرتے۔ خصوصاً اِن ایام میں آپ کے خطباتِ جمعہ خلفائے راشدین سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیّدنا عُمر فاروق رضی اللہ عنہ، سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل و کمالات اور دینی و ملّی خدمات پر مبنی ہوتے۔ حضرت صاحب صحابۂ کبار رضی اللہ عنہم کی زندگیوں سے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالیں پیش کرتے، اُن کا شانِ رسالت کے حوالہ سے عقیدہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت کرتے اور اُن کا آپس میں اُنس و محبت بھی زیرِ بحث لاتے۔ شانِ صحابہ کا بیان عموماً آپ حدیثِ مبارکہ اَلصَّحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ[2] سے آغاز کرتے۔

---

[1] قرآن مجید، سورۃ الشوریٰ 42، آیت 23۔ ترجمہ: "آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرما دیجئے کہ میں اِس (تبلیغِ رسالت) پر تم لوگوں سے کوئی بدلہ (اُجر یا اُجرت) طلب نہیں کرتا، سوائے قرابت کی محبت کے"۔

[2] حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ترجمہ: "میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پا جاؤ گے"۔

Marfat.com

۵۔ محافلِ غوثیہ (گیارھویں شریف):

غوث الاعظم الشیخ سیّد عبدُالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہر قمری ماہ کی دسویں (یعنی گیارھویں کی رات) کو شہدائے کربلا علیہم السلام کے ایصالِ ثواب کی محفل اور صدقہ و خیرات کیا کرتے تھے۔ اِسی روایت کے تسلسل میں حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مند گیارھویں شریف کی محافل منعقد کرایا کرتے ہیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی نسبتِ قادریّت نہایت عزیز تھی۔ "القادری" آپ کے نام کا مستقل لاحقہ ہی نہیں، پہچان بھی تھا۔ لہٰذا آپ باقائدگی سے ہر قمری ماہ کے دوسرے جمعۃ المبارک کو بعد از نمازِ جمعہ محفلِ غوثیہ (گیارھویں شریف) کا انعقاد کیا کرتے تھے۔ اِس محفل میں تلاوت و نعت و منقبت کے بعد حضرت صاحب حضور غوث الاعظم کے کمالات و فضائل بیان کرتے اور اُن کی تعلیمات کا درس دیتے۔ محفل کے اختتام پر غوثیہ لنگر تقسیم ہوتا۔

۶۔ عُرسِ حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ:

سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کا وصال یکم جمادی الثانی 1102ھ بروز جمعرات ہُوا تھا۔ اِسی نسبت سے جمادی الثانی کی پہلی جمعرات کو آپ کے دربار پر آپ کا عُرسِ سراپا قُدس ہوتا ہے۔ دربارِ عالیہ پر اِس عُرس کے اگلے روز یعنی بروز جمعۃ المبارک بعد از نمازِ جمعہ بھکّر میں حضرت صاحب کے زیرِ اہتمام حضرت سُلطان العارفین کے عُرس مبارک کی محفل منعقد ہُوا کرتی۔ اِس موقع پر حضرت صاحب نہ صرف خود خطاب فرمایا کرتے بلکہ مہمان علمائے کرام کا بھی بیان ہوتا۔ شانِ اولیائے کرام اور کمالات و فضائلِ سُلطانُ العارفین پر خطبات ہوتے، نیز ابیاتِ باھُو کو مترنم پیش کیا جاتا۔ آخر میں وسیع لنگر کا اہتمام ہوتا۔

۷۔ عُرسِ غزالئ زماں رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اُستادِ مکرّم غزالئ زماں علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ عقیدت تھی۔ لہٰذا آپ اُن کی تاریخِ وصال کی مناسبت سے ہر سال 25 رمضان المبارک کو بوقتِ افطار اپنی قیام گاہ کاشانۂ باھُو (ڈیرہ اسماعیل خان) میں ختمِ قرآنِ مجید اور وسیع لنگر کا اہتمام کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

۸۔ عُرسِ حضرت سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ:

مخدوم المخادیم حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کو نہ صرف بطورِ والد بلکہ بطورِ مُرشد وہادی بھی حضرت صاحب کی زندگی کی نمایاں ترین شخصیت کہا جاسکتا ہے۔ اپنے والد و مُرشد سے حضرت صاحب کو جو بے پناہ محبت تھی اُس کی جھلکیاں اِس سوانحی کتاب کے گوشے گوشے میں عیاں ہیں۔ حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ اپنی زندگی کے آخری کئی سال ہر عیسوی ماہ کی پہلی اتوار کو اپنے فرزندِ ارجمند و مُریدِ صادق کی رہائش گاہ یعنی کاشانۂ باھُو جھوک قریشیاں تشریف لایا کرتے تھے۔ راقم کو یاد ہے کہ اِس موقع پر گھر میں جشن کا سماں ہُوا کرتا۔ آپ تشریف لاکر اہلِ خانہ، اہلِ علاقہ اور دیگر زائرین کو تفصیلی وعظ و نصیحت فرمایا کرتے۔

حُسنِ اتفاق دیکھیے کہ حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کا وصالِ باکمال بھی عیسوی ماہ کی پہلی اتوار (7 جنوری 2001ء) کو ہُوا۔ گویا جس روز اُنہوں نے اپنے فرزند کے ہاں قدم رنجہ فرمانا تھا اُسی روز خالقِ حقیقی سے جاملے۔ حضرت صاحب اپنے والد و مُرشد کے ایصالِ ثواب کے لیے ہر عیسوی ماہ کی پہلی اتوار کو ختمِ قرآنِ مجید و تقسیم لنگر کرایا کرتے جبکہ ہر سال ماہِ جنوری کے پہلے اتوار کو وسیع عُرس کا انعقاد جھوک قریشیاں میں کیا کرتے۔

جھوک قریشیاں کی جامع مسجد میں حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو کے سالانہ عُرس کے موقع پر علامہ محمد نور سُلطان القادری، مولانا محمد شریف رضوی، سُلطان حامد نواز القادری، محمد حنیف سلطان القادری، محمد شہزاد سلطان، سُلطان محمد عاشق، محمد منصور سُلطان، محبوب سُلطان، سید جمشید حسین شاہ گیلانی، نذر محمد کانجھی، عبدالرشید خان گنڈہ پُور، ڈاکٹر حبیب الرحمان گنڈہ پُور، سُلطان ناصر اور دیگر احباب طریقت

Marfat.com

۹۔ تبلیغی و اِصلاحی سُنّی اجتماع 1993ء:

1993ء میں حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس کیا کہ بھکّر اور اس کے گردونواح میں لوگ بڑے بڑے اجتماعات کرا کے عوام کو مرعوب کرنے کی کوشش میں مگن ہیں جبکہ احبابِ اہلسُنّت اپنی سادگی اور سکوت پسندی کے باعث خاموش تماشائی بن گئے ہیں۔ اِن حالات میں ضروری تھا کہ علاقہ بھر کے اکابرینِ اہلسُنّت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے اور ان کی معاونت سے ایک شاندار اجتماع کا انعقاد کیا جائے جس سے ایک طرف تو اصلاحی و تبلیغی ثمرات حاصل ہوں تو دوسری طرف اہلسُنّت والجماعت کی عوام کو اپنی عددی قوت کا اندازہ بھی ہو۔

9 مئی 1993ء کو حضرت صاحب نے جامعہ انوارِ باھُو بھکّر میں اہلسُنّت کے مقامی اکابرین کی ایک میٹنگ بُلوائی اور یہ خیال پیش کیا کہ اضلاعِ ثلثہ (بھکّر، میانوالی، لیّہ) کے علما و مشائخ کے تعاون سے ایک عظیم الشان تاریخ ساز تبلیغی اجتماع منعقد کرایا جائے۔ شرکا نے اِس خیال کو سراہا اور اپنے تعاون کا یقین دلایا۔ طے یہ ہُوا کہ تینوں اضلاع کے اکابرینِ اہلسُنّت کے پاس ذاتی طور پر جا کر اُنہیں مذہبی مفاد میں اجتماع میں مُریدین و تلامذہ سمیت شرکت و تعاون پر آمادہ کیا جائے۔ مدعوین کا ایک قافلہ تیار ہُوا جس میں حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری کے ساتھ شیخ الحدیث علّامہ محمد شریف رضوی، مولانا سیّد عارف حُسین قدوسی، حاجی عبدُ الرؤف خان نیازی، حافظ فتح شیر، پروفیسر حبیب مُسلم، احسان اللہ ایڈوکیٹ اور مولانا شمسُ الدّین امجد شامل تھے۔ یہ قافلہ 13 مئی کو ضلع بھکر و نواح کے علاقوں کہاوڑ، دریا خان، پنجگرائیں، کانجن، چب ساندھی، کلول، میبل شریف، کلور کوٹ، اکبرانوالہ، روڈی، فاضل اور مُرشد آباد شریف، 22 مئی کو ضلع میانوالی میں بھور شریف، خواجہ آباد، شادیہ اور میانوالی شہر جبکہ 23 مئی کو ضلع لیّہ و نواح میں بہل، کروڑ، سواگ شریف، کوٹ سُلطان، جگی شریف، چوک اعظم، بازو شریف، اور فتح پُور گیا۔ اِن تمام علاقوں میں اہلسُنّت کے اکابر علما و مشائخ سے فرداً فرداً ملاقات کی گئی، اُن کو احبابِ مسلک کی حالتِ زار سے آگاہ کیا گیا اور مذہبی مفاد میں ذاتی اختلافات بُھلا کر اجتماع کے لیے تعاون کا کہا گیا۔

7 جون کو اضلاعِ ثلثہ یعنی بھکر، میانوالی اور لیّہ کے علمائے کرام اور مذکورہ بالا خانقاہوں کے مشائخ عظام جامعہ انوار باھُو بھکّر میں جنرل میٹنگ کے لیے جمع ہُوئے۔ یہ صحرائے تھل کے اکابرین کا اپنی نوعیت کا ایک منفرد اکٹھ تھا۔ اجلاس کی کارروائی نہایت نظم و ضبط سے ہُوئی۔ سب سے پہلے حضرت صاحب نے شرکائے اجلاس کو خوش آمدید کہتے ہُوئے اُن کا شکریہ ادا کیا اور پھر شیخ الحدیث مولانا محمد شریف رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے حالاتِ حاضرہ کے تناظر میں اجتماعات کی غرض و غایت بیان کی۔ بعد ازاں شرکا نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اجلاس کے دوران اضلاعِ ثلثہ میں اہلسُنّت والجماعت کی ایک

Marfat.com

نمائندہ "سپریم کونسل" کے قیام کا فیصلہ کیا گیا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بالاتفاق سپریم کونسل کا صدر نامزد کیا گیا جبکہ پروفیسر حبیب مُسلم جنرل سیکریٹری مقرر ہُوئے۔ کونسل میں ضلع میانوالی و ضلع لیّہ سے چار چار جبکہ ضلع بھکر سے چھ ممبران شامل کیے گئے۔ اِس اجلاس کے بعد سپریم کونسل کے عہدہ داران حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں تنظیمی دوڑ دھوپ میں مگن ہو گئے۔ بندیال، خوشاب، جوہر آباد، قائد آباد اور سرگودھا کے دَورے کر کے وہاں کے علما و مشائخ کو بھی مدعو کیا گیا۔ سپریم کونسل کے مزید عمومی اجلاس 21 جون، 9 اگست، 16 اگست اور 18 اگست کو جامعہ انوارِ باھُو بھکّر میں ہُوئے جن میں سُنّی اجتماع کی منصوبہ بندی کو حتمی شکل دی گئی۔

عظیم الشّان اور تاریخ ساز تبلیغی و اصلاحی سُنّی اجتماع 15، 16 نومبر 1993ء کو بھکّر کے وسیع و عریض جمیل سٹیڈیم میں منعقد ہُوا۔ عوامِ اہلسُنّت جوق در جوق سیکڑوں قافلوں میں 15 نومبر کو علی الصبح پہنچنا شروع ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے پنڈال لاکھوں عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کھچا کھچ بھر گیا۔ نمازِ ظہر کے بعد باقاعدہ کارروائی شروع ہُوئی۔ متعدد مشائخ کرام بشمول سجادہ نشینانِ سواگ شریف، بارو شریف، میبل شریف، مُرشد آباد شریف، بھور شریف، گنجیال شریف وغیرہ سمیت السید بابا پیر طاہر حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ سٹیج کی زینت بنے۔ ظہر سے رات گئے تک متعدد جیّد علمائے کرام بشمول مولانا عبد اللہ باروی، ضیغم اسلام علّامہ عبد الرّشید جھنگوی، علّامہ محمد ابراہیم واں بھچرانوی، علّامہ مولانا محمد اشرف سیالوی اور مجاہدِ ملّت مولانا عبد السّتار خان نیازی وغیرہم نے خطابات فرمائے۔ اگلے روز 16 نومبر کو نمازِ فجر باجماعت کے بعد حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری نے عقائد و اعمال کی اصلاح کے حوالہ سے ایک ناقابلِ فراموش خطاب ارشاد فرمایا۔ بعد ازاں اجتماع میں علّامہ محمد سعید اسعد، علّامہ شبیر حسین حافظ آبادی، علّامہ خدا بخش اظہر اور علّامہ اللہ بخش نیّر وغیرہ نے خطابات فرمائے۔ اجتماع نہایت ہی تُزک و احتشام سے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہُوا۔

حضرت علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ
1992ء

اِس اجتماع سے متعدد فوائد و ثمرات حاصل ہُوئے۔ جیّد علما کے تبلیغی بیانات سے عوام کو اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کا موقع مِلا، اضلاعِ ثلثہ سمیت صحرائے تھل کے جُملہ علما و مشائخ کو ایک پلیٹ فارم میسّر آیا، احبابِ اہلسُنّت میں اتحاد و یگانگت کو فروغ مِلا اور علاقہ بھر میں اہلسُنّت والجماعت کی عددی قوت سامنے آنے سے مسلک کو معاشرتی و سیاسی ثمرات حاصل ہُوئے۔

Marfat.com

ح) مناظرہ ومباحثہ:

دین کی دعوت و تبلیغ کے متعدد اسالیب میں سے ایک اہم اسلوب "مناظرہ" ہے۔ اصطلاحاً مناظرہ سے مُراد بحث مباحثہ اور دلائل وبراہین کے ذریعے کسی شے یا مسئلہ کی حقیقت وماہیت سے متعلق نتائج تک پہنچنا ہے۔ علومِ اسلامیہ میں مناظرہ کو ایک باقاعدہ فَن کی حیثیت حاصل رہی ہے اور علمائے اسلام نے اِسے دعوت و تبلیغ کے عظیم مقاصد کے لیے استعمال کیا ہے۔ تاریخِ اسلام شاہد ہے کہ علما نے نہ صرف غیر مُسلموں سے مناظرے کیے بلکہ مختلف مسالک کے مابین بھی مناظروں کے ذریعہ عقائد و اعمال کے اہم مسائل کا حل تلاش کیا گیا۔ تاریخِ اسلام کے عہدِ زرّیں میں ایسے مناظرے باقاعدہ حکومتی سرپرستی میں منعقد کرائے جاتے تھے۔ نزاع اور جنگ وجدال کے بجائے دلائل اور بحث مباحثہ کے ذریعہ علمی اختلاف حل کرنا یقیناً ایک مستحسن رویّہ ہے۔ قرآنِ مجید نے کئی انبیائے کرام بالخصوص جدّ الانبیا سیّدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصص میں تبلیغی مناظروں کا احوال بیان کیا ہے۔ یاد رہے کہ قرآنی تعلیمات کے مطابق مناظرہ کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ دلائل کو توڑ مروڑ کر مدِ مقابل کو عاجز کر دیا جائے بلکہ اصل مقصد حصولِ حق اور ابلاغِ حق ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ[1]۔ اِسی طرح قرآنِ مجید نے مناظرہ کے آداب بھی مقرر فرمائے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ[2]۔

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کو علما کی صف میں "مناظرِ اسلام" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کو اپنی وسعتِ علمی، حاضر جوابی وبدیہہ گوئی اور شخصی وقار کے باعث فنِ مناظرہ میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ آپ کے مناظروں کے احوال مُلک بھر کے مختلف حصّوں میں زبان زدِ خاص وعام ہیں۔ علاقۂ دامان میں تو آپ کے مناظروں کو گویا لوک داستانوی اہمیت حاصل ہو چکی ہے۔ افسوس کہ اُس زمانہ میں آڈیو ویڈیو کی سہولیات کے فقدان کے باعث آپ کے مناظروں کی تفصیلی یادگاریں محفوظ نہیں۔ تاہم بعض اہم مناظروں کی چند تحریری دستاویزات محفوظ ہیں اور بعض کے حوالہ جات آپ کے روزنامچوں سے مِلے ہیں۔ راقم نے اِس ضمن میں متعدد روایات، حوالہ جات اور دستاویزات کو جمع کیا۔ جس قدر مواد میسّر ہو پایا اس کی تفصیل زمانی ترتیب سے ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

---

[1] قرآنِ مجید، سورۃ الحج 22، آیت 51۔ ترجمہ: "اور جو لوگ (اہلِ حق کو) عاجز کرنے کے لیے ہماری آیتوں میں (معاندانہ) کوشش کرتے ہیں، وہ دوزخی ہیں۔"

[2] قرآنِ مجید، سورۃ النحل 16، آیت 125۔ ترجمہ: "اور ان پر احسن طریقہ سے حُجت قائم کیجئے"۔

Marfat.com

ا۔ مناظرہ شیرو:

تحصیلاتِ علمی کے بعد یہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا مناظرہ ہے جس کا ذکر ہمیں مل سکا۔ "شیرُو" علاقۂ دامان کا ایک پُرانا دیہات ہے جو ڈیرہ اسماعیل خان سے درابن روڈ پر تقریباً بیس کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہاں حضرت صاحب کا مناظرہ 29 جنوری 1967ء کو ایک مولوی صاحب سے ہُوا۔ مناظرہ ذبیحہ کے موضوع پر تھا۔ اس کا نہایت مختصر احوال ہمیں حضرت صاحب کے روزنامچہ سے ہی مل سکا ہے۔ آپ لکھتے ہیں[1]:

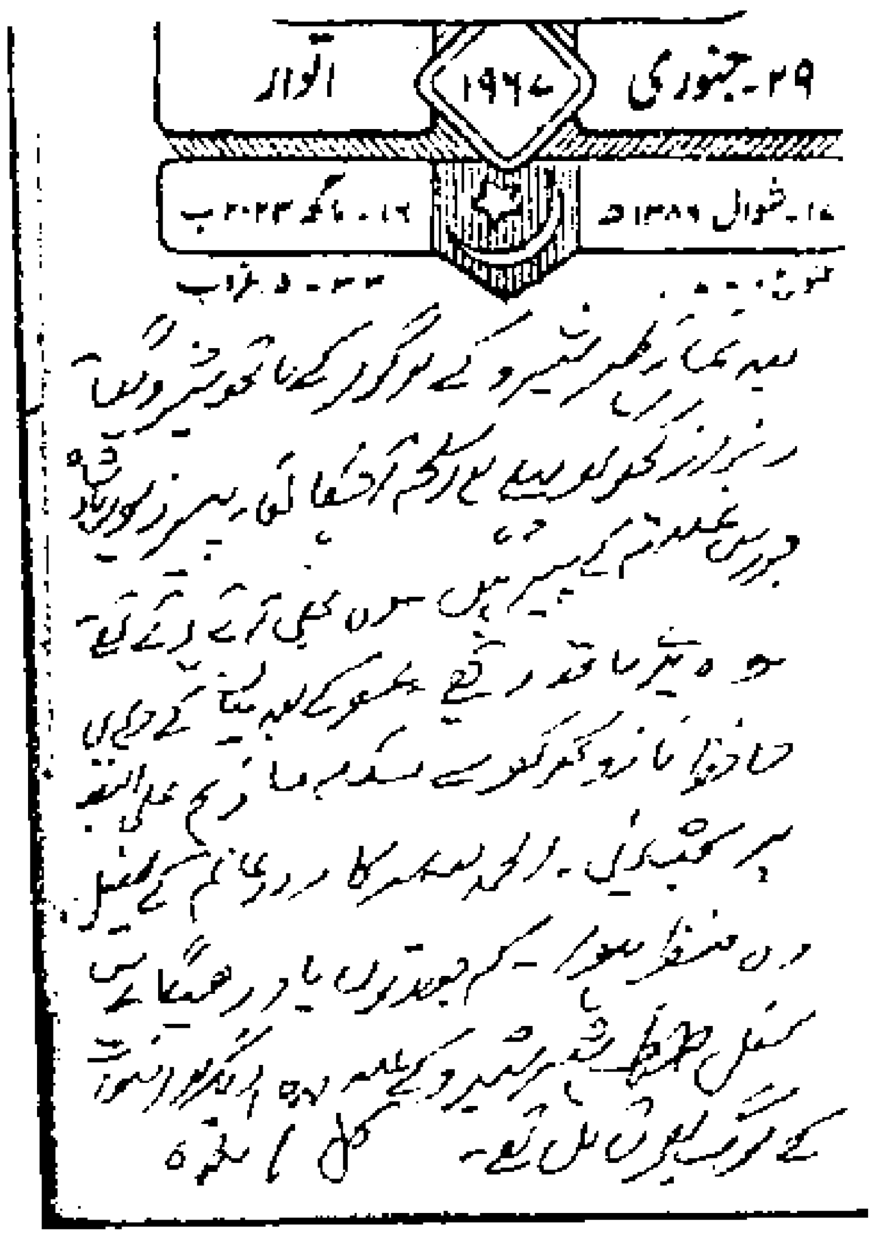

حضرت صاحب کے جیبی روزنامچہ کا صفحہ

"بعد نمازِ ظہر شیرو کے لوگوں کے ساتھ شیرو گیا۔ رب نواز کھوکھر پہلے مع اسلحہ آ چکا تھا۔ پیر زیور بادشاہ جو اِس علاقہ کے پیر ہیں وہ بھی آئے ہُوئے تھے۔ وہ میرے ساتھ رہے۔ عصر کے بعد یہاں کے وہابی حافظ ناز و کھوکھر سے مسئلہ ما ذبح علی النصب پر بحث ہُوئی۔ الحمدللہ سرکارِ دوعالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طفیل وہ منظر ہُوا کہ جو مدتوں یاد رہے گا۔ اِس محفل میں شیرو شہر کے علاوہ دیگر مواضعات کے لوگ بھی شامل تھے۔"

اگلے روز یعنی 30 جنوری 1967ء کو آپ نے ایک بہت بڑے ہجوم سے یادگار خطاب فرمایا۔ اس روز حافظ صاحب سے مسئلہ دُعا بعدِ جنازہ، تقبیلِ رجلین اور قل خوانی کے موضوعات پر بحث بھی ہُوئی[2]۔

۲۔ مناظرہ شالہ:

29 مارچ 1967ء کو بستی شالہ میں ہونے والے مناظرہ کا ذکر بھی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روزنامچہ میں ملتا ہے۔ ڈیرہ اسماعیل خان شہر سے تقریباً 10 کلومیٹر جنوب کی جانب تونسہ روڈ پر درابن خورد کے ساتھ بستی شالہ واقع ہے۔ یہاں کے بعض مولوی صاحبان حضرت صاحب سے مناظرہ کرنا چاہتے تھے۔ 28 مارچ کو یہاں کے ایک جلسہ میں آپ کا خطاب تھا۔ چنانچہ آپ اونٹ پر کتابوں کی صندوق سمیت حسبِ وعدہ پہنچ گئے۔ اس موقع پر آپ کے والدِ ماجد حضرت فقیر سلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ دورانِ خطاب نذر و نیاز لغیر اللہ کے متعلق سوال اُٹھایا گیا جس کا آپ نے تشفی بخش جواب دیا۔ پھر ایک مولوی صاحب نے وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ کے موضوع پر بحث چھیڑ دی۔ حضرت صاحب

---

[1] روزنامچہ علامہ محمد نور سلطان القادری۔ مورخہ 29 جنوری 1967ء

[2] روزنامچہ علامہ محمد نور سلطان القادری۔ مورخہ 30 جنوری 1967ء

Marfat.com

نے مسئلہ سمجھایا مگر مولوی صاحب نے کہا کہ وہ اپنے مسلک کے بڑے علما بلائیں گے جو حضرت صاحب سے مناظرہ کر سکیں۔ اگلے روز یعنی 29 مارچ کو دوسری طرف سے علما آ گئے اور مناظرہ ہُوا جس کا مختصر احوال حضرت صاحب کی جیبی ڈائری پر یوں درج ہے[1]:

"شالہ پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد موسیٰ آیا اور مجھے الگ لے جا کر کہا کہ مَیں نذر و نیاز لغیر اللہ، نورانیت و بشریت سب کے متعلّق بیان لکھ دیتا ہوں، آپ صرف مجھے مسلمان اور اہلسُنّت ہونا لکھ دیں یعنی کہ مَیں اہلسُنّت ہوں۔ مَیں نے اُسے کہا کہ جب تک متنازعہ فیہا عبارتوں پر کلام نہ ہو جائے، مَیں آپ کو کبھی مسلمان اہلسُنّت نہ کہہ سکتا ہوں نہ لکھ کر دے سکتا ہوں۔ ... الحمد للہ آج کا دن تاریخی رہا۔ گفتگو میں غلام سرور کُلاچی والہ و شاہ صاحبان لُنڈہ شریف و بعض وہابیانِ روڈہ و احبابِ درابن بھی شریک تھے۔ ان سب کے سامنے حقیقتِ حال واضح ہو گئی۔ اڈہ درابن پر مولوی صاحب و موسیٰ کی خوب گت بنتی رہی۔ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُورِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ"

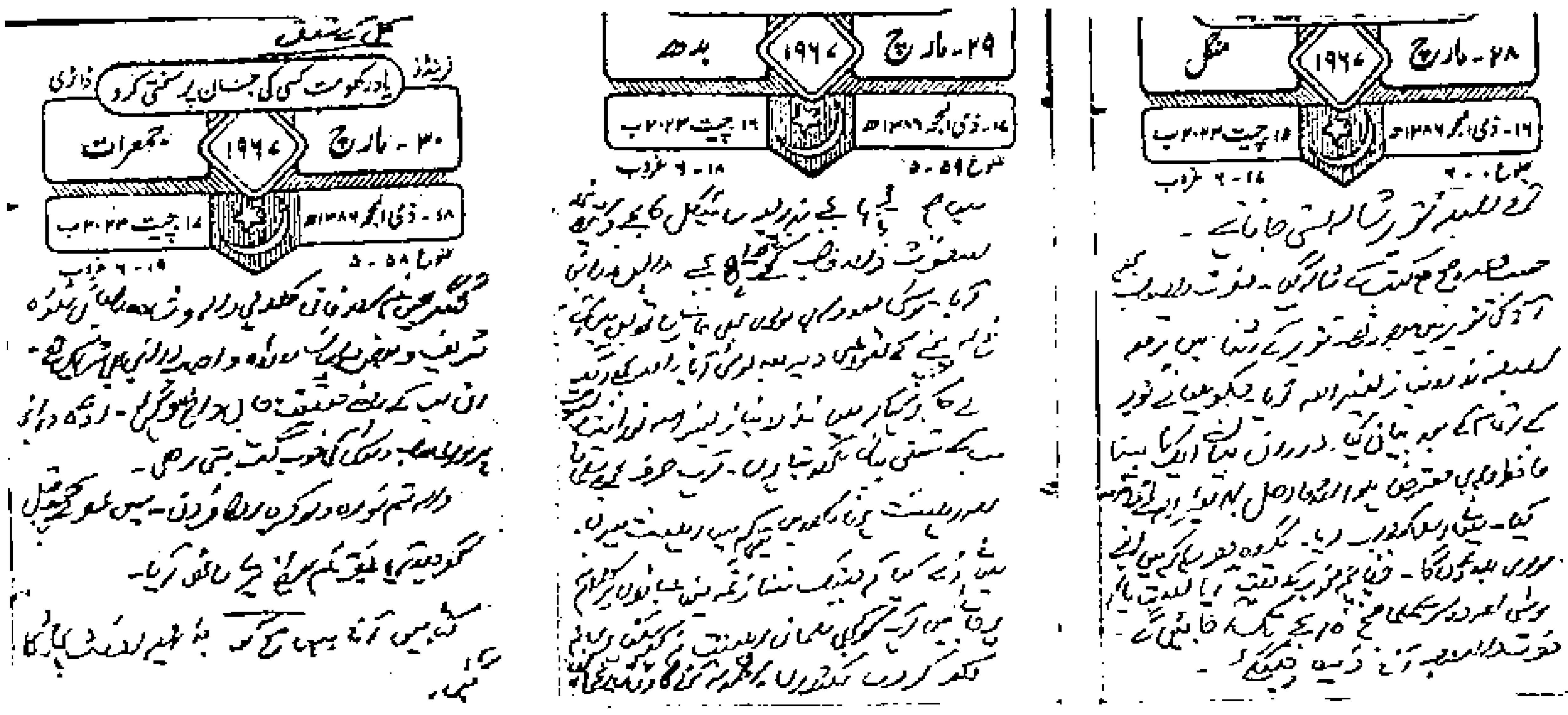

مناظرہ شالہ سے متعلق حضرت صاحب کی 1967ء کی جیبی ڈائری کے صفحات

۳۔ مناظرہ روڈہ:

یہ مناظرہ غالباً 1970ء کے قریب منعقد ہُوا تھا۔ چونکہ حاضرین میں علاقہ کی ایک بڑی تعداد موجود تھی، لہٰذا یہ بہت مشہور ہو گیا۔ آج بھی اہلیانِ دامان اس مناظرہ کا حال سُناتے سُنتے اور سر دُھنتے ہیں۔ بستی روڈہ بھی ڈیرہ اسماعیل خان شہر سے تقریباً 15 کلو میٹر جنوب کی طرف واقع ہے۔ ایک روایت[2] کے مطابق یہ مناظرہ روڈہ کی مسجد پیر عبد اللہ میں ہُوا۔

[1] روزنامچہ علامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 29، 30 مارچ 1967ء

[2] روایت از امیر حُسین سائل ولد مُرید حُسین قریشی، ساکن روڈہ۔ مورخہ 5 ستمبر 2011ء

Marfat.com

مناظرہ کا موضوع "علمِ غَیب" تھا جس میں حضرت صاحب کے مدِ مقابل مولوی محمد عثمان کمہار صاحب اور اُن کے بیٹے مولوی قادر بخش صاحب تھے۔

مناظرہ کی روئیداد یُوں بیان کی جاتی ہے[1] کہ روڈہ میں حضرت صاحب کے ایک جلسہ کے موقع پر ایک غیر مقلد مولوی صاحب دورانِ جلسہ اپنے ساتھ کافی کتب لے کر آئے تھے اور حضرت صاحب سے دورانِ جلسہ علمِ غیب کے موضوع پر مناظرہ کرنا چاہتے تھے۔ حضرت صاحب نے پوچھا کہ آپ کا رسولِ کریم ﷺ کے علمِ غیب کے متعلّق کیا عقیدہ ہے؟ کہنے لگے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے لیے کسی امتیازی علم کے قائل نہیں۔ اِس مناظرہ کا خلاصہ حضرت سُلطان ارشد القادری یوں تحریر کرتے ہیں[2]:

> "ایک معروف مناظرے میں آپ جان بُوجھ کر کتب ساتھ نہ لے گئے۔ ایک غیر مقلد مولوی سے حضورِ اکرم ﷺ کے علم غیب پر مناظرہ تھا۔ آپ نے اُس مولوی صاحب سے کہا کہ تم تو آقائے دوجہاں (ﷺ) کے علم غیب پر معترض ہو جبکہ مَیں اُن کا ایک ادنیٰ غلام تمہارے سامنے ہوں۔ تُم اپنے دل میں مسئلہ یا بات پوشیدہ رکھو، مَیں تمہیں بتادوں گا۔ اور جب اِس کا عملی مظاہرہ آپ نے اپنی روحانی قوتوں سے کیا تو وہ مولوی صاحب خاموشی سے راہِ فرار اختیار کر گئے۔"

حضرت صاحب کے ایک شاگرد مولانا عاشق حُسین فائق قادری اِس واقعہ کو قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہُوئے یوں رقمطراز ہوتے ہیں[3]:

> "... آپ نے فرمایا کیا تیرا یہ عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام غیب کی خبر نہیں رکھتے؟ اُس نے کہا، ہاں۔ آپ نے فرمایا بندہ نبی پاک (ﷺ) کا ادنیٰ نام لیوا ہے۔ اگر مَیں بتادوں کہ تُو کون سی حدیث نفیٔ علمِ غیب کے بارے پیش کرنا چاہتا ہے تو پھر مان لے گا؟ کہا، ہاں۔ آپ نے فرمایا تیرے ذہن میں مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا حوضِ کوثر پر ہمارے پاس کچھ قومیں آئیں گی ہم جن کو پہچانتے ہیں اور وہ ہم کو پہچانتے ہیں۔ پھر ہمارے اور ان کے درمیان آڑ کردی جائے گی۔ ہم کہیں گے یہ تو ہمارے لوگ ہیں تو کہا جاوے گا کہ آپ نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد کیا نئے کام کیے۔ پس ہم فرمائیں گے دُوری ہو دُوری ہو اُس کے لیے جو میرے بعد دین بدلے (مشکوٰۃ المصابیح۔ باب الحوض والشفاعۃ)۔ تو

---

[1] روایات از حُسین بخش نعت خوان ولد اللہ ڈوایا، سکنہ سپرا (مورخہ یکم ستمبر 2011ء) وامیر حُسین سائَل ولد مُرید حُسین قریشی، ساکن روڈہ (مورخہ 5 ستمبر 2011ء)

[2] روزنامہ نوائے جوہر (بھکر، جوہر آباد)، ٹاکرہ (بھکر)۔ اشاعتِ خاص مورخہ 6 نومبر 2006ء۔ مضمون "سوانح حیات"۔ از سُلطان ارشد القادری

[3] مضمون "آفتاب اہلسنّت"۔ مولانا عاشق حسین فائق قادری۔ مورخہ 24 ستمبر 2011ء۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

حضرت صاحب نے فرمایا اَب مَیں تجھے قسم دے کر پُوچھتا ہوں یہی اعتراض تیرے دِل میں نہیں ہے؟ اُس نے کہا، ہاں۔ تو آپ نے فرمایا ارے بے وقوف! مَیں ایک ادنیٰ غلامِ رسول ہوں، مَیں نے تیرے دل کی بات بتادی اور تُو اُس کے علمِ غیب پر طعن اور اعتراض کرتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ یعنی جو کچھ آپ (ﷺ) نہیں جانتے تھے آپ کو بتادیا بلکہ سکھادیا۔ پھر فرمایا اس حدیث پر اپنے اعتراض کا جواب بھی سُن لے۔ جو محبوبِ پاک (ﷺ) صحابہ کرام کو قیامت میں ہونے والا واقعہ بتا رہے ہیں، کیا وہ محبوب (ﷺ) وہاں بھول جائیں گے؟ یہی حدیث حضورِ پاک (ﷺ) کے علمِ غیب کی خود دلیل ہے کہ سیکڑوں سال بعد واقع ہونے والی بات اب بتادی۔ ..."

۴۔ مناظرہ مُوسیٰ خیل:

1970ء کے موسمِ گرما میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بلوچستان کے علاقہ مُوسیٰ خیل کے تبلیغی دورہ پر تھے 18 اگست کو مناظرہ کا سا ماحول بن گیا[1]۔ وہاں کے مقامی علما کو آپ نے ندائے یارسول اللہ ﷺ، تقبیلِ ابہامین، سرکارِ دوعالم ﷺ کے سُننے اور اولیائے کرام کے پُکارنے کے مسائل پر دلائل الخیرات، فتاویٰ کبریٰ، طحطاوی وغیرہ کی عبارات پیش کیں۔ اِس مناظرہ/مباحثہ کے مزید حالات دستیاب نہ ہوسکے۔

حضرت علامہ محمد نُور سلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ، کاشانۂ باھُو میں محوِ مطالعہ۔ 2002ء

[1] روزنامچہ علامہ محمد نُور سلطان القادری۔ مورخہ 18 اگست 1970ء

Marfat.com

۵۔ مناظرہ دھولکا:

مارچ 1975ء میں تحصیل کُلاچی (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) کے موضع دھولکا میں ہونے والا یہ دیوبندی بریلوی مناظرہ تاریخی حیثیت کا حامل ہے۔ یہ نہ صرف علاقۂ دامان کی تاریخ کا نمایاں ترین مناظرہ ہے بلکہ اِس حوالہ سے بھی غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے کہ اِس مناظرہ کے نتیجے میں دیوبندی و بریلوی اکابر نے بحث و تمحیص کے بعد متنازعہ مسائل پر ایک مُتفقہ سہ نکاتی فیصلہ دستخط کیا۔ مسئلۂ علم غیب، مسئلۂ نور و بشر اور مسئلۂ حاضر ناظر پر یہ تاریخی فیصلہ آج بھی ایک روشن مینار کی حیثیت رکھتا ہے۔ اِن دونوں مکاتبِ فکر کی ایک ڈیڑھ سو سالہ تاریخ میں ایسے مواقع بہت کم آئے ہیں کہ جب وہ مباحثہ و مناظرہ کے ذریعے یُوں متفقہ عبارات پر دستخط کر پائے ہوں۔ لہٰذا اِس مناظرہ کو بجا طور پر ایک سنگِ میل کا مقام حاصل ہے۔ خوش قسمتی سے اِس مناظرہ کی چند دستاویزات (خصوصاً جانبین کا دستخط شدہ فیصلہ) آج بھی محفوظ ہے۔

مناظرہ کے انعقاد کا پس منظر یہ بیان کیا جاتا ہے[1] کہ دامان کے ایک گاؤں گنڈی عیسب میں حضرت صاحب علاّمہ محمد نور سلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کا جلسہ تھا۔ دورانِ خطاب عبداللہ نامی ایک شخص جس کا تعلق دیوبند مکتبِ فکر سے تھا، کھڑا ہو کر حضرت صاحب کی گفتگو پر اعتراض کرنے لگا۔ حضرت صاحب نے اعتراض کا جواب دیا تو وہ شخص کہنے لگا کہ مَیں تو آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا لیکن اگر آپ سچے ہیں تو ہمارے علما سے مناظرہ کریں۔ حضرت صاحب نے اُسی وقت یہ چیلنج قبول کر لیا۔ اُس جلسہ کے دوران ہی مناظرہ دھولکا کا وقت اور مقام طے کر لیا گیا۔ بستی "دھولکا" میں لیل حضرات کی رہائش گاہوں کے ساتھ "مکّی مسجد" کو مناظرہ کے مقام کے طور پر طے کیا گیا۔ مناظرہ کے شرکا کے اسما حسب ذیل ہیں:

	بریلوی اکابر	دیوبندی اکابر
ثالث	حضرت فقیر سلطان غلام باھُو صاحب، آستانہ جمعہ شریف	حضرت خواجہ شمس الدّین صاحب، آستانہ موسیٰ زئی شریف
مناظر	علاّمہ محمد نُور سلطان القادری صاحب، جامعہ انوارِ باھُو، بھکّر	مولانا عبدُ الحق صاحب، جامعہ نعمانیہ، ڈیرہ اسماعیل خان
معاون	مولانا محمد عزیز الرّحمٰن صاحب، چوگلہ مسجد، ڈیرہ اسمٰعیلخان	مولانا علاؤ الدّین صاحب، ڈیرہ اسماعیل خان
معاون	الحاج عبدُ العزیز خان صاحب گنڈہ پُور، کُلاچی	مولانا عبدُ القدوس صاحب، ڈیرہ اسماعیل خان

[1] روایت از اللہ وسایا فوجی ولد اللہ بخش سکنہ کوٹ ظفر، تحصیل کُلاچی۔ مورخہ یکم ستمبر 2011ء

Marfat.com

حافظ محمد رمضان جو کہ اُس وقت دیوبندی مکتبِ فکر کے مولانا علاؤالدّین صاحب کے مدرسہ میں طالب علم تھے، نے دلچسپ روایات بیان کی ہیں[1]۔ کہتے ہیں کہ جب مسلکِ دیوبند کے شرکائے مناظرہ روانگی سے قبل مدرسہ میں جمع ہُوئے تو مولانا عبدُالقدوس صاحب نے اپنے مناظرین و معاونین کو نصیحت کی کہ دورانِ مناظرہ نُور سُلطان صاحب سے دلیل پر بات کرنا، کتاب پر بات نہ کرنا۔ کیونکہ اگر آپ نے کتاب پر بات کی تو وہ آپ ہی کی پیش کردہ کتاب میں سے آپ کے خلاف دلائل نکال کر پیش کر دیں گے۔ اِدھر دیوبندی اکابر مدرسہ نعمانیہ سے کتب اور اسلحہ سے بھرا ڈالہ لے کر روانہ ہُوئے تو اُدھر بریلوی اکابر ڈیرہ شہر کی چوگلہ والی مسجد سے مقامِ مناظرہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

دھولکا کی مّکی مسجد کا اسٹیج علما مناظرین کے لیے تیار تھا۔ علاقۂ دامان کے دیوبندی و بریلوی عوام جو کہ عقائد کے کئی موضوعات پر علما کے باہم متخالف بیانات سننے کے عادی تھے، بہت بڑی تعداد میں یہ دیکھنے کے لیے جمع ہُوئے کہ متنازعہ مسائل کا کیا حل سامنے آتا ہے۔ عوام میں ہیجان اور جوش کا ہونا فطری عمل تھا۔ عوام کا جوش و خروش دیکھ کر جانبَین کے مناظرین نے یہ فیصلہ کیا کہ بحث و مباحثہ باہر سٹیج پر نہ کیا جائے، بلکہ مسجد کے اندر مباحثہ ہو جس میں دونوں طرف کے علما کے ساتھ صرف چند زعمائے علاقہ مثلاً شاہ عالم خان میانخیل وغیرہ کو بیٹھنے کی اجازت ہو۔ عوام باہر ہی رہیں۔ جو نہی مناظرہ کا ایک نکتہ طے ہو جائے، مسجد سے باہر آکر عوام میں اِس کا اعلان کر دیا جائے اور پھر مسجد کے اندر آکر مناظرہ کے اگلے نکات پر بحث شروع کی جائے۔ چنانچہ اِسی

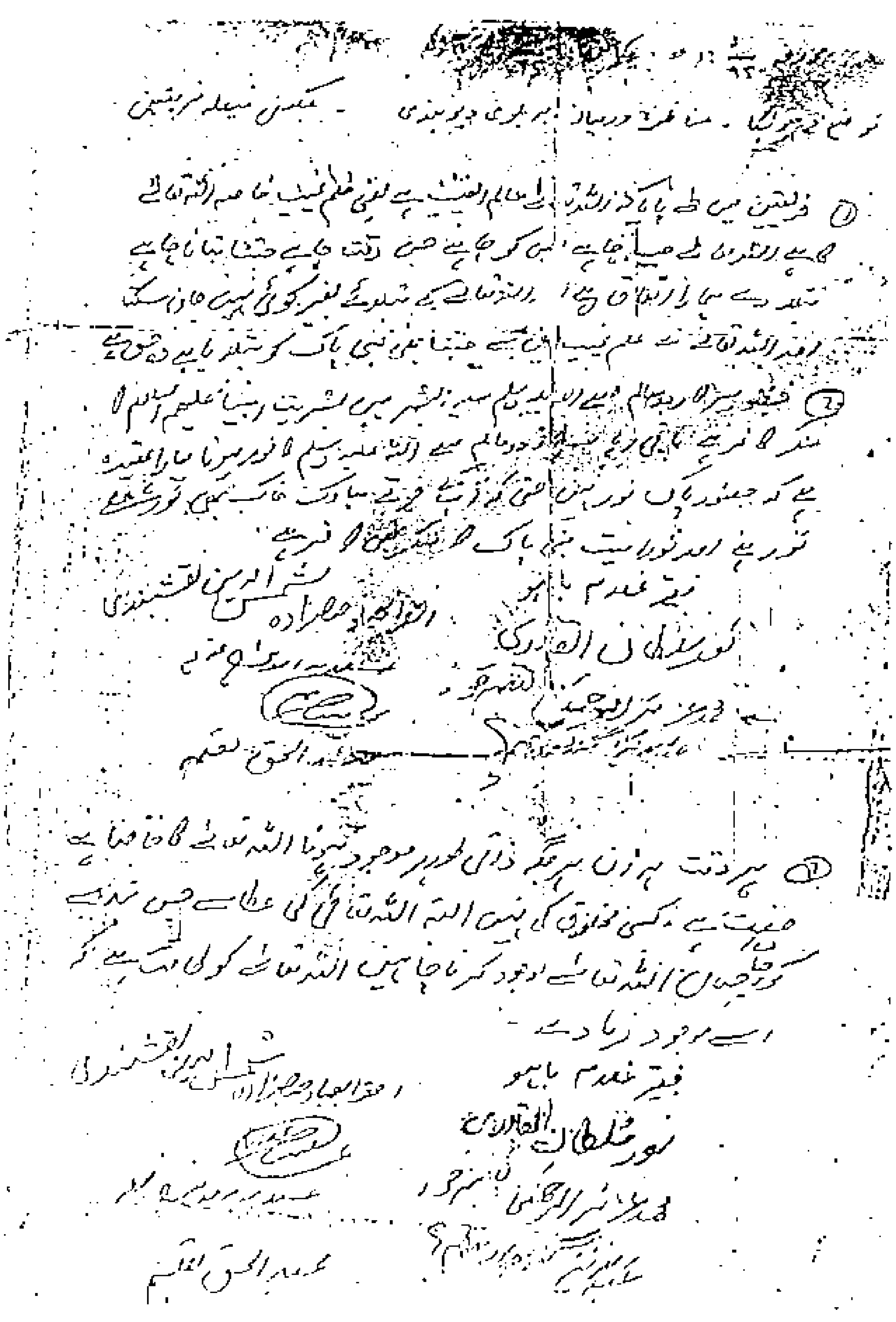

متنازعہ مسائل پر دیوبندی بریلوی متفقہ فیصلہ کی
دستخط شدہ تاریخی دستاویز

[1] روایت از حافظ محمد رمضان سواگی ابن محمد بخش اعوان، سکنہ جمعہ شریف (حال چوک اعظم)۔ مورخہ 6 ستمبر 2011ء، بمقام جھوک قریشیاں

Marfat.com

طریق پر مناظرہ کی کارروائی ہُوئی۔ دِن بھر مناظرہ جاری رہا۔ فریقین کی جانب سے چار چار سوالات تحریر کیے گئے جن کے جوابات فریقِ ثانی پیش کرنے کا پابند تھا۔ عقلی و نقلی دلائل کی روشنی میں طویل بحث ہُوئی۔ نمازِ ظہر کا وقت آیا تو فریقین نے اپنی علیٰحدہ علیٰحدہ جماعت کرائی جبکہ نمازِ عصر باجماعت سب نے مِل کر حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو صاحب کی اِقتدا میں ادا کی۔

مناظرہ کا فیصلہ ایک تاریخی دستاویز کی صورت میں آج بھی محفوظ ہے جس کا عکس گزشتہ صفحہ پر پیش کیا گیا ہے۔ اِس پر جملہ چھ شرکائے مناظرہ کے دستخط موجود ہیں۔ سہ نکاتی فیصلہ کی تحریر ذیل میں نقل کی جاتی ہے:

"**مورخہ** 12-3/75 **موضع دھولکا** **مناظرہ درمیان بریلوی دیوبندی** **عکس فیصلہ فریقین**

۱۔ فریقین میں طے پایا کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے یعنی علمِ غیب خاصہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے، جس کو چاہے، جس وقت چاہے، جتنا بتانا چاہے، بتلا دے، ہمارا اتفاق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر کوئی نہیں جان سکتا اور اللہ تعالیٰ نے علمِ غیب میں سے جتنا بھی نبی پاک کو بتلایا ہے وہ حق ہے۔

۲۔ حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم سیّدُ البشر ہیں۔ بشریتِ انبیا علیہم السلام کا منکر کافر ہے۔ باقی رہا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کا نور ہونا، ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور پاک نُور ہیں حتیٰ کہ آپ کے جوتے مبارک کی خاک بھی نور علیٰ نور ہے اور نورانیتِ نبی پاک کا منکر بھی کافر ہے۔

۳۔ ہر وقت ہر آن ہر جگہ ذاتی طور پر موجود ہونا اللہ تعالیٰ کا خاصا صفت ہے، کسی مخلوق کی نہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے جس بندے کو جہاں جہاں اللہ تعالیٰ موجود کرنا چاہیں اللہ تعالیٰ کو طاقت ہے کہ اسے موجود فرمادے۔"

مندرجہ بالا متن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مناظرہ نہایت اچھے ماحول میں ہُوا اور جانبین کے مناظرین نے قرآنی اصول مدِ نظر رکھا کہ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ [1]۔ متن میں اُن امور کو واضح کر دیا گیا جن پر جانبین کے علما کا اتفاق ہے۔ مناظرے کا فیصلہ منظرِ عام پر آیا تو حضرت صاحب کے مُریدین و معتقدین میں بالخصوص اور احبابِ اہلسنّت میں بالعموم خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ عوام و خواص بارگاہِ ربُّ العزّت میں سجدۂ شُکر بجالائے کہ جن عقائد کا پرچار اُن کے اکابر ہمیشہ کرتے رہے تھے، آج ان پر بریلوی و دیوبندی دونوں مکاتبِ فکر کے علما نے مُہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے۔ نیز یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ اگر علما کُھلے دل سے اور تعصّبات سے مبرّا ہو کر مِل بیٹھیں تو اختلافی مسائل کا حل نکالا جا سکتا ہے۔

---

[1] قرآن مجید، سورۃ آل عمران 3، آیت 64۔ ترجمہ: "ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے"۔

Marfat.com

مناظرہ کے بعد دیوبند حضرات کی جانب سے ایک پمفلٹ "فتحِ مُبین" کے نام سے جاری ہُوا جس میں کہا گیا کہ اُنہیں فتح ہُوئی ہے۔ حضرت صاحب سے اِس کا ذکر کیا گیا تو آپ مُسکرائے اور کہا کہ ہاں، کسی کو سیدھا راستہ مِل جائے تو یہ فتح ہی ہوتی ہے[1]۔ جواباً بریلوی حضرات کی طرف سے "فتح مبین کا پوسٹ مارٹم" کے عنوان سے پمفلٹ جاری کیا گیا جس میں مناظرہ میں طرفین کے سوالات، طرفین کے عقائد، حوالہ جات، مناظرہ کی جھلکیاں، فیصلہ کی تحریر اور شرکائے مناظرہ کے اسماء وغیرہ درج تھے[2]۔

دھولکہ کا یہ مناظرہ آج بھی علاقۂ دامان میں بکثرت یاد کیا جاتا ہے۔ جن لوگوں کو اِس تاریخی مناظرے میں شرکت کا موقع مِلا تھا وہ اِس کا حال بیان کرتے نہیں تھکتے۔ سچ تو یہ ہے کہ اِس مناظرہ کی روئیداد کو علاقۂ دامان میں ایک لوک روایت کا سا مقام حاصل ہو گیا ہے۔

۶۔ مباحثہ چدھرڑ:

حضرت صاحب کی تصویر جس میں انگوٹھی نمایاں ہے

ٹانک کے موضع چدھرڑ میں حضرت صاحب کے مدرسہ کے ایک سابق طالبعلم حافظ شیر علی امام مسجد تھے۔ اُن کی کسی مقامی مولوی صاحب سے اِس امر میں تکرار رہتی تھی کہ آیا آنحضرت ﷺ نے انگوٹھی پہنی یا نہیں۔ حضرت صاحب ایک بار چدھرڑ تشریف لائے تو وہ مولوی صاحب آپ کے پاس آکر کہنے لگے کہ میرے پاس مُستند کتب کا ثبوت موجود ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے انگوٹھی نہیں پہنی۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ میرے پاس تو حوالہ کے لیے اپنی کتابیں ساتھ نہیں ہیں، تاہم آپ اپنی کتابیں لے آئیں۔ جب وہ مولوی صاحب دلیل قائم کرنے کے لیے اپنی کتابیں لے آئے تو حضرت صاحب نے اُنہی کی کتابوں میں سے اُن کو تشفی بخش حوالہ جات نکال کر دے دیے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے انگوٹھی زیبِ انگشت فرمائی۔[3]

---

[1] روایت از حافظ عزیز اللہ ولد فیض محمد کھوکھر، سکنہ کہاوڑ۔ مورخہ 5 ستمبر 2011ء۔

[2] پمفلٹ / اشتہار "فتح مبین کا پوسٹ مارٹم"۔ المشتہر: مستری عبد القدوس بھٹی، محلّہ سودھیاں والا، ڈیرہ اسماعیل خان۔ شائع کردہ: پنجاب نیوز پرنٹرز، لائل پُور۔ (بشکریہ: خاکسار میاں اللہ دتہ سلطانی)

[3] روایت از محمد انور نعت خوان ولد سردار، ساکن بستی تیلی۔ مورخہ یکم ستمبر 2011ء

Marfat.com

۷۔ مناظرہ ژوب:

"دُعا بعدِ جنازہ" کے موضوع پر یہ یادگار مناظرہ 2 جولائی 1996ء کو بلوچستان کے ضلع ژوب کے قریب ایک مقام "شنہ کژہ" پر ہُوا۔ مناظرہ میں موسیٰ خیل اور ژوب کے علما و عوام کثیر تعداد میں موجود تھے۔ اِس مناظرہ نے بلوچستان کے پشتون قبائل پر دُوررَس اصلاحی اثرات مرتب کیے۔ دستیاب تفصیلات کے مطابق 30 جون 1996ء کو حضرت صاحب اپنے مُرید باصفا عصمت اللہ میانخیل کے ہاں ژوب پہنچے۔ آپ اپنے روزنامچہ پر یوں رقمطراز ہوتے ہیں:

"جلسہ ختم ہُوا تو ژوب و موسیٰ خیل کے وہابی مولوی ڈاٹسن میں اِدھر آئے۔ طے پایا کہ کل شنہ کژہ میں مناظرہ ہوگا اور اگر فیصلہ نہ ہو سکا تو یہ ژوب میں موسیٰ خیل کے مولوی ثالث ہوں گے۔ ... متفرق مقامات سے کتابیں منگوائی گئیں۔ ... رات گئے طے پایا کہ تھانہ لیوی موسیٰ خیل کو اطلاع کی جاوے کہ وہ امن قائم رکھنے کے لیے آجاویں۔"

2 جولائی 1996ء کے اپنے روزنامچہ پر حضرت صاحب مناظرہ کے احوال یوں تحریر فرماتے ہیں:

"تقریباً سوا دس بجے مقامِ مناظرہ شنہ کژہ پہنچے۔ مولوی فضل حق مع موسیٰ خیل و ژوب کے علما کے آئے ہُوئے تھے۔ طے پایا کہ مناظرہ صرف ایک مسئلہ دُعا بعدِ جنازہ پر ہو۔ چونکہ فضل حق نے اپنی طرف سے ژوب کے مولوی صاحب کو مناظرہ کے لیے مقرر کیا، اس سے موسیٰ خیل کے علما ناراض ہو کر ایک طرف ہو گئے۔ بہر حال مناظرہ شروع ہوتے ہی اندازۂ جہالتِ مناظر ہو گیا۔ بایں ہمہ مناظرہ کو طول دیا گیا کہ عوام کم از کم مسئلہ میں بحث کو سمجھ سکیں۔ ڈیڑھ بجے جب حالت بہت گرما گرم ہُوئی تو عبدُالقیوم صاحب میر آف شن غر کو مَیں نے بُلا کر یہ طے کیا کہ پہلے تو مولوی صاحب کو آمادہ کریں۔ مگر وہ آمادہ نہ ہُوا تو لاچار یہ طے کیا کہ فریقین فتاویٰ لکھ دیں، پھر ہم کہیں سے تصدیق کرا کر عوام میں اعلان کرا دیں گے۔ مقصد فتنہ کا سدِّ باب تھا۔ بحمدُللہ عوام کو برخواست کیا۔ ..."

اِس مناظرہ کی وجہ سے ژوب و موسیٰ خیل کے لوگ بالعموم دُعا بعدِ جنازہ کے قائل ہو گئے۔ چند سال بعد جب حضرت صاحب ژوب

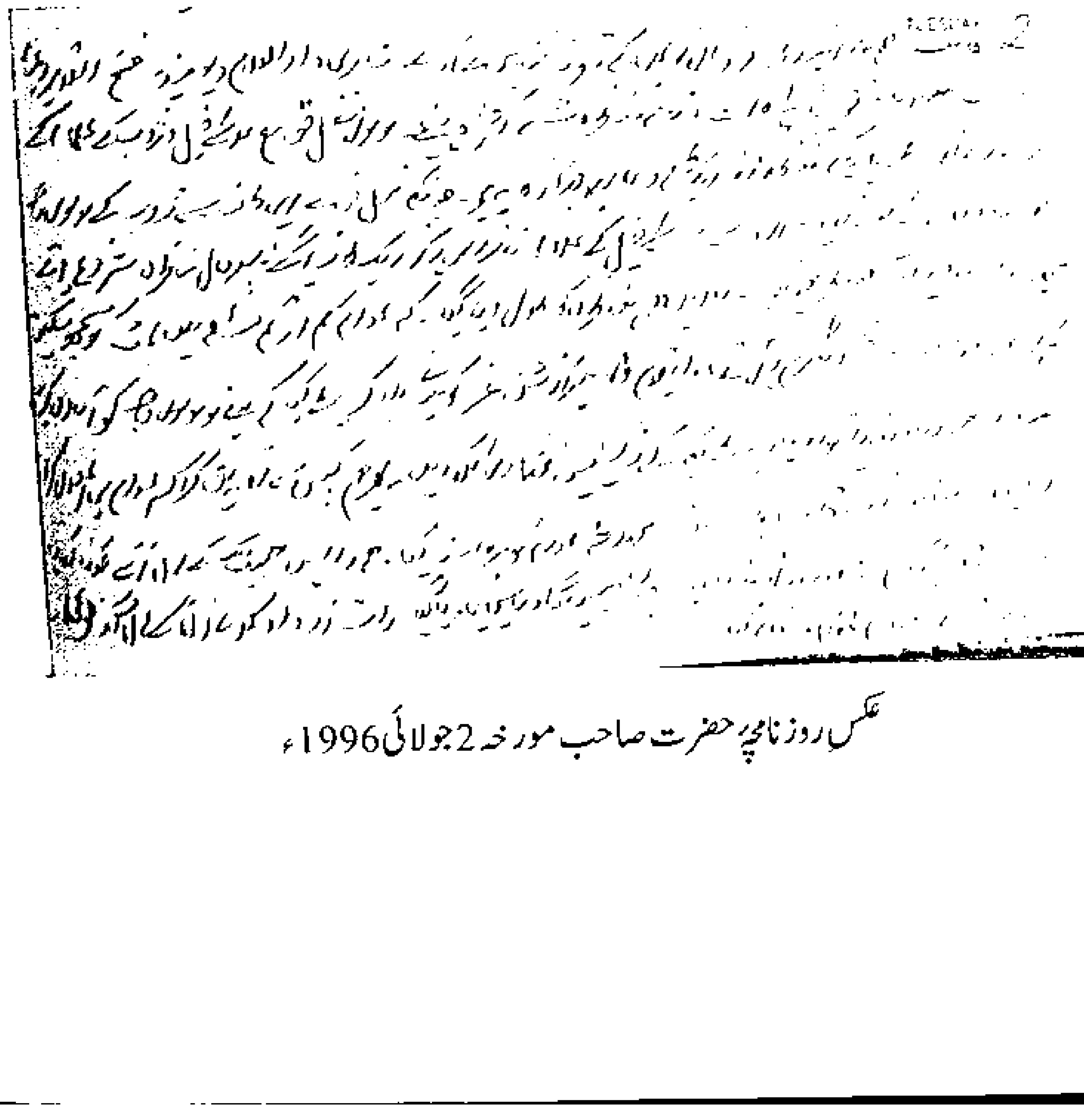

عکس روزنامچہ حضرت صاحب مورخہ 2 جولائی 1996ء

Marfat.com

تشریف لے گئے تو آپ نے خود یہ اثرات ملاحظہ کیے۔ مثلاً ایک جگہ اپنے روزنامچہ میں آپ نے مولانا عبدالحمید صاحب کا ذکر کیا ہے جو کہ پہلے دُعا بعدِ جنازہ کے سخت مخالف تھے مگر مناظرہ کے موقع پر دلائل سُن کر دُعا بعدِ جنازہ کے قائل ہُوئے تھے۔ وہ خود حضرت صاحب کی جائے قیام پر ملنے آئے اور بات چیت کی[1]۔

۸۔ متفرق مناظرے اور مباحثے:

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کے کئی دیگر مباحثوں اور مناظروں کے سرسری حوالہ جات ملے ہیں مگر تفصیلات راقم کو دستیاب نہیں ہو سکیں۔ مثلاً محمد انور نعت خوان گرہ تیلی میں ایک مباحثہ کا ذکر کرتے ہیں جس میں ہُڈی کے دیوبند علما کے ساتھ آذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھنے پر بحث ہُوئی۔ حُسین بخش آف سپرا روایت کرتے ہیں کہ بستی گنجو یا ماہڑہ میں حضرت صاحب کا ایک مناظرہ ہُوا تھا، تاہم اِس کی تفصیلات نہیں مل پائیں۔ حافظ عزیز الرحمٰن روڑی میں ہونے والے ایک مناظرہ کی روایت بیان کرتے ہیں۔ اِسی طرح حضرت صاحب کے 10 جون 1991ء کے روزنامچہ پر اہلِ تشیع سے ایک مباحثہ کا ذکر ہے جس میں آپ نے اُنہی کی کتب سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان دِکھایا کہ میرے بعد صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ ہوں گے۔ نیز حضرت صاحب کے 27، 28 مارچ 1995ء کے روزنامچہ پر بستی انار شاہ اور چپاڑاں والا میں ہونے والے ایک مناظرہ کا حوالہ مِلتا ہے، تاہم اس کی بھی دیگر تفصیلات میسر نہیں ہو پائیں۔

حضرت صاحب ایک حقیقت پسند مناظر تھے۔ فقہ وعقائد کے معاملات میں فیصلہ صادر کرتے وقت آپ ہمیشہ حق کا ساتھ دیتے، چاہے یہ اپنے ہم مسلک یا تعلق داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ آپ کے مناظرہ و مباحثہ میں کبھی تعصّب شامل نہ ہوتا۔ مثلاً ایک روایت[2] کے مطابق پروآ کی نورانی مسجد میں ایک بریلوی عالمِ دین مولانا عبدالحق صاحب خطابت کیا کرتے تھے۔ اُن کا وہاں کے دیوبندی عالم مولانا حامد صاحب سے کسی مسئلہ پر اختلاف ہُوا۔ حضرت صاحب نے فریقین کا مؤقف سُن کر دیوبندی عالم کے حق میں فیصلہ صادر فرمادیا۔ اِسی طرح ایک اور روایت[3] کے مطابق (غالباً 1999ء) کے قریب دامان کے گرہ امین میں بریلوی عالمِ دین مولانا محمد یحییٰ صاحب کا قرات کے ایک مسئلہ میں دیوبندی حضرات سے مناظرہ ہُوا جس میں حضرت صاحب کو ثالث بنایا گیا تھا۔ حضرت صاحب نے جانبین کے دلائل سُننے کے بعد دیوبندی

[1] روزنامچہ علامہ محمد نور سلطان القادری۔ مورخہ 17 اگست 1999ء

[2] روایت از محمد امیر سلطان ابن حضرت سلطان غلام نبی، ساکن بستہ شالہ۔ مورخہ 5 ستمبر 2011ء

[3] روایت از حافظ عزیز اللہ ولد فیض محمد کھوکھر، سکنہ کہاوڑ۔ مورخہ 5 ستمبر 2011ء

Marfat.com

حضرات کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ ایک اور روایت[1] کے مطابق اِس دُنیا میں رویئتِ باری تعالیٰ کے موضوع پر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد شریف رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا مولانا منظور احمد رحمۃ اللہ علیہ (آف جنڈاوالہ) سے علمی اختلاف رُونما ہُوا۔ روایت کے مطابق حضرت صاحب کا مؤقف تھا کہ یہ شرفِ خاص صرف حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے۔

شیخ الحدیث محمد شریف رضوی صاحب روایت[2] فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت صاحب کا پروآ میں دیوبندی عالم حامد صاحب وغیرہ سے مناظرہ طے تھا۔ کہتے ہیں کہ حضرت صاحب مناظرہ کے لیے مجھے بھی ساتھ لے گئے۔ عوام کا ایک بہت بڑا اجتماع مناظرہ کا نظارہ کرنے موجود تھا مگر دیوبندی علما مناظرہ کے وقتِ مقررہ پر نہ آئے۔ ہم وہیں موجود رہے اور کہا کہ جب تک مناظرہ نہ ہو گا، نہ ہم یہاں سے جائیں گے نہ عوام۔ بلاآخر علاقہ کے بعض معززین بیچ میں پڑ گئے اور مخالف گروہ سے لکھوا لائے کہ وہ مناظرہ نہیں کرنا چاہتے۔ اس کے بعد شیخ الحدیث صاحب موصوف نے یادگار خطاب فرمایا۔

---

[1] روایت از مولانا مفتی غلام سرور قادری۔ مورخہ 22 اکتوبر 2016ء، بمقام جامعہ انوار باھو، بھکر۔ ویڈیو مملوکہ راقم

[2] روایت از شیخ الحدیث علامہ محمد شریف رضوی۔ مورخہ 3 ستمبر 2011ء، بمقام بھکر۔ آڈیو مملوکہ راقم

Marfat.com

فصل چہارم
مِلّی، تنظیمی اور تحریکی خدمات

حضرت صاحب علامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ نہایت ہی فعالیت سے مِلّی تحریکوں اور تنظیموں میں سرگرم عمل رہے۔ آپ نے دینِ متین کی سربلندی اور مسلک کی پاسداری کی خاطر دامے درمے سُخنے قدمے کبھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ رکھا۔ ذیل میں مختلف مِلّی تنظیموں اور تحریکوں میں آپ کے کردار کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت علامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ مرکزی علما کونشن میں معاصر دینی عمائدین کے ساتھ

ا۔ جماعتِ اہلسنّت ضلع بھکّر کی سیادت:

اہلسنّت والجماعت حنفی بریلوی مسلک کی نمائندہ مذہبی تنظیم جماعتِ اہلسنّت نے دینِ اسلام کی تبلیغ و ترویج، بقائے مِلّتِ اسلامیہ اور قیام و استحکامِ پاکستان کے لیے ناقابلِ فراموش خدمات سرانجام دی ہیں۔ ضلع بھکّر میں حضرت صاحب علامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ اپنی آمد سے تادمِ آخر جماعتِ اہلسنّت کی قیادت و سیادت کرتے رہے۔ حضرت صاحب اہلسنّت کی خدمت کے حوالہ سے اپنی ذات میں ایک ادارہ تھے۔ اِسی لیے آپ کی حیاتِ مبارکہ میں ضلعی سطح پر جماعت کی رسمی تنظیم سازی کی ضرورت پیش نہ آئی۔ جماعتِ اہلسنّت میں کسی دقیق شرعی مسئلہ پر تحقیق کی ضرورت ہوتی، کسی مسجد مدرسہ یا دربار پر غیروں کی بے جا مداخلت کا مسئلہ ہوتا، کسی مظلوم ہم مسلک کی معاشرتی دادرسی کرنی ہوتی یا اِقتدار کے ایوانوں میں اپنے مسلک کے حقوق کی بات کرنا ہوتی، حضرت صاحب ہمہ وقت ہمہ تن پیش پیش ہوتے۔ مُلکی سطح پر اگرچہ

Marfat.com

مختلف ناموں سے تنظیمیں کام کر رہی تھیں مگر ضلعی سطح پر عملاً آپ کی ذات ہی مذہبی و مسلکی رہنمائی کرتی رہی۔ رسمی خط و کتابت میں حضرت صاحب خود کو "خادمِ اہلسنّت" لکھا کرتے۔ تاہم مرکزی اکابرین کی خواہش پر آپ کو ضلعی صدر رہنا پڑا۔

1980ء کی دہائی میں جب غزالئِ زماں علامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ مرکزی جماعتِ اہلسنّت پاکستان کے صدر تھے[1] تو حضرت صاحب نہایت ہی مستعدی سے نہ صرف لاہور، مُلتان، گوجرانوالہ وغیرہ میں جماعتی اجلاسوں میں شامل ہو کر فیصلہ سازی میں اہم کردار ادا کرتے رہے[2] بلکہ جماعتی وفود کا حصہ بن کر اربابِ اختیار (مثلاً صدر، وزیرِ اعظم، گورنر، وزیرِ اعلیٰ وغیر ہم) کے ہاں اپنا جماعتی نقطۂ نظر بھی پیش کرتے رہے[3]۔ اِس دَور میں حضرت صاحب کے چچا زاد بھائی اور شاگردِ رشید حضرت سُلطان ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ (و:1960ء۔ ف:2013ء) بلوچستان میں جماعتِ اہلسنّت کے صوبائی کنوینئر تھے[4]۔ قبل ازیں حضرت صاحب کے چچا حضرت الحاج سُلطان نُور حُسین القادری رحمۃ اللہ علیہ (و:1921ء۔ ف: 1978ء) جماعتِ اہلسنّت بلوچستان کے پہلے صوبائی صدر منتخب کیے گئے تھے اور تا زیست اِس عہدہ پر متمکن رہے[5]۔

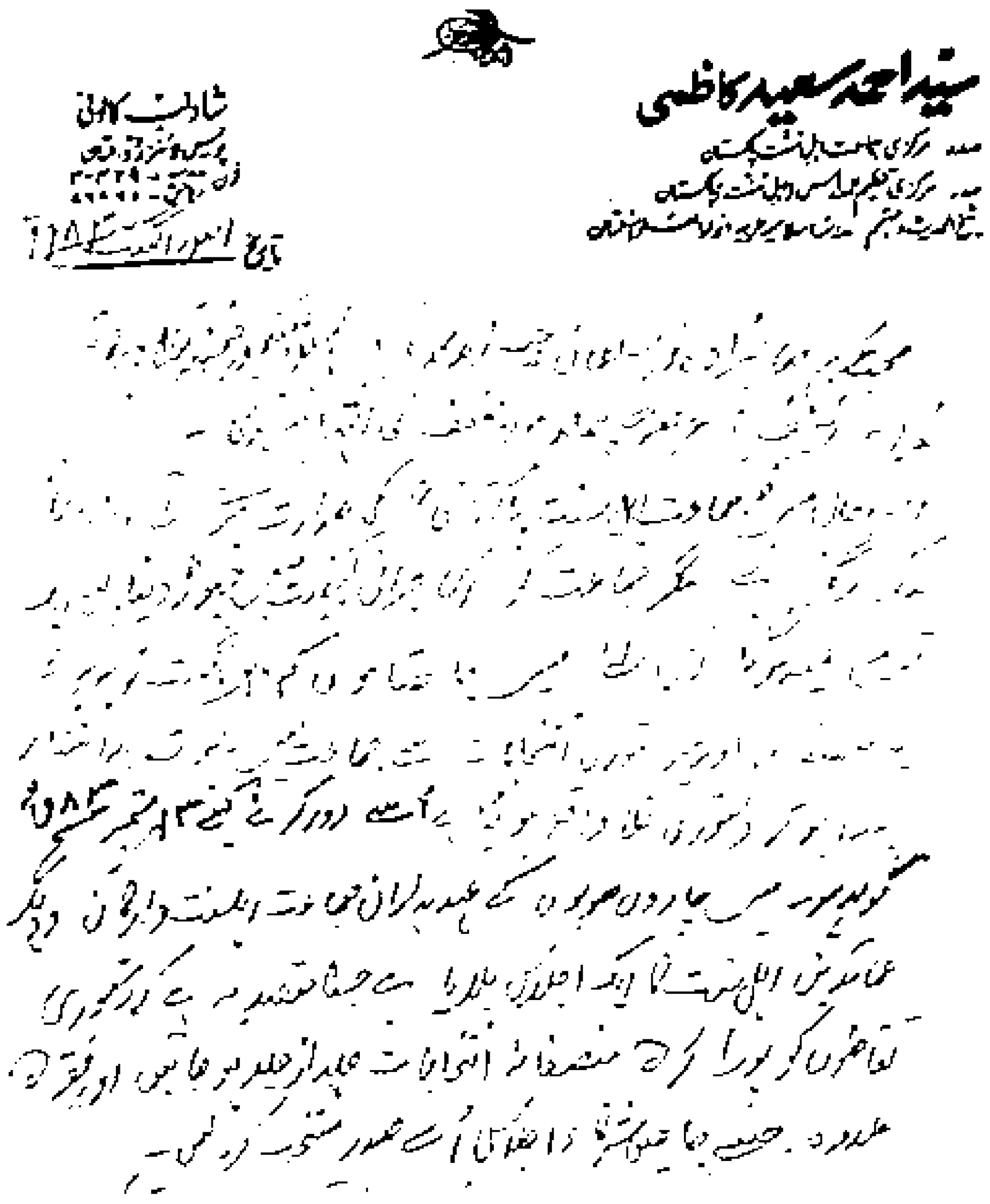

جماعتِ اہلسنّت کے متعلق غزالئِ زماں کا ایک مکتوب

حضرت صاحب کا مقصد خدمت تھا، جماعت میں کسی عہدہ کا حصول نہیں۔ اِس لیے کئی بار آپ جماعت کی ضلعی صدارت سے مُستعفی ہُوئے مگر احبابِ اہلسنّت آپ کو دوبارہ صدر منتخب کر لیا کرتے اور آپ ایک بار پھر قوم کی خدمت میں سرگرمِ عمل ہو جاتے۔ ایک بار حکیمُ الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ (و:1906ء۔ ف:1971ء) کے فرزند اور جماعتِ اہلسنّت پاکستان کے مرکزی رہنما علامہ مفتی محمد مختار احمد خان رحمۃ اللہ علیہ بھکّر تشریف لائے تو جماعت کی ایک میٹنگ میں کچھ ایسا ہی ہُوا۔ حضرت صاحب اپنے روزنامچہ پر تحریر فرماتے ہیں[6]:

---

[1] مکتوب علامہ سیّد احمد سعید کاظمی بنام علامہ نور سلطان القادری۔ مورخہ 13 اگست 1983ء۔ مملوکہ راقم

[2] روزنامچہ علامہ محمد نور سلطان القادری۔ مورخہ 13 ستمبر 1983ء، 30 اکتوبر 1983ء، 10 اپریل 1986ء

[3] روزنامچہ علامہ محمد نور سلطان القادری۔ مورخہ 12 فروری 1984ء، 18 جولائی 1992ء

[4] شہیدِ عشق۔ مرتبہ: سلطان ناصر۔ باھو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2013ء۔ ص 20

[5] تذکرہ الحاج سلطان نُور حُسین القادری۔ ڈاکٹر سلطان الطاف علی۔ انجمن عندلیبانِ ریاضِ رسول، دربار حضرت سلطان باھو۔ 2001ء۔ ص 26

[6] روزنامچہ علامہ محمد نور سلطان القادری۔ مورخہ 23 مارچ 1986ء

Marfat.com

"حضرت مفتی صاحب کی صدارت جماعتِ اہلسنّت ضلع بھکّر کی میٹنگ ہُوئی جس میں مَیں نے صدارت سے استعفیٰ دیا مگر دوبارہ احباب نے منتخب کیا۔ حضرت مفتی صاحب میٹنگ کی کارروائی اور عوام کے اعتماد سے بے حد متاثر ہُوئے۔"

واضح رہے کہ ضلع بھکّر میں علمی و تنظیمی لحاظ سے اہلسنّت کی رہنمائی میں حضرت صاحب کے شانہ بشانہ آپ کے رفیق دیرینہ شیخ الحدیث علّامہ محمد شریف رضوی رحمۃ اللہ علیہ (و:1934ء۔ف:2014ء) نے بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ چونکہ علّامہ صاحب موصوف حضرت صاحب کی مادرِ علمی جامعہ انوارُ العلوم ملتان کی مسندِ حدیث پر بھی براجمان رہ چکے تھے، اس لیے حضرت صاحب اُن کی بہت تکریم کیا کرتے تھے۔

۲۔ جمعیت العلمائے پاکستان میں کردار:

تقسیمِ ہند سے قبل اکابرینِ اہلسنّت نے جو گراں قدر سیاسی خدمات سرانجام دیں ان میں اجمیر، مُرادآباد، لکھنؤ اور بنارس سمیت متحدہ ہندوستان کے متعدد شہروں میں "سُنّی کانفرنسز" کا انعقاد کر کے قیامِ پاکستان کے لیے راہ ہموار کرنا شامل ہے[1]۔ علما کے ساتھ ساتھ صوفیانہ خانقاہوں سے مشائخ نے بھی اپنے مُریدین و متوسّلین میں جذبۂ حصولِ پاکستان کو خُوب اُبھارا۔ 1947ء میں تقسیمِ ہند کے فوراً بعد استحکامِ پاکستان اور نفاذِ نظامِ مُصطفیٰ ﷺ کے لیے غزالئ زماں سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے جمعیت العلمائے پاکستان کی داغ بیل ڈالی۔ مارچ 1948ء میں جمعیت کا پہلا اجلاس جامعہ انوارُ العلوم مُلتان میں ہُوا تو حضرت علّامہ ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کو پہلا صدر اور غزالئ زماں سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کو پہلا ناظمِ اعلیٰ منتخب کیا گیا[2]۔ جمعیت کی ابتدائی نمایاں خدمات میں 1948ء میں جہادِ آزادئ کشمیر، 1953ء میں تحریکِ ختمِ نبوّت اور 1956ء میں آئین سازی وغیرہ میں فعّال کردار شامل ہیں۔

جامعہ انوارُ العلوم مُلتان ہی جمعیت العلمائے پاکستان کی سرگرمیوں کا مرکز تھا لہٰذا حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ جامعہ مذکورہ میں اپنے زمانۂ طالبعلمی سے ہی جمعیت سے وابستہ ہو گئے تھے۔ تاہم حضرت صاحب نے عملی زندگی میں قدم رکھا تو جمعیت کی باگ ڈور غزالئ زماں رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ساتھ صاحبزادہ سیّد فیض الحسن آلومہاروی رحمۃ اللہ علیہ (و:1911ء۔ف:1984ء) اور حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ (و:1906ء۔ف:1981ء) کے ہاتھوں میں تھی۔

---

[1] فیروز سنز اُردو انسائیکلوپیڈیا۔ فیروز سنز پرائیوٹ لمیٹڈ، لاہور۔ چوتھا ایڈیشن 2005ء۔ ص 546

[2] مقالہ "تعارف جمعیۃ العلماء پاکستان"۔ مرتبہ: علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی، ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء پاکستان۔ مقبولِ عام پریس، لاہور۔ 1955ء

Marfat.com

اِن اکابر کے ساتھ حضرت صاحب کے قریبی روابط رہے۔ جمعیت العلمائے پاکستان کے مرکزی صدر صاحبزادہ سیّد فیض الحسن آلومہاروی نے اپنے ایک مکتوب میں حضرت صاحب کو تحریر کیا[1]:

"جمعیت العلمائے پاکستان کی بھکّر میں شاخ قائم فرمایئے۔ قرطاسِ رُکنیت خط لکھ کر لاہور سے منگوا لیجیے۔ بیس ممبر بننے پر انتخاب کر کے جماعتی تشکیل کی اطلاع لاہور دفتر میں بھجوا دیجیے۔ ..."

پس حضرت صاحب نے بھکّر میں جمعیت العلمائے پاکستان کی تنظیم سازی کی اور عوامِ اہلسنّت میں مِلّی و قومی ذمہ داریوں کا شعور اُجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ سیاسی طور پر نظامِ مُصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی خواہش کو اُبھارا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سرزمینِ بھکّر میں جمعیت کی سرگرمیاں زور پکڑنے لگ گئیں اور لوگ مذہبی و مِلّی نقطۂ نظر سے مستعد ہونے لگے۔ اکابرین انتھک اور بے لوث خدمت میں منہمک تھے۔ جمعیت کے مرکزی صدر اپنے ایک اور مکتوب میں حضرت صاحب کو (جو کہ ابھی ایک نوجوان تنظیمی رہنما تھے) کچھ یوں تحریر کرتے ہیں[2]:

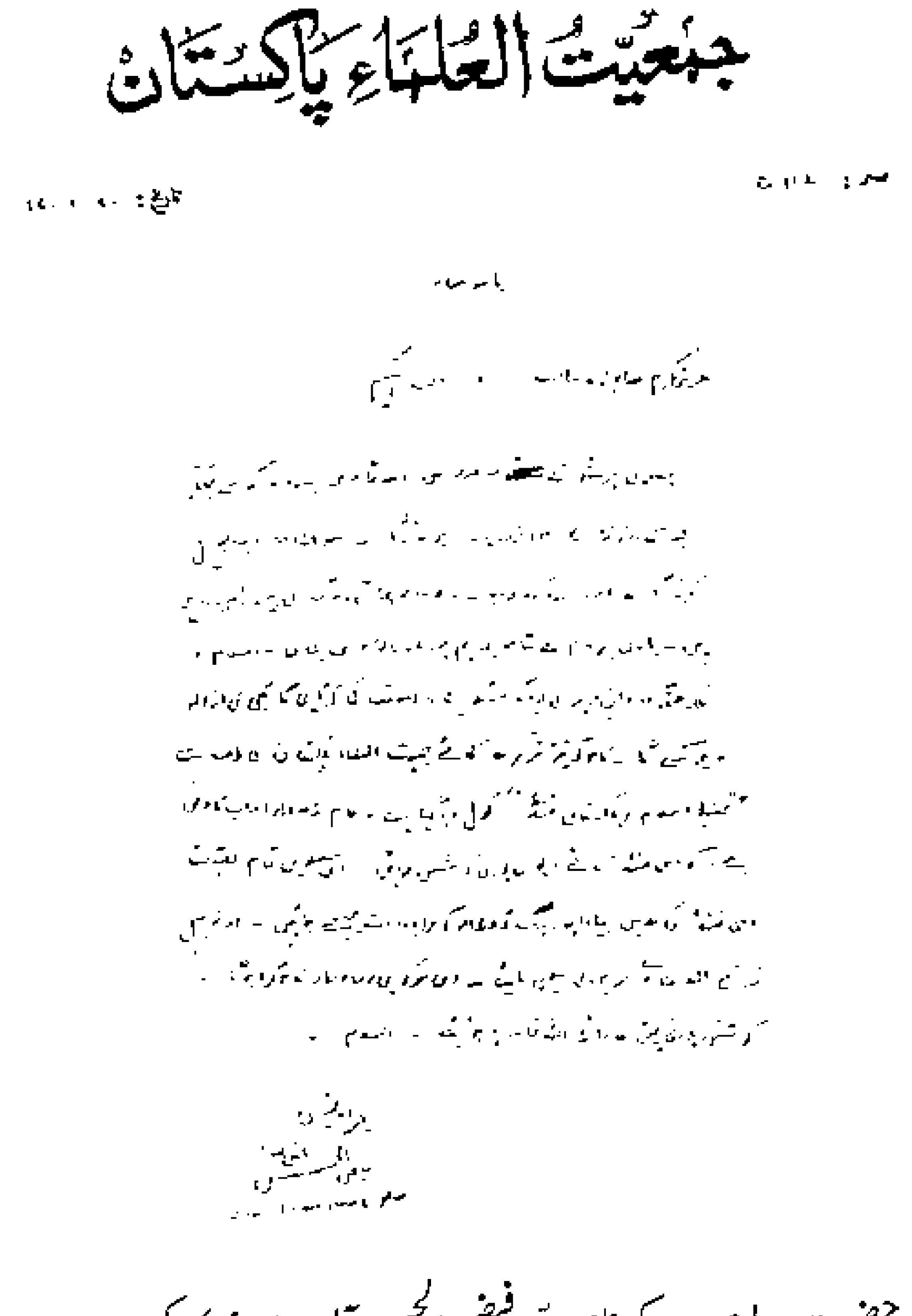

حضرت صاحب کے نام سیّد فیض الحسن آلومہاروی کا مکتوب

"انتخاب کے قُرب کے ساتھ ساتھ جماعتی ذمہ داریاں بے حد بڑھتی جا رہی ہیں۔ یارانِ تیز گام کے مقابلہ میں ہم ہنوز محوِ نالۂ جرس ہی ہیں۔ اِسلام، مسلکِ حقہ اور وطنِ عزیز کی بقا کا مسئلہ ہے۔ اِس وقت کی کوتاہی کا کبھی بھی ازالہ نہ ہو سکے گا۔ کام کو تیز تر کرنے کے لیے جمعیت العلمائے پاکستان کی طرف سے "تحفظِ اسلام و پاکستان فنڈ" کھول دیا گیا ہے۔ تمام ذمہ دار احباب کا فرض ہے کہ اِس فنڈ کے لیے پُوری پُوری کوشش فرمائیں۔ ... اِس معرکہ میں مردانہ وار کام کرنا ہو گا۔ کوشش پُوری کیجیے اور نتائج اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیجیے۔"

4 جون 1970ء کو جمعیت العلمائے پاکستان بھکّر کے تحت میانوالی میں حضرت صاحب کے زیرِ انتظام مرکزی صدر علّامہ سیّد فیض الحسن آلومہاروی کا خطاب ہُوا[3]۔ 13، 14 جون 1970ء کو ٹوبہ ٹیک سنگھ میں جمعیت العلمائے پاکستان

---

1 مکتوب صاحبزادہ فیض الحسن آلومہاروی بنام علّامہ نور سلطان القادری۔ تاریخ ندارد، قیاساً 1969ء۔ مملوکہ راقم

2 مکتوب صاحبزادہ فیض الحسن آلومہاروی بنام علّامہ نور سلطان القادری۔ حوالہ نمبر 117ج۔ مورخہ 17 جنوری 1970ء۔ مملوکہ راقم

3 روزنامچہ علّامہ محمد نور سلطان القادری۔ مورخہ 4 جون 1970ء

Marfat.com

کی طرف سے آل پاکستان سُنّی کانفرنس منعقد ہُوئی جس کا مقصد سَر اُٹھاتے اِشتراکی فتنے کی سازشوں کو بے نقاب کرنا تھا[1]۔ حضرت صاحب نے اِس کانفرنس میں بھی شمولیت اختیار کی۔ اکابرینِ اہلسنّت کی شبانہ روز کاوشوں سے جمعیت ایک مُسلمہ حقیقت کے طور پر مُلک کے سیاسی منظر نامے پر نمودار ہُوئی اور 1970ء کے عام انتخابات میں آٹھ نشستیں حاصل کیں۔ بعد ازاں تحریکِ ختمِ نبوّت اور تحریکِ نفاذِ نظامِ مُصطفیٰ ﷺ میں جمعیت نے ناقابلِ فراموش خدمات سرانجام دیں۔

1970ء اور 1980ء کی دہائیوں میں جمعیت علمائے پاکستان کی سیادت مجاہدِ ملّت مولانا عبد الستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ (و:1915ء۔ ف:2001ء) اور علّامہ الشاہ احمد نُورانی صدّیقی رحمۃ اللہ علیہ (و:1926ء۔ ف:2003ء) نے سنبھالی تو حضرت صاحب کا اِن دونوں اکابر سے قریبی ربط رہا۔ یہ دونوں حضرات وقتاً فوقتاً جامعہ انوارِ باھُو بھکّر بھی تشریف لاتے رہے جبکہ حضرت صاحب لاہور سمیت کئی شہروں میں جمعیت کے اجلاسوں میں شرکت کرتے رہے۔ 1993ء میں جب ہر دو کے مابین خلیج حائل ہُوئی اور جمعیت دو دھڑوں (نیازی گروپ، نورانی گروپ) میں بٹ گئی تو حضرت صاحب چند دیگر مخلصینِ ملّت کے ساتھ مِل کر جمعیت کے اتحاد و یگانگت کی کاوشوں میں مگن ہو گئے۔ تاہم اپنی مخصوص سیاسی بصیرت اور طبعی ہم آہنگی کے باعث حضرت صاحب جمعیت علمائے پاکستان نیازی گروپ کی جانب مائل رہے۔

علّامہ محمد نور سلطان القادری، مولانا عبدالستار خان نیازی اور علّامہ شاہ احمد نُورانی رحمہم اللہ
جامعہ انوار باھُو بھکّر میں جمعیت علمائے پاکستان کے اچھے دِنوں کی یادگار تصویر۔ بشکریہ سلطان ارشد القادری

[1] فیروز سنز اُردو انسائیکلوپیڈیا۔ فیروز سنز پرائیوٹ لمیٹڈ، لاہور۔ چوتھا ایڈیشن 2005ء۔ ص 546

Marfat.com

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف اپنے علم و اخلاق و کردار سے جمیعت العلمائے پاکستان کے منشور کی عملی تصویر تھے بلکہ آپ نے جمیعت کی سیاسی سرگرمیوں میں بھی خوب دوڑ دھوپ کی۔1970ء، 1977ء، 1988ء اور پھر 1990ء کی دہائی میں ہونے والے عام انتخابات میں حضرت صاحب نے جمیعت علمائے پاکستان کے نامزد امیدواروں کے لیے خوب مہم چلائی۔ بھکّر میں جمیعت العلمائے پاکستان کے لیے حضرت صاحب کی قیادت و محنت کا ہی اثر تھا کہ 1988ء کے عام انتخابات میں سردار ظفر اللہ خان ڈھانڈلہ جمیعت کی نشست پر کامیاب ہُوئے۔ حضرت صاحب جمیعت العلمائے پاکستان کے ضلعی صدر رہے اور اواخرِ عمر تک اس کے ملّی اغراض و مقاصد کے لیے جدوجہد کرتے رہے۔

۳۔ تحریکِ ختمِ نبوّت میں کردار:

ختمِ نبوّت سے مُراد مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے آخری نبی ہیں اور آپ کی بعثت سے سلسلۂ نبوّت و رسالت کو کمال و اِتمام حاصل ہو چُکا ہے۔ یہ عقیدہ قرآنِ مجید کی متعدد آیات بالخصوص آیتِ مبارکہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَٰكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ[1] اور متعدد احادیث بالخصوص حدیثِ مبارکہ أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي[2] سے ثابت ہے۔

تاریخ میں نبوّت کے متعدد جھوٹے دعوے دار واقع ہوئے ہیں۔ برِّ صغیر پاک و ہند کے برطانوی استعماری دَور میں مرزا غلام احمد قادیانی (و:1835ء۔ ف:1908ء) نمودار ہُوا جس نے پہلے مسیح موعود، پھر مہدیٔ معہود ہونے کا اور پھر نبوّت کا دعویٰ کر دیا۔ اس کے ماننے والے مرزائی، احمدی اور قادیانی کہلانے لگے۔ قیامِ پاکستان کے بعد اِن لوگوں نے قادیان (ضلع گورداسپور، بھارت) سے رَبوہ (نزد چنیوٹ، پاکستان) اپنا مرکز منتقل کیا اور اپنے ارتدادی نظریات کی ترویج شروع کی۔

علمی سطح پر تو پہلے ہی دلائلِ عقلی و نقلی سے اکابرین نے اِس فتنہ کا رَد پیش کر دیا تھا مگر مملکتِ خُداداد پاکستان میں قادیانیوں کو باقاعدہ طور پر غیر مسلم قرار دینے کی تحریک 1953ء میں چلی جب پاکستان کے سُنّی بریلوی و دیوبندی، غیر مقلد، شیعہ اور جماعتِ اسلامی کے علما نے مل کر تحفظِ ختمِ نبوّت کی خاطر مجلسِ عمل تشکیل دی[3] جس کی صدارت ابوالحسنات علّامہ

---

[1] قرآن مجید، سورۃ الاحزاب 33، آیت 40۔ ترجمہ: "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے آخر"۔

[2] حدیث ترمذی شریف۔ ترجمہ: "میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔

[3] تذکرہ اکابر اہلسنت۔ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری۔ فرید بک سٹال، لاہور 2000ء (بار اول 1976ء)۔ ص 425

Marfat.com

سید محمد احمد قادری(و:1896ء۔ف:1961ء) کو سونپی گئی۔ تحریک کے نمایاں رہنماؤں میں مجلسِ احرار الاسلام کے مولانا عطاءاللہ شاہ بُخاری (و:1891ء۔ ف:1961ء)، جماعتِ اسلامی کے بانی سیّد ابوالاعلیٰ مودودی (و:1903ء۔ف:1979ء) اور تحریکِ پاکستان کے مجاہد مولانا عبدالستار خان نیازی (و:1915ء۔ف:2001ء) شامل تھے۔ حضرت صاحب کے والدِ ماجد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو (و:1913ء۔ف:2001ء) بھی اِس تحریک میں پیش پیش تھے[1]۔ تحریک نے حکومتِ پاکستان سے تین مطالبے کیے: اوّل، قادیانی وزیرِ خارجہ سَر ظفراللہ خان کو وزارت سے برطرف کیا جائے؛ دوم، آئینِ پاکستان میں مُسلمان کی تعریف شامل کی جائے؛ اور سوم، قادیانیوں کو غیر مُسلم اقلیت قرار دیا جائے اور انہیں کلیدی عہدوں سے برطرف کیا جائے[2]۔ حکومتِ وقت نے نہ صرف مطالبات کو رَد کیا بلکہ مذکورہ بالا رہنماؤں کو قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلا کر کے تشدّد کا نشانہ بنایا۔ دیکھتے ہی دیکھتے مُلک بھر کے قید خانے فدایانِ ختمِ نبوت سے بھر گئے اور حکومت نے تحریک کو دبانے کے لیے فوجی قوّت کا استعمال بھی کیا۔

تحریکِ ختمِ نبوّت کا فیصلہ کُن معرکہ 1974ء میں ہُوا۔ معاملہ یوں شروع ہُوا کہ نشتر میڈیکل کالج مُلتان کے طلبا کو ربوہ ریلوے سٹیشن پر ختمِ نبوّت کے حق میں نعرے بلند کرنے پر قادیانیوں نے زَد و کوب کیا تو مُلک بھر میں غم و غصّہ کی لہر دوڑ گئی جس سے 1953ء کی تحریک کو حیاتِ نَو ملی۔ پھر سے جلاؤ گھیراؤ، مار دھاڑ اور گرفتاریاں شروع ہُوئیں[3]۔ سانحۂ سقوطِ بنگال کا زخم ابھی سینۂ وطن پر تازہ تھا اور حکومت کسی خانہ جنگی کی تاب نہ لا سکتی تھی۔ نیز جمعیت العلمائے پاکستان ایک مضبوط سیاسی مقام حاصل کر چکی تھی اور انجمن طلبائے اسلام نوجوانانِ ملّت کو ایک تحریکی پلیٹ فارم مہیا کر چکی تھی۔ پس حکومتِ وقت کو سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا پڑا۔ 1974ء کی اِس تحریک کی مرکزی رہنمائی علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی، علّامہ عبدالستار خان نیازی اور علّامہ الشاہ احمد نُورانی جیسے اکابرین کر رہے تھے۔ حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری مرکزی سرگرمیوں میں پیش پیش رہے اور علاقۂ تھل و دامان میں حضور ختم المرسلین ﷺ کی شانِ خاتمیت پر خطبات کا سلسلہ آغاز کیا۔ آپ ایک طرف براہینِ عقلی و نقلی کے ذریعہ رَدِّ قادیانیت کرتے تو دوسری طرف پُرامن عوامی مظاہروں کے ذریعہ حکومتِ وقت تک اپنا پیغام پہنچاتے۔ یہ بیک وقت ایک علمی اور عَملی سرگرمی تھی۔

[1] سوانح حیات فخرِ کشمیر پیر غلام دستگیر القادری۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ باھُو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2015ء۔ ص 58

[2] فیروز سنز اُردو انسائیکلوپیڈیا۔ فیروز سنز پرائیوٹ لمیٹڈ، لاہور۔ چوتھا ایڈیشن 2005ء۔ ص 644

[3] فیروز سنز اُردو انسائیکلوپیڈیا۔ فیروز سنز پرائیوٹ لمیٹڈ، لاہور۔ چوتھا ایڈیشن 2005ء۔ ص 644

Marfat.com

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری نے خود کو تحفظِ ختمِ نبوت کے تبلیغی و تحریکی مقاصد کے لیے وقف کر دیا۔ جون، جولائی اور اگست 1974ء میں آپ نے صوبہ سرحد (خیبر پختونخواہ) اور صوبہ پنجاب کے متعدد مقامات پر دُور دراز کے سفر کر کے تحریک کی ضرورت و افادیت سے عوام النّاس کو روشناس کرایا۔ جولائی 1974ء میں آپ کے ایک بھانجے صاحبزادہ زُبیر سُلطان کی پیدائش کوئٹہ میں ہُوئی تو آپ نے نومولود کے دادا اور اپنے چچا حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری کو ایک مکتوب میں تحریر کیا[1]:

> "... رشتے کی نوعیّت یہ نہ تھی کہ مَیں تار یا خط پر اکتفا کرتا، بلکہ میری حاضری ازبس ضروری تھی۔ لیکن جناب بخوبی جانتے ہیں کہ ختمِ نبوت کے جلسے دن رات اِس تسلسل سے جارہے ہیں کہ کہیں جانے کا خیال تک نہیں کر سکتا۔ پنڈی جانا بھی اسی سلسلہ کی کڑی تھا۔ ..."

حتیٰ کہ 24 جولائی 1974ء کو آپ کے پہلے بیٹے صاحبزادہ محمد منصور سُلطان کی پیدائش بھی کوئٹہ اپنے ننہال میں ہُوئی مگر حضرت صاحب تحریکِ ختمِ نبوت میں جہدِ مسلسل کے باعث اپنے نومولود فرزند کو کئی ماہ بعد دیکھ پائے۔ یہ عمل حضور رسالت مآب ﷺ کے اِرشادِ گرامی لا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ[2] کی عملی پاسداری کا ثبوت تھا۔ حضرت صاحب کے اُس دَور کے ایک شاگرد رشید مولانا محمد عاشق حسین فائق قادری حضرت صاحب کے متعلق ایک مضمون میں یوں رقمطراز ہوتے ہیں[3]:

حضرت سُلطان غلام دستگیر، مولانا عبدالستار خان نیازی اور علامہ محمد نُور سُلطان القاری

> "1974ء میں بھکّر میں تحریکِ ختمِ نبوّت کے حوالہ سے جو اتحاد قائم ہُوا آپ اس کے سرپرست اور روحِ رواں تھے۔ آپ کی معیّت میں سردار غلام حسن ڈھانڈلہ، مولوی محمد عبداللہ صاحب، حافظ ممتاز احمد دیوبندی اور دیگر احبابِ اہلسنّت نے بھرپور کردار ادا کیا۔ بندۂ ناچیز ان میٹنگوں میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر رہتا۔ تمام حضرات آپ کے حکم اور مشورہ کے پابند اور منتظر رہتے۔ اس تحریک میں مرزائیوں کے خلاف ایک بہت بڑا جلوس نکلا ... آپ نے

---

[1] مکتوب علامہ نُور سُلطان القادری بنام سُلطان غلام دستگیر فخر کشمیر۔ مورخہ 12 جولائی 1974ء۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

[2] حدیث نبوی۔ ترجمہ: "تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرے"۔

[3] مضمون "آفتاب اہلسنّت"۔ مولانا عاشق فائق قادری۔ مورخہ 24 ستمبر 2011ء۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

ختمِ نبوّت پر پُرجوش خطاب فرمایا اور ہر طرف فضا نعروں سے گونج اُٹھی۔ پھر کیا تھا کہ یہ خطاب اس تحریک کے لیے روشنی کا مینار ثابت ہُوا۔"

یہ اکابرینِ ملّت کی ولولہ انگیز قیادت اور مُسلمانانِ پاکستان کی صبر آزما کاوشوں کا ثمر تھا کہ قومی اسمبلی میں علّامہ الشاہ احمد نُورانی صدیقی کی پیش کردہ قرارداد کو 7 ستمبر 1974ء کو آئینِ پاکستان میں شامل کر کے قانون بنا دیا گیا جس کے تحت عقیدۂ ختمِ نبوّت کو مُسلمان کی تعریف میں شامل کر کے آئینی طور پر قادیانیوں کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دے دیا گیا۔

۴۔ تحفظِ ناموسِ رسالت کی تحریکوں میں کردار:

حضور رسالت مآب ﷺ کی تعظیم و تکریم اور ناموس و توقیر دینِ اسلام کا لازمہ ہے اور آپ ﷺ کی شان میں گُستاخی کُفر ہے۔ قرآنِ مجید کا فرمان وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ[1] اِس امر پر دال ہے۔ مسلمانانِ عالَم نے ہمیشہ ناموسِ رسالت کے تحفظ کی خاطر قربانیاں دی ہیں۔ قانونِ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295C کے تحت گُستاخِ رسول کی سزا موت ہے۔ مختلف اَدوار میں اِس سزا میں تخفیف کی کوشش بعض مُلکی و غیر مُلکی افراد اور اداروں کی جانب سے کی جاتی رہی ہے اور اکثر مذہبی جماعتیں اِس سزا کو برقرار رکھنے کے مطالبات کرتی رہی ہیں۔

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ بھی جمہور علما کی طرح اِسی نظریہ کے حامی تھے کہ گُستاخِ رسول کی سزا موت ہی ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر گُستاخِ رسول کلمہ گو ہے تو ارتداد میں مبتلا ہے اور اگر کلمہ گو نہیں تو معاشرہ میں فتنہ پھیلانے اور اسلامی ایمانیات کی پوری عمارت منہدم کرنے کا سازشی ہے۔ لہٰذا بہر صورت گُستاخِ رسول کے لیے دُنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ آپ اپنے خطبات میں اکثر وہ واقعہ بیان کیا کرتے تھے جس میں حضرت عُمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور رسالت مآب ﷺ کا فیصلہ نہ ماننے والے کلمہ گو کا سَر تَن سے جُدا کر دیا اور قرآنِ مجید نے فیصلہ سُنا دیا کہ حضورِ اکرم ﷺ کا فیصلہ تسلیم کیے بغیر کوئی مومن ہی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا[2]۔

جب کبھی مذکورہ بالا قانون میں ترمیم کی بات چلتی، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھکّر کے تمام مکاتبِ فکر کے اکابرین کو ساتھ لے کر اپنا پُرامن احتجاج ریکارڈ کراتے اور خطبات کے ذریعہ لوگوں میں ناموسِ رسالت کے تحفظ کی دینی اہمیت کا

---

[1] قرآنِ مجید، سورۃ التوبہ 9، آیت 61۔ ترجمہ: "اور جو لوگ اللہ کے رسول (ﷺ) کو اذیت پہنچاتے ہیں اُن کے لیے دردناک عذاب ہے"۔

[2] قرآنِ مجید، سورۃ النسآء 4، آیت 65۔ ترجمہ: "تو (اے رسول ﷺ) آپ کے رب کی قسم، لوگ ہرگز مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ آپ کو ہر اُس جھگڑے میں حاکم بنائیں جو اُن کے بیچ پھوٹ پڑے۔ پھر جو فیصلہ آپ (ﷺ) نے کیا اُس سے وہ اپنے دل میں تنگی نہ پائیں اور دل و جان سے اسے تسلیم کر لیں"۔

Marfat.com

شعور اُجاگر کرتے۔ اِن موقعوں پر آپ بھکّر کے بریلوی، دیوبندی، شیعہ اور اہلِ حدیث عمائدین کے ساتھ مِل کر تحریک چلایا کرتے۔ مئی 1998ء اور فروری 2006ء میں بھکّر کی مرکزی تحریکِ تحفظِ ناموسِ رسالت کی تحریکوں کی سیادت آپ نے فرمائی[1]۔ واضح رہے کہ حضرت صاحب کے زیرِ سرپرستی ہونے والے احتجاجی مظاہروں اور جلوسوں میں عوام کو مکمل طور پر پُرامن رہنے کی نصیحت ہوتی اور شریعتِ اسلامی میں دوسروں کی جان و مال کی حُرمت کا احساس دلایا جاتا۔ خطابات کے ذریعہ لوگوں کی قلوب میں عشقِ رسول ﷺ کی شمعیں روشن کی جاتیں اور اذہان کو بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کی توقیر کے تقاضوں سے روشناس کرایا جاتا۔ نیز عوامی طاقت سے حکومتِ وقت تک اپنا پیغام پہنچایا جاتا۔

۵۔ انجمن غلامانِ باھُو کی تاسیس:

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ سرپرستی ڈھاڈر (بولان، بلوچستان) میں انجمن غلامانِ باھُو کی بنیاد رکھی گئی۔ جیسا کہ تنظیم کے نام سے ظاہر ہے، اِس کا مقصد سُلطانُ العارفین حضرت سُلطان باھُو کی تعلیمات کا فروغ اور اُن کی پیروی تھا۔ نیز تنظیم کے نام میں حضرت صاحب کے والد و مُرشد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی اسمِ گرامی کی نسبت بھی موجود تھی۔ اِس تنظیم کا مقصد ایک ایسے روحانی و عملی ماحول کا فروغ تھا جس میں شریعت و طریقت متصادم نہ ہوں بلکہ موافق ہوں کیونکہ روحانی مراتب کے ذریعہ مقصودِ حقیقی کا حصول صرف نبیِ اکرم ﷺ کے دِکھائے ہُوئے راہِ شریعت سے ہی ممکن ہے۔ بقول حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ[2]:

ع سچا راہ محمد والا جیں وِچ رب لبھیوے ھُو

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ انجمن غلامانِ باھُو، ڈھاڈر کے تاسیسی مسوّدے پر دستخط کرتے ہُوئے۔ غلام عباس بوہڑ اور عزیز سُلطان ساتھ ہیں

[1] روزنامچہ علامہ محمد نور سُلطان القادری۔ مورخہ 5 مئی 1995ء، 15 مئی 1998ء، 10 فروری 2006ء

[2] ابیاتِ باھُو۔ حضرت سُلطان باھُو۔ تحقیق ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ حضرت غلام دستگیر اکیڈمی، پاکستان۔ اشاعتِ نہم 2002ء۔ ص 57۔
منظوم ترجمہ از راقم: ع سچا راہ محمد والا جس میں رب مِل جائے ھُو

Marfat.com

9 نومبر 1998ء کو ڈھاڈر میں انجمن غلامانِ باھُو کی تاسیس کے موقع پر حضرت صاحب نے اِس کی مرکزی تنظیم سازی فرمائی جس میں غلام عباس بوہڑ صاحب کو صدر، ظہور احمد آسی صاحب کو ناظم اعلیٰ (جنرل سیکریٹری) اور محمد ایاز صاحب کو ناظم مالیات (فائنانس سیکریٹری) متعین فرمایا۔ انجمن کی رُکنیت متعدد افراد نے حاصل کی اور بلوچستان میں مختلف مقامات پر انجمن کے تحت محافل منعقد ہونے لگیں۔ ساتھ ساتھ یہ انجمن سماجی اور فلاحی نوعیت کی خدمات بھی سرانجام دینے لگی۔ اگلے برس 1999ء میں انجمن کی ایک شاخ بلوچستان کے علاقہ بھاگ میں بھی قائم کی گئی۔ یہاں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ عبدالمنان صاحب کو صدر، محمد عظیم سومرو صاحب کو نائب صدر، صابر حُسین سومرو صاحب کو ناظم اعلیٰ جبکہ عبداللہ بہوڑ صاحب کو ناظم مالیات متعین کیا۔ انجمن کے جملہ اراکین کو احکامِ شریعت کی بجا آوری، سلسلہ قادریہ کی پیروی اور خدمتِ خلق کا درس دیا جاتا۔ لہٰذا یہ تنظیم علمی، روحانی اور سماجی سطح پر امور سرانجام دینے لگی۔

حضرت صاحب بھاگ ناڑی میں انجمن غلامانِ باھُو کے سالانہ اجلاس میں۔
محمد عظیم سومرو اور دیگر اراکین ساتھ ہیں۔ نومبر 2000ء

٦۔ دیگر ملّی و تبلیغی تنظیموں کی سرپرستی:

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھکّر میں اہلسنّت والجماعت کی تمام تنظیموں اور تحریکوں کی سرپرستی فرمایا کرتے۔ انجمن طلباء اِسلام (ATI) سے ہمیشہ آپ کو خاص اُنس رہا۔ 1968ء میں قائم ہونے والی اِس تنظیم نے جدید تعلیمی اِداروں کے طلبا و طالبات کے دِلوں میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شمعیں فروزاں کرنے اور نفاذِ نظامِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بیش قیمت خدمات سرانجام دیں۔ بھکّر میں حضرت صاحب اِس تنظیم کی ہمیشہ سرپرستی فرمایا کرتے۔ اِس کے اراکین کے مسائل کے حل کے لیے تگ و دَو کے ساتھ ساتھ طلبا کو پند و نصیحت بھی فرماتے رہتے۔ آپ نے بلوچستان میں بھی انجمن طلباء اسلام کی سرپرستی فرمائی اور ڈھاڈر میں ان کے دفتر کا افتتاح کیا[1]۔

انجمن طلباء اسلام کے دفتر کا افتتاح۔ 16 نومبر 2001ء۔ ڈھاڈر

[1] روزنامچہ علامہ محمد نُور سلطان القادری۔ مورخہ 16 نومبر 2001ء

Marfat.com

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ضلع بھکّر کی سطح پر دعوتِ اسلامی، تحریکِ منہاج القرآن اور سُنّی تحریک کی بھی سرپرستی فرمایا کرتے۔ اگرچہ اِن تنظیموں کے ضلعی عہدہ داران اپنے اپنے قائدین کے لائحہ عمل کے مطابق سرگرمیاں کیا کرتے، تاہم جہاں کہیں اُنہیں کوئی دُشواری پیش آتی حضرت صاحب معاونت، رہنمائی اور سرپرستی فرماتے۔ دعوتِ اسلامی کا تو ضلعی دفتر ہی جامعہ انوارِ باھُو میں ہُوا کرتا تھا۔ اِسی طرح منہاجُ القرآن، سُنّی تحریک اور اہلسنّت کی دیگر جماعتیں اپنی مرکزی محافل جامعہ انوارِ باھُو اور جامع مسجد خلفائے راشدین میں کیا کرتیں جن کی نہ صرف حضرت صاحب بخوشی اجازت مرحمت فرماتے بلکہ بسا اوقات اِن محافل کی رونق بھی بنتے۔

حضرت علامہ محمد نور سُلطان القادری، حضرت سُلطان حامد نواز القادری اور حضرت سُلطان ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ بلوچستان میں حق باھُو کانفرنس کے موقع پر۔ ؟ 2004ء

علامہ محمد نور سُلطان القادری، پیر سیّد محمد سلیم شاہ گیلانی، پیر عبدُالحمید ارشد رحمۃ اللہ علیہ بھکّر میں مصطفائی نعت کونسل کے زیرِ اہتمام محفلِ نعت کے دوران۔ ؟2005ء

Marfat.com

فصلِ پنجم

سماجی، ثقافتی اور سیاسی خدمات

دینِ اسلام میں رہبانیت نہیں۔ اِس میں نہ صرف ذاتی بلکہ معاشرتی زندگی کے بھی ایسے زرّیں اصول پیش کیے گئے ہیں جو انسان کی دُنیوی و اُخروی کامرانیوں کے ضامن ہیں۔ فلاسفۂ عمرانیات بھی نُطق و معاشرت کو بنی نوع انسان کا طُرّۂ اِمتیاز گردانتے ہیں۔ سُنّتِ نبوی ﷺ کی پیروی میں تاریخِ اِسلام کی نمایاں دینی شخصیات نے نہایت بھرپُور معاشرتی زندگیاں گزاری ہیں۔ حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ اپنی علمی و تبلیغی مصروفیات کے ساتھ ساتھ سماجی، ثقافتی اور سیاسی لحاظ سے بھی فعّال شخصیت تھے۔ اِس ضمن میں آپ کی خدمات کی ایک جھلک زیرِ نظر فصل میں پیش کی جاتی ہے۔

ا۔ فیصلے اور فتاویٰ:

جب معاشرے کے گروہوں یا افراد کے درمیان لڑائی جھگڑے کی نوبت آجائے تو خاموش تماشائی بَن کر چُپ سادھ لینا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ بلکہ ایسے حالات میں مثبت مداخلت کا حکم ہے تاکہ فساد رفع اور امن بحال ہو جائے۔ قُرآنِ مجید کی آیات وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا[1] اور إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ[2] ایک مثالی اسلامی معاشرہ کے یہی اصول بیان فرماتی ہیں۔ حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا ایک اہم پہلو اہلِ ایمان بھائیوں کے مابین مسائل کو بطورِ مُنصف اور مُفتی کے حل کرانا تھا۔

بطورِ مُنصف حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصف یہ تھا کہ آپ بیک وقت شرعی، قانونی اور قبائلی و علاقائی علوم و رسوم پر دسترس رکھتے تھے۔ قبائل و افراد کے درمیان فیصلہ کرتے ہُوئے حضرت صاحب سب سے پہلے قرآن و سُنّت کے احکام اور شریعتِ مطہرہ سے استفادہ کرتے۔ آپ علاقائی قوانین اور قبائلی روایات سے صرف اُس صورت میں رجوع کرتے اگر وہ شرعی احکام سے متصادم نہ ہوں۔ آپ فرمایا کرتے کہ شریعتِ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے کی ایک عقلی دلیل یہ بھی

---

[1] قرآنِ مجید، سورۃ الحجرات 49، آیت 9۔ ترجمہ: "اور اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے بیچ صلح کرا دو"۔

[2] قرآنِ مجید، سورۃ الحجرات 49، آیت 10۔ ترجمہ: "بے شک اہلِ ایمان تو بھائی بھائی ہیں۔ سو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دو"۔

Marfat.com

ہے کہ شریعت تمام زمانوں اور تمام علاقوں کے لیے ہے جبکہ دیگر رسوم و روایات زمان و مکان کی تبدیلی کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ لہٰذا شریعت ہی ایک ایسا عالمگیر و آفاقی دستورِ حیات ہے جو ہر زمانے میں قابلِ عمل ہے۔ حضرت صاحب مُلکی قوانین اور علاقائی و قبائلی رسوم و روایات پر بھی بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔ احکامِ شریعت کے دائرہ میں رہتے ہُوئے حضرت صاحب مختلف قبائل کے فیصلوں میں اُن قبائل کے مروّجہ رسوم کو بھی اہمیت دیا کرتے تھے۔

حکمِ قرآنی وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ[1] کی بجاآوری میں حضرت صاحب نے بطورِ مُنصف ہمیشہ عدل کا دامن تھامے رکھا۔ آپ خویش و غَیر، امیر و غریب اور قوی و ضعیف کے امتیاز کو کبھی اپنے فیصلہ پر اثرانداز نہ ہونے دیتے۔ اگرچہ آپ کے مزاج میں عمومی طور پر اپنے مسلک کے حق میں عصبیّت موجود تھی لیکن جب آپ مسندِ انصاف پر بیٹھتے تو آپ کے لیے سب برابر ہو جاتے اور کوئی تعصّب آپ کو چھُو کر بھی نہ گزر سکتا۔ کئی بار ایسا ہُوا کہ آپ نے اپنے قریبی دوستوں یا تعلق داروں کے خلاف فیصلہ سُنایا اور اپنے ذاتی مخالفین کے حق میں بات کی۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگ جو آپ سے مسلکی یا ذاتی عناد رکھتے تھے، وہ بھی اپنے تنازعات میں آپ کو منصف بنانے پر بخوشی آمادہ ہو جاتے۔ روایت[2] کے مطابق ایک بار ڈیرہ اسماعیل خان کے دیہات تھلیاں میں ایک قتل ہو گیا اور فیصلہ کے لیے فریقین نے حضرت صاحب کو عرض کی۔ قتل کا الزام بلوچ برادری پر تھا جو کہ آپ کے پُرانے تعلق دار تھے اور وہی آپ کو بطورِ مُنصف لانے پر مُصر تھے۔ مقتول پارٹی کا تعلق مسلکِ دیوبند سے تھا۔ جب حضرت صاحب نے شرعی و قانونی تقاضے پُورے کر کے فیصلہ سُنایا تو اس میں بلوچوں پر قتل کا الزام ثابت ہو گیا لہٰذا اُن کی شرعی سزا مقرر کی گئی جبکہ دیوبندی حضرات کے مطالبات تسلیم کر لیے گئے۔ اس کے بعد بلوچوں کے بعض لوگ حضرت صاحب کی مخالفت پر اُتر آئے۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ تھا کہ آپ جب کبھی بطور مُنصف یا ثالث فیصلہ کے لیے پہنچتے تو فریقین اور جملہ گواہوں کو جمع کر کے وعظ و نصیحت فرماتے جس میں بلا تعصب حق کا ساتھ دینے، سچ بولنے اور جھوٹی گواہی سے بچنے کی تلقین کی جاتی۔ نیز آپ اِس موقع پر فرمایا کرتے کہ عارضی زندگی کے ایک معاملہ میں بہتان لگا کر یا جھوٹی گواہی دے کر اپنی قبر کو انگاروں سے بھرنا کوئی دانشمندی نہیں۔ آپ کی یہ تلقین اِس قدر اثر ڈالتی کہ کئی بار اس سے متاثر ہو کر ایک پارٹی کی طرف سے لائے گئے گواہ دوسری پارٹی کے حق میں سچی بات کر جاتے۔ حضرت صاحب کو یقین کامل تھا کہ ہمارے تمام مسائل

---

[1] قرآن مجید، سورۃ النسآء 4، آیت 58۔ ترجمہ: "اور جب لوگوں کے مابین فیصلہ کرو تو عدل سے فیصلہ کرنا"۔

[2] روایت از محمد ہاشم ولد غلام قاسم، سکنہ بکھی۔ مورخہ 5 ستمبر 2011ء

Marfat.com

قرآن و سُنّت کی روشنی میں حل کیے جاسکتے ہیں۔ علاقہ دامان کے ایک تصفیہ کا ذکر کرتے ہُوئے حضرت صاحب اپنے روزنامچہ پر یوں رقمطراز ہوتے ہیں[1]:

" ... لوگوں کو احساس دلایا کہ وہ بجائے کسی اور جال میں پھنسنے کے قرآن اور نبی آخر الزماں ﷺ پر صدقِ دل سے تابع ہو جائیں تو ہر مسئلہ کا حل ممکن ہے۔"

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بطورِ منصف یا ثالث جن تنازعات کے تصفیہ جات فرمائے اُن میں گھریلو ناچاقیوں سے لے کر بڑے بڑے متحارب قبائل کے عزت و قتل وغیرہ تک کے فیصلے شامل تھے۔ صرف 1990ء اور اس کے بعد مختلف مقامات پر آپ کے کیئے گئے فیصلوں کی اجمالی فہرست جو آپ کے روزنامچوں اور بعض روایات سے مرتب کی گئی ہے، پیش کی جاتی ہے: جھوک مَسّو (1990ء)، چاہ لعل بھٹی والا (1993ء، 1995ء، 1996ء، 2000ء)، گٹار (1993ء)، بندیال (1993ء، 1994ء)، حاجی مورہ (1993ء)، پروآ (1994ء)، جھوک قریشی (1994ء)، ڈَنڑی (1994ء، 1997ء، 2001ء)، کھوئی بہارا (1994ء)، پوٹہ (1998ء)، داجل (1994ء)، مٹ (1995ء)، اڈہ مرید والا (1995ء)، دریا خان (1995ء)، چھبڑی (1995ء، 1996ء)، تِلکن (1996ء)، بستی دَھپ (1996ء)، کالو دَھی شریف (1997ء)، بھاگ ناڑی (1997ء)، سگّو (1998ء)، گرہ عبداللہ (1998ء)، کوٹ وَلی داد (1998ء)، موگا (1999ء)، کُلاچی (2001ء)، چاہ جھیلن (2001ء)، بستی کھر (2003ء)، دادو (2004ء)، بھونکی / احمد آباد (2004ء)، قادو والی (2005ء)، کورو بمپ (2005ء)، لانگ خیر شاہ (2005ء)، عادل سپرا (2004ء)، گرہ گُل داد (2006ء)، ڈیلی کراس (2006ء)، رُکن پُور (2006ء)

بطور مُفتی حضرت صاحب علامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات ایک جُداگانہ باب کی متقاضی ہیں، تاہم یہاں مختصر ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ حضرت صاحب ایک نڈر حق جُو اور حق گو مُفتی تھے۔ حتّٰی کہ مخالفین بھی فتویٰ میں آپ کی راستبازی اور حق گوئی کے معترف تھے۔ حضرت صاحب کو فتویٰ نویسی میں بھی کمال حاصل تھا۔ آپ کے فتاویٰ کی تحریر نہایت شُستہ، جاندار اور مُستند حوالوں سے آراستہ ہوتی۔ فتویٰ کی تحریر میں آپ آیاتِ قرآنی اور احادیثِ مبارکہ کے ساتھ ساتھ فقہ حنفی کی معتبر کتب کے حوالے شامل کیا کرتے تھے۔ فتویٰ کی تحریر کا آغاز تسمیہ اور حمد و صلوٰۃ سے ہوتا۔ پھر پہلا حصہ اَلْاِسْتِفْتَا ہوتا جس میں سائل کا سوال مکمل وضاحت کے ساتھ تحریر کیا جاتا۔ دوسرا حصہ الجواب ہوتا جس میں براہین و

---

[1] روزنامچہ علامہ نُور سلطان القادری۔ مورخہ 25 دسمبر 1990ء

Marfat.com

حوالہ جات کی مدد سے تشفی بخش جواب دیا جاتا۔ آپ عموماً فتاویٰ بقلم خود تحریر فرماتے، تاہم بعض اوقات کسی شاگرد کو بھی اِملا کرا دیا کرتے۔ راقم کو بھی چند مرتبہ آپ سے فتاویٰ کی اِملا لینے کا شرف حاصل رہا۔ حضرت صاحب فتویٰ دینے پر ہرگز نذرانہ یا مشاہرہ وصول نہ کرتے، بلکہ فتویٰ نویسی پر اُجرت لینے والوں کو انتہائی ناپسند کرتے تھے کیونکہ اس سے مُفتی کے جانبدار ہو جانے کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ آپ کے نزدیک حق پر فتویٰ دینا نہ صرف عالمِ دین کا فرضِ منصبی تھا بلکہ نعمتِ علمِ دین کی تحدیث کا ایک عملی اظہار بھی تھا۔

۲۔ ثقافتی خدمات:

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اعلیٰ اسلامی اقدار کی امین تھی۔ آپ نے برِّصغیر پاک و ہند کی سرائیکی تہذیب میں آنکھ کھولی اور زندگی کا بیشتر حصہ اسی مدنیت میں بسر کیا، لہٰذا سرائیکی ثقافت آپ کی طرزِ بُود و باش میں نمایاں تھی۔ تاہم پشتون ننہال کی طرف سے آپ کے "پشتون ولی" ورثہ میں ملی تھی اور آپ کے مزاج کا یہ پہلو بھی کسی سے پوشیدہ نہ تھا۔

سرائیکی زبان کو حضرت صاحب کے انمول خطبات نے ایک قیمتی علمی و تحقیقی ذخیرہ عطا کیا ہے۔ آپ کے بیشتر خطابات سرائیکی زبان میں ہی ہوتے۔ آپ سرائیکی زبان کے روزمرّہ و محاورہ کو ایسے خالص اور شیریں انداز میں استعمال کرتے کہ دیگر زبانیں بولنے والے بھی جھوم اُٹھتے۔ آپ کے خطبات کی بدولت آپ کے مُریدین، تلامذہ اور سامعین میں سرائیکی زبان کی خوب ترویج ہُوئی۔ آپ دورانِ تدریس بھی سرائیکی زبان بولتے۔ سرائیکی میں آپ نے کیف و سرور میں ڈوبا شعری کلام بھی تصنیف کیا ہے۔ آپ کی معروف سرائیکی نعتوں میں "میڈا محبوب چہرے توں پردہ ہٹا ..." اور "اے حبیبِ پاک میڈو ڈیکھ چا ... " شامل ہیں۔

حضرت صاحب نے علاقہ تھل اور دامان میں اُردو، سرائیکی اور پشتو بولنے والے افراد کے مابین لسانی ہم آہنگی میں بھی نہایت مؤثر کردار ادا کیا۔ آپ بڑی مسرّت سے خود کو پٹھانون کا نواسہ کہا کرتے اور جہاں کہیں کوئی پٹھان ملتا اُسے "ماما" کہہ کر مخاطب کرتے۔ یوں پٹھان حضرات بھی آپ کا بے حد احترام بجالاتے۔ بھکّر میں حضرت صاحب کا وجود ثقافتی و لسانی ہم آہنگی کا موجب بھی تھا اور مرکز بھی۔ آپ کے پاس آکر مختلف زبانیں بولنے والے اپنائیت اور اعتماد حاصل کرتے۔ یہی نہیں بلکہ حضرت صاحب کے دَم قدم سے سندھ اور بلوچستان سے بھکّر آنے والے احباب کی سرائیکی، پنجابی اور پٹھان حضرات سے بڑی قریبی دوستیاں اور رشتہ داریاں تک بن گئیں۔

Marfat.com

حضرت صاحب کی طرزِ بُود و باش خصوصاً غذا، لباس اور رہائش میں بھی ایک ایسا رنگ نمایاں تھا جو ایک طرف تو سُنّتِ نبوی ﷺ کی اتباع اور دوسری طرف علاقہ کی سادہ ثقافت کا آئینہ دار ہوتا۔ آپ سادہ شلوار قمیض زیبِ تن کرتے اور سر پر کلف لگا عمامہ ہوتا جو آپ کی شخصیت کی مستقل علامت بن گیا تھا۔ آپ کے پاؤں میں عموماً کلاچوی طرز کی چمڑے کی کھلی پاپوش ہوتی۔ بسا اوقات ہاتھ میں عصا بھی رکھتے۔ کھانے میں آپ کو دامان کا مخصوص ثقافتی پکوان "ثوبت" بہت پسند تھا جو کہ نبی اکرم ﷺ کے مرغوب پکوان "ثرید" سے مماثلت رکھتا ہے۔ آپ دیگر علاقوں سے آنے والے زائرین اور مہمانوں کو بڑے شوق سے ثوبت سے متعارف کراتے اور کھلاتے۔

حضرت صاحب اہلِ علاقہ اور مُریدین کی خوشی و غم کی رسومات میں بھی اہتمام شرکت فرماتے۔ شادیوں میں شرکت فرماتے تو دُلہا کو آپ کے بابرکت ہاتھوں سے سہرہ سجوایا جاتا۔ بوقتِ نکاح بھی بسا اوقات آپ ہی ایجاب و قبول کراتے۔ آپ غربا و مساکین کے مواقع میں شرکت کا خصوصی اہتمام کیا کرتے اور یُوں اُن کی خوشیوں کو یادگار و شاندار بنا دیتے۔ تاہم اِن مواقع پر غیر شرعی رسومات کی آپ سختی سے ممانعت کرتے۔ لہٰذا آپ کی موجودگی میں کسی کو غیر اخلاقی موسیقی یا ناچ کی جرات ہرگز نہ ہوتی۔ ایسی صورت میں آپ خوب سرزنش کرتے۔ آپ کے ہاں ثقافتی رسوم و رواج قابلِ قبول تھے مگر اُس حد تک جہاں وہ احکامِ شریعت سے متصادم نہ ہوں۔

حضرت صاحب ایک مُرید کو سہرہ بندھوا کر دُعا کرتے ہُوئے۔ کوٹ حبیب

حضرت صاحب، قصور میں اپنے مُرید صادق ظفر اللہ امجد کی شادی پر

ڈھاڈر میں پیارے مُرید محمد ایاز کی شادی پر دستار بندی کرتے ہوئے

Marfat.com

۳۔ مساکین کی دلداری و دستگیری:

حضرت صاحب علامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ حدیثِ پاک پڑھا کرتے کہ اَللّٰھُمَّ أَحْیِنِی مِسکِیناً وَ أَمِتْنِی مِسکِیناً وَاحشُرنِی فِی زُمْرَةِ المَسَاکِینَ [1]۔ لہٰذا آپ مساکین کی دلجوئی و دلداری کا خاص اہتمام فرمایا کرتے اور اس کی نصیحت بھی کرتے۔ آپ کہا کرتے کہ مظلوم و مسکین کی آہ سے ڈرو کہ یہ بارگاہِ الٰہی میں شرفِ باریابی رکھتی ہے۔ حضرت صاحب اربابِ اختیار و اقتدار کے ایوانوں میں مظلوموں اور بے آسرا لوگوں کے حقوق کے لیے خوب تگ و دَو کیا کرتے۔ آپ کئی بار سیاسی عمائدین اور افسرانِ بالا کی نجی محافل میں اِس خاطر اُن کی سرزنش کیا کرتے کہ وہ صاحبِ ثروت لوگوں کو ظلم کرنے سے نہیں روکتے اور مسکین مظلوموں کا ساتھ نہیں دیتے۔ ضلع بھکّر میں یہ بات خاص طور پر مشہور تھی کہ جو شخص حق پر ہونے کے باوجود مظلوم ہو اور کوئی اُس کی دستگیری نہ کرتا ہو تو وہ حضرت صاحب کے پاس آئے۔ حضرت صاحب بغیر جان پہچان کے جب فقط اس قدر تسلی کر لیتے کہ سائل بے گُناہ اور مظلوم ہے تو اُس کے ساتھ خود تھانہ، کچہری، سرکاری دفاتر اور سیاستدانوں کے پاس سفارشی بن کر جاتے اور اُس کی دادرسی کرا کے ہی دَم لیتے۔

مساکین کی دلجوئی کے حوالہ سے حضرت صاحب کے ڈرائیور اور معتمد مُرید بشیر احمد صاحب کی بیان کردہ روایت ذیل میں نقل کی جاتی ہے [2]:

"ایک بار بھکّر میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ عید نماز پڑھا چکے تو کافی تعداد میں زائرین کُتب خانہ میں آپ کو عید ملنے جمع ہو گئے۔ زائرین میں سردار ظفر اللہ خان ڈھانڈلہ اور خواجہ محمد صدیق اکبر بھی شامل تھے جو کہ بالترتیب بھکر کے ایم این اے اور ڈی سی تھے۔ دونوں کا اصرار تھا کہ حضرت صاحب دِن کے کھانے یا کم از کم چائے پر اُن کی رہائش گاہ تشریف لے جائیں۔ حضرت صاحب نے یہ کہہ کر معذرت کر لی آپ پہلے ہی کسی سے چائے کا وعدہ کر چکے ہیں اور وہاں جانا نہایت ضروری ہے۔ چند دیگر عمائدینِ علاقہ کی دعوتوں کا بھی آپ نے یہی جواب دیا۔ زائرین کو لنگر کرا کے فراغت ہُوئی تو مجھے ڈاٹسن نکالنے کا حکم دیا۔ مَیں نے تعمیل کی۔ مَیں ڈرائیونگ کر رہا تھا اور حضرت صاحب ساتھ بیٹھے راستہ بتا رہے تھے۔ ہم حضرت صاحب کی رہنمائی میں بھکر کے کسی تنگ و تاریک گلیوں والے محلے میں پہنچے۔ ٹوٹی پھوٹی گلیوں سے ہوتے ہُوئے حضرت صاحب نے

---

[1] کشف المحجوب۔ داتا گنج بخش حضرت سید علی ہجویری۔ باب الفقر۔ ترجمہ: "اے اللہ عزوجل، مجھے مسکینی کی زندگی عطا فرما اور مسکینی کی موت عطا فرما اور روزِ حشر مجھے مسکینوں میں اُٹھا"۔

[2] روایت از بشیر احمد ڈرائیور، ساکن ڈیرہ اسماعیل خان۔ مورخہ یکم ستمبر 2011ء، بمقام جھوک قریشیاں

Marfat.com

ایک چھوٹے سے مکان پر رُکنے کا کہا۔ گھر پر ایک چھوٹا سا ٹین کا دروازہ تھا جس کے سامنے ایک پھٹے ہُوئے بورے کا پردہ لٹک رہا تھا۔ حضرت صاحب ڈاٹسن سے اُترے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ گھر سے ایک ضعیف سفید ریش شخص بر آمد ہُوا جس نے موٹے شیشوں والی عینک پہن رکھی تھی۔ حضرت صاحب نہایت شفقت سے اُس شخص کو ملے، عید مبارک کہا اور گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ مَیں نے دیکھا کہ ایک ہی کمرے پر مشتمل اُس مکان میں وہ عُمر رسیدہ شخص اپنے وہیل چیئر پر بیٹھے جوان بیٹے کے ساتھ رہ رہا تھا۔ حضرت صاحب نے اُس لڑکے کے سَر پر ہاتھ پھیرا اور اس سے خوشگوار گفتگو فرماتے رہے۔ بوسیدہ پیالیوں میں چائے پیش کی گئی۔ آپ نے چائے نوش فرمائی اور اس لڑکے کو دو سو روپے عیدی دے کر رخصت ہُوئے۔
واپسی پر مَیں نے ازراہِ مذاق کہا کہ حضرت صاحب اگر آپ سیاستدانوں یا افسروں کی دعوت قبول فرمالیتے تو آپ کے بہانے ہم بھی اچھا کھا پی لیتے۔ آپ نے فرمایا: بشیر اُستاد، زندگیاں نفسانی خواہشات کی دوڑ دھوپ میں ضائع ہو رہی ہیں، کیوں نہ کچھ ایسا کریں کہ اللہ عزّوجلّ اور اس کے محبوب ﷺ کی رضا حاصل ہو پائے۔"

یہ واقعہ جہاں حضرت صاحب کی شخصیت کے ایک روشن پہلو کا غماز ہے وہیں اُن نام نہاد علما و مشائخ کے لیے ایک لمحۂ فکریہ بھی ہے جو مساکین کی دل آزاری کرتے ہیں اور اربابِ ثروت و اقتدار کے ساتھ میل جول کو اپنے لیے باعثِ عزت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قرآنِ کریم کا حکم نہایت واضح ہے کہ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا[1]۔

[1] قرآنِ مجید، سورۃ الکہف 18، آیت 28۔ ترجمہ: "اور خود کو اُن لوگوں کے ساتھ روکے رکھیے جو صبح شام اپنے رب کو پُکارتے ہیں (اور) اُس کی رضا کے طالب ہیں، اور آپ کی نگاہیں اُن سے ہٹیں نہیں اِس حال میں کہ آپ دُنیوی زندگی کی زینت چاہتے ہوں۔ اور آپ اُس کا کہنا نہ مانیں جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا"۔

Marfat.com

۴۔ سیاسی خدمات:

سیاست نہ تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بُنیادی میدانِ عمل تھا اور نہ ہی آپ کی طبیعت اپنے دَور کے مروّجہ سیاسی طَور طریقوں سے ہم آہنگ تھی مگر جس حد تک عصری سیاست میں شمولیت رفاہِ عامہ کے لیے ناگزیر ہوتی آپ ضرور شامل ہوتے۔ آپ کا نظریۂ سیاست خالصتاً دینی تھا جس کا مقصد قرآن وسُنّت کے پیش کردہ مُصطفوی نظام کا نفاذ اور خلقِ خُدا کی بے لَوث خدمت تھا۔ علما و مشائخِ اہلسنّت ہی تحریکِ پاکستان کے اصل غازی تھے لہٰذا قیامِ پاکستان کے بعد انہوں نے جمعیت العلمائے پاکستان کی داغ بیل ڈالی اور حضرت صاحب تادمِ آخر اِس جماعت سے وابستہ رہے۔ اِس حوالہ سے آپ کی خدمات کی ایک جھلک اوپر پیش کر دی گئی ہے۔ یہاں اس قدر ذکر کرتے چلیں کہ حضرت صاحب نے 1969ء میں بھکّر میں جمعیت العلمائے پاکستان کی شاخ قائم فرمائی، تاحیات اس کی سرپرستی کی اور قومی انتخابات میں نہایت فعّال ہو کر جمعیت کے مِلّی مقاصد کے لیے تگ ودَو کی۔ حضرت صاحب نے چند مرتبہ سردار ظفر اللہ خان ڈھانڈلہ ایم این اے کے ساتھ قومی اسمبلی کے اجلاس کی کارروائی بھی ملاحظہ فرمائی[1]۔

حضرت صاحب فیصل آباد میں خلیفہ نذر حسین کے ہاں اخبار پڑھتے ہوئے

مقامی سطح پر حضرت صاحب الیکشن میں صرف اُن امیدواروں سے تعاون فرماتے جنہیں صحیح العقیدہ سمجھتے۔ ضلع بھکّر میں آپ الحاج غلام حسَن خان ڈھانڈلہ، سردار ظفر اللہ خان ڈھانڈلہ، ملک نذیر احمد اُترا اور ملک عبد الستّار کہاوڑ کی سیاسی معاونت فرمایا کرتے۔ تاہم نجیب اللہ خان نیازی، ثناء اللہ خان مستی خیل اور عنایت اللہ خان شہانی وغیرہ کی بھی بعض مواقع پر معاونت کی۔ اِسی طرح ڈیرہ اسماعیل خان کے سیاستدانوں میں سردار عنایت اللہ خان گنڈہ پُور، سردار شاہ عالم خان میانخیل، امان اللہ خان کُنڈی عُرف مَنّو خان اور نواب غلام حیدر خان علیزئی کو آپ کی سیاسی تائید حاصل رہی۔ اِن حضرات کی سیاسی معاونت کرنے کے عوض حضرت صاحب نے کبھی کوئی ذاتی مفاد حاصل نہ کیا۔ سیاستدانوں کے توسّط سے آپ یا تو غربا و مساکین کے حقوق کے لیے سرگرم رہتے اور یا مذہب و مسلک کی تبلیغ وترویج کی انتظامی رکاوٹیں دُور کرنے میں محوِ

[1] روزنامچہ علامہ محمد نور سلطان القادری۔ مورخہ 9 فروری 1992ء

Marfat.com

عمل ہوتے۔ چونکہ حضرت صاحب ہمیشہ ذاتی مفادات کی بجائے مِلّی مقاصد کے لیے آواز بلند کرتے تھے اس لیے ان سیاستدانوں کی نظر میں حضرت صاحب کا رُتبہ بہت بلند تھا اور آپ ضرورت پڑنے پر سیاسی رہنماؤں کو ان کی عوام سے غفلت پر ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش بھی کر لیا کرتے تھے۔

دُنیوی سیاست کی گہری فہم و فراست کے ساتھ ساتھ مخلوقِ خُدا کی بے لَوث خدمت کا جذبہ بھی حضرت صاحب کو اپنے والدِ ماجد سے ورثہ میں مِلا۔ حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ جب 1964ء کے بُنیادی جمہوریت کے انتخابات میں حصّہ لینے لگے تو اپنے ایک مکتوب میں یوں تحریر کرتے ہیں[1]:

"بندہ کا اِس دفعہ بُنیادی جمہوریت میں حصّہ لینے کا بطورِ امیدوار ارادہ ہے۔ چونکہ ہمارا سابقہ ممبر جو کہ ہمارے اپنے گاؤں نیز دیگر مواضعات میں بھاری رقبہ کا مالک ہے، وہ نہایت ہی بے پروا نیز اپنے خیال کا مالک ہے۔ کسی بھی شخص کی رائے و مشورہ لینا اس کے لیے بہت ہی ناگوار اور دُشوار ہے۔ بصورتِ مجبوری اظہارِ اُمیدواری مَیں نے کر دیا ہے۔ کیونکہ ہر صورت میں اپنے علاقے کے آبنوش ہو یا آبپاشی وغیرہ وغیرہ تمام امور میں حصّہ لینا پڑتا ہے۔ پھر کسی دوسرے کے پیچھے پھرنا جو کہ کسی کی سننے سے معذور ہو ایسے حالات میں علیٰحدگی ناگزیر ہو گئی۔ جبکہ کسی دوسرے آدمی کو کھڑا کر کے اسے کامیاب کرانا بھی بہت مشکل نظر آرہا تھا۔ مالک بہتری فرماوے جس میں ہمارے لیے دینی دُنیوی خوبی و اچھائی ہو۔ حالانکہ اِس دھندے کو اپنے لیے نہایت ہی ناموزوں سمجھتا ہوں۔ ... "

اِس اقتباس سے حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کا سیاست سے طبعی عدم میلان ظاہر ہوتا ہے اور یہ امر واضح ہوتا ہے کہ آپ کی سیاسی سرگرمیاں عوام کی جائز حق رسی کے لیے ناگزیر ہو گئی تھیں۔ اب الیکشن مذکورہ میں کامیابی کے بعد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مکتوب کا اقتباس ملاحظہ کیجیے[2]:

"برادرِ عزیز، جس قدر اختیار زیادہ بڑھتے ہیں اتنی ہی خالق و مخلوق کے حقوق کی ذمہ داریاں بھی بڑھتی ہیں۔ چونکہ موجودہ وقت میں خُدا ناترسی، بد دیانتی، ناروائی، بے انصافی ہمارے عوام کا جزوِ ایمان بن چکے ہیں اور آخرت سے ایمان اُٹھ گیا ہے تو ووٹ دینے والے مہربان کسی پر زیادتی یا حق تلفی کا مطالبہ ضرور فرمائیں گے اور پارٹی اور احسان کو ملحوظ رکھتے اِن کا فرمان ماننا بھی لازم ہوتا ہے، اگرچہ آخرت کی روسیاہی کا سامنا بھی کرنا

---

[1] مکتوبِ حضرت سُلطان غلام باھُو بنام حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری۔ مورخہ 12 ستمبر 1964ء۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

[2] مکتوبِ حضرت سُلطان غلام باھُو بنام حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری۔ مورخہ 7 جون 1965ء۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

Marfat.com

پڑے۔ دعا فرماویں اگر اس طرف کچھ شوق و خیال ہو تو کم ہو جاوے۔ اُس کامیابی سے ہمکنار فرمائے جس میں خُدا اور رسول کی رضاجوئی و قرب نصیب ہو۔ حافظ

اگر ز سِرِّ قناعت خبر شود درویش   بہ پادشاہیٔ عالم فرو نیارد سَر "

یہ تھیں وہ اخلاقی اقدار جو حضرت صاحب علاّمہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی زندگی کی رہنما ثابت ہوئیں۔

حضرت صاحب کی عملی سیاست میں پہلی بار آمد 1979ء میں ہُوئی۔ جنرل محمد ضیاء الحق نے حکومتِ پاکستان کی زمامِ اقتدار سنبھالی تو کچھ عرصہ بعد لوکل گورنمنٹ آرڈیننس 1979ء کا نفاذ ہُوا جس کے تسلسل میں صوبائی آرڈیننسز پاس ہُوئے اور مُلک بھر میں بلدیاتی انتخابات ہُوئے۔ صوبہ سرحد (خیبر پختونخواہ) کی تین تحصیلوں پر مشتمل ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کی "ضلع کونسل" کو 30 یونین کونسلز میں تقسیم کیا گیا جس میں تحصیل ڈیرہ کی 18 جبکہ تحصیل کُلاچی اور تحصیل ٹانک کی 6،6 یونین کونسلز شامل تھیں[1]۔ بلدیاتی انتخاب کے ذریعہ ہر یونین کونسل میں سے ایک ایک "ممبر ضلع کونسل" منتخب ہونا تھا۔ جبکہ ضلع کونسل کا ایک چیئرمین اور ایک وائس چیئرمین منتخب ہوناتھا۔

1979ء کے مذکورہ بالا بلدیاتی انتخابات میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ یونین کونسل نائیویلہ (جس میں اُن دِنوں جمعہ شریف کا علاقہ شامل تھا) سے بھاری اکثریت کے ساتھ ممبر ضلع کونسل منتخب ہُوئے جبکہ آپ کے چھوٹے بھائی صاحبزادہ محمد حنیف سُلطان صاحب ممبر یونین کونسل منتخب ہُوئے۔ آپ ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں[2]:

"قبلہ حضرت والدم صاحب کے حکم مطابق مَیں نے ڈسٹرکٹ کونسل اور برادرم حنیف سُلطان نے یونین کونسل کے انتخابات میں حصّہ لیا اور بفضلہ تعالیٰ دونوں بھائیوں کو شاندار کامیابی حاصل ہُوئی۔"

پس ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کی ڈسٹرکٹ کونسل کے ممبر کے طور پر حضرت صاحب نے علاقہ کی عملی سیاست میں حصّہ لیا اور خلقِ خُدا کی خدمت میں سرگرمِ عمل ہو گئے۔ امانُ اللہ خان کُنڈی عُرف مَنّو خان ڈسٹرکٹ کونسل کے چیئرمین جبکہ حاجی عبدالرّشید دَھپ آف گرہ فتح وائس چیئرمین منتخب ہُوئے۔ علاوہ ازیں ڈسٹرکٹ کونسل کے ممبران میں سے جو نام راقم کو میسّر ہو سکے، یہ ہیں[3]: علاّمہ محمد نُور سُلطان القادری، ثناء اللہ خان میانخیل، عمر فاروق خان میانخیل، حاجی شیر اکبر خان (آف

---

[1] بحوالہ سرکاری مراسلہ نمبر RWP-81-82/CH:/1486-1515 مورخہ 06.08.1981 از طرف اسسٹنٹ پراجیکٹ ڈائریکٹر رُورل ورکس پروگرام، ڈیرہ اسماعیل خان۔ بنام جملہ ممبران ضلع کونسل ڈیرہ اسماعیل خان

[2] مکتوب علاّمہ محمد نُور سُلطان القادری بنام ڈاکٹر سلطان الطاف علی۔ مورخہ 14 اکتوبر 1979ء۔ مملوکہ مکتوب الیہ

[3] بحوالہ سرکاری دستاویز نمبر 630/54-126 مورخہ 19.04.1983 برائے یادداشتِ کارروائی اجلاسِ عام (اُنیسواں) ڈسٹرکٹ کونسل ڈیرہ اسماعیل خان، منعقدہ 15.03.1983

Marfat.com

پنیالہ)، ملک محمد امین خان (آف گرہ محبت)، مخدوم زادہ حسن علی شاہ، ملک رانجھو خان، پرویز عالم خان، سیّد ظفر عباس زیدی (ایڈوکیٹ)، ملک محمد امین کنڈ خیل، ملک محمد نواز خان مَلانہ، محمد خان بلوچ، صاحبزادہ اکبر زمان، سردار حمید اللہ خان، حاجی غلام صادق ڈیال، ملک گُلشیر خان، ملک فیض احمد سوکھی۔

ڈسٹرکٹ کونسل کے اجلاس (میٹنگز) ڈیرہ اسماعیل خان کے میونسپل ٹاؤن حال میں منعقد ہُوا کرتے۔ سرکاری ریکارڈ میں موجود اِن اجلاسوں کی کارروائیوں کی یاداشتیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ضلع کونسل کے تمام ممبران سے بڑھ کر فعّال و ناطق رہتے۔ آپ کے اُٹھائے ہُوئے سوالات اور پیش کردہ تجاویز کی روشنی میں ہی ضلع کونسل کی اہم فیصلہ سازی ہوتی۔ راقم کو صرف تین اجلاسوں کی سرکاری دستاویزات میسّر ہو سکیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت صاحب کے بطور سیاستدان اہلِ علاقہ کے لیے ترجیحی معاملات تعلیم، صحت، زراعت اور آبنوش تھے۔ مذکورہ بالا تین اجلاسوں میں حضرت صاحب کی کاوشوں کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

1۔ 25 اپریل 1982ء کو ہونے والے اجلاس میں حضرت صاحب نے علاقہ ہائے جمعہ شریف، چھبجڑی، جڑھ، مِٹھی، بھکی، گانمہ، بالو، نہال، ہزارہ، گرہ غلام حیدر اور غلام کوٹی کے لیے پانی کی فراہمی کی منصوبہ سازی پر زور دیا۔ پھر چاہ حسین کھیارہ، حیات بھوچرہ، جھوک عبد اللہ اور گرہ رشید پر بات کی جہاں پانی کی عدم دستیابی کی وجہ سے لوگ نقل مکانی کرنے پر مجبور ہونے لگے تھے۔ گورنمنٹ مڈل سکول نائیویلہ کی چاردیواری سمیت اس کے تدریسی مسائل کا ذکر کیا اور ہر دیہات میں پرائمری سکول کے اجرا کے مطالبات کیے۔ اسی طرح دیگر تجاویز میں آپ نے لُنڈہ جمعہ روڈ کی درستگی، نائیویلہ کے علاقہ میں سیلابی پانی کی وجہ سے مچھروں سے بیماریاں پھیلنے کا مسئلہ اور گرہ عاشق کے بند کی پختگی و آبپاشی کے مسئلہ پر عملی اقدامات کی سفارشات منظور کرائیں[1]۔

2۔ 23 فروری 1983ء کو ہونے والے ضلع کونسل کے اٹھارویں اجلاس میں حضرت صاحب نے ترقیاتی پروگرام برائے سال 83-1982ء کے تحت گرہ رشید، جھوک مسّو اور چھبجڑی کے لیے سکول بنانے میں محکمہ تعلیم کی تاخیر اور PWD کی طرف سے جمعہ شریف روڈ کی اراضی کا معاوضہ اہلِ علاقہ کو نہ ملنے پر احتجاج کیا، نیز علاقہ میں طوفان کے باعث ہونے والے غاشہ جات کی تکمیل کی منصوبہ بندی کرائی۔ تجاویز میں آپ نے روڑہ میں موجود ایک کامیاب پرائمری سکول کو مڈل کا درجہ دینے کی بات کی تاکہ سپرا، چھبجڑی، رشید، جھوک عبد اللہ، حیات، پہوڑ، بُجڑی اور رنگ پُور کے دیہاتوں کے لوگ بھی فائدہ

[1] بحوالہ سرکاری دستاویز برائے یادداشتِ کارروائی اجلاس ڈسٹرکٹ کونسل ڈیرہ اسماعیل خان، منعقدہ 25.04.1982

Marfat.com

اُٹھا سکیں۔ حضرت صاحب نے گرہ حسین خان، بالو اور مٹھی کے لیے پرائمری سکولوں کے اجرا پر زور دیا تاکہ اہلِ علاقہ کو کم از کم بنیادی تعلیم تو میسّر ہو سکے۔ پھر آبنوشی کے لیے جمعہ شریف، چھجڑی، بالو، نہال، ہزارہ اور بستی غلام حیدر کے لیے منصوبہ سازی کرائی[1]۔

3۔ 15 مارچ 1983ء کو ہونے والے ضلع کونسل کے اُنیسویں اجلاس میں بھی حضرت صاحب نے علاقہ کے مختلف دیہاتوں میں آبنوشی و آبپاشی، سکولوں کی تعمیر، سڑکوں کی تعمیر اور حیوانات کے شفاخانوں کی تعمیر کے حوالہ سے مطالبات پیش کیے۔ ضلع کونسل کے اسی اجلاس میں ایک قرارداد متفقہ طور پر منظور کی گئی جس میں قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کے دورۂ ڈیرہ اسماعیل خان مورخہ 16 اپریل 1948ء کی یادگار موزوں مقام پر تعمیر کرنے کا کہا گیا[2]۔

پس حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بطور ڈسٹرکٹ کونسلر نہایت مستعدی سے خلقِ خُدا کی بے لَوث خدمت کی۔ آپ کے دَور میں علاقہ میں سکولوں کی تعمیر، بنیادی مراکزِ صحت کا قیام، مسائلِ آبنوشی و آبپاشی کے حل، سڑکوں کی تعمیر (بشمول سڑک از پروآ تا چاہ حُسین اور سڑک از نائیویلہ تا رشید براستہ رنگ پُور سپرا[3] وغیرہ) اور عوام کے متفرق مسائل کے حل پر زور دیا گیا۔ اہلِ علاقہ آج بھی اُس دَور کو علاقہ کی بلدیاتی سیاست کے سنہرے دَور کے طور پر یاد کرتے ہیں۔

ضلع کونسل کی رُکنیت کے دوران میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا امانُ اللہ خان کُنڈی (مَنّو خان) سے مخلصانہ دوستی کا ایسا تعلق بن گیا جو آخر تک قائم رہا۔ راقم کو یاد ہیں کہ بعد ازاں جب مَنّو خان ڈسٹرکٹ جیل ڈیرہ اسماعیل خان (اور ڈی ایچ کیو ہسپتال) میں قید تھے تو کئی بار حضرت صاحب اپنے بیٹوں کو بھیجتے کہ مَنّو خان کو کھانا بالخصوص ثوبت پہنچا آئیں۔ حتّٰی کہ حضرت صاحب نے اپنے وصال سے چند روز قبل اپنے فرزندان کو فرمایا کہ "برادری میں اَرشد سُلطان صاحب جبکہ احباب میں مَنّو خان دو ایسے لوگ ہیں کہ چاہے تُم سے قطع رحمی کریں، تم پھر بھی صلہ رحمی کرو"۔

ڈیرہ اسماعیل خان کی ضلع کونسل میں کامیاب دَور گزارنے کے باوجود حضرت صاحب نے اپنی سیاسی سرگرمیوں کو فروغ یا وسعت دینے کی سعی نہ کی۔ آپ کی علمی و تبلیغی ذمہ داریاں اِس قدر بڑھ گئیں کہ آپ عملی سیاست سے قدرے دور ہی رہے۔ نیز ڈیرہ اسماعیل خان کی سیاست میں آستانہ عالیہ جمعہ شریف کو ایک مضبوط اور بے داغ مقام دے کر حضرت

---

[1] بحوالہ سرکاری دستاویز برائے یادداشتِ کارروائی اجلاس ڈسٹرکٹ کونسل ڈیرہ اسماعیل خان، منعقدہ 23.02.1983

[2] مراسلہ نمبر 630/54-126 مورخہ 19.04.1983 بعنوان کاروائی اجلاس ڈسٹرکٹ کونسل منعقدہ 15.03.83 منجانب چیف آفیسر ڈسٹرکٹ کونسل ڈیرہ اسماعیل خان بنام جملہ ڈسٹرکٹ کونسلر صاحبان

[3] سرکاری مراسلہ نمبر 956-927 مورخہ 11.05.81 منجانب اے ڈی لوکل گورنمنٹ، بنام علامہ محمد نور سلطان القادری

Marfat.com

صاحب نے یہاں کے معاملات اپنے چھوٹے بھائیوں کے سپرد کر دیے اور خود بھکّر کی جانب زیادہ متوجہ رہے۔ حضرت صاحب ہمیں فرمایا کرتے تھے کہ آپ نے ڈیرہ اسماعیل خان کے سیاسی اور تھانہ کچہری کے معاملات سے اِس لیے دُوری اختیار کرلی تاکہ آپ کے بھائی یہاں اعتماد کے ساتھ اور مرعوب ہُوئے بغیر کام کر سکیں۔

میاں محمد نواز شریف کے پہلے دَورِ حکومت (1990ء تا 1993ء) میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بعض مُریدین کے پُرزور اصرار پر تحصیل منکیرہ (ضلع بھکّر) کے بلدیاتی انتخابات میں حصّہ لینا پڑا۔ یہاں کے ایک دیہات چاہ لعل خان بھٹّی والا میں حضرت صاحب کے مُریدین و معتقدین بکثرت موجود تھے اور آپ اکثر و بیشتر اس علاقہ میں تشریف لے آیا کرتے تھے۔ یہ دُور دراز کے ریگستانی ٹیلوں پر مبنی علاقہ زندگی کی بُنیادی سہولیات سے محروم چلا آرہا تھا۔ یہاں بھٹّی قبیلہ آباد تھا جس کے لوگ جفاکش، وضع دار اور بامُروّت ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت صاحب سے بے پناہ محبت و عقیدت رکھتے تھے۔

چاہ لعل خان والا میں بھٹّی قبیلہ کے بعض عمائدین خصوصاً احمد حَسَن خان بھٹّی، حاجی محمد حیات خان بھٹّی، محمد اسحاق خان بھٹّی اور لعل حُسین خان بھٹّی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آکر عرض گزار ہُوئے کہ علاقہ میں رفاہِ عامہ کے عمومی معاملات دیر سے رُکے ہُوئے ہیں۔ اگر ہم میں سے کوئی شخص بلدیاتی انتخاب میں کھڑا ہو تو شاید کامیاب نہ ہو پائے اور اگر آپ بطورِ اُمیدوار جنرل کونسلر کھڑے ہوں تو ضرور کامیاب ہوں گے۔ احباب اِس قدر عزیز تھے، اُن کا اصرار اِس قدر پُرزور تھا اور ضرورت اِس قدر حقیقی تھی کہ حضرت صاحب انکار نہ کر سکے اور آپ نے الیکشن میں حصّہ لینے کی حامی بھرلی۔

منکیرہ کی رُورل یُونینَ کونسل ڈگر کوٹلی جنوبی (موجودہ یونین کونسل پٹّی بلندہ) سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جنرل کونسلر کی نشست کے لیے کاغذات جمع کرادیے۔ حضرت صاحب کے مدِ مقابل آٹھ امیدواران تھے مگر جب اُنہیں حضرت صاحب کا معلوم ہُوا تو ایک ایک کر کے سب نے اپنے کاغذات واپس لے لیے[1] لہٰذا الیکشن میں حضرت صاحب بلا مقابلہ منتخب ہوگئے۔ حلف برداری کی تقریب 4 جنوری 1992ء کو ہُوئی جس میں اسسٹنٹ کمشنر منکیرہ نے نَو منتخب جنرل

---

[1] روایاتِ عطاء اللہ خان بھٹی ولد لعل حسین خان بھٹی، ساکن چاہ لعل خان بھٹی والا۔ مورخہ 30 نومبر 2013ء

Marfat.com

کونسلر صاحبان سے حلف لیا جو کہ اب تحصیل کونسل منکیرہ کے ممبران تھے[1]۔ حضرت صاحب کے ساتھ دیگر ممبران میں حاجی مختار احمد ڈُتوری، خادم حُسین چھینہ، ملک صفدر چھینہ اور ملک عادل وغیرہ شامل تھے۔

حضرت صاحب کے دَور میں متعلقہ علاقہ میں رفاہِ عامہ کے متعدد کام ہُوئے۔ ایم این اے سردار ظفر اللہ خان ڈھانڈلہ حضرت صاحب کے خاص معتقد تھے، لہٰذا حضرت صاحب اُنہیں کئی بار چاہ لعل خان والا لے کر آئے تاکہ وہ یہاں کے لوگوں سے بالمشافہ مِل کر ان کے مسائل حل کرانے کے لیے تگ ودَو کریں۔ اُس دَور میں بھکّر کے ڈپٹی کمشنر خواجہ محمد صدیق اکبر (جو وفاقی سیکریٹری داخلہ ریٹائر ہُوئے) اور اسسٹنٹ کمشنر سیّد سَید بادشاہ بخاری (جو 12th CTP سے تھے اور خیبر پختونخواہ کے سیکریٹری فائنانس ریٹائر ہُوئے) سے حضرت صاحب کا قریبی دوستانہ تعلّق تھا۔ حضرت صاحب نے اِن سیاسی و انتظامی تعلّقات کو ہمیشہ عوامی فلاح کے لیے استعمال کیا۔ آپ کے دَور میں ہونے والے رفاہِ عامہ کے کاموں میں سے چند ایک یہ ہیں: اَڈہ 217 کے قریب آصف پُل کی گرانٹ کی منظوری، انوار مِسَنر پر ایک پُل کی تعمیر، چاہ لعل خان والا میں پرائمری سکول (جو 1964ء سے منظور تھا مگر عمارت نہ تھی) کی عمارت کی تعمیر، چاہ لعل خان والا میں (سیّد اقبال شاہ صاحب کے ڈیرہ کے قریب) حیوانات کی ڈسپنسری کی منظوری، اَڈہ 217 سے چاہ لعل خان والا تک پختہ سڑک کی منظوری، علاقہ کے لوگوں کی سرکاری ملازمتوں میں بھرتیاں اور روزگار کے مواقع وغیرہ[2]۔

سیّد سَید بادشاہ بخاری حفظہ اللہ

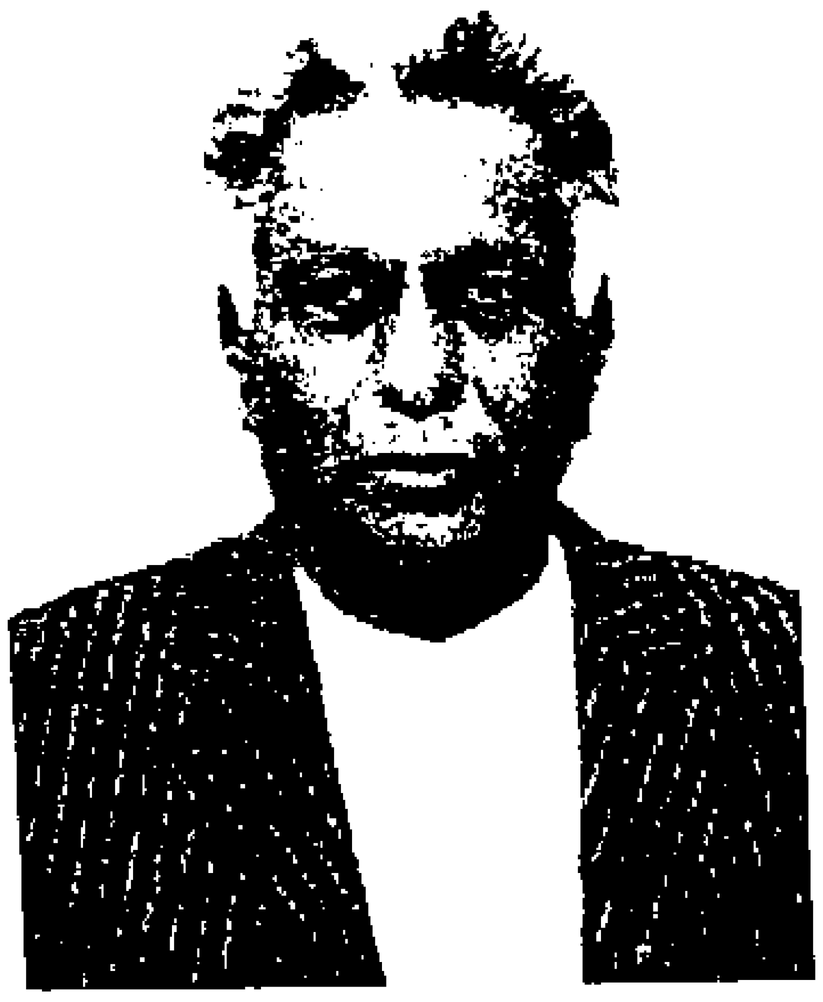

سردار ظفر اللہ خان ڈھانڈلہ

[1] روزنامچہ علامہ محمد نور سلطان القادری۔ مورخہ 4 جنوری 1992ء

[2] روایات عطاء اللہ خان بھٹی ولد لعل حسین خان بھٹی، ساکن چاہ لعل خان بھٹی والا۔ مورخہ 30 نومبر 2013ء

Marfat.com

فصل ششم

مصائب

سُنّتِ خُداوندی ہے کہ راہِ حق پر چلنے والوں کے لیے مصیبتوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں تاکہ نہ صرف اُن محبوبین کی آزمائش ہو بلکہ مصائب و آلام کو صبر و استقامت سے جھیلنے پر اُن کے درجات میں رفعت عطا ہو۔ راہِ حق پر چلنے والوں کے ساتھ یہی ہوتا آیا ہے کہ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا[1]۔ اِنہی آزمائشوں میں جرات و جذبہ اور صبر و استقامت سے کامیاب ہونے والوں کے لیے بشارت ہے۔ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ. الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ[2]۔ رحمتِ ربّی کے حامل اسی گروہ کو قرآنِ مجید نے اَلْمُهْتَدُوْن فرمایا ہے۔

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسلاف کے راستے پر چلتے ہُوئے راہِ حق میں وارد ہونے والے گوناگوں مصائب و آلام کو خندہ پیشانی سے جھیلتے رہے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے کہ سب تلخ و شیریں اُسی ذات کی طرف سے ہے۔ جب اُس کی نعمتیں بے شمار ہیں تو کیا ہم ایسے ہی ناشُکرے بن جائیں کہ چند مشکلات آنے پر شکوہ کرنے لگیں۔ حضرت صاحب پر وارد ہونے والے مصائب میں غیروں کی دَست درازیاں بھی تھیں اور بعض اَپنوں کی ستم شعاریاں بھی۔ مگر اِن میں سے کوئی شے آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ لا سکی۔ آپ تمام تر مظالم و مصائب کے باوجود نہ تو کبھی حق بات کہنے سے پیچھے ہٹے اور نہ ہی کبھی حُزن و ملال کا شکار ہُوئے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے کہ "بچہ، جو رات قبر میں لکھی ہے وہ باہر نہیں آنی اور جو رات گھر میں لکھی ہے وہ قبر میں نہیں آنی۔ تو پھر ڈر کس بات کا!"۔ ذیل میں حضرت صاحب پر وارد کیے گئے چند مصائب کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ا۔ محاصرہ بمقام گوھر والا:

گوھر والا (گانوَر آلا) ضلع بھکّر میں صحرائے تھل کا ایک دُور اُفتادہ گاؤں ہے جو بھکّر شہر سے جانبِ مشرق تقریباً چالیس کلومیٹر کی ریگستانی مُسافت پر واقع ہے۔ یہاں ہر سال دسویں محرم الحرام کے روز حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ امامِ عالی مقام حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کی یاد میں منعقدہ جلسہ میں خطاب فرمایا کرتے تھے۔ جنوری 1976ء میں عاشورہ کے مقدس موقع پر

---

[1] قرآن مجید، سورۃ البقرہ 2، آیت 214۔ ترجمہ: "انہیں سختی اور مصیبت پہنچی اور وہ لرزا دیے گئے"۔

[2] قرآن مجید، سورۃ البقرہ 2، آیتان 155، 156۔ ترجمہ: "اور بشارت دیجیے اُن صبر کرنے والوں کو کہ جب اُن پر کوئی مصیبت آن پڑے تو کہیں کہ بے شک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور یقیناً ہم اُسی کی جانب لوٹنے والے ہیں"۔

Marfat.com

بعض لوگوں نے فرقہ وارانہ جذبات کو ہَوا دی جس سے علاقہ کا ماحول کشیدہ ہو گیا۔ احبابِ اہلسُنّت کو پیغام ملے کہ آپ اپنا جلسۂ عاشورہ ترک کر دیں ورنہ بھاری نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ جب حضرت صاحب کو یہ حالات بتائے گئے تو آپ نے فیصلہ کیا کہ نواسۂ رسول حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ اور شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم کے مبارک ذکر کی یہ محفل ہر گز کسی دباؤ میں آکر ترک نہ کی جائے گی کیونکہ یہ جلسہ کئی سالوں سے چلا آرہا ہے اور اب لوگ دُور دراز سے چل کر جلسہ سُننے آچکے ہیں۔ نیز عین موقع پر چند لوگوں کی دھمکیوں سے ڈر کر جلسہ کی تنسیخ مذہبی شرمندگی کا باعث بنے گی۔ حضرت صاحب کا مؤقف یہ تھا کہ جب یہ جلسہ سالانہ ہے، ضلعی حکومت سے منظوری لی جاچکی ہے اور کسی قسم کی فرقہ واریت کو ہَوا دیے بغیر صرف ذکرِ اہلِ بیتِ اطہار و شہدائے کربلا ہی مقصود ہے تو پھر اہلسُنّت کے عوام پسپائی کا مظاہرہ کیوں کریں۔ پس حضرت صاحب نہایت پُر امن انداز میں دسویں محرم کی شب گوہر والا پہنچ گئے۔

جونہی حضرت صاحب گوہر والا پہنچے بعض شر پسند عناصر نے مسلح ہو کر آپ کی رہائش گاہ کا محاصرہ کر لیا اور آپ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی۔ حضرت صاحب کے ساتھ آپ کے جانثار ساتھی موجود تھے جو فوراً چاق و چوبند ہو کر گھر کی دیواروں پر چڑھ گئے۔ اگرچہ شرپسندوں کو مکان کے اندر داخل نہ ہونے دیا گیا مگر رات بھر مکان کا محاصرہ برقرار رہا اور بڑی تعداد میں حملہ آور شورش پیدا کرتے رہے۔ ایک روایت[1] کے مطابق دورانِ محاصرہ حضرت صاحب نے مُریدین کے پاس موجود اسلحہ اپنے قبضہ میں لے لیا اور خود دروازہ کے ساتھ مسلح کھڑے رہے تاکہ مُرین اپنے جوشِ عقیدت میں اسلحہ کے استعمال میں کہیں غیر ذمہ داری کا مظاہرہ نہ کر بیٹھیں، نیز اگر ضرورت پڑے تو آپ خود اپنے احباب کے بچاؤ کی تدبیر کریں۔ حضرت صاحب کا یہ شجاعت مندانہ اور امن پسند عمل آج گوہر والا کی ایک اعلیٰ اخلاقی داستان کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ اُس روز اپنے روزنامچہ پر حضرت صاحب واقعہ کی روئیداد یُوں تحریر فرماتے ہیں[2]:

"صبح سویرے محمد علی زرگر گوہر والا سے مجھے لینے آیا اور بتایا کہ شیعہ لوگ جلسہ میں لاؤڈ سپیکر کی رکاوٹ کر رہے ہیں۔ چنانچہ اے سی صاحب سے اِس سلسلہ میں بات چیت کی اور اس نے بعد میں فون پر بتایا کہ مَیں گانور والا جا کر جلسہ میں سپیکر استعمال کر سکتا ہوں۔ چنانچہ شام چل کر جب گوہر والا پہنچے تو محمد علی زرگر کے اصرار پر اس کے مکان پر جا ٹھہرے جہاں تمام رات شیعوں نے ہمارا محاصرہ کیے رکھا۔ کمرہ کے ہر طرف جمگھٹا رہا۔ شور شرابا ہوتا رہا۔ عمر دین ماچھی کو اغوا بھی کر لیا گیا۔ ہمارے محاصرے کی اطلاع ملتے ہی بعض

---

[1] روایت از حافظ محمد رمضان سواگی ابن محمد بخش اعوان، سکنہ جمعہ شریف۔ مورخہ 6 ستمبر 2011ء

[2] روزنامچہ علامہ محمد نور سلطان القادری۔ مورخہ 12 جنوری 1976ء

Marfat.com

لوگ ٹریکٹر سے بھکّر گئے جہاں اے سی صاحب سے محمد عاشق صاحب نے رابطہ قائم کر کے اسے حالات بتائے۔ چنانچہ رات کے تین بجے اے سی صاحب ڈی ایس پی صاحب وغیرہ گارڈ لے کر اِدھر آپہنچے اور ہمیں صبح ساڑھے چھ بجے اپنی قیام گاہ پر پہنچایا۔"

شب بھر کے ہیجان انگیز اور بلا جواز محاصرہ کے بعد دس محرم کی صبح ضلعی انتظامیہ اور پولیس افسران سمیت اہلِ تشیّع کے مذہبی رہنما حضرت صاحب کے پاس گوھر والا آن پہنچے۔ مخالف گروہ بضد تھا کہ جلسہ ہر صورت میں منسوخ کیا جائے اور حضرت صاحب کو ہرگز خطاب نہ کرنے دیا جائے۔ دوسری طرف احبابِ اہلسُنّت بضد تھے کہ جلسہ حسبِ سابق لاؤڈ سپیکر کے ساتھ ہی منعقد ہو۔ بلآخر حضرت صاحب نے اپنی فہم و فراست اور صلح جُویانہ مزاج کی بدولت یہ طے کیا کہ جلسہ مقررہ وقت و مقام پر ہی ہو گا مگر لاؤڈ سپیکر استعمال نہ کیا جائے گا۔ اِس موقع پر اہلِ تشیّع کے مذہبی رہنما سیّد وزارت حسین نقوی صاحب نے بھی صلح جُوئی میں مثبت کردار ادا کیا[1]۔ کہتے ہیں اُس روز جلسہ میں غیر معمولی طور پر لوگوں نے شرکت کی اور حضرت صاحب نے ایک یادگار تاریخی خطاب فرمایا۔ جلسہ پُرامن طور پر ہو گیا اور حضرت صاحب کی شجاعت اور فہم و فراست کے چرچے ہو گئے۔

محاصرہ کی خبر جلد ہی دُور و نزدیک پھیل گئی اور عوام میں انتقامی جذبات بھڑکنے لگے۔ دیوبندی مذہبی رہنما مولانا محمد عبداللہ صاحب نے حضرت صاحب سے اظہارِ یکجہتی کرتے ہُوئے جامع مسجد طویلہ گیٹ میں دیوبندی بریلوی مُشترکہ اجلاس 15 اور 23 جنوری 1976ء کو منعقد کرائے جس میں واقعۂ محاصرہ کی بھرپور مذمت کی گئی[2]۔ اِسی طرح دیگر اِداروں اور افراد کی طرف سے بھی مذمتی بیانات آئے۔ حضرت صاحب نے عوام خصوصاً اپنے مُریدین کو سختی سے پُرامن رہنے کا حکم دیا اور ہر قسم کی انتقامی کارروائی سے منع فرمادیا کیونکہ آپ پہلے ہی صلح کا اقرار کر چکے تھے۔ اُس موقع پر اگر آپ تحمل، بُردباری اور درگزر سے کام نہ لیتے تو ممکن ہے بھکّر کا امن و سکون تباہ ہو جاتا۔ بقول سیّد مبارک شاہ

حدِ امکاں سے باہر تھا بظاہر اُس کا بچ جانا　　　مگر کیا کیجے، دُشمن نے ہمارے مُنہ پہ تھوکا تھا

---

[1] روزنامچہ علّامہ محمد نُور سلطان القادری۔ مورخہ 13 جنوری 1976ء

[2] روزنامچہ علّامہ محمد نُور سلطان القادری۔ مورخہ 15، 23 جنوری 1976ء

Marfat.com

۲۔ زہر دیے جانے کا واقعہ:

احادیثِ مبارکہ میں مَروی ہے کہ حضور رسالت مآب ﷺ جب خیبر تشریف لے گئے تو آپ کو کھانے میں زہر دیا گیا۔ اگرچہ آپ کی طبیعت مبارکہ کچھ وقت کے بعد بحال ہو گئی مگر آپ کے جسمِ اطہر میں اُس زہر کا اثر موجود رہا۔ حتیٰ کہ کئی برس گزر جانے کے بعد اُس زہر کے اثر نے رنگ دکھایا اور آپ ﷺ کو یہ فرماتے سُنا گیا کہ مَیں اِس وقت تک اُس کھانے کی تکلیف بدستور محسوس کر رہا ہوں جو خیبر میں کھایا تھا اور اب اس کھانے نے میری شہ رگ کو قطع کر دیا ہے[1] (علما کہتے ہیں کہ اس حدیث کی رُو سے جب آپ ﷺ شہید / مقتول ٹھہرے تو نصِ قرآنی سے آپ ﷺ کی قبر انور میں حیات ثابت ہو گئی)۔ اِس طرح تاریخِ اسلام میں نواسۂ رسول حضرت امام حَسَن رضی اللہ عنہ سمیت متعدد ہستیوں کو زہر دیے جانے کے واقعات ملتے ہیں۔ حضرت صاحب علامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ایک بار زہر دی گئی۔

علاقۂ داماں کے ایک گاؤں جنڈی بابڑ میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جلسہ کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ داعیٔ جلسہ کے گھر قیام فرما تھے جہاں علاقہ کے لوگ آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہو رہے تھے۔ اتنے میں ایک شخص دودھ کا گلاس آپ کی خدمت میں لے آیا اور عرض کی کہ آپ اس میں سے چند گھونٹ پی کر ہمارے لیے تبرّک کر دیں۔ دودھ میں دراصل مخالفین نے زہر ملا کر حضرت صاحب کو قتل کرنے کی مذموم سازش کی ہُوئی تھی۔ حضرت صاحب نے جیسے ہی دودھ کا گھونٹ لیا آپ کی طبیعت نہایت ہی متغیر ہو گئی اور قے آنے لگی[2]۔ چنانچہ آپ کو نہایت تکلیف کے عالَم میں جنڈی بابڑ سے جمعہ شریف لایا گیا۔ مقامی معالجین نے علاج شروع کیا اور کئی روز تک آپ کی طبیعت خطرے سے باہر نہ آسکی۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک صاحبزادی روایت[3] کرتی ہیں کہ اُس دَوران آپ کی طبیعت اِس قدر غیر یقینی تھی کہ آپ نے وصیتیں تک کرنا شروع کر دی تھیں۔ شدید بیماری کے دوران جب آپ بستر سے نہ اُٹھ سکتے تھے، آپ نے تب بھی نماز ترک نہ کی۔ جمعہ شریف کی کچی مٹیالی دیواروں سے تیمم کر کے بھی نماز کی ادائیگی بدستور کرتے رہے۔

بعد ازاں آپ کے معتقدین نے مجرم کے خلاف سخت ایکشن لینے کا اِرادہ کیا تو آپ نے سختی سے منع فرمادیا کہ اپنی ذات کے لیے آپ کسی سے اِنتقام نہ لیا کرتے۔ جب زہر پلانے والے شخص نے جمعہ شریف آکر معافی مانگی تو آپ نے بِلا حیلہ وحجت اُسے معاف فرمادیا۔

---

[1] بحوالہ حدیث بخاری و بیہقی۔ ماہنامہ "السعید"، ملتان۔ شمارہ جولائی اگست 1962ء۔ ص 93۔

[2] روایت از حافظ عزیز اللہ ولد فیض محمد کھوکھر، سکنہ کہاوڑ۔ مورخہ 5 ستمبر 2011ء

[3] روایت از محترمہ طیبہ سُلطانہ (و: 1971ء۔ ف: 2013ء) بنت علّامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 17 ستمبر 2011ء بمقام فیصل آباد

Marfat.com

۳۔ قاتلانہ حملے اور دھمکیاں:

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ عقائدِ حقہ کا بیان ڈھکے چُھپے الفاظ میں کرنے کے بجائے ببانگِ دُہل کھرے الفاظ میں کیا کرتے۔ آپ کی دلیل مضبوط اور لہجہ غیر متزلزل ہوتا۔ کوئی دُنیوی مصلحت آپ کو اظہارِ حق و صداقت سے روک نہ سکتی تھی۔ بقول اقبال[1]: آئینِ جوانمرداں حق گوئی و بے باکی اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی

جس طرح سچ کہنا ہر کَس و ناکس کا کام نہیں، اِسی طرح سچ سُننے اور قبول کرنے کے لیے بھی بڑا جگرا چاہیے۔ حضرت صاحب عقائد اسلامی کا برملا اظہار کرنے کے ساتھ اسلامی ایمانیات کی عمارت میں رَخنہ اندازیوں کو بے نقاب کرتے تو بعض لوگوں کو یہ نہایت ناگوار گزرتا۔ مدِمقابل جب دلیل سے آپ کا مقابلہ نہ کرسکتے تو دَست درازی پر اُتر آتے۔

حافظ محمد مہربان 85-1984ء کا ایک واقعہ روایت[2] کرتے ہیں جب وہ مدرسہ انوارِ باھُو گنڈی عمر خان میں زیرِ تعلیم تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک بار عصر اور مغرب کے درمیان حضرت صاحب گنڈی عُمر خان سے موٹر سائیکل پر جلسہ کے لیے گرہ علی جارہے تھے تو راستے میں کھڈ (کھائی) میں کچھ لوگ بندوقیں لے کر چھپے ہُوئے تھے۔ اُنہوں نے دو مقامات پر فائرنگ کی مگر اللہ پاک نے حضرت صاحب کو اُن کے شر سے محفوظ رکھا۔ اُس وقت جو صاحب آپ کے ساتھ تھے اُنہوں نے بتایا کہ جب دشمن حضرت صاحب کی طرف اسلحہ کا رُخ کرتے تو اسلحہ کام چھوڑ جاتا اور جب اسلحہ چلتا تو اُس کا رُخ دوسری طرف ہو جاتا۔

ایک اور روایت[3] کے مطابق 2005ء میں دامان کے ایک گرہ میں حضرت صاحب کا جلسہ ہو رہا تھا۔ ایک کالعدم تنظیم کے لوگ کلاشنکوفیں لے کر آئے، لاؤڈ سپیکر سسٹم بند کرادیا اور داعیٔ جلسہ کو کہا کہ ہم حضرت صاحب کو ہرگز تقریر نہ کرنے دیں گے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ حاضرین کی بڑی تعداد آچکی ہے لہٰذا تقریر تو بہر صورت ہوگی۔ اُن لوگوں نے کہا کہ پھر وہ اسلحہ سمیت جلسہ میں بیٹھیں گے اور جونہی حضرت صاحب نے اُن کے مسلک کے خلاف بات کی تو دورانِ جلسہ ہی (نعوذ باللہ) لاشیں گرادی جائیں گی۔ کہتے ہیں کہ اُس روز حضرت صاحب نے نہایت پُر جلال اور طویل تقریر کی۔ آپ نے شروع میں فرمایا کہ: "لاؤڈ سپیکر تو بند کرادیے گئے لیکن اگر نُور سُلطان کی آواز اِس گرہ کے باہر تک سُنائی نہ دے تو کہنا یہ سُلطان باھُو کا پوتا ہی نہیں تھا!"۔ اُس خطاب میں حضرت صاحب نے احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں یہ ثابت کیا کہ صحابہ کرام

---

[1] بالِ جبریل۔ علامہ محمد اقبال۔ ص 57۔ کلیات ص 349

[2] روایت از حافظ محمد مہربان، حال: ساکن گلشنِ حبیب، کراچی۔ مورخہ 2 نومبر 2016ء۔ ٹیلی فون

[3] روایت از حافظ محمد مہربان، حال: ساکن گلشنِ حبیب، کراچی۔ مورخہ 2 نومبر 2016ء۔ ٹیلی فون

Marfat.com

بالخصوص خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے متعلق کیا عقیدہ تھا۔ دُشمنوں پر آپ کی علمیّت، روحانیت اور شجاعت کی ایسی ہیبت طاری ہُوئی کہ وہ ایک ایک کر کے مقامِ جلسہ سے چلتے بنے۔

مخالفین کی طرف سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خطوط اور ٹیلی فون کے ذریعہ قتل کی دھمکیاں ملتیں اور آپ کے خلفا اور ساتھیوں کو سخت پیغامات پہنچتے مگر حضرت صاحب نہ تو کبھی خوف میں مبتلا ہُوئے اور نہ ہی اپنی رَوشِ حق گوئی پر کوئی سمجھوتہ کیا۔ ایک بار آپ نے تحصیل کلاچی کے ایک گاؤں میں مرکزی جلسہ میں خطاب فرمانا تھا۔ آپ کو ٹیلی فون پر نامعلوم شخص نے کہا کہ آپ جلسہ میں شرکت کے لیے نہ جائیں ورنہ آپ کو قتل کر دیا جائے گا۔ آپ نے جواباً فرمایا کہ مَیں جلسہ پر ان شاءاللہ ضرور جاؤں گا، فلاں راستے سے فلاں وقت نکلوں گا اور میرے ساتھ ایک بوڑھا نعت خوان احمد بخش ملّل ہو گا۔ میرا معاملہ اللہ عزّوجلّ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہے، تُم لوگ کچھ کر سکو تو کر لینا۔ بفضل اللہ، مخالفین اپنی سازشوں اور ناپاک عزائم کے باوجود آپ کو نقصان نہ پہنچا سکے۔

۴۔ اپنوں کی ستم شعاری:

کہتے ہیں غیروں کا جَور و جفا برداشت ہو ہی جاتا ہے مگر اپنوں کی ستم شعاری بہت گراں گزرتی ہے۔ جب اپنی آستینوں میں پلنے والے اَلْاَقْرَبُ کَالْعَقْرَبْ کے مصداق سانپ کا رُوپ دھار لیں تو دُکھ زیادہ ہوتا ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب بھکّر منتقل ہُوئے تو آتے ہی یہاں کے علمی و روحانی حلقوں پر اثرانداز ہونے لگے اور آپ کی مقبولیت روز بروز بڑھنے لگی۔ لہٰذا بعض اپنے ہی مخالفت پر اُتر آئے۔ تفصیلات بہت ہیں لیکن لکھنا مناسب نہیں، کہ بقولِ سعدی[1]:

نہ در ہر سُخن بحث کردن رواست — خطا بر بزرگاں گرفتن خطاست

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے 1970ء کے روزنامچہ کی ایک تحریر ملاحظہ ہو[2]:

> "بھکّر میں سیرت النبی کانفرنس ع ح صاحب کرا رہے ہیں۔ نمازِ جمعہ کے بعد کی نشست میں مَیں شریک ہُوا۔ ج والے پیر صاحب تقریر کر رہے تھے۔ تقریر میں اُنہوں نے کہا کہ جو لوگ مولوی ع ح صاحب کی مخالفت کریں گے، اللہ تعالیٰ اُن پر غضب کے پتھر برسائے گا۔ اس کا اشارہ ظاہر ہے کہ میری ہی پارٹی کی

---

1 گلستان سعدی۔ باب پنجم۔ حکایت 20۔ ترجمہ: "ہر مسئلہ پر بحث شروع کر دینا جائز نہیں ہوتا۔ بڑوں کی غلطیاں پکڑنا خود ایک غلطی ہے"۔

2 روزنامچہ علامہ محمد نور سلطان القادری۔ مورخہ 6 مارچ 1970ء۔ اشخاص کے نام مصلحتاً حذف کر دیے گئے ہیں۔

Marfat.com

طرف تھا۔ یہ سب کچھ مولوی صاحب کے کہنے پر ہُوا۔ مگر کیا کریں پھر بھی مولوی ع ح صاحب اپنے مسلک کے ہیں۔ ان سے مخالفت مذہبی نقصان ہے۔ اللہ پاک مولوی صاحب ع ح کو حق سمجھائے، آمین۔"

اُسی دَور میں ایک ایسا وقت بھی آیا کہ حضرت صاحب اور آپ کے چچا بزرگوار رحمۃ اللہ علیہما کے ساتھ بعض اَقربا کی جفاکاری سب و شتم تک جا پہنچی[1]۔ خاندان کے اَعزا تو درکنار، آخری عُمر میں بعض قریبی حضرات نے جس طرح آپ کا دِل دُکھایا، آپ انہیں بھی دریادِلی اور اعلیٰ ظرفی سے نہ صرف برداشت کرتے رہے بلکہ زیادتی کرنے والوں پر بھی حتی المقدور احسان کیے۔ جب کسی عزیز کی طرف سے زیادتی کی خبر ملتی تو اُسے غائبانہ طَور پر مخاطب کر کے فقط اِس قدر کہہ دیتے:

جفا کم کُن کہ فردا روزِ محشر　　بروئے عاشقاں شرمندہ باشی[2]

حضرت صاحب میں معاف کرنے کی بے مثال صلاحیت موجود تھی۔ آپ اپنی ذات کے خلاف ہونے والی سازشوں اور مظالم کو ہمیشہ معاف فرما دیتے مگر دینی تعلیمات میں بگاڑ پیدا کرنے والوں کو ہرگز معاف نہ کرتے۔

---

1 مکتوباتِ علامہ محمد نُور سلطان القادری بنام فخرِ کشمیر سلطان غلام دستگیر القادری۔ مورخہ 21، 28، 29 نومبر 1969ء۔ مملوکہ سلطان ارشد القادری

2 منظوم ترجمہ: "جفا کم کر، کہ کَل روزِ قیامت　تُو اہلِ عشق میں شرمندہ ہو گا"

Marfat.com

حضرت علامہ محمد نور سلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

باب چہارم

علمی خدمات

Marfat.com

باب چہارم: علمی خدمات

فصل اول: زمانہ مُلتان

مضامین: عصمتِ اَنبیا، عشاقِ مُصطفیٰ، شہنشاہِ بغداد، محبّت اور نفرت، مقالہ "اِتمامِ حُجّت"، رسالہ طُوفان میں مضامین، سراجی کی شرح، خُطباتِ کاظمی، دورہ حدیث

فصل دوم: زمانہ موسیٰ والی، تقریراتِ علاّمہ سُلطان اعظم

تہذیبُ المنطق از علامہ تفتازانی وشرح از علاّمہ یزدی، سلّمُ العلوم از قاضی مُحبُّ اللہ بہاری

فصل سوم: زمانہ بندیال، تقریراتِ علاّمہ عطامحمّد بندیالوی

رسالہ الشّمسیہ از علاّمہ قزوینی وشرح (قُطبی) از علاّمہ قُطب رازی، شرح سلّمُ العلوم از مُلاّ حَسَن لکھنوی، شرح تہذیب از مُلاّ جلال وحاشیہ از میر زاہد، رسالہ قُطبیہ میر زاہد غُلام یحیٰ، المَیبذی (شرح ہدایتُ الحکمت)، شرح قاضی (شرح سلّمُ العلوم از قاضی مبارک)

فصل چہارم: زمانہ بہاولپور

مقالہ "علم حدیث"، مقالہ "تاریخ التشریع الاسلامی"،
مقالہ "امامِ اعظم ابو حنیفہ، تحقیق وتنقید کی روشنی میں"، متفرقات

فصل پنجم: 1967ء ومابعد

اَقْوالُ النَّصِیحَہ فِی مَسَائِلِ الذَبِیحَہ، جوابِ "دخل در معقولات" (مضمون)،
علم ظاہر کی بحث (بحوالہ قولِ حضرت سُلطان باھو)، مقالہ "اَنوارِ مُصطفیٰ"، اَلکَلامُ المَقْبُول (سلسلۂ مضامین)، مسائلِ فقہ (سلسلۂ مضامین)، ایمان اور معاملاتِ زندگی (مضمون)،
"اَلتَّصدِیقَات لِدَفعِ التَلبِیسات" میں فتویٰ، ایک مُنفرد کلینڈر کی ایجاد، احوالِ حجازِ مقدس

فصل ششم: شعر واَدب

Marfat.com

دینِ اسلام، تصوّف اور علم

دینِ اسلام میں درجات و مراتب کی بلندی کے معیار ایمان اور علم ہیں۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں ارشاد ہُوا: يَرْفَعِ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ[1]۔ اِسی طرح ایک اور مقام پر عالم کی غیر عالم (یا جاہل) پر برتری اِن الفاظ میں بیان کی گئی: قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ[2]۔ حضور رسالت مآب نبیِ اُمّی ﷺ کو علمیت کے بلند ترین مقام وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ[3] پر فائز ہونے کے باوجود باری تعالیٰ کا ارشاد ہُوا: وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا[4]۔ چنانچہ آپ ﷺ اپنے لیے حقیقتِ اشیا کے علم نافع کی دعا کیا کرتے تھے جبکہ اُمّت کے لیے حصولِ علم کو نہ صرف لازم قرار دیا بلکہ فرمایا کہ اِس مقصد کے لیے چین بھی جانا پڑے تو جاؤ۔

احکامِ قرآن و سُنّت کی روشنی میں اُمّتِ مسلمہ نے علوم و فنون میں بے مثال ترقی کی اور تقریباً آٹھ سو سال تک کاروانِ انسانیت کی علمی قیادت کی۔ حتیٰ کہ کئی مغربی مفکرین بھی یورپ کی نشاۃِ ثانیہ (Renaissance) کو مسلمانوں کے علمی احسانات کا مرہونِ منّت کہتے ہیں۔ اکابر صوفیا و اولیائے کاملین اپنے اپنے دَور کے جید علما بھی تھے اور عموماً علومِ روحانی میں قدم رکھنے سے پیشتر علومِ ظاہری پر کماحقہٗ دسترس حاصل کر لیتے تھے۔ تاریخِ تصوّف کی معتبر ہستیاں داتا گنج بخش حضرت سید علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، غوث الاعظم حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا جلال الدین رُومی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور مجددِ الفِ ثانی حضرت امام احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اپنے زمانوں کے عظیم علما تھے اور انہوں نے بظاہر ظاہری علم حاصل کرنے کے بعد ہی روحانی علوم کی تکمیل اور مقامات کی تحصیل کی۔ کشف المحجوب میں فرمایا گیا ہے[5]:

> "اگر علم نہ ہو تو انسان پر لطائفِ خداوندی کا کوئی راز ظاہر نہیں ہوتا اور جب علم موجود ہو تو آدمی ہر مقام کے مشاہدے اور مرتبہ کا سزاوار ہوتا ہے۔"

---

[1] قرآنِ مجید، سورۃُ المجادلہ 58، آیت 11۔ ترجمہ: "اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرمائے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہیں علم دِیا گیا"۔

[2] قرآنِ مجید، سورۃ الزمر 39، آیت 9۔ ترجمہ: "آپ (ﷺ) کہہ دیں کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں"۔

[3] قرآنِ مجید، سورۃ النسآء 4، آیت 113۔ ترجمہ: "اور آپ (ﷺ) کو وہ سارا علم عطا کر دیا جو کہ آپ (ﷺ) پہلے نہ جانتے تھے"۔

[4] قرآنِ مجید، سورۃ طٰہٰ 20، آیت 114۔ ترجمہ: "اور آپ (ﷺ) دُعا کیجیے کہ اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما"۔

[5] کشف المحجوب۔ داتا گنج بخش سیّد علی بن عثمان ہجویری۔ اُردو ترجمہ از علّامہ فضل الدّین گوہر۔ ضیاء القرآن پبلیکیشنز (اکیسواں ایڈیشن)۔ ص 59

Marfat.com

سلطانُ العارفین حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے علمیت کو روحانیت کے لیے ناگزیر قرار دیا ہے، لہذا فرماتے ہیں[1]:

عِلموں باجھوں فقر کماوے کافر مَرے دِوانہ ھُو
سَے ورھیاں دی کرے عبادت، رہے اللہ کنوں بیگانہ ھُو
غفلت کنوں نہ کھلسن پردے، دل جاہل بُتخانہ ھُو
مَیں قُربان تنہاں توں باؔھو جنہاں مِلیا یار یگانہ ھُو

ایک اور مقام پر حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے علم ظاہر کو دودھ جبکہ علم باطن کو مکھن سے تشبیہ دے کر نتیجہ اخذ فرمایا ہے کہ تحصیل علم باطن کے لیے علم ظاہر لازم ہے۔ فرماتے ہیں[2]:

علمِ باطن ہمچو مسکا، علمِ ظاہر ہمچو شیر
کے بود بے شیر مسکا، کے بود بے پیر پیر

واضح رہے کہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عمومی قانون ہے۔ تاہم اُس کی قدرت اور فضل سے بعید نہیں کہ وہ جسے جو چاہے عطا فرمادے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ[3]۔

---

[1] ابیات باھو۔ حضرت سلطان باھو۔ تحقیق ڈاکٹر سلطان الطاف علی۔ حضرت غلام دستگیر اکیڈمی، پاکستان۔ اشاعتِ نہم 2002ء۔ ص 52۔
منظوم ترجمہ از راقم: "
علم بنا جو فقر کمائے، کافر مرے دوانہ ھُو — سو سالوں کی کرے عبادت، رب سے رہے بیگانہ ھُو
غفلت باعث اُنھیں نہ پردے، دل جاہل بُتخانہ ھُو — میں اُن پر قُرباں باؔھو جنہیں مِل گیا یار یگانہ ھُو"

[2] عینُ الفقر۔ حضرت سلطان باھو۔ ترجمہ: "علم باطن مکھن کی طرح اور علم ظاہر دودھ کی مثال ہے۔ پس دودھ کے بغیر مکھن کیسے ہو سکتا ہے اور کوئی بے پیر کیونکر پیر ہو سکتا ہے"۔

[3] قرآن مجید، سورۃ الحدید 57، آیت 21۔ ترجمہ: "یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے عطا فرمائے۔"

Marfat.com

فصل اول

زمانۂ ملتان

جامعہ عربیہ انوارُ العلوم ملتان میں حضرت صاحب علامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قیام (1958ء تا 1963ء) کے دوران میں حصولِ علم کے ساتھ ساتھ باقاعدہ طور پر علم دین کی تحریری خدمت کا آغاز کیا۔ غالباً مارچ 1959ء میں یہ آغاز ہُوا جب مجلہ "السّعید" میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا مضمون شائع ہوا[1]۔ پہلے مضمون کی ایک اہم مجلّہ میں اشاعت کے وقت حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر صرف سترہ (17) سال تھی۔ ذیل میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قیامِ ملتان کے دوران تحریری خدمات کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

مضمون "شہنشاہِ بغداد":

یہ مضمون ماہنامہ "السّعید" ملتان کے نومبر 1961ء کے شمارہ میں صفحات 27 تا 31 پر شائع ہُوا جس کا آغاز آیتِ قرآنی أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ[2] سے کیا گیا۔ آیت کا مفہوم بیان کرنے کے بعد محبوبین واَولیا کی شان میں وارد ہونے والی احادیث بشمول حدیث مبارکہ مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللهُ لَهٗ[3] کے حوالہ جات پیش کیے گئے اور مشکوٰۃُ المصابیح کی حدیثِ قدسی کے ذریعہ واضح کیا گیا کہ کیسے انسان قربِ باری تعالیٰ عزوجل حاصل کرکے اُس کی صفات کا مظہر بن جاتا ہے۔ پھر مومنین محبوبین کی موت میں آسانی اور اختیار کا ذکر کرکے اولیائے کرام کی شان واضح کی گئی۔ مضمون کے دوسرے حصہ میں غوث الاعظم حضرت شیخ سیّد عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شان مستند حوالوں سے بیان کی گئی ہے۔ اکابر کی کتب خصوصاً بہجتہُ الاسرار، قلائد الجواہر اور عوارفُ المعارف سے اقتباسات پیش کیے گئے اور حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰى رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيِّ اللهِ[4] کی تفصیل بیان کی گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زہد و تقویٰ اور

---

[1] بحوالہ مکتوب حضرت سلطان الطاف علی بنام علامہ نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 15 اپریل 1959ء۔ مملوکہ راقم

[2] قرآن مجید، سورۃ یُونُس 10، آیت 62۔ ترجمہ: "خبردار، بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ غم"۔

[3] حدیث مبارکہ۔ ترجمہ: "جو اللہ کا ہو گیا، اللہ اس کا ہو گیا"۔

[4] ترجمہ: "میرا یہ قدم تمام اولیا کی گردنوں پر ہے"۔

Marfat.com

علمیت وروحانیت کا ذکر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ کے واقعات سے کیا گیا اور قصیدہ غوثیہ میں وارد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اِس شعر پر مضمون ختم کیا گیا۔ نَظَرْتُ اِلٰی بِلَا دِ اللّٰہِ جَمْعًا كَخَرْدَلَةٍ عَلٰى حُكْمِ اتِّصَالِ [1]

مضمون "عشاقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم":

یہ مضمون ماہنامہ السّعید ملتان کے دسمبر 1961ء کے شمارہ میں صفحات 27-28 پر شائع ہوا۔ آغاز میں اِس حقیقت کا اظہار کیا گیا کہ گزشتہ اَدوار میں انبیائے کرام کے اُن کی اُمتوں پر عظیم احسانات کے باوجود اکثر افراد بجائے ایمان کے سرکشی پر اتر آتے۔ پھر یہ بیان کیا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں اپنی جانوں کے بے دریغ نذرانے پیش فرماتے رہے۔ مضمون میں غزوۂ احد کے تاریخی واقعات کی روشنی میں اسلام کے تین عظیم مجاہدوں سیّدُ الشہدا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ، سیدہ صفیہ خاتون رضی اللہ عنہا اور حضرت عمار بن زید رضی اللہ عنہ کی عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں عظیم قربانیوں کا ذکر کیا گیا۔ اِس مضمون میں صنائع بدائع کے ساتھ تحریر کا ادبی آھنگ نہایت ہی نمایاں ہے۔ اُردو اور فارسی اشعار نیز ضرب الامثال کا برمحل خوبصورت استعمال کیا گیا ہے۔

مضمون "عصمتِ انبیا علیہم السلام":

یہ مضمون ماہنامہ السّعید ملتان کے جولائی اگست 1962ء کے شمارہ میں صفحات 79-80 پر شائع ہوا۔ اِس کا موضوع مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ ہر قسم کے عیب، نقص، کمزوری اور کجی سے پاک ہے۔ مضمون کا آغاز آیۂ قرآنی لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ [2] سے کیا گیا ہے جس میں اللہ عزوجل نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کی قسم فرمائی ہے۔ صاحبِ مضمون لکھتے ہیں کہ قسم کا استعمال کسی کلام کی پختگی و مضبوطی کے اظہار کے لیے کیا جاتا ہے۔ مقسم بہٖ میں عیب ہو تو قسم ناقص ہوگی۔ چونکہ اللہ عزوجل کی فرمائی ہوئی قسم کا ناقص ہونا محال ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ مقسم بہٖ یعنی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ ہر طرح کے عیب اور نقص سے پاک ہے۔

مضمون کے دوسرے حصّہ میں بتایا گیا ہے کہ جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت پر کفار منکر ہوئے تو دلیل کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چالیس سالہ پاکیزہ زندگی کو پیش فرمایا جس کے کمال کا انکار کفار بھی نہ کر سکے۔ لہٰذا

---

[1] قصیدہ غوثیہ۔ الشیخ سید عبدالقادر جیلانی۔ ترجمہ: "میں نے اللہ کے سب ملکوں کو یوں دیکھا ہے جیسے ہتھیلی پر رائی کا دانہ ہو"۔

[2] قرآن مجید، سورۃ الحجر 15، آیت 72۔ ترجمہ: "آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عمر مبارک کی قسم، وہ لوگ (کفار) اپنی بدمستی میں بہکے بہکے پھر رہے ہیں"۔

Marfat.com

قرآنِ مجید میں ارشاد ہوا:فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ[1]۔چونکہ حضور اکرم ﷺ کی اظہارِ نبوت سے پہلے کی چالیس سالہ عمرِ مبارک کو نبوت کے دعویٰ کی دلیل کے طور پر پیش کیا گیالہٰذا ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی پہلی عمرِ مبارک بھی ہر طرح کی کوتاہی و عیب سے پاک تھی۔ القصّہ، نبی آخر الزماں ﷺ کی حیاتِ مبارکہ اظہارِ نبوّت سے پہلے بھی ہر عیب سے پاک تھی اور بعد میں بھی ہر نقص سے بَری رہی۔ اِس مضمون کا اسلوبِ نگارش منطقیانہ اور عالمانہ ہے۔

مضمون "محبت اور نفرت":

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا چار صفحات پر مشتمل یہ مختصر مضمون خطی صورت میں موجود ہے اور اس پر 10 اگست 1962ء کی تاریخ درج ہے۔ مضمون میں یہ بتایا گیا ہے کہ کس طرح انسان کا عمل اس کے باطن میں موجزن محبت یا نفرت کے جذبات کا غماز ہوتا ہے۔ جو ذوق و شوق، سوز و ساز اور کیف و مستی اہلِ محبت کا اثاثہ ہے وہ بغیر محبت کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ مضمون میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ہمعصر بزرگ حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے بعض واقعات بیان کیے گئے ہیں اور ان کے محبّین اور نفورین کا متصادم ردِّ عمل بتایا گیا ہے جن سے یہی حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ ہمارے اعمال ہمارے باطنی جذبۂ محبت یا نفرت کے عکاس ہوتے ہیں۔

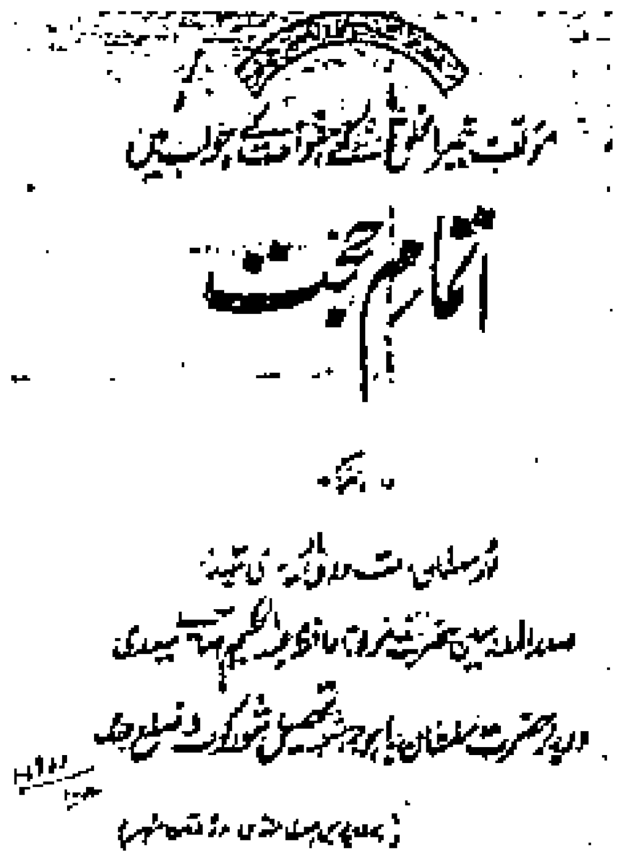

1961ء کے مطبوعہ مقالہ کا سرورق

مقالہ "اِتمامِ حُجّت":

جون 1961ء میں حضرت صاحب علّامہ محمد نور سلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے 40 صفحات پر مشتمل مقالہ "اِتمامِ حجّت" کے نام سے شائع ہُوا۔ 1960ء میں مسئلۂ تفضیل بشر و ملک پر محدّثِ اعظم علّامہ سردار احمد لائلپوری رحمۃ اللہ علیہ اور غزالئ زماں علّامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے مابین علمی اختلاف رونما ہوا (جس کی تفصیل بابِ دوم کی فصل اوّل میں پیش کی گئی ہے) تو ہر دو اکابر کے تلامذہ اور پیروکاروں کی طرف سے ایک سخت تحریری بحث شائع ہونے لگی۔ یہ مقالہ بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔ یہ مقالہ سعیدی حضرات کی جانب سے رضوی (لائلپوری) حضرات کے رسالہ "خیر الخلق" کے جواب پر مبنی تھا۔

مقالہ میں حضورِ اکرم ﷺ کی افضلیتِ مطلقہ پر اہلسنت کے اجماع کے دلائل پیش کر کے معتزلہ اور اہلسنت کے مذاہب میں افضلیت کے معاملہ پر فرق کی وضاحت کی گئی اور بتایا گیا کہ حضورِ اکرم ﷺ کی افضلیتِ مطلقہ کا مسئلہ

---

[1] قرآنِ مجید، سورۃ یونس 10، آیت 16۔ ترجمہ: "تو میں تم لوگوں کے بیچ اس سے قبل ایک عمر گزار چکا ہوں۔ تو کیا تم عقل نہیں کرتے"۔

Marfat.com

ضروری، قطعی اور اجماعی ہے۔ پھر صاحب مقالہ بتاتے ہیں کہ کسی مسئلہ کی ضرورت وقطعیّت سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اُنہی ضروریات دین میں شامل ہو جن کا منکر کافر ہوتا ہے۔ آخر میں علما و صوفیا کے ایک گروہ کی طرف اشارہ کیا گیا جن کے نزدیک بعض اولیا اللہ جملہ ملائک سے افضل ہیں۔ القصّہ، اِس مقالہ میں یہی نقطۂ نظر پیش کیا گیا کہ اگرچہ سیدنا جبریل امین علیہ السلام عامۂ بشر اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں مگر یہ بات اُن ضروریاتِ دین میں سے نہیں جن کا منکر کافر قرار دیا جاسکے۔

یہ مقالہ درجنوں علمی حوالوں سے بھرا ہوا ہے۔ اسلوبِ نگارش مناظرانہ اور منطقیانہ ہے۔ تاہم بعض مقامات پر درشت اور سخت لہجہ اختیار کیا گیا ہے۔ اس مقالہ کی طرزِ تحریر، الفاظ کا چُناؤ اور اسلوب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اُس دَور کے دیگر مضامین سے بہت مختلف معلوم ہوتا ہے اور شیخ الحدیث علّامہ محمد شریف رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان[1] کو تقویت دیتا ہے کہ یہ مقالہ دراصل حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر نہیں بلکہ آپ سے منسوب وموسوم کر دیا گیا۔ واللہ اعلم!

مجلّہ "طوفان" میں مضامین:

آغا شورش کاشمیری کے زیرِ ادارت ہفتہ وار "چٹان" شائع ہوتا تھا جس کے 17 ستمبر 1962ء کے اداریے میں اہلسنت بریلوی علما کے خلاف ایک اشتعال انگیز مضمون چھپا[2]۔ بجائے آتش اشتعال کو فرو کرنے کے پاکستان اور بھارت کے بعض مذہبی طبقوں نے اس اقدام کو سراہا[3]۔ یوں "چٹان" میں پے در پے تضحیک و تنقیص سے بھرے مضامین شامل کیے گئے جن سے عوام اہلسنّت کے جذبات مجروح ہوئے۔ نتیجتاً، عقائدِ اہلسنّت کا درد رکھنے والے بعض حضرات نے جوابی پرچہ "طوفان" کے نام سے 1962ء میں چھاپنا شروع کر دیا۔ اس کے مدیرِ اعلیٰ (چیف ایڈیٹر) میر حسان الحیدری حفظہ اللہ تھے۔ رسالہ "طوفان" پانچ چھ ماہ ہی چلا اور جب آغا شورش کاشمیری کے زیرِ ادارت "چٹان" نے معافی مانگ لی تو رسالہ "طوفان" بند کر دیا گیا[4]۔ تفصیل باب دوم کی فصل اوّل میں درج ہے۔ طوفان میں اکثر مضامین لکھاریوں کے قلمی ناموں سے شائع ہوتے تھے۔

حضرت صاحب علّامہ محمد نور سلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی بھی نثر و نظم میں تحریرات رسالہ "طوفان" میں شائع ہوتی رہیں جن میں سے ایک مضمون کی قلمی دستاویز راقم کے پاس محفوظ ہے۔ اس مضمون میں شورش کاشمیری کے 15 اور 22 اکتوبر 1962ء کے پرچہ "چٹان" میں شائع ہونے والے اس بے بنیاد الزام کی تردید کی گئی ہے کہ نعوذ باللہ علمائے اہلسنّت

---

[1] روایت از شیخ الحدیث محمد شریف رضوی۔ مورخہ 3 ستمبر 2011ء بمقام بھکر۔ آڈیو مملوکہ راقم

[2] ماہنامہ "السعید"، ملتان۔ اکتوبر 1962ء۔ ص 49،50

[3] ماہنامہ "السعید"، ملتان۔ نومبر دسمبر 1962ء۔ صفحات 9 تا 14

[4] روایت از میر حسان الحیدری صاحب، ساکن اوباورو، سندھ۔ مورخہ 31 دسمبر 2011ء۔ ٹیلی فونک انٹرویو

Marfat.com

انگریزوں کے خوشامدی اور جہاد کے تارک تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "تواریخ عجیبہ" کے صفحہ 73 اور کتاب "حیاتِ طیبہ" کے صفحات 294 و 296 سے ثابت کیا کہ انگریز کے چاپلوس علمائے اہلسنت بریلوی نہیں بلکہ خود شورش صاحب کے ممدوحین اکابر تھے۔ پھر شورش صاحب کے خیالات کو یوں بھی باہم متصادم ثابت کیا گیا کہ ایک طرف تو وہ اپنے ممدوح مولانا تھانوی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ عشقِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حامل ہونے کی بنیاد پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا بے حد احترام کرتے تھے تو دوسری طرف خود شورش صاحب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر الزامات لگاتے ہیں۔ مضمون کے آخر میں شورش صاحب کے اس قول کا محاسبہ کیا گیا کہ جس میں انہوں نے مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر سے خود کو دست کش ظاہر کیا۔

کتاب "سراجی" کی شرح:

ابو طاہر سراج الدّین محمد سجاوندی کی علمِ میراث پر معروف ومتداول کتاب "سراجی" کی اَبحاث حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اکتوبر 1962ء میں تحریر کیں۔ اِس قلمی دستاویز کے 27 صفحات ہی محفوظ ہیں۔ اِس میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جن استادِ مکرّم کے فرمودات قلمبند کیے ہیں انہیں "حضرت قبلہ مفتی صاحب" کہہ کر یاد کیا ہے۔ ان سے مُراد یا تو علّامہ مفتی اُمید علی خان رامپوری رحمۃ اللہ علیہ (و:1883ء۔ف:1964ء) ہیں یا سراجُ الفقہا مفتی سراج احمد خانپوری رحمۃ اللہ علیہ (و:1886ء۔ف:1972ء)۔ اوّلُ الذکر جامعہ انوارُ العلوم میں حضرت صاحب کے باقاعدہ اُستاد تھے جبکہ مؤخرُ الذکر وہ ہستی ہیں کہ جنھوں نے حضرت صاحب کو علمِ میراث کی سند عطا فرمائی تھی اور اس زمانہ میں گاہے گاہے جامعہ انوار العلوم آکر مختلف درس دیا کرتے تھے۔ بہر حال، تحریر کا خلاصہ ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

تحریر کے آغاز میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی تشریح کی گئی ہے جس میں علمِ فرائض (میراث) سیکھنے کی ترغیب دیتے ہوئے اسے نصفِ علم فرمایا گیا ہے۔ پھر میّت کے ترکہ سے چار حقوق (تجہیز و تکفین، قرضہ جات، وصیّت اور وُرثا میں تقسیم) کا ذکر کیا گیا۔ اس کے بعد میراث کے اصحابِ فرائض اور عصبات کی وضاحت کی گئی ہے۔ اِس ابتدائیہ کے بعد مزید بحث اِن سُرخیوں کی ذیل میں کی گئی ہے۔

1۔ فصل فی الموانع، 2۔ ہدایاتِ ضروری، 3۔ فصل فی النساء، 4۔ باب الحجب، 5۔ فصل فی النسآء میں لِلْجَدَّۃ کی بحث، 6۔ باب العصبات، 7۔ باب العصبات میں عصبہ بنفسہ، عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ 8۔ باب مخارج الفروض، 9۔ باب العول، 10۔ فصل فی معرفۃ التماثل والتداخل والتوافق والتباین، 11۔ باب التصحیح، ۱۲۔ اعتراض اور جوابات

Marfat.com

خطبات و تقریراتِ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت صاحب علامہ محمد نور سلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اُستاذِ مکرّم غزالیٔ زماں علامہ سیّد احمد سعید کاظمی امروہوی رحمۃ اللہ علیہ (و:1913ء۔ ف:1986ء) سے انتہائی محبت و عقیدت تھی۔ 1962ء کے اَواخر میں جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ مروّجہ درسیات کی دیگر تمام تحصیلات کر چکے تو دورۂ حدیث کا آغاز اپنے موصوف اُستاذِ مکرّم سے کیا۔ انہی دنوں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملتان اور اس کے گرد و نواح میں ہونے والی ان مختلف محافل اور جلسوں میں شرکت کرنے لگے جن میں علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب ہونا ہوتا۔ چونکہ اس زمانے میں آڈیو ریکارڈنگ کی سہولت خاصی محدود اور گراں تھی اِس لیے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے اُستاذِ گرامی کے خطبات تحریر کر لیا کرتے تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس زمانے میں غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد خطبات تحریر کیے جن میں سے گیارہ (11) خطبات راقم کو دستیاب ہو سکے جو کہ تقریباً 90 صفحات پر مشتمل خطی نسخے ہیں۔ ان خطبات کی تفصیلات حسب ذیل ہیں:

غزالئی زماں علامہ احمد سعید کاظمی

خطبۂ اوّل:

29 اگست 1962ء کو حسن پروانہ روڈ ملتان پر میلادُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسہ سے غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ نے خطاب فرمایا جسے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا۔ خطاب کا آغاز قرآنِ مجید کی اِس آیتِ مبارکہ سے ہوا: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ[1]۔ پھر یہ بیان کیا گیا کہ نہ روح فانی ہے اور نہ روحانی نسبتوں اور کمالات کو فنا ہے۔ بخاری شریف (کتابُ الرّضاع) کے حوالہ سے ابو لہب کے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی محض نسبی و جسمانی نسبت کے تحت منانے کے اجر کا بیان کیا گیا۔ پس روحانی نسبت کے تحت تو خوشی منانے کا اجر اس سے کہیں زیادہ ہو گا۔ پھر فرمایا کہ آیت کی ایک قرات "مِنْ أَنْفَسِهِمْ" بھی ہے گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نفیس ترین ہستیوں کے اَنفَس ہیں۔ پھر کئی احادیث کی روشنی میں ثابت کیا گیا کہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جسمانیت و بشریت میں حضرت آدم علیہ السلام کی نسل ہیں مگر روحانیت و

[1] قرآن مجید، سورۃ آل عمران 3، آیت 164۔ ترجمہ 'البیان': "بے شک اللہ نے بڑا احسان کیا ایمان والوں پر کہ اُس نے اِن میں ایک عظمت والا رسول بھیجا، ان ہی میں سے، جو تلاوت کرتا ہے ان پر اُس کی آیتیں اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے"۔

Marfat.com

نورانیت میں اُن کی بھی اصل ہیں۔ اِس امر کی وضاحت کی گئی کہ اِس آیت میں "المومنین" سے مُراد محض صحابہ نہیں بلکہ جملہ مومنین ہیں۔ بخاری شریف کی حدیث "نعمة الله محمد رسول الله" کے تحت وضاحت کی گئی کہ حضور ﷺ کی ذاتِ بابرکات ایسی نعمت ہے کہ اگر کوئی بظاہر زحمت بھی آپ سے منسوب ہوگئی تو نعمت بن گئی اور اگر کوئی بظاہر نعمت بھی آپ سے جُدا ہوئی تو زحمت بن گئی۔ جیسا کہ عشقِ رسول ﷺ میں مجاہد کے جسم کو لگنے والے چرکوں کی بظاہر زحمت دراصل رحمت ہے۔

خطبہ میں مذکورہ بالا آیت کے حوالہ سے بیان کیا گیا کہ اللہ عزوجل نے جملہ مومنین پر بعثتِ نبوی ﷺ کا احسان جتایا۔ چونکہ احسان اس امر پر جتایا جاتا ہے جسے دے کر واپس نہ لیا جائے لہٰذا ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ مومنین کے درمیان موجود ہیں۔ یُزَكِّيهِمْ میں یہ لطیف نکتہ ہے کہ پاکیزگی تب ہی ممکن ہوگی جب پاک کرنے والا اس کے قریب ہو جسے پاک کرنا مقصود ہے۔ چونکہ حضور اکرم ﷺ جملہ مومنین کو پاکیزگی عطا فرمانے والے ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ ﷺ سب مومنین کے قریب ہیں۔ آخر میں آیتِ مبارکہ النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ[1] کی وضاحت میں مثنوی معنوی (از مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ) سے جوہری اور چور کی ہمسفری والی روایت کی روشنی میں سمجھایا گیا کہ قُرب کا فائدہ تب حاصل ہوتا ہے جب قُرب کے ساتھ معرفت (پہچان) بھی ہو۔

خطبہ دوم:

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک سے تحریر فرمودہ حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا خطبہ 19 اکتوبر 1962ء کا ہے جو مسجد انوار العلوم میں قبل از نمازِ جمعہ ارشاد فرمایا گیا۔ آغازِ خطاب اِس آیتِ مبارکہ سے ہوتا ہے: هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا[2]۔ آیت کے ترجمہ کے بعد بتایا گیا کہ اللہ عزوجل نے رسولِ اکرم ﷺ کے ذریعے اپنا تعارف اور پہچان بیان فرمائی۔ اگرچہ قرآن مجید میں خالقِ کُل نے متعدد مخلوقات کا ذکر اپنے تعارف کے لیے کیا مگر وہ تعارفاتِ جزوی ہیں اور یہ تعارفِ کُلّی۔ لہٰذا حضورِ پاک ﷺ کی ذات خدائے واحد کے حُسنِ الوہیت کے جلووں کا مجموعہ اور مظہر ہے۔ اِس بصیرت افروز خطاب میں دیگر

---

[1] قرآن مجید، سورۃ الاحزاب 33، آیت 6۔ ترجمہ 'البیان': "یہ نبی ایمان والوں کے ساتھ اُن کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں"۔

[2] قرآنِ مجید، سورۃ الفتح 48، آیت 28۔ ترجمہ 'البیان': "(اللہ) وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین عطا فرما کر بھیجا تاکہ اِسے سب دینوں پر غالب کر دے اور (رسول کی صداقت پر) اللہ گواہ کافی ہے"۔

Marfat.com

آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی ﷺ کے ساتھ ساتھ فارسی اشعار برمحل پیش کیے گئے ہیں۔ آخر میں سامعین کو دامنِ مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ رہنے کی تلقین کی گئی۔

خطبۂ سوم:

تیسرا خطبہ جو کہ 29 اکتوبر 1962ء کی شام مسجد منظور احمد صاحب میں ارشاد کیا گیا اس آیتِ مبارکہ سے آغاز ہوتا ہے: قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ[1]۔ خطاب میں سب سے پہلے ارشاد فرمایا گیا کہ جس معرفت و محبتِ باری تعالیٰ کا حصول تخلیقِ انسانی کا مقصد ہے وہ حضورِ اکرم ﷺ کے وسیلہ کے بغیر ممکن نہیں۔ یوں آپ ﷺ کی شانِ وسیلہ پر روشنی ڈالی گئی۔ پھر یہ بیان فرمایا گیا کہ رسالت دراصل توحید کے دعویٰ کی دلیل ہے۔ دلیل کا انکار دعویٰ کا انکار ہوتا ہے اور دلیل کی عظمت و ناموس کا اظہار درحقیقت دعویٰ ہی کی شانِ عظمت ہے۔ خطبہ کے آخری حصہ میں وضاحت سے بتایا گیا کہ نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ پاک اللہ عزوجل کی محتاج اور جملہ مخلوقات کی حاجت رَوا ہے۔ آپ ﷺ خالق کے حضور مجبور اور مخلوق کے ہاں مختار ہیں۔

خطبۂ چہارم:

اِس خطبہ کا موضوع فلسفۂ شہادت و شہادتِ حضرت امام حسین علیہ السلام ہے اور یہ خطبہ 4 نومبر 1962ء کو مسجد پیپلاں والی میں ارشاد فرمایا گیا۔ ابتدا میں یہ آیتِ مبارکہ تلاوت کی گئی: وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ[2]۔ شہادت کا لغوی و شرعی مفہوم اور پھر اس کا فلسفہ بیان کیا گیا۔ الشهادة الحضور مع المشاهده یعنی بصر یا بصیرت کے ساتھ مشاہدہ کرتے ہوئے حاضر ہونے کا نام شہادت ہے۔ مقتول فی سبیل اللہ کو شہید اِس لیے کہتے ہیں کہ وہ جان دیتے وقت اللہ عزوجل کی خصوصی نعمتوں پر حاضر ہو کر ان کا مشاہدہ کرتا ہے۔ پھر بیان کیا گیا کہ حکمِ شہادت میں نیّت کو دخل ہے۔ لہٰذا معرکۂ حق و باطل میں بظاہر مجاہد بن کر لڑنے والے کی نیت اگر درست نہیں تو وہ شہید نہ ہوگا اور اس کے برعکس راہِ خدا میں جان قربان کرنے کی نیت رکھنے والے کو بستر پر بھی موت آجائے تو وہ روزِ محشر شہدا کی

[1] قرآن مجید، سورۃ آل عمران 3، آیت 31۔ ترجمہ 'البیان': "(اے محبوب! اہلِ کتاب سے) فرما دیجیے، اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری فرمانبرداری کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا"۔

[2] قرآن مجید، سورۃ البقرہ 2، آیت 154۔ ترجمہ 'البیان': "اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں انہیں مُردہ نہ کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمہیں شعور نہیں"۔

Marfat.com

صف میں ہو گا۔ بعد ازاں غزالیِ زماں رحمۃ اللہ علیہ آیات و احادیث کی روشنی میں بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جملہ کمالات کا مبدا ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شانِ شہادت بھی حاصل ہے۔

خطبہ کے دوسرے حصہ میں بیان کیا گیا کہ جب شہید نشۂ عشقِ الٰہی میں مست ہو کر جان دیتا ہے تو اسے جان کنی کی تکلیف نہیں بلکہ راحت ہوتی ہے۔ وضاحت کے لیے پہلے حُسنِ یوسف میں محو ہو کر زنانِ مصر کا اپنی انگلیاں کاٹ لینے کا واقعہ اور پھر صحابیِ رسول حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ بیان کیا گیا۔ خطاب کے آخر میں یزید کے غاصبانہ دورِ حکومت میں حرمین شریفین پر ڈھائے جانے والے مظالم کے حوالے تاریخ کی معتبر کتب سے دیے گئے اور پھر حضرت امام عالی مقام علیہ السلام کی مدینہ سے کربلا تشریف آوری کا حال بیان کیا گیا۔

خطبۂ پنجم:

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تحریر فرمودہ پانچواں خطبۂ غزالیِ زماں رحمۃ اللہ علیہ وہ ہے جو 9 نومبر 1962ء کو قبل از نمازِ جمعہ مسجدِ مدرسہ انوار العلوم ملتان میں ارشاد فرمایا گیا۔ خطبۂ چہارم کی طرح اِس خطبہ کا آغاز بھی سورۃ البقرہ کی آیت 154 وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ الخ سے ہوتا ہے تاہم نفسِ مضمون قدرے مختلف ہے۔

خطبہ کے آغاز میں بتایا گیا کہ دینی فلسفۂ موت و حیات کے مطابق اسلام حیات جبکہ کفر موت ہے۔ پھر اِس امر پر روشنی ڈالی گئی کہ کیسے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی اور قُرب کا نام اِسلام ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بُعد کفر ہے۔ آیتِ مذکورہ کے تحت کافر مُردہ ہے خواہ بظاہر زندہ ہو، اور مومن زندہ ہے خواہ راہِ خُدا میں جان دے چکا ہو۔ خطبہ کے دوسرے حصہ میں اس حدیثِ مبارکہ کی تشریح کی گئی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمّت کے دو گروہوں کو خاص بشارت فرمائی؛ ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہورِ ثانی میں ان کی خدمت و معاونت کرنے والے اور دوسرے وہ جو غزوۂ ہند میں شامل ہوں گے۔ غزالیِ زماں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ ہند کی نبوی پیشگوئی کو کسی ایک غزوہ پر خاص (محدود) نہ سمجھا جائے بلکہ یہ حکم ہند میں ہونے والی تمام غزوات کو عام ہے۔

خطبۂ ششم:

یہ خطبہ غزالیِ زماں رحمۃ اللہ علیہ نے 12 نومبر 1962ء کو بعد نمازِ عشا حبیب بینک مُلتان سے متّصل ایک مقام پر ارشاد فرمایا۔ خطبۂ دوم کی طرح اِس خطبہ کا آغاز بھی سورۃ الفتح کی آیت 28 هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ الخ سے ہوتا ہے۔ خطبہ کے آغاز میں فرمایا گیا کہ وقت کی اشد ضرورت ہے کہ مسلمان اپنے اصل مقام کو پہچانیں اور باتیں کرنے کی بجائے عمل پر

Marfat.com

زور دیں۔ بعد ازآں اسلام کا لغوی و اصطلاحی مفہوم بیان کر کے اِس امر پر زور دیا گیا کہ دَورِ حاضر میں عقائدِ توحید و رسالت کی ایسی شہادت کی ضرورت ہے جو محض زبان سے نہ ہو بلکہ دل سے اُٹھے اور عمل سے ثابت ہو۔ خطبہ میں قرآنی فلسفۂ تسخیرِ کائنات پر روشنی ڈالتے ہوئے تفسیرِ کبیر کی جلد پنجم سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا واقعۂ زلزلہ بیان کیا گیا۔ خطبہ کے آخری حصّہ میں قرآنِ مجید کی رو سے مِنْ دُوْنِ اللّٰہ کا مفہوم واضح کیا گیا۔ اِس خطاب کا رنگ قدرے منطقیانہ ہے۔

خطبۂ ہفتم:

غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ کا ساتواں خطاب جو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلمی تبرکات میں محفوظ ہے، بیرون دہلی گیٹ ملتان کے علاقہ میں بعد نمازِ عشا (غالباً نومبر 1962ء میں ہی) اِرشاد فرمایا گیا۔ خطبۂ دوم اور خطبۂ ششم کی طرح اِس خطبہ کا آغاز بھی اِس آیتِ مبارکہ سے ہوتا ہے: هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا[1]۔ اِس خطبہ کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصّہ میں فلسفۂ وسیلہ کا بیان ہے جبکہ دوسرے حصّہ میں اِس امر کی وضاحت ہے کہ رسالت دراصل توحید کے دعویٰ کی دلیل ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی معرفت کا وسیلہ، اپنی ذاتِ پاک کی دلیل اور اپنے ہونے کی علامت قرار دیا۔

پہلے حصّہ میں بتایا گیا کہ ہمارے محدود عقل و حواس کو اگر لا محدود ذاتِ باری تعالیٰ کی معرفت ممکن ہے تو صرف وسیلۂ رسالت سے۔ توحید مقصودِ حقیقی ہے جس کے حصول کا وسیلہ و ذریعہ رسالت ہے۔ ایک اعتراض اُٹھایا جا سکتا ہے کہ چونکہ مقصود کے حصول کے بعد وسیلہ کی حاجت نہیں رہتی لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ ہونا (نعوذ باللہ) عارضی ہے۔ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کی ذات اور اس کی معرفت کے درجات لامتناہی ہیں۔ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ[2]۔ لہٰذا نہ تو کبھی خُدا کی معرفت کے درجات ختم ہوتے ہیں اور نہ ہی کبھی وسیلۂ رسالت کی حاجت ختم ہوتی ہے۔ فلسفۂ وسیلہ پر دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ جب مقصودِ حقیقی اللہ عزوجل ہے اور اللہ عزوجل خود فرماتا ہے کہ نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ[3]، تو پھر کسی وسیلہ و ذریعہ کی کیا حاجت؟۔ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ بے شک اللہ عزوجل تو علماً و قدرۃً قریب ہے مگر بندہ عدمِ معرفت

---

[1] قرآن مجید، سورۃ الفتح 48، آیت 28۔ ترجمہ 'البیان': "(اللہ) وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین عطا فرما کر بھیجا تاکہ اِسے سب دینوں پر غالب کر دے اور (رسول کی صداقت پر) اللہ گواہ کافی ہے"۔

[2] قرآن مجید، سورۃ الرحمٰن 55، آیت 29۔ ترجمہ 'البیان': "وہ ہر آن نئی شان میں ہے"۔

[3] قرآن مجید، سورہ ق 50، آیت 16۔ ترجمہ 'البیان': "اور ہم اس کی شہ رگ سے زیادہ اس کے قریب ہیں"۔

Marfat.com

کے باعث دُوری میں مبتلا ہے۔ غزالیٔ زماں نے مثالوں سے واضح فرمایا کہ معرفت کے بغیر قُرب سے اِستفادہ نہیں کیا جا سکتا۔ پس باوجود اِس کے کہ مقصودِ حقیقی قریب ہے، بندے عدم معرفت کے باعث حصولِ معرفت کے لیے وسیلہ کے محتاج ہیں۔

دوسرے حصّہ میں بتایا گیا کہ رسالت دلیل ہے دعویٰ وحدت کی۔ اگرچہ دیگر مظاہرِ فطرت بھی اِسی دعویٰ کی دلیلیں ہیں مگر ساکت دلیلیں ہیں۔ آنحضرت ﷺ دعویٰ وحدت کی دلیلِ ناطق ہیں اور ایسی ناطق دلیل ہیں کہ آپ ﷺ کے حضور دلیلِ ساکت بھی پیش ہوئی تو ناطق ہو گئی۔ آخر میں غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ نے دعویٰ (توحید) اور دلیل (رسالت) کی باہم مطابقت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ دعویٰ زندہ ہے تو دلیل مر نہیں سکتی، دعویٰ قوی ہے تو دلیل نحیف نہیں ہو سکتی اور پھر دعویٰ (لا الہ الا اللہ) کا دلیل (محمد رسول اللہ) سے ایسا قُرب ہے کہ بیچ میں حرفِ علّت تک کی گنجائش نہیں۔ خطاب میں متعدّد احادیث اور کئی تفاسیر کے حوالہ جات پیش کیے گئے۔

خطبۂ ہشتم:

یہ خطاب غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ نے 19 نومبر 1962ء کو بمقام آستانہ پاک دامن مائی صاحبہ ملتان بیان فرمایا اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا۔ خطاب کا آغاز اِس آیتِ مبارکہ سے ہوتا ہے: اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ[1]۔ خطبہ کا آغاز یوں ہوتا ہے کہ آفتابِ اِسلام اُس وقت طلوع ہُوا جب دیگر اَدیان انسان کی ہدایت سے عاجز آ چکے تھے۔ لوگ پُرانے مذاہب کی رسومات تو اَدا کرتے تھے مگر دل میں یقین نہ تھا اور ظاہر ہے کہ یقین کے بغیر اعمال طاقتور نہیں ہوتے۔ ایسے میں اسلام دولتِ یقین لے کر آیا۔ آج دیگر مذاہب محض شکوک و شبہات ہیں اور یقین کا دین ہے تو صرف اسلام۔ مسلمانوں میں سر قربان کر دینے کی وجہ یہی یقین ہے جس کا ایک ابتدائی عملی مظاہرہ میدانِ بدر میں ہُوا۔ پھر غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دین اصول کا نام ہے جس میں یہ یقین پایا جاتا ہے کہ نیکی اور بدی پر بالترتیب ثواب اور عذاب ہو گا۔ اِس تصورِ ثواب و عذاب کے بغیر انسانیت کی شیرازہ بندی ممکن نہیں۔ دوسری طرف مادہ پرستوں نے یہ سمجھ لیا کہ وہی کام اچھا ہے جس کا نتیجہ اِس دنیا میں اچھا ملے اور جس کا نتیجہ دنیا میں بُرا ہو وہ کام بُرا ہے۔ مگر اہلِ بصیرت جانتے ہیں کہ مادہ مغلوب ہے جب کہ غالب ذات کوئی اور ہے۔ عام مخلوقات کے برعکس انسان کا مادی جسم تو فنا ہو سکتا ہے مگر اس کی روح اَمرِ رَبّی ہے اور اسے فنا نہیں۔ یہی روح انسان کی حقیقت ہے جو کہ حلال و حرام اور نیکی بدی میں تمیز کرتی ہے۔

---

[1] قرآنِ مجید، سورہ آلِ عمران 3، آیت 19۔ ترجمہ 'البیان': "بے شک اللہ کے نزدیک اسلام ہی دین ہے"۔

Marfat.com

خطبہ میں غزالیِ زماں رحمۃ اللہ علیہ نے روزِ حشر کے ثواب و عذاب کے متعلق صوفیا اور متکلمین کے مختلف خیالات بتائے اور پھر روحُ المعانی کے حوالہ سے سیّد نجم الکبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ "اس عالَم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تجلّی کی گنجائش نہیں" بیان کر کے بتایا کہ کیسے روزِ محشر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا اظہار مقامِ محمود پر ہو گا۔ خطاب کے آخر میں مسلمانانِ عالَم کے ضمیر جھنجھوڑتے ہُوئے کہا گیا کہ ایک وہ وقت تھا کہ اقوامِ عالَم کے فیصلے مسلمان کیا کرتے تھے اور ایک یہ وقت ہے کہ مسلمان اپنے فیصلوں میں امریکہ کے محتاج ہیں۔

خطبۂ نہم:

14 دسمبر 1962ء کو قبل از نمازِ جمعہ بیان فرمودہ غزالیِ زماں رحمۃ اللہ علیہ کے اِس خطبہ کا آغاز بھی خطبۂ سوم کی طرح اِس آیتِ مبارکہ سے ہوتا ہے: قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ[1]۔ حکمت و معرفت سے لبریز اِس خطاب کا آغاز اِس نکتہ سے ہوتا ہے کہ انسان کا کائنات کے ساتھ ربط یہ ہے کہ انسان خلاصۂ حقائقِ کائنات ہے یعنی انسان مرکز و اَصل ہے اور جملہ دیگر مظاہر فرع ہیں۔ پھر بیان کیا گیا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک انسانِ کامل اور مبداءِ تخلیق ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات اصل حقائقِ کائنات ہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلال و جمال کے متعدد پہلو کائنات کے متعدد مظاہر یا مختلف انبیائے کرام علیہم السلام سے ظاہر ہوئے۔ گویا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اَصل جبکہ جملہ کائنات فرع ہے۔ ساری کائنات حُسنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوہ اور آئینہ ہے۔ خطبہ کے آخر میں بیان کیا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیمُ اللہ ہو کر بھی جلووں کو بے حجاب نہیں دیکھ سکے۔ فرع صرف صفات کو دیکھ سکتی ہے جبکہ اَصل ہی ذات کا مشاہدہ کر سکتی ہے۔

خطبۂ دہم:

غزالیِ زماں رحمۃ اللہ علیہ کا یہ خطبہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت مختصراً تحریر کیا ہے اور اس پر تاریخ و مقام بھی درج نہیں۔ غالباً یہ خطبہ بھی 1961ء یا 1962ء میں ملتان میں ارشاد فرمایا گیا۔ خطبہ کا آغاز اِس آیتِ مبارکہ سے ہوتا ہے:
مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ[2]۔

[1] قرآن مجید، سورۃ آلِ عمران 3، آیت 31۔ ترجمہ 'البیان': "(اے محبوب! اہلِ کتاب سے) فرما دیجیے، اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری فرمانبرداری کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا"۔

[2] قرآن مجید، سورہ الفتح 48، آیت 29۔ ترجمہ 'البیان': "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو ان کے ساتھی ہیں کافروں پر بڑے سخت، آپس میں بڑے نرم دل ہیں۔ (اے مخاطب) تو انہیں دیکھتا ہے رکوع کرتے سجدہ کرتے ہُوئے اور اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ ان کی نشانی ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے اثر سے۔"

Marfat.com

خطبہ کے آغاز میں آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے بتایا گیا کہ جب حضور رسالت مآب ﷺ عُمرہ کرنے کے ارادہ سے جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مکّہ تشریف لے جانے لگے تو آپ ﷺ کو حُدیبیہ کے مقام پر مشرکین مکّہ نے روک لیا۔ بعض صحابہٴ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرت بلال اور حضرت عبدالرّحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا گیا۔ پھر احادیث کی روشنی میں بیان کیا گیا کہ جب یثرب کا شہر حضورِ اکرم ﷺ کے دَم قدم سے مدینۃُ النّبی بن گیا تو اِس شہر کی خاک شفا ہو گئی۔ پھر بیان کیا گیا کہ مکہ میں صفا اور مَروہ جیسے عظیم شعائر اللہ میں کیسے بتوں کی پرستش ہوتی تھی اور حضورِ اکرم ﷺ نے کیسے ان مقدّس مقامات کو پاک فرمایا۔ خطاب میں صُلحِ حُدیبیہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے بتایا گیا کہ کیسے حضور ﷺ کے غلاموں کے بازوؤں میں اللہ کی عطا کردہ طاقتیں ہیں۔

خطبہٴ یازدہم:

یہ تحریر اگرچہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہٴ بہاولپور سے متعلّق ہے مگر اِسے یہیں بیان کیا جا رہا ہے تاکہ خطباتِ کاظمی کا حصّہ رہے۔ غزالیٔ زماں رحمۃ اللہ علیہ نے یہ خطبہ 16 اکتوبر 1965ء کو جامعہ مسجد بہاولپور میں پاک بھارت جنگ کے دِنوں میں ارشاد فرمایا۔ خطبہ کا آغاز اِس آیتِ مبارکہ سے ہوتا ہے: وَالَّذِینَ جَاھَدُوا فِینَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا[1]۔ اِس خطبہ میں دینِ اسلام میں جہاد کی فضیلت و اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فلسفہٴ شہادت بیان کیا گیا۔ مملکتِ خُداداد پاکستان کی محبّت کو اِس خُطبہ کے ذریعہ سامعین کے قلوب میں راسخ کیا گیا۔

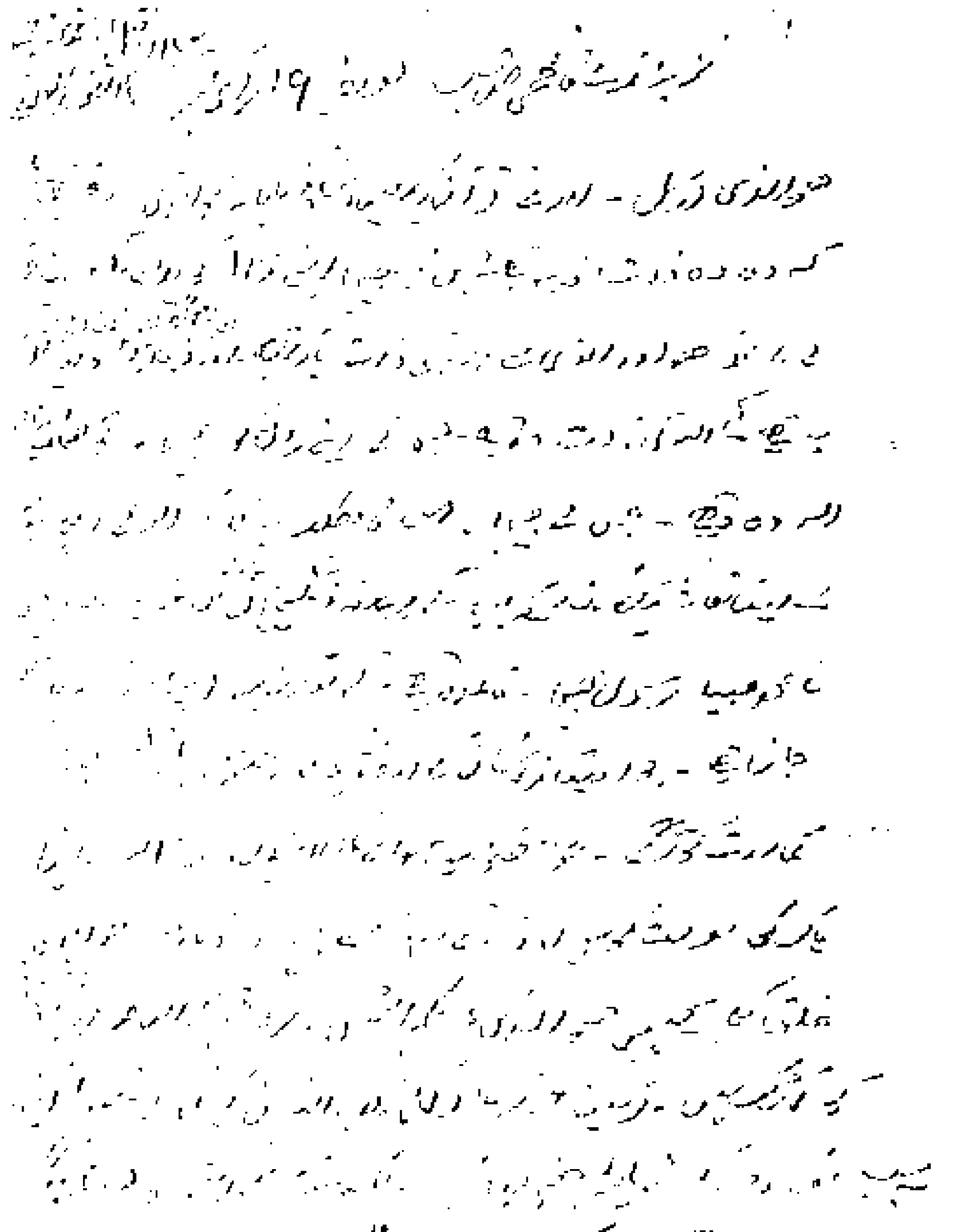
حضرت صاحب کے قلم سے لکھی تقریراتِ کاظمی کا ایک صفحہ (خطبہ دوم)

---

[1] قرآنِ مجید، سورۃ العنکبوت 29، آیت 69۔ ترجمہ 'البیان': "اور وہ لوگ جنھوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا ضرور ہم انہیں اپنی راہیں دکھائیں گے۔"

Marfat.com

تحریراتِ دَورۂ حدیث:

حضرت صاحب علّامہ محمد نور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ نے اکتوبر1962ء تا فروری1963ء کے عرصہ میں جامعہ انوار العلوم ملتان میں اپنے محبوب اُستاد غزالیٔ زماں علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ سے دَورۂ حدیث مکمل کیا۔ اس زمانہ کے حالات وواقعات بابِ دوم کی فصلِ اوّل کے اختتام پر بیان کر دیے گئے ہیں۔ اپنے اُستاذِ مکرّم کے دورۂ حدیث کے ضمن میں اِرشاد فرمودہ دَرس حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ باقاعدگی سے تحریر کرلیا کرتے تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلمی تبرکات میں 250 صفحات پر مبنی یہ شاندار علمی و تحقیقی خزانہ (جو تا حال غیر مطبوعہ ہے) تفسیراتِ آیاتِ قرآن، شروحاتِ احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عقائدِ اسلام کے حوالہ سے ایک عظیم اثاثہ ہے۔ حضرت صاحب اپنے اُستادِ مکرّم سے درس لینے کے بعد بڑے انہماک اور محنت سے اسے ورطۂ تحریر میں لاتے۔ تحریر کرتے ہوئے حضرت صاحب نے حوالہ جات نوٹ کرنے کا خصوصی اہتمام کیاہے اور کتب کے نام متعلقہ صفحات اور جلدوں کے ساتھ تحریر کیے ہیں۔ تحریر کا بیشتر حصّہ عربی میں ہے اور صحاحِ ستّہ کی کسی نہ کسی عبارت سے متعلق ہے۔ ذیل میں 250 صفحات پر مبنی اِس تحریر کی سُرخیوں اور موضوعات کو پیش کیا جاتا ہے۔ اِنہیں اِس دورۂ حدیث کے مضامین کی فہرست کہا جاسکتا ہے۔ تحریراتِ دَورۂ حدیث تین مخطوطوں میں محفوظ ہیں۔ تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

مخطوطۂ اوّل:

اکتوبر1962ء میں تحریر کردہ اِس مخطوطہ کے مشمولات یہ ہیں۔

" صحیح جامع البخاری "کی وجہ تسمیہ۔ سوال وجواب۔ ترجمۃُ الباب۔ متصل۔ تعلیق۔ متابعت۔ شواہد۔ حدیثِ حمد۔ اِستنباط اور اجتہاد میں فرق۔ وَحی۔ لوامعاتِ وحی اور ماہیتِ وحی۔ نبی اور وَلی کے الہام میں "موجبِ یقین" اور "حجّت فی الشرع" ہونے کا فرق۔ باب كَيْفَ كَانَ بَدْؤُ الوَحْي۔ حدیث إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ سوال وجواب۔ اِلقا اور الہام میں فرق۔ اقسامِ وحی۔ حدیثِ ثانی أَحْيَانًا يَأْتِينِي مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ[1]۔ وحی کو سمجھنے کی بحث۔ بحثِ وحی میں اعتراضات وجوابات (تین سوالات وجوابات)۔ حدیثِ ثالث اول ما بدئ به رسول الله صلى الله عليه وسلم من الوحی الرویا الصالحۃ[2] الخ۔ عالمِ مثال اور عالمِ خارج کی بحث۔ حدیث فَقَالَ

[1] ترجمہ: "بعض اوقات وحی مجھ پر گھنٹیوں کی آواز جیسی ہوتی اور یہ مجھ پر زیادہ سخت ہوتی۔"

[2] ترجمہ: "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آغاز سچے خوابوں کی صورت میں ہُوا۔"

Marfat.com

اقْرَأْ قُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ[1] پر آیت اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ[2] کی روشنی میں بحث۔ تدریجاً ظہور کی حکمت۔ حضورِ اکرم ﷺ کے مضطرب و مرعوب ہونے کی بحث۔ زمانۂ اِنقطاعِ وحی کی حدیث کی بحث۔ قرآنِ مجید کی ترتیبِ نزولی اور ترتیب توقیفی۔

تفسیرِ آیت هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى[3]۔ اَرْسَلَ کی وضاحت۔ تمام حقائق اَشیا کا حضور ﷺ کی فرع ہونا۔ سوال و جواب۔ کفار کی نگاہوں پر ظلمتِ کفر کا حجاب۔ سوال و جواب۔ حضور ﷺ کمال (وجود) کے اصل ہیں، نہ کہ عیب (عدم) کے۔ رسالت، مُرسِل اور مرسَل الیہ۔ جمیع عالمین کا رسالتِ محمّدی ﷺ کے لیے مرسَل الیہ ہونا۔ سوال و جواب۔ رسول ﷺ کا عالم اور متصرّف ہونا۔ سوال جواب۔ حضور ﷺ کا سورج گرہن کے وقت نماز پڑھانا۔

تفسیرِ آیت وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ[4]۔ رحمت کا معنی۔ سوال و جواب۔ اللہ کی رحمت اور بندہ کی رحمت کے مفہوم میں فرق۔ بطورِ راحم حضور ﷺ کا مختار ہونا۔ عبدِ مقدّس سے قدرت و جلال و جمالِ خداوندی کا ظہور۔

تفسیرِ آیت قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ[5]۔ نُور سے مراد ذاتِ پاکِ محمد ﷺ پر اجماعِ اُمّت کے دلائل۔ نور کے مفہوم میں اہلِسنّت اور معتزلہ کے مذاہب میں فرق۔ سوال و جواب۔ نور کا مفہوم قرآن یا اسلام لینے پر حضور ﷺ کی نورانیت کے دلائل۔ سوال و جواب۔ مختلف نسبتوں سے نور کے معنی میں فرق۔ حضور ﷺ کے تبسّم پر جلوۂ نورانیت۔ حضور ﷺ کی ولادت پر جلوۂ نورانیت۔ حضور ﷺ فقط نور ہی نہیں بلکہ جمیع حقائق اشیا کے مجمع اور منبع ہیں۔ حضور ﷺ میں بشریت اور نورانیت کا وجود۔ صومِ وصال بطور دلیلِ نورانیت۔ سوال و جواب۔

مسئلۂ حاضر ناظر۔ نماز میں کسی کو امام بنانے، حضور ﷺ کی ہجرت و معراج اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی خلافت کے احکام میں مسئلۂ حاضر ناظر پر اعتراض اور جواب۔ مسئلۂ علمِ غیب۔ مفاتیح الغیب کے حوالہ سے اعتراض اور جواب۔ ثبوتِ نعرۂ یارسول اللہ بحوالہ حدیث صحیح مسلم۔

عُرس سے متعلق۔ عُرس کے معنی و مفہوم۔ عرس کے جواز میں شرعی دلائل اور اکابرین کی مثالیں۔

---

[1] ترجمہ: "توجبرائیل (علیہ السلام) نے کہا پڑھیے۔ تو میں نے کہا کہ میں پڑھنے والا نہیں۔"

[2] قرآنِ مجید، سورۃ الرحمٰن 55، آیتان 1، 2۔ ترجمہ 'البیان': "رحمٰن نے (رسول کو کُل علم والا یہ) قرآن تعلیم فرمایا۔"

[3] قرآنِ مجید، سورۃ الفتح 48، آیت 28۔ ترجمہ 'البیان': "(اللہ) وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین عطا فرما کر بھیجا"۔

[4] قرآنِ مجید، سورۃ الانبیا 21، آیت 107۔ ترجمہ 'البیان': "اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو (اے محبوب) مگر رحمت سارے جہانوں کے لیے۔"

[5] قرآنِ مجید، سورۃ المائدہ 5، آیت 15۔ ترجمہ 'البیان': "بیشک جلوہ گر ہُوا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نُور اور روشن کتاب۔"

Marfat.com

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر فرمودہ اِس مخطوط کے اختتام پر چند متفرّق ملفوظات رقم ہیں جو دورۂ حدیث کے اسباق پر مستزاد آپ کی ذاتی تحقیقات معلوم ہوتے ہیں۔ اِن کے اِشارات حسب ذیل ہیں۔

صاحبِ نہایہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق دلچسپ کلام۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ شارحِ ہدایہ کی چشم پوشی۔ علّامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ شارحِ عقائد سے تسامحِ لطیف۔

مقاماتِ ضروری بیضاوی شریف: تحت آیت وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ[1]۔ تحت آیت قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ[2]۔ تحت آیت إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ[3]۔ آیتِ کریمہ وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ[4]۔

تحت آیت كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ[5]۔

کبر اور تکبّر کے معنوں میں فرق۔ مُلّا حسن کی ایک بحث۔ صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ کی چشم پوشی۔

مخطوطۂ دوم:

دورۂ حدیث کے دنوں میں حضرت صاحب کی لکھی دوسری قلمی دستاویز کے موضوعات حسب ذیل ہیں۔

درسِ حضرت کاظمی صاحب بسلسلۂ ختم بخاری شریف۔ مختصر احوالِ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔ بخاری شریف کی حدیث دربارہ فضیلتِ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر مرزائیوں اور وہابیوں کے تین سوالات اور ان کے جوابات۔ ثبوت إِنَّ اللهَ عَالِمٌ فِي الْأَزَلِ[6]۔ حدیث دربارہ آیت إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ[7]۔ حدیث لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ[8]۔ چراغ اور زیارتِ قبورِ صالحین۔ صدقہ پیش کرنے کے بعد کسی بزرگ کا دُعا مانگنا۔ اَكْلُ الْأَرْنَبِ

---

[1] قرآن مجید، سورۃ بنی اسرائیل 17، آیت 61۔ ترجمہ 'البیان': "اور (یاد کیجیے) جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو"۔

[2] قرآنِ مجید، سورۃ البقرہ 2، آیت 30۔ ترجمہ 'البیان': "اُنہوں نے کہا کیا تُو اس میں اسے (نائب) بنائے گا جو وہاں فساد کرے اور خون بہائے؟"۔

[3] قرآن مجید، سورۃ الفاتحہ 1، آیت 4۔ ترجمہ 'البیان': "(اے اللہ ہمیں توفیق دے کہ) ہم تیری ہی بندگی کریں اور تجھی سے مدد چاہیں"۔

[4] قرآن مجید، سورۃ البقرہ 2، آیت 25۔ ترجمہ 'البیان': "اور آپ خوشخبری دیں انہیں جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے کہ ان کے لیے باغ ہیں"۔

[5] قرآن مجید، سورۃ البقرہ 2، آیت 180۔ ترجمہ 'البیان': "تم پر فرض کیا گیا جب تم میں سے کسی کو موت آئے، اگر وہ کچھ مال چھوڑے، تو وصیّت کرے"۔

[6] ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ ازل میں علم والا ہے"۔

[7] قرآنِ مجید، سورۃ الحج 22، آیت 52۔ ترجمہ: "جب اس نے تلاوت کی تو شیطان نے اس کی تلاوت کے دوران (لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے) ڈال دیا"۔

[8] ترجمہ: "اونٹوں کے کجاوے مت باندھو یعنی سفر پر مت نکلو، سوائے تین مسجدوں (مسجد الحرام، مسجد النبوی، مسجد الاقصیٰ) کے"۔

Marfat.com

جَائِزٌ۔ علمِ غیب۔ ثبوت اَنہٗ اَخْبَرَ بِمَوْتِہٖ اَھُوَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ اَوْ مِنْ اَھْلِ النَّارِ[1]۔ ثبوت اِنَّ اللّٰہَ یُؤَ یِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ[2]۔ تُرْزَقُوْنَ وَتُنْصَرُوْنَ بِوَسِیْلَۃِ الْاَوْلِیَاءِ وَ ابْتِغَاءِھِمْ[3]۔

اقسامِ بدعت۔ مجتہد بہر کیف موجبِ اجر ہوتا ہے۔ قبر پر تکیہ لگانا۔ غسلِ آنحضرت ﷺ۔ قمیص کا عبد اللہ بن ابی کو عطا فرمانا۔ ثبوتِ عِلْمُ النَّبِی بِاَحْوَالِ الْمَوْتیٰ فِی الْقُبُوْرِ[4]۔ اَلْمُعَانَقَہ اَلدِّیْنُ عَمَنْ لَایَکُوْنُ ثِقَۃً وَیَکُوْنُ مُبْتَدِعاً وَ غَیَّرَ مَذْہَبَ الدِّیْنِ[5]۔ ثبوت ایصال الثواب بالاموات باالصدقۃ بغیر الخلاف و فی الصوم والصلوٰۃ بالاختلاف[6]۔ عدم قبول الشہادۃ و الجبر عن من یَسُبُّ السلف[7]۔ حوالہ حل تواحد (بحوالہ سورۃ لقمٰن 31، آیت 6)۔ ثبوت غَسْلُ الرِّجْلَیْنِ فِی الْوُضُوْءِ اَنَّ عَلِیًّا تَوَاتَرَ غَسْلَ رِجْلَیْہِ[8]۔

اطلاقِ لفظ "سیّد" لغیر اللہ۔ اطلاقِ لفظ "رب" لغیر اللہ، مجازاً۔

عصمتِ انبیاء علیہم السلام۔ انبیا اور عوام میں نسیان کے مفہوم میں فرق۔ تفسیرِ آیت اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ[9]۔ ذنب بمعنی الزام۔ انبیا علیہم السلام کے معصوم عن الخطا ہونے کے دلائل۔

لین دین۔ عصر کے بعد پانی کا پینا (شرعاً ممنوع نہیں)۔ لفظ "شَیٔ" سے متعلق کلام (اہلسنّت اور معتزلہ میں فرق)۔ فرق بین الکمال والتمام۔ تعریفِ شیخ۔ تردیدِ اہلِ قرآن۔ حیوانات کو علم ہے یا نہ؟ سوال و جواب۔ لفظِ "شیخ"۔ تعریف العلم والمعرفۃ (علم اور معرفت کی تعریف)۔

---

[1] ترجمہ: "آپ نے اُس کی موت کی خبر دی کہ کیا وہ جنّت والوں میں سے ہے یا دوزخ والوں میں سے"۔

[2] ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ اس دین (اسلام) کو ایک فاجر آدمی سے قوت دیتا ہے"۔

[3] ترجمہ: "تمہیں رزق دیا جاتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے اولیاء اللہ کے وسیلہ اور اُن کے چاہنے سے"۔

[4] ترجمہ: "نبی پاک ﷺ کا قبروں میں مُوتیٰ کے احوال کو جاننا"۔

[5] ترجمہ: "ایسے شخص سے دین حاصل کرنا جو قابلِ بھروسہ نہ ہو اور بدعتی ہو اور مذہب دین کو بدلنے والا ہو"۔

[6] ترجمہ: "مُردوں کو صدقہ کے ثواب پہنچانے میں کسی کا اختلاف نہیں البتہ صوم وصلوٰۃ کے ایصالِ ثواب میں اختلاف ہے"۔

[7] ترجمہ: "جو اسلاف کو گالیاں دے اُس کی گواہی کو قبول نہ کرنا اور اُس پر سختی کرنا"۔

[8] ترجمہ: "وضو میں پاؤں کے دھونے کا ثبوت اور اس پر دلیل کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو میں مسلسل پاؤں دھوئے"۔

[9] قرآنِ مجید، سورۃ الفتح 48، آیتان 1،2۔ ترجمہ 'البیان': "(اے حبیب) بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی تاکہ اللہ آپ کے لیے معاف فرمادے آپ کے اگلے اور پچھلے (بظاہر) خلافِ اَولیٰ سب کام"۔

Marfat.com

ثبوت ان النبی یعلم ان فلانا فی الجنة[1]۔ثبوت ان الظھور قدیکون علیٰ خلاف اصلہ لحسب الحال[2]۔ثبوت ان وضع شی بالتبرک من الصالحین منقول[3]۔ثبوت ان العلم علم الدین والتفقه فیه وان المراد بالحکمة التفقه فی الدین[4]۔ثبوت رویة النبی حق وان الشیطان لا یتمثل بصورة النبی ﷺ[5]۔ثبوت ان العصیان لا یثبت بخطاء الاجتہاد[6]۔الدعاء لابن عباس۔ثبوت ان النبی رَای کلّ شیئ فِی ھٰذا الدنیا حَتّی الجنةِ والنّارِ[7]۔ثبوت ان من اقسام العلم عدم[8]۔ثبوت ان النبیَ اَمَرَ اِذَا دَعَا العبدُ یَرْفَعُ یَدَیْہِ ثُمَّ یَمُسُّہُ عَلیٰ وَجْھِہٖ[9]۔ثبوت اِنَّہٗ ﷺ یَعْلَمُ خَشُوْعَنَا وَ رَکُوْعَنَا[10]۔ثبوت اَنَّ النبی ﷺ اَمَرَ اَبَابکرٍ فی مَرَضِہٖ اَنْ یَؤُمَّ النَّاسَ[11]۔ثبوت الشفاعة للنبی ﷺ للمومنین۔ثبوت ان النبی اَخْبَرَ اَنْ یُقْتَلَ فَلَانٌ وَیَقْتُلُہٗ فَلَانُ قَبْلَ مَوْتِہٖ۔ردِّ شیعہ:حُبّ ابن عباس لعمر ؓ[12]۔ثبوت ان النبی ﷺ مُخْبِرٌ و عالم بایمان الناس ونفاقِھم۔ ھٰذا خبرُ الْغَیْبِ لان تعلقَ الایمانِ والنفاقِ بالغیبِ[13]۔ثبوت علمِ غیب کُلّی للنبی ﷺ۔ثبوت ایصال ثواب بالا موات۔ ثبوت اَنَّ النَّاسَ تُرْزقونَ بضعفائکم[14]۔نماز میں حضور ﷺ کا تصور کرنا۔علم الغَدِ للصحابی[15]۔

---

[1] ترجمہ: "بے شک نبی پاک ﷺ جانتے ہیں کہ فلاں جنتی ہے"۔

[2] ترجمہ: "بے شک ظہور اپنے اصل کے خلاف بھی کبھی کبھار ہوتا ہے، حال کے اعتبار سے"۔

[3] ترجمہ: "بے شک صالحین کی طرف سے کسی شے کو تبرک کے طور پر رکھنا منقول ہے"۔

[4] ترجمہ: "علم سے مراد علم دین اور دین کی سمجھ بوجھ ہے۔نیز حکمت سے مراد دین میں فہم و فراست ہے۔"

[5] ترجمہ: "نبی پاک ﷺ کو خواب میں دیکھنا سچا خواب ہوتا ہے اور شیطان، نبی پاک ﷺ کی صورت اختیار نہیں کر سکتا۔"

[6] ترجمہ: "مجتہد کی اجتہادی غلطی سے اس کی نافرمانی ثابت نہیں ہوتی"۔

[7] ترجمہ: "نبی اکرم ﷺ نے ہر چیز حتی کہ جنت و دوزخ کو اسی دنیا میں ہی ملاحظہ فرمالیا۔"

[8] ترجمہ: "بے شک علم کی اقسام میں سے عدم کا علم بھی ہے"۔

[9] ترجمہ: "نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی بندہ دعا کرے تو دونوں ہاتھ اُٹھائے اور پھر اپنے منہ پر پھیرے۔"

[10] ترجمہ: "حضور اکرم ﷺ ہمارے دلوں کے خشوع اور ہماری نمازوں کے رکوع جانتے ہیں۔"

[11] ترجمہ: "بے شک نبی پاک ﷺ نے اپنی مرض میں حضرت ابو بکر ؓ کو لوگوں کی امامت کرنے کا حکم فرمایا"۔

[12] ترجمہ: "حضرت عمر ؓ کے لیے حضرت ابن عباس ؓ کی محبت۔"

[13] ترجمہ: "نبی اکرم ﷺ لوگوں کے ایمان اور منافقت کی خوب خبر و علم رکھتے تھے۔یہ غیب کی خبر ہے کیونکہ ایمان و نفاق کا تعلق غیب سے ہے۔"

[14] ترجمہ: "تمہارے کمزوروں کی وجہ سے لوگوں کو رزق دیا جاتا ہے"۔

[15] ترجمہ: "صحابی کو آنے والے کل کا علم حاصل ہونا"۔

Marfat.com

ثبوت ان عمر کان یحب علیاً[1]۔ثبوت حیاۃ النبی ﷺ۔الصدقۃ بعد المیت(فوتیدگی کے بعد صدقہ کرنا)۔قولہ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی[2]۔ثبوت اخذ الاجر علی الرقی[3]۔علمِ غیب، تخریب کعبہ۔ ثبوت حل ضرب عنق من حجد بآیت القرآن[4]۔ تین دفعہ ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا۔ آنحضور ﷺ کا خازن ہونا۔ ثبوت ان لا تقولو ماشاءاللہ و محمد بل تقولو ماشاء اللہ ثم شاء محمد[5]۔بَیْعَۃُ الصَّغِیْرَۃِ یَجُوْز[6]۔ انما انا خازن و قاسم[7]۔ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلافت کے متمنی نہ تھے۔

مخطوطہ سوم:

زمانۂ دَورۂ حدیث کی تیسری قلمی دستاویز جو کہ طویل تر ہے، کے موضوعات و مضامین درج ذیل ہیں۔

ثبوت ان المجتہد اذا اصاب فلہ اجران وان اخطاء فلہ اجر واحد[8]۔ثبوت تقبیل یدین ورجلین لصاحب التعظیم[9]۔ثبوت ان ابن عباسؓ قال فی حق معاویۃ اَنہُ فقیہٌ اَیْ مُجْتَہِدٌ[10]۔ امام کی اطاعت ضروری ہونا۔علمِ غیب۔ولاطاعۃ فی معصیۃ اللہ[11]۔ثبوت انہ اذا قال النبی ﷺ اللھم ثبت قلبی علیٰ دینک یقتصدون الصحابہ ان قولہ ﷺ ہذا لنا اولتعلیمنا[12]۔ البناء والتجصص والکتابۃ علی القبور[13]۔علمِ غیب۔ثبوت ان الدعا بالجہر إذا لم یکن الجہر خالصاً

---

[1]ترجمہ:"حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑی محبت تھی۔"

[2]حدیثِ مبارکہ۔ترجمہ:"میری آنکھیں سوتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا۔"

[3]ترجمہ:"دَم تعویذ وغیرہ پر اُجرت لینا"۔

[4]ترجمہ:"قرآنِ پاک کی کسی ایک آیت کا انکار کرنے پر گردن اُڑانا حلال ہو جاتا ہے"۔

[5]ترجمہ:"یہ مت کہو کہ جو اللہ عزوجل اور محمد ﷺ نے چاہا بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ جو اللہ عزوجل نے چاہا پھر محمد ﷺ نے چاہا(تاکہ شرک کا وہم نہ رہے)۔"

[6]ترجمہ:"چھوٹے بچے کا بیعت کرنا جائز ہے"۔

[7]ترجمہ:"بے شک میرے پاس خزانے ہیں اور میں تقسیم کرنے والا ہوں"۔

[8]ترجمہ:"بے شک مجتہد کا اجتہاد اگر(اللہ عزوجل کے ہاں) درست ہو تو اسے دوگنا اجر ملتا ہے اور اگر غلط ہو تو اسے ایک اجر ملتا ہے"۔

[9]ترجمہ:"صاحبِ تعظیم(یعنی بزرگوں) کے ہاتھ پاؤں چومنا۔"

[10]ترجمہ:"ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کہنا کہ وہ فقیہہ یعنی مجتہد ہیں۔"

[11]ترجمہ:"اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت اور پیروی کرنا جائز نہیں ہے"۔

[12]ترجمہ:"جب نبی پاک ﷺ دُعا کرتے کہ اے اللہ میرا دل اپنے دین پر قائم رکھ تو صحابہ اس سے ہماری تعلیم کے لیے مُراد لیتے(یعنی نبی پاک کی یہ دُعا ہماری تعلیم کے لیے ہوتی، نہ کہ آپ کے اپنے لیے)"۔

[13]ترجمہ:"قبروں پر مکان بنانا یا چونا وغیرہ کرنا اور لکھنا"۔

Marfat.com

جائز 1۔ علم غیب۔ علم غیب و اربع تکبیرات الجنازہ۔ سماع موتیٰ۔ ثبوت انه لا يَخْرُجُ مِنْ فِيّ النبي الا الحقُ 2۔ ثبوت اِنَّ حُرْمَةَ الْمومنِ اَعظَمُ مِنْ حُرْمَةِ الْكَعْبَةِ وَاِنَّ الْمُومنَ اَكْرَمُ عِنْدَاللهِ مِنْ مَلَائِكَة 3۔

ثبوتِ خاتم النبیین و فضیلتِ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام لا يكون الا اماما مقسطا 4۔ ثبوت ان بدعاء الابرار يطول العمرُ ويقبَلُ دُعَائَہ 5۔ حديث لعدم جواز عليک السلام و ثبوت دافع البلا 6۔ باب ماجآء فی اعلان النكاح 7۔ ثبوتِ دف و علم غیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ معنیٰ حدیث الامتناع عن الانحناء 8۔ معنیٰ حدیث فاقضیٰ له على نحو مما اسمع 9۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد صحیح ہے۔ تصور ابحير فی الصلوٰة لشرک خَفِیُ 10۔ اذان علی القبر کا ایماء ثبوت۔ ثبوت شفاعة للانبياء والعلما والشهداء وفضيلة النبي صلی اللہ علیہ وسلم 11۔ ثبوت ان الطعام اخبر رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ان فیَّ سَمًاً 12۔ النهی عن الجدال و اتباع المتشابه من القرآن 13۔ ترک السلام على الهواء 14۔ توسیعِ علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ ایفائے نذر۔ ردِ اہل قرآن۔ ثبوتِ قیام۔ استعانة الوضو من الغير فی حالة الصحة 15۔ ثبوتِ قیام، کسی کے

---

1 ترجمہ: "جب بلند آواز سے دُعا کرنے میں اخلاص نہ بھی ہو تب بھی دُعا میں جہر جائز ہے"۔

2 ترجمہ: "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے سوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا"۔

3 ترجمہ: "مومن کی حُرمت کعبہ کی حُرمت سے بڑھ کر ہے اور مومن اللہ عزوجل کے نزدیک فرشتوں سے بڑھ کر عزت والا ہے۔"

4 ترجمہ: "حضرت عیسیٰ علیہ السلام (اپنے نزولِ ثانی کے وقت) ایک عادل امام ہی ہوں گے"۔

5 ترجمہ: "نیک لوگوں کی دُعا سے عمر بڑھنا اور دُعا قبول ہونا۔"

6 ترجمہ: "سلام میں صرف علیک السلام کا جائز نہ ہونا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دافع البلاء ہونے کا ثبوت"۔

7 ترجمہ: "نکاح کے وقت اعلان کرنے کے بارے میں جو کچھ مروی ہے"۔

8 ترجمہ: "اس حدیث کا مفہوم جس میں کسی کے آگے جھکنے سے منع کیا گیا"۔

9 ترجمہ: "سنی ہوئی بات پر فیصلہ کرنا"۔

10 ترجمہ: "نماز میں گہری سوچ شرکِ خفی ہے"۔

11 ترجمہ: "انبیائے کرام، علمائے کرام اور شہدائے کرام کے لیے شفاعت کا ثبوت اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت"۔

12 ترجمہ: "کھانے نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ مجھ میں زہر ہے"۔

13 ترجمہ: "قرآن پاک کے متشابہات کے پیچھے پڑنے اور جھگڑنے کی ممانعت"۔

14 ترجمہ: "اہل ہوا کو سلام کا ترک کرنا"۔

15 ترجمہ: "صحت و تندرستی کی حالت میں دوسرے سے وضو میں مدد مانگنا"۔

Marfat.com

اعزاز میں کھڑا ہو جانا۔ ثبوتِ اکل ارنب۔ عتاب للمصور، تصویر بنانے والے کے لیے عتاب۔ الوظیفة للدغ العقرب، بچھو کاٹے کے لیے وظیفہ۔ ثبوت اقامة الاجتماع بفضلِ وضوء علیہ السلام[1]۔

ثبوت اَفْضَلِیَّةِ التُّرابِ الَّذی ضم اعضائہ ﷺ من الکعبةِ والعرش والکرسیّ[2] وثبوتِ حیات۔ وتر کی تین رکعات کا اثبات۔ امرئة سلیمان علیہ السلام۔ ثبوت ان عائشة رضی اللہ عنہا رجعت من انکارسماع الموتیٰ[3]۔ ثبوت ان مزاج النبی ﷺ لایکون الاحقاً[4]۔ ثبوت ان العرق والکف رسول اللہ ﷺ اطیب والین من المسک والغز[5]۔ ثبوت ان حرمة المومن اعظم من حرمة الکعبة[6]۔ ثبوت ان الصحابة یقولون النبی ﷺ ماشاء اللہ ورسولہ[7]۔ثبوت اخبر النبی ﷺ الی یوم القیامة عن اشیا کُلّہا[8]۔ ثبوت ان ابابکر اخبر بموتہ ان ارجو موت ما بینی وبین اللیل[9]۔ ثبوت علم غیب للنبی ﷺ بما یُحْیٰ وحکایات السارق[10]۔ ثبوت حُرمة المتعة عن علی رضی اللہ عنہ۔ ثبوت جوازتخصیص الیوم للزیارة[11]۔ ثبوت قول علی رضی اللہ عنہ انہ ﷺ لم یوص لی شیئًا سوی کتاب اللہ[12]۔ ثبوت نفی السب لاحد یعنی کسی کو گالی دینے کی ممانعت۔ ثبوت ان دعاء النبی ﷺ یکون للصحابة ولوکان نتبہ الیہ ﷺ[13]۔ ثبوت ان الملائکة یعلمون مافی الغدو مافی الارحام[14]۔

---

[1] ترجمہ: "نبی پاک ﷺ کے وضو کے بچے ہُوئے پانی پر صحابہ کا اکٹھا ہونا"۔

[2] ترجمہ: "جس خاکِ مبارک میں آنحضرت ﷺ کا جسدِ اطہر موجود ہے (یعنی آپ ﷺ کی قبر مبارک) اس کا کعبہ، عرش اور کُرسی سے افضل ہونا۔"

[3] ترجمہ: "کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سماعِ موتیٰ کے انکار سے رجوع فرمالیا تھا۔"

[4] ترجمہ: "نبی پاک ﷺ کا مزاج وطبعیت ہر حالت میں بر حق رہتے"۔

[5] ترجمہ: "آپ ﷺ کا پسینہ مشک سے زیادہ خوشبودار اور ہتھیلی ریشم سے زیادہ نرم تھی"۔

[6] ترجمہ: "مومن کی حُرمت کعبہ کی حرمت سے بڑھ کر ہے۔"

[7] ترجمہ: "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم ﷺ کو کہا کرتے تھے کہ ماشاء للہ ورسولہ یعنی جو اللہ اور اس کا رسول چاہیں۔"

[8] ترجمہ: "نبی پاک ﷺ نے قیامت کے دن تک ہر شے کی خبر دی"۔

[9] ترجمہ: "سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اپنی موت کے بارے خبر دینا کہ وہ دن اور رات کے درمیان ہو گی"۔

[10] ترجمہ: "نبی پاک ﷺ کا علم غیب اس کے بارے جو زندہ رہے گا۔ اور چور کی حکایت"۔

[11] ترجمہ: "زیارت کے لیے دِن مقرر کر لینے کا جواز۔"

[12] ترجمہ: "حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے سوائے قرآن کے کسی شے کی وصیت نہیں فرمائی۔"

[13] ترجمہ: "نبی پاک ﷺ کی دُعا صحابہ کے لیے ہوتی اگر وہ نبی پاک کی طرف منسوب ہوتی"۔

[14] ترجمہ: "فرشتے اس کو بھی جانتے ہیں جو کچھ آنے والے کل میں ہونے والا ہے اور جو کچھ ماں کے رحم میں ہو اسے بھی جانتے ہیں"۔

Marfat.com

ثبوت ان السلام علیٰ من احدث لایجوز۔ ثبوت ان ماسوی اللہ باطل[1]۔ ثبوت ان الحجر یسلم علی النبی ﷺ قبل ان یبعث[2]۔ ثبوت لا نبیی بعد سید المرسلین[3]۔ ثبوت رویا المومن جز من النبوۃ[4]۔ علمِ غیب، واقعہ کہ جب آپ ﷺ نے فرمایا سَلُوْنِیْ یعنی جو پوچھنا ہے مجھ سے پوچھ لو۔ ثبوت ان الکفار یشمون مُزمماً ونبینا محمد ﷺ[5]۔ شق جیوب وضرب خدود[6]۔ ثبوتِ تبرک۔ ختمِ نبوت۔ ثبوت ان من رای النبی ﷺ فی المنام فقد راہ[7]۔ حُرمتِ متعہ یعنی متعہ کا حرام ہو جانا۔ ردِّ منکرینِ حدیث۔

ثبوتِ علمِ غیب وتردیدِ اہلِ قرآن۔ حضور ﷺ کی مَرکب مبارک کو منافقوں کی پہچان تھی۔ پردہ کے متعلق اجمالی گفتگو۔ حضور ﷺ کا مختار ہونا۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام اِنِّیْ لَسْتُ کَاَحْدِکُمْ[8]۔ حضور ﷺ کو مفاتیحِ خزائنُ الارض یعنی جہان کے خزانوں کی چابیاں اور جَوَامِعُ الْکَلِمْ عطا کیے گئے۔ قدم پر ہاتھ رکھنا۔ تبرکات کا حاصل کرنا۔

کتاب الایمان: اسلام اور ایمان کا لُغوی و مُرادی مفہوم۔ امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ وَاشاعرہ اور محدّثین میں ایمان کا اصل یا ثمرات ہونے پر جُدا جُدا موٗقف۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استدلال احناف کے جوابات۔ باب قول النبیؐ ﷺ انا اعلمکم باللہ وان المعرفۃ فعل القلب[9]۔ معرفت اور افضلیت کی بحث۔ بحث جدلِ حضرت علی رضی اللہ عنہ وامیر معاویہ رضی اللہ عنہ۔ واقعۂ عجیبہ دربارہ قتلِ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ۔

فائدہ: من یقیم لیلۃ القدر ایماناً واحتساباً غفرلہ ماتقدم من ذنبہ[10] کا مفہوم۔ فائدہ: حضورِ اکرم ﷺ کی نسبت لفظِ "بد دُعا" کے بجائے "دُعائے ضَرر" کا استعمال کیا جائے۔ فائدہ: دِیْنُ الْقَیِّمَۃ میں اضافتِ توصیفی، نیز لازم وملزوم کی بحث۔ علمِ غیب دربارہ لیلۃُ القدر۔ حضورِ اکرم ﷺ کا قاسم ہونا۔ علمِ غیب دربارہ قیامت۔ قولہ فِیْنَا نَبِیٌّ

---

[1] ترجمہ: "اللہ عزوجل کے سواسب باطل ہے۔" (حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ؎۔ باجھ وصال اللہ دے باھُو، سب کہانیاں قصے ھُو)

[2] ترجمہ: "بعثت سے قبل پتھر کا نبیِ اکرم ﷺ پر سلام پڑھنا۔"

[3] ترجمہ: "حضور سید المرسلین ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔"

[4] ترجمہ: "مومن کا خواب نبوت کا جزو ہے۔"

[5] ترجمہ: "کفار بدکلامی کرتے ہوئے آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) مذمم کہتے مگر ہمارے نبی تو محمد ہیں۔"

[6] ترجمہ: "مصیبت میں گریبانوں کو پھاڑنا اور چہروں کو پیٹنا"۔

[7] ترجمہ: "جس نے نبیِ پاک ﷺ کا خواب میں دیدار کیا تو اس نے واقعی آپ ﷺ ہی کی زیارت کی۔"

[8] ترجمہ: "آپ ﷺ کا فرمان کہ میں تم میں سے کسی کی طرح نہیں۔"

[9] ترجمہ: "نبی پاک ﷺ کا فرمان کہ میں اللہ تعالیٰ عزوجل کے بارے تم سے زیادہ جاننے والا ہوں اور بے شک اللہ تعالیٰ عزوجل کی معرفت دِل کا فعل ہے"۔

[10] ترجمہ: "جس نے لیلۃ القدر میں ایمان واحتساب کے ساتھ قیام کیا تو اس کے پچھلے سارے گناہ معاف ہو گئے۔"

Marfat.com

يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ[1]۔ سماعِ موتیٰ کے حوالہ سے واقعۂ غزوۂ بدر اور اُمُّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے استدلال پر بحث۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر میں تشریف لانا اور علم غیب۔ آیتِ مبارکہ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ[2] کا شانِ نزول اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و اختیار کی بحث۔ فائدہ: جنگِ اُحد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید ہونے کی کیفیت۔ حدیث هٰذا جبل يحبنا و نُحبه[3]۔ حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور بحثِ حُرمتِ مدینہ۔ حدیثِ قرطاس (صحیح بخاری) کی بحث، اعتراض اور جواب۔ حضورِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشعار کو زبانِ اقدس پر جاری فرمانا، اعتراضات و جوابات۔ کمرے میں اندھیرا ہونا اور سُوءِ ادبی پر کلام، سوال و جواب اور استنباطِ مسائل۔ کسی بزرگ کا قدم دِلوانا اور تبرک حاصل کرنا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمِ نبوّت سے کچھ احوالِ قلب پوشیدہ نہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اور اولیا رحمۃ اللہ علیہم کے مابین افضلیت پر سوال و جواب۔ فضیلتِ تسبیح لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ۔ حل ازار النبی و کشف عورته الغليظة ـکشف فخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقوله الفخذ عورة۔ حدیث انسی كما تنسون[4]، اعتراض اور جواب۔ بحث ان الصحابة يخافون علىٰ نفسه نفاق[5]۔ حدیثِ طلبِ میراث از حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیعتِ خلافت کرنا، اعتراضات اور جوابات۔ معنیٰ فاستغفر ربہ۔ معنیٰ حدیثِ لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ[6]۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسیان سے متعلق بحث۔ علاماتِ وہابیہ و علم مافی الارحام۔ حدیث یشفع الاذان ویوتر الاقامه[7]۔ حدیث، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرضِ موت میں بین العباس و بین رجل آخر مسجد میں تشریف لانا۔ وقتِ ظہر کے متعلق حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تائید کے متعلق عجیب حدیث (حدیث دربارہ اعمالِ اہلِ کتابین و اہلِ قرآن)۔ حدیث انكن صواحب يوسف[8]ـ آذان عند السحر ـ فضیلتِ آذان اور

---

[1] ترجمہ: "ہم میں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں جو جانتے ہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے۔"

[2] قرآنِ مجید، سورۃ آلِ عمران 3، آیت 128۔ ترجمہ 'البیان': "اس امر سے آپ کے لیے کچھ نہیں یا ان پر (اللہ) رجوع برحمت ہو یا انہیں عذاب دے کیوں کہ وہ یقیناً ظالم ہیں"۔

[3] ترجمہ: "یہ (اُحد) وہ پہاڑ ہے کہ جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔"

[4] ترجمہ: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ مَیں تمہاری طرح بھول جاتا ہوں"۔ (مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھولنا باعثِ حکمت ہے اور اس میں تعلیمِ اُمت ہے)

[5] ترجمہ: "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا (کمالِ خشیت و خود احتسابی میں) اپنے آپ پر نفاق کا خوف کرنا۔"

[6] ترجمہ: "نہ مَیں بھولا اور نہ نماز کم ہوئی"۔

[7] ترجمہ: "آذان میں کلمات کو اکٹھا کرنا اور اقامت میں علیحدہ علیحدہ کرنا۔"

[8] ترجمہ: "بے شک تم یوسف علیہ السلام کی عورتوں جیسی ہو"۔

Marfat.com

حضور کریم ﷺ کا آذان نہ دینے کی وجہ۔ بدعتِ حسنہ کا ثبوت، سوال و جواب۔ آمین بالجھر اور آمین بالاخفا کی بحث۔ اعیانِ کفار پر لعنت کرنا کیسا ہے؟۔ بحثِ شفاعت۔ قول ذو عمر لقد مر علے اجلہ مُنذ ثلاث[1]۔ مدد غیر اللہ۔ علم مافی الغد و الارحام[2]۔ علمِ غیب۔ حضور ﷺ کا خاتم النبیین ہونا۔ خلافتِ حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ مغضوب جگہ پر ٹھہرنا۔ واقعۂ اَصحاب الجمل۔ وقتِ انتقال صحابہ رضی اللہ عنہم کا حضور ﷺ کو دیکھنا اور متغیر کیفیت سمجھنا۔ نبی اپنے انتقال میں مختار ہوتا ہے۔ علم مافی الغد و علم بموت شخص آخر[3]۔ شدۃِ موت۔ ذکر عند عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی اوحی الی علی امر الخلافۃ[4]۔ جلسۂ استراحت۔ وقتِ جمعہ۔ الخطبۃ فی حالۃ القیام یعنی کھڑے ہو کر خطبہ کہنا۔ حدیث میں وتر کی تین رکعتوں کا اثبات، سوال و جواب۔ ثبوتِ وسیلہ۔ الدعا للممالک۔ حضور ﷺ کا بغیر دُعائے استسقا کے کسی دعا میں ہاتھ نہ اٹھانا۔ نمازِ کسوف میں ایک رکعت میں دو رکوع کرنا۔ فرشتہ کو مافی الارحام کا علم۔ وقتِ تہجُّد کی بحث۔ فضلِ مابین القبر و المنبر[5]۔ وضع کف الیمنیٰ علی رصفہ الایسر فی الصلوٰۃ[6]۔ تفکر فی الصلوٰۃ یعنی نماز میں خیال آنا۔ شفاعت فاحمدہ یتحمید یعلمنیہ[7]۔ تشہُّد بعد از سلام کا ثبوت۔ مفہوم قال علیہ السلام واللہ ماادرِی وانا رسول اللہ مایُفعلُ لی[8]۔ قُبّہ علی القبر یعنی مزار پر گنبد۔ ان اللہ عندہ علم الساعۃ[9]۔

---

[1] ترجمہ: "عمر والا اپنی موت کے وقت تک تین مرتبہ گزرا"۔

[2] ترجمہ: "آنے والے کل کے متعلق اور رحم مادر میں کیا ہے، اس کا علم۔"

[3] ترجمہ: "آنے والے کل اور دوسرے کی موت کا علم۔"

[4] ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے نبی پاک ﷺ کو وحی ہونے کا تذکرہ"۔

[5] ترجمہ: "حضور اکرم ﷺ کی قبر انور اور ممبر کے درمیان والے مقام یعنی ریاض الجنۃ کی فضیلت۔"

[6] ترجمہ: "نماز میں دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھنا"۔

[7] ترجمہ: "قیامت میں اللہ تعالیٰ عزوجل جیسے مجھے حمد کرنے کی تعلیم دے گا، ویسے میں اللہ تعالیٰ عزوجل کی حمد کروں گا"۔

[8] ترجمہ: "نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کی قسم، میں اپنی طرف سے کچھ نہیں جانتا میرے ساتھ کیا ہو گا حالانکہ میں اللہ عزوجل کا رسول ہوں" کا مفہوم۔

[9] ترجمہ: "الساعۃ یعنی قیامت کا علم اللہ پاک کو ہے۔"

Marfat.com

فصلِ دوم

زمانۂ موسیٰ والی

علومِ معقول بالخصوص فلسفہ، حکمت، منطق اور کلام کو علومِ اسلامی میں ایک خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ اکابر مسلمان علمانے نہ صرف حکمت و دانش کے خزانہ ہائے شرق و غرب (بالخصوص یونانی حکمت) کو محفوظ کر کے اِس میں قابلِ قدر اضافے کیے بلکہ ان علوم کے کئی نئے گوشے دنیائے علم و فن کو متعارف کرائے۔ مسلمان علما کی تحریر کردہ بلند پایہ تصنیفات خود اس دعویٰ کی دلیل ہیں۔ کئی صدیوں تک مدارس میں ان علم پر دَستگاہ کو ایک عالمِ دین کے لیے لازم تصور کیا جاتا رہا۔ حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مشہور قول ہے[1]:

"من لم يعرف المنطق فلا ثقة له فى العلوم اصلاً"

گزشتہ چند دہائیوں میں اِن علوم کی کتب کو برِّصغیر کے مدارس کے نصاب سے بتدریج خارج کیا جاتا رہا۔ حتیٰ کہ منطق و فلسفہ کی صرف اِبتدائی کتب ہی نصاب میں باقی رہ گئیں۔ نتیجتاً علومِ اِسلامی کے اکثر طلبہ اِس عظیم علمی ورثہ سے محروم رہنے لگے۔

حضرت صاحب علاّمہ محمد نور سلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ نے معقولات کی جملہ متداول کتب کا نہ صرف مطالعہ کیا بلکہ اس پر قوی دستگاہ حاصل کی۔ جامعہ انوار العلوم ملتان سے فارغُ التحصیل ہو کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علومِ معقول کی مزید تحصیلات کے لیے اِس فن کے مستند و معتبر ترین اساتذہ خلیفۂ سُلطانی علاّمہ میاں سلطان اعظم چیچھڑوی رحمۃ اللہ علیہ اور مَلِکُ المدرّسین علاّمہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمُّذ تہ کیا اور ان کی کشتِ علم و عرفان سے خوب خوشہ چینی کی۔

اِس دَوران میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ وطیرہ ہُوا کرتا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جس کتاب کے درس لیتے، اس کی تقاریر لکھ لیا کرتے۔ ایک مقام پر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولفِ مَیبذی رحمۃ اللہ علیہ کا ایّامِ طالبعلمی میں کتبِ حکمت پر حواشی لکھ لینے کا ذکر کرتے ہوئے، اپنے اُستاد علامہ عطا محمّد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول یوں قلمبند کیا ہے[2]:

"حضرت استادیم صاحب نے فرمایا کہ ایّام طالبعلمی میں کتابوں کی تقریریں لکھنا، یہ متقدّمین کی سنت ہے"

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اکابر کی اِس روایت کو خوب ترویج دی اور بعد ازاں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی تقاریر (گو کہ یہ غیر مطبوعہ تھیں) کو طلبہ و علما میں خوب پزیرائی نصیب ہوئی۔

---

[1] قولِ امام محمّد غزالی رحمۃ اللہ علیہ۔ ترجمہ: "جس نے منطق کا علم حاصل نہ کیا وہ علوم میں ہر گز معتبر و معتمد نہ ہوا"۔

[2] تقاریرِ مَیبذی (شرحِ ہدایۃُ الحکمت)۔ تحریر کردہ علامہ نور سلطان القادری۔ 1964ء۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ علامہ نذیر احمد مہروی۔ ص ۱۲

Marfat.com

اِس فصل میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اِن دو قلمی دستاویزات کی تفصیل پیش کی جا رہی ہے جن میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بستی موسیٰ والی (ضلع میانوالی) میں اپنے پانچ ماہ کے قیام (مارچ تا جولائی 1963ء) کے دوران حضرت علامہ میاں سلطان اعظم چیچڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریرات تحریر فرمائی ہیں۔ اِس دَور کے حالات و واقعات باب دوم کی فصل دوم میں پیش کر دیے گئے ہیں۔ علم منطق کی کتب "شرح تہذیب" اور "سُلَّمُ العلوم" وغیرہما پر مبنی تقریرات کی یہ تحریریں اس لیے بھی نہایت اہم ہیں کہ حضرت علامہ میاں سلطان اعظم رحمۃ اللہ علیہ (ف:1966ء) کی اور کوئی شروحات یا تقریرات تحریری صورت میں غالباً موجود نہیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ علامہ موصوف کی علم منطق میں ایسی خاص تقریرات ہوتیں جو کسی دوسرے مُدرّس کے ہاں نہ ملتی تھیں۔ اِن دو مسودات کی تفصیلات حسب ذیل ہیں۔

شرح تہذیب از علامہ یزدی:

علم منطق میں علامہ سعد الدین مسعود تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ (ف:1389ء) کی کتاب "تہذیبُ المنطق و الکلام" کی متعدد شروح لکھی گئیں مگر علامہ عبداللہ یزدی رحمۃ اللہ علیہ (ف: 1574ء) کی "شرح تہذیبُ المنطق" کو شہرتِ دوام نصیب ہوئی [1]۔ "شرح تہذیب" درسِ نظامی کی نصابی کتب میں شامل ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ میاں سلطان اعظم چیچڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے 19 مارچ تا 14 مئی 1963ء شرح تہذیب کے درس لیے اور تقریرات 137 صفحات پر تحریر فرمائیں جو کہ ایک مخطوطہ کی صورت میں محفوظ ہیں۔ اسلوبِ نگارش اَدق اور اِس قدر منطقیانہ ہے کہ منطق کے علما یا طلبہ کے علاوہ دیگر قارئین کے لیے تفہیم بہت دشوار ہے۔ اُردو تحریر جگہ جگہ عربی عبارات سے بھری ہوئی ہے اور اصطلاحاتِ منطق کا بکثرت استعمال ہے۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کردہ تقریرات کے موضوعات حسبِ ذیل ہیں:

شرح تہذیب کی مختصر تقریر (تصوّر و تصدیق، مبادی و مقاصد)۔ بسم اللہ کے متعلق کلام۔ اَلْحَمْدُ کی الف لام۔ حَمْد۔ مصدر کے سات معنی۔ لِلّٰہ کی لام کی بحث۔ لفظ اَللّٰہ پر کلام۔ عقیدۂ اِمتناعِ کذبِ باری۔ نحویوں کے ہاں فعل کے تین اجزا۔ فعل کے معنی میں نحویوں اور مناطقہ کا اختلافِ رائے۔ لفظِ ھدایت پر قاضی بیضاوی، علامہ یزدی، معتزلہ اور اہلسنّت کے نظریات۔ معتزلہ کے مسلک پر نقض کی تین توجیہیں۔ سواء الطریق (مُلّا جلال کے معنی پر علامہ یزدی اور میر زاہد کی وضاحت)۔ جعل لنا التّوفیق خیر رفیق کے متعلق علامہ یزدی کا کلام۔ اعتراضات و جوابات۔ اِس مقام پر میر

[1] تذکرۂ مصنفین درس نظامی۔ اختر راہی۔ ناشر: مکتبہ رحمانیہ لاہور۔ 1978ء۔ صفحات 20، 105، 160

Marfat.com

زاہد کا کلام اور مجعولیتِ ذاتی کی بحث۔ علی من ارسلہ ھدی میں ھدًی کی دو ترکیبیں۔ فھٰذا کی فا کے متعلق چار احتمال۔ ھو بالا ھتداء حقیق کے متعلق اجمالی کلام۔ وتقریبُ المرام من تقریر عقائد الاسلام سے متعلق اجمالی کلام۔ من تقریر عقائد الاسلام میں مِن کی دو توجیہیں۔ جعلتُه تبصرةً کے متعلق شُبہ کا ازالہ۔ وتذکرةً لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یَتَذَکَّرَ مِنْ ذَوِی الْاَفْهَامِ پر کلام۔ فھٰذا غایةُ تھذیبِ الکلام کی وضاحت۔ القسمُ الاوّل فی المنطق۔ مقدمہ، مقدمہ الکتاب، مقدمہ العلم۔ العلم ان کان اذعانا للنسبة فتصدیقٌ والا فَتَصَوُّر۔ تصدیق کی ماہیت اور تصدیق کے متعلّق میں اقوال۔ تصوُّر کی آٹھ صورتیں۔ و یقتسمان بالضرورةَ الضرورةَ والاکتساب بالنظر ۔ تصوُّر اور تصدیق کے نظری یا/اور بدیہی ہونے کی بحث۔ وھو ملاحظةُ المعقولِ لتحصیلِ المجھول۔ نظر کی تعریف۔ موضوعِ محمول اور نسبتِ تامہ کی بحث ،تصوّر اور تصدیق کی اقسام کے حوالہ سے۔ وموضوعُہ المعلوم التصوری والتصدیقی من حیث انہ یوصِلُ الی مطلوب الخ۔ حیثیت کی اقسام (اِطلاقی، تقییدی، تعلیلی)۔ منطق کی تعریف، غرض، موضوع، نیز جمیع علوم کا محتاجِ منطق ہونا۔ وتلزمھما المطابقة ولو تقدیراً۔ دلالتِ مطابقی، دلالتِ تضمنی اور دلالتِ التزامی کے حوالہ سے اہلِ عربیّت اور مناطقہ کا اختلاف۔ وایضاً ان اتّحَدَ معناہ فمعَ تشخّصہٖ وضعاً عَلَمٌ الخ کی بحث۔ اولیت کی تعریف، اتحاد کا معنی۔ معنیٰ کے متعلق کلام۔ المفہوم ان امتنع فرض صدقہ الخ۔ جزئی کا مفہوم۔ مصنف کے قول امکنت پر اعتراض اور اس کے جواب۔ الکلیان ان تفارقاَ کلیاً فُمتبائنان الخ کی وضاحت۔ نقیضاھُمَاکک۔ ونقیضاھما بالعکس۔ اِن کی نقیض میں نسبتِ تباینِ جزئی۔ وبین نقیضیھما تباینٌ جزئیٌ کالمتباینین۔ وقد یقال الجزئی للاقص من الشئ وھو اعمُ۔ والکیاتُ خمسٌ پر اعتراض اور جوابات۔ الاول الجنس وھو المعقول کی وضاحت۔ ماھوا کے ذریعہ کیے جانے والے سوال کی بحث۔ ذاتی کے تین معنی۔ لطیفہ۔ فصل کے تحت۔ عرض عام۔ لازم بیّن اور لازم غیربیّن۔ کلی کی تین قسمیں (منطقی، طبعی، عقلی)۔ مقاصدِ تصور۔ معرّف الشیی۔ مناطقہ کا عرضِ عام پر اعتبار نہ کرنا۔ تعریف کی اقسام۔

فصل فی التصدیقات۔ مبادی تصدیق۔ قضیہ کی تعریف پر بحث۔ وجودِ موضوع کے اعتبار سے قضیہ کی قسمیں۔ آٹھ قضایا بسائط۔ سات قضایا مرکبات۔ فصل الشرطیة متصلہ ان حُکمِ فیھا ثبوتُ

Marfat.com

النسبۃِ عَلی تقدیرِ اُخریٰ او نفیُھا۔ قضیہ متصلہ موجبہ اور قضہ متصلہ سالبہ۔ لزومیۃ ان کان ذلك بعلاقۃٍ والافاتفاقیہ۔ قضیہ متصلہ لزومیہ اور قضیہ متصلہ لزومیہ سالبہ۔ قضیہ اتفاقیہ موجبہ اور قضیہ اتفاقیہ سالبہ۔ قضیہ منفصلہ، قضیہ منفصلہ حقیقہ، قضیہ منفصلہ مانقۃُ الجمعِ اور قضیہ منفصلہ مانقۃ الخلو۔ تنافی کا عنادیہ اور اتفاقیہ ہونا۔ قضیہ شخصیہ اور قضیہ محصورہ (مطلقہ، مُوَجّبہ)۔ فالنقیض للضروریہ کی وضاحت۔ مرکبہ کے دو معنے۔ مرکبہ کی نقیض کے متعلق کلام۔ العکس المستوی۔ صاحب ایساغوجی کی تعریف، اس پر تین اعتراضات اور ان کے جوابات۔ خلفؑ، افتراض اور عکس۔ والخاصتان حینیۃ مطلقۃ لا دائمۃ۔ ولا عکس للممکنتین کی بحث۔ ولا عکس للبواقی بالنقض۔

فصل، عکس النقیض کے متعلق متقدمین اور متاخرین کی رائے۔ وقد بُیّن انعکاس کے متعلق مثالوں کے ضمن میں وضاحت۔ مقاصدِ تصدیق۔ قیاس، استقرا اور تصدیق۔ یلزم لزاتہ قولِ آخر کی وضاحت۔ فان کان مذکوراً فیہ بمادتہ وھیاتہ فاستثنائی کی شرح۔ شکلِ اوّل میں تین شرطیں۔ ایجابِ صغریٰ، کلیتِ کبریٰ اور فعلیتِ صغریٰ۔ شکلِ ثانی میں چار شرطیں اور تین دلائل۔ بالخلف۔ او عکس الصغریٰ۔ رد عکس الکبریٰ ثم الترتیب ثم النتیجۃ۔ شکلِ رابع۔ ضابطۃُ شرائط الاربعۃ۔ مع منا فاۃ الخ۔ قیاسِ استثنائی (اتّصالی و انفصالی)۔ استقرا۔ لاثبات حکم کلی۔ مصنّف کا تعریفِ مشہور سے تعریفِ مذکور کی طرف بوجہ تسامح کے عدول۔ دوران۔ تردید۔ فصل القیاس۔ یقین کی تعریف۔ چھ اصولِ یقینیات۔ واسطہ کے متعلق کلام۔ واسطہ کے درجے اور اقسام۔ خاتمہ۔ علم کے تین اجزا (موضوعات، مبادی، مسائل) سے متعلّق ایک اعتراض اور جواب۔ لا حقۃ لذواتھا۔

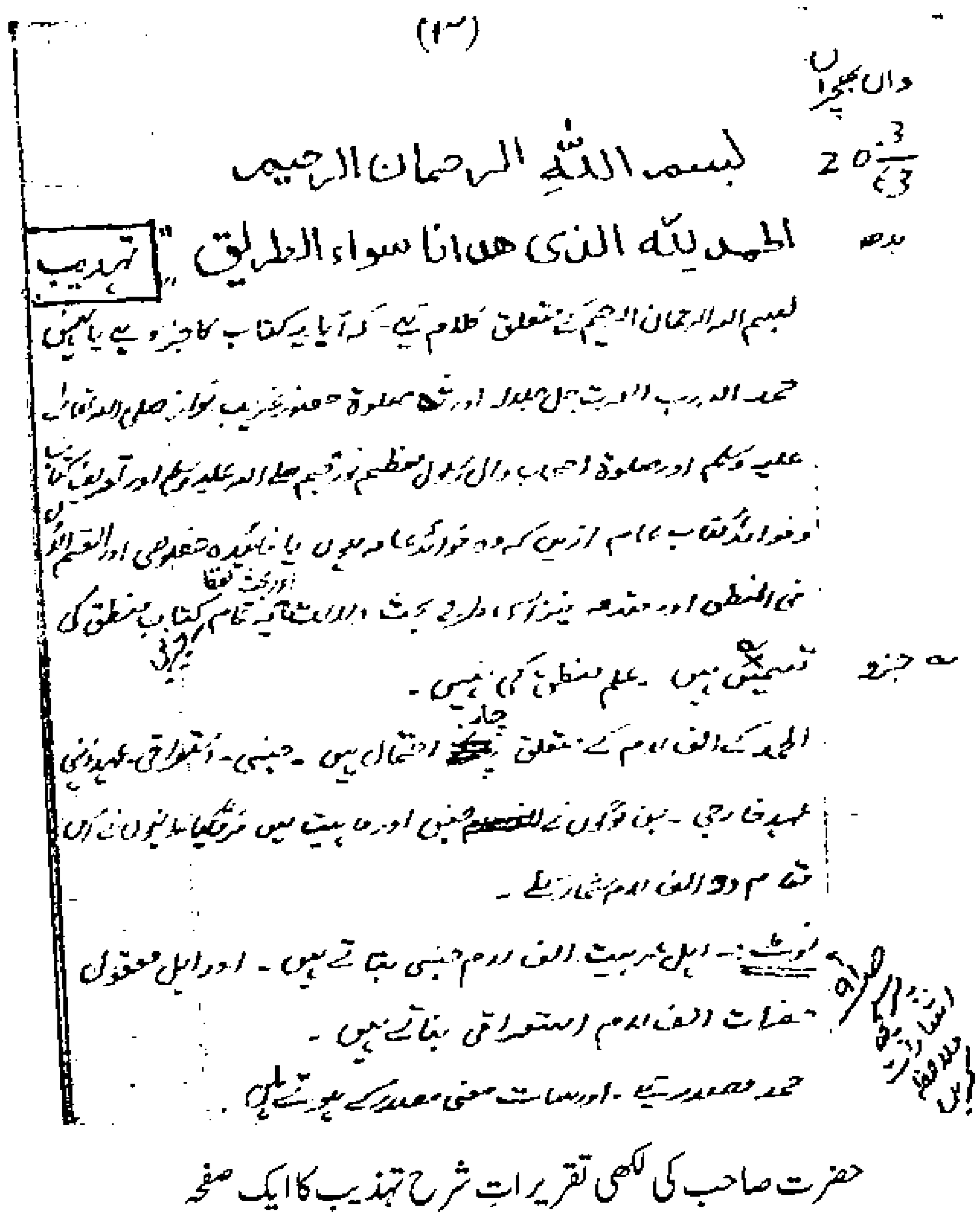
(۱۳)
بسم اللہ الرحمان الرحیم
الحمد للہ الذی ھدانا سواء الطریق
تہذیب

حضرت صاحب کی لکھی تقریراتِ شرح تہذیب کا ایک صفحہ

Marfat.com

سُلّم العلوم:

قاضی محبُ اللہ بہاری رحمۃ اللہ علیہ (ف:1707ء) کی فنِ منطق میں ادق اور جامع کتاب سُلّم العلوم نہ صرف خود متداول درسی کتب میں نمایاں مقام رکھتی ہے بلکہ اِس کی متعدد شروح بھی درسِ نظامی کے نصاب کا حصہ رہی ہیں[1]۔ حضرت صاحب علّامہ محمد نور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ نے وسطِ مئی تا آخرِ جون 1963ء کے عرصہ میں اِس کتاب کے درس جامعُ المنقولِ وَالمعقول میاں سُلطان اعظم چچھڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے لیے اور اپنے اُستادِ گرامی کے اِرشادات واَبحاث کو 135 صفحات پر تحریر فرمایا۔ یہ تقریرات ایک خطی نُسخہ کی صورت میں راقم کے پاس محفوظ ہیں۔ تحریر کا اسلوبِ نگارش اِس قدر اصطلاحاتی ہے کہ فنِ منطق کے متخصصین کے علاوہ دیگر افراد کے لیے مطالعہ نہایت گراں ہو گا۔ اُردو تحریر جگہ جگہ عربی عبارات سے بھری پڑی ہے۔ البتہ جہاں کہیں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استادِ مکرّم کے الفاظ تھلوچی سرائیکی میں لکھ دیئے ہیں وہاں تحریر میں خاص شیرینی در آئی ہے۔

سُلّم العلوم کی تقاریر پر مبنی حضرت صاحب کی اِس تحریر کے موضوعات حسب ذیل ہیں:

التصدیقات کی دو ترکیبیں۔ تصدیق (مفرد) کے بجائےتصدیقات (جمع) لفظ لانے پر اعتراض اور جوابات۔تصدیق کی ماہیّت کے متعلّق چار مذاہب۔ قضیہ کے متقدّمین کے نزدیک تین اور متاخّرین کے نزدیک چار اجزا۔ تحقیق مذہبِ امام رازی۔ حکم کے آٹھ معنی۔ حُکم۔ اجمالی کے تین معانی۔ حکم کے معنی کی بحث۔ مُلّا حسَن، حمد اللہ، مصنّف اور عبد الحق خیر آبادی کے نزدیک حکم سے مراد۔ تصدیق کےمتعلّق میں مختلف مذاہب اور مصنف کے نزدیک مذہبِ مختار۔ میر باقر داماد اور میر زاہد کے مذاہب پر میاں سُلطان اعظم کی تنقید۔ بل انما یتعلق الحکم حقیقۃً بمفادالھیئۃ والترکیبۃ وھو الاتحاد مثلاً فتدبر کے متعلق تفصیلی کلام۔ سات احتمالات۔ اجزائے قضیہ کے بارے میں پانچ مذاہب۔ صاحبِ کشف اور صدر معاصر کی رائے اور وجودِ رابطی کے تین معنی۔ اِس امر کی تفصیل کہ ظن اذعان بسیط ہے۔ متاخرین کے اِس گمان کی تفصیل کہ شک نسبت تقییدیہ سے متعلق ہوتا ہے۔ وھھنا شک وھوان المعلوماتِ الثّلٰثۃَ التی ھی جمیعُ اجزاءِ القضیۃ متحقّقۃٌ الی قولِ المصنّف وھو محالٌ۔

[1] تذکرۂ مصنّفین درسِ نظامی۔ اختر راہی۔ ناشر: مکتبہ رحمانیہ لاہور۔ 1978ء۔ صفحات 210 تا 214

Marfat.com

صاحبِ سلّم العلوم کے اعتراض کی تین تقریریں۔ قضیہ کے لیے تین اجزا کے قول پر اعتراض اور میاں سلطان اعظم کے جوابات۔ والافادۃُ مقدم علی الایقاع الی قول المصنّف لکنہ ھو التحقیقُ کا بیان۔ ثم اذا کانت الاجزاءُ ثلثۃً الی قول المصنف و یسمی رابطۃً زمانیۃً۔ مناطقہ اور اہلِ عربیّت کے مذاہب میں اختلافات اور مُلّا جلال کا موقف۔ اقول انھم ومنھُم المحقق الدَّوانِی الی قول المصنّف ھٰذا خلف۔ صاحبِ سُلّم کا میر سید شریف کی تائید اور مُلّا جلال کا رد کرنا۔ مذہبِ منتقیین اور مذہبِ اہلِ عربیت میں اختلاف اور اجتماعِ نقیضین کا مسئلہ۔ قضیہ حملیہ کی تقسیم باعتبارِ حالِ موضوع۔ اعلم ان مذھب اہل التحقیق الی قول المصنّف ھوالموضوع لہ حقیقۃ۔ محکوم علیہ بالذات کے لیے معلوم بالذات کے ضروری نہ ہونے کا بیان۔ فالجواب ان مفاد الایجاب الی قول المصنّف فتَاَمَّل۔ مصنف کی طرف سے مُعارِض کا رد فرمانا۔ قضایا محصورہ کی چار اقسام۔ مناطقہ کا موضوع کو 'خ' سے اور محمول کو 'ب' کی تعبیر کرنے پر بحث۔ کُل تین معانی۔ موضوع سے مراد کون سے افراد ہیں؟ افراد کی اقسام۔ قضیہ محصورہ میں پانچ چیزیں۔ فارابی، شارحِ مطالع، محقق تفتازانی، عبدالحکیم سیالکوٹی اور صاحبِ سلّم کا نظریہ۔

حمل کے معانی، اتحاد بالذات اور اتحاد بالعرض۔ اقسامِ حمل۔ حمل کی تعریف پر اعتراض اور مصنف کے جواب۔ محقق دوانی اور میر باقر داماد کا نظریہ اور میاں سلطان اعظم کی وضاحت۔ قضیہ موجبہ کی تقسیم باعتبارِ وجود موضوع اور اس کے متعلق مختلف اقوال۔ قضیہ سالبہ کا حال۔ قضیہ سالبہ کے صدق کی تین صورتیں جو میاں سلطان اعظم کو ان کے استاد صاحب نے بیان فرمائی تھیں۔ محال من حیث المحال کے بیان میں اعتراض اور اس کا جواب۔ افراد کے محکوم علیہ بالذات ہونے پر اعتراض اور اس کے شارح مطالع، علامہ تفتازانی اور محقق دوانی کے نزدیک جوابات پر صاحبِ سلّم کی رائے۔ قضیہ طبعیہ کے دو معنی اور محقق دوانی سے استفسار۔ اتصاف کے معنی اور اس کی اقسام۔ صاحب سلّم کے ارشاد پر میاں سلطان اعظم کا اعتراض۔ اتصاف کی تعریف پر اعتراض اور مصنف کا جواب۔ متاخرین کا افراد کو محکوم علیہ بالذات کہنے پر اعتراض اور جواب۔

قضیہ معدولہ۔ محصلہ۔ بسیطہ۔ بسیطہ اور موجبہ معدولۃُ المحمول کا فرق۔ واجب، ممتنع اور ممکن۔ وجودِ واقعی، وجودِ ذہنی اوروجودِ تلفظی۔ قضیہ مرکبہ کے مسمیٰ کرنے میں

Marfat.com

جزوِاوّل کا اعتبار ہونا۔ قضیہ مطلقہ یا مہملہ۔مادہ حکمیہ اور جہتِ منطقی کے ایک چیز ہونے پر اعتراض کا مصنف کی طرف سے جواب اور میاں سُلطان اعظم کی تقریر۔ مُوَجَّہات کی اقسام۔ قضایا بسیطہ اور قضایا مرکبہ کا بیان۔ تکملہ میں چند مباحث کا بیان۔ قضیہ مطلقہ کی تعریفِ مشہور پر بحث۔ مادام کے ظرفیہ بنائے جانے پر اعتراض اور اس کا جواب۔ قضیہ سالبہ پر اعتراض اور اس کا جواب۔ مادام کو ظرف سلب کے بجائے ثبوتِ مسلوب کے لیے ظرف بنائے جانے سے قاعدۂ مشہور عند المناطقہ کا رَدِّ بلیغ ہونا۔ المبحث الثانی: دائمہ مطلقہ کی تعریفِ مشہورہ پر اعتراض اور اس کا جواب۔ المبحث الثالث: مشروطہ عامہ کے تین معنی۔ جہاں عموم خصوص من وجہ ہو وہاں تین مادے۔ المبحث الرابع: ممکنہ عامہ کے قضیہ ہونے پر اعتراض اور اس کا رَد۔ المبحث الخامس: لادوام اور لاضرورت۔ مطلقہ عامہ اور ممکنہ عامہ۔ المبحث السادس۔ مفردات اور مرکبات میں نسبتیں۔ بارہ قضا یا شرطیہ۔ شرطیہ متصلہ (لزومیۃ، اتفاقیہ، مطلقہ)۔شرطیہ منفصلہ(حقیقیہ، مانعۃ الجمع، مانعۃ الخلوّ)۔ شرطیات کے سوالب۔

تتمہ۔ مباحث کا بیان۔ مقدم محال کے تالی کو مستلزم ہونے میں اختلاف کا بیان۔ قید التقاریر۔ قضیہ اتفاقیہ میں صدقِ طرفین کا بیان۔ لزومیات کی طرح اتفاقیات کا بھی علاقہ پر مشتمل ہونا۔ اتفاقیہ میں علاقہ کے قول پر بحث۔ قضیہ منفصلہ کے اجزا کے متعلق مناطقہ میں اختلاف کا بیان اور مصنف کی رائے۔ نسبت سے مراد۔ بعض مناطقہ کے مذہب (کہ کوئی سے دو اَمر ہوں تو ان کے درمیان تلازم جزئی ہوتا ہے) کا رَد۔ تناقض کی بحث کا افتتاح۔ نسب متکررہ۔ تصورات کے نقائض۔ نقیض اور تدافع۔ مقامِ تناقض میں ایک اعتراض کا جواب۔ اختلافِ قضیتین کا بیان۔ قضیہ مطلقہ و قتیہ موجبہ کا قضیہ مطلقہ و قتیہ سالبہ کی نقیض ہونا۔ قضایا کے نقائض۔

وَکُلٌّ یَرْتَدُّ اِلَی الْآخِرِ:

یکم جولائی 1963ء کو تحریر فرمودہ سات صفحات پر مبنی ایک علیٰحدہ خطی نسخہ کا آغاز اس عبارت سے ہوتا ہے: وَکُلٌّ یَرْتَدّ اِلَی الْآخِرُ الی قول المصنف بالاستقراء یعنی ہر شکل آخر کی طرف لوٹ جاتی ہے، جبکہ متخالفیہ کو عکس کر دیا جائے۔اس کے بعد یہ مشمولات ہیں: قیاس کے مرتب ہونے کی صورتیں۔ شکلِ اوّل کے شرائط ماسوا جہات۔ شکلِ اوّل پر وارد ہونے والے شک اور ان کے جوابات۔

Marfat.com

فصلِ سوم

زمانۂ بندیال

بندیال کی عظیم درسگاہ جامعہ مظہریہ اِمدادیہ کو بجا طور پر علومِ معقول کا گھر کہا جاتا رہا ہے۔ اِس جامعہ کی مسندِ تدریس پر بیسویں صدی کے دوسرے نصف حصّہ میں مَلِکُ العلماء علّامہ عطا محمد بندیالوی چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے براجمان ہو کر علومِ دینیہ بالخصوص فلسفہ، حکمت، کلام اور منطق کی تدریس فرمائی اور علمائے معقول کی شاندار جماعت تیار کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر تلامذہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بیان فرمودہ تقریرات کو قلمبند کر لیا کرتے تھے اور جب وہ خود بطورِ مدرّسین خدمات سرانجام دیتے تو ان تقریرات سے استفادہ کرتے۔ حضرت صاحب علّامہ محمد نور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ جب جامعہ انوارُ العلوم مُلتان سے فارغ التحصیل ہو چکے تو جولائی 1963ء سے اگست 1964ء تک بندیال میں اُستاذُ الاساتذہ علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے محوِ تحصیلات رہے۔ اس عرصہ کے تفصیلی حالات و واقعات بابِ دوم کی فصل سوم میں بیان کر دیے گئے ہیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فلسفہ و حکمت اور منطق کی متعدّد اہم کتب کے درس لیے اور کئی دیگر کتب کے اسباق کا سماع کیا۔ اس دَور میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے منطق و فلسفہ کی 6 کتابوں پر تقریباً ایک ہزار صفحات پر مبنی تقریراتِ اُستاذُ الاساتذہ تحریر فرمائی ہیں جو اگرچہ تاحال غیر مطبوعہ ہیں مگر اِن کی نقول حضرت صاحب کے بعض اُستاد بھائیوں کے پاس موجود ہیں۔ ہو سکتا ہے حضرت صاحب نے اِن 6 کے علاوہ بعض دیگر کتب کی تقریرات بھی قلمبند کی ہُوں جو ہمیں میسّر نہ ہو سکی ہوں۔ دستیاب تحریروں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

- قطبی (شرحِ رسالہ الشمسیہ از علّامہ رازی) 27 صفحات
- شرحِ سُلّم العلوم از مُلّا حسن 379 صفحات
- شرح تہذیب از مُلّا جلال و حاشیہ از میر زاہد 240 صفحات
- رسالہ قطبیہ میر زاہد غلام یحیٰ 121 صفحات
- مَیبذی 84 بڑے صفحات
- شرح قاضی 119 بڑے صفحات

اِن شاءاللہ اِس اہم علمی خزانہ کو زیورِ طباعت سے آراستہ کیا جائے گا۔ زیرِ نظر فصل میں مذکورہ بالا کتب کے فرداً فرداً اجمالی تعارف کے بعد حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات میں موجود موضوعات کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

Marfat.com

ا۔ قطبی (شرحِ رسالہ الشمسیہ از علامہ رازی):

دمشق کے معروف معقولی عالم علّامہ قطبُ الدّین محمد رازی رحمۃ اللہ علیہ (ف:1364ء) نے نجم الدّین عمر بن علی کاتبی قزوینی رحمۃ اللہ علیہ (ف:1276ء) کے فنِ منطق میں لکھے گئے رسالہ الشمسیہ کی شرح تحریر کی جو شارح کے لقب کی نسبت سے قطبی معروف ہوئی[1]۔ حضرت صاحب علّامہ محمد نور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ نے قطبی کے درس 6 اگست سے 8 ستمبر 1963ء کے عرصہ میں علّامہ الحافظ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے لیے اور اپنے استادِ مکرم کے ارشاداتِ عالیہ 27 صفحات پر نقل فرمائے جو کہ ایک مخطوطہ کی صورت میں محفوظ ہیں۔ تحریر خاصی مختصر ہے اور مذکورہ رسالہ کے غالباً صرف ابتدائی کچھ حصہ سے متعلق ہے۔ اسلوبِ نگارش عالمانہ اور تکنیکی ہے۔

حضرت صاحب کی اِس تحریر کے مشمولات کی فہرست حسبِ ذیل ہے۔

اِنَّ اَبْھیٰ دُرَرْ الخ۔ اَبْھیٰ کے متعلق اعتراض اور جواب۔ مُشبّہ اور مشبہ بہ کے استعمال پر اعتراض اور جواب۔ معنی کا موضوع لہ اور موضوع لہ کے غیر میں استعمال۔ علاقہ معقولی اور علاقہ محسوسی۔ استعارہ مکنیہ اور استعارہ مصرّحہ کی اقسام سے وضاحت۔ اِبداع، اختراع، تکوین اور اِحداث میں اہلِسنّت اور معتزلہ کے مابین معنوی اختلاف۔ قدیم اور حادث میں سے ہر ایک کی معتزلہ کے نزدیک اقسام۔ حمد کی اضافت کی بحث۔ عبارت میں تشبیہات اور استعارات کی وضاحت۔

شرح خطبہ قُطبی۔ حمد سے آغاز نہ کرنے کا اعتراض اور جوابات۔ جمع (دُرَرْ) کے استعمال پر اعتراض اور جواب۔ وجہ حصر۔ وہ چیزیں جن کا علمِ منطق میں جاننا واجب ہے۔ تعریفِ منطق۔ بیانِ حاجتِ منطق اور موضوعِ منطق۔ میر قُطبی۔ قولہ ورَتَّبْتُہ علیٰ مقدمۃ الخ کی ترکیب، اِس پر پانچ اعتراضات اور جوابات۔ قُطبی۔ حُکم، ایجاب، سلب اور انتزاع کا معنی۔ مصنّف کے تعریفِ مشہور سے عدول کی بحث۔

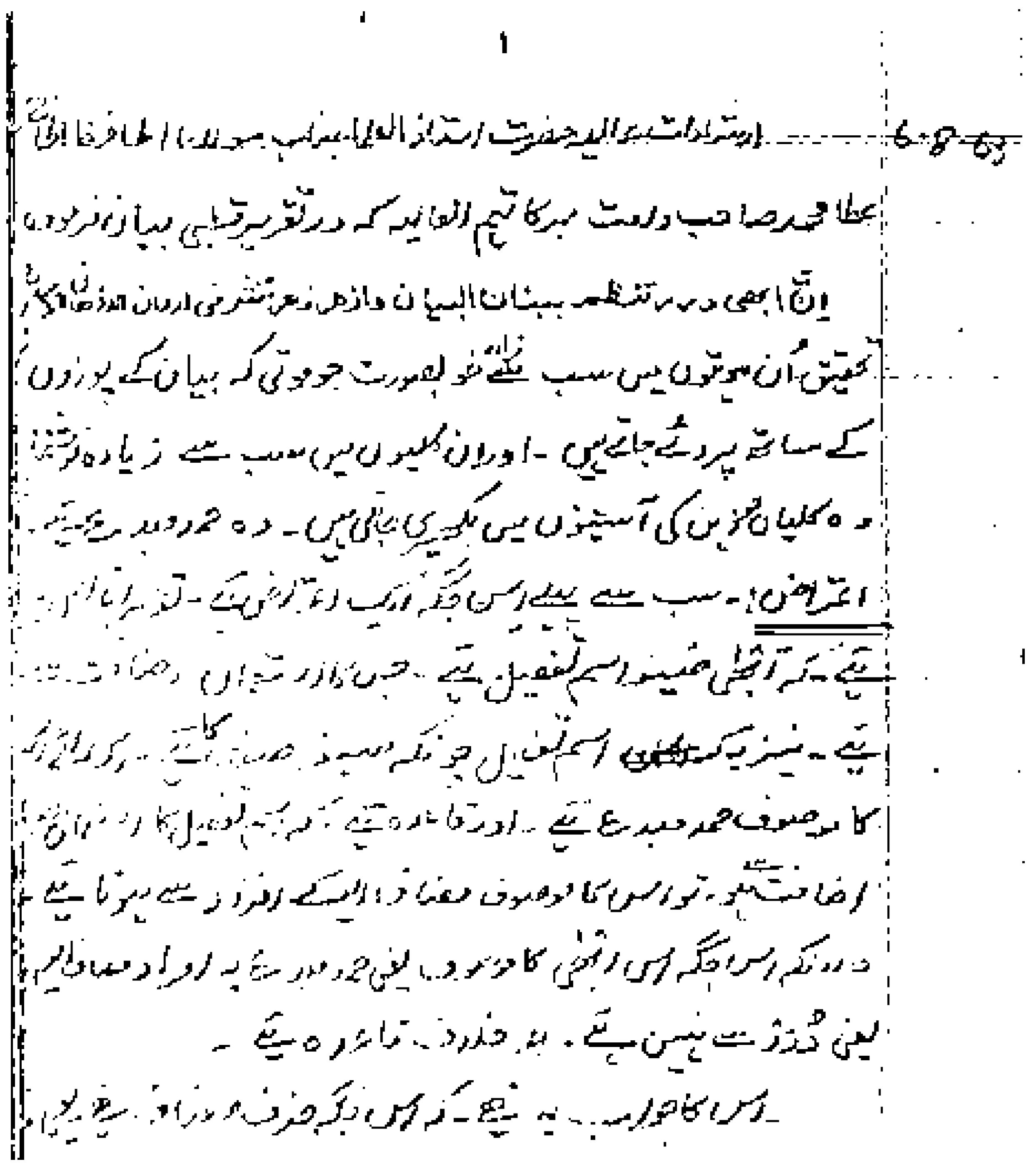

حضرت صاحب کی تحریر کردہ تقریرات قطبی کا پہلا صفحہ

[1] تذکرۂ مصنفین درسِ نظامی۔ اختر راہی۔ ناشر: مکتبہ رحمانیہ لاہور۔ 1978ء۔ ص 207

Marfat.com

۲۔ شرحِ سُلّمُ العلوم از مُلّا حَسَن:

فلسفہ و منطق کے عظیم عالم مُلّا حَسَن لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (ف:1784ء) کی شرحِ سُلّمُ العلوم[1] کو عُرفِ عام میں شارح کے نام کی نسبت سے "مُلّا حَسَن" کہا جاتا ہے۔ یہ سُلّمُ العلوم کی معروف ترین شروحات میں سے ایک ہے اور درسِ نظامی کی کتبِ متداولہ میں شامل رہی ہے۔ حضرت صاحب علّامہ محمد نور سلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ نے "مُلّا حَسَن" کے درس 6 اگست سے 21 اکتوبر 1963ء تک اُستاذُ الاساتذہ علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے لیے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مُلّا حَسَن کی تقریر میں اپنے اُستاذِ مکرّم کے ارشاداتِ عالیہ نہایت تفصیل کے ساتھ 379 صفحات پر رقم فرمائے جو تین مخطوطوں کی صورت میں محفوظ ہیں۔ اسلوبِ نگارش عالمانہ و تکنیکی مگر رواں ہے۔ ماتن اور شارح کا موقّف علیحدہ علیحدہ بیان کیا گیا ہے۔ نیز گاہے گاہے فلاسفۂ یونان سے لے کر متقدّمین و متاخّرین مناطقہ کے نقطہ ہائے نظر بیان کر کے ان کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ کہیں کہیں علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی دیگر مناطقہ سے قدرے مختلف روش بھی بیان کر دی گئی ہے۔

پہلے مخطوطہ کے مشمولات کی فہرست حسبِ ذیل ہے:

سبحانہ میں تین اَغلاق (غلقِ صَرفی، غلقِ نحوی، غلقِ لغوی) کی بحث۔ دلالتِ حال کا مطلب۔ ثم للتسبیح شبہ الخ کی بحث اور اعتراض کا جواب۔ ماعظم شانہ کی ترکیب و مفہوم۔ لاحَدَّ میں چھے احتمال۔ حَد کی تین قسمیں (حدِ منطقی، حدِ فلسفی، حدِ عُرفی)۔ خداوندِ تعالیٰ کا ذہناً اور خارجاً بسیط ہونا۔ حمدُ اللہ صاحب کا اعتراض۔ حدِ اجزاء خارجیہ سے ہوتی ہے یا نہیں؟۔ بُو علی سینا کا مسلک۔ پانچ مقدمات اور مُلّا حَسَن کا جواب۔ وبیان نفیھا علی وجہ التحقیق۔ مُلا حسن رحمۃ اللہ علیہ کی اجزائے حقیقہ خارجیہ کی نفی پر دلیل۔ اللہ تعالیٰ عزّوجلّ کے اجزائے حقیقیہ سے مرکّب نہ ہونے کے متعلق بعض (قاضی) کی دلیل پر مُلا حسن کے دو اعتراضات۔ مُلّا حَسَن کے ایک اعتراض پر علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا اعتراض۔ مابہ الاشتراک اور مابہ الامتیاز کی بحث۔ حقائق کی دو قسمیں (حقائق حقیقہ۔ حقائق غیر حقیقہ)۔ اجزائے تحلیلہ و اجزائے انتزاعیہ کی ذاتِ باری سے نفی کی متعلق قاضی صاحب کے دلائل کا مُلّا حَسَن کی طرف سے رَد۔

ولا یُتَصَوَّرُ۔ تصورِ ذاتِ باری کی بحث۔ علم کی چار اقسام کے بیان سے تصور کی وضاحت۔ بحثِ تشخص از مُلّا حَسَن۔ رَدِّ مولانا حمدُ اللہ از مُلّا حَسَن۔ اِس اَمر پر دلیل کہ وجود باری اور تشخص باری یہ ذات کا عین ہے۔ ذات، وجود اور

[1] تذکرۂ مصنّفین درسِ نظامی۔ اختر راہی۔ ناشر: مکتبہ رحمانیہ لاہور۔ 1978ء۔ ص 20

Marfat.com

تشخص کے معانی۔ تسلسل کی تقریر۔ لا یتصور معروف پڑھا جائے یا مجہول؟۔ علم کی ہر دو قسموں (حضوری، حصولی) کے لیے دو دو تعریفیں (ایجابی، سلبی)۔ مسئلۂ علمِ واجب۔ اللہ تعالیٰ کے علم کی دو قسمیں (علمِ اجمالی، علمِ تفصیلی)۔ ازل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علمِ ممکنات کے متعلق پانچ احتمالاتِ عقلیہ۔ افلاطون کا مذہب اور اس کا بطلان۔ دیگر مذاہب۔ عقل اوّل اور علمِ خداوندی کی بحث۔ مذہبِ معتزلہ کا بیان۔ علمِ خداوندی کا اشراقِ نوری سے ہونے کا مذہب۔ احتمالِ اوّل یعنی علمِ باری کے عینِ ذاتِ باری ہونے میں تین مذاہب (صوفیائے کرام کا مذہب۔ فرفوریوس حکیم کا مذہب۔ متاخرین حکما کا مذہب)۔ علمِ الٰہی کو علمِ اجمالی کہنے پر اعتراض اور جواب۔ لاینتجّ کی معروف و مجہول ہر دو طرح سے وضاحت۔ ولایتغیّر کا مفہوم۔

تعالیٰ عن الجنس والجهات۔ جنس کا مفہوم۔ جنس کی جگہ جِس پڑھنا۔ جہت کی نفی کرنے پر مصنّف کا جواب۔ جعل الكليات والجزئيات۔ مصنف کے چار دعوے۔ اشراقیہ (مذہبِ افلاطون) اور مشائیہ (مذہبِ ارسطو) کا بیان۔ وَنَزْكُرُ اَوَّلاً استدلالَ الفريقينِ۔ دو مقدمات۔ اشراقیہ اور مشائیہ میں نزاع کہ آیا وجود ماہیّت کا عین ہے یا وجود ماہیت سے مُنضَم ہے۔ اشراقیہ کے دلائل، میر باقر کا جواب اور مُلّا حَسَن کا رد۔ فان قلت علىٰ هٰذا لايَتَعلّقُ الْجَعْلُ بِالذات۔ مذہبِ اشراقیہ پر اعتراض اور جواب۔ جعلِ بسيط سے متعلق دوسری دلیل اور مُلا حَسَن کا جواب۔ میر زاہد کی تیسری دلیل اور مُلّا حَسَن کا جواب۔ جعلِ بسيط اور جعلِ مركب کے دلائل اور ان کا بطلان۔ اَلْحَقُّ ماقول اى الخ۔ ماتن اور شارح دونوں کا مذہبِ مختار ہے کہ جعلِ بسيط حق ہے۔ اِس پر دلیل۔ ماہیّت، تشخص اور وجودِ حقيقى کی بحث۔ فارابی اور غیر فارابی کا مسلک۔ مذہبِ مختار پر مصنّف کے دلائل۔ واما الاِنضمام فهو باطلٌ ايضاً۔ وجود و تشخص کے ماہیّت سے منضم ہونے کا بطلان۔ اعتراضات اور جوابات۔ الايمانُ بہ نِعْم التصديق ماتن کے حاشیہ لکھنے کی وجہ۔

مقدمہ۔ مقدمہ کی ترکیب، معنی اور مفہوم۔ اعتراض کہ اِس کو موقوف علیہ کہنا کیونکر صحیح ہے۔ جواباً توقف کی قسموں سے وضاحت۔ موضوع، غرض اور تعریف۔ کتاب کی طرح مقدمة الكتاب میں تین احتمالات (الفاظ، معانی اور الفاظ و معانی کا مجموعہ)۔ مصنّف کا جواب۔ العلم التصوّر هُوَ الحاضرُ عِندَالْمُدْرِک۔ دو ترکیبیں۔ علم اور تصوّر میں ترادف۔ اِس علم سے مراد۔ علمِ حضوری اور علمِ حصولی کی بحث۔ بحثِ تقابل۔ تین عقلی احتمال اور دو واقعی احتمال۔ وماقيل۔ مطلق العلم پر میر زاہد کے کلام پر مُلّا حَسَن کا دو طرح سے رَد۔

Marfat.com

والحق انہ مِنْ اَجْلی البدیہات کالنّورِ والسرورِ الخ۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک کہ علم کا علم بدیہی ہے۔ جمہور کا مذہب کہ یہ نظری ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک۔ مُلّا حَسَن کے بقول یہ اختلاف کرنا صحیح نہیں کیونکہ محلِ نزاع متعین نہیں۔ واماعلی المصنف۔ شارح کا ماتن کے کلام پر کلام۔ قال المصنف۔ متن کے دو اعتراضات پر ماتن کا حاشیہ۔ النور و السرور کی بحث۔ وحینئذٍ لایَرِد مَا اُوْرِدَ الخ۔ قاضی صاحب کا اعتراض اور شارح کا جواب/رَد۔

تقریراتِ مُلّا حَسَن پر مشتمل دوسرے مخطوطہ کے موضوعات کی فہرست حسب ذیل ہے:

فان کان اعتقاداً لنسبۃ خبریۃ فتصدیقٌ و حُکمٌ۔ علم کی تقسیم۔ تصدیق اور تصور۔ جزم، تقلید اور یقین۔ آیا تصدیق ادراک بمعنی انکشاف ہے یا نہیں؟ متعدّد مذاہب اور مُلّا حَسَن کا مذہبِ مختار۔ اِس امر میں اختلاف کہ علمِ حضوری اَقوی علوم ہے یا اَضعف علوم۔ تصدیق کا ادراک ہونا۔ ردِ جواب۔ اگر علم اعتقاد نسبتِ تامہ خبری کا نہ ہو تو وہ تصور ہے۔ چار احتمال۔ تصور کی آٹھ اور تصدیق کی دو اقسام کی تفصیل۔ علم کی دوسری تقسیم سے تصدیق کی پانچ قسمیں۔ علم کی تیسری تقسیم (علمُ الیقین، عینُ الیقین، حقُ الیقین) سے تصدیق کی سات قسمیں۔ علم کی چوتھی تقسیم (بدیہی و نظری) سے تصدیق کی اکیس قسمیں۔ دلیل لمی اور دلیل اِنّی۔ علم کے دو معنی (صورتِ حاصلہ، حالتِ ادراکیہ) سے تصور کی 32 اور تصدیق کی 42 صورتیں۔ تصدیق کی تین قسموں (شرعی، لغوی، منطقی) سے مزید قسمیں۔

وھما نوعان متباینان۔ تصور و تصدیق کی اقسام صنفی ہیں یا نوعی؟۔ دونوں انواع کے متباین ہونے پر ماتن اور شارح کے دلائل۔ اعتراضات و جوابات۔ تصوّر و تصدیق میں متباین ہونے کے باوجود تعلق ہونا۔ تصور کے تین معانی۔ تین شروط کے ساتھ ان معانیٔ تصوّر میں فرق۔ وھٰہناشکٌ مشہورٌ۔ ماتن کا اعتراض اور اس میں ایک مقدمہ خارجی۔ تصوّر و تصدیق کے متحد یا متباین ہونے کی بحث۔ ماتن کا ایک اور حاشیہ اور اقول سے شارح کا ماتن کے جواب کو رَد کرنا۔ ثم تعیین القول فی الشبہ۔ شارح کا تصوّر و تصدیق سے متعلق ماتن کے حاشیہ پر اعتراض اور بعض لوگوں کا جواب۔ علم اور معلوم میں اتحاد کی صورت۔ ثم بعد التفتیش۔ لوگوں کا صورت کو علم سمجھنا۔ علم کا حالتِ ادراکیہ ہونا۔ حالتِ اِدراکیہ کی وضاحت۔ وقد حققت۔ حمل کا دارومدار اتحاد فی الوجود پر نہ ہونا۔ علم اور معلوم۔ فتفاوتُھا کتفاوُتِ النومِ و الیَقْظَۃِ۔ تصوّر اور تصدیق میں تفاوت کی مثال (نوم اور یقظہ) کی وضاحت۔

Marfat.com

ولیس الکلُ من کلٍ منہا بدیہیاً۔ پہلے کل اور دوسرے کل کی وضاحت۔ ولانظریاً۔ صفت متوقفاً علی النظر پر اعتراض اور جواب۔ شارح کا ردِّ حاشیہ۔ وجودِ نوعی اور وجودِ شخصی میں تقدم۔ تقدم کی دو قسمیں۔ ماتن کے صرف علم کو موصوف بنانے پر شارح کا اعتراض۔ والّا لَدَارَ فیلزَمُ تَقَدُّمُ الشَّئِ عَلیٰ نفسہٖ۔ لَدَارَ کی ترکیب۔ دَور کی قسمیں۔ دور کے تسلسل کو مستلزم ہونے کی وضاحت۔ تین مقدمات۔ میر سیّد شریف رحمۃ اللہ علیہ کا اعتراض اور جواب۔ دور اور نفس الامر کی بحث۔ او تسلسل۔ تسلسُل کا بطلان۔ برھانِ تَضْعِیف۔ دلیلِ تضاعُف۔ تضعیف کا مجمع آحاد مزید علیہ کے ختم ہونے کے بعد ہونا۔ برھانِ تضعیف کا چند مقدمات پر وقوف۔ و بہذا التقریر یتنقح۔ نعم لابطال الثانی۔ اَجزائے متساویہ اِنتزاعیہ کا برھان سے ابطال۔ والحق۔ برھانِ تضعیف کے رَد پر قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مُلّا حسن رحمۃ اللہ علیہ کا جُدا جُدا انداز۔ ومن العجائب۔ قاضی صاحب کے برھانِ تضعیف پر اعتراض کو عجائبات میں شمار کرنا۔ البرھان الاوّل۔ برھانِ تطبیق۔ وبھذا یَظہَر۔ قاضی صاحب کا رَد۔ کما یَظْہَرُ سخافتہٗ۔ مجردات میں اِس برھان کا انکار کرنے والوں کے قول کی کمزوری۔ البرھان الثانی۔ برھانِ تضایف۔ برھانِ تضعیف، برھانِ تطبیق اور برھانِ تضایف کے جاری ہونے کے مختلف مقامات۔ علّت اور معلول کے مفہوم میں تضایف۔ ولایُعلَمَ التصورُ من التصدیق۔ غرضِ منطق کے بیان میں کلام اور ایک اعتراض کا جواب۔ تصدیق کا تصوّر اور تصوّر کا تصدیق سے حاصل نہ ہو سکنے کی بحث۔ فان قلت۔ اعتراض کا جواب۔ وبیان الثانی۔ فبعضُ کلِ واحدٍ منہما۔ تصدیقات اور تصوّرات میں سے بعض کا نظری اور بعض کا بدیہی ہونا۔ والبسیط لا یکون کاسباً۔ حاجت الی المنطق کی بحث میں ایک اعتراض کا ماتن کی طرف سے جواب۔ کسب سے مُراد۔

نظر اور فکر کا مفہوم۔ نظر و فکر میں اتحاد۔ اتحاد فی المفہوم اور اتحاد فی المِصْداق۔ حاجت الی المنطق پر تحصیل حاصل یا طلبِ مجہولِ مطلق کے اعتراض (جو سُقراط پر ہُوا) پر قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جواب کا رَد از مُلّا حسن رحمۃ اللہ علیہ۔ جہتِ معلوم اور جہتِ مجہول۔ اَلَا تریٰ ان المطلوب۔ ولیس کلُ ترتیبٍ مفیداً ولا طبعیاً۔ اعتراضات و جوابات۔ علّتِ ناقصہ کی نفی کرنے کی وجہ۔ دیگر دلائل۔ وموضوع۔ منطق کا موضوع معقولات ہیں۔ موضوع کی تعریف اور تفصیل۔ موضوعِ منطق پر متقدّمین اور متاخرین کا مذہب۔ معقولاتِ ثانویہ کے متعلّق میر زاہد رحمۃ اللہ علیہ کا رَد۔ میر زاہد کے حق میں جوابات کا رَد۔ وذھب المتاخرون۔ منطق کے موضوع میں متاخرین کا

Marfat.com

مذہب۔ معقولات (اولیہ، ثانویہ، ثالثہ، رابعہ)۔ اعتراضات اور شارح کے جوابات۔ حیثیت کی بحث۔ مباحث میں ایصال کی جہت کا معتبر ہونا۔ وای بِطلْب الْمُمَیِّز بالذاتیات والعوارضِ۔ ایّ کی بحث۔ ذاتیات اور عوارض۔ ھل کی دو قسمیں (بسیط۔ مرکب)۔ شارح کی رائے میں ھل بسیطہ کی تین اور ھل مرکبہ کی دو قسمیں۔ لِمَ سے مجرد تصدیق کے لیے طلبِ دلیل۔ اختتامِ بیانِ مقدمہ۔

التصوّرات۔ تصوّرات کو تصدیقات پر مقدّم کرنے کی وجہ۔ المجھول المطلق یمنع علیہ الحکم پر اجتماعِ نقیضین کا اعتراض اور ماتن کا جواب۔ حکم اور عدم حکم کا فرق۔ اولویت۔ علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف۔ دو مقدماتِ بدیہہ اور شُبہ کا ازالہ۔ ممتنع التحقق مفہوم فرض کرنے پر شُبہ اور اس کا جواب۔ نَعمُ فی ھٰذا المقامِ شُبھۃٌ قویۃٌ اخرٰی۔ مجہولِ مطلق اور معلوم پر شُبہات اور جوابات۔ الافادہ۔ مناطقہ کے الفاظ اور دلالت سے بحث کرنے کی وجہ۔ دلالت کی اقسام (عقلی، وضعی، طبعی) کی (لفظی، غیر لفظی) مزید دو اقسام۔ شارح کی طرف سے میر سید شریف رحمۃ اللہ علیہ کا دلالت کی پانچ قسمیں بتانے کا رد۔ واذا کان الانسانُ مُدنِیَّ الطَّبعِ۔ انسان کا محتاجِ تمدّن ہونا اور اس کے لیے دلالتِ وضعی لفظی سے استفادہ۔

ومن ھٰہنا تُبَیَّنَ اَنَّ الالفاظ الخ۔ معانی کی تین قسمیں (معانی خارجیہ، معانی ذہنیہ، معانی من حیث ھی ھی)۔ اِس امر میں اختلاف کہ الفاظ کا موضوع لہ کون سے معانی ہیں۔ شیخین (بُو علی سینا اور فارابی)، محقق طوسی و میر سیّد شریف، ماتن اور شارح وغیرہ کے مذاہب۔ شارح کی ماہیت من حیث ھی ھی کے موضوع لہ ہونے پر دلیل۔ صورِ ذہنیہ اور اعیانِ خارجیہ کے موضوع لہا ہونے کی نفی کی دلیل۔ دو اعتراضات اور جوابات۔

ماتن کے قول میں من حیث ھی ھی کے دو معنی۔ اپنے مذہبِ مختار کے حق میں شارح کے دلائل۔ فدلالۃ اللفظ علی تمامِ ماوُضع لہ۔ دلالتِ التزامی اور دلالتِ مطابقی۔ وعلی جزئہ تضمنی۔ ماتن کے نزدیک لفظ کی دلالت جز ما وضع لہ پر دلالتِ تضمنی ہے۔ صاحبِ مسلّم الثبوت کے موقف کہ تضمن اور مطابقت متحد بالذات ہیں کی بحث۔ شارح کا ماتن کی اغلاط کی نشاندہی کرنا۔ وَاعْلَمْ۔ شارح کی طرف سے دلالتِ تضمنی کے متعلق اہلِ عربیّت و مناطقہ کے اختلاف کی بحث۔ دلالتِ التزامی۔ وضع شخصی اور وضع نوعی کا

Marfat.com

معنی۔ شارح کا فاضل لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل وجوابات کا رَد۔ قرینہ اور معنی مجازی۔ دلالتِ وضعی والتزامی۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول کی بنیاد پر ماتن پر اعتراض اور جواب۔

تقریراتِ مُلّا حَسَن پر مشتمل تیسرے مخطوطہ کے موضوعات کی فہرست حسبِ ذیل ہے:

الافراد و التركيب۔ لفظ کی تقسیم باعتبارِ دلالت۔ اِس امر میں اختلاف ہے کہ افراد اور ترکیب معنی کی صفت ہے یا لفظ کی۔ مفرد اور مرکب کی تعریف۔ مفرد کی تقسیم۔ معنی کا غیر مستقل ہونا۔ حرف کا خاصہ۔ حرف کے محکوم علیہ اور محکوم بہ نہ بننے پر اعتراض اور جواب (از میر سید شریف واز شارح)۔ معانی حرفیہ سے چاروں علوم (علمٌ بِالْکُنہ، علم بکنہٖ، عِلم بِالْوَجہ، علم بوجہٖ) کا متعلق ہونا۔ نعم قد يكون العنوانات الخ۔ میر سیّد شریف کا شارح کی طرف سے رَد۔ استقلال وعدم استقلال میں عنوانات کو دخل نہ ہونے کی دلیل۔ کلماتِ وجودیہ کے متعلق ماتن رحمۃ اللہ علیہ کا مذہبِ مختار۔ قال بعض المحققين۔ شارح، میر زاہد (اور دراصل ماتن) کے اِس مذہب کا رَد کرتے ہیں کہ کلماتِ وجودیہ ادات میں سے ہیں۔ مذہبِ میر زاہد کی تفصیل۔ ماتن کی رو سے کلماتِ وجودیہ کو کلمات کہنا مجازاً جبکہ شارح کے نزدیک حقیقۃً ہے۔ کلمہ اور اسم کا معنی۔ فعل کے معنی میں شارح کا مذہبِ مختار۔ ماتن کے نزدیک اصطلاحِ مناطقہ کا جواز۔ اہلِ عربیّت اور مناطقہ کے مابین اختلاف کی وجہ (لفظ اور معنی)۔ اسم کے خواص۔ معانی کے استقلال اور عدم استقلال کی بحث۔ اعتراضات وجوابات۔

اسم کا خاصہ محکوم علیہ ہونے پر جوابِ اعتراضات اور میر سید شریف کا رَد۔ عُنوان کا مفہوم۔ حاشیہ۔ علمائے لغت اور معنی وضعی۔ مفرد کی تقسیم باعتبارِ معنی۔ لفظ کے معانی (واحد یا کثیر) کے قسیم و متباین ہونے کا اعتراض اور جواب۔ ضمیر غائب میں موضوع لہ کا مشخص ہونا۔ اعتراض وجواب۔ اسمائے اشارات اور مضمرات کے دو لحاظ۔ متکثر المعنی میں وضع متعدد ہونا۔ اَسمائے اشارات ومضمرات میں وضع عام اور موضوع لہ خاص ہونا۔ وضع عام۔ چار احتمال۔ میر سیّد شریف اور علّامہ تفتازانی کا مسلک۔ لفظ کا کلی متواطی اور مشکِّکْ ہونا۔ ليس المراد بالتَّساوی۔ اعتراض وجواب۔ مناطقہ کا تفاوت کو چار میں حصر کرنا (اَوّلیت غیر اوّلیت، اَولویت غیر اَولویت، شدۃ ضعف، زیادۃ نقصان)۔ چاروں کی تعریف۔

ولا تشكيك فى الماهيات ولا فى العوارض بل فى اتصاف الافرادبها۔ جواہر (ماہیات) وعوارض میں تشکیک کا نہ ہونا۔ عوارض کے جواہر کے لیے پیدا ہونے والے ثبوت سے جو صیغہ مشتق پیدا ہوتا ہے

Marfat.com

اس کی تشکیک ہونا۔ امرِ خارج پر کلام۔ مشائیہ حضرات کا مذہب۔ مشائیہ کے مذہب پر اشراقیہ حضرات کے دو اعتراضات۔ جوابات اور شارح کا مؤقف۔ انتزاعیات کے منشاء سے مختلف ہوسکنے پر شارح کا مؤقف۔ شارح کے نزدیک ماہیات و عوارض میں تشکیک ہوتی ہے۔ دلائل۔ ولك ان لاتتوقف الدليل الخ۔ تشکیک فی الماہیت کے اثبات پر شارح کی ایک اور دلیل۔ ماتن کا افراد کے اشد اور اضعف ہونے کا معنی بیان کرنا۔ شارح کی مشائیہ پر تنقید۔

وإن كَثُرَ معناه۔ لفظ مفرد کے معنی کی بحث۔ لفظ کے وضع برائے معنی میں نقل کا دخل نہ ہونا۔ قیودات کے فوائد۔ منقول کے لیے لفظ کی وضع۔ ماتن کا کلام میں عرب میں مشترک کو واقع کہنا اور شارح کا لفظ مشترک پر کلام۔ مشترک کا ممکن، واقع بین الضدین ہونے کی بحث۔ الفاظ کا متناہی یا غیر متناہی ہونا۔ مراتب کی تناہی۔ معانی کے متناہی یا غیر متناہی ہونے کی بحث (دنیا میں اور آخرت میں)۔ لكن لاعمومَ فيه حقيقةً۔ ماتن کے ہاں مشترک میں عموم حقیقۃً نہیں۔ عموم کا مطلب۔ مشترک کے متعلق اختلاف کہ آیا اِس میں عموم ہے یا نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب۔ مرتجل کا ذکر۔ اعتراضات و جوابات۔ لفظِ منقول کی تعریف اور اقسام (شرعی، عُرفی عام، عرفی خاص)۔ اَعلام کے منقول یا مرتجل ہونے میں اختلاف۔ لفظ کا حقیقت اور مجاز ہونا۔ ماتن کے حاشیہ پر اعتراض اور شارح کا جواب۔ علمائے اصول اور اہلِ میزان کی اصطلاحات میں فرق۔ اختلافِ اصطلاح میں نکتہ۔

ولابد من علاقةٍ۔ معنی حقیقی و مجازی میں لازماً کوئی علاقہ ہونا۔ علاقہ تشبیہ (استعارہ اور مجاز مرسل)۔ مجاز مرسل کی 24 قسمیں۔ مجاز مرسل کی جزئیات اور انواع۔ تنقیح مناط کی بحث۔ علاقة الحقيقة التبادُرُ۔ قرینہ اور تبادر۔ مجاز کی علامت کا صراحۃً بیان۔ معنی کا قرینہ صارفہ کے بغیر ترک کیا جانا۔ علامتِ مجاز پر اعتراض و جواب۔ و استعمال اللفظ فی بعض المسمیٰ۔ مجاز کی دوسری علامت۔ لفظ کا معنی موضوع لہ کے بعض میں استعمال ہونا۔ اعتراض و جواب۔ النقل والمجاز اَولیٰ۔ نقل و مجاز و اشتراک میں مجاز کا اولیٰ ہونا۔ اسماء، افعال اور حروف میں مجاز کا مختلف ہونا۔ مجاز کا بالتبع ہونا۔ مبدا اور ہیئت کے لحاظ سے وقوع۔ حرف میں مجاز کی تبعیت (بواسطہ متعلّقات)۔ ردِّ ماتن از شارح۔ وتكثر اللفظ مع اتحاد المعنى۔ مرادفت کی تعریف۔ علّتِ مرادفت۔ ضرورت (فائدہ) مرادفت پر اعتراض و جواب۔ مترادفین میں سے ہر ایک کا قیام دوسرے کی جگہ پر ضروری نہ ہونا (خواہ وہ ایک ہی لغت سے ہوں)۔ ابنِ

Marfat.com

حاجب اور امام رازی کا نظریہ۔ شارح کا مذہب۔ مفرد اور مرکب میں ترادف ہونے کے اختلاف پر بحث۔ معنی کا اتحاد بالذّات اور بالاعتبار۔

والمرکبُ اِن صح السکوتُ علیہ۔ مرکّب کی بحث ازماتن۔ مرکبِ تام۔ خبر۔ قضیہ۔ واقع اور محکی عنہ۔ محکی عنہ سے نسبتِ خارجیہ کے اعتبار کا دھوکا۔ اجزا تحلیلہ کے حمل میں اتصاف انتزاعی۔ اجزائے خارجیہ۔ فأقول بتوفیق اللہ۔ محکی عنہ کے بارے تحقیق ازشارح۔ اوصافِ انتزاعیہ کی دو قسمیں۔ ذاتیات اور اوصافِ انتزعیہ میں فرق۔ محکی عنہ اور نسبت۔ وجودِ رابطی کے دو معنی۔ مناطقہ کا اتصافِ خارجی کو محکی عنہ کہنا۔ شارح کا مذہبِ مختار۔ ومن ثم یوصف الخبر الخ۔ صدق وکذبِ خبر (ازماتن)۔ اعتراض اور محقق دوانی وماتن کا جواب۔ ایقاع۔ حکایت اور محکی عنہ میں فرق۔ قولِ مفصّل یا قولِ مُجمل کی طرف اشارہ۔ شارح کے بھائی صاحب کا اعتراض اور جواب۔ حاشیہ ازماتن۔ ولا یرد ما اورد۔ قاضی مبارک کی تقریر کارَد (ازشارح)۔ قضیہ مُجمَلہ اور قضیہ مفصّلہ میں صدق وکذب کی بحث۔ شارح کی اپنے ذوق کے مطابق وضاحت۔ اعتراض اور جواب ازماتن۔ ماتن کے حاشیہ کا شارح کی طرف سے رد۔ تحقیق المقام۔ وہ قول جو نہ خبر ہے نہ انشا۔ والضابطۃ۔ و نظیر ذلک۔

۳۔ شرح تہذیب از مُلّا جلال وحاشیہ از میر زاہد:

علّامہ سعد الدّین مسعود تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ (ف:1390ء) کی "تہذیبُ المنطق والکلام" کی شرح کئی اکابر مناطقہ نے کی[1] جن میں سے ایک نہایت اہم شرح علّامہ جلال الدّین محمد دوانی رحمۃ اللہ علیہ (ف:1502ء) المعروف محقّق دوانی کی ہے[2]۔ اِس شرح تہذیب کو عرفِ عام میں محقّق دوانی کے اسمِ گرامی کی نسبت سے "مُلّا جلال" کہہ دیا جاتا ہے۔ اِس شرح پر میر محمد زاہد ہروی رحمۃ اللہ علیہ (ف:1690ء) نے حاشیہ لکھا ہے[3]۔ متن کے ساتھ شرح اور حاشیہ کے مل جانے سے گویا مُسلم علوم وفنون کے سنہرے دَور کے تین سو سالوں کا علمی خزانۂ معقولات ایک جِلد میں سمٹ آتا ہے۔

---

[1] تذکرۂ مصنّفین درسِ نظامی۔ اختر راہی۔ ناشر: مکتبہ رحمانیہ لاہور۔ 1978ء۔ ص105
[2] تذکرۂ مصنّفین درسِ نظامی۔ اختر راہی۔ ناشر: مکتبہ رحمانیہ لاہور۔ 1978ء۔ ص87
[3] تذکرۂ مصنّفین درسِ نظامی۔ اختر راہی۔ ناشر: مکتبہ رحمانیہ لاہور۔ 1978ء۔ ص237

Marfat.com

تہذیب کی مذکورہ شرح و حاشیہ کے درس حضرت صاحب علامہ محمد نور سلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ نے 24 اکتوبر سے 30 ستمبر 1963ء تک اُستاذُ العلما علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے لیے اور ان تقریرات کو دو مخطوطوں کی صورت میں 240 صفحات پر رقم فرمایا۔ ترتیب یہ ہے کہ پہلے ماتن و شارح کے کلام کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے اور پھر حاشیہ کی وضاحت کی گئی ہے جس میں عموماً ان امور کا بیان ہے جو متن کی شرح پر مستزاد ہیں۔ پھر منہیہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ اِس سے مُسلم فلاسفہ و مناطقہ کے فکری ارتقا کی خوب غمازی ہوتی ہے۔ تحریر کا اسلوب رواں مگر اصطلاحاتی و عالمانہ ہے۔ وضاحت کے لیے علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی دی گئی مثالیں بھی تحریر کی گئی ہیں۔

مخطوطۂ اوّل پر درج تقریرات کی تفصیلات حسب ذیل ہیں:

مُلّا جلال: تہذیب المنطق و الکلام توشیحہ بذکر المفضل المنعام۔ منطق، کلام اور تہذیب کا لغوی و اصطلاحاتی معنی اور ان میں احتمالات۔ تَوْشِیْحہٗ کا معنی اور احتمالات۔ اعتراض (دربارہ حملِ مصدر بر مصدر) اور جواب۔ بذکر کی ب میں دو احتمال۔ مفضل اور منعام (اَسمائے ذاتِ باری تعالیٰ) کی وضاحت۔ وتَرْشِیْحَہ بالصلوۃ والسلام علی صَفْوَۃِ الْاَنامِ وَآلِہٖ وصحبہ الغُرِّ الکِرام۔ ترشیح کے معنی اور دو احتمال۔ بالصلوۃ کی ب میں دو احتمال (ظرف یا خبر)۔ ترشیحہ کے عطف میں دو احتمال۔ صلوۃ اور سلام کے معانی۔ صفوۃ، انام اور آلہ کا معنی۔ صحابی کی تعریف۔ غر (جمع اَغر) اور کِرام (جمع کریم) کا مفہوم۔ مُلّا جلال کا صلوٰۃ اور سلام دونوں کو لا کر امر صریحی پر عمل کرنا۔ صلوٰۃ و سلام میں امرِ ترغیبی اور امرِ صریحی۔ وبَعد فَھٰذِہٖ عُجَالَۃٌ الی قول المصنف ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ بعد کی اضافت۔ ف اور ھذہ۔ عجالہ اور علالہ کی تفصیل۔ شارح کا مشہور حق باتوں کا ذکر نہ کر کے ان کی اتباع کرنا۔ زُبَد کی اضافت اور زُبُر (زبور کی جمع) کا بیان۔ عبداللہ یزدی شارحِ تہذیب کی توصیف۔ غَبِی اور غَوِی سے علم کو روکنے پر اعتراض اور جواب۔

قولہ الحمد ھو الوصفُ بالجمیلِ علی جھۃِ التعظیمِ و التَبْجِیلِ۔ تہذیب کی عبارت الحمد للہ الذی ھدانا۔ تصدیق کا تصور پر موقوف ہونا۔ ماتن کا مطول میں حمد کی تعریف "ثنا باللسان" کرنا اور شارح کے یوں نہ کہنے کا بیان۔ بالجمیل کی ب میں دو احتمال۔ جہت کے دو معنی۔ تعظیم اور تبجیل کا معنی۔ وصف کے ساتھ جمیل کی قید لگا کر "ذم" کو اور تعظیم و تبجیل کی قید لگا کر "استہزا" وغیرہ کو خارج کرنا۔ شارح کی تعریفِ حمد پر اعتراض اور والمراد سے شارح کا جواب۔ قیاس کی دو اقسام۔ صدرِ معاصر کے فرزند غیاث الحکما کے تین اعتراضات اور جوابات۔

Marfat.com

شارح (محقق دوانی) اور دیگر محققین کی تعریفِ حمد میں فرق۔ جمیل سے مراد جمیل اختیاری۔ علامہ تفتازانی اور زمخشری کے اقوال۔ والمدح۔ مدح کے معنی۔ حمد اور مدح کا فرق۔ مدح کا اختیاری وغیر اختیاری دونوں کو شامل ہونا۔ مدح کی تعریف میں تین مذاہب۔فتامّل۔ بالجمیل میں ب وصف کا صلہ جبکہ جمیل محمود بہ ہے۔ حاشیہ کشاف کی عبارت پر استدلال پر اعتراض اور جواب۔ مدح کے عام ہونے میں دلیل پر اعتراض اور جواب۔ مَدَحْتُ اللُّؤْلُوءَ عَلیٰ صَفَائِہَا کے موضوع ہونے کی دلیل۔ حمد اور مدح کی تقسیم میں اعتراض وجواب۔

میر زاہد: قولہ الحمد۔ الحمد کے صیغہ میں تین مذاہب (بحر العلوم، قاضی مبارک، میر زاہد) کا تفصیلی بیان۔ بحر العلوم اور قاضی مبارک میں پانچ فرق۔ میر زاہد اور دیگر کے مذاہب میں فرق۔ میر زاہد کے نزدیک مصدر کی چھ اقسام اور ان کی تعبیرات۔ مصدر حقیقی اور مصدر جعلی۔ اقسامِ مصادر کا مقولہ جات متباینہ سے ہونا۔ ماتن کا الحمد للہ کہنے پر شارح کی شرح پر اعتراض اور جواب۔ المراد۔ الحمد میں احتمالات۔ معنی مصدری کی تعبیر۔ حاشیہ میں تعبیراتِ فارسی کا بیان۔ مصدر کی بحث میں علمائے نحو اور مناطقہ کی جداگانہ طرز۔ اتحاد ذاتی اور تغایر اعتباری۔ لکن کی دو تقریریں۔ فان قیل۔ شارح کی تعریفِ حمد (وصف بالجمیل) پر سوال اور میر زاہد کے پانچ مفصل جوابات۔ فاضلِ خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولوی اعلم رحمۃ اللہ علیہ، مولوی کمال رحمۃ اللہ علیہ اور بحر العلوم کے ردّ جوابات اور جوابات۔ ثم المحمود الخ۔ حمد کی چار چیزیں (حامد، محمود، محمود بہ، محمود علیہ)۔ فتدبر۔ محمودبہ اور محمودعلیہ میں اتحادِ ذاتی اور تغایرِ اعتباری پر چار اعتراضات اور جوابات۔

منہیہ میر زاہد: یتحمل القدر المشترک۔ حمد مصدر قدر مشترک ہو تو اس میں چھ احتمال۔ قدرِ مشترک پر اعتراض کے دو جوابات۔ قیل المعنی المصدری۔ مقولہ جات کی حالت، جنس اور فصلیں۔ فالحمد۔ حاصل بالمصدر کی تعریف میں ایک مغالطہ اور اس کا حل۔ تفسیر للحاصل بالمصدر۔ ستائش سے تعبیر کرنے پر اعتراض وجواب۔ مصدر معلوم اور حاصل بالمصدر معلوم کی تعریفوں پر اکتفا کرنا۔ ولعلک۔ چھ قسمیں۔ خارجی اعتراضات کے جوابات۔ ھذا یشمل الاخبار۔ محمود علیہ اور محمود بہ میں اتحادِ ذاتی اور تغایرِ اعتباری کے حوالہ سے اعتراض اور جواب۔

میر زاہد: قولہ علی جھتہ التعظیم و التبجیل۔ فاضل یزدی اور میر زاہد کے معنی جہت میں فرق۔ تعظیم اور تبجیل۔ مدائح شعراء کے حمد ہونے پر اعتراض اور میر زاہد کا جواب۔ میر سیّد شریف سے بظاہر تعارض اور اس کا حل۔ حمد کی تعریف میں لفظ جمیل اور فعل اختیاری کی بحث۔ ھکذا حمل المصنف۔ جمیل کے اختیاری ہونے

Marfat.com

میں مُلّا جلال پر اعتراض اور میر زاہد کا جواب۔ قولہ والمدح الخ۔ الاحتمالات۔شارح کا محمود بہ، محمود علیہ، ممدوح بہ اور ممدوح علیہ میں کل تین احتمال بنانے پر اعتراض اور میر زاہد کا جواب۔ احتمالِ عقلی کے تیس یا پینتالیس ہونے کی تفصیل۔ لا اختیاریاً میں تین مذاہب اور شارح کا مذہبِ مختار۔ وتوجیھہ۔میر زاہد کا جوابِ اعتراض۔ ممدوح علیہ اور ممدوح بہ بننے کے متعلق میر زاہد کا کلیہ اور تین اعتراضات کے جوابات۔ توجیھہ پر میر زاہد کا منہیہ۔

مُلّا جلال: قولہ الذی ھدٰنا۔ترکیب۔ہدایت کے معنی میں دو مذاہب (مذہبِ معتزلہ واہلسنّت)۔ہدایت کے پہلے معنی اراءۃ الطریق پر اعتراض وجوابِ شارح۔ راءۃِ ظاہری اور راءۃِ حقیقی۔ محاکمہ اور شارح کی طرف سے رَد۔ہدایت کے مختلف مفاہیم آیاتِ قرآنی کی روشنی میں۔

میر زاہد: قولہ قیل الھدایۃ۔مُلّا جلال کے بیان کردہ ہدایت کے معانی میں دو مذاہب (اراءۃُ الطّریق، دلالتِ موصِلہ) کا مصداق کے اعتبار سے فرق۔ مصداق کا مفہوم۔ تحقیق کے لحاظ سے پہلی دلالت یعنی اراءۃ الطریق کا دوسری دلالت یعنی دلالتِ موصلہ سے عام ہونا۔اِس پر چھ اعتراضات اور جوابات۔دوسرا فرق (بلحاظِ وصول وایصال)۔اعتراض و جواب۔ لازم کی دو قسمیں۔تیسرا فرق (بلحاظِ مومن وکافر)۔ ایصال سے مراد (بالفعل، بالقوہ، عام)۔آیتِ قرآنی "واما ثمود فھدینا ھم" کی روشنی میں مفہوم۔

منہیہ میر زاہد: فما قال بعضُ المشاہیرِ۔ عمیٰ کا معنی عدم رویت اور ھدیٰ کا معنی رویت کرنے کے بجائے شرح مقاصد کے مطابق عمی کا معنی فقدانِ طریق اور ھدیٰ کا معنی وجدانِ طریق۔ ہدایت اور ھدیٰ کے معنی میں فرق۔ موردِ نقض۔

میر زاہد: واحتمال التجوُز الخ۔معنی اوّل کی ترجیح میں دلائل۔ ومن المعلوم الخ۔دوسرے معنی کا منقول بھی نہ ہو سکنا۔ معتزلہ کا اختراعی معنی۔شرح مقاصد اور حاشیہ کشاف کی رو سے معنیٔ ہدایت۔ خارجی اعتراض اور جواب۔

منہیہ میر زاہد: وھوکون اللفظ۔مشترک لفظی کی تعریف۔ مشترک معنوی کی وضاحت۔

میر زاھد: اراءۃ کی نفی پر مُلّا جلال کا حاشیہ اور اس پر فاضل یزدی کے تین اعتراضات اور میر زاہد کے جوابات۔ پہلا اعتراض کہ ہدایت کا معنی تمکّن تو مجاز ہے۔دوسرا اعتراض کہ مُلّا جلال تو خود معنی مجاز کو رَد کرتے ہیں۔ تیسرا اعتراض کہ آپ کا عدم التمکن علی الھدایت عام ہے تو تخصیص کی کیا وجہ ہے۔جوابات۔ اللہ تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ کے حوالہ سے ہدایت اور اِضلال کا مفہوم۔ قیاس اور مشابہت کے حوالہ سے اعتراض اور جواب۔حاشیہ کشاف کی عبارت سے دونوں معانی کے

Marfat.com

صحیح ہونے کا رَد۔ آیت "انک لاتھدی" کی وضاحت میں مطلق الشی اور الشی المطلق کا بیان۔ مطلق الہدایت اور ہدایت المطلق۔

منہیہ میر زاہد: ان اطلاق الانسان الخ پر منہیہ اور تین باتوں کا بیان۔

میر زاہد: ہدایت متعدی بنفسہا ہو تو اس کے معنی ایصال الی المطلوب ہونے پر اعتراض اور جواب۔ ہدایت کے دو معنوں میں ایک حقیقی اور دوسرا مجازی ہونے پر اعتراضات اور جوابات۔ تقیید کی دو قسمیں۔ حرفِ قید۔

مُلّا جلال: والصلوۃ علی من ارسلہ ھدیً الخ۔صلوٰۃ، ارسل اور ھدیً کے معنی کی تفصیل کے بعد ترکیب کی بحث۔ ھدیً میں دو ترکیبیں۔ قولہ ھو بالا قتداء مصدر الخ۔ اقتداء کی بحث۔ قولہ نوراً۔ الاِھتداء میں اعتراض اور جواب۔ قولہ و علی الہ الخ پر کلام۔

میر زاہد: مُلّا جلال کے جواب کے ظہور کی وجہ۔ مجاز کی اقسام۔ دلیل اور تائید۔ ھدیً کا حاصل بالمصدر یا مصدر ہونے اور اس کے حمل کی بحث۔ حاصل بالمصدر کا اسم کہنے کی وجہ۔ بحر العلوم کا اعتراض اور جواب۔

منہیہ میر زاہد: مشتق کا اطلاق کسی ذات پر کہ جس نے زمانۂ استقبال میں مبداء اشتقاق ہونا ہے، نیز باقی زمانوں میں حال۔ مذکورہ اطلاق کا بالاتفاق مجاز کہنے پر اعتراض اور اس کا جواب۔ عقدِ وضعی اور عقدِ حملی۔ فارابی اور شیخ کا اختلاف۔

میر زاہد: اقتدا کی ترکیب میں مُلّا جلال پر اعتراض اور میر زاہد کے دو جواب۔ مصدر کو غائب کے بجائے متکلم کرنے پر میر زاہد پر اعتراض اور اس کے جواب۔ مولوی بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ کے تین اعتراضات۔

منہیہ میر زاہد: اعتراض کہ جب متن اور شرح میں دو نسخے ہیں تو میر زاہد نے ایک کو کیوں اختیار کیا؟۔ جواب۔

میر زاہد: مُلّا جلال کے نزدیک بہ کا یلیق سے تعلق صحیح نہ ہونے کی وجہ۔ بَلَغُوْا اَقْصَاہُ کے ذکر کی علّتِ باعثہ۔ جمع مضاف اور شارح کا بیان۔ ظرف مستقر کے احتمال کو ذکر نہ کرنے کی وجہ۔ ثم التَلَبُّسُ الخ میں اعتراض پر فاضل یزدی کا جواب اور میر زاہد کا رَدّ جواب اور جواب۔ ظرف مستقر کے متعلّق افعالِ عامہ ہونے میں دو مذاہب۔

مُلّا جلال: وبعد کا مفہوم۔ ھٰذا کہنے پر اعتراض اور جواب۔ خُطبہ کی دو قسمیں (اِبتدائیہ، الحاقیہ)۔ کتاب کیا ہے؟ (الفاظ، معنی، دونوں کا مجموعہ یا نقوش)۔ محسوس مبصر۔ کتاب میں سات احتمال۔ نقوشِ جُزئی اور نقوشِ کُلّی۔ اسمائے کتب کیا ہیں؟۔ اَعلام اجناس، اَعلام اشخاص یا اسمائے اجناس۔ مُلّا جلال کا مذہبِ مختار اور ایک اعتراض کا جواب۔

Marfat.com

میرزاہد: ھذا سے اشارہ کس طرف؟۔ متعدد من حیث المتعدد یا متعدد من حیث الوحدت۔اشارہ کتاب کی طرف یا کتاب کے خارج کی طرف؟۔ علم کی چار قسمیں (علم بالکنہ، علم بکنہہ، علم بالوجہ، علم بوجہہ)۔ وجہ (ذاتی، عرضی یا ہر دو)۔ حضور کے دو معنی (حصول، التفات)۔ اعتراض کا تفصیلی جواب۔ اِشارہ عقلیہ کا اثبات۔ اشارہ حسّیہ کا رَد۔ الفاظ کی وضع کن معانی کے لیے (معانی خارجیہ یا معانی ذہنیہ)۔

منہیہ میرزاہد: اشارہ حسیہ کا تیسرا معنی بیان نہ کرنے کی وجہ۔ صورِ ذہنیہ کو موضوع لہا کہنے کا قول۔ الفاظ کے موضوع لہا کون کون سے مذاہب ہیں (صورِ ذہنیہ، اعیانِ خارجیہ، معانی من حیث ھی ھی)۔ معلوم بالذات اور معلوم بالعرض۔

میرزاہد: مُلّا جلال کا ھذا سے اشارہ محسوس مبصر کی طرف نہ لینے پر لوگوں کا اعتراض اور میرزاہد کا جواب۔ عدم سابق اور عدم لاحق۔ غیوبتِ زمانی و مکانی اور عدمِ محض۔ ھٰذا کے اشارہ کے متعلق مُلّا جلال اور میرزاہد کے جواب میں فرق۔ دال و مدلول اور ذکر و کنایہ۔ اَسمائے کتب اور قصدِ مصنّفین۔ اُن چند کتب کا معاملہ جن میں نقوش ہی قصد ہوں۔ مُلّا جلال کے قول کہ ھٰذا سے اشارہ نقوش کو نہیں ہو سکتا پر اعتراض اور میرزاہد کا جواب۔ غایت تہذیب الکلام کی بحث۔ مجازِ عقلی اور مجازِ لغوی۔ (منہیہ میرزاہد میں دو مجازوں میں استلزام پر اعتراض کا جواب)۔ نقوشِ کُلّی اور نقوشِ جُزئی۔ کُلّی منطقی اور کُلّی طبعی۔ مُلّا جلال کے قول کہ نقوش کُلّی خارج میں نہیں پر اعتراض اور میرزاہد کا جواب۔ اتحاد فی الوجود کا صحیح مطلب۔ مُلّا جلال کا اسمائے کتب کو اعلام اجناس کہنے پر لوگوں کا اعتراض اور میرزاہد کی جوابی دلیل۔ تعین کی دو قسمیں (شخصی اور غیر شخصی)۔ اعلامِ اجناس اور اسماءِ اجناس میں فرق۔ کتاب کے نسخوں میں تعارض اور اس کا حل۔ الف لام داخل ہونے کی بحث۔

مُلّا جلال: قولہ العلم الخ۔ قولہ لم نقل۔ قولہ وھو مطلق الصورۃ الخ۔ قولہ سواءٌ کانت۔ قولہ سواءٌ کانت عینَ المدرک الخ۔ قولہ و قد یُخصَّ۔

مُلّا جلال میرزاہد کی تقریرات پر حضرت صاحب کے تحریر فرمودہ دوسرے مخطوطہ کی تفصیلات حسب ذیل ہیں:

مُلّا جلال: ھٰذا غایت تہذیب الکلام میں اشارہ پر اعتراض اور مُلّا جلال کے دو جواب۔ حذف کے قول پر بحث۔ تحریر کا لغوی اور اصطلاحی معنی۔ حشوٌ اور تطویل۔ ظرف کے بجائے مصدر تحریر پر فی داخل کرنے کی توجیہہ۔ وتقریبُ المرامِ میں تقریب کے عطف میں دو احتمال۔ من تقریر میں من میں دو احتمال۔ عقائد الاسلام

Marfat.com

میں مضاف و مضاف علیہ کی مغایرت کے حوالہ سے اعتراض و جواب۔ تصدیق، اسلام اور ایمان کا معنی۔ جعلته تبصرة میں متن پر اعتراض اور جواب۔ الإفہام میں اشکال اور اس کا حل۔

میر زاہد: قولہ والثانی کما تری الخ۔ کتاب کی تعریف اور کتاب کی تصنیف کی تعریف میں صحیح و باطل۔ مصدر کا غیر مصدر پر حمل۔ مجاز بالحذف کی صورت میں دو تقریریں۔ مجاز فی الطرف۔ مجاز فی النسبۃ کا اولیٰ ہونا۔ بحر العلوم کا اعتراض اور میر زاہد کا دو وجہ سے جواب۔ واَما تَجویزان یکونَ الخ۔ ھٰذا سے تصنیف کی طرف اشارہ ہونے یا نہ ہونے پر بحث۔ قولہ و الظرفیۃ تجوزیتہ الخ۔ شمولِ عمومی کو شمولِ ظرفی سے تشبیہ دینے میں وجہ شبہ پر مُلّا جلال کا کلام اور میر زاہد کی طرف سے ظرف اور عموم پر اضافی بحث۔ قولہ ھذا مقرَّب الخ۔ مُلّا جلال پر چند اعتراضات اور میر زاہد کے جوابات۔ تقریب المرام کا عطف تحریر پر۔ تقریب المرام کا عطف تہذیب پر اور چار صورتوں کا بیان۔ تہذیب میں دو احتمال تھے تو تقریب میں ایک صورت کیوں؟۔ تقریب کے لغوی و اصطلاحی معنی۔ جب تقریب کا عطف تحریر پر ہو تو اصطلاحی کے بجائے لغوی معنی نہ لینے کی وجہ۔ پہلی ترکیب کے مختار ہونے کی وجہ۔ ایک خارجی اعتراض۔ اس امر کی وجہ کہ من تقریر عقائد الاسلام کا تعلق تقریب سے ہونا بعید ہے۔ مغائرت۔ مجاز بالحذف کا عطف۔ قولہ بمعنی اسم الفاعل۔ مجازِ عقلی کا مجازِ لغوی سے ابلغ ہونے کے باوجود مُلّا جلال کا مجازِ لغوی (تبصرہ بمعنی اسم فاعل) کو ترجیہہ دینے پر اعتراض اور میر زاہد کا جواب۔ مجازِ عقلی کے دو مانع۔ خارجی اعتراض و جواب۔

منہیہ میر زاہد: حاشیہ پر اعتراض کہ اتحاد اِدّعائی ہو سکتا ہے لہٰذا مجازِ عقلی صحیح ہے۔ منہیہ میں جواب۔

میر زاہد: قولہ تفہیم الغیر الخ۔ تفہیم کا فاعل اور مفعول۔

ملا جلال: سیّما کا معنی۔ و تحقیقہ الخ۔ استثنا اور نفی و اثبات پر اعتراض اور مُلّا جلال کا جواب۔ لاسیّما کے بعد کے متعلق کلام۔ القسم الاول فی المنطق۔ منطق پر فی کے داخل ہونے پر اعتراض اور جواب۔ ظرفیتِ حقیقی و مجازی۔ منطق کے عموم کی دو تقریریں۔

میر زاہد: لاسیّما کا معنی لامثل بتانے پر اعتراض اور جواب۔ سیما کے ساتھ لا حذف کرنے پر میر زاہد کا ماتن و شارح پر اعتراض۔ لاسیما کی ترکیب۔ اِس امر کا رَد کہ مُلّا جلال کی مُراد حرفِ استثنا ہے۔

Marfat.com

منہیہ میر زاہد: مستثنیٰ کے متعلق تحقیق مقام (تین مذاہب)۔ احناف کے دو اقوال پر وارد اعتراضات کے جواب۔
مرکبات تامہ خبری کے موضوع لہا میں احناف و شوافع کے مابین نزاع۔ اِس امر کی وجہ کہ احناف اثبات سے تو نفی کا قول کرتے ہیں مگر نفی سے اثبات کا قول نہیں کرتے۔
میر زاہد: مطلق الشیی اور المطلق الشیی پر وارد ہونے والے پانچ اعتراضات اور ان کے جوابات۔

۴۔ رسالہ قطبیہ میر زاہد غلام یحیٰ:

علم منطق میں تصوّر و تصدیق کی بحث پر علّامہ قُطبُ الدّین محمد رازی رحمۃ اللہ علیہ (ف:1364ء) نے رسالہ قطبیہ کے نام سے ایک جامع کتاب لکھی[1]، جس پر شرح و حاشیہ میر محمد زاہد ہروی رحمۃ اللہ علیہ (ف:1690ء)[2] اور علّامہ غلام یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ (ف: ء) نے تحریر کیا۔ حضرت صاحب علّامہ محمد نور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ نے 15 تا 30 جنوری 1964ء کو اِس کے درس لیے اور 124 صفحات پر رقم فرمائے۔ یہ اَمر نہایت حیران کُن ہے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زمانۂ طالبعلمی کے صرف 15 دنوں میں منطق کی یہ پیچیدہ و ژولیدہ ابحاث نہ صرف اپنے اُستاذِ مکرّم سے سمجھیں بلکہ انہیں 124 طویل صفحات کی زینت بھی بنایا۔ یہ بات زمانۂ طالبعلمی میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محنتِ شاقہ اور غیر معمولی ذہانت و فطانت کی دلیل ہے۔ یہ تقریرات ایک مخطوطہ میں محفوظ ہیں جس کے سرورق پر درج تحریر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اُستاذِ مکرّم کی علمی وجاہت اور اپنی عاجزی کا اظہار اِن الفاظ میں کیا ہے:

> "ارشاداتِ عالیہ حضرت اُستاذُ العلماء والفضلا شیخ التفسیر والحدیث جامع المعقول والمنقول مولانا الحاج الحافظ عطا محمد صاحب مدظلہ العالی و دامت برکاتہم العالیہ کہ در تقریر رسالہ قطبیہ میر زاہد غلام یحیٰ بیان فرمودہ وایں فقیر بقدرِ ہمّت خود تحریر نمودہ، زیرانکہ تقریراتِ حضرت مثل بحر لا ساحل لہٗ بود۔"

مخطوطہ میں ترتیب یہ ہے کہ پہلے ہر موضوع پر رسالہ قطبیہ کی ابحاث اور ان کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ پھر میر زاہد ہروی کی شروحات اور ابحاث بشمول منہیہ پیش کی گئی ہیں اور اس کے بعد غلام یحیٰ کی تحریر کا مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ غلام یحیٰ کی تقاریر میں اُن کے اُستاد باب اللہ اور آگے اُن کے اُستاد حمدُ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات بھی پیش کی گئی ہیں۔ نیز جہاں کہیں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاد علّامہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا قدماء سے علمی اختلاف ہے اسے بھی تحریر کیا گیا۔

---

[1] تذکرۂ مصنّفین درسِ نظامی۔ اختر راہی۔ ناشر: مکتبہ رحمانیہ لاہور۔ 1978ء۔ ص 207

[2] تذکرۂ مصنّفین درسِ نظامی۔ اختر راہی۔ ناشر: مکتبہ رحمانیہ لاہور۔ 1978ء۔ ص 237

Marfat.com

اِس مخطوطہ کے موضوعات کی فہرست حسب ذیل ہے:

رسالہ قطبیہ: تصوّر اور تصدیق کے مقسم میں مختلف مذاہب (جمہور، محقق دوانی، میر باقر داماد) اور ماتن کا مذہبِ مختار۔ غلام یحییٰ اور میر زاہد کے نزدیک عبارت کا مفہوم۔ منفی کی تین مثالیں کہ جن علوم میں معلوم کا محض عالم کے سامنے حضور کافی ہوتا ہے۔ مطلق علم کی بجائے علم حصولی حادث کو مُقسم اختیار کرنے کی وجہ۔ علم متجدّد کی وضاحت۔ اشیائے غائبہ۔ تین عقلی احتمال۔ غیر متناہی بالفعل میں ترتیب۔ عدد اقل اور عدد اکثر۔ علم تحصیل ہے، ازالہ نہیں۔ ہر معلوم سے مختلف اشیا کا حصول۔ حصول صورۃ الشی اور امر حاصل۔ امر حاصل کی معلوم اور نفس الامر سے مطابقت۔

میر زاہد: خطبہ۔ تصدیقاتِ صادقہ کا بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کی طرف متوجہ ہونا اقتضاءِ ذاتی ہے۔ آپ ﷺ علوم کے نہیں بلکہ علوم آپ ﷺ کے محتاج ہیں کہ آپ ﷺ کی روحِ مبارک مرکزِ معقولات ہے۔ روح اور نفس میں فرق۔ فن کی تعریف اور شرح کی وجہ۔ العلم المتجدد سے مراد کون سا علم ہے؟۔ علمِ حصولی اور علمِ حادث۔ علمِ حضوری۔ ماتن کا لا یکون فیہ الحضور کی بجائے لایکفی فیہ مجرّدُ الحضور کہہ کر صاحبِ اشراق کا رَد کرنا۔ صاحبِ رسالہ کے نزدیک مقسم علم حصولی حادث ہونے کی وجہ۔ علم متجدد سے مراد علم حصولی۔ علم حصولی کے دو معنی (صورتِ حاصلہ، حصول الصورۃ)۔ علمِ حصولی کے معنی میں میر زاہد کی طرف سے میر باقر داماد اور علّامہ شیرازی کا رَد۔ علمِ حادث کو مقسم نہ بنانے اور علمِ متجدد لایکفی فیہ الحضور کو مقسم بنانے کی وجہ۔

منہیہ میر زاہد: اِس اعتراض کا جواب کہ میر زاہد نے ماتن کی عبارت کا مطلب علمِ حادث کی بجائے علمِ حصولی حادث کیوں بتایا۔ معنوی وجہ اور لفظی دلیل۔ علّامہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے میر زاہد رحمۃ اللہ علیہ سے سرزَد ہونے والی ایک غلطی کی طرف اشارہ۔ مبصِّر کے حضور کے حوالہ سے میر زاہد پر اعتراض اور جواب۔ اعتراض کہ اگر حضور میں تعمیم ہے تو غیوبت میں بھی تعمیم ہونی چاہیے اور اس کا جواب۔ علمِ حصولی کے دو معنوں (صورتِ حاصلہ، حصولِ صورت) کے نام علم بالمعنی المصدری اور علم بمعنی مابہ الانکشاف۔ موضع تقرّر میں کیا کچھ متقرر ہے۔ حصہ اور نوع۔ وجودِ ذہنی اور وجودِ خارجی میں اتحاد۔

غلام یحییٰ: میر زاہد نے علم کا مطلب بیان کرتے ہوئے جس بُعدیّت کا ذکر کیا وہ بُعدیّتِ ذاتی ہے یا بُعدیّتِ زمانی؟۔ غلام یحییٰ کے مختار (بُعدیّتِ زمانی) پر دلائل۔ بُعدیّتِ ذاتی کا قول کرنے والوں کا رَد۔ بُعدیّتِ زمانی کی دو تعریفیں۔ علمِ متجدّد سے مراد۔ علم اور معلوم میں اجتماع۔ بُعدیّتِ ذاتی کی تعریف و دلیل

Marfat.com

کا تین طرح سے رَد۔ بُعدیّتِ زمانی پر اعتراضات اور ان کا رَد۔ مساوات کی تین قسمیں۔ غلام یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے اُستاد کے جواب میں فرق۔ حصولی کو حادث سے مقید کرنے پر اعتراض اور جواب۔ عقل کی تعریف جوہرِ مجرد متعلق بالبدن۔ جمہور کا تصوّر و تصدیق کے حصولی حادث سے اختصاص پر اجماع۔ میر زاہد کے نزدیک مقسم حصولی حادث ہونا۔ عام و خاص میں شے کے انحصار کے ضمن میں مولانا عبد الحکیم رحمۃ اللہ علیہ کا اعتراض اور فاضلِ خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب۔ صورتِ علمیہ سے مراد۔ دو جواب اور ان کا رَد۔ علمِ متجدد کے حادث ہونے کا رَد۔ مساوات کا مطلب صفت کی طرف سے صدقِ کُلی ہے۔ نفی کا قید اور مقید کی طرف راجع ہونا۔ حضور سے مراد۔ حضور میں تعمیم۔ غیبت میں تعمیم پر اعتراض۔ میر زاہد کے ابصار کو علم کہنے پر اعتراض اور جواب۔ مبصر کا علمِ حضوری ہونا اور اس کے حاسہ اور مدرک کے سامنے حاضر ہونے کی بحث۔ اکتساب کا مفہوم۔ علم حصولی حادث ہونے کے حوالے سے ایک دلیل۔ بداہت و نظریت۔ تقابل کی چار قسمیں (تضایف، ایجاب و سلب، تضاد، عدم و الملکہ)۔ محل کی قسمیں (شخصی، نوعی، جنسی)۔ مقسم کے حصولی حادث ہونے پر اعتراض۔ قولِ منع۔ نظری کا عدمی ہو سکنا۔ علم کے مقسم میں اختلاف کا اِس اتفاق پر مبنی ہونا کہ مقسم وہ ہے جو حقیقۃً علم ہے۔ میر باقر اور علّامہ شیرازی کے نزدیک علم کا حقیقی معنی۔ حصولِ صورت، صورتِ حاصلہ، مابہ الانکشاف۔ کیا منہیہ کی عبارت قلمِ ناسخ کا سہو ہے؟۔ حصول حاصل ہونے سے قبل بھی منتزع ہو سکنا۔ اِس امر سے کہ مقسم حصولی صورۃ نہیں ہو سکتا، میر باقر داماد اور علّامہ کے مذہب کا رَد۔ حصولِ صورت کے وجودِ ذہنی ہونے سے تصور و تصدیق کا متحد بالنوع ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اتحاد بالنوع۔ حصص کا مختلفۃ الحقائق نہ ہونا وغیرہ۔ غلام یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاد باب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام کہ حصص کے متعلق مناطقہ کے مختلف اقوال ہیں۔ بابُ اللہ کے اُستاد حمد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی حصہ کی تفسیر۔ تقیید کو جزوِ ذہنی کہنا صحیح نہیں۔ تقیید کا حصہ کے لیے جزو ہونا باطل ہے۔ تقیید کا حصہ میں اعتبار ہی نہیں۔ تقیید حصہ کے واسطے عرضی ہے۔ کسی شے کا عنوان میں داخل مگر معنون سے خارج ہونا۔ عنوانی و تعبیری فرق پر بابُ اللہ کا کلام اور غلام یحیٰ کی وضاحت۔ حمل اور نوعیت۔ جزوِ خارجی اور جزوِ ذہنی کے اتحاد پر کلام۔ شخص اور حصہ کا باہم قسیم ہونا۔ بابُ اللہ پر اعتراضات اور غلام یحییٰ کے جوابات۔ تشخص و شخص۔ قید عنوان سے نہیں معنون سے خارج ہے۔ تقیید حصّہ کے عنوان میں داخل ہوتی ہے، مُعْنُوَنْ میں نہیں۔ باب اللہ صاحب کے مطابق نسبت کا قضیہ کے مفہوم میں داخل ہونا۔ حصہ اور شخص میں عنوانی (تعبیری) فرق۔ افرادِ حصصیہ کو اعتباری کہنے اور افرادِ شخصیہ کو اعتباری نہ کہنے کی وجہ۔ باب اللہ کا شخص کے افراد کو موجوداتِ خارجیہ

Marfat.com

اور حصہ کے افراد کو امورِ ذہنیہ کہنے کی وجہ۔ افراد پروجود کے حمل کے ضمن میں میر زاہد کے کلام میں پیچیدگی اور اس کا حل مِن جانب مولوی باب اللہ، قاضی مبارک، احمد علی سندیلی اور مُلّا حسن؛ جبکہ ان پر غلام یحییٰ کی تقاریر۔ میر زاہد کے کلام (کہ مختلف لوازم تو وجود بمعنی مابہ الوجودیت کے ہیں نہ کہ وجودِ مصدری کے) پر اعتراض اور اس کا جواب، نیز دوسرے جوابات کا رَد۔

میر زاہد: علمِ باری پر کلام۔ علمِ حضوری۔ علم اور معلوم۔ علم کے تین معانی۔ خُداوندِ تعالیٰ میں علم کے معنی۔ تَمَایُزْ۔ منیہہ میر زاہد: باری تعالیٰ کے علمِ ممکنات کی بحث۔ زمانہ اور زمانیات کی رو سے حکما کے دو گروہ۔ علمِ حضوری کے معلوم کا عین ہونے پر اعتراض اور جواب۔ تغایر۔ علمِ حقیقی اور علمِ اجمالی۔ ذاتِ باری کے علم کو اجمالی کہنے پر اعتراض اور جواب۔ اجمالی کے مختلف معانی۔ اجمالی اور تفضیلی علمِ باری۔ فارابی کی عبارت پر اعتراض اور جواب۔ علمِ اجمالی ذات کا عین اور علمِ تفصیلی موجودات کا عین۔ موجودات کے چار درجے۔

غلام یحییٰ: ذاتِ باری کا علمِ حضوری ماننے سے تین خرابیوں کا لازم آنا۔ مطلق علم کے تین معانی اور علمِ باری۔ ذاتِ باری کا علمِ کلیات۔ علمِ ممکنات میں تین معانی کی بحث۔ معنی ثالث علم حضوری میں معلوم کا عین اور حصول میں غیر۔ صورتِ علمیہ سے متعلق کلام۔ معدومات کا علم۔ اُس علم کی بحث جو ذاتِ باری کا عین ہے۔ علم و معلوم میں ارتباط۔ قولِ فارابی سے مراد علمِ تفصیل۔ کُل کا مفہوم۔ علمِ باری میں مختلف مذاہب۔

میر زاہد: علم المجردات۔ مجردات کا علمِ حضوری۔ دلائل۔

غلام یحییٰ: امور میں اعدام کے لحاظ سے ترتیب۔ ثبوتِ ترتیب۔ ترجیح بلا مرجّح۔ مرجّح عقل اور مرجّح نفس الامری و واقعی۔ قاضی احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے رَد۔ عدد وحدات سے مرکب ہیں یا اعداد سے۔

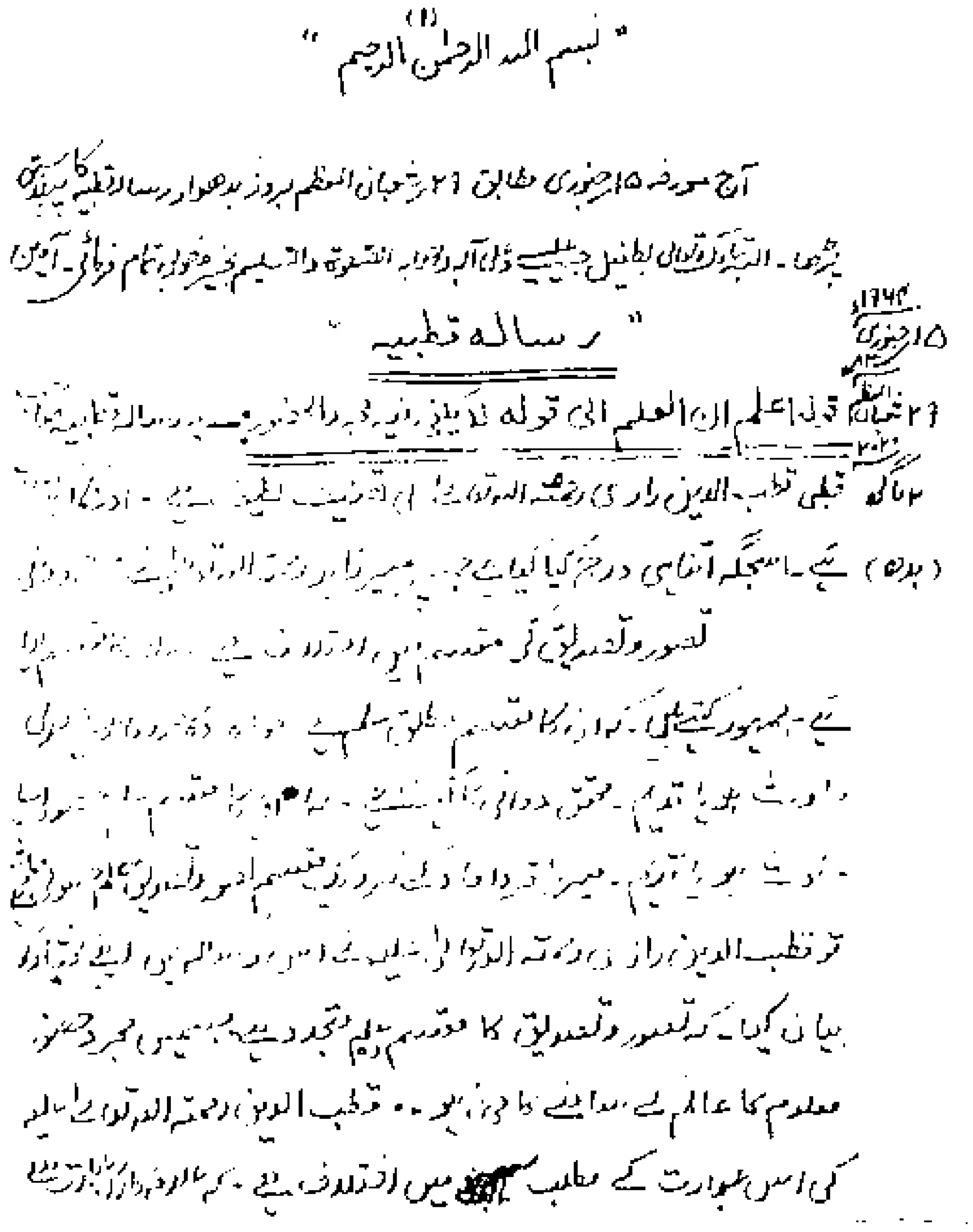
"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

"رسالہ قطبیہ"

تقریرات رسالہ قطبیہ از قلم حضرت صاحب۔ صفحہ اول

Marfat.com

۵۔ المیبذی (شرح ہدایتُ الحکمت):

علامہ اثیر الدّین ابہری رحمۃ اللہ علیہ (ف: 1263ء) کی حکمت و فلسفہ پر بلند پایہ تصنیف ہدایۃ الحکمت تین حصوں میں منقسم ہے؛ منطق، طبعیات اور الٰہیات[1]۔ اِس کتاب کی کئی شروح لکھی گئیں۔ تاہم علامہ میر حُسین مَیبذی یزدی رحمۃ اللہ علیہ (ف: 1685ء) کی شرحِ ہدایتُ الحکمت کو خاص مقبولیت نصیب ہوئی اور اِس پر متعدّد علمانے حواشی تحریر کیے[2]۔ یہ شرح اپنے شارح کے نام کی نسبت سے المَیبذی مشہور ہوئی اور اِسے درسِ نظامی کی متداولہ کتب میں شامل کیا گیا۔

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ نے مَیبذی کے درس اُستاذُ الاساتذہ علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے آغازِ مارچ تا نصفِ مئی 1964ء میں لیے اور ان ادق ابحاث و تقریرات کو تحریر کر کے محفوظ کیا۔ راقمُ الحروف کو یہ مخطوط حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلمی تبرکات یا کُتب خانہ میں نہیں ملا تھا اور نہ ہی اِس تحریر کے بارے کچھ علم تھا تاوقتیکہ 2012ء میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک رفیقِ دیرینہ اور ہمدرس الحاج علّامہ محمد نذیر احمد مہروی حفظہ اللہ (مہتمم دارالعلوم غوثیہ مہریہ، ملتان) نے انکشاف کیا کہ حضرت صاحب کے ہاتھ کی لکھی تقاریرِ مَیبذی کی فوٹو کاپی ان کے پاس محفوظ ہے۔ پس مخطوط کی یہ فوٹو کاپی جو بعنایتِ علّامہ محمد نذیر احمد مہروی حفظہ اللہ دریافت ہوئی، 83 بڑے صفحات پر مشتمل ہے۔ تاہم چونکہ اس کے آخری صفحہ کی عبارت جاری اور نامکمل ہے، اِس لیے ظاہر ہوتا ہے کہ اِس تحریر کے مزید صفحات بھی ہوں گے جو ہمیں دستیاب نہیں۔

تحریر کا اسلوب نہایت عالمانہ ہے۔ لہٰذا متعلقہ فن کے طلبہ و علما ہی اِس سے کماحقّہ استفادہ کر سکتے ہیں۔ مختلف مقامات پر مشائیین، متکلمین اور اشراقیہ کا نقطۂ نظر علیٰحدہ علیٰحدہ بیان کیا گیا ہے۔ نیز جہاں کہیں ماتن اور شارح کے جُداگانہ موٗقف ہیں وہاں ان کی وضاحت کی گئی ہے۔ اِسی طرح علّامہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذاتی محققانہ نقطۂ نظر بھی درج کیا گیا ہے اور کہیں کہیں استاذُ الاساتذہ کے نہایت بے تکلّف جملے بھی من و عن نقل کر دیے گئے ہیں۔

---

[1] تذکرۂ مصنّفین درسِ نظامی۔ اختر راہی۔ ناشر: مکتبہ رحمانیہ لاہور۔ 1978ء۔ ص 41

[2] تذکرۂ مصنّفین درسِ نظامی۔ اختر راہی۔ ناشر: مکتبہ رحمانیہ لاہور۔ 1978ء۔ ص 94

Marfat.com

مخطوط کے موضوعات کی فہرست حسبِ ذیل ہے:

قولہ الهداية امر من لَّدَيه وكل شيئ يعودُ اليه۔ آغاز میں چار اعتراضات اور ان کے جوابات۔ قولہ لہ الحمدُ على ما اَنْعم علينا سَوابِقَ النِعَمِ وَ لَوَاحِقِهَا۔ تکرارِ حمد کی وجہ۔ خبر مقدّم اور مبتدا مؤخّر ہونے کی وجہ۔ حصر اور کلماتِ انحصار۔ الحمد میں الف لام کے متعلق علّامہ تفتازانی اور صاحبِ کشاف کی رائے۔ ما کے متعلّق دو احتمال (موصولہ یا مصدریہ)۔ نعمتوں کے سابق ولاحق ہونے سے مراد۔ قولہ وَ اَلهم الينا حقائِقَ الْحِكَمِ وَ دَقَائِقِهَا۔ الہام، حقائق، حِکَم اور دقائق کے معانی۔ قولہ والصلوٰة علىٰ جميع الانبياء الیٰ قولہ محدّد جهات العدالة۔ حمد اور دُعا۔ رسالت اور نبوّت۔ رسول کی تعریفِ شرعی۔ توصیفِ رسالت مآب میں الفاظ محدد اور جہات کے استعمال کی وجہ۔ عدالة کا معنیٰ۔ قولہ خَاتَم فصِّ الرسالة وعلىٰ آله الواصلين و اصحابه الكاملين۔ خاتم، فص اور رسالت میں اضافت کا بیان۔ رسالت کو فص سے اور آنحضرت ﷺ کو خاتم سے تشبیہ دینے کی وجہ۔ اہلِ سُنّت کے ہاں لفظِ آل پر علیٰ لانے سے شیعیّت کے رَد کی بحث۔ قولہ امّا بعد۔ تسمیہ اور حمد وصلوٰۃ کے بعد وجہِ تالیف۔ حکمت اور اقسامِ حکمت۔

قولہ اعلم ان الحكمة۔ حکمت کی تعریف۔ تعریف کا مقصود بالذّات اور مقصود بالتبع ہونا۔ موضوع اور غایت۔ علم کے پانچ معانی اور ان کے (علم) حکمت پر صادق آنے یا نہ آنے کی بحث۔ حکمت کی تعریف پر چھ اعتراضات اور ان کے جوابات۔ حکمت کی تعریف (کہ وہ موجوداتِ خارجیہ کے احوال نفس الامری کا بقدر الطاقۃ البشریہ علم ہے) پر علمِ حساب اور علمِ هیات کے حوالہ سے اعتراض اور جواب۔ تعریفِ حکمت کی جنس اور فصلیں۔ اعتراض (کہ تعریف مانع نہیں) اور جواب۔ قولہ وتلک الاعیان۔ علمِ حکمت کی تقسیم۔ علّامہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا محشّین حضرات سے اختلاف۔ حکمتِ عملیہ اور حکمتِ نظریہ۔ قولہ و كلٌّ منهما ثلثةُ اقسام۔ حکمتِ عملیہ کی تین قسمیں (تہذیبُ الاخلاق، تدبیرِ منزل، سیاستِ مُدینہ)۔ حکمتِ نظریہ کی تین قسمیں (علمِ کُلّی / علمِ اعلیٰ، علمِ ریاضی / تعلیمی، علمِ طبعی)۔ قولہ وجعل بعضهم۔ علمِ حکمت کی تقسیم پر اعتراض اور جواب۔ قولہ واختلفوا۔ اِس اختلاف کی بحث کہ آیا منطق حکمت سے ہے یا نہیں۔

قولہ وقد يقال۔ مفهوماتِ ثلثہ (واجب، ممکن، ممتنع)۔ موجوداتِ ثلثہ (واجب، عرض، جوہر) اور امورِ عامہ۔ ایک اعتراض اور جواب۔ قولہ والمصنف۔ مصنّف کی کتاب کی اقسام (منطق، طبعی، الٰہی) اور ان کی تقدیم و

Marfat.com

تاخیر کی وجہ۔ قولہ قیل أعْرضَ۔ ہدایتُ الحکمت میں مصنّف کا حکمت کی بعض اقسام سے اعراض کرنے کی وجہ۔ امورِ موہومہ سے مراد۔ قطبتان۔ دَوائِر۔ و معنی کون الشی الخ۔نفس الامر اور موجود فی الخارج کا معنی۔

قولہ القسم الثانی فی الطبیعات۔صفت(الطبعیات)کے موصوف(الاجسام یا الحکمۃ)میں نزاع اور شارح کا موقف۔ جسم طبعی اور حکمتِ طبعی۔ جسم طبعی کی عام تعریف اور اس پر شارح کا اعتراض۔ قولہ و ھو مرتب الخ۔ قسم ثانی تین فنون میں۔ جسم طبعی کی دو قسمیں؛ فلکیات اور عنصریات۔ مشترکِ لفظی اور مشترکِ معنوی۔ جوہر کی وضاحت۔ تقسیم اجزا کی بحث۔ فرض کے دو معانی(تجویزِ عقلی، تقدیرِ محض)۔ جزو لا تتجزی کا ابطال۔ متکلمین اور فلاسفہ میں نزاع۔ تداخلِ جواہر۔طرفِ شی کی بحث۔

(دستیاب مخطوط میں اِس مقام پر صفحہ 26 کے بعد دو صفحات غائب ہیں اور پھر صفحہ 29 موجود ہے۔)

حلول کی تعریف۔تعریف پر اعتراضات وجوابات۔ اشارہ حسیہ اور اشارہ عقلیہ۔ طرف کو اشارہ اور ذی طرف کو اشارہ۔ اشارہ بالذات اور اشارہ بالتبع۔جسم کی طرف اشارہ کی چار صورتیں(امتدادِ خطّی، امتدادِ سطحی، امتدادِ جسمی کی دو صورتیں)۔اقسامِ اشارہ پر اعتراض وجواب۔ حلول کے لیے اتحاد فی الاشارہ اور ایک اختصاصِ خاص۔ حلول کی دوسری تعریف۔شارح کا حلول کی دوسری تعریف پر اعتراض۔ حال کا صورتِ جسمیہ اور عرض میں جبکہ محل کا مادہ اور موضوع میں بند ہونا۔ حلول کی تیسری، چوتھی اور پانچویں تعریف اور شارح کی آرا۔ حلول کی جامع مانع تعریف کا نہ ہوسکنا۔تعریفوں کا مانع عن دخول الغیر نہ ہونا اور خارجی اعتراض مع جواب۔ ہیولیٰ اور صورت۔قطبُ الدّین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی محاکمات لکھنے کی تاریخ۔ ہیولیٰ اور صورت کے مباحث کے علم الٰہی سے ہونے کے ذیل میں صاحبِ محاکمات کے دلائل کا رَد اور شارح کے اپنے دلائل۔ محل اور حال۔شارح کا ہیولیٰ کو اُولیٰ سے مقید کرنا اور محل کو ھیولیٰ اولی کہنا۔ماتن کا طریقہ ارسطو کے مطابق طبعیات کو الٰہیات پر مقدم کرنا۔ مادہ۔وجودِ خارجی اور وجودِ ذہنی۔ اجسام کی دو قسمیں۔فلاسفہ اور متکلمین کا مختلف موقف۔ غیر متناہی کی بحث۔شارح کا اثباتِ ہیولیٰ کی دلیل پر اعتراض۔اَجزائے جسم میں انقسام سے مراد۔میر سیّد شریف کے متن پر وارد اعتراض کا جواب۔ انفصال۔ اتصال۔

(دستیاب مخطوط میں اِس مقام پر صفحہ 39 کے بعد صفحہ 40 غائب ہے۔)

Marfat.com

ھیولیٰ کا اثبات اور اس کا جوہر یا صورتِ جسمیہ کے لیے محل ہونے کی بحث۔ جوہر جو کہ متّصل بذاتہ ہے، اس کے قائم بذاتہ نہ ہونے پر میر سیّد شریف کی تقریر۔ حلول میں نعت، منعوت اور واسطہ فی النعت کی بحث۔ حلول کی دو قسموں (حلول العرض فی الشیی اور حلول الجوھر فی شیی) کے حوالہ سے اعتراض اور شارح کا کمزور سا جواب۔ اختصاصِ ناعت۔ حلول میں مشائین کا مذہب۔ اشراقیوں کا مذہب۔ جسم کا ہیولیٰ اور صورت سے مرکب ہونا۔ صورت کے ھیولیٰ سے مستغنی لذاتہا یا محتاج لذاتہا ہونے پر اعتراض۔ احتیاجِ ذاتی اور استغناءِ ذاتی میں واسطہ نہ ہونے کی بحث۔ شارح (علّامہ میبذی) کا شارحِ مواقف کا رَد۔ رفع المقیّد اور الرفع المقیّد۔ صورتِ جسمیہ نوع ہے یا جنس؟۔ صورتِ جسمیہ کے نوع ہونے میں شیخ کا قول۔ شارح صاحب کے دو اعتراضات۔ جسمیتِ مطلقہ اور اس کے تشخصات۔ مسئلۂ نزاع میں دعویٰ بدایت کا رَد۔

فصل فی ان الصورۃ لا تتجرَّدُ عن الھیولیٰ۔ صورت بغیر ھیولیٰ کے نہیں پائی جاتی۔ بُرہانِ سُلَّمِی۔ اجسام سے مراد ابعاد۔ شیخ بو علی سینا کا اعتراض اور شارح اشراق کا جواب۔ شارح کے بقول محال اِس لیے لازم آیا کہ دو اَمرینِ متناقضین کو فرض کیا گیا (دو خطوطِ غیر متناہی کے درمیان خطِ واصل)۔ بُرھانِ سلمی کی مدار اِس پر کہ خطِ غیر متناہی محصور بینِ حاضرین ہو۔ اِس کی وضاحت میں تین مقدمات۔ تقریرِ مدعیٰ۔ کل مجموعی اور کل افرادی۔ مقدّمہ ثالثہ کو صحیح تسلیم کر کے اعتراض اور جواب۔ شارح صاحب کا مقدمہ اولیٰ پر اعتراض۔ زیادتی کی تین اقسام (علی سبیل التساوی، التزاید، التناقص)۔ جوابِ اعتراض۔ ردِّ شارح۔ صورتِ جسمیہ کا ھیولیٰ سے مجرد ہو کر غیر متناہی نہ ہو سکنا۔

صورت ھیولیٰ سے مجرد نہیں ہو سکتی۔ متناہی ہونے کا ابطال۔ حدّین (جمع سے مراد مافوق الواحد)۔ اعتراض (کہ شکل کی بیان کردہ تعریف مانع نہیں کیونکہ زاویہ پر بھی صادق آتی ہے) کے جوابات۔ شکل کی مشہور تعریف۔ شارح کی طرف سے جامع تعریف۔ محیط اور محاط کی شکل۔ متناہی ہونے کی صورت میں اعتراض اور جواب۔ صورتِ جسمیہ متشکل ہونے میں علت۔ شکل کے اختلاف سے انفصال ضروری نہیں۔ انفصال کا مادہ سے موافق ہونا۔ شارح کے دو اعتراضات (نقضِ اجمالی اور نقضِ تفصیلی)۔ ماتن کے بقول صورتِ جسمیہ کے قابل للانفصال ہونے میں خرابی۔ شارح کا اعتراض۔ صورتِ جسمیہ کے متشکل نہ ہو سکنے کی حصر پر اعتراض اور جواب۔ احتمالات۔ امرِ مباین

Marfat.com

اورتحقق شکل۔ اعتراض اور شارح کا مذہبِ فلاسفہ پر جواب۔ تشخص کا شکل کی علّت نہ ہو سکنا۔ شکل کا تشخص سے مؤخر ہونا۔ لام کو علّت یا تخصیص بنانے میں شارح اور ملازادہ صاحبان میں اختلاف کی وجہ۔ فلاسفہ کا قاعدہ۔

فصل فی ان الهیولیٰ لا تتجرّدُ عن الصورة۔ قیاس استثنائی اتّصالی۔ ہیولیٰ صورت سے مجرد نہیں ہو سکتا۔ دلیل۔ ہر ذو وضع کو منقسم کہنے پر شارح کا ماتن پر اعتراض۔ ماتن کے ہیولیٰ کو جوہر ثابت نہ کرنے کی بحث۔ جوہر کی جزو۔ ہیولیٰ کے صورت سے مجرد ہونے کے احتمالات کا رَد۔ ذاتِ وضع سے مُراد اور شارح کا ماتن پر اعتراض۔ جسم سے مراد صورتِ جسمیہ لینا۔ دیگر شارحین کی طرف سے سطحوں پر قید لگانے پر شارح کا اعتراض۔ خطِ جوہری کا ابطال۔ دو خطوں کا مجموعہ ایک سے زیادہ کہنے پر میر سیّد شریف کے اُستاد میرک شاہ کا اعتراض۔ میر سیّد شریف کا قاعدہ کہ تداخل کہاں کہاں ممتنع ہے۔ اس قاعدہ پر اعتراض اور جواب۔

فصل فی اثبات الصورة النوعیة۔ صورتِ نوعیہ کی تعریف۔ جسمِ طبعی کے لیے صورتِ جسمی کے علاوہ ایک اور صورت۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا اعتراض۔ عناصر کا ھیولیٰ۔ اجسامِ فلکیہ کا ھیولیٰ۔ عناصرِ اربع کی حقیقت میں اختلاف۔ آثارِ اجسام کے لیے مبدء۔ ایک کا کثیر کے واسطے علّت ہونا۔ ہیولیٰ اور صورت میں قسمِ تلازم کے متعلق اشتباہ میں ھدایۃ۔ شارح کا اعتراض۔ تقدمِ ذاتی اور زمانی۔ ہیولیٰ اور صورت میں تقدّم۔ اِس بات کا ثبوت کہ صورت ھیولیٰ کی علت نہیں ہے۔ صورت شکل پر مقدّم نہیں۔ من لم یجب لم یُوجَد۔ شارح کی طرف سے اِس بات کا رَد کہ صورت شکل پر مقدم نہیں۔ صورت کا علّتِ فاعلہ نہ ہونا۔ شارح کا ماتن پر اعتراض۔ صورت کا جسم پر مقدّم ہونا۔ محقّقِ طوسی کا جواب اور صورت کی دو قسمیں۔ شارح کی طرف سے محقق طوسی کے قول (کہ صورتِ مُشَخّصَہ اپنے تشخّص میں تشکّل اور تناہی کی محتاج ہے) کا رَد۔ ماتن کے بقول ہیولیٰ کا شکل پر مقدم یا مع ہونا (مؤخر نہ ہونا)۔ شارح کا دلیلِ ماتن پر اعتراض۔ یہ دلیل کہ ہیولیٰ شکل پر قطعاً مقدّم ہے اور شارح کا اعتراض۔ ہیولیٰ اور صورت دونوں کا علّتِ ثالثہ کا معلول ہونا۔ دونوں میں تلازم کی وضاحت۔ علّتِ موجبہ کی دو قسمیں۔ اعتراضِ شارح۔ علّتِ موجبہ اور علّتِ موجدہ۔ ہیولیٰ صورت سے مستغنی نہیں۔ صورتِ کلیہ اور صورتِ شخصیہ۔ صورت بھی ھیولیٰ سے مستغنی نہیں۔ شارح کا اس امر میں اعتراض کہ ہیولیٰ صورت کی طرف وجود اور بقا میں محتاج ہے۔ بعض لوگوں کا بیان کہ ھیولیٰ صورت

Marfat.com

کی طرف سے وجود و بقا میں جبکہ صورت ھیولیٰ کی طرف تشکل میں محتاج ہے۔ شارح کا اعتراض۔ دور لازم آنے کی بحث۔ علّت کے تقدّم کی بحث۔

موضوع کے عوارض کا بیان۔ جسم کا پہلا عارض: مکان۔ مکان میں دو مذاہب (خلا یا سطح باطن میں الجسم الحاوی)۔ اعتراض کہ مکان میں تین مذاہب ہیں۔ متکلمین، مشائین اور اشراقیہ کے مذاہب۔ مکان کی تین علامتیں۔ جسم میں احتمالات۔ امرِ موہوم اور امرِ موجود۔ جواہرِ مجردہ اور جواہرِ مادیہ۔ اشراقیہ کے نزدیک جواہر کی چار اور مشائیہ کے نزدیک پانچ اقسام۔ ماتن کا متکلمین اور اشراقیہ کے مذہب کو باطل کرنا (کیونکہ یہ کتابیں مشائین کے مذہب پر لکھی گئیں)۔ خلا کا لاشی محض نہ ہو سکنا۔ شارح کا مذہبِ متکلمین کے حق میں ماتن پر اعتراض۔ ماتن کے بیان (کہ اگر مکان خلا ہو تو یا لاشی محض ہو گا یا بُعد مجرد موجود) پر شارح کی مستقل تردید اور احتمالات کا بطلان۔ شارح کے دو اعتراضات۔

فصل فی الحیز۔ جسم کا دوسرا عارض: حیز۔ ماتن کے بقول ہر جسم کے لیے حیز کا طبعی ہونا۔ اعتراض۔ حیز اور مکان مترادف نہیں بلکہ مکان سے حیز عام ہے۔ حیز کی تعریف۔ وضع کو حیز طبعی کہنے پر اعتراض۔ شارح کا جواب۔ وضع کی دو جُزئیں۔ اعتراضِ خارجی اور جواب۔ حیز کو مکان سے عام کہنے پر اعتراض۔ لایعمل عامل کی قید کا فائدہ۔ اعتراض اور قاضی صاحب کا جواب۔ علمِ اجمالی اور تفصیلی۔ افلاطون کے قول میں قاضی صاحب کی توجیہات۔ صورت، ھیولیٰ اور حیز۔ قَواسر کا معنی امورِ خارجہ کرنے کی وجہ۔ تاثیرِ قواسر کے عدم کے ساتھ علّتِ فاعلیہ کے عدم کو فرض کرنے کا سوال۔ علّتِ فاعلیہ کا مقصد۔ جوابِ اعتراض بحوالہ تعریفِ مکان۔ ایک جسم کے لیے دو حیزِ طبعی کا نہ ہو سکنا۔ جسم کا دوسرے حیز کو طلب کرنا۔ حیز کو عام کہنا۔ متکلمین اور حکما کا مذہب۔ حِیز، خَلا اور مکان۔ ہر جسم کے لیے حیزِ طبعی ہونے پر دلیل۔ ذات۔

(دستیاب مخطوط میں یہاں سے یعنی صفحہ 84 کے اختتام کے بعد صفحات دستیاب نہیں۔ تاہم عبارت جاری معلوم ہوتی ہے۔ اگلے صفحات دستیاب نہیں ہو سکے۔)

Marfat.com

۶۔شرح قاضی (شرح سُلّم العلوم از قاضی مبارک):

منطق میں قاضی محب اللہ بہاری رحمۃ اللہ علیہ (ف:1707ء) کی جامع تصنیف سُلّمُ العلوم کی متعدّد شروحات کئی علمائے کاملین نے تحریر کی ہیں۔ قاضی محمد مبارک گوپاموی رحمۃ اللہ علیہ (ف:1749ء) کی شرح سُلّم العلوم اِس کتاب کی ابتدائی اور اہم ترین شروحات میں سے ایک ہے[1]۔ اِسے عرفِ عام میں شرح قاضی کہا جاتا ہے اور یہ درسِ نظامی کی متداولہ کتب میں شامل رہی ہے۔

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح قاضی کے درس اُستاذُ الاساتذہ علّامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے مئی تا اگست 1964ء میں لیے اور اِنہیں 119 بڑے صفحات پر رقم فرمایا۔ واضح رہے کہ اِس سے قبل حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سُلّمُ العلوم کے درس حضرت علّامہ میاں سُلطان اعظم صاحب چھچھڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے جبکہ شرح سُلّمُ العلوم از مُلّاحسن کے درس علّامہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے لے چکے تھے جن کی تفصیل بالترتیب اِسی باب کی فصلِ دوم اور فصلِ سوم میں درج ہے۔

شرح قاضی کی تقاریر پر مشتمل یہ مخطوط 119 صفحات پر مشتمل ہے۔ اسلوبِ نگارش عالمانہ ہے اور تواریخ درس کے ساتھ سُرخیوں میں تقاریر بیان کی گئی ہیں۔ گزشتہ رَوش کے مطابق کلام ماتن، پھر شارح کی تفصیلات اور کہیں کہیں منہیہ درج کیا گیا ہے۔ منہیہ میں عموماً شارح نے شرح پر وارِد اعتراضات کا جواب دیا ہے اور کہیں کہیں اضافی وضاحتیں بھی ہیں۔ نیز قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے اُستادِ گرامی میر محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات بھی بطورِ دلائل پیش کرتے ہیں۔

مخطوط کے موضوعات کی فہرست حسبِ ذیل ہے:

قولہ العلم التصور۔ اعتراض وجواب۔ تین ترکیبیں۔ علم کی تعریف۔ صورۃ کا معنیٰ۔ علم حصولی وعلم حضوری۔ العلم میں الف لام (جنسی یا عہد خارجی)۔ تصوّر و تصدیق کا مقسم کون سا علم ہے؟۔ جمہور، میر باقر، محقق دوانی اور قاضی صاحب کا نظریہ۔ قاضی صاحب کا میر باقر کی دلیل کا رَد۔ عقول کا علم۔ عالم اور معلوم میں واسطہ۔ عقول کے علم کے تصوّر و تصدیق ہونے پر رَدِّ دلیل کا جواب۔

[1] تذکرۂ مصنفین درس نظامی۔ اختر راہی۔ ناشر: مکتبہ رحمانیہ لاہور۔ 1978ء۔ ص238 تا 241

Marfat.com

منہیات: مبدءِ اوّل ذاتِ باری کا مُفِیْض ہونا۔ ممکنات کے وجود کا مُفاض ہونا۔ واسطہ اور علّت۔ علّت کے دو معنی۔ وجود کی دو قسمیں (رابطی، محلولی)۔ نفوسِ ناطقہ کا علم۔ وہم اور مدرکات۔ خزانہ کی تین اقسام (نفس ناطقہ کا خزانہ عقول، محسوسات کا خزانہ خیال، نفوسِ فلکیہ)۔

قولہ ھوالحاضر عند المدرک۔ مداخلت اور معاونت میں فرق اور جوابِ اعتراض۔ علم کی تعریف کی بحث۔ حاضر کے دو معنی (حاصل، حاصل کا مقابل)۔ علمِ حصولی میں تعمیم۔ قاضی صاحب کی عبارت میں اُس صورت کے مراءات ہونے یا نہ ہونے میں بظاہر تعارض اور علّامہ بندیالوی کا حل۔ تعریف علمِ مطلق کی یا علم مقسم کی؟۔ مطلق علم کے مقسم ہونے پر دو دلائل۔ الشئ المطلق اور المطلق الشئ میں فرق کے حوالے سے مطلق علم کے مقسم ہونے پر ایک اعتراض اور جواب۔ تقسیم کے دو معانی۔ مقسمِ حقیقی اور مقسمِ مجازی۔

منہیات: علمِ بالکنہ یا بالوجہ اور علم بکنہہ اور بوجہہ۔ علم بکنہہ اور بوجہہ کے اکٹھا ہونے پر اعتراض اور جواب۔ عرضیات میں شے کا اپنے سے متحد اور اپنے مرئی سے مغایر ہونا۔ ذاتیات کا حال۔ علم بالوجہ اور بوجہہ میں فرق۔

قولہ والحق انہ من اجلّی البدیھیات۔ ماتن کے مطابق علمِ اجلی کا بدیہات سے ہونا۔ شارح کا علم میں دو مذاہب (نظری عسیر التحدید اور نظری یسیر التحدید) کی رو سے اعتراض کا جواب۔ خفا اور اختفا۔ محسوسات کی مثال۔ عدمِ ادراک کا علم کی بداہت کے خلاف نہ ہونا۔ علم اشیاء کے ظہور کا مبدء اور اشیاء کے لئے مظہر ہے۔ دلائل قائم کرنے کی وجہ۔ خفا کی وضاحت۔ علم کے مقولہ سے ہونے کے حوالے سے اعتراض اور جواب۔ مقولہ جات، اجناسِ عالیہ اور عرضِ عام۔ مرکب من الجنس والفعل کی دو صورتیں۔ شارح کے بقول علم کا کسی مقولہ سے نہیں بلکہ واجب لذاتہ ہونا۔ علم جُزئی و کُلی۔ علم کُلی کی ذات اور علمِ کُلّی کے تصوّر میں فرق۔ تسلسل اور دور سے دلیل کرنے پر اعتراض اور جواب۔ علم کے غیر کا تصوّر۔ علم میں تین مذاہب (مذہبِ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ، مذہبِ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، مذہبِ دیگر)۔ امام غزالی کے مذہب میں دلائل۔ محسوسات اور معقولات۔ علم نظری عسیر التحدید ہونا۔ حد اور امتیاز۔ حد کی نفی میں اعتراضِ تعارض اور جواب۔ تعریف کے لیے مابہ الاشتراک اور مابہ الامتیاز کا ہونا۔ تقسیم اور مثال سے تعریف آجانا۔ کتبِ کلامیہ میں علم کی تعریفوں کا مذہب۔ علم کا علم بدیہی ہونا۔

Marfat.com

منہیات: هذا کا اشارہ اظہر فی نفسہ کی بجائے اختفاءِ جوہرِ ذاتہ ہونا۔ خفا ذات میں نہیں۔ بل کا اضراب یا ترقی کے لیے ہونا۔ اضراب کا سبب۔ عجزِ عقول کا سبب شدتِ وضوح۔ کیف کو جنسِ عالی کہنے کی تقریر۔ کیف کا علم کو عارض نہ ہو سکنا۔ اتصاف کی دو قسمیں (انتزاعی، انضمامی)۔ میر زاہد کے مطابق عرض کی دو قسمیں۔ تشکیک فی الماہیت ہونے کا اعتراض اور جواب۔ مرکبات سے مراد انواع ہونا۔ غیر علم کے تصور کی بحث میں اعتراض و جواب۔ دور لازم آنا۔ علم کے تصور اور علم کے غیر سے تعلق میں فرق۔ علمِ کلی کا نظری نہیں بلکہ بدیہی ہونا۔ علم کی شرح میں مثال اور تقسیم دونوں کی حاجت۔ حقیقتِ علم کا مفہوم۔ اِدراکِ باصرہ اور اِدراکِ بصیرت۔ مثال اور اس سے فائدہ۔ حد۔ مناطقہ اور اہلِ لغت کی اصطلاحات۔ حدِ حقیقی کو عسیر اور حدِ اِسمی کو یسیر کہنا۔ تقسیمِ حقیقی سے تعریف کا ہو جانا۔ بدیہی کا معنی منکشف اور ظاہر لذاتہ ہونا۔

قولہ کالنور و السرور۔ ماتن کی پیش کردہ مثال پر اعتراض کہ یہ ممثل لہ کے مطابق نہیں (بحوالہ تعریفِ نور و سرور)۔ شارح کا جواب۔ نور اور سرور کی دو صورتیں (اجمالی، تفصیلی)۔ جملہ مرکبات میں یہ دو صورتیں۔ علم کو بدیہی یا نظری کہنے میں نزاع لفظی ہے، معنوی نہیں۔ دو مثالوں کی وجہ۔ حسیات اور وجدانیات۔ مثال و ممثل لہ اور نظیر و منظر لہ۔ خاص کی بداہت کا عام کی بداہت کو مستلزم ہونا۔ جوابِ اعتراضات میں طریقۂ ذوقی۔ خاص و عام اور مقید و مطلق۔ مقید کی بداہت کا مطلق کی بداہت کو مستلزم ہونا۔ اعتراض کہ بداہت مقید کے مفہوم کی ہے یا مصداق کی؟۔ علم کے حصول اور تصور میں فرق۔ علم کے بدیہی یا نظری ہونے میں مختلف نزاع۔ علم مرکب ہے یا بسیط؟۔ بسیط کے نظری ہو سکنے یا نہ ہو سکنے کی بحث۔ نظیر اور مثال میں فرق۔ ادراکِ باصرہ کا ادراکِ بصیرت کی نظیر ہونا۔ عام و خاص اور مطلق و مقید میں تصور و بداہت کی بحث اور شارح کا ماتن پر اعتراض اور جواب۔ مدرک بالکنہہ سے اصل مراد۔ وھو غیر تصورہ کی وضاحت۔ مطلق علم کا تصور نہ آنے اور حصولِ علم و تصورِ علم میں فرق پر اعتراض اور جواب.

قولہ نعم تنقیح حقیقتہ عسیر الخ۔ علم اجلی بدیہات سے ہے مگر اس کی حقیقت کی تحقیق مشکل ہے۔ اس تحقیق کے مشکل ہونے کی وجہ۔ نزاع کا باعث۔ علم کا نور جبکہ نفوس کا نفسِ ذات میں مظلمہ ہونے کے باعث صحیح ادراک نہ کر سکنا۔ نفوس کا علم کے لیے محتاج ہونا۔ معلم کے اعلام کے ماحصل پر اختلاف (جمہور متکلمین کا اسے اضافت اور محققین متکلمین کا اسے نور کہنا)۔ حالتِ ادراکیہ ذہن سے قائم ہے یا صورت سے۔ شارح کا مختار یہ ہے کہ علم نور ہے جو قائم بذاتہ اور جواب لذاتہ ہے، کسی معقولہ کے تحت نہیں۔ علم کے واجب ہونے پر دلیل۔ اعتراض کہ

Marfat.com

جب علم ممکن نہیں (بلکہ واجب ہے) تو پھر ممکن عالم کیسے ہوگیا؟۔ جواب۔ واجب اور ممکن کے علم میں فرق۔ علم کے دو معنی (مصدری، مبدءِ انکشاف)۔

قولہ وھما نوعان متباینان۔ تصوّر و تصدیق کو انواع متباین کہنے پر اعتراض اور جواب شارح۔ نوعِ حقیقی اور نوعِ اضافی۔ متقدمین کا علم کو جنس اور متاخرین کا علم کو نوع کہنا۔ شارح کے مطابق یہ دو نوع متعلّق کے اعتبار سے نہیں بلکہ ماہیّت کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ صدق میں متخالف ہونا۔ لازم اور ملزوم کے اتحاد و اختلاف کی بحث۔ علّت و معلول کی وحدت کی بحث۔ وحدت کی تین قسمیں (شخصی، نوعی، جنسی)۔ علّت و معلول کی وحدت کا ایک دوسرے کو مستلزم ہونا مگر بعینہ ایک ہی طرح کی وحدت کا ضروری نہ ہونا۔ لازم و ملزوم میں وحدت کا حال۔ شیخ کا مختار۔ لزوم کے ساتھ لوازم کا جعل۔ متاخرین کے مذہب میں علم کا نوع ہونا اور تصوّر و تصدیق کا دو صنفیں ہونا۔ علم و معلوم کا اتحاد۔ علم بمعنی حالتِ اِدراکیہ۔

منہیات: بالعکس کا مطلب۔ علّت و معلول کی وحدت کی بحث میں دلائل۔ توارد۔ عللِ مستقلہ اور عللِ ناقصہ۔ طبعیّتِ نوعی و جنسی۔ تعیّنِ علّت کی تعیّنِ معلول پر دلالت۔ علّت کی وحدت بالطبعیہ کا معلول کی وحدت بالطبعیہ کو مستلزم ہونا۔ مفہوم اور دلائل۔ کلامِ میر باقر کی تائید۔ کثیر کا صدور واحد سے نہ ہو سکنا۔ اِس کا مفہوم اور جوابِ اعتراض۔ متاخرین سے علم و معلوم کے اتحاد پر سوال۔

قولہ من الادراک۔ کلامِ ماتن میں اعتراضِ تعارض پر جوابِ شارح۔ تصوّر و تصدیق کا علم ہونا بمعنی حالتِ اِدراکیہ کے دو انواع۔ تصوّر و تصدیق کے متحد بالنوع ہونے کا رَد۔ متخالف بالمتعلّق ہونے کا رَد۔ تصدیق معلوم ہے یا مجہول؟۔ تصوّر کی تین اقسام اور ان میں اپنے نفس اور نقیض پر حمل کی بحث۔ حصول صورة الشی فی العقل کا حمل نفس اور نقیض پر ہر مرتبہ میں ہونا۔ اعتراض و جواب۔ مطلق تصوّر کا تصدیق سے متعلق ہو سکنا۔

منہیات: حملِ عرضی ہونے کے حوالہ سے اعتراض اور جواب۔ تین تصوّرات کے مفہوم اور مصداق میں فرق۔ علیٰ نفسہ و علیٰ نقیضہ میں لَفْ وَ نَشَر مرتَّب ہونے پر اعتراض۔

وھھناشک الخ۔ منہیہ از ماتن۔ تصوّر و تصدیق کا نسبت سے متحد ہونا۔ تصوّر کا تعلّق ہر شے سے، نہ کہ ہر وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ سے تصوّر کا تعلّق اس کی وجہ (صفات) سے ہے، کنہ سے نہیں۔ علّامہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق علمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا معنی و ثبوت اور اعتراضِ وہابیہ کا منطقی جواب۔ تصوّر کا تعلق تصدیق کی کنہ سے نہ ہو سکنا۔ قضیہ کے صدق کے لئے

Marfat.com

مقدم کا سچا آنا ضروری نہ ہونا۔ مقدمہ محال دونقیضوں کو مستلزم ہونا۔ ایک محال کا دوسرے محال کو مستلزم ہونا۔ تصوّر کا تعلّق تصدیق کی کنہ سے نہ ہو سکنے پر دلائل۔ ذاتیات اور ذات کا علم۔ اجتماعِ مثلین کے لازم آنے کا مسئلہ۔

منہیات: تنافی سے مُراد۔ شرطیوں کا نقیض ہونا۔ اجتماعِ نقیضین کا محال ہونا اور محال کا محال کو استلزام جائز ہونا۔ صفات کا علم حصولی ہونے پر اعتراض وجواب۔ صفات سے مُراد صفاتِ انتزاعیہ، نہ کہ صفاتِ منضمہ۔ بساطت کا تجرّد سے مقابلہ۔ علم حضوری کا معلوم مجمل (نہ کہ مفصل) ہونا۔ مجمل بالشخص اور مجمل بالکلیہ۔ اجتماع مثلین کی وضاحت اور اس کے محال ہونے کی صورتیں۔

قولہ وھو ان العلم والمعلوم۔ حصول الاشیاء بانفسہا کا مذہب (چوتھا مقدمہ جس پر شک کا مدار ہے)۔ علم اور معلوم کے دودو معنی۔ اعتراض وجواب۔ فان کان اعتقاداً للنسبۃ۔ علم، اعتقاد، تصدیق اور حکم کے اتحاد میں قولِ ماتن۔ ماتن پر تصدیق کی مشہور تعریف سے عدول کرنے کا اعتراض۔ تصدیق میں تین مشہور مذاہب (مذہبِ حکمائے متاخرین، مذہبِ امام رازی، مذہبِ صاحبِ کشف)۔ ماتن کا تحقیقی مذہب۔ ماتن کے مذہبِ مختار کا تصدیق کے لغوی معنی (گرویدن، باور کردن) کے مطابق ہونا۔ تصدیق کو علم کے بجائے کیفیتِ غیر ادراکیہ کہنے پر شارح پر اعتراض اور جواب۔ تصدیق کے متعلّق کے حوالہ سے کلام شارح میں تعارض اور حل۔ مذاہبِ ثلثہ اور مذہبِ مختار میں فرق۔ امام کے نزدیک حکم تصدیق کی جزو ہونے کی وضاحت۔ معلوم تصدیق سے مراد نسبت ہونا۔ صاحبِ کشف اور محققین کے مذہب میں فرق۔ حکم کا معنی محققین کے مختار پر کرنے سے صاحبِ کشف کی تصحیح۔

منہیات: قولہ ان کان اعتقاداً۔ تصدیق کا تعلّق موضوع محمول بشرطِ نسبت سے۔ تصدیق کا متعلق طرفین بشرطِ نسبت ہے، نہ کہ نسبت۔ تصدیق کا تعلّق نسبت ہونے کے رَد میں دلائل۔ نسبت تصدیق کے متعلق سے خارج ہونے پر اعتراض اور جواب۔ تصدیق کا متعلّق حقیقتِ قضیہ ہونا۔ ماتن کا تصوّر و تصدیق کو متقابل ظاہر کرنے اور ان کے جمع نہ ہو سکنے کا اعتراض اور شارح کا جواب۔

منہیات: قولہ وھو ان العلم والمعلوم۔ شبح اور ذوالشبح۔ منہیات: قولہ و الا فتصور۔ تقابلِ محض باعتبارِ صدق۔ تشبیہہ کی وضاحت۔

قولہ فاذا تصورنا التصدیق۔ متن کی تقریرِ شک اور ماتن کا منہیہ میں جوابِ اعتراض۔ بحثِ عارض و معروض۔ تصدیق سے مُراد مصدق۔ رَدِّ ماتن از شارح۔ شک اور نسبت پر اعتراض اور ماتن کا جواب۔ علم و معلوم۔ علم

Marfat.com

کی اقسام۔ صورت من حیث الحصول فی الذہن معلوم ہونے پر اعتراض اور جوابِ شارح۔ حصول فی الذہن کا حلول فی الذہن ہونا۔ حصول فی الذہن کی دو قسمیں۔ حیثیتِ تقییدی کے بجائے حیثیتِ تعلیلی ہونا۔ محل و حال۔ عرض و جوہر۔ صورتِ علمیہ کا صورتِ شخصیہ ذہنیہ کے لحاظ سے عرض ہونا۔ صورتِ جسمیہ اور نوعیہ کا مختلف جہات کے لحاظ سے عرض و جوہر ہونا۔ حیثیت کا عنوان میں داخل ہونا، نہ کہ معنی میں۔ وجودِ ذہنی کے منکرین کا اعتراض اور جواب۔

منہیات: قولہ فانہا من حیث الحصول۔ علم معلوم میں تغایر۔ صورتِ علمیہ کا اعتباری نہیں بلکہ نفس الامری ہونا۔ صورتِ علمیہ کا مکتنف بالعوارض الذہنیہ ہونا۔ صورت اور ذی صورت۔ حاصل فی الذہن کے دو اعتبار۔ ماتن کے علم کو حالتِ ادراکیہ کہنے پر علم و معلوم کے اتحاد کے حوالہ سے اعتراض اور جواب۔ اتحادِ علم و معلوم پر اپنے مذہبِ مختار کی وضاحت۔ تصدیق کو علم سے کہنا مسامحت ہے۔

منہیات: قولہ ثم بعد التفتیش۔ علم کا حالتِ ادراکیہ ہونا۔ مشترکِ عرضی۔ احکام سے علم کا حالتِ ادراکیہ ہونا معلوم ہونے پر اعتراض و جواب۔ اتحاد کا علم بمعنی حالت میں نہیں بلکہ بمعنی صورت میں ہونا۔ لوازمِ علم۔ تصدیق سے مُراد مصدق بہ ہونا۔ تصدیق کو مسامحۃً علم کہنا۔ تقسیم اور مسامحت۔

قولہ فتلک الحالہ۔ ماتن کا علم کو حقیقۃً اور حالتِ ادراکیہ کو تصور و تصدیق کی طرف منقسم کہنا۔ شارح کی طرف سے دلیل۔ حاصل بالمصدر۔ منفعل کا صورت نہ ہونا۔ ماتن کا متفرد ہونا۔ تصوّر سے مراد۔ اشاعرہ (متکلمین) اور ماتن میں فرق۔

منہیات: متعلم کو تعلیم دینے والا معلّم مبدءِ فیاض ہے۔ معنیٔ علم میں ماتن کا تفرّد۔ عارض و معروض۔ مصدق بہ اور نفسِ تصدیق کے لحاظ سے اعتراض کی دو تقریریں اور جواب۔ انکشافِ تام۔ قاضی صاحب کے قول علیہ بناء کا مرجع (تین چیزیں) اور تفرّدِ ماتن۔ تصوّر و تصدیق کا تعلق ایک وقت میں ایک شے سے نہ ہو سکنا۔

قولہ العارضتَیْن لذاتٍ واحدۃٍ۔ تصور و تصدیق کا تفاوت نوم و یَقْظہ کے تفاوت کی طرح ہونا۔ ایک طالبعلم کا حضور اکرم ﷺ میں بیک وقت حالتِ نوم و یقظ جمع ہونے کا سوال اور علّامہ بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب۔ شرح پر علامہ بندیالوی کا خاص اشکال اور اس کا جواب۔ عارض و معروض۔ تصدیق اور شک۔ مطلق تصدیق کی کنہ۔ تصوّرِ مطلق۔ جزئی اور لاجزئی میں تفاوت۔ صورت، حالتِ ادراکیہ کا معلوم۔ صفتِ منضمہ۔ علم حصولی اور علم

Marfat.com

حضوری کے معلوم کی بحث۔ دونوں میں حقیقی علم کونسا؟۔ حقیقۃً علم وجود الشی بالفعل ہے۔ علم کا بیک وقت نُور اور وجود الشی بالفعل ہونا۔ جب علم وجود الشی بالفعل ہے تو اس کی حضوری و حصولی میں تقسیم کی وجہ۔ علم اور منشا انکشاف۔ جملہ اشیا کا عالم ہونا اور مسلکِ وحدتُ الوجود۔ ہیولیٰ اور ہیولانی چیزوں کا عالم نہ ہوسکنا۔ نفسِ ناطقہ، مفارقات اور باری عزاسمہٗ کے علوم میں فرق۔ تطبیق۔

منہیات: توارد علّتین۔ نسبت میں دو لحاظ۔ تصوّر کا تعلق کنہ تصدیق سے ممتنع نہ ہونے کے دلائل، اعتراضات اور جوابات۔ صورت کا منکشف بالذات ہونا۔ علم عالم کے وجود کا عین ہونا۔ نفسِ ناطقہ کے لیے ذات وصفات کا حضور ہونا۔ مفارقات کا نفوس کی طرح ہونا۔ مبدءِ فیاض کے فیضان سے ہی صوَر کا مرتسم ہونا۔ نفوس کا علم حادث اور مفارقات کا علم قدیم ہونے کی وجہ۔ نفوسِ فلکیہ کا علم۔ نفوس اور مفارقات کے علوم میں مابہ الاشتراک اور مابہ الامتیاز۔ نفوسِ ناطقہ اور فلکیہ میں فرق۔ نفوسِ ناطقہ اور مفارقات کے علوم میں فرق کی وجہ۔

قولہ ولیس الکل من کل منہما بدیہیا الخ۔ ماتن کے بقول بعض تصورات کا نظری اور بعض کا بدیہی ہونا۔ تین اعتراضات پر شارح کے جوابات۔ قاضی صاحب کے بقول تصوّر و تصدیق کا مقسم علمِ حصولی ہونا، نہ کہ مطلق علم۔ نظری کے حادث ہونے کی دلیل۔ تعاقب اور توارد کا مفہوم۔ عدم ملکہ والے قول کا ضعیف ہونا۔

منہیات: متضادین کے درمیان توارد کا مطلب۔ مناطقہ کے بقول وجود کی ضد نہ ہونا۔ واسطہ کو چاہنے اور نہ چاہنے والا علم۔ علم بالکنہ اور علم بکنہہ۔ تقابل تضاد نہ ہونے پر تقابل عدم ملکہ ہی ہونا۔

قولہ متوقفاً علی النظر۔ نظری کی دو قسمیں۔ اعتراض کے جواب میں ماتن صاحب کا حاشیہ۔ ایک علم کا نظر و فکر پر موقوف ہونا اور دوسرے کا نہ ہونا۔ توقف کا صحیح معنی۔ بداھت و نظریت کا بجائے علم کے معلوم کی صفتیں ہونے پر اعتراض وجواب۔ علّتِ جاعلہ۔ حصولِ ذہنی کی دو اقسام۔ وجودِ ظلی اور وجودِ اصلی۔ شارح کے مطابق بداھت سے مراد اجلائیت جبکہ نظریّت سے مراد مجہولیت ہونا۔ اجزا نظری کے لیے واسطہ۔ صاحبِ قوت قدسیہ کو نظری علوم بغیر نظر کے حاصل ہونے کی بحث۔ بداھت اور نظریت کو علم کی صفت کہنے والوں کی دلیل کا رد۔ توارد علتَین مستقلّین علی معلول واحد شخصی کا بطلان۔ توارد علتین مستقلین کی تین قسمیں۔ علّت و معلول۔ قاضی صاحب کے بقول بدیہی وہ ہے جس کا حصول مطلق نظر پر موقوف نہ ہو جبکہ نظری وہ ہے جس کا مطلق حصول نظر پر موقوف ہو۔ حصولِ قوت قدسیہ۔ نظری کا حصول۔

Marfat.com

منہیات: علمِ حادث کے مقسم ہونے پر اعتراض وجواب۔ حصولی کی قید۔ ماتن کے منہیہ کا رد۔ تفریع۔ بداھت نظریت کا علم کی صفت ہونے کا مفہوم۔ عللِ جاعلہ۔ وجودِ ظلّی۔ کون نظر وفکر پر بالذات مترتب ہوتا ہے؟۔ مقصود علم نہیں بلکہ معلوم ہے کہ کیونکہ علم مِرءت اور معلوم مَرئی ہے۔ بداھت نظریّت کو علم کی صفت ماننے والوں کے اعتراض کا جواب۔ اذعان کے حوالے سے اعتراض اور جواب۔ علم کا اجمالاً اور تفصیلاً ہونا۔ ترجیح بلا مرجح کے لزوم اور اجتماعِ نقیضَین کا اعتراض وجواب۔ توارد علی سبیل الاجتماع اور توارد علی سبیل التعاقب۔ رفع المقید۔ توقف کا معنی۔ علّت کے وجود سے معلول کا وجود ہونا مگر عدم علت سے عدم معلول نہ ہونا۔ ترتیب اور احتیاجی کا متلازم ہونا۔ مترتب علیہ کے بغیر مترتب کا وجود نہ سکنا۔ اعتراض وجواب۔ نظری کے دو مشہور معنی۔ تقابل کی دو قسمیں (مشہوری، عرفی)۔ حدس اور بدیہات۔ ثبوت کہ صاحبِ قوتِ قدسیہ کو جمی نظریات کا حدس حاصل ہونا ان کے نظری ہونے کے منافی نہیں۔ جمیع افراد کے لیے قوتِ قدسیہ کا حصول ممکن نہ ہونا۔ نظریّت۔ نظری و بدیہی کی تعریفیں۔ بدیہی کے تمام افراد کا حصول واسطہ فی العلم پر موقوف نہ ہونا۔

قولہ فان الدَور مستلزِم للتسلسلِ۔ ماتن کے بقول سب تصوّر وتصدیق کا نظری نہ ہو سکنا۔ تسلسل کو دور مستلزم ہونے پر شارح کی دلیل۔ موقوف اور موقوف علیہ میں مغایرت۔ دلیل پر اعتراض وجواب۔ موقوف اور موقوف علیہ کی جہات۔

قولہ لان عدد التضعیف۔ ماتن کی دلیل بطلانِ تسلسل کو ترک کرکے شارح کی اپنی دلیل بطلانِ تسلسل۔ دلیلِ ماتن کے چھ تمہیدی مقدمے۔ قاضی صاحب کی دلیل۔ دیگر دلائل کے بجائے دلیلِ تضعیف اختیار کرنے کی وجہ۔ اس سوال کا جواب کہ عقل غیر متناہی کو کیسے لحاظ کر سکتا ہے؟۔ ماتن کا منہیہ نقل کرنے کی دو وجوہ۔ اس دلیل سے خطِ واحد غیر متناہی کا بطلان۔ اعداد کو ایسا غیر متناہی کہنا جو کہ بالفعل متناہی ہوں۔ مجردات میں کثرت نہ ہونے کے دلائل۔ عُقول میں کثرت کی بحث۔ بُرھانِ تضایف کا بیان۔ علل ومعلول۔ غیر متناہی نظریات کے بالفعل ہونے کا بطلان۔ مُتَکَافِیَانِ فی الوجود کا مطلب اور اس کی دو صورتیں۔ تقدم الشی علی نفسہ کے لزوم کا اعتراض اور جواب۔ دورِ معیت اور دورِ تقدم۔ قاضی صاحب کا رَدِّ دلیل۔ بُرھانِ حیثیات سے تسلسل کا بطلان۔ کل افرادی اور کل مجموعی۔ تسلسل اور دور کے بطلان کی ایک مشترکہ دلیل۔

Marfat.com

منہیات: اثنیات کے جملوں سے وحدات کے جملوں کا ضعف ہونا۔ اثنین کا ایک ایک اور وحدات کے دو دو جملے بن نا۔ انصرام مزید علیہ کے بعد زیادتی زائد کے قول پر اعتراض وجواب۔ غیر متناہی میں کمی اور زیادتی نہ ہو سکنا۔ عدد غیر متناہی کے قابلِ تضعیف ہونے پر اعتراض وجواب۔ احاد کو اصل سے ملالینا۔ شارح کے معنیٰ تضعیف میں تکلیفِ لفظی سہی مگر دلیل چلانے میں تکلیف نہیں۔ متناہی امور کا انضمام۔ قاضی صاحب کے بیان (کہ برھان اس میں جاری ہوتی ہے کہ جو معروض عدد کے ہوں) پر اعتراض اور جواب۔ محققین کے بقول برھانِ تضعیف کا مادیات میں جاری ہونا، مجردات میں نہیں۔ کثرت کی دو قسمیں (باعتبار اجزاء، باعتبار افراد)۔ شارح کا مختار۔ محققین کے نزدیک مجردات میں کثرت کی نفی کی وضاحت۔ ماہیتِ مشترکہ۔

قولہ لِاَنَّ الْمعرِّف لَقولٌ۔ ماتن کا قول کہ تصورات و تصدیقات ہر ایک میں سے بعض نظری اور بعض بدیہی ہیں۔ اعتراض و جواب۔ صغریٰ کا ذکر اور کبریٰ کا حذف۔ صغری کے نظری ہونے پر دلیل ہے۔

منہیات: شرح میں المقصود من الکاسب کی عبارت بڑھانے کی وجہ۔ معرف سے مراد۔ ذاتیات و عرضیات کو محمول کہنا۔

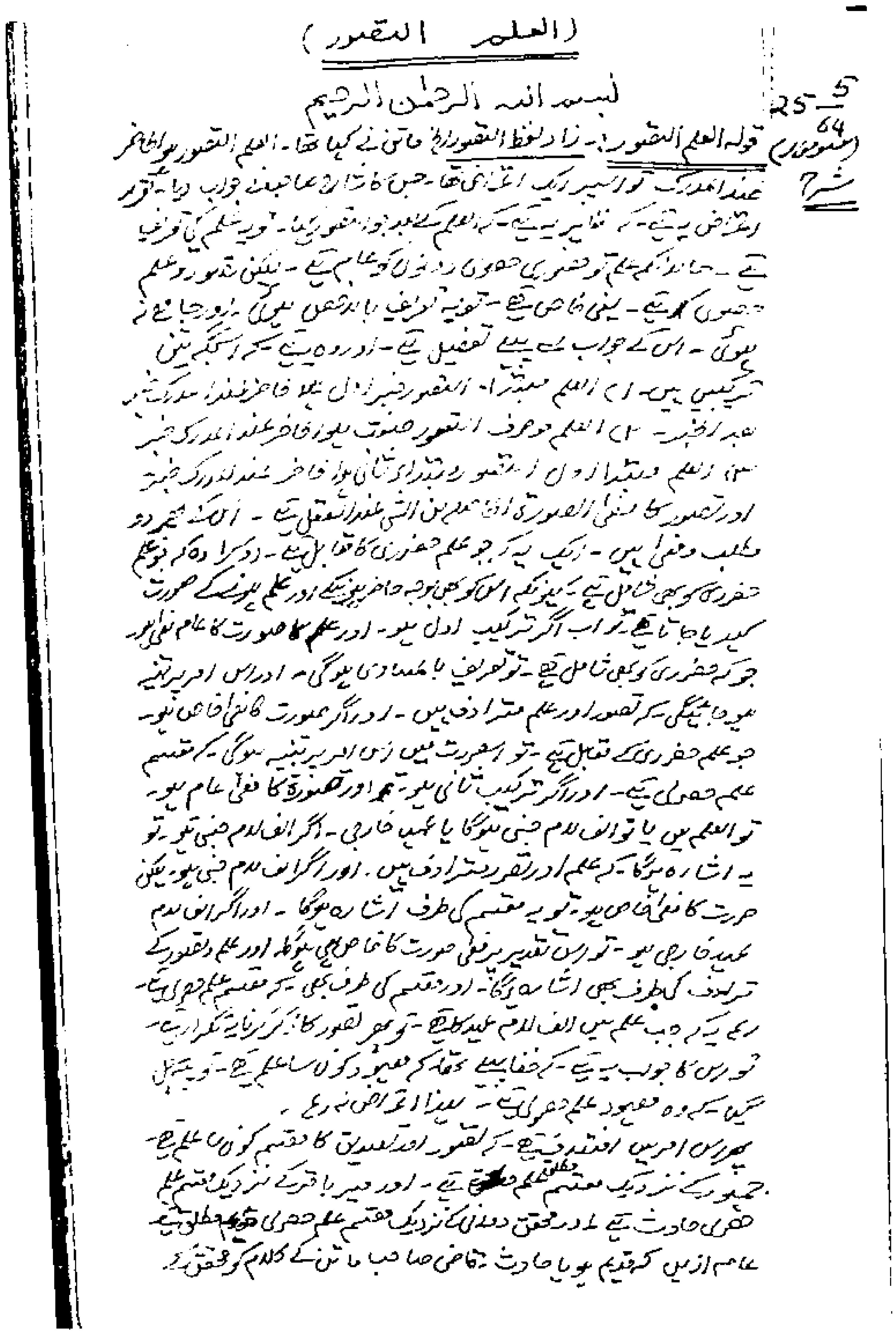
(العلم التصور)
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریراتِ شرح قاضی، از قلم علامہ محمد نُور سلطان القادری۔ صفحہ اوّل

Marfat.com

فصل چہارم

زمانۂ بہاولپور

جامعہ اسلامیہ بہاولپور سے 1964ء تا 1966ء کے عرصہ میں حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ نے تخصص فی الفقہ والقانون کیا۔ علمی و تحقیقی نقطۂ نگاہ سے یہ آپ کے لیے نہایت اہم دَور ثابت ہُوا۔ سالِ اوّل کا مقالہ آپ نے علمِ حدیث پر قلمبند کیا جبکہ سالِ دوم کے مقالہ میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور فقہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کیا۔ یہ دونوں مقالہ جات آپ کے تحقیقی شاہکار ہیں۔ اسی دَور کا ایک اور قدرے مختصر مقالہ تاریخِ تشریعِ اسلامی بھی موجود ہے۔ اِن مقالہ جات کے علاوہ اس زمانے سے متعلقہ حضرت صاحب کے کچھ اور متفرق قلمی تبرکات بھی دستیاب ہوئے ہیں، جن کی افادیت بظاہر صرف اُسی دَور کے تدریسی مشاغل سے ہے مگر یہاں اُن کا بھی مختصر ذکر پیش کیا جا رہا ہے۔

ا۔ علمِ حدیث:

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے درجہ تخصص فی الفقہ والقانون کے سالِ اوّل کا مقالہ علمِ حدیث پر تحریر کیا۔ اِس عظیم تحقیقی مقالہ میں آپ نے حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ، تدوین، طبقات، انواع، طرق التصنیف، اصنافِ علوم، اور صحاحِ ستّہ کے تفصیلی تعارف کے ساتھ ساتھ منکرینِ حدیث کے شبہات کا مدلل ازالہ فرمایا ہے۔ قرونِ اولیٰ و قرونِ وسطیٰ کی بیسیوں کتابوں کے حوالہ جات پیش کیے گئے ہیں اور عقلی و نقلی دلائل و براہین کی کثرت ہے۔

یہ مقالہ ہمارے پاس تقریباً 250 صفحات پر مبنی چار منتشر مخطوطہ جات کی صورت میں موجود ہے۔ ہو سکتا ہے اسے مربوط کر کے اور ترامیم و اضافہ جات کر کے جامعہ کو پیش کیا گیا ہو مگر ہمیں اِس کا کوئی مربوط نسخہ حاصل نہیں ہو پایا۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ مقالہ کے نگران کون تھے۔ تاہم بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس مقالہ کی تکمیل میں جامعہ کے شیخ الحدیث علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ سے رہنمائی لی گئی ہو گی کیونکہ ایک مقام پر غزالیٔ زماں کی سندِ حدیث بھی بیان کی گئی ہے۔ تاحال (2016ء) غیر مطبوعہ اِس مقالہ کی اشاعت یقیناً علمِ حدیث کے اساتذہ اور طلبا کے لیے گراں قدر تحفہ ہو گا۔ ذیل میں اِس مقالہ کے چاروں دستیاب مخطوطہ جات کے مشمولات پیش کیے جاتے ہیں۔

پہلا مخطوطہ 113 صفحات پر مشتمل ہے اور اس کے مضامین کی فہرست حسب ذیل ہے:

Marfat.com

تاریخِ حدیث۔ "تاریخ" اور "حدیث" کے لغوی و اصطلاحی معانی۔ علمِ حدیث کی دو قسمیں؛ روایت، درایت۔

شرفِ علمِ حدیث وفضلہٗ۔ حجیّتِ حدیث اور اس کے دلائل۔ اللہ عزّوجلّ، رسول ﷺ اور اُولی الامر کی اطاعت کا مفہوم۔ منکرینِ حدیث کا انکارِ عصمتِ رسالت اور اس انکار کا قرآنی دلائل سے بطلان۔ رسالت کی صفاتِ اربعہ: تلاوتِ آیات، تزکیۂ نفوس، تعلیمِ کتاب، تعلیمِ حکمت۔ آپ ﷺ کے عطا کرنے اور منع کرنے کا قرآنی مقام۔ آپ ﷺ کا فیصلہ ماننا ایمان کا موقوف علیہ۔ انبیائے کرام علیہم السلام سے امورِ خلافِ اَولیٰ یا خطائے اجتہادی کے صدور کا مسئلہ۔ عصمتِ انبیا پر قرآنی دلائل۔ حدیث کی ابتدا۔ اقوال و افعال و احوالِ شریفہ کی حفاظت کی وجوہات۔ بعض اجلہ صحابہ کے قلیل الرّوایت ہونے کا مسئلہ۔ قلّت و کثرت کی وجوہ۔

منکرینِ حدیث کے شُبہات اور جوابات۔ پہلا شبہ: احادیث میں تعارض۔ دوسرا شُبہ: احادیث کی ترتیب و تدوین دوسری صدی کے بعد شروع ہونا۔ تدوین کے دو طریقے؛ کتابت اور حفظ فی الصدور۔ تیسرا شُبہ: حضور ﷺ کا کتابتِ حدیث سے منع فرمانا۔ چوتھا شُبہ: کسی قطعی صحیفۂ حدیث کا عہدِ رسالت سے موجود نہ ہونا۔ ایمان بالقرآن کیا ہے؟۔ پانچواں شُبہ: احادیث کی صحت و ضعف اور ثبوت و عدمِ ثبوت میں محدّثین کے مابین اختلاف۔ چھٹا شُبہ: کہیں احادیث کو ماننے کے لیے قرآنِ مجید کی قراءتِ متواترہ کا انکار کرنا پڑتا ہے۔ سورۃ یوسف میں "کُذِّبُوْا" یا "کُذِبُوْا" کی قراءت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے متعلق حدیث کی وضاحت۔ ساتواں شُبہ: بعض احادیث کو ماننے سے قرآن میں اختلافِ عبارات کا قول کرنا پڑتا ہے، وَھُوَ بَاطِلٌ۔ آٹھواں شُبہ: حدیث کو ماننے سے عہدِ عثمان رضی اللہ عنہ تک مسلمانوں کا قراءتِ قرآن میں مختلف ہونا ماننا پڑتا ہے۔ قرآن میں اختلافِ لغات کا مسئلہ۔ حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ کا قرآنِ مجید کو لُغتِ قریش پر جمع کرنا۔

تاریخِ روایتِ حدیث از عہدِ رسالت تا دَورِ حاضر۔ اُسوۂ حسنہ کا مفاد۔ سیرتِ مقدّسہ کو صحابہ کرام کا قولاً و فعلاً و حالاً محفوظ کرنا۔ ضبطِ صدر۔ تابعین کی خدمات۔ مکثّرین: احادیث کی بکثرت روایت کرنے والے صحابہ کرام۔ روایتِ حدیث کے حوالہ سے کِبار تابعین اور صِغار تابعین۔ زمانۂ تابعین میں خدمتِ حدیث۔ ذخائرِ حدیث کے ضائع ہونے کے حوالہ سے شُبہ کا ازالہ۔ اکثر محدثین متاخرین کا اجلہ ائمۂ حدیث سے روایت نہ کرنے پر منکرینِ حدیث کا اعتراض اور اس کا جواب۔

طبقاتِ کتبِ حدیث۔ صحت۔ ضعف۔ غرابت۔ شذور۔ شہرت۔ قبول۔

طبقۂ اولیٰ: موطا امام مالک، صحیح بخاری، صحیح مسلم۔ متابعات و شواہد و اعتبار۔ خبرِ احاد کے متعلق شیخین کریمین کا طریقہ۔ طلبِ شاہد میں حکمت۔ طبقۂ ثانیہ: جامع ترمذی، سنن ابی داوٗد، سنن نسائی۔ شاہ ولی اللہ صاحب کا نظریہ۔ موطا امام مالک، سننِ

Marfat.com

ابن ماجہ اور سنن دارمی کو صحاحِ ستّہ میں شامل کرنے کی بحث۔ طبقۂ ثالثہ: مسند امام شافعی، مسندِ ابی یعلیٰ موصلی، مسندِ ابی داؤد، سننِ دارِ قطنی وغیرہا۔ طبقۂ رابعہ کی کتب کی مرویات کی حقیقت اور ان کے رجال کی کیفیت۔

ضبطِ صدر و ضبطِ کتابت۔ ضبط کا مفہوم۔ ضبطِ صدر۔ ضبطِ کتابت۔ اختلال فی الضبط۔ ضبطِ صدر اور ضبطِ کتابت کے ناقص ہونے کی وجوہ۔ اختلال کا حکم۔

طبقاتِ مؤلفینِ حدیث۔ احادیث کو تالیف کی صورت میں لکھنے والے چار طبقے۔ طبقۂ اولیٰ تا طبقۂ رابعہ اور مابعد۔

طبقاتِ رواۃ: روایتِ حدیث کے لحاظ سے راویوں کے طبقے۔ طبقۂ اُولیٰ تا طبقۂ ثانیہ عشرہ۔ طبقاتِ رواۃ بحیثیتِ مقبول و متروک و مختلف فیہ۔ طبقاتِ ثلاثہ مقبولہ۔ طبقاتِ ثلثہ متروکہ۔ طبقۂ سابعہ مختلف فیہ۔ امثلہ طبقاتِ مقبولہ۔

مراتبِ رواۃ بحسبِ جرح و تعدیل۔ المرتبۃ الاولیٰ تا المرتبۃ الثانیہ عشرہ۔

تتمۂ تدوینِ حدیث۔ قرونِ ثلاثہ میں تدوینِ حدیث۔ تمہید۔ زمانۂ رسالت مآب ﷺ میں کتابتِ حدیث۔ خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں کتابت اور تدوینِ حدیث۔ مرویاتِ صحابہ کا ایک اجمالی نقشہ۔ قلّت و کثرتِ روایت کے اعتبار سے صحابہ کرام کی تین قسمیں: مکثّرین، مقلّلین، متوسطین۔ صحابۂ کرام و تابعین کبار و صغار کے زمانے میں کتابت و تدوین کے تین دَور۔ تابعین کے دَور میں بعض محدثین کا اجمالی تذکرہ: علقمہ بن قیس، عامر بن شرجیل الشعبی، حماد بن ابی سلیمان۔

انواعِ کتبِ حدیث۔ اقسامِ ستّہ۔ جامع۔ علومِ ثمانیہ کی تفصیل۔ مسانید۔ معاجم۔ اجزاء۔ اربعینات۔ علل۔ متدرکات۔ اقسامِ کتبِ حدیث میں محدثین کا تفاوت۔ مقدمہ ابوداؤد میں پندرہ اقسام۔ صحیحین پر دارِ قطنی و دیگر کا نقد۔ خصوصیاتِ صحاحِ ستّہ۔

اَدوارِ تاریخِ حدیث۔ قرونِ ثلاثہ۔ ان کی خصوصیات اور ان کے محدثین۔

دوسرا مخطوطہ تقریباً 60 صفحات پر مشتمل ہے جس میں بخاری شریف اور مؤطا امام مالک کے مختلف مضامین قدرے منتشر صورت میں ملتے ہیں۔ یہ پہلے مخطوطہ کے ساتھ ایک جلد میں محفوظ ہے۔ فہرستِ مطالب حسبِ ذیل ہے۔

بخاری شریف۔ باب کیف کان بدؤ الوحی الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم۔ ترجمۃ الباب کا معنی۔ البدء۔ الوحی۔ انواع الوحی فی حق انبیا علیہم السلام۔ حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت۔ رواۃ۔ انما الاعمال۔ تقدیرِ کلمہ۔ اقسامِ اعمال۔ حدثنا یحییٰ بن بکیر۔ کیفیتِ اتیانِ وحی۔ حقیقتِ رسالت مآب کا جامع الحقائق ہونا۔ اخذِ وحی کے لیے اخذ و ماخوذ عنہ میں مناسبت۔ پہلی مرتبہ نزولِ وحی۔ "ما انا بقاری" کی وضاحت۔ اِس حدیث کی صوفیانہ شرح اور توجیہ اتحادی۔

Marfat.com

موطاامام مالک۔ ما یُعْرَفُنَ کی دو توجیہیں۔ صلوٰۃ فجر کے افضل وقت کی بحث۔ وقتِ ظہر کے بارے میں ائمہ کا اختلاف۔

کتاب الایمان، بخاری شریف۔ مبحثِ اوّل: ایمان اور اسلام کے لغوی و شرعی معنی۔ مبحثِ ثانی: ایمان اور اسلام میں فرق اور ان کی نسبت۔ مبحثِ ثالث: حقیقتِ ایمان باعتبارِ نفسُ الامر۔ مبحثِ ثالث میں تین مذاہب: مرجئیہ و کرامیہ، معتزلہ و خوارج، اہلِ سُنّت والجماعت۔ مبحثِ رابع: ایمان کی حقیقت، عنوان اور تعبیر۔ مبحثِ رابع میں مختلف مذاہب۔ تتمہ مباحثِ اربعہ۔ تصدیقِ قلبی کا کمی یا زیادتی کو قبول کرنے یا نہ کرنے کی بحث: باعتبارِ کیف، باعتبارِ اجمال و تفصیل، باعتبارِ مصدق بہٖ۔ اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کے موضوع پر مرجئیہ، کرامیہ، اور اہلِ سُنّت والجماعت کا مذہب۔

تذکرہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ۔ اسمِ گرامی۔ قبیلہ اور آباؤ اجداد۔ ولادت۔ وفات۔ حلیہ۔ فضائل۔ فتویٰ۔ درسِ حدیث۔ تعظیمِ حدیث۔ مشائخ اور تلامذہ۔ علوِ اسناد۔ مؤلفاتِ امام مالک۔ موطاامام مالک۔ دیگر کتبِ حدیث کا مستخرجاتِ علی الموطا ہونا۔ موطا کی وجہ تسمیہ۔ موطا کے نسخے۔ عددِ رواتِ موطا۔ بلاغاتِ موطا۔ مقصدِ موطا۔

بخاری شریف۔ اہلِ عقبہ اولیٰ کا تذکرہ۔ خصوصیاتِ بخاری۔ صحیح ہونا۔ مراسیل، منقطعات اور مقطوعات سے مجرد کرکے احادیثِ صحیحہ کو جمع کرنا۔ شرطِ بخاری کا دیگر تمام شروطِ محدثین سے اقویٰ ہونا۔ تراجمِ ابواب کے ورُود میں مجتہدانہ وفقیہانہ صنعت۔ استنباطِ مسائل از حدیث۔ ترجمۃ الباب کی احادیث سے مناسبت کا مسئلہ۔ 22 احادیثِ ثلاثیات کا موجود ہونا۔ روایاتِ متکلم فیہا۔ تعدادِ احادیثِ بخاری۔ اصحیتِ بخاری۔

تیسرا مخطوطہ 41 صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلے حصّہ میں 35 جبکہ دوسرے حصّہ میں 6 صفحات ہیں۔ ان میں موجود مضامین و موضوعات کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

حدیث کا لغوی، عرفی اور اصطلاحی معنی۔ درایت اور روایت۔ تدریب الراوی میں علّامہ سیوطی کے قول کا مفہوم دربارہ قول و فعل و تقریرِ صحابی و تابعی۔ شرفِ علم الحدیث و فضلہ۔ حجیّتِ حدیث اور عصمتِ انبیا۔ اقسامِ کتبِ احادیث 15۔ سندِ حدیث۔ اخبار و تحدیث۔

ترجمہ امام ترمذی۔ جامع ترمذی۔ شروطِ ائمہ ستہ۔ ضبط واتقان اور ملازمۃ مع الشیوخ کے حوالہ سے راویوں کے پانچ حال۔ شرطِ ابنِ ماجہ۔ اغراضِ محدّثین۔ غرضِ امام مسلم۔ غرضِ امام ابو داؤد۔ غرضِ امام نسائی۔ غرضِ امام ترمذی۔ غرضِ ابنِ ماجہ۔ غرضِ امام مالک۔

ترتیبِ کتبِ احادیث۔ بعض محدثین کا کتاب الایمان کو جبکہ بعض کا فقہی ابواب کو مقدم کرنے میں حکمت۔

Marfat.com

کتبِ احادیث کی مختلف ترتیبوں کے اسباب۔ مقدمہ ترمذی۔ کنیت "ابوعیسیٰ" پر بحث۔ امام ترمذی کی اصطلاحات: حسن، صحیح، مرفوع وغیرہ۔ لفظ "ترمذی" کے ساتھ تین مشہور ائمہ حدیث۔ اصطلاحاتِ حدیث۔ حدیثِ صحیح کے مراتب۔

سنن نسائی۔ ترجمۃ المؤلف امام نسائی۔ تصانیفِ امام نسائی۔ اخبار اور تحدیث۔ قرائۃ علی الشیخ اور سماع۔

علمِ حدیث کے حوالہ سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر کردہ مقالہ کا **چوتھا مخطوطہ** 13 بڑے صفحات پر مشتمل ہے۔ فہرستِ مطالب حسبِ ذیل ہے۔

طُرق التصنیف فی الحدیث۔ تصنیف علی الابواب۔ تصنیف علی المسانید۔ احادیث کی پانچ قسموں میں تقسیم: اوامر، نواہی، اخبار، افعال، اباحات۔ احادیث کو حروفِ معجم کی ترتیب پر جمع کرنا۔ شیوخِ مخصوصین کی احادیث پر علی الانفراد کتب۔ ایک خاص حدیث کو متعیّن کر کے اس کے طرق کو جمع کرنے میں کتابت لکھنا۔

کتب السنۃ فی القرن الثالث۔ قرونِ ثلاثہ کی تقسیم و تحدید۔ قرنِ رابع کی بعض مشہور کتبِ حدیث۔

اصنافِ علوم الحدیث۔ علم غریب الحدیث۔ علمِ رجال الحدیث۔ اسماءِ صحابہ میں تالیفِ کتب۔ علم الجرح والتعدیل۔ احوالِ رواۃ میں کتب مصنفہ۔ علمِ وفیات المحدثین۔ علم مصطلح الحدیث۔ فن علل الحدیث۔ علم تلفیق الحدیث و علم مختلف الحدیث۔ علم ناسخ الحدیث و منسوخہ۔ روایت الاکابر عن الاصاغر۔

۲۔تاریخ التشریع الاسلامی:

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کے جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے دِنوں کی ایک قلمی دستاویز "تاریخ التشریع الاسلامی" کے عنوان سے محفوظ ہے۔ 60 صفحات پر مشتمل اِس قلمی مخطوطہ میں فروری تا مئی 1965ء کی متفرق تواریخ درج ہیں۔ تاہم یہ امر واضح نہیں کہ یہ تحریر حضرت صاحب کی اپنی تحقیقی کاوش ہے یا کسی کتاب کی تلخیص ہے۔ مقالہ کی زبان اور اسلوبِ تحقیق حضرت صاحب کی دیگر تالیفات و تحقیقات سے بظاہر مختلف معلوم ہوتے ہیں۔ یہ مقالہ اصولُ الفقہ سے متعلق ہے اور اسلامی قانون سازی کی تاریخ فراہم کرتا ہے۔

مقالہ میں موجود مضامین کی فہرست حسبِ ذیل ہے:

دَورِ ثانی (از 41ھ تا آغازِ قرنِ ثانی)۔ سیاسی صورتِ حال۔ اس دَور کی خصوصیات۔ نزولِ قرآن کی تکمیل۔

Marfat.com

حیاتِ ظاہری کے آخری 80 ایام۔ قرآنِ مجید کا مکّی اور مدنی حصّہ اور اِن اَدوار کی سورتوں کی خصوصیات۔ لفظِ سورۃ۔ کاتبینِ وحی۔ قرآن کی تحریر کا انداز۔ ترتیبِ توقیفی۔ عہدِ نبوی میں حفظِ قرآن۔ قرآن میں نزولِ احکام کی صورتیں: اوّل، کسی واقعہ یا حادثہ کے جواب میں۔ دوم، صحابہ کے سوال کا جواب۔ سوم، خود اللہ کی طرف سے احکام کا نزول۔

مکّی و مدنی سورتوں کی امتیازی خصوصیات۔ قرآنِ مجید میں تین قسم کے امور: ایمان (علم الکلام)، اعمال (علمِ فقہ)۔

تشریعِ اسلامی کی اساس تین چیزوں پر: عدمِ حرج، قلّتِ تکلیف، تدریج فی التشریع۔

حجیّتِ قرآن۔ نسخ کے دو معنی۔ بحثِ ناسخ و منسوخ مع امثلہ۔ طلب و تخییر۔ طلب الکف۔ تخییر۔

تشریع کے دو اصول: قرآن اور سُنّت۔ اقسامِ احکامِ قرآن: حقوق اللہ کی دو اور حقوق العباد کی چار اقسام۔

سُنّت کا مفہوم۔ حضورِ اکرم ﷺ کی دو حیثیتیں: مبلغ، شارح۔ قرآنِ مجید سے مثالیں۔

مجال القیاس بین الاصول والفرع۔ ربوا اور نکاح کی مثال۔ منزلتِ حدیث بحیثیتِ شارح القرآن۔

قرآن کی آیاتِ احکام۔ صلوٰۃ۔ صوم۔ حج۔ الزکوٰۃ۔ جہاد: قتال، نقضِ عہد، غلاموں کے احکام، غنائم اور اسلام کی صلح پسندی۔ تدبیرِ منزل۔ نظام البیت۔ نکاح۔ طلاق۔ عدّت۔ اصلاحِ مالِ یتیم۔ وصیّت۔ پردہ۔ استیذان۔ میراث۔ معاملات: لین دین، تجارت، ربوا۔ عقوبات: قصاص و دیت، چور کے ہاتھ کاٹنا، ڈاکو کی سزا، حدِّ قذف، حدِّ زنا۔

کبار صحابہ کے زمانے کا تاریخی پس منظر۔ آنحضرت ﷺ کے عہد میں نزول و کتابتِ قرآن۔ جنگِ یمامہ میں شہادتِ حفاظ۔ دَورِ خلیفۂ اوّل میں جمعِ قرآن۔ دَورِ خلیفۂ ثالث میں جمعِ قرآن۔ دَورِ خلیفۂ ثانی میں کتابتِ حدیث و کثرتِ روایت پر پابندی۔ دَورِ صحابہ میں احتیاطِ روایت۔

اجتہاد: مفہوم، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے احکامات، طریقِ صحابہ، اکابر صحابہ میں فقہی اختلاف کی چند مثالیں۔ اہل الرّائے۔

چوتھا دَور: قرنِ ثانی کے ربعِ اوّل سے قرنِ رابع کے نصف تک۔ حکومتِ بنو عباس کی تاریخ۔ اہلِ تشیع میں اثنا عشری اور امامیہ۔ اس دَور کی امتیازی خصوصیات۔ بڑے شہروں (مثلاً بغداد، فسطاط، دمشق) کا آباد ہونا۔ حفاظِ قرآن کی کثرت۔ تدوینِ حدیث۔ تدوینِ فقہ۔ فقہِ اسلامی کی اساس۔ رائے و قیاس اور اجماع کے متعلق نزاع۔ تدوینِ اصولِ فقہ۔ اصطلاحاتِ فقہ کا اختراع۔ امام اَوزاعی اور امام داؤد ظاہری کے مذاہب۔ دَورِ خامس: چوتھی صدی کے وسط سے سلطنتِ عباسیہ کے اختتام تک۔ اسلامی حکومت کا سیاسی اضمحلال اور علمی انحطاط۔ روحِ تقلید۔ جذبۂ اجتہاد کا فقدان۔ کثرتِ مناظرات۔ مذہبی تعصّب۔

دَورِ سادس: سقوطِ بغداد کے بعد۔ تقلیدِ محض۔ علمائے بلادِ متفرقہ میں ربط نہ ہونا۔ اختصارِ کتب کا نقصان۔

Marfat.com

۳۔امامِ اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، تحقیق و تنقید کی روشنی میں:

یہ مقالہ حضرت صاحب علاّمہ محمد نُور سُلطان القادری کے زمانۂ طالبعلمی کا تحقیقی شاہکار ہے۔ چونکہ یہ مقالہ آپ کے زمانۂ طالبعلمی کے آخری سال یعنی 1966ء میں لکھا گیا اس لیے اِسے آپ کی تعلیم و تدریس کا نقطۂ عروج کہا جاسکتا ہے۔ درجۂ تخصص فی الفقہ والقانون کے سالِ آخر میں لکھے گئے اِس مقالہ بعنوان "امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، تحقیق و تنقید کی روشنی میں" کے نگران جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے شیخ الادب، معروف عربی شاعر و لغت دان اور تصوّف کی اُمّہات الکتب کے مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ (و:1904ء۔ف:1999ء) تھے۔ مقالہ میں امام ابو حنیفہ کے فضائل و مناقب کا ذکر کرنے کی بجائے، اُن کی شخصیت وفقاہت پر وارِد کیے جانے والے اعتراضات کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ پھر اِن اعتراضات کے جوابات میں احناف اکابرین کے اقوال کی بجائے اُن بزرگوں کے اقوال پر زیادہ توجہ دی گئی ہے جو امام اعظم سے مسلکی اختلاف رکھنے کے باوجود اُن کے مدّاح ہیں۔ جس قائل کے قول سے استدلال کیا گیا، حاشیہ (foot notes) میں اُس کا ترجمہ شامل کرلیا گیا۔ حواشی بھی نہایت عرق ریزی سے تاریخ اور علم الرّجال کی مستند ترین کتب کی روشنی میں تیار کیے گئے۔ مراجع البحث والتحقیق میں تقریباً ایک سو کتب کا ذکر ہے جن کے حوالہ جات مقالہ میں جگہ جگہ بکھرے ہُوئے ہیں۔ اِس مقالہ میں صِرف منتخب موضوعات کو چھیڑا گیا مگر جس موضوع پر بھی قلم اُٹھایا گیا اُس کا کوئی پہلو تشنۂ تکمیل نہ چھوڑا گیا اور حوالہ جات و دلائل کا ڈھیر لگا دیا گیا۔ طرزِ استدلال نہایت عالمانہ و محققانہ ہے۔

1966ء میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مقالہ مکمل کیا تو اس کی دو کاپیاں ٹائپ کرائیں۔ ایک کاپی ضوابط کے مطابق جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں جمع کرائی جبکہ دوسری کاپی اپنے چچا اور دوست پروفیسر ڈاکٹر سُلطان الطاف علی حفظہ اللہ کو پیش کر دی۔ اِس مقالہ کی کوئی کاپی حضرت صاحب کے اپنے ریکارڈ میں محفوظ نہ تھی۔ البتہ اُس زمانہ کے چند صفحات پر اِس مقالہ کے متفرّق حصّوں کی تحریرات دستیاب ہوئی ہیں جن میں بعض ایسے نکات (مثلاً طبقاتِ مسائل احناف) بھی ملے ہیں جنہیں شاید بخوفِ طوالت شاملِ مقالہ نہ کیا گیا۔ 2006ء میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد جب راقم نے حضرت سُلطان الطاف علی حفظہ اللہ کو بتایا کہ اس مقالہ کی واحد کاپی اب صرف اُنہی کے پاس ہے تو اُنہوں نے اِس مقالہ کی اشاعت کرانے کا عزم بالجزم کیا۔ چنانچہ 2010ء میں یہ عظیم تحقیقی مقالہ اپنی تالیف کے 44 سال بعد باھُو پبلیکیشنز کے تحت شائع ہُوا۔ اِس اشاعت کے پیش لفظ کے طور پر ڈاکٹر صاحب موصوف کا مضمون بعنوان "تقدیم عہد" شامل کیا گیا جبکہ 1966ء میں لکھی گئی تقاریظ کو

Marfat.com

Marfat.com

[illegible]

متفرقات:

[illegible]

ملفوظات:

"[illegible] ملفوظات [illegible]

[illegible] ملفوظات شاہ عبدالعزیز [illegible]

کے متعلق۔ مثنوی شریف کے دو اشعار کا مطلب۔ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

علیہم الصلوٰۃ والسلام پر زکوٰۃ واجب نہ ہونا۔

Marfat.com

توضیح تلویح:

ستمبر 1964ء میں تحریر کردہ یہ مخطوطہ صرف گیارہ صفحات پر مشتمل ہے جس کے موضوعات حسبِ ذیل ہیں۔

مالها و ما علیها میں موجود پانچ احتمال۔

اصل کی تعریف۔ تعریف کی دو اقسام۔ فقہ کی تین تعریفیں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب تعریف "معرفةُ النّفسِ ما لَها و ما علَیها" کی وضاحت۔ فرض، حرام، مندوب، مکروہ اور مباح کی وضاحت۔

اصحابِ شافعی کے نزدیک فقہ کی تعریف "العلمُ بالاحکامِ الشرعیۃِ العملیۃِ من ادلّتِہا التفصیلیّۃِ" کی وضاحت۔ العلم کا مفہوم۔ حکم کے تین معنی۔ احکام شرعی کی دو اقسام۔ عملیہ کی قید۔ من ادلتہا التفصیلیۃ۔ ابنِ حاجب کی طرف سے "بالاستدلال" کی قید کا اضافہ۔

حکم کی تعریف۔ خطابِ وضعی۔ حکم شرعی۔ حکم کی تعریف پر اعتراضات وجوابات۔

فقہ کے چار اصول: کتاب، سنت، اجماع، قیاس۔ قیاس کا من وجہ اصل اور من وجہ فرع ہونا۔ قیاس کی دو اقسام۔

ابوابِ فقہ:

12 صفحات پر مشتمل ایک مخطوطہ میں مختلف ابوابِ فقہ کی ذیل میں مسائل و اشارات رقم کیے گئے ہیں۔ اِن ابوابِ فقہ کے عنوانات یہ ہیں۔ بابُ الکنایات۔ بابُ الرّجعۃ۔ باب المحرمات۔ بابُ القرض۔ بابُ الرّبوا۔ کتاب المیاہ۔ کتاب الانجاس۔

فقہاو تقلیدِ فقہا:

زمانۂ بہاولپور کے قلمی تبرکات میں ایک مخطوطہ پر 9 صفحات پر مبنی ایک نہایت اہم مضمون بلاعنوان موجود ہے۔

اس میں تشریعِ اسلامی کے حوالہ سے تقلید کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل امور زیرِ بحث آئے ہیں۔

تقلید کے حوالہ سے چوتھی صدی ہجری سے پہلے اور بعد لوگوں کی حالت۔ دوسری صدی ہجری تک حالات۔ فقہا اور حکّام۔

علم مناظرہ اور کلام کی ترویج۔ تقلیدِ محض کی وجہ۔ تقلید کے متعلق ابنِ حزم کا قول اور اس کی وضاحت۔

کلامِ فقہا کی تخریج یا نقدِ حدیث کا تتبع۔ اہلِ سُنّت اور اہلِ حدیث۔ اصحابِ حدیث کے وضع کردہ قوانین پر کسی حدیث کو رَد کر دینا مناسب نہیں۔

کتاب و سُنّت کے تتبع کے مختلف مدارج۔ فقہا کے مابین اختلاف کی مختلف صورتیں۔

Marfat.com

الفقہ عند السادات الصوفیا:

چند صفحات پر مشتمل یہ نہایت ہی نفیس مضمون اُس مخطوطہ میں درج ہے جس میں مقالہ "امام اعظم نعمان بن ثابت، تحقیق و تنقید کی روشنی میں" سے متعلّق متفرّق نکات پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا اِس کا زمانۂ تصنیف 1965ء کا آخر یا 1966ء کا آغاز ہو گا۔

جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے اِس مضمون میں یہ بتایا گیا ہے کہ صوفیائے کرام کے نزدیک فقہ کا کیا معنی ہے۔ اوّلاً، دُرِّ مختار اور اَحیاءُ العلوم کے حوالہ جات کی روشنی میں بتایا گیا ہے کہ فقہ علم و عمل کے مجموعہ کا نام ہے۔ پھر الفقہ فی العصر الاوّل کی ذیل میں مذکورہ بالا تعریف کا استدلال اکابرینِ زمانۂ اُولیٰ کے فرمودات سے کیا گیا ہے۔ آخر میں یہ سوال اُٹھایا گیا ہے کہ کیا احکامِ ظاہری کو فقہ کہنا صوفیائے کرام کے ہاں مستعمل نہیں۔ جواباً بتایا گیا کہ ایسا نہیں۔ بلکہ بات یہ ہے کہ فقہ میں علمِ ظاہر کے ساتھ ساتھ علمِ باطن اور خشیتِ الٰہی بھی شامل ہے۔

اسی مخطوطہ میں ایک اور مختصر تحریر بھی موجود ہے جس کا عنوان "بحیثیت علم کے فقہ کا مقام" ہے اور یہ صرف ایک صفحہ پر مشتمل ہے۔ اِس میں علمِ فقہ کے فضائل خصوصاً اس کی وصفِ محمودیت کے اثبات پر بحث کی گئی ہے۔

علم العروض:

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مارچ 1966ء کے تحریر فرمودہ 6 صفحات بعنوان "علم العروض" دستیاب ہوئے ہیں۔ یہ فنِ عروض میں عربی میں لکھی گئی کسی کتاب کے اسباق معلوم ہوتے ہیں جو حضرت صاحب نے جامعہ کے مجوزہ نصاب سے اضافی طور پر حاصل کیے۔ عین ممکن ہے کہ یہ اسباق حضرت صاحب نے عربی کے معروف شاعر ڈاکٹر پیر محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیے ہوں جو کہ اُن دِنوں نہ صرف جامعہ کے شیخ الادب تھے بلکہ تحقیقی مقالہ میں حضرت صاحب کے نگران بھی تھے۔ اس مخطوطہ میں مندرجہ ذیل نکات شامل ہیں۔

اَحْرُفُ التقطِیعِ الّتی تَتَألّفُ منہا الخ۔ دَس حروف جن سے اوزانِ تقطیع بنتے ہیں۔ "لَمَعَتْ سُیُوْفُنَا"۔ سببِ خفیف، سببِ ثقیل، وتد مجموع، وتد مفروق، فاصلہ صغریٰ، فاصلہ کُبریٰ۔ وزن کے حوالہ سے بولے اور لکھے جانے والے الفاظ کا حکم۔ اوزان: فعولن، مفاعیلن، مفاعلتن، فاع لاتن، فاعلن، مستفعلن، فاعلاتن، متفاعلن، مفعولات، مُسْتَفْعِ لُن۔ اصول اور فروع۔ زحاف۔ زحافِ مفرد کی اٹھ قسمیں۔ زحافِ مزدوج کی چار قسمیں۔ علل۔ عللِ زیادت کی تین قسمیں۔ عللِ نقص کی نو قسمیں۔

Marfat.com

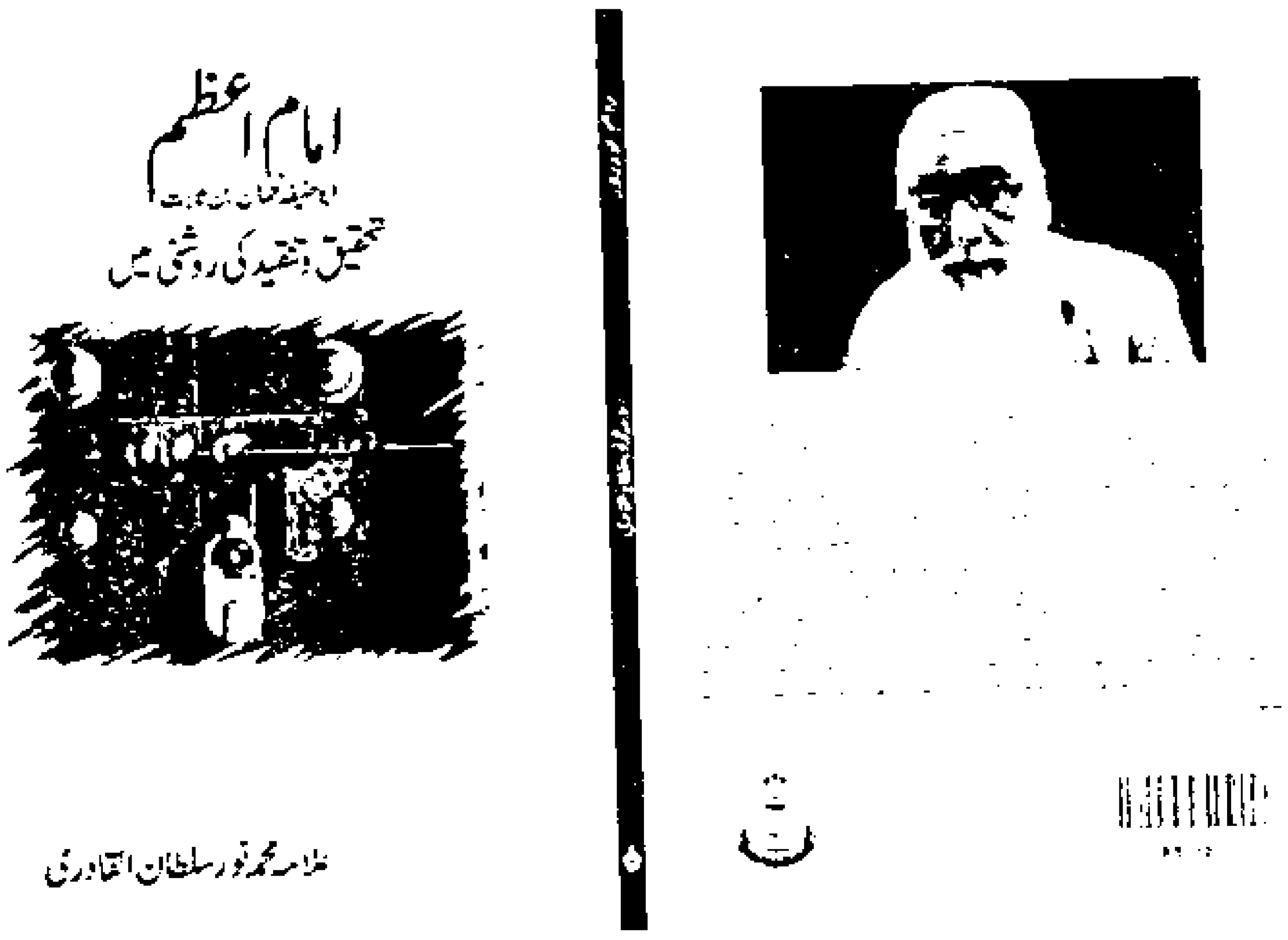

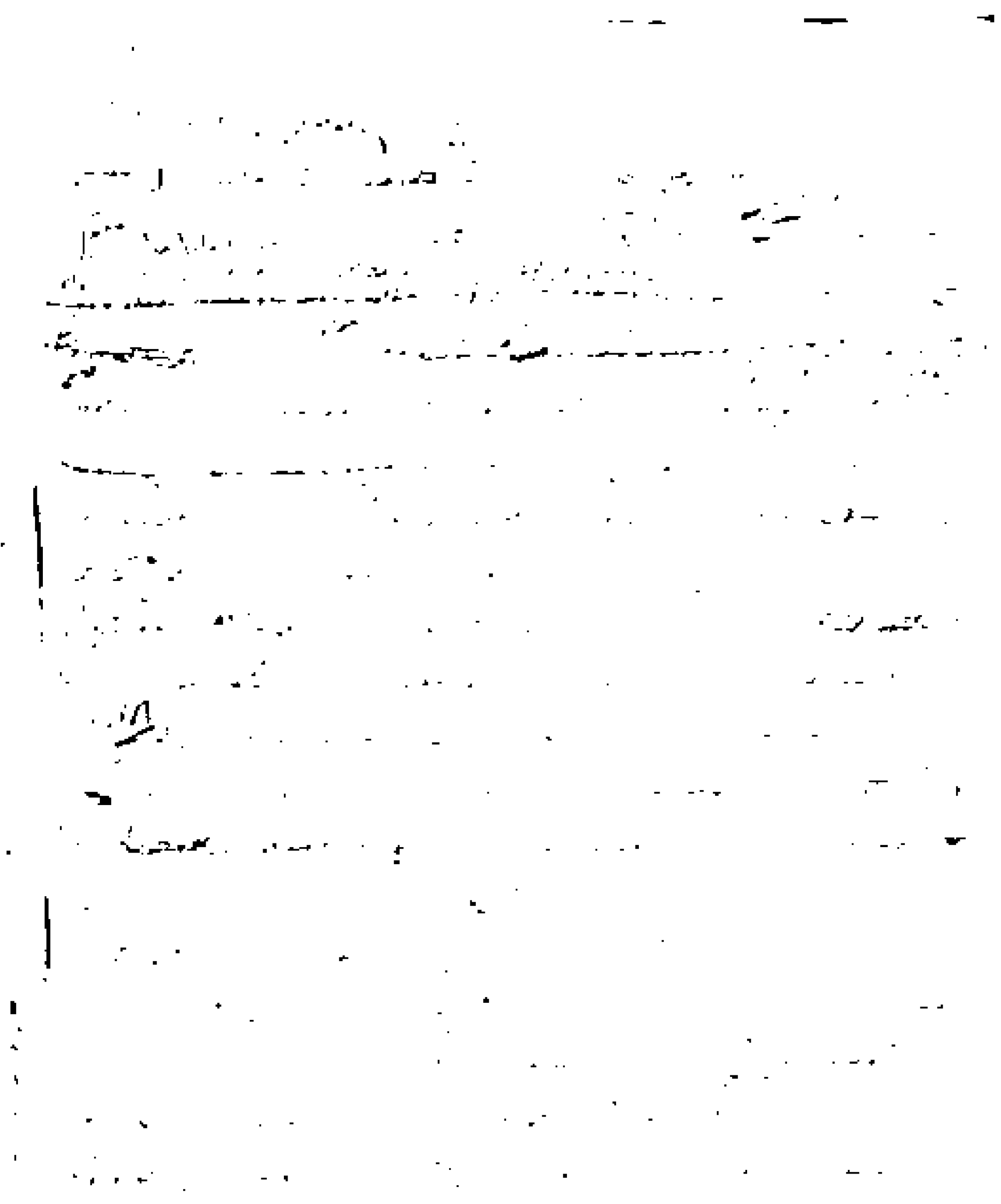

↑ 2010ء میں مقالہ کی پہلی اشاعت کا سرورق اور پس ورق

→ 1966ء میں تحریر کردہ مقالہ کا ابتدائی مسوّدہ اور کانٹ چھانٹ

مقالہ کے آخر پر رکھا گیا جو حضرت صاحب کے جامعہ اسلامیہ کے تین معاصرین حضرت علامہ (محمد عیسیٰ) قیصرانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ظہور سلطان قادری حفظہ اللہ اور مولانا گل محمد سعیدی چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمائی تھیں۔

مقالہ کے مضامین کی اجمالی فہرست حسبِ ذیل ہے:

مقدمہ۔ نام و سنِ ولادت۔ کیا امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ غلام رہے؟۔ کُنیت۔ بشارت (امام صاحب کی آمد کی بشارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی سال پہلے دی تھی)۔ امام صاحب کا تابعی ہونا۔

امام صاحب کی عملی زندگی۔ امام صاحب کی عملی زندگی کے متعلق مولانا شبلی کا نظریہ۔ ایک اعتراض اور اس کا جواب (بحوالہ لَمْ يَفْقَهْ مَنْ قَرَءَ الْقُرْآنَ فِيْ اَقَلِّ مِنْ ثَلَاثٍ)۔ تین دن ورات سے کم وقت میں ختمِ قرآن کرنے والے حضرات۔ امام صاحب کا تقویٰ۔ خطیب کے نظریہ پر ابنِ خلکان کی تنقید۔ امام صاحب کی عربی دانی (بحوالہ کلام وَلَوْ قَتَلَه بابا قیس)۔

کیا امام صاحب "صاحب رائے" تھے؟۔ امام صاحب کو اصحابِ رائے میں شمار کرنے کا پس منظر۔ رائے اور حدیث کا باہمی تعلّق۔ کیا امام صاحب حدیث پر اپنے قیاس ورائے کو مقدّم کرتے تھے۔ جمیع ائمہ قیاس فرمایا کرتے۔ علامہ خوارزمی کا کلام۔ فقہِ حنفی کا کوئی مسئلہ خلافِ حدیث نہیں۔

صحابہ سے روایت۔ عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایتِ حدیث۔ عبد اللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایتِ حدیث۔ عبد اللہ بن حارث سے امام صاحب کی روایت کے متعلّق ایک شُبہ کا ازالہ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت۔ علّامہ شبلی کا اعتراض اور اس

Marfat.com

سے جواب (امام صاحب کی صحابہ سے روایت کے بارہ میں)۔ محدّثین کا قاعدہ رَاوِی الْاِتّصالِ مقدّمٌ علیٰ راوی الارسالِ وَالْاِنْقِطَاعِ۔ ایک اعتراض اور اس کا جواب (سماعِ حدیث کے وقت امام صاحب کی عمر کے متعلق)۔ صحتِ سماع کی عمر۔ ضروری گزارش (حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے امام صاحب کے سماع کے متعلق)۔

حرفِ آخر (دارِ قطنی اور خطیب کے اقوال کارَد)۔ جرح وتعدیل کی تفصیلی بحث۔ اظہارِ حقیقت (امام صاحب کے مادحین اور حاسدین کے متعلق)۔ ایک شبہ کا ازالہ (در بارہ تقدیم الجرحِ علی التّعدیل)۔ ابنِ ابی حاتم کی رائے پر اجمالی کلام۔ لمحۂ فکریہ۔

امام صاحب اور علمِ حدیث۔ علوِ سند میں آپ کا مقام۔ امام صاحب کی تصانیف۔ کتاب الآثار۔ امام صاحب کی تصانیف کا مقام۔

آپ کی وفات۔ قضاءِ حوائج اور مزارِ امام۔ امام صاحب کی کرامت (آپ کی مزار پر امام شافعی کا نمازِ فجر میں دُعائے قنوت نہ پڑھنا)۔ مزار پر قبہ اور اس کے قریب مدرسہ۔

مراجع البحث التحقیق۔

۴۔ متفرقات:

ذیل میں اُن متفرّق قلمی تبرکات کی تفصیل پیش کی جاتی ہے جو جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں زمانۂ طالبعلمی کے دوران حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمائے اور ہمیں دستیاب ہو پائے۔ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے بعض آپ کی اپنی تحقیقی کاوشیں یا نتیجۂ فکر ہوں جبکہ بعض آپ کے اساتذہ یا دیگر معاصرین کے ملفوظات ہوں جو آپ نے اپنے انداز سے تحریری صورت میں محفوظ کر لیے ہوں۔ تفصیل حسبِ ذیل ہے:

ملفوظات:

"تاریخ التشریع الاسلامی" والی جلد میں 7 صفحات پر مبنی ملفوظات میں مندرجہ ذیل نکات شامل ہیں۔

الفاظِ عام۔ لفظِ مشترک۔ عام۔ جمع منکر۔ دلالتِ عام وخاص۔ ملفوظاتِ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی۔ داڑھی کی شرعی مقدار کے متعلق۔ مثنوی شریف کے دو اشعار کا مطلب۔ للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فیما بینہٗ و بین العربِ۔ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسّلام پر زکوٰۃ واجب نہ ہونا۔

Marfat.com

معاشی نظام واحکام، تاریخ اسلام کے آئینہ میں:

پندرہ صفحات پر مبنی یہ تحریر بھی مذکورہ بالا علمُ العروض والے مخطوطہ میں شامل ہے۔ اِس میں اسلام کے معاشی نظام کے اہم پہلوؤں کو زیرِ بحث لایا گیاہے۔ نیز تاریخ اسلام کے مختلف اَدوار میں زیرِ عمل رہنے والے مختلف معاشی قوانین و قوائد کو بیان کیا گیاہے۔ مشمولات کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

شام اور جزیرہ کی فتوحات اور ان پر لگان کے حالات۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق دورِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حالات۔ فارس پر جزیہ۔ دَورِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ میں عراق پر لگان اور مسلمانوں میں مال کی تقسیم۔ دَورِ صدّیقِ اکبر اور دَورِ فاروقِ اعظم میں مال کی تقسیم کا فرق۔ دَورِ فاروقِ اعظم میں وظیفہ کی ابتدا۔ رجسٹر پر وظیفہ خواران کا اندراج۔ آپ کا فارس کی غنیمت پر رونا۔ دَورِ فاروقِ اعظم میں عراق پر لگان۔

خراج و عشر میں فرق۔ ترکاریوں میں خراج۔ زعفران کا حکم۔ غلّہ چوری ہو جانے پر حکم۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دَور میں عراق میں جاگیرات و عطیات کی صورت۔ بلادِ عرب کی زمین کا حکم۔ بصرہ اور خراسان کی زمین کا حکم۔ مزنیہ اور جہنیہ کے اراضی جھگڑے میں حضرت عمر کا فیصلہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عام قانون۔ حدیثِ پاک مَنْ اَحیٰی اَرْضاً مَیْتَۃً فَھِیَ لَہ۔ اذنِ امام۔ مرتدین کے لیے حکم۔ فَیٔ کا حکم۔ دریا کے موتی عنبر کا حکم۔ شہد، بادام، اخروٹ کا حکم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اہلِ نجران کے عہد کی تفصیل۔ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کا نجرانیوں سے عہد۔ نجرانِ یمن میں متروکہ زمین کا حکم۔

بابُ الصدقات۔ بکریوں پر حکم۔ اونٹوں پر حکم۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مذہب۔ گائے، بھینس اور گھوڑوں پر حکم۔ زکوٰۃ میں اقتصادیانہ رویّہ۔ اسقاطِ زکوٰۃ میں حیلہ پر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی وعید۔ مالِ زکوٰۃ کے احکام۔ حضرت عمر بن عبدُ العزیز رضی اللہ عنہ کی اپنے عامل کو ٹیکس کے حوالہ سے نصیحت۔ تالاب کی مچھی کا حکم۔ باغات یا زمین مستاجری پر دینا۔ مزارعت کی قسمیں۔ حراس و کشتی۔ دجلہ و فرات کے جزیروں کا حکم۔ دریابُرد زمین کا حکم۔ حوض، کنویں، نہریں، گھاٹ کے احکام۔ نہریں نکالنے کے طریقے۔ جنگلی کنواں۔ چشمہ کا پانی۔ تالاب وحَوض۔ مشکیزہ سے پانی لینے کا حکم۔ چشمہ سے نہر نکالنے کا حکم۔ مانع عن الماء العام۔ دریا سے بنائے گئے حوض کا حکم۔ نہر ٹوٹنے کے احکام۔

عدالتی احکام ومسائل فقہ:

مذکورہ بالا مخطوطہ میں گیارہ صفحات پر اسلامی قانون یا فقہ کی کسی اور کتاب کے ابواب کی تفصیلات بھی درج ہیں۔ یہ ابواب فقہ اسلامی میں نظام عدلیہ سے متعلق ہیں۔ اِس تحریر میں اِن ابواب کی تفصیلات موجود ہیں: بابُ التحکیم۔ کتابُ القاضی۔ باب الاختلاف فی الشہادۃ۔ باب اقرار المریض۔ فصل فی دعوی الرجلین۔ کتاب الحدود۔

Marfat.com

فصلِ پنجم

1966ء ومابعد

جب حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ جون 1966ء میں جامعہ اسلامیہ بہاولپور سے جمعہ شریف لَوٹے تو گویا آپ کی زندگی کے دَورِ تحصیلات کی تکمیل ہُوئی اور دَورِ تبلیغات کا باقاعدہ آغاز ہُوا۔ اس دَور کے تفصیلی حالات وواقعات اِس کتاب کے باب سوم میں درج کیے جاچکے ہیں۔ متعلقہ صفحات کا مطالعہ کر کے انسان ورطۂ حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اتنی کثیر اور متنوّع دینی وملّی و تنظیمی و تبلیغی خدمات صرف ایک شخصیت کی ہیں۔ تاہم اس دَور میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات کی تعداد مختصر ہے۔

کئی لوگوں نے اِس امر پر حیرت کا اظہار کیا کہ ایک ایسی شخصیت جس کے زمانۂ طالبعلمی کے صرف آخری چار سالوں (1962ء تا 1966ء) کا تحریری خزانہ ڈیڑھ ہزار صفحات کے قریب ہے، جنہوں نے طالبعلمی میں ہی اپنی تحریرات کی تحقیقی وعلمی گہرائی سے معاصرین کو چونکا دیا تھا اور جن کی تحریر کردہ تقریراتِ معقولات سے کئی جیّد علما اِستفادہ کیا کرتے تھے، آخر اُنہوں نے عملی زندگی میں قدم رکھنے کے بعد تصنیف و تالیف کی طرف زیادہ توجّہ کیوں نہ فرمائی۔ راقم کی رائے میں یہ واقعی مقامِ تاسّف ہے۔ اگر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر واشاعت سے وابستہ رہتے تو نہ جانے آج علوم وفنون کے بحارِ ذخار سے کیسے کیسے جواہر ویواقیت نکال کر پیش کر چکے ہوتے۔ راقم کے خیال میں اِس دَور میں تصنیف و تالیف سے آپ کی قدرے دُوری کی مندرجہ ذیل وجوہات ہو سکتیں ہیں۔

- حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تبلیغی و علمی فیض رسانی کے لیے بڑے شہروں کے بجائے پسماندہ علاقوں کی طرف رجوع کیا جہاں کی تشنہ سرزمین کو علمی آبیاری کی زیادہ ضرورت تھی۔ حضرت صاحب یہ سمجھتے تھے کہ بجائے بڑے شہروں میں جاکر ترقی وشہرت حاصل کرنے کے اپنی مٹی کا قرض چُکانا زیادہ ضروری تھا۔ اِن علاقوں خصوصاً تھل اور داماں میں اُن دِنوں کوئی خاص اشاعتی اِدارے موجود نہ تھے۔
- حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے محسوس کیا کہ پسماندہ علاقوں میں شرح خواندگی نہایت کم ہے لہٰذا کتاب کے ذریعہ ایک محدود طبقہ ہی مستفیض ہو سکتا ہے۔ اس کے برعکس خطبات وتبلیغات کی مدد سے اپنا پیغام زیادہ لوگوں تک بلاواسطہ پہنچایا جاسکتا ہے۔ پس آپ کی target community تک تبلیغات پہنچانے کا واحد طریقہ یہی تھا کہ خطبات وزبانی تقاریر پر زیادہ زور دیا جائے۔

Marfat.com

- جیسا کہ بابِ سوم میں بیان کیا گیا ہے، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عملی طور پر اِس قدر فعّال، مصروف اور بامشقت زندگی گزاری کہ اِس میں وہ آسائش موجود نہ تھی جو تصنیف و تالیف کے لیے عموماً درکار ہُوا کرتی ہے۔

اِس دَور میں حضرت صاحب نے اگرچہ تحریر پر کم توجہ دی مگر مطالعہ سے کبھی دُور نہ ہُوئے۔ علم و فضل میں کمال حاصل کرنے کے باوجود آپ باقاعدگی سے مطالعہ کیا کرتے۔ حضرت صاحب کا کُتب خانہ اِس امر پر دال ہے کہ آپ نہایت ادق اور ضخیم کتابوں کا حرف بہ حرف مطالعہ کیا کرتے۔ آپ کے ذاتی کُتب خانہ کی تمام کتابوں پر آپ کے اپنے قلم سے جو حوالہ جات (notes) درج ہیں وہ مطالعہ میں آپ کے انہماک اور محنتِ شاقہ کا ثبوت ہیں۔ جس کتاب کا بھی مطالعہ کرتے اُس کے اہم نکات صفحہ نمبر کے ساتھ جلد سے ملحق خالی صفحات پر درج فرما دیتے اور متعلقہ مقام پر کبھی لکیر کھینچ دیتے اور کبھی ✓ کا نشان لگا دیتے۔ اِن میں عموماً زور اُن نکات پر ہوتا جو اسلام اور اہلسنّت کے عقائد کی حقانیت کے استدلال میں کارگر ہوتے۔ جن کتابوں پر آپ کے دستِ مبارک سے لکھے حوالہ جات موجود ہیں اُن کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ اِن کتب کی تفصیل اور اُن پر آپ کے لکھے حوالہ جات کو مرتب کرنا ایک جُداگانہ تحقیق کے متقاضی ہیں۔ اِن حوالہ جات میں گویا ہر کتاب کی تلخیص بیان کر دی گئی ہے جو محققین کے لیے تحقیق کے نئے دریچے وا کر سکتی ہیں۔[1]

حضرت صاحب کے روزافزوں مطالعہ کے ثمرات آپ کے خطبات میں ظاہر ہُوا کرتے تھے۔ آپ اپنی نت نئی علمی تحقیقات کو اپنی تقریروں میں بیان فرما دیتے۔ آپ کی خطابت کا تفصیلی بیان باب سوم کی فصل سوم میں گزر چکا ہے۔ یہاں محض اس قدر رقم کر دینا کافی ہو گا کہ آپ کے ہزاروں خطبات (جن میں سے سیکڑوں آج بھی آڈیو جبکہ چند ویڈیوز کی صورت میں محفوظ ہیں) آپ کی علمی تحقیقات کو سالہاسال تک پیش کرتے رہے۔ ان خطبات کو تحریری شکل میں لا کر ایک عظیم دینی و تحقیقی خدمت سرانجام دی جا سکتی ہے۔ ان خطبات کا ایک اہم اور نہایت دلچسپ پہلو یہ ہے کہ ان میں عقائد کے نہایت پیچیدہ اور گنجلدار مسائل ایسی سادگی، سہولت، روانی اور شیرینی سے بیان کیے گئے ہیں کہ سامع پر مسئلہ کی حقیقت بھی آشکار ہو کر ذہن نشین ہو جائے اور گراں بھی نہ گزرے۔ چونکہ حضرت صاحب کی توجّہ کا خاص مرکز دامان اور تھل کا پسماندہ و ناخواندہ علاقہ تھا، لہٰذا آپ کے خطبات میں مسائل کو نہایت عام فہم اور سہل اسلوب میں بیان کیا جاتا۔

---

[1] حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کتب خانہ اب آپ کے سجادہ نشین صاحبزادہ محمد منصور سلطان کے زیرِ نگرانی محفوظ ہے۔ اِسے عوامی لائبریری کی شکل دے دی گئی ہے جس میں بیٹھ کر ہر ایک کو مطالعہ کرنے کی اجازت ہے۔ البتہ کتاب مستعار لے جانے کی اجازت نہیں۔ زیادہ کتب عربی میں ہیں اور بعض فارسی میں ہیں، جبکہ اُردو اور دیگر زبانوں میں کتب کی تعداد کم ہے۔ اکثر کتابوں کے نہایت پرانے نسخے جبکہ کئی قلمی نسخے بھی ان میں شامل ہیں۔

Marfat.com

مطالعۂ کتب کے نتیجہ میں تحریر کردہ حوالہ جات اور ہزاروں خطبات کے ساتھ ساتھ اس دَور کی اہم دستاویزات حضرت صاحب کے تحریر کردہ مکتوبات اور روزنامچے ہیں۔ مکتوبات میں خانگی اور تبلیغی دونوں طرح کے مکتوبات شامل ہیں۔ حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ کے تبرکات میں سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لکھے گئے تقریباً ڈھائی سو مکتوبات کی نقول ہمیں حضرت سُلطان ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے حاصل ہوئیں، تینتیس خطوط کی نقول حضرت ڈاکٹر سُلطان الطاف علی حفظہ اللہ نے عنایت کیں، کچھ خطوط راقم کے پاس محفوظ تھے اور کچھ حضرت صاحب کے مُریدین و تلامذہ سے حاصل ہُوئے۔[1]

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو باقاعدگی سے روزنامچہ (diary) لکھنے کی عادت تھی۔ آپ کی تحریر فرمودہ 36 ڈائریاں محفوظ ہیں جن میں سے بعض جیبی بھی ہیں۔ آپ کی سب سے پُرانی ڈائری جو ہمارے پاس محفوظ ہے سال 1963 / 1964ء سے تعلّق رکھتی ہے۔ اس کے بعد 1967ء، 1970ء، 1973ء، 1974ء، 1976ء، 1977ء، 1979ء اور 1980ء کی ڈائریاں ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ پھر 1980ء سے 1984ء تک کی جیبی ڈائریاں جبکہ 1985ء سے لے کر حضرت صاحب کے سالِ وفات یعنی 2006ء تک کی مکمل ڈائریاں (سوائے 1987ء) ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ پس 1985ء سے پہلے کے کئی سالوں کی ڈائریاں ہمیں حاصل نہیں ہو سکیں۔ اِن میں سے اکثر ڈائریاں جمعہ شریف میں رہ گئی تھیں۔ تاہم حضرت صاحب کی وفات سے تاحال (2016ء) وہ ڈائریاں ہمیں حاصل نہیں ہو پائیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر فرمودہ چالیس سال سے زائد عرصہ کے یہ روزنامچے ایک طویل عہد کی معاشرتی، ثقافتی اور مِلّی داستان بیان کرتے ہیں۔ ایک ایک صفحہ پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات کی تفصیل سے آپ کی تندہی، انتھک محنت، تبلیغی وَلولہ اور مِلّی فعالیت ظاہر ہوتی ہے۔ زیرِ نظر سوانحی تحقیق کے لیے راقم کو اِن تمام میسّر روزنامچوں کے مکمل مطالعہ کا شرف حاصل ہُوا اور اِن کے حوالہ جات شاملِ تحریر کیے گئے۔

مذکورہ بالا ڈائریوں کے علاوہ عین ممکن ہے اس دَور میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ اور تالیفات و تصنیفات بھی رقم کی ہوں جو کہ آپ کے دیگر قلمی تبرکات کی طرح غیر مطبوعہ ہوں۔ تاہم ایسی کوئی تالیفات یا ان کی تفصیلات ہمیں حاصل نہیں ہوئیں۔ ذیل میں اُن مقالات اور تحریری خدمات کا ذکر کیا جاتا ہے جو 1966ء کے بعد کے زمانہ سے متعلّق ہیں اور ہمیں دستیاب ہو پائیں۔

---

[1] قارئین سے التماس ہے کہ اگر اُن کے پاس حضرت صاحب کے مکتوبات دیگر تحریرات محفوظ ہوں تو ان کی نقول ہمیں عنایت کریں۔ اخراجات کے ہم ذمہ دار ہوں گے۔

Marfat.com

ا۔اقوالُ النصیحہ فی مسائل الذبیحہ:

1966ء میں جمعہ شریف آوری کے بعد حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جس پہلی تحریری و تحقیقی کاوش کا حوالہ ملتا ہے وہ "اقوالُ النصیحہ فی مسائل الذبیحہ" ہے۔ بد قسمتی سے تاحال اِس کتاب کا مسوّدہ حاصل نہیں ہو سکا۔ یہ مسودہ یا تو دَستِ بُردِ زمانہ کی نذر ہو گیا اور یا کسی ایسے شخص کے ہاتھ لگ گیا جس نے یہ امانت ہمارے حوالہ کر دینا مناسب نہ سمجھا۔ اِس کتاب کا حوالہ حضرت صاحب کے ایک مکتوب مورخہ 15 اپریل 1967ء میں ملتا ہے۔ اقتباس ملاحظہ[1]:

> "فی الحال اکثر وقت کتب کے مطالعہ میں صَرف کرتا ہوں۔ ایک کتاب "اقوال النصیحہ فی مسائل الذبیحہ" لکھنے کا ارادہ ہے۔ اِس سلسلہ میں مختلف کتب سے مواد جمع کر رہا ہوں۔ اگر کبھی حالات نے ساتھ دیا تو اسے شائع کرا دوں گا۔"

عنوان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس تالیف میں "ذبیحہ" کے مسئلہ پر شرعی ابحاث، عقلی و نقلی دلائل اور فقہا کے اقوال پیش کیے گئے ہوں گے۔ اِس موضوع پر مواد حضرت صاحب کے خطبات سے بھی حاصل کیا جا سکتا ہے جن میں آپ سورۃ البقرہ کی آیت 173 اور سورۃ المائدہ کی آیت 3 کی روشنی میں تفصیلی اور مدلّل بیان فرمایا کرتے تھے۔

۲۔جوابِ "دخل دَر معقولات":

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلمی تبرکات میں چار بڑے صفحات پر مبنی ایک مضمون مِلا ہے جس پر تاریخ درج تو نہیں لیکن یہ 1970ء کی دَہائی کی تحریر معلوم ہوتی ہے۔ مضمون کے مشمولات بتاتے ہیں کہ ایک مقامی مجلہ میں قاضی عبد الرّزاق صاحب کا ایک مضمون بعنوان "دَخل در معقولات" شائع ہُوا جس میں عقائدِ طریقت کے حوالہ سے بعض صریحاً غلط اور بِلا جواز باتیں لکھی گئیں۔ نیز تعلیماتِ سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کو غلط رنگ میں پیش کیا گیا۔ اس کے جواب اور رَد میں حضرت صاحب نے یہ مضمون تحریر فرمایا۔

مختصر ہونے کے باوجود اپنے مشمولات کے حوالہ سے یہ مضمون نہایت اہم ہے۔ اس میں عقائدِ طریقت کے بعض بنیادی نکات کی تفصیل پیش کی گئی ہے۔ خصوصاً تعلیماتِ حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی تفہیم میں لاحق ہونے والے بعض ابہامات کا ازالہ کیا گیا ہے۔ چونکہ بعض حلقوں میں یہ ابہامات آج بھی موجود ہیں لہٰذا یہ مضمون آج بھی افادیت کا حامل

---

[1] مکتوب علامہ نور سُلطان القادری بنام سُلطان غلام دستگیر فخر کشمیر۔ مورخہ 5 اپریل 1967ء۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

Marfat.com

ہے۔اِس مضمون کی زبان ایک طرف ادبی شیرینی سے لبریز ہے تو دوسری طرف طرزِ استدلال نہایت عالمانہ ہے اور جگہ جگہ علمی حوالہ جات کو عقلی توجیہات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

مضمون کے ابتدائی حصہ میں فرقِ مراتب کی بحث پیش کی گئی ہے۔ فرق کی اقسام بیان کرتے ہوئے قاضی صاحب کے اس بیان کی سخت گرفت کی گئی جس میں انہوں نے اولادِ سُلطانی میں فرق کو کُفر قرار دیا۔ اس کے بعد اولادِ سُلطانی میں فقرِ ظاہری اور فقرِ معنوی کے ہونے یا نہ ہونے کی بحث کی گئی ہے۔

مضمون کے دوسرے حصہ میں قاضی صاحب کے اِس قول کی سخت تردید کی گئی جس میں انہوں نے کہا "ولیّت کا علیّت سے کوئی تعلّق نہیں"۔ اس کے لیے سب سے قبل حضور سُلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے بیت "علموں باجھوں فقر کماوے کافر مَرے دیوانہ ھُو" اور پھر شعر "علمِ باطن ہمچو مسکا، علمِ ظاہر ہمچو شیر" سے استدلال کیا گیا۔ اس کے بعد مثالوں اور قرآنی حوالوں سے ثابت کیا گیا کہ قاعدۂ عام یہی ہے کہ علم ولایت کے لیے لازمی ہے، تاہم اِس عام قاعدہ میں مخصوص ہستیوں کے لیے اللہ عزوجل کے خاص فضل سے استثنا ممکن ہے۔ دلیلِ خاص دلیلِ عام پر مقدم ہوتی ہے مگر وجودِ استثنا کسی قاعدۂ عام کو باطل نہیں کر دیتا۔

۳۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت علمِ ظاہر کی بحث:

یہ مضمون صرف دو بڑے صفحات پر مشتمل ہے اور ہمارے پاس ایک قلمی تحریر کی صورت میں محفوظ ہے۔ یہ مضمون بھی مذکورہ بالا پرچہ کے کسی شمارہ کے صفحات نمبر 9 اور 10 پر درج ایک قابلِ گرفت تحریر کی رَد میں لکھا گیا۔ یہ بھی 1970ء کی دَہائی کی تحریر معلوم ہوتی ہے اور غالباً کسی رسالہ میں شائع ہوئی ہوگی۔ جس تحریر کے رَد میں یہ مضمون لکھا گیا اُس میں یہ کہا گیا تھا کہ حضرت سُلطانِ باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "مجھے بھی محمدِ عربی کی طرح علمِ ظاہر بہت کم تھا"۔ حضرت صاحب نے مندرجہ بالا تحریر کا تین حصّوں میں رَد فرمایا۔

پہلے حصّہ میں اِس اعتقاد کا رَدِّ بلیغ کیا گیا جس کے مطابق حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت علمِ ظاہر کو کم کہا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بغیر کسی دُنیاوی اُستاد کے بارگاہِ ربُّ العزت عزوجل سے علم حاصل کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو تو کوئی عام مسلمان بھی کم نہیں کہتا، چہ جائیکہ حضور سُلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستی سے ایسا قول منسوب کیا جائے۔

Marfat.com

دوسرے حصّہ میں اِس امر کی وضاحت کی گئی کہ اگر حضور سُلطانُ العارفین رحمۃ اللہ علیہ تواضعاً اپنے علم کو کم کہیں تو اِس سے حقیقتاً یہی مُراد نہیں لی جائے گی کیونکہ ایسا انکسار اور تواضع تو بزرگوں کا وطیرہ رہا ہے۔ نیز حضرت سُلطانِ باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تعلیمات میں جابجا حصولِ علم کی جو ترغیب دی ہے، اس کو سامنے رکھتے ہوئے اُن پر کم علمی کی تہمت سوئے ادب ہے۔

تیسرے حصّہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ کوئی قابل شاگرد اپنے اُستاد کے تواضعاً اِرشاد فرمودہ کلمات کو حجت بنا کر اپنے ساتھ مماثلت نہیں دیتا۔ لہٰذا حضور سُلطانُ العارفین رحمۃ اللہ علیہ سے ایسے کلمات منسوب کرنا لائقِ تردید ہے۔

۴۔ انوارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کا تحریر فرمودہ یہ مقالہ جامعہ انوارِ باھُو بھکّر کے شعبۂ نشرو اشاعت کی جانب سے 29 صفحات پر مبنی ایک کتابچہ کی صورت میں شائع ہُوا۔ سالِ اشاعت اِس پر درج تو نہیں لیکن قیاس ہے کہ 1980ء کی دہائی کے اواخر کی تصنیف ہو گی۔ مقالہ کا انتساب امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے نام ہے۔ مقدمہ بعنوان "اِرشادِ اَحبا" میں حضرت صاحب نے اِس اَمر کی طرف اشارہ کیا کہ وہ اپنی تقاریر کا ملخص قلمی شکل میں پیش کرنے کے تقاضائے احباب کی تکمیل کرنے لگے ہیں اور میلادُ النّبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک مہینہ کی نسبت سے اہتمامِ اشاعت کر رہے ہیں۔ مقالہ کی تقریظ شیخ الحدیث علّامہ محمد شریف رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کی۔

مقالہ کا آغاز اِس آیتِ مبارکہ سے ہوتا ہے: هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ[1]۔ حرفِ اوّل کے طور پر اہلِ سُنّت والجماعت کے اِس غیر متزلزل یقین کا ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ عزوجل اپنی ذات وصفات میں لاشریک ہے۔ نیز انسانوں (بشمول برگزیدہ ہستیوں) کی جملہ صفات اللہ عزوجل کی عطا کردہ ہیں جبکہ اللہ عزوجل کی صفات ذاتی ہیں۔ اِس عقیدہ کی وضاحت متعدد آیاتِ قرآنی کی روشنی میں کی گئی۔

مقالہ میں "خلقتِ محمدی" کے عنوان کے تحت یہ بیان کیا گیا کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جملہ مخلوقات میں سے سب سے پہلے نُورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق فرمائی۔ پھر شیخ عبدُ الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفِ لطیف مدارجُ النّبوّۃ جلد اوّل کے حوالہ سے یہ بتایا گیا کہ مندرجہ بالا آیتِ مبارکہ حمدیہ بھی ہے اور

---

[1] قرآن مجید، سورۃ الحدید 57، آیت 3۔ ترجمہ: "وہی اوّل ہے اور وہی آخر، اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن۔ اور وہ ہر شے کو خوب جاننے والا ہے"۔

Marfat.com

نعتیہ بھی۔ گویا کہ اوّل، آخر، ظاہر اور باطن ہونا اللہ عزوجل کے لیے ذاتی صفات ہیں جبکہ نبی اکرم ﷺ کے لیے عطائی صفات۔ پھر حضورِ اکرم ﷺ کی نسبت اِن صفات کی وضاحت بیان فرمائی گئی۔

مقالہ "انوارِ مصطفیٰ ﷺ" کا سرورق

مقالہ کا اگلا عنوان "تخلیقِ اوّل" ہے۔ یہاں اس امر کے متعدد نقلی ثبوت پیش کیے گئے کہ حضورِ اکرم ﷺ کی تخلیق جملہ دیگر مخلوقات سے پہلے کی گئی۔ نیز حضورِ اکرم ﷺ کی شانِ نورانیت پر بھی دلائل پیش کیے گئے۔ اِس بحث میں علّامہ جلال الدّین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عبدُ الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، علّامہ عبد الرحمان صفوری رحمۃ اللہ علیہ، ابنِ سبع نیز دیوبندی اکابر جناب اشرف علی تھانوی صاحب اور جناب رشید احمد گنگوہی صاحب کے اقوال سے استدلال کیا گیا۔

عنوان "میلادِ پاک" کے تحت سب سے پہلے دو اصطلاحات "میلاد" اور "بعثت" میں فرق بتایا گیا۔ پھر مدارج النّبوۃ کا حوالہ دے کر میلادُ النبی ﷺ کی تاریخ پر مختلف اقوال (بشمول قولِ مشہور) کا ذکر اور وقتِ ولادتِ باسعادت کا احوال درج کیا گیا۔ اِس ضمن میں بھی حضورِ اکرم ﷺ کی شانِ نورانیت کا ذکرِ خیر کیا گیا۔

"فضائلِ میلاد" کے عنوان کے تحت حضرت صاحب نے تحریر فرمایا کہ علّامہ سیوطی، امام بخاری و امام مسلم کے حوالہ سے خصائصِ کُبریٰ میں نیز شاہ عبدُ الحق محدث دہلوی نے ابولہب کا واقعہ بیان فرمایا کہ اُس نے آپ ﷺ کی ولادت کی خبر پا کر اپنی لونڈی ثوبیہ کو آزاد کر دیا تو باری تعالیٰ نے ایسے مشرک و کافر کے عذاب میں بھی تخفیف فرما دی۔ لہٰذا مومنین کے لیے میلادُ النبی ﷺ پر خوشی منانا یقیناً باعثِ اَجرِ عظیم ہو گا۔ تاہم میلادُ النبی ﷺ سلفِ صالحین کے طریق پر منانی چاہیے اور بدعات سے احتراز کرنا چاہیے۔

مقالہ کے آخر میں محافلِ میلاد کے انعقاد کا مسلمانانِ عالَم میں رائج ہونے کا استدلال محدثِ دہلوی کی کتاب ماثبت بالسّنۃ اور علّامہ قسطلانی شارحِ بُخاری کی مواہب الدنیا جلد اوّل سے کیا گیا ہے۔ یہ حوالہ جات ثابت کرتے ہیں کہ اہلِ ایمان ہمیشہ سے ہی محافلِ میلاد منعقد کرتے چلے آئے ہیں اور یہ انعقاد باعثِ خیر و برکت و امن ثابت ہُوا ہے۔

کتابچہ کے آخری صفحات پر جامعہ انوارِ باہو بھکّر کی تاریخ و تعارف کو مختصراً بیان کیا گیا ہے۔

Marfat.com

۵۔ اَلْکَلَامُ الْمَقْبُوْل (سلسلۂ مضامین):

1990ء کی دہائی کے اوائل میں حضرت صاحب علامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ نے "الکلامُ المقبول" کے نام سے ایک سلسلۂ مضامین شروع کیا۔ آپ کی خواہش یہ تھی کہ اہلسُنّت والجماعت کے نمایاں عقائد کو عام فہم مگر مدلل اسلوب میں مضامین کی صورت میں ایک ایک کر کے شائع کرایا جائے۔ اِن مضامین کی اشاعت کتابچوں کی بجائے اشتہارات کی صورت میں ہونا تھی تاکہ مساجد، مدارس اور دیگر مقامات پر انہیں چسپاں کر کے مفادِ عامہ کا باعث بنایا جائے۔ اِس سلسلہ میں حضرت صاحب نے متعدد مضامین تحریر کر کے شائع کرائے جن میں "الکلامُ المقبول فی حیاۃ الرّسول" اور "الکلامُ المقبول فی اتاءِ یارسول" وغیرہما شامل ہیں۔ یہ مضامین راقم کو میسّر نہیں ہو سکے، البتہ صرف اوّل الذکر مضمون کے دو قلمی مسوّدات موجود ہیں جو حضرت صاحب نے اگست 1992ء میں تحریر فرمایا[1]۔ اِس ایک مضمون کا تعارف ملاحظہ ہو۔

جیسا کہ عنوان "الکلامُ المقبول فی حیاۃ الرّسول" سے ظاہر ہے اس مضمون میں مدلل انداز میں اِس عقیدہ کو بیان کیا گیا کہ حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مزارِ مقدس میں بحیاتِ حقیقی زندہ ہیں اور اپنی امّت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔ علامہ جلال الدّین سیوطی، علامہ عبدُالحق محدث دہلوی اور امام بیہقی سمیت متعدد اکابر کی تصانیف کے حوالہ جات پیش کیے گئے۔ سب سے پہلے آیتِ قرآنی كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ[2] کے تحت جسم سے روح کے قبض ہونے کا ذکر کیا گیا۔ پھر حیاتِ عادی اور حیاتِ حقیقی میں فرق بیان کرتے ہُوئے بتایا گیا کہ قبضِ روح کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمِ اقدس حیاتِ حقیقی سے خالی نہ ہُوا۔ دلیل کے طَور پر حضرت قُثَم بن عباس رضی اللہ عنہ کی وہ روایت بیان کی گئی جس میں اُنہوں نے لحد میں اُتارے جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کرنے کا واقعہ بیان کیا ہے۔ اس کے بعد روح کے بغیر جسم میں حیات کے آثار نمودار ہونے کا اِستدلال اُن متعدّد احادیثِ مبارکہ سے کیا گیا جن میں پتھروں، درختوں، بھونے ہوئے گوشت اور کنکریوں وغیرہ میں حیات کے آثار کا ہونا بغیر روح کے ثابت ہے۔

مضمون کے دوسرے حصہ میں وہ واضح احادیثِ مبارکہ بیان کی گئیں جن میں انبیائے کرام کا اپنی قبور میں زندہ ہونے کا ارشاد درج ہے، مثلاً احادیث اَلْاَنْبِيَآءُ اَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (انبیآءِ کرام اپنی مزاراتِ مقدسہ میں

---

[1] روزنامچہ علامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 24 اگست 1992ء

[2] قرآن مجید، سورہ آل عمران 3، آیت 185۔ ترجمہ: "ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے"۔

Marfat.com

زندہ ہیں، نمازیں بھی ادا کرتے ہیں) اور مَرَرْتُ بِقَبرِ مُوسیٰ فَاِذَا ھُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ فِیْ قَبرِہٖ (میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مزار کے قریب سے گزرا، کیا دیکھا کہ وہ مزار میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے) وغیرہما کی شرح بیان کی گئی۔

۶۔ مسائلِ فقہ (سلسلۂ مضامین):

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ کے مختلف مسائل پر بھی 1990ء کی دہائی میں چند مضامین تحریر کر کے اشتہارات کی صورت میں شائع کرائے۔ اِن مضامین میں قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ اکابر فقہا کی کتب کے حوالہ جات بھی شامل کیے گئے۔ اِن مضامین کی نقول تو تاحال دستیاب نہیں ہو پائیں تاہم راقم کو شائع ہونے والے دو مضامین کا نقشہ یاد ہے۔ "مسائلِ قُربانی" اور "صلوٰۃِ تسبیح" کے عنوانات کے تحت شائع ہونے والے اِن اشتہارات میں عنوان کے مختصر تعارف کے بعد تھوڑے سے فضائل اور پھر تفصیلاً مسائل بیان کیے گئے۔ اِن اشتہارات کو بھی مختلف مقامات خصوصاً مساجد و مدارس میں مفادِ عامہ کے لیے چسپاں کیا گیا۔

۷۔ ایمان اور معاملاتِ زندگی (مضمون):

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک سے تحریر فرمودہ ایک مضمون بعنوان "ایمان اور معاملاتِ زندگی" کی نقل ہمیں دستیاب ہُوئی ہے۔ یہ مضمون 8 صفحات پر مشتمل ہے جس کے آخر پر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط کے ساتھ 26 اپریل 2001ء کی تاریخ درج ہے۔ مضمون میں سب سے پہلے ایمان کی تعریف بیان کی گئی ہے اور پھر اہلِ ایمان کو عملی زندگی کے لیے دی گئی ہدایات کا ذکر کیا گیا ہے۔ احادیث کی روشنی میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے مفہوم کی وضاحت کر کے یکے بعد دیگرے مختلف اراکینِ معاشرہ کے حقوق و فرائض کا ذکر کیا گیا ہے۔ والدین کے ذمہ اولاد کے حقوق، چھوٹوں اور بڑوں کے باہمی معاملات، بیوی پر خاوند کے حقوق، خاوند پر بیوی کے حقوق، ہمسایوں کے ساتھ حُسنِ سلوک اور آخر میں جانوروں سے حُسنِ سلوک اِس مضمون کے مشمولات میں شامل ہیں۔

یوں معلوم ہوتا ہے جیسے یہ تحریر ریڈیو پاکستان ڈیرہ اسماعیل سے نشر ہونے والی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کسی تقریر کے لیے لکھی گئی ہو۔ یوں تو آپ خطبات کبھی لکھ کر نہ کیا کرتے لیکن چونکہ ریڈیو پر نشر ہونے والے تقاریر کے لیے تحریر جمع کرانا ایک سرکاری ضرورت تھی اِس لیے آپ نے تحریر فرمالی۔ واضح رہے کہ 1990ء اور 2000ء کی دہائیوں میں ریڈیو پاکستان ڈیرہ اسماعیل خان سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی متعدد تقاریر نشر ہوتی رہیں۔ تاہم ان کے تحریری مسوّدات تادمِ تحریر میسّر نہیں ہو پائے۔

Marfat.com

۸۔"التّصدیقات لِدَفع التلبیسات" میں فتویٰ:

غزالیٔ زماں علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنِ مجید کا اُردو زبان میں ترجمہ "البیان" کے نام سے کیا جسے اہلِ اسلام میں خوب پزیرائی حاصل ہُوئی۔ اِس ترجمہ میں سورۃ مومن / سورۃ الغافر 40 (آیت 55)، سورۃ محمدّ 47 (آیت 19) اور سورۃ فتح 48 (آیت 2) میں حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت لفظِ "ذَنْب" کا ترجمہ غزالیٔ زماں نے "(بظاہر) خلافِ اَولیٰ کام" کیا۔ بد قسمتی سے بعض کم علم معاندین نے اِس ترجمہ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کنزالایمان سے مغایرت اور حتیٰ کہ گُستاخی کہہ دیا۔

2004ء میں جانشینِ غزالیٔ زماں علّامہ سیّد مظہر سعید کاظمی حفظہ اللہ نے معاندین معترضین کو دندان شکن علمی و تحقیقی جواب دینے کا عزمِ بالجزم کیا۔ آپ کی ہدایت پر مولانا مفتی محمد اقبال سعیدی حفظہ اللہ نے نہایت مدلل استفتاء مرتب کیا جسے جانشینِ غزالیٔ زماں نے اپنے مکتوب کے ساتھ منسلک کر کے جیّد اکابر علما کو روانہ کیا اور اُن سے فتاویٰ طلب کیے۔ اِن علما کے فتاویٰ موصول ہو چکے تو جانشینِ غزالیٔ زماں نے انہیں ترتیب دے کر نومبر 2004ء میں مُلتان سے کتابی صورت میں شائع کرایا اور اس کتاب کا نام التّصدیقات لِدَفع التلبیسات رکھا۔ پاکستان اور بھارت کے مختلف علمی مراکز نیز مختلف سلاسل و علمی رجحانات رکھنے والے سَو سے زائد مستند ترین علما کے اِن فتاویٰ سے نہ صرف غزالیٔ زماں کے ترجمۂ قرآن "البیان" کا شاندار احقاق ہُوا بلکہ صاحبانِ ذوق اور محققین کے لیے لطیف اِشارات سے پُر ایک عظیم علمی خزانہ بھی میسّر آیا۔ ابتدائیہ میں جانشینِ غزالیٔ زماں رقمطراز ہیں کہ اِس کتاب میں "جن اکابر کے فتاویٰ پیش کیے گئے ہیں، دَورِ حاضر میں ان سے زیادہ مقتدر، بزرگ و برتر اور علمی قد کاٹھ رکھنے والی شخصیات پیش نہیں کی جا سکتیں"۔

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جانشینِ غزالیٔ زماں کی فرمائش پر نہایت علمی اور مدلل فتویٰ مکتوب (مورخہ یکم مارچ 2004ء) کی صورت میں تحریر فرمایا جو کہ مذکورہ بالا کتاب کے صفحات 197-196 پر شائع ہُوا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتویٰ میں سب سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کا مطاع اور پھر معصوم عنِ الخطا ہونا ثابت کیا۔ اس کے بعد اکابر مفسّرین کی تاویلات کی روشنی میں ذَنْب کے دو مفہوم بیان کیے۔ آخر میں غزالیٔ زماں کے ترجمۂ لفظِ "ذَنْب" کے علمی محاسن بیان کیے۔ اِس فتویٰ میں آیاتِ قرآنی و احادیثِ مبارکہ سمیت الفقہُ الاکبر، تفسیرِ کبیر، کنزالایمان اور فتاویٰ رضویہ کے حوالہ جات سے استدلال کیا گیا۔ یہ مختصر سی تحریر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وجاہت، تحقیقی حشمت اور اَدبی لطافت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ نیز حضرت صاحب نے جس مؤدبانہ لہجہ میں اپنے اُستادزادہ کو مخاطب کیا وہ بھی دیدنی ہے۔

Marfat.com

۹۔ایک منفرد کلینڈر کی ایجاد:

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فیاضِ قدرت نے نہایت بلند I.Q.Level سے نوازا تھا اور آپ کی ذہانت وفطانت مثالی تھی۔ علم ریاضی اور شماریات کی طرف آپ کا طبعی مَیلان تھا۔ شاید یہی وجہ ہو کہ فقہی علوم میں سے علم میراث کی طرف آپ کا خاص رجحان رہا۔ تاہم آپ نے غالباً میٹرک کے بعد ریاضی، شماریات اور اکاؤنٹنگ وغیرہ باقاعدہ طور پر نہیں پڑھے۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے 2003ء میں ایک انوکھا کلینڈر ترتیب دیا جس سے انتہائی کم اعداد و حروف کے ساتھ سال بھر کی تواریخ کے دِن معلوم کیے جاسکتے ہیں۔ اور ایسا کلینڈر ہر سال کے لیے بنایا جاسکتا ہے۔ کلینڈر کی شکل یُوں ہے۔

جدول-I

جنوری، اکتوبر	مئی	اگست	فروری، مارچ، نومبر	جون	ستمبر، دسمبر	اپریل، جولائی
بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	سوموار	منگل
جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	سوموار	منگل	بدھ
جمعہ	ہفتہ	اتوار	سوموار	منگل	بدھ	جمعرات
ہفتہ	اتوار	سوموار	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
اتوار	سوموار	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ
سوموار	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار
منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	سوموار

جدول-II

2003ء				
1	8	15	22	29
2	9	16	23	30
3	10	17	24	31
4	11	18	25	X
5	12	19	26	X
6	13	20	27	X
7	14	21	28	X

کلینڈر کا طریقۂ استعمال بیان کرنے کے لیے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

- 28 فروری 2003ء کو کون سا دِن تھا؟

جدول-II میں دیکھیے کہ عدد 28 ساتویں اُفقی خانہ (row) میں ہے۔ لہٰذا جدول-I میں ماہِ فروری کے نیچے ساتواں اُفقی خانہ دیکھیے جہاں آپ کو "جمعہ" لکھا ہُوا ملے گا۔ پس 28 فروری 2003ء کو جمعۃ المبارک تھا۔

- 24 جولائی 2003ء کو کیا دِن تھا؟

جدول-II میں 24 تلاش کیجیے۔ یہ تیسرے اُفقی خانہ (row) میں ہے۔ تو جدول-I میں ماہِ جون کے نیچے تیسرا اُفقی خانہ دیکھیے جہاں "جمعرات" لکھا ہے۔ لہٰذا 24 جولائی 2003ء کو جمعرات کا دِن تھا۔

Marfat.com

۱۰۔ احوالِ سفرِ حجاز:

حضرت صاحب علامہ محمد نور سلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر کردہ روزنامچوں (diaries) اور خطوط کا ذکر تو اوپر کیا جا چکا ہے، یہاں صرف اِس قدر کہہ دینا مقصود ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے روزنامچوں کے وہ صفحات نیز وہ مکتوبات جو حجازِ مقدّس کے اسفار کے دوران میں تحریر کیے گئے، جُداگانہ افادیت کے حامل ہیں۔ اِن تبرکات کو یکجا کر کے ایک سفر نامہ کی شکل دی جا سکتی ہے۔ اِن میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات کے ساتھ ساتھ بعض وظائف کی تفاصیل، حرمین شریفین میں آپ کے ذوق و شوق کی کیفیات، مقاماتِ مقدسہ کا بیان اور وہاں ملنے والے بعض اہم لوگوں کے حالات قلمبند کیے گئے ہیں۔ اِن اسفار کا تفصیلی احوال اِن شاء اللہ باب پنجم کی فصل پنجم میں بیان کیا جائے گا اور وہیں کوشش کی جائے گی کہ زیادہ سے زیادہ تحریروں کے اقتباسات پیش کیے جائیں۔ تاہم ذیل میں نمونہ کے طور پر حرمین شریفین میں لکھی گئی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر اور ایک مکتوب سے اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔ پہلے سفر نامہ والے روزنامچہ سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو[1]:

"... حرم کا منظر بھی قابلِ دید ہے۔ اجمالاً اس کے تین حصے ہیں۔ ایک حصّہ وہ جو تُرکیوں نے تعمیر کرایا۔ یہ سُرخ رنگ سے چمک رہا ہے جس میں تُرکیوں نے انتہائی خدمت یہ انجام دی کہ حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے زمانۂ مقدّس میں جو مسجد کی حد تھی وہاں تک ہر ہر ستون پہ "حد مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کندہ کرایا۔ دیگر ستونوں پہ بھی تحریریں کی گئیں کہ جہاں کھجور کا درخت جو فراقِ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں گریہ کُناں ہوا وہاں ستون پہ استن حنانہ لکھ دیا گیا۔ جہاں کسی صحابی کی توبہ قبول ہوئی وہاں استن توبہ تحریر کیا۔ اُمہات المومنین کے حُجرہ جات جو مسجد کی توسیع میں شامل کیے گئے وہاں ستونوں پہ مائی صاحبان کے اسمائے گرامی درج کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یادداشتیں محفوظ کر دی گئیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزا!

تعمیر کا دوسرا حصہ وہ ہے جو شاہ فیصل نے اس کی توسیع میں شامل کیا۔ اس میں چھتریوں کا حصّہ ہے جبکہ چھتریوں کے دونوں طرف یعنی مشرق مغرب میں 4،4 ستونوں کا کافی بڑا خوشنما بر آمدہ ہے۔ جب ہم حج کے موقع پہ قبلہ والد صاحب علیہ رحمت (کے ساتھ) اِدھر حاضر ہُوئے تھے تو اس وقت چھتریوں کے نیچے ابھی فرش بھی نہ بنا تھا۔ مجھے یہ بھی یاد آ رہا ہے کہ اس وقت اس شاہ فیصل کے بر آمدہ کے باہر دونوں طرف دھوپ سے بچاؤ کے لیے سادہ قسم کی عارضی چھتریاں بھی تھیں۔

---

[1] روزنامچہ (سفر نامہ) علامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 25 نومبر 2002ء

Marfat.com

تعمیر کا تیسرا حصہ وہ ہے جو موجودہ شاہ فہد نے تعمیر کرایا۔ اس نے شاہ فیصل والے بر آمدے کے شرقی و غربی جانب بے شمار مکانات کو مسمار کر کے حرم کی توسیع کی اور اس جگہ انتہائی خوشنما بر آمدہ اس کے بڑے دروازے پہ باب الملک فہد کندہ کرایا۔ دونوں بر آمدہ کے باہر دونوں طرف کافی کھلا پلاٹ حرم میں شامل کر کے اس کو سفید رنگ کے پتھر سے ایسا خوشنما بنادیا کہ شاید کہ باید۔ اِس پتھر کی خصوصیت یہ ہے کہ سخت گرمی کے وقت یہ انتہائی ٹھنڈا ہوتا ہے۔ ... بفضلہ تعالیٰ نمازِ ظہر حرم شریف میں ادا کی۔ تلاوتِ کلام پاک و صلوٰۃ و سلام میں وقت گزارا، جبکہ چھتریوں کی تعمیر اس انداز سے ہے کہ یہاں بیٹھنے والا جب قدرے سر کو اوپر کرتا ہے تو گُنبدِ خضرا سے نگاہ لطف اندوز ہوتی ہے۔ زبان پہ ذکرِ خُدا و صلوٰۃِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور نگاہوں میں نظارۂ گُنبدِ خضراء۔ عاجز انسان اتنی عظیم سعادت پہ ربِّ کریم کا شکریہ کس منہ سے ادا کر سکتا ہے۔ صرف اتنا ہی کہا جاتا "الٰہی ایں کرم بارے دگر کُن"۔

اَب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خط سے اقتباس دیکھیے[1]:

"... نمازِ فجر کے بعد پھر چھتریوں والی جگہ پہ آئے تو خوب بارش شروع ہوئی۔ از حد قلبی راحت ہوئی اور ننگے سر مَیں بارش میں جا ٹھہرا۔ مدینہ کی بارش اور آنکھوں کے سامنے سبز گنبد -- یہ کیفیت بیان سے باہر ہے۔ تلاوت، صلوٰۃ اشراق کے بعد اب میں سبز گنبد (جس پہ ابھی ابھی بارش ہوئی، ایسے چمک رہا ہے کہ اس کی چمک میں غلاموں کے دل چمک رہے ہیں) کے نظارہ سے حتی المقدور لطف لے رہا ہوں اور انشاء اللہ ابھی ابھی مواجہ شریف جا کر سلام آپ سب بھائیوں کی طرف سے عرض کروں گا اور مسجد سے باہر آکر آپ کو خط روانہ کروں گا۔"

---

[1] مکتوب علامہ محمد نُور سلطان القادری بنام محمد منصور سلطان القادری، سلطان محمد نواز ناصر، سلطان اللہ نواز۔ مورخہ 10 نومبر 2003ء از مدینہ منورہ۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

فصل ششم

شعر و ادب

بخاری شریف میں اِرشاد ہُوا ہے کہ "اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا"[1] اور "اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَةً"[2]۔ بیان و شعر کو زمانۂ قدیم سے ہی اعلیٰ شخصی خوبیوں میں شامل سمجھا گیا ہے۔ قرآنِ مجید کی سورۃ الشعرا[3] میں شاعروں کو دو واضح گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک گروہ وہ جو ہر وادی میں بھٹکتا پھرتا ہے اور قول و فعل میں تضاد رکھتا ہے۔ جبکہ دوسرا گروہ وہ جو ایمان، اعمالِ صالحہ، ذکرِ باری تعالیٰ اور جہاد باللسان والقلم کی صفاتِ پسندیدہ سے آراستہ ہے۔

کفار نے جب حضور رسالت مآب ﷺ کو مذکورہ بالا اقسام میں سے پہلی قسم والا شاعر کہنے کی ناپاک جسارت کی تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ[4]۔ اگرچہ حضور رسالت مآب ﷺ طبعاً اور عادةً شاعر نہ تھے اور نہ ہی اشعار کو باقاعدہ یاد رکھنے کی کوشش فرماتے تھے مگر ایسی روایات ضرور ملتی ہیں کہ جب اَفْصَحُ الْعَرَبْ ﷺ کی زبانِ مبارک سے مقفّیٰ یا منظوم کلام وارِد ہو گیا۔ مشہور روایت ہے کہ غزوۂ حُنین کے موقع پر مشرکین کے گھیرے میں آپ ﷺ نے یہ رجزیہ شعر فی البدیہہ اِرشاد فرمایا[5]:

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ　　اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

اِس کی مثال ایسی ہی تھی کہ جیسے قرآنِ مجید اگرچہ شاعری نہیں مگر اعجازِ قرآن میں اس کی فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی شامل ہے کہ کہیں کہیں کلام مُقفّیٰ بھی ہے، جیسا کہ سورۃ مریم، سورۃ الرحمٰن اور سورۃ النجم وغیرہ۔ نیز کہیں کہیں آیاتِ مبارکہ یا اُن کے حصے منظوم و موزوں معلوم ہوتے ہیں، مثلاً لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنْفِقُوا[6]، لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ[7] (فاعلاتن فاعلاتن فاعلن) اور إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ[8] (فعلن فعلن فعلن فعلن) وغیرہ۔

---

[1] باب البیان والشعر، کتاب الآداب، مشکوٰۃ المصابیح۔ ترجمہ: "بے شک بعض بیان سحر انگیز ہوتے ہیں"۔

[2] باب البیان والشعر، کتاب الآداب، مشکوٰۃ المصابیح۔ ترجمہ: "بے شک بعض شعر حکمت سے پُر ہوتے ہیں"۔

[3] قرآن مجید، سورۃ الشعرا 26، آیات 224 تا 227

[4] قرآن مجید، سورۃ یٰسین 36، آیت 69۔ ترجمہ: "اور ہم نے آپ کو شاعری نہ سکھائی اور وہ آپ کے شایانِ شان نہیں"۔

[5] باب الْمُفَاخَرَةِ وَالْعَصَبِيَّةِ، کتاب الآداب، مشکوٰۃ المصابیح

[6] قرآن مجید، سورۃ آل عمران 3، آیت 92

[7] قرآن مجید، سورۃ النجم 53، آیت 39

[8] قرآن مجید، سورۃ الکوثر 108، آیت 1

Marfat.com

حضرت صاحب علاّمہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کا شعر وادب کی طرف مَیلان طبعی بھی تھا اور موروثی بھی۔ موروثی یوں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جدِّ امجد شیرِ خُدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خود قادرُ الکلام شاعر تھے جن کے دیوان میں متعدد اصنافِ سخن میں کلام ملتا ہے۔ اُن کے فرزند حضرت امیر زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے کہے ہُوئے اشعار بھی موجود ہیں[1]۔ اِسی طرح اِس خاندان میں پُشت در پُشت شعر وادب کی روایت چلی آئی۔ سُلطانُ العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم صوفی شاعر اور نثر نگار تھے۔ اپنے سرائیکی کلام (ابیاتِ باھُو) سمیت آپ نے فارسی غزلیات پر مبنی ایک دیوان بھی تحریر فرمایا ہے۔ نیز تصوّف و عرفان پر آپ نے کم و بیش 140 کتب و رسائل تحریر فرمائے جن میں سے 30 سے زائد اب بھی دستیاب ہیں۔ حضرت صاحب کے دادا حضرت سُلطان محمد نواز رحمۃ اللہ علیہ (و:1886ء۔ف:1938ء) بھی شاعر تھے۔ اُن کی فارسی مثنویاں "دُرُّ المعارِف" اور "عندلیبِ لاھُوت" نیز فارسی و سرائیکی غزلیات و سی حرفیوں پر مشتمل "دیوان" 1962ء میں "مجموعہ کلام حضرت سُلطان محمد نواز" کے نام سے شائع ہُوئے۔ حضرت صاحب کے والدِ ماجد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ (و:1913ء۔ف:2001ء) اگرچہ خود تو شاعری نہ کرتے تھے مگر کئی اکابر صوفی شعرا مثلاً خواجہ فرید الدین عطار، خواجہ عبد اللہ انصاری، مولانا جلال الدین رومی، شیخ سعدی، حافظ شیرازی، حضرت سُلطان باھُو اور علاّمہ اقبال سمیت کئی شعرا کا کلام آپ کو ازبر تھا، نیز طبعِ موزوں رکھتے تھے۔ حضرت صاحب کے چچا حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری ناشاد رحمۃ اللہ علیہ (و:1919ء۔ف:1986ء) اُردو اور فارسی کے قادرُ الکلام شاعر تھے۔ غزلیات، قطعات اور منظومات پر مبنی اُن کا فارسی مجموعۂ کلام "پیرِ مغاں" کے نام سے 1980ء میں شائع ہُوا جبکہ اُن کی 1938ء کی تحریر کردہ "مثنوی روحی" 1991ء میں شائع ہُوئی۔ اُن کا اُردو مجموعۂ کلام اُن کے فرزند سُلطان ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ خود باکمال اُردو شاعر اور ادیب تھے) نے ترتیب دیا جو کہ تاحال غیر مطبوعہ ہے۔ اِس خانوادہ میں صاحبزادہ رفعت سُلطان رحمۃ اللہ علیہ (و:1924ء۔ف:2007ء) اُردو غزل کی کلاسیکی روایت کے نمایاں شاعر بن کر اُبھرے جن کے 9 شعری مجموعے "ایمن" (1968ء)، "آواز" (1974ء)، "اظہار" (1984ء)، "انداز" (1984ء)، "آفاق" (1986ء)، "التماس" (1990ء)، "الفاظ" (?1998ء)، "ارمان" (2002ء) اور "اختتام" (2003ء) شائع ہُوئے[2]۔

---

[1] مرآتِ سُلطانی۔ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔باھُو پبلیکیشنز،لاہور۔2006ء۔ص 78

[2] سہ ماہی "دستگیر" رفعت سُلطان نمبر۔موسم سرما 93-1992ء۔مدیرِ اعلیٰ: سُلطان ارشد القادری۔ نیز روایات از صاحبزادہ سمن سُلطان مورخہ 9 نومبر 2016ء

Marfat.com

ایک دینی، علمی اور ادبی گھرانہ میں آنکھ کھولنے والے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آنے والے وقتوں میں شعر و ادب کا خاص ذوق حاصل رہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پرائمری سکول چھجڑی کے ایک ہم جماعت روایت[1] کرتے ہیں کہ آپ ایامِ طفولیت سے ہی شعروادب سے خاص لگاؤ رکھتے تھے اور جب کبھی بچے مِل بیٹھتے تو آپ شعروں کے انداز میں باتیں کیا کرتے۔ اِسی طرح پہاڑپُور میں جب حضرت صاحب میٹرک کر رہے تھے تواُن دِنوں غلام محمد قاصر آپ کے ہم جماعت تھے جو بعد میں اُردو کے نامور شاعر بن کر سامنے آئے۔ اُن کے تین شعری مجموعے "تسلسل" (1977ء)، "آٹھواں آسمان بھی نیلا ہے" (1987ء) اور "دریائے گُماں" (1998ء) شائع ہُوئے جبکہ کُلیات "اِک شعر ابھی تک باقی ہے" وفات کے بعد منظرِ عام پر آئی۔ بعد ازاں حضرت صاحب جامعہ انوارُ العلوم ملتان اور جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں زیرِ تعلیم رہے تو اُس دَور کے حضرت صاحب کے ادبی مشاغل کا تذکرہ آپ کے ایک ہم درس حضرت مولانا پیر محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ (و:1937ء۔ ف:2016ء) اِن الفاظ میں کرتے ہیں:

"...صاحبزادہ صاحب کبھی مُشاعرہ اور کبھی بیت بازی کی محافل بھی مُنعقد کیا کرتے تھے۔ ازراہِ محبت کبھی مجھے بھی محفل میں شرکت کی دعوت دیا کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ چھ سات شرکا میں صاحبزادہ نُور سُلطان اور مولانا تاج دین رحمہما اللہ سب پر حاوی ہُوا کرتے تھے جبکہ آخر میں اِن دونوں ساتھیوں کا آپس میں شدید مقابلہ ہُوا کرتا تھا۔ مجھے وہ حَسین منظر بھی یاد ہے کہ میری فرمائش پر حافظ عزیزُالرحمٰن، مولانا پیر بخش چشتی کا کلام سُنایا کرتے تھے جس میں صاحبزادہ نُور سُلطان، مولانا تاج دین، مولانا منظور احمد پٹیالوی اور صاحبِ کلام مولانا پیر بخش چشتی بھی میرے جیسے سامعین میں شامل ہُوا کرتے تھے... جمعہ کے دِن صبح کے حصہ میں پُرانے انوارُ العلوم کے دارُ الحدیث کے اوپر والے بڑے کمرہ کے سامنے کھُلی فضا میں منعقد ہونے والی اُس نورانی محفل میں جس انداز سے صاحبزادہ نُور سُلطان صاحب نعت خوان کو دادِ تحسین دیا کرتے تھے وہ اب بھی اُسی طرح میری یاداشت میں حاضر ہے اور بھولنے کی چیز نہیں ہے۔

...مجھے جامعہ اسلامیہ بہاولپور بھی اُن کے ساتھ رفاقت رہی۔ اور یہاں پر مولانا تاج دین مرحوم اگرچہ نہیں تھے تاہم حافظ منظور احمد پٹیالوی اور مفتی غلام سرور القادری مرحوم کی آواز میں امام احمد رضا خان کے نعتیہ کلام سے محظوظ ہونے کے لیے، صاحبزادہ نُور سُلطان نوّر اللہ مرقدہ روحانی محافل کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ یہ محافل اُن مجالس سے جُدا ہُوا کرتی تھیں جو کُل مکاتبِ فکر سٹوڈنٹس کے اشتراکِ عمل سے منعقد ہوا کرتیں"

[1] روایت از احمد بخش ولد مولاداد کھوکھر، ساکن جمعہ شریف۔ مورخہ 5 ستمبر 2011ء

Marfat.com

حضرت صاحب کے ایک اور رفیقِ دیرینہ حضرت ظہور سُلطان قادری حفظہ اللہ (و:1944ء) نے جامعہ انوارُ العلوم کے زمانہ کا ایک دلچسپ واقعہ روایت [1] کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک بار بیت بازی کا سخت مقابلہ جاری تھا۔ جب مقابلہ نقطۂ عروج پر پہنچا تو حضرت صاحب پر "ژ" کا شعر آ گیا۔ آپ کو کوئی شعر یاد نہ آ رہا تھا تو آپ نے لمحہ بھر توقف کرنے کے بعد فی البدیہہ شعر موزوں کر دیا:

ژالہ باری کے زمانے میں تو کچھ سردی نہ تھی — اب تو ژالہ کے بدوں سردی نے مارا ہے مجھے

شرکائے محفل آپ رحمۃ اللہ علیہ کی موزونیٔ طبع پر عش عش کر اُٹھے۔ اِسی طرح حضرت صاحب کے چچا اور دوست حضرت ڈاکٹر سُلطان الطاف علی حفظہ اللہ (و:1938ء) اپنی ایک تحریر میں زمانۂ طالبعلمی کی کچھ ادبی یادیں یوں رقم کرتے ہیں [2]:

"عزیزی صاحبزادہ محمد نُور سُلطان صاحب جامعہ انوارُ العلوم ملتان میں زیرِ تعلیم تھے اور راقم الحروف گورنمنٹ ایمرسن کالج ملتان میں بی اے آنرز کا طالبعلم تھا۔ جب کبھی ہماری ملاقات ہوتی تو قلعہ کُہنہ ملتان کے گلگشت و سبزہ زار کو ہم نکل جاتے۔ قلعہ کے ریسٹورانٹ میں بیٹھ جاتے اور علم و ادب پر گفتگو ہُوا کرتی تھی۔۔۔ نُور سُلطان صاحب سے میری ہم آہنگی و ہم خیالی اِس قدر تھی کہ جیسے وہ محض میرے برادر زادہ نہ ہوں بلکہ میرے قریبی اور ہم فکر دوست بھی تھے۔ وہ جب ملتان سے ایک بار لاہور جانے والے تھے تو مورخہ 23 مئی 1960ء کو مَیں نے ایک نظم پیش کر دی: بنامِ نور سُلطان

آپ نے آخر ہے سوچا کیا بھلا — جانا ہے لاہور یا جمعہ گرا؟
آپ تو لاہور جائیں گے ضرور — چھوڑ کر ملتان کے شام و سحور
اک نصیحت مجھ سے بھی سُن لیجیے — خشمگیں حالت وہاں مت کیجیے
بھولنا اپنے نہ مقصد کو شتاب — علم و عرفاں مدعا رکھنا جناب
ہیں وہاں ہجویر کے کامل وَلی — اُن سے میرا حالِ دل کہنا کبھی
اور جب جانا کبھی باغِ جناح — ڈھونڈنا میرا سبو، میرا صباح
ہے وہی الطاف کی جائے حضور — پائیں گے واں آپ بھی نقشِ سرور "

---

[1] روایت از صاحبزادہ ظہور سُلطان قادری۔ مورخہ 29 مئی 2010ء۔ بمقام منزل مشتاق، دربار حضرت سُلطان باھُو

[2] تحریر "زمانہ طالبعلمی کی چند یادیں" (چار صفحات)۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استادِ مکرم غزالئ زماں علامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی علمی وجاہت کے ساتھ ساتھ امروہہ اور دہلی کی عظیم ادبی روایات کے پاسدار بھی تھے۔ اُن کے برادرِ بزرگوار (جو کہ اُن کے اُستاد اور مُرشد بھی تھے) حضرت علامہ سیّد خلیل احمد کاظمی رحمۃ اللہ علیہ ایک قادرُ الکلام شاعر تھے اور خاکی تخلّص کیا کرتے تھے۔ نیز حضرت صاحب کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے بے پناہ محبت وعقیدت تھی جن کی غیر معمولی نعتیہ شاعری اور تحریرات کا ادبی پایہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

حضرت صاحب علامہ محمد نور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں میں کمال کی ادبی چاشنی ملتی ہے۔ مثال کے طور پر اپنے بیٹے کو ارسال کردہ آپ کے ایک مکتوب کے سرنامہ کی مقفّیٰ ومُرصّع نثر ملاحظہ کیجیے[1]:

"نُورِ چشم راحتِ جان صاحبزادہ محمد نواز المعروف ناصر سلطان

حفظہ الرحمٰن مِن حوادثِ الزمان بحرمۃ سیّد الانس والجان صلی اللہ علیٰ النبیّ الامیّ آخر الزمان وعلیٰ آلہ و

صحبہ الیٰ یوم المیزان المرسل۔ نور سلطان القادری"

اسی طرح اپنے ایک شاگردِ رشید مولانا فقیر غلام محمد حفظہ اللہ کو ارسال کردہ ایک مکتوب کے سرنامہ کی مقفّیٰ نثر کا نمونہ ملاحظہ ہو[2]:

"اصیلُ الخذ صفی الکبد الفقیر غلام محمد سلّمہ اللہ الاحد"

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روزنامچوں پر بھی جابجا اَدبی چاشنی جھلکتی ہے اور اُردو فارسی کے اشعار نیز صنائع بدائع کا استعمال نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک روزنامچہ کی تحریر ملاحظہ ہو[3]:

"بفضلہ تعالیٰ سحری کے وقت حضور قبلہ والدم صاحب کے لیے پانی وضو کا گرم کیا۔ انہیں وضو کرانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ باورچی خانہ میں ہی حضرت صاحب نے نوافل ادا فرمائے۔ ناشتہ یکجا نصیب ہُوا۔

دمے صحبت غنیمت داں، مُرادِ بے دلی بستاں بسے گردش کُند گردوں، بسے لیل ونہار آید

والی بات ہے۔ ربِّ کریم حضرت صاحب کا سایۂ شفقت تا دیر قائم رکھے، آمین۔ تقریباً 9 بجے حضرت صاحب قبلہ نے ڈیرہ اسماعیل خان جانے کا اِرادہ فرمایا۔۔۔ آج تو حضرت صاحب قبلہ بہت ہی زیادہ شفقت سے کلام فرماتے رہے۔ حضرت صاحب کو ڈیرہ کے لیے رخصت کیا۔ ع بسلامت روی وباز آئی۔"

---

[1] مکتوب علامہ محمد نور سلطان القادری بنام سلطان محمد نواز ناصر۔ مورخہ ستمبر 2006ء از مدینہ منورہ

[2] مکتوب علامہ محمد نور سلطان القادری بنام فقیر غلام محمد۔ تاریخ ندارد۔ از مدینہ منورہ

[3] روزنامچہ علامہ محمد نور سلطان القادری۔ مورخہ 8 جنوری 1996ء

Marfat.com

بطور شاعر حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کا باقاعدہ ظہور 1986ء میں ہُوا جب آپ نے اپنے عمِّ مکرّم فخرِ کشمیر حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ (و:1919ء۔ف:1986ء) کے سانحۂ اِرتحال پر اُن کو منظوم خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے عربی، فارسی اور اُردو میں منظومات قلمبند کیں اور انہیں ایک کتابچہ کی صورت میں بھکر پرنٹنگ پریس سے چہلم تک طبع کرا دیا۔ اِس کتابچہ کا نام "الوداع" رکھا گیا اور اس کے مشمولات کو حضرت سُلطان ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ کی مرتب کردہ کتاب "سُلطان المشائخ" میں بھی شامل کیا گیا۔ اتفاق دیکھیے کہ جس ہستی نے حضرت صاحب کی ولادت کی خوشی میں قطعات لکھ کر اپنے مجموعۂ کلام "پیرِ مغاں" میں شامل کیے تھے، اُنہی کے وصالِ باکمال پر حضرت صاحب نے منظومات کے تحسینی پھول نچھاور کیے۔ نظم **"الوداع"** ملاحظہ ہو:

شاہکارِ عظمتِ سُلطانِ باھُو الوداع — تاجدارِ شوکتِ سُلطانِ باھُو الوداع
اے کہ چشمِ تو زِ عشقِ مصطفیٰ پُر نُور بود — رازدارِ حشمتِ سُلطانِ باھُو الوداع
ذاتِ اقدس را خُدا با ہر صفت موصوف کرد — پاسبانِ صورتِ سُلطانِ باھُو الوداع
اے کہ بودی ہر کسے را ہمچو مادر با پسر — قدردانِ نسبتِ سُلطانِ باھُو الوداع
نسبتِ تو با شہِ جیلاں چنیں پیوستہ بُود — جلوہ گاہِ خلوتِ سُلطانِ باھُو الوداع
اے کہ کردی نفسِ خود را پیشِ اصغر ہم صغیر — نُور بارِ جلوتِ سُلطانِ باھُو الوداع
در فراقت چشمِ ہر کس خون می نالد بسے — دلنواز و راحتِ سُلطانِ باھُو الوداع
غلامؔ باھُو اشکبار است وبگوید ایں چنیں — راحتِ جاں، نکہتِ سُلطانِ باھُو الوداع
در غمِ تو روز و شب دیدہ شدہ عمرؔ دراز — افتخارِ وحدتِ سُلطانِ باھُو الوداع
در فراقت حضرتِ الطاف می نالد زبوں — رہنمائے ملّتِ سُلطانِ باھُو الوداع
جانشینت حامدؔ و ارشدؔ سدا دلشاد باد — جانشینِ حضرتِ سُلطانِ باھُو الوداع
گریہ نالہ می کند ہر دَم ہمی محسنؔ حسینؔ — غمگسارِ رفعتِ سُلطانِ باھُو الوداع
ناصرؔ و منصورؔ در آغوش کس بیند سکوں — روح پرور شفقتِ سُلطانِ باھُو الوداع
جامعہ انوارِ باھُو را تو بودی مثلِ جاں — پاسدارِ سیرتِ سُلطانِ باھُو الوداع
نُورِؔ سُلطاں نیست تنہا، ہر کسی گوید چنیں — نُورِ چشمِ حضرتِ سُلطانِ باھُو الوداع

Marfat.com

اپنے عَمِ مکرّم کی تاریخِ وصال حضرت صاحب نے یوں نظم کی:

چاردہ صد بُد گزشتہ ہجرتِ شاہِ جہاں
نیز سالِ ہفت بر آں بُدزیادہ بے گماں
ہشت شب زندہ سلامت بود آں پیرِ مغاں
نہ محرّم اُو بسوئے خُلد دیدہ شُد رواں

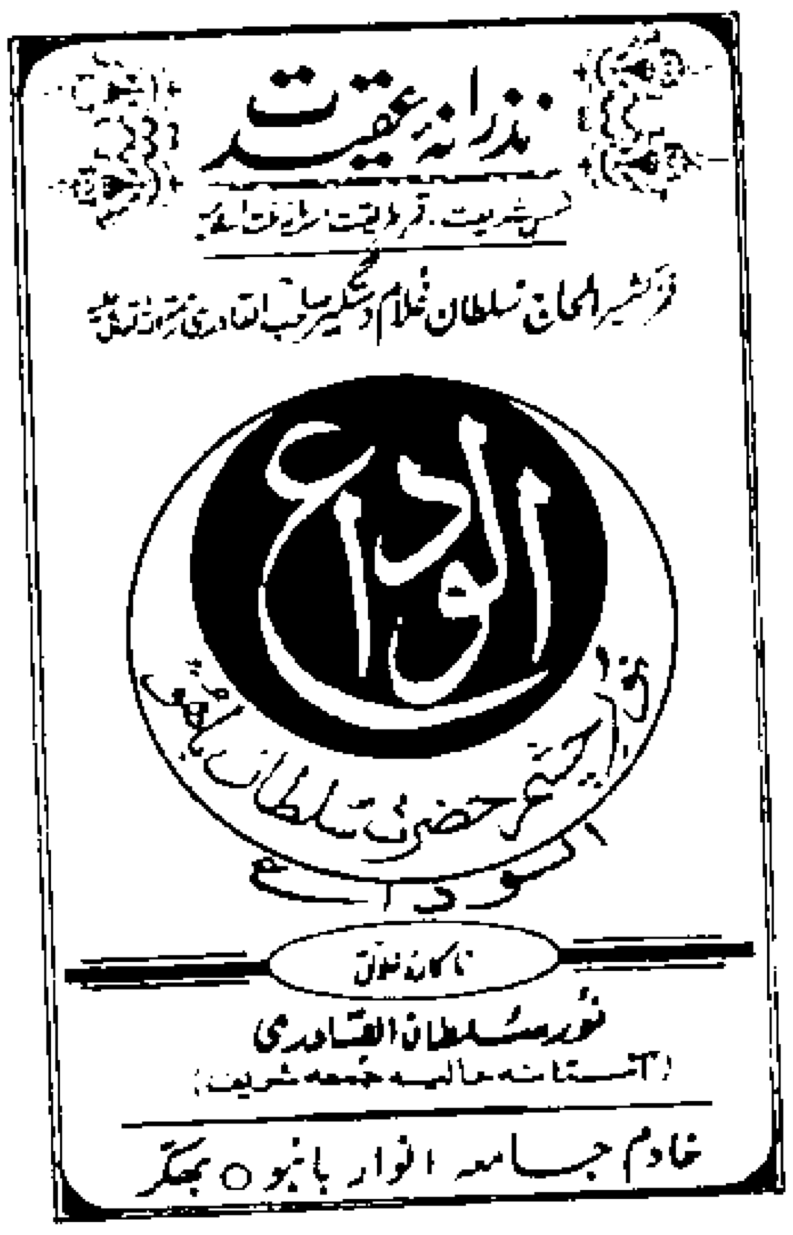

شعری کتابچہ "الوداع" کا سرورق

پھر اُن کے سالِ وصال کو ابجد کے حساب سے یوں منظوم کیا

سالِ اُو در ہجری آمد "واصلِ حق بے نظیر"
"آہ بمیلادِ مسیحیٔ غلامِ دستگیر"

مصرعِ اُولیٰ میں ترکیب "واصلِ حق بے نظیر" سالِ 1407ھ کے اعداد جبکہ دوسرا مصرع "آہ بمیلادِ مسیحیٔ غلامِ دستگیر" سالِ 1986ء کے اعداد پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح آپ نے اُن کی یاد میں ایک چھوٹی بحر کی پُر تاثیر عربی نظم غزلیہ انداز میں کہی، جس کا عنوان ہے "**الشیخ الکبیر**"۔ ملاحظہ کیجیے:

یاایہاالشیخ الکبیر نحن ببابکم فقیر
اسمع لما قلنا لکم قد جاءک جم غفیر
اخوانک فضل لھم لیس لک فیھم نظیر
انظر الی احوالنا یعطی الجزارب قدیر
لو جاءک عدو لک کنت لکم قلباً نصیر
یبکیک کلّ واحد کان کبیراً او صغیر

ایک اور قطعہ بعنوان "از دست رفت" ملاحظہ ہو:

پیرِ من در جلوۂ دیدارِ باری مست رفت در محرّم ملجا و ماویٰ من از دست رفت
در فراقت گر بنالم خون ما را بُد روا زانکہ محسن ظاہر و باطن مرا از دست رفت

روایت[1] کے مطابق حضرت صاحب نے بتایا کہ جب اُنہوں نے قطعہ "از دست رفت" (یعنی ہم سے جُدا ہو گئے) لکھا تو خواب میں حضرت سُلطان غلام دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہُوئی جو فرماتے تھے کہ: "بیٹا، یہ تُم نے کیا لکھ دیا! مَیں تو تمہارے پاس کھڑا ہوں اور تُم کہتے ہو کہ از دست رفت"۔ "الوداع" میں شائع ہونے والی یہ اُردو غزل بھی دیکھیے:

---

[1] مضمون از خلیفہ رحیم بخش کھتھڑا ابن ملک کریم بخش، ساکن قصبہ گجرات، تحصیل کوٹ اَدو۔ مورخہ 27 جون 2007ء۔ غیر مطبوعہ۔ ص4

Marfat.com

چل دیا دُنیا سے وہ عالی نسب، عالی حسب
جس کے جانے سے ہُوا برباد محفل کا طرب

کون تھے کیا تھے انہیں پہچاننے کا وقت ہے
جن کی تربت دیکھ کر ہوتا ہے ہم پر فضلِ رب

اُن کی محفل پر ہمیشہ فضلِ ربِّ پاک تھا
اور آنکھوں میں تھا اُن کی جلوۂ محبوبِ رب

نُورِ سُلطاں پر نگاہِ خاص ہو اے شیخِ مَن
ہیں مخالف اس کے، جو ہیں اولیا کے بے اَدب

عربی، فارسی اور اُردو میں لکھے گئے اِس شعری کتابچہ کے بعد حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ گاہے گاہے اُردو اور سرائیکی میں طبع آزمائی کرتے رہے مگر نہ تو کوئی مجموعۂ کلام شائع کرایا اور نہ ہی کبھی رسائل میں اشاعتِ کلام کا اہتمام کیا۔ دراصل آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نہ تو باقاعدہ شاعر بننے کی طرف توجّہ کی اور نہ ہی فنِ شعر پر زیادہ ریاضت کی، تاہم علم العروض کے بُنیادی قوائد سے خوب آشنا تھے۔ کبھی 'اِرشادِ احِبّا' ہُوتا تو کسی طرحِ مصرع پر غزل کہہ دیتے اور کبھی سرائیکی کی روائتی اصناف میں وارداتِ قلبی کو منظومات کی صورت میں قلمبند کر لیتے۔ راقم کو یاد ہے کہ آپ کبھی کبھی اپنی سرائیکی منظومات گنگنایا بھی کرتے تھے۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی 1993ء کی ڈائری کے آخری صفحات پر آپ کے قلم سے لکھی پانچ اُردو غزلیں اور کچھ سرائیکی کلام موجود ہے۔ یہ کلام غالباً 1993ء یا اِس سے قبل لکھا گیا ہو گا۔ ایک دوست کی فرمائش پر احمد فراز کی زمین میں کہی گئی حضرت صاحب کی غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

گر قُرب میں آنا تجھے منظور نہیں ہے
بس دُور سے ہی چہرہ دِکھانے کے لیے آ

ہو جائے گا ہم کو بھی کسی طور سے جلوہ
مسجد میں کبھی سر کو جھکانے کے لیے آ

دیدار کے قابل تو نہیں چشمِ پُر آشوب
تو اِس پہ کبھی ترس ہی کھانے کے لیے آ

برسات کے موسم میں جو خوش ہونے لگا دل
تُو اس کو کبھی پھر سے جلانے کے لیے آ

تلووں سے ترے قدموں کے جو خاک لگی ہے
آنکھوں میں مری سُرمہ بنانے کے لیے آ

اسی طرح ایک اور غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہُوں:

ہزار ہوں گے حسیں جہاں میں، مثل نہ محبوب کی ملے گی
ہوں ہر ادا میں ہزار جادو، کہیں نہ ایسی ادا ملے گی

جو پھول اُن کے قدم کو چھو لے تو داغِ حسرت سے یوں وہ بولے
جو عیش مَیں نے یہاں ہے پائی کہیں نہ ایسی سدا ملے گی

جو زلف کے پیچ و خم کو دیکھو، ہے مثلِ زنجیر وہ مسلسل
ہے تیرِ آنکھوں کا ایسا ظالم، کہیں نہ ایسی سزا ملے گی

ہے اس کی رفتار کا یہ عالَم کہ مور بھی بیٹھے دَم بخود ہیں
اور اس کے دیدار میں وہ راحت کہیں نہ ایسی شفا ملے گی

Marfat.com

مَیں اس تبسّم کو جاؤں صدقے، وہ ہلکا ہلکا حَسیں تبسّم — ہزار غنچے کھلے جہاں میں، کہیں نہ ایسی فضا ملے گی
جو نُورِ سُلطان پر کرَم ہو، وہ اپنے قدموں میں روند ڈالیں — یہ ایسا عمدہ وصال ہو گا، کہیں نہ ایسی فضا ملے گی

اب ایک دلنشین "سرائیکی نعت" دیکھیے:

اے حبیبِ پاک مَیڈو ڈیکھ چا
صاحبِ لولاک مَیڈو ڈیکھ چا
تُو مَیڈے دِل دا مٹھا محبوب ہیں — ہر گھڑی ہر وقت تُوں مطلوب ہیں
ہے گریباں چاک مَیڈو ڈیکھ چا
تیڈی ہے گفتار دِل نُوں بھا گئی — سوہنڑی اے رفتار دِل تے چھا گئی
زینتِ افلاک مَیڈو ڈیکھ چا
ہے تیڈا اسکار دَرداں دی دوا — واسطہ رَب دا ہوی کھِل کے اَلا
مقصدِ ادراک مَیڈو ڈیکھ چا
نُورِ سُلطاں دی ایہا ہے آرزو — شالا اکھیاں توں نہ تھیویں دُور تُو
مخزنِ اخلاق مَیڈو ڈیکھ چا

مندرجہ بالا کلام کے علاوہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تبرکات میں ایک صفحہ ملا ہے جس پر آپ کے تحریر کردہ اُردو "مسلسل غزل" کے اشعار درج ہیں۔ اس پر تاریخ نہیں لکھی مگر زمانۂ طالبعلمی کی معلوم ہوتی ہے۔ مزید بر آں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک سے تحریر فرمودہ آٹھ صفحات پر مبنی ایک اور مخطوطہ بھی میسّر ہُوا ہے جس میں صفحات کے نمبر 14 تک درج ہیں، گویا کہ چند صفحات غائب ہیں۔ اس میں کچھ تو وہی اُردو و سرائیکی میں تحریر کردہ کلام ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا جبکہ کچھ کلام مزید ہے۔ عرصۂ تحریر غالباً 1990ء کی دہائی کے ابتدائی سال ہی ہیں۔ ایک نعت کا مطلع دیکھیے:

میرے دِل میں بنو مہمان مدینے والے — تجھ پہ صد جان سے قُربان مدینے والے

اس کے علاوہ اسی مخطوطہ میں ایک سرائیکی غزل جبکہ چند سرائیکی قطعات و فردیات ہیں۔ ماہیا کی صنف میں حضرت صاحب کا کچھ سرائیکی کلام ملاحظہ ہو: وطن قریب ہوسی

اللہ او ڈیہاڑ آنڑے، جدوں کول حبیب ہوسی

Marfat.com

جَندرہ نئیں کھُلدا
بہوں وَس لاتھکے ہاں، محبوب تاں نئیں ملدا
مچھی پانڑیں تر ویسی
محبوب چاا کھ بدلے، بندہ جیندیاں مَر ویسی

بعدازاں حضرت صاحب نے شعروشاعری قریب قریب ترَک کر دی۔ البتہ اواخرِ عمر میں آپ نے ایک نہایت کیف آفریں اور فرطِ جذبات میں ڈوبی ہوئی سرائیکی نعت تحریر فرمائی۔ ایک بار حرمین سے واپسی پر روضۂ رسول ﷺ سے رخصت ہوتے وقت کی کیفیت نعت میں ڈَھل گئی۔ یہ 2002ء یا 2003ء کا واقعہ ہے۔ نعت شریف یوں ہے:

مَیڈا محبوب چہرے توں پردہ ہٹا، تیڈے دیدار دا مینوں بہوں شوق ھے
ہِک واری تاں میڈا اسائیں کھِل کے اَلا، تیڈے مُسکار دا مینوں بہوں شوق ھے

جَدوں حُجرے توں مسجد دو آندے ہاوے، پھیرا اَصحابِ صُفّہ تے پاندے ہاوے
تھیواں قُربان ہِک واری ٹُر تاں ڈِکھا، تیڈی رفتار دا مینوں بہوں شوق ھے

اَپڑیں تاں اَپڑیں غیر اں دا غمخوار ھیں، سب رَسولاں تے نَبیاں دا سر دار ھیں
مَیں کمینے تے وی سوہنڑا نظر کرم، تیڈے کردار دا مینوں بہوں شوق ھے

تیڈے روضے مِناراں دی کیابات ھے، جیویں چَن نال تاراں دی بارات ھے
وَت کڈاں ویکھساں مَیں اوہ نُوری فضا، روضے مِینار دا مینوں بہوں شوق ھے

تیڈے جسمِ مبارک دی نُوری شعاع، وِچ اندھیرے دے وی ڈیوے سُوئی لَبھا
میڈے دِل نُوں منوّر چا کر سوہنڑیا، تیڈے انوار دا مینوں بہوں شوق ھے

بھانویں اَصلو نِکمّا ہاں، بدکار ہاں، رَب گواہ ھے دِلوں تیڈا حُب دار ہاں
نُورِ سُلطان دی چا شفاعت کریں، شاہِ ابرار دا مینوں بہوں شوق ھے

Marfat.com

یہ نعتِ مبارکہ خصوصاً قبولیت و مقبولیت والی ثابت ہوئی۔ آج بھی نعت خوانان حضرات اس نعتِ مبارکہ کو ترنّم سے پڑھتے ہیں تو محفل میں سماں بندھ جاتا ہے۔ یہ شاعری اَز دِل خیزد و بَر دِل ریزَد کی ایک نہایت حسین مثال ہے۔ اِس نعت پر تبصرہ کرتے ہُوئے معروف شاعر اور ادیب حضرت سُلطان ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ یوں رقمطراز ہوتے ہیں[1]:

"عربی، فارسی اور اُردو کے اِتنے جیّد اور ممتاز و سرکردہ عالم دین حضرت علامہ محمد نور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کا زیرِ نظر نعت میں فن شاعری کے علاوہ خالص ترین سرائیکی زبان پر بھی عبور و دسترس ملاحظہ ہو کہ کہیں بھی عربی / فارسی الفاظ، بندشیں، ترکیبیں نہیں آنے دیں اور زبان کو خالص رکھا۔ اتنی سہلِ ممتنع میں کہی گئی نعت ہے کہ کہیں بھی، کسی بھی سادہ مزاج و غیر تعلیم یافتہ سرائیکی دان کے لیے اس کا ابلاغ قطعاً مشکل نہیں۔ ایک چوٹی کے عالم دین اور ماہر لسانیات کے لیے زبان و بیان کی اِس قدر سادگی و برجستگی تبھی ممکن ہو سکتی ہے جب اسے فن پر مکمل عبور اور کامل دسترس حاصل ہو۔ بظاہر جس سہولت سے یہ نعت کہی گئی لگتی ہے، یہ ایک نہایت مشکل، صبر آزما اور عُمر کی ریاضت کے بعد حاصل ہوتی ہے۔"

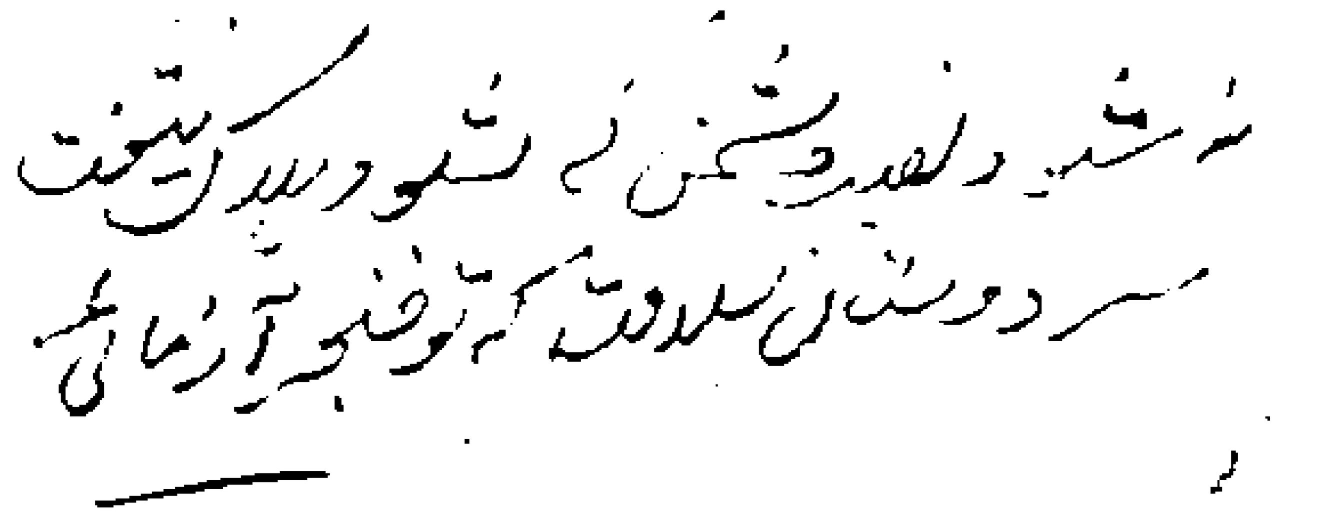

1964ء میں حضرت صاحب کے ہاتھ سے لکھا فخر الدین عراقی کا ایک خوبصورت شعر

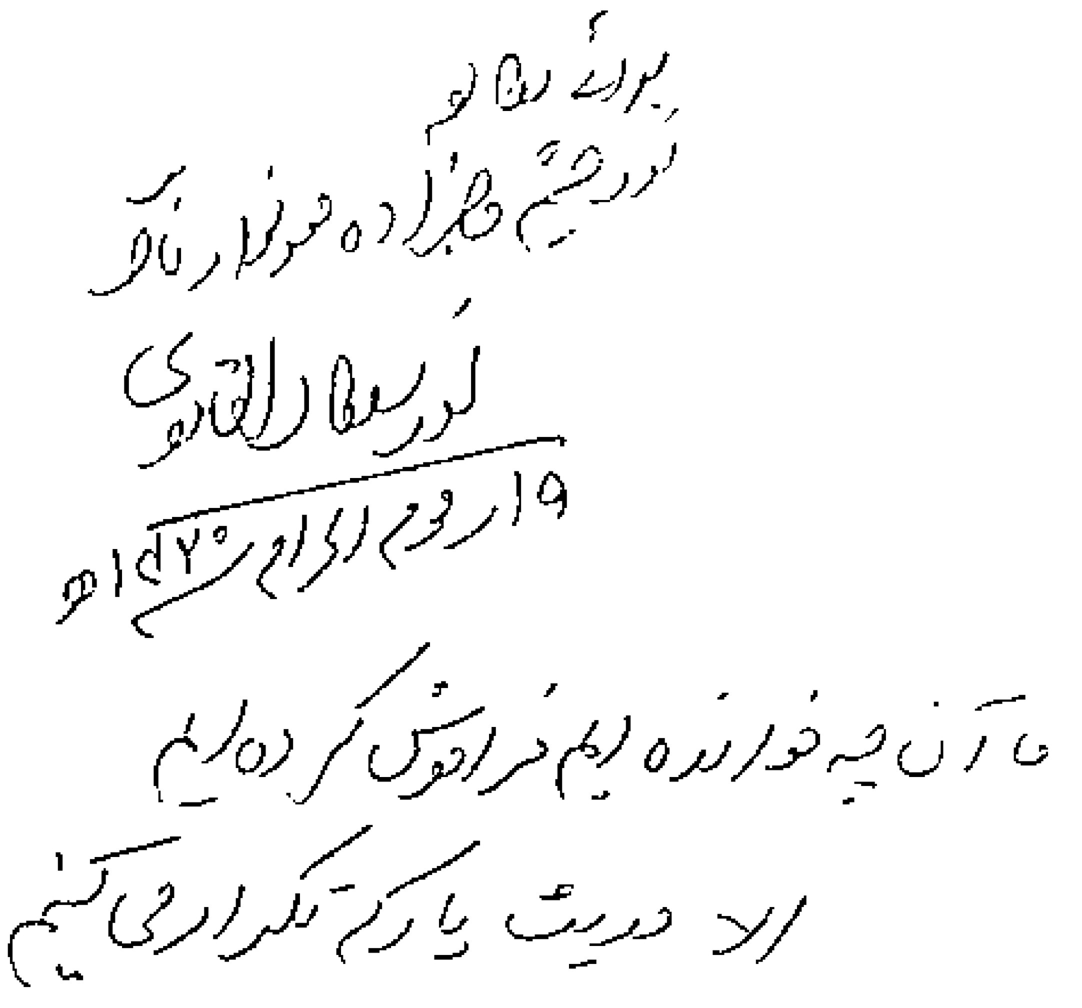

راقم کو گلستان سعدی کا ایک نسخہ عنایت کرتے ہُوئے حضرت صاحب کا آٹو گراف اور ایک دلنشیں فارسی شعر۔ 7 مئی 1999ء

---

[1] سُلطان ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ کا Facebook کمنٹ، مورخہ 15 جولائی 2011ء بوقت ساڑھے پانچ بجے فجر۔

Marfat.com

باب پنجم

طریقت ومجاہدہ

Marfat.com

بابِ پنجم: طریقت و مُجاہدہ

فصلِ اوّل: تعارف

تصوّف و طریقت، سلاسل طریقت، سلسلۂ قادریہ، سلسلۂ قادریہ اور حضرت سُلطان باھُو

فصلِ دوّم: بیعت، مُرشد اور اِرشاد

بیعت، مُرشد (حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو)، شجرۂ طریقت،
حضرت صاحب کا نظریۂ طریقت، روحانی مقام

فصلِ سوّم: وظائف و اَدعیہ

وظائف و اَوراد، اَدعیہ / دُعائیں

فصلِ چہارم: کرامات و خوارق

خوارق العادات کی حقیقت، کراماتِ حضرت صاحب

فصلِ پنجم: اَسفارِ حرمین شریفین

حج مبارک 1979ء، عمرہ مبارک 1997ء، عمرہ مبارک 2002ء، عمرہ مبارک 2003ء،
عمرہ مبارک 2004ء، عمرہ مبارک 2005ء، آخری عمرہ 2006ء

Marfat.com

فصل اوّل

تعارف

تصوّف و طریقت:

دینِ اسلام پر عدل سے بڑھ کر احسان کی حد تک عمل پیرا ہونے کا نام تصوّف اور طریقت ہے جسے روحِ اسلام کہا جاسکتا ہے۔ صوفیائے کرام سے مُراد مردانِ راہِ رضا کا وہ گروہ ہے جو اِتّباعِ شریعت اور تزکیہ و تصفیۂ باطن سے متصف ہو کر عرفانِ حق حاصل کرتا ہے اور پھر خدمتِ خلق میں محور رہتا ہے۔ تصوّف کا حقیقی منبع ذاتِ پاکِ مُصطفیٰ ﷺ ہی ہے اور تاریخِ اسلام میں اصحابِ صُفّہ کو طریقت و تصوّف کے حوالہ سے پہلی باقاعدہ جماعت کا درجہ حاصل ہے۔ صوفیائے کرام کوئی اور نہیں بلکہ وہی لوگ ہیں جن کو قرآنِ مجید نے محسنین، تائبین، صدّیقین، صالحین، متّقین، متوکّلین، صادقین اور اولیاء اللہ کے خوبصورت ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔

قرآنِ مجید نے ایمان اور تقویٰ کو ولایت کی دو بُنیادی شرائط یا نشانیوں کے طَور پر بیان کیا ہے۔ چنانچہ اِرشاد ہوتا ہے: أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ۔ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ[1]۔ اولیاء اللہ کی تعلیمات میں محبّتِ الٰہی، رجوع الی اللہ عَزَّوَجَلَّ، عشقِ رسول ﷺ، اِتباعِ شریعت، تزکیۂ باطن، ذکر، فکر، توبہ، زُہد، تسلیم و رضا، توکّل، توسُّل، اعمالِ صالحہ، صلحِ کُل اور تلاشِ مُرشد و اتباعِ اولی الامر پر خصوصی زور دیا گیا ہے اور اِن تمام تعلیمات کے بُنیادی مآخذ قرآن و سُنّت ہی ہیں۔

سلاسلِ طریقت:

مقصدِ واحد کے حصول کے لیے صوفیائے کرام کے ہاں کئی طُرق اور سلسلے مروّج ہیں۔ مختلف اولیائے کاملین نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق قرآن و سُنّت کی روشنی میں رہنما اصول وضع کیے ہیں۔ مگر یہ سب راستے ہیں جن کی منزل ایک ہی ہے۔ بقولِ اقبال[2]:

چُوں گُلِ صد برگ مارا بُو یکیست　　اوست جانِ ایں نظام واُو یکیست

---

[1] قرآنِ مجید، سورۃ یُونس 10، آیات 62 تا 64۔ ترجمہ: "بے شک اولیا اللہ کو نہ کچھ خوف ہے اور نہ غم۔ وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں۔ اُنہیں خوشخبری ہے دُنیا کی زندگی میں اور آخرت میں"۔

[2] اسرارِ خودی۔ علامہ محمد اقبال۔ ترجمہ: "ہماری مثال ایسے پھول کی سی ہے جس کی پتیاں تو سیکڑوں ہو سکتی ہیں مگر خوشبو ایک ہی ہوتی ہے۔ وہی ہستی (ﷺ) اس نظام کی روح ہیں اور وہ تو ایک ہی ہیں"۔

Marfat.com

اِن سلاسل کے متعدّد اور متنوّع ہونے میں حکمت یہ ہے کہ اگر سب لوگ ایک ہی راستے پر چلنے لگیں تو ازدحام ہو جائے، جبکہ اِن خدا اگانہ راہوں کے وجود کا باعث یہ ہے کہ قرآن نے اندھی تقلید کے بجائے فکر و تدبّر کی حوصلہ افزائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں ایمانیات کی بُنیاد میں تو نہیں مگر فروع میں کئی مشارب ملتے ہیں۔ تصوّف میں اِن مشارب یا نقطہ ہائے نظر کو "سلسلہ" کا نام دِیا جاتا ہے۔ سلسلہ زنجیر کو کہتے ہیں۔ جیسے ایک زنجیر میں کڑی سے کڑی ملی ہوئی ہوتی ہے اِسی طرح صوفیا کے سلسلہ میں ہر سالک اپنے مُرشد سے جُڑا ہوتا ہے اور یُوں ان کڑیوں کا آخری سِرا حضور سرکارِ دو عالم ﷺ تک جا پہنچتا ہے۔ تصوّف کے کئی سلسلے اور ان سلسلوں کی کئی ذیلی شاخیں ہیں۔ معروف سلاسل میں سلسلہ اویسیہ، سلسلہ قادریہ، سلسلہ نقشبندیہ، سلسلہ چشتیہ اور سلسلہ سہروردیہ وغیرہ شامل ہیں۔ سلاسلِ اربعہ میں سے سلسلۂ نقشبندیہ حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے جبکہ سلاسلِ قادریہ و چشتیہ و سہروردیہ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے رسولِ اکرم ﷺ کی بارگاہ تک پہنچتے ہیں۔

سلسلۂ قادریہ:

بغداد میں غوث الاعظم الشیخ سیّد عبدُالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دربارِ دُربار کا ایک منظر

سلسلہ عالیہ قادریہ کی نسبت الشیخ سیّد محی الدّین عبدُالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (و:1078ء۔ف: 1125ء) کی طرف ہے جن کے معروف القاب "غوث الاعظم" اور "محبوبِ سُبحانی" جبکہ کُنیت ابو محمد ہے۔ اس سلسلۂ مبارکہ کو احکامِ قرآن و سُنّت کے عین مطابق ہونے کے باعث قبولِ عام حاصل ہُوا۔ حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور فرمان ہے قَدَمِی هٰذَا عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِىِّ اللّٰهِ[1]۔ متعدد اکابرینِ طریقت کے بقول جس طرح حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کو مابینِ اولیا ایک بلند و بُرتر مقام حاصل ہے، اسی طرح اُن کے سلسلۂ قادریہ کو مابینِ سلاسل نمایاں مقام حاصل ہے۔ سلسلۂ قادریہ کے ذیلی سلاسل بھی دُنیا کے کئی مُلکوں میں موجود ہیں۔ برِّ صغیر پاک و ہند میں سلسلہ قادریہ کی ترویج و اشاعت کے حوالہ سے حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کو خاص مقام حاصل ہے۔

---

[1] شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی۔ ترجمہ: "میرا یہ قدم تمام اولیا کی گردن پر ہے"۔

Marfat.com

سلسلۂ قادریہ اور حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ:

سُلطانُ العارفین بُرھان الواصلین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ (و:1629ء۔ ف:1691ء) نے سلسلہ قادریہ کے تحت خلقِ خُدا کو فیض رسانی میں ناقابلِ فراموش خدمات سرانجام دیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر، تقریر اور عمل کے ذریعہ تعلیماتِ قرآن وسُنّت اور فرمودات غوث الاعظم کو برِّ صغیر پاک وہند میں حیاتِ نَو بخشی۔ تاہم آپ کی بعض تعلیمات ایسی بھی ہیں جن کا ذکر ہمیں اس وضاحت وصراحت سے آپ سے پہلے کہیں نہیں ملتا۔ اِن میں تصوّرِ اسم ذات، ہفت روحِ سُلطانُ الفقر اور دعوتِ قبور خصوصی اہمیت کے حامل ہیں[1]۔ عُرفِ عام میں حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلۂ طریقت کو "سروری قادری" کہا جاتا ہے۔ تاہم حضرت سُلطان ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ (و:1960ء۔ ف:2013ء) کچھ یُوں وضاحت کرتے ہیں[2]:

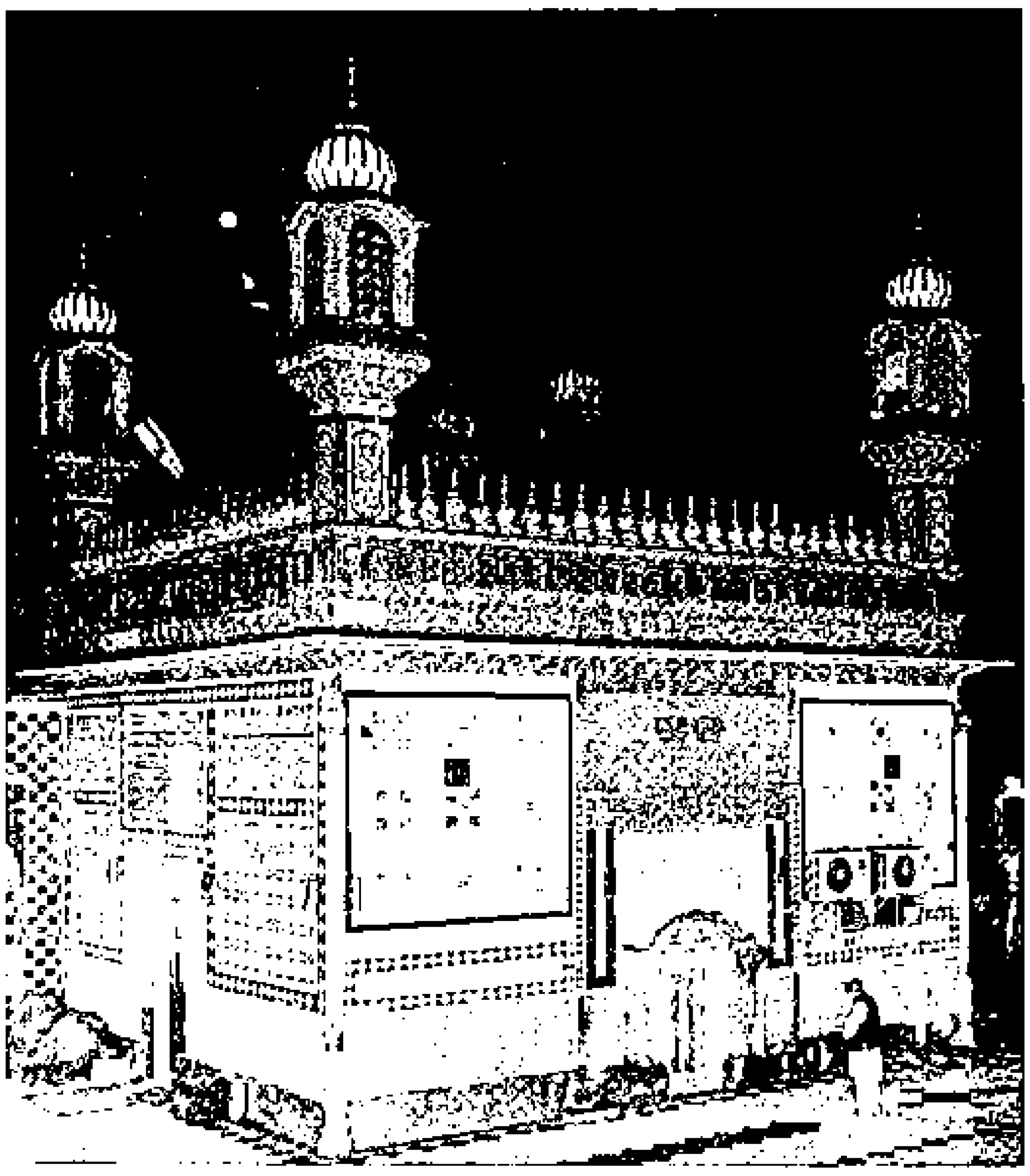

سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پرانوار کا ایک منظر
تصویر: گُلریز غوری

"حضرت سُلطانُ العارفین قدّس اللہ سرّہ قادری سلسلہ کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں۔ ایک سروری قادری اور دوسرا زاہدی قادری۔ زاہدی طریقہ میں ریاضات ومجاہدات کے بعد طالب کو نوازا جاتا ہے جبکہ سروری طریقہ اویسی طریقہ ہے یعنی اس میں براہِ راست فیض یاب کر دیا جاتا ہے۔"

راقم کی رائے میں یہ اُسی طرح کا فرق ہے جسے علمانے "کسب" اور "وہب" سے ممیّز کیا ہے اور جس پر قرآنِ مجید کی یہ آیتِ مبارکہ دلالت کرتی ہے: اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ[3]۔

---

[1] حضرت سُلطان باھُو کے افکار وتعلیمات کے لیے دیکھیے: مرآتِ سُلطانی۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ باھُو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2006ء۔ باب ہشتم

[2] اسرارِ الٰہیہ ترجمہ الرّسالۃ الغوثیہ۔ مضمون "دستگیرِ دوجہاں" از سُلطان ارشد القادری۔ حضرت سُلطان غلام دستگیر اکیڈمی 1989ء۔ ص 20

[3] قرآنِ مجید، سورۃ الشوریٰ 42، آیت 13۔ ترجمہ: "اللہ اپنے قُرب کے لیے چُن لیتا ہے جسے چاہے اور اپنی طرف راہ دیتا ہے اُسے جو رجوع لائے"۔

Marfat.com

فصلِ دوّم

بیعت، مُرشد اور اِرشاد

بیعت:

حضرت صاحب علّامہ محمد نور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلۂ قادریہ میں اپنے والدِ ماجد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پَرست پر طریقت کی بیعت حاصل کی۔ بیعت کا واقعہ یوں روایت کیا جاتا ہے [1] کہ آستانہ عالیہ جمعہ شریف پر حضرت سُلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عُرس کا موقع تھا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے چھوٹے بھائی صاحبزادہ محمد حنیف سُلطان حفظہ اللہ کے ساتھ اپنے والدِ ماجد کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور اُنہیں بیعت کرنے کی درخواست کی۔ حضرت صاحب اپنے والدِ مکرّم کو پہلے بھی کئی بار یہ گزارش کر چکے تھے مگر جواباً وہ فرماتے کہ ابھی آپ انتظار کریں۔ تاہم اِس بار درخواست شرفِ قبولیت پا گئی۔ حضرت صاحب اور آپ کے بھائی صاحب کو حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ روضۂ حضرت سُلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ میں لے گئے اور وہیں مزاراتِ مقدّسہ کے پاس بٹھا کر دونوں کو بیعت فرمایا۔ پھر اُٹھ کر اپنے حُجرۂ مبارک میں تشریف لے گئے اور وہاں سے دو دستاریں لے کر دونوں فرزندان کو بندھائیں۔ راقم کو یاد ہے کہ حضرت صاحب نے بتایا تھا کہ دستاریں بندھواتے وقت مُرشدِ کریم نے آپ کو فرمایا کہ یہ دستارِ بیعت بھی ہے اور دستارِ خلافت بھی، جبکہ صاحبزادہ محمد حنیف سُلطان کو فرمایا کہ یہ دستارِ بیعت ہے اور تب دستارِ خلافت بھی بن جائے گی جب آپ داڑھی سُنّت مطابق کر لیں گے (اُس زمانہ میں اُن کی داڑھی چھوٹی تھی)۔ یہ واقعہ 1970ء یا اس کے فوری بعد کے کسی سال کا ہے۔

مُرشد:

حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ۔ 1985ء

مخدوم المخادیم حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ (و: 1913ء۔ ف: 2001ء) بیسویں صدی عیسوی کے ایک ایسے بطلِ جلیل اور صاحبِ استقامت مُرشدِ کامل تھے جنہیں دیکھ کر تاریخ اسلام کے دَورِ زرّیں کے اسلاف کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ آپ شریعتِ مطہرہ و سُنّتِ مبارکہ پر کرامت کی حد تک اِستقامت رکھتے تھے۔ خود کو "سجادہ نشین" کے بجائے ہمیشہ "بوریہ نشین" کہتے اور اپنے اسمِ گرامی کے ساتھ

[1] روایت از صاحبزادہ محمد حنیف سُلطان۔ مورخہ 5 ستمبر 2011ء بمقام جمعہ شریف

Marfat.com

ہمیشہ "سُلطان" کی جگہ "فقیر" لکھتے، یہاں تک کہ لفظ "فقیر" آپ کے نام کا مستقل حصّہ بن گیا۔ لڑکپن سے ہی ریاضت و مجاہدہ، شب زندہ داری اور چِلّہ کشی میں محور ہے۔ فقرِ محمدی ﷺ کی حقیقی روح پر عمل کرتے ہُوئے آپ اپنے تمام تر زُہد و تقویٰ کے باوجود ایک عملی انسان تھے۔ زراعت کو ذریعۂ معاش بنایا اور مُلکی و بین الاقوامی سیاسی معاملات میں گہری بصیرت رکھتے تھے۔ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے خواہاں اور اتحادِ اُمّت کے داعی تھے۔

حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ اپنے مُریدین و متوسّلین کو ہمیشہ شریعتِ مطہرہ پر عمل پیرا رہنے کا درس دیتے۔ سالکینِ راہِ طریقت کے لیے آپ کا خاص ترین وظیفہ تصوّر اسم ذات شریف تھا۔ آپ کی اہم تبلیغات میں صفائے نیّت، حصولِ علمِ دین، اتحاد بین المسلمین، شرم وحیا، جہاد فی سبیل اللہ، نمازِ پنجگانہ، خشیّتِ الٰہی اور صبر و شُکر شامل ہیں۔ اگرچہ آپ نے کوئی کتاب تو تصنیف نہیں فرمائی مگر اپنے مُریدین و اقربا کے نام آپ کے خطوط سیکڑوں کی تعداد میں محفوظ ہیں۔ تاریخِ تصوّف میں حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب کے علاوہ شریعت و طریقت کے ایسے لطیف اِشارات شاید ہی کسی اور ہستی کے مکاتیب میں مِل پائیں۔

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے والد و مُرشد سے ایسا بے مثال ربطِ خاطر تھا جسے دیکھ کر قرآنِ مجید کے "احسن القصص" کی یاد تازہ ہو جاتی۔ والد و فرزند اور پیر و مُرید میں نہ صرف بے پایاں محبت بلکہ کمال کی ذہنی ہم آہنگی بھی تھی۔ حضرت صاحب ایک عالمِ باعمل کے طَور پر اپنے والد و مُرشد کے خوابوں کی تعبیر تھے جبکہ حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ اپنے فرزند کے لیے شریعت و طریقت کے پُرپیچ راستوں کے ہادی و رہنما تھے۔ حضرت صاحب کے روزنامچوں کے کئی صفحات والد و فرزند اور پیر و مُرید کے رشتۂ محبت کی حَسین یادوں سے لبریز ہیں[1]۔

حضرت صاحب 1985ء میں جمعہ شریف سے جھوک قریشیاں مکان تعمیر کرا کے منتقل ہُوئے تو اس کا باعث بھی یہ تھا کہ اپنے والد و مُرشد کے لیے ایسی جگہ رہائش کا بندوبست کر سکیں جہاں کم از کم بجلی کی سہولت میسّر ہو (تب جمعہ شریف میں بجلی نہ تھی)۔ حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ جب مناسب سمجھتے اپنے فرزند و مُرید کے پاس تشریف لے آتے اور یہیں قیام فرماتے۔ اواخرِ عمر میں تو کئی سال آپ کا یہ معمول رہا کہ ہر عیسوی مہینہ کی پہلی اتوار کو جھوک تشریف لے آیا کرتے۔ حُسنِ اتفاق دیکھیے کہ حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ ایک عیسوی مہینہ کے پہلے اتوار ہی کو واصل بحق ہُوئے۔

---

[1] روزنامچہ ہائے علامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ تواریخ 14 اپریل 1991ء، 17 جون 1991ء، 11 فروری 1992ء، 26 اپریل 1993ء، 26 مارچ 1995ء، 8 جنوری 1996ء، 4 جنوری 1998ء، 6 اپریل 1998ء، 2 مارچ 2000ء، 28 دسمبر 2000ء، 4 فروری 2001ء، 5 فروری 2001ء، 7 جون 2001ء، 12 دسمبر 2001ء، 13 دسمبر 2001ء، 21 ستمبر 2004ء، 19 نومبر 2002ء، 17 جولائی 2002ء وغیرہ

Marfat.com

حاضری حرمین شریفین سے واپسی پر حضرت فقیر سلطان غلام باھو رحمۃ اللہ علیہ ڈیرہ اسماعیل خان ایئر پورٹ کے سبزہ زار میں محوِ دعا۔
علامہ محمد نور سلطان القادری، صاحبزادہ محمد حنیف سلطان، سلطان ناصر، حکیم عبدالرحمٰن اور دیگر احباب طریقت ساتھ ہیں۔ ?1996ء

راقم کو یاد ہے کہ جب کبھی حضرت فقیر سلطان غلام باھو رحمۃ اللہ علیہ نے جھوک تشریف لانا ہوتا تو گھر میں عید کا سا سماں ہوتا۔ آس پاس کے علاقوں سے مُریدین بھی بغرضِ زیارت آن پہنچتے۔ جھوک قریشیاں کی جامعہ مسجد میں آپ نماز باجماعت ادا فرمایا کرتے۔ عشا اور فجر کی نمازوں کے بعد آپ عموماً نمازیوں کو مسجد میں تفصیلی پند و نصائح فرمایا کرتے۔ اس کے بعد آپ علاقہ کے مخلصین خصوصاً غلام محمد شاہ قریشی، اللہ یار قریشی، اللہ وسایا قریشی، حافظ فضل دین قریشی، محمد امین شاہ، حاجی غلام مُرتضیٰ، پیر عبدالستار، حاجی عاشق حسین اور حافظ محمد رمضان صاحب وغیرہ سے ملاقات و گفتگو کیا کرتے۔ نماز عشا ادا فرما کر گھر تشریف لاتے تو اہلِ خانہ کو تفصیلی پند و نصائح کرتے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والدِ ماجد کے پاؤں دباتے رہتے اور اپنی اولاد کو بھی اُن کی خدمت کا کہتے۔ خصوصاً راقم اور اس کی ہمشیرہ نجیبہ مُشتاق سُلطان کو عموماً رات دیر تک قبلہ بڑے حضرت صاحب کی محفل میں رہنے اور پاؤں دَبانے کا شرف حاصل رہتا۔ جب حضرت فقیر سُلطان غلام باھو رحمۃ اللہ علیہ تہجد کے لیے اُٹھتے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود لکڑیوں سے آگ جلا کر اُن کے وضو کا پانی گرم کیا کرتے اور وضو کراتے۔ راقم کی والدہ ماجدہ تہجد کی نماز کے وقت چائے بنا کر پیش کرتیں۔ تہجد اور نمازِ فجر کے دوران حضرت فقیر سُلطان غلام باھو رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی خاص ہی کیفیت ہوتی۔ اِس دوران اپنی گفتگو میں وہ نہایت لطیف نکات سے پردہ کُشائی کرتے۔ اسی وقت میں وہ کبھی سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کی فارسی غزلیات نہایت سوز اور رِقّت کے ساتھ بآوازِ بلند مترنّم پڑھا کرتے۔ ایک ایسے ہی لحہ میں آپ کا کلام "ع۔ ہے ہے ہزار از من، از مَن ہزار ہے ہے" اور "ع۔ نیست کس محرم کہ

Marfat.com

پیغام رساند یار را" گنگنانے کی آڈیو بھی محفوظ ہے۔ یہ پُر سوز آواز اَز دِل خیز د و بَر دِل ریزد کے مصداق ہوتی اور سُننے والوں کو کئی اَن دیکھی دُنیاؤں کی سَیر کرادیا کرتی۔

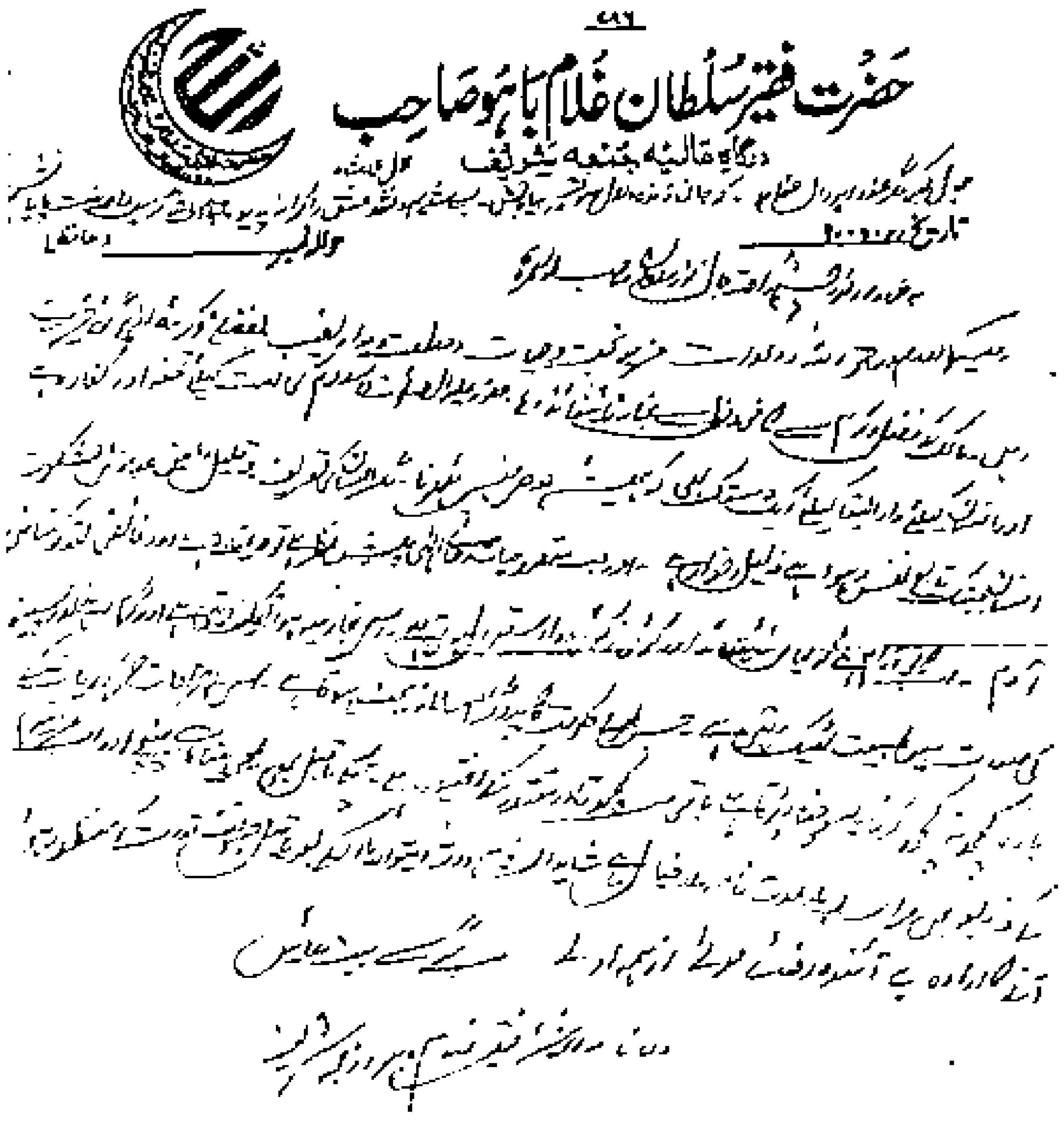

حضرت صاحب کے نام اپنے والد و مُرشد کا ایک مکتوب۔ 1990ء

حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب جو اُنہوں نے اپنے فرزند و مُرید علامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرمائے، اُن میں سے تقریباً ڈیڑھ سَو کے قریب راقم کے پاس محفوظ ہیں جن کا زمانۂ تحریر 1958ء سے 2000ء تک ہے۔ یہ خطوط مشائخ اور والدین کے لیے اِس امر میں چراغِ راہ ہیں کہ فرزندان و مُریدین کی تربیت کس نہج پر کی جائے۔ ذیل میں اِن خطوط سے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں:

- [1]"... فقیر کو اوّل بغداد شریف اور مقاماتِ مقدسۂ عراق کی حاضری نصیب ہُوئی جن کو دیکھنے پر اِسلام کا ایک بہت بھاری مشعل بردار جلوس رواں دواں نظر آتا ہے۔ اگر مالک کرم فرماتا، اِن مشعلوں سے تھوڑی روشنی عطا فرماتا تو ہم صحیح مُسلمان بن جاتے۔ (اور اس کے برعکس) جن کے بارہ فرمایا گیا یَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ[2] منافقت سے بچ جاتے۔ خُداوندِ کریم ہمیں اپنی رضاجوئی اخلاص کی زندگی نصیب فرماوے۔ تابع نفس و ہَوا شرمندگی کی زندگی سے نجات بخشی فرماوے آمین..."
- [3]"...مالک کے کرم سے کافی دنوں سے بخار ٹائیفائڈ رہا۔ (بیماری) حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی اُمّت کے لیے تحفہ اور کفارہ ہے، اور انسان کے لیے دارُ البقا کے لیے ایک دستک بھی کہ ہمیشہ اِدھر نہیں ٹھہرنا۔ مگر انسان کی تعریف وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ[4]۔ انسان جب تک تابع نفس و ہَوا ہے ذلیل و خوار ہے اور جب مقصدِ حیات رضائے اِلٰہی پیشِ نظر ہے تو لایحتاج اور فائق لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ[5]۔ ..."

---

[1] مکتوبِ حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو بنام علامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 13 نومبر 1989ء از مدینہ منورہ۔ مملوکہ راقم

[2] قرآن مجید، سورۃ البقرہ 2، آیت 8۔ ترجمہ: "وہ (منافقین) کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے حالانکہ وہ مومن نہیں"۔

[3] مکتوبِ حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو بنام علامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 21 جون 1990ء۔ مملوکہ راقم

[4] قرآنِ مجید، سورۃ سبا 34، آیت 13۔ ترجمہ: "اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے کم ہیں"۔

[5] قرآنِ مجید، سورۃ بنی اسرائیل 17، آیت 70۔ ترجمہ: "بے شک ہم نے اولادِ آدم کو بزرگی عطا فرمائی"۔

Marfat.com

- "¹...خداوندِ عالم اپنے محبوب ﷺ کے اُسوۂ حسنہ مبارکہ مطابق آپ کو ہمیں زیادہ سے زیادہ توفیقِ عمل سے نوازے۔ قُلۡ إِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ[2]۔ امامِ بُوصیری اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰهَ مِنۡ قَوۡلٍ بِلَا عَمَلٍ۔ لَقَدۡ نَسَبۡتُ بِهِ نَسۡلًا لِّذِيۡ عُقُمٍ[3]۔ کسی نے عزیزم ٹھیک کہا ہے:علمے رہے بہ دوست برد آں در کتاب نیست۔ آنہائے را کہ خواندم ہمہ در حساب نیست[4]۔ تو اس کا مقصد عمل کرنا ہے۔ علم تو صرف دانستن اور قال ہے، مگر مقصد اعمال اور حال ہے۔...

اِس وقت علما کے اتحاد کی سخت ضرورت ہے۔ اسلام کی بڑی خدمت ہے اگر علما ڈیڑھ اینٹ کی مسجد چھوڑ کر متحد ہو جائیں تو اسلام اور مُلک کی بڑی خدمت ہے۔ بلکہ الیکشن میں بھی سب فرقوں کا اتحاد ضروری ہے اور اختلافی مسائل کو ختم کرنا چاہیے۔ امر و نواہی کے بہت احکام ہیں جو کہ کُفر، حرامکاری، بے ایمانی، عُریانی، فحاشی، رشوت، وی سی آر، ٹی وی، سینما وغیرہ وغیرہ کے خلاف جہاد اور انگلش کا کُتّے والا پٹا نکال کر واشنگٹن ولندن بھیجنا، اپنے قبلہ کو اپنانا، موجودہ قانون کو ختم کرنا اور کم از کم فوری دفتروں سے انگریزی کی لعنت سے نجات دلوانا۔ پھر ہمارا قبلہ درست ہونے کی توقّع ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی شیعہ یا دیوبندی علما صاحبان ملیں تو عزت کے ساتھ اپنے مقصد کے حصول، اتحاد اور نفاذِ اسلام کے لیے سب کو یکجا کرنا جس کے سب متمنی ہیں۔ مگر کچھ سرکاری بچے اختلاف بھی کر سکتے ہیں۔ مگر بہت زیادہ تحمّل سے کام لینا ہو گا۔قَوۡلًا لَّيِّنًا[5]..."

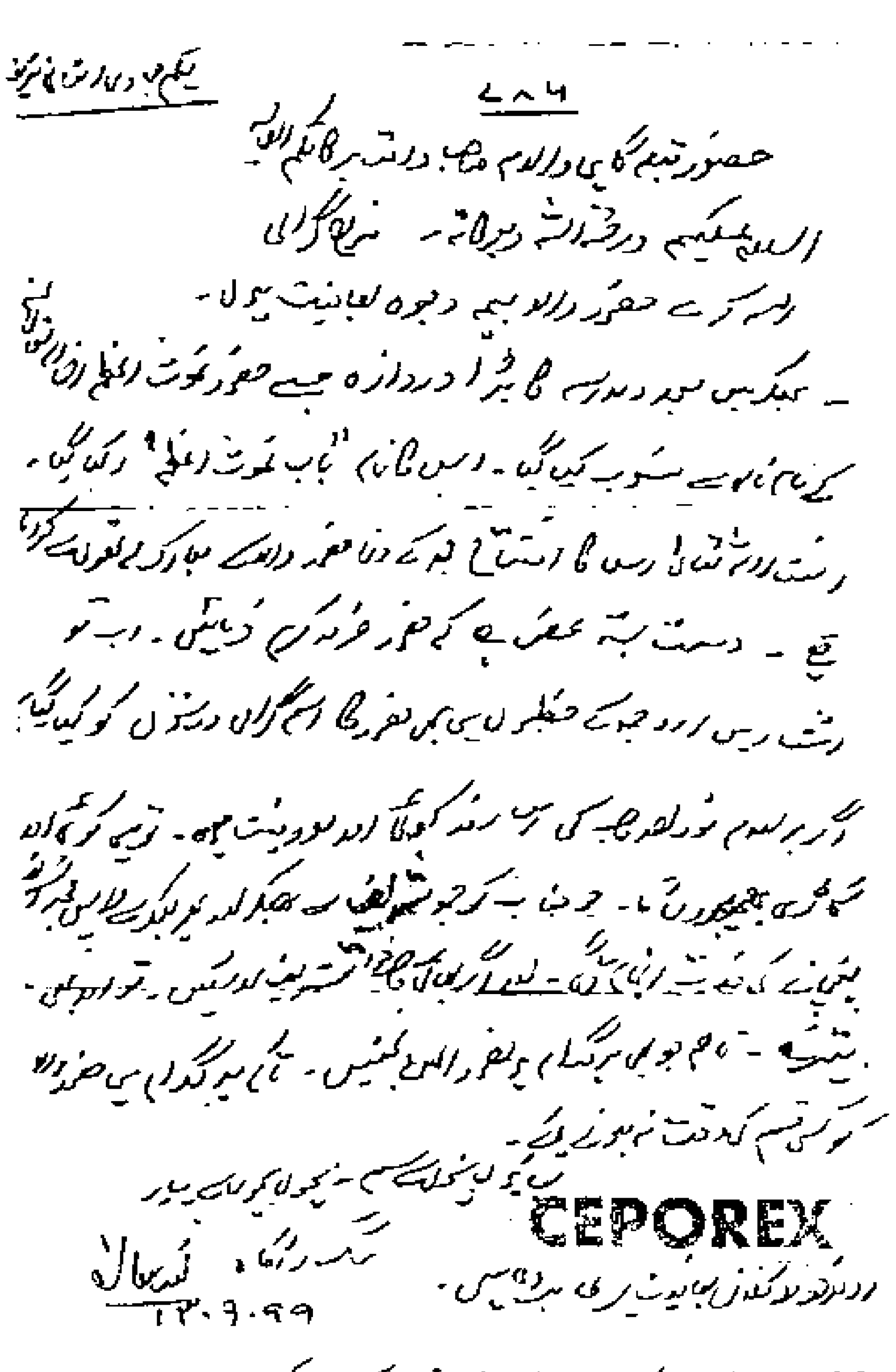

حضرت صاحب کا اپنے والد و مُرشد کے نام مکتوب۔ 1999ء

---

¹ مکتوب حضرت فقیر سلطان غلام باہو بنام علامہ محمد نور سلطان القادری۔ مورخہ 7 ستمبر 1992ء۔ مملوکہ راقم

² قرآن مجید، سورۃ آلِ عمران 3، آیت 31۔ ترجمہ: "(اے رسول ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تمہیں محبوب رکھے گا"۔

³ قصیدہ بُردہ۔ شیخ شرف الدّین ابو عبد اللہ محمد بُوصیری۔ شعر نمبر 26۔ ترجمہ: "میں ایسے قول سے توبہ کرتا ہوں جو بغیر عمل کے ہو۔ یہ (قولِ بلا عمل) تو یوں ہے جیسے بانجھ عورت سے امید اولاد رکھنا"۔

⁴ شاعر نامعلوم۔ ترجمہ: "وہ علم جو دوست (مقصدِ حقیقی) کی طرف رہنمائی کرتا ہے وہ کتاب میں نہیں۔ پس جو کچھ مَیں نے پڑھا ہے وہ کسی حساب میں نہیں آتا"۔

⁵ قرآن مجید، سورۃ طٰہٰ 20، آیت 44۔ اِس آیت مبارکہ میں دعوۃ و تبلیغ کے دوران نرم رویہ رکھنے کی تلقین ہے۔ فَقُولَا لَهُ قَوۡلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوۡ يَخۡشَىٰ۔ ترجمہ: "تو آپ دونوں (یعنی حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام) اُس (فرعون) سے نرم بات کہیں، اِس امید پر کہ وہ نصیحت مان لے یا کچھ ڈرے"۔

Marfat.com

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مُرشد سے والہانہ محبت و عقیدت تھی۔ اُن کا ہر حکم سَر آنکھوں پر رکھتے اور اُن کے ہر فیصلے کو حرفِ آخر گردانتے تھے۔ اپنے مکان، آستانہ یا مدارس میں جب بھی کسی نئے حصّہ کی تعمیر کا آغاز ہوتا تو خشتِ اوّل اپنے والد و مُرشد کے دستِ مبارک سے ہی رکھواتے۔ جامعہ انوارِ باھُو کے سالانہ جلسوں کے اشتہارات میں سب سے نمایاں نام اُنہی کا لکھواتے اور اُنہی کو ہمیشہ سالانہ جلسہ کی صدارت کے لیے عرض کرتے۔ آپ اپنے والد و مُرشد کے دیگر مُریدین کو "پیر بھائی" کہتے اور اُن کی تکریم کیا کرتے۔ کئی بار ایسا ہُوا کہ آپ کا کسی جدید تعلیم یافتہ شخص سے تصوّف یا خانقاہی نظام کے موضوع پر مباحثہ ہوتا تو مدِ مقابل عقلی و علمی دلائل سے لاجواب ہو کر کہہ اُٹھتا کہ چلیں آپ کی بات مان بھی لی جائے تو کیا موجودہ زمانہ میں کوئی صاحبِ تصوّف شخصیت ہے؟ آپ جواباً اُنہیں اپنے مُرشد کا حوالہ دیتے۔ ایسے بیسیوں لوگ حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور روحانیت کی حقیقت پر قائل ہُو کر لوٹے۔ اِسی طرح اپنے والد و مُرشد کی وفات (جنوری 2001ء) پر حضرت صاحب کو حالتِ غم میں کئی بار یہ کہتے سُنا گیا:

> "وہ تو ہمارے نظام کا پردہ تھے۔ اِس دَورِ قحط الرّجال میں جب کوئی معترض ہم پر سوال کرتا تو ہم اسے آپ کی طرف بھیج دیتے اور وہ مطمئن و قائل ہو جاتا۔ اب اگر کوئی ہم سے سوال کرے تو ہم کس کی طرف بھیجیں گے؟"

شاید یہی وہ احساس تھا جس کے باعث حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد و مُرشد کے وصالِ باکمال کے بعد طریقت و تصوّف کی طرف پہلے سے بہت زیادہ مائل ہو گئے۔ آپ کے وظائف، اذکار، نوافل اور مراقبوں میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا۔ ساتھ ہی مُرشد کی جُدائی میں فرطِ غم سے آپ پر اکثر گریہ کی کیفیت رہنے لگی اور غالباً اسی باعث عارضۂ قلب میں مبتلا ہو کر چند ہی سال بعد دُنیائے فانی سے کُوچ کر گئے۔

جلال اور علمیّت حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کی دو نمایاں ترین خوبیاں ہُوا کرتی تھیں مگر والد و مُرشد کی جُدائی پر جلال کی جگہ جمال نے جبکہ علمیّت کی جگہ روحانیت نے لے لی۔ وہ بارُعب و پُر وقار ہستی جنہیں دیکھ کر اچھے اچھوں پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا، اَب ہجرِ محبوب میں یوں گریہ کرتے کہ دیکھنے والوں سے دیکھا نہ جاتا تھا۔ اپنے روزنامچہ کے ایک صفحہ پر یوں رقمطراز ہوتے ہیں[1]:

---

[1] روزنامچہ علامہ محمد نور سلطان القادری۔ مورخہ 4 فروری 2001ء

Marfat.com

"... آج مہینہ کا پہلا اتوار ہے۔ آج ہی کے دن قبلہ حضرت صاحب علیہ رحمت جھوک تشریف لایا کرتے تھے۔ اِس تصوّر سے خوب رقّت سارا دن طاری رہی۔ بار بار مزار پر جاکر دل کھول کر روتا رہا۔ ہمشیرہ محترمہ نے حضرت صاحب علیہ رحمت کے ایصالِ ثواب کے لیے یخنی پکوائی اور تمام بھائیوں بہنوں نے مِل کر ختم کا کھانا کھایا۔ اس موقع پر بھی خوب رونا نصیب ہُوا۔ رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ! اللہ تعالیٰ صبر جمیل مرحمت فرمائے اور حضرت صاحب قبلہ کے درجاتِ عالیہ میں اضافہ فرمائے، آمین..."

اگلے ہی روز حضرت صاحب ڈائری پر یوں لکھتے ہیں[1]:

"آج کے موقع سحری پہ بندہ حضرت صاحب قبلہ کو وضو کرایا کرتا تھا۔ اس تصوّر سے خوب رقّت طاری رہی۔ ربِّ کریم صبر جمیل عطا فرمائے، آمین..."

غرضیکہ دونوں ہستیوں میں بطورِ والد و فرزند اور بطورِ پیر و مُرید ایسا تعلّقِ خاطر تھا کہ حضرت یعقوب و حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کی یاد تازہ ہوتی تھی۔

حضرت صاحب اپنے والد و مُرشد کا جنازہ پڑھا کر دُعا کرتے ہُوئے۔ 8 جنوری 2001ء

حضرت صاحب اپنے والد و مُرشد کی مزارِ مبارک پر۔ مولانا محمد شریف رضوی اور صاحبزادہ محمد منصور سُلطان ساتھ ہیں۔ فروری 2001ء

[1] روزنامچہ علامہ محمد نُور سلطان القادری۔ مورخہ 5 فروری 2001ء

Marfat.com

شجرۂ طریقت:

قادری سلسلہ حضور رسالت مآب ﷺ تک شیر خُدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے پہنچتا ہے۔ ذیل میں حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک ترتیب وار شجرۂ طریقت پیش کیا جاتا ہے۔ البتہ یہاں یہ وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ اِس شجرہ کی بُنیاد اُس روایت پر ہے جس کے مطابق سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہری دستِ بیعت پیر سیّد عبدالرّحمان جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ وگرنہ کئی محققین کا یہ بھی خیال ہے کہ حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہری بیعت کی ہی نہیں۔ اِس کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ اُن کی کسی ایک بھی میسّر تصنیف میں پیر سیّد عبدالرحمان جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر نہیں۔ یہ امر بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کسی کے بیعت ہُوئے ہوں اور اپنی تصانیف میں اُنہیں خراجِ عقیدت تک پیش نہ کریں[1]۔ دوسری دلیل یہ کہ اُن کے کلام میں کئی ایسے مقامات ملتے ہیں جو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اُنہیں طریقِ اویسی پر بلاواسطہ حضورِ اکرم ﷺ سے ہی بیعت نصیب ہُوئی۔ اِس صورت میں ظاہری بیعت کی حاجت نہیں رہتی۔ اِس ضمن میں رسالہ روحی کا یہ معروف شعر ملاحظہ ہو[2]: دست بیعت کرد مارا مُصطفیٰ وُلدِ خود خوانده است مارا مُجتبیٰ

بہر حال شجرۂ قادریہ یُوں روایت کیا جاتا ہے[3]:

حضرت علّامہ محمد نُور سُلطان رحمۃ اللہ علیہ عَن حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ عَن حضرت سُلطان محمد نواز رحمۃ اللہ علیہ عَن حضرت سُلطان نُور محمد رحمۃ اللہ علیہ عَن حضرت سُلطان غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ عَن حضرت سُلطان غلام میراں رحمۃ اللہ علیہ عَن حضرت سُلطان ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ عَن حضرت سُلطان نُور محمد رحمۃ اللہ علیہ عَن حضرت سُلطان محمد حُسین رحمۃ اللہ علیہ عَن حضرت سُلطان وَلی محمد رحمۃ اللہ علیہ عَن سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ عَن حضرت سیّد عبدالرحمان جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ عَن حضرت سیّد عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ عَن حضرت سیّد عبدُالبقا رحمۃ اللہ علیہ عَن حضرت سیّد عبدالسّتار رحمۃ اللہ علیہ عَن حضرت سیّد عبدُالفتّاح رحمۃ اللہ علیہ عَن حضرت سُلطان نجم الدّین بُرھان پُوری رحمۃ اللہ علیہ عَن حضرت سیّد محمد یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ عَن حضرت سیّد پیر

---

[1] سہ ماہی "دستگیر" کوئٹہ۔ شمارہ جنوری تا مارچ 1991ء۔ حضرت سُلطان باھُو نمبر۔ مقالہ "فقر کا بادشاہ (حیات ومابعد)" از سُلطان ارشد القادری۔ ص 40۔

[2] رسالہ رُوحی۔ حضرت سُلطان باھُو۔ ترجمہ: "۔ ہمیں تو محمد مصطفیٰ ﷺ نے دست بیعت فرمایا اور احمدِ مجتبیٰ ﷺ نے اپنا بیٹا کہا"۔

[3] مآخذِ شجرہ: ۱) شجرۂ طریقت شائع کردہ حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو۔ ۲) مرآتِ سُلطانی۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ باھُو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2006ء (اشاعت سوم 2013ء)۔ صفحات 49، 119 تا 122

Marfat.com

عبد الجبار رحمۃ اللہ علیہ عن حضرت سیّد پیر عبد الرّزاق رحمۃ اللہ علیہ عن غوث الاعظم الشیخ سیّد عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ عن الشیخ ابو سعید المبارک المخزومی رحمۃ اللہ علیہ عن الشیخ ابو الحسن الھنکاری رحمۃ اللہ علیہ عن الشیخ ابو الفرح یوسُف الطرطوسی رحمۃ اللہ علیہ عن الشیخ عبد الواحد تمیمی رحمۃ اللہ علیہ عن الشیخ ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ عن حضرت ابو القاسم جُنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ عن الشیخ عبدُاللہ سِرّی سقطی رحمۃ اللہ علیہ عن حضرت خواجہ معروف الکرخی رحمۃ اللہ علیہ عن حضرت داؤد الطائی رحمۃ اللہ علیہ عن حضرت خواجہ حبیب العجمی رحمۃ اللہ علیہ عن حضرت خواجہ حَسَن بصری رحمۃ اللہ علیہ عن امیر المومنین سیّدنا علی المرتضیٰ شیرِ خُدا رضی اللہ عنہ

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ طریقت:

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ اُس حقیقی طریقت کے عامل و مبلّغ تھے جو قرآن و سُنّت کی روشنی میں شریعتِ مطہرہ کے زرّیں اصولوں کی پابند ہے۔ آپ اپنے مُریدین کو نصیحت کیا کرتے کہ شریعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہوئے بغیر روحانیت کی منازل حاصل نہیں کی جاسکتیں۔ شریعت کی سیڑھی کے بغیر طریقت کا بامِ عروج حاصل نہیں ہو سکتا۔ سُلطانُ العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ رُوحانیت میں وَہبی صفات سے متصف ہونے کے باوجود فرماتے ہیں[1]:

ہر مراتب از شریعت یافتم ‏ ‏ ‏ ‏ پیشوائے خود شریعت ساختم

حضرت صاحب بیک وقت شریعتِ مطہرہ کے جیّد عالم اور پُختہ کار عامل تھے۔ آپ عرفان کے لیے علم کو لازمی قرار دیتے تھے۔ ؏ کہ بے علم نتواں خدا را شناخت[2]۔ حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں[3]:

عِلموں باجھوں فقر کماوے کافر مَرے دِوانہ ھُو ‏ ‏ ‏ ‏ سَے ورھیاں دی کرے عبادت، رہے اللہ کنوں بیگانہ ھُو

حضرت صاحب لوگوں کو جاہل پیروں کی پیروی سے اِجتناب کا حکم فرماتے تھے۔ علم خواہ ظاہری ہو یا باطنی، طریقت کے لیے ناگزیر ہے۔ آپ فرمایا کرتے کہ ایک مجذوب قابلِ احترام تو ہو سکتا ہے مگر قابلِ تقلید نہیں۔ قابلِ تقلید صرف وہی ہے جو شریعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کاربند ہے۔

---

[1] کلام حضرت سُلطان باھُو۔ ترجمہ: "میں نے سارے مرتبے شریعت سے حاصل کیے ہیں۔ مَیں نے شریعت کو اپنا پیشوا بنایا ہے"۔

[2] کریما۔ شیخ سعدی شیرازی۔ ترجمہ: "بے علم خدا کو نہیں پہچان سکتا"

[3] ابیاتِ باھُو۔ حضرت سُلطان باھُو۔ بتحقیق ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ حضرت غلام دستگیر اکیڈمی، پاکستان۔ اشاعتِ نہم 2002ء۔ ص 52
منظوم ترجمہ از راقم: "علم بنا جو فقر کمائے، کافر مَرے دِوانہ ھُو ‏ ‏ ‏ ‏ سَو سالوں کی کرے عبادت، رب سے رہے بیگانہ ھُو

Marfat.com

حضرت صاحب فرمایا کرتے کہ ہر صُوف (گودڑی) پہننے والا صوفی نہیں ہوتا۔ صرف اپنی ظاہری صورت، لباس اور وضع قطع کو اصحابِ طریقت کی طرح بنالینا ہی طریقت نہیں بلکہ طریقت تو دراصل شریعتِ مطہرہ پر استقامت اختیار کرنے اور کعبۂ دِل کو اَصنامِ دُنیوی سے پاک کرنے کا نام ہے۔ صَفائے باطن اور اِستقامت کے سامنے کرامت کی کوئی اہمیت نہیں۔ حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں[1]:

نہیں فقیری جھلیاں مارن سُتیاں لوک جگاوَن ھُو — نہیں فقیری وہندیاں ندیاں سُکیاں پار لگھاوَن ھُو

نہیں فقیری وِچ ہَوادے مُصلّیٰ پا ٹھیراوَن ھُو — فقیری نام تہناند ا باھُو جیہڑے دل وِچ دوست ٹکاوَن ھُو

راقم کو یاد ہے کہ کبھی کبھار ایسے لوگوں کا ذکر آجاتا جو صوفیا کی سی شکل و صورت بنائے پھرتے ہیں، ولایت کے بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں اور اپنی شہرت کے حصول کے لیے طرح طرح کے حَربے استعمال کرتے ہیں مگر بایں ہمہ نہ تو صَفائے باطن سے متصف ہوتے ہیں اور نہ ہی احکامِ شریعت کی پیروی کرتے ہیں۔ ایسے معاصرین کی اِشتہار بازیاں دیکھ کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑی ہی خاص کیفیت میں شیخ سعدی کا یہ قطعہ پڑھا کرتے[2]:

اے مُرغِ سحر عشق زِ پروانہ بیاموز — کاں سوختہ راجاں شُد و آواز نیامد

ایں مُدّعیاں در طلبش بے خبر انند — کاں را کہ خبر شُد خبرش باز نیامد

حالانکہ حدیثِ مبارکہ روایت کی گئی ہے کہ مَنْ عَرَفَ رَبَّہٗ فَقَدْ کَلَّ لِسَانُہٗ[3]۔ اور حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں[4]: عشق جنہاں دے ہڈیں رچیا رہندے چُپ چُپاتے ھُو — لُوں لُوں دے وِچ لکھ زباناں، پھردے گُنگے باتے ھُو

بطور مُرشد حضرت صاحب اپنے مُریدین کو عشقِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اتبّاعِ شریعت کا درس سب سے زیادہ دیتے۔ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ کے جملہ ارشادات و خطبات کا محور ہوتا۔ کسی مُرید یا معتقد کو خلافِ شرع کچھ کرتے دیکھتے تو

---

[1] ابیاتِ باھُو۔ حضرت سُلطان باھُو۔ تحقیق ڈاکٹر سلطان الطاف علی۔ حضرت غلام دستگیر اکیڈمی، پاکستان۔ اشاعتِ نہم 2002ء۔ ص 72
ترجمہ از راقم: "وَجد آور رقص کرنا اور (ذکر کے شور سے) سوئے ہوؤں کو جگانا فقر نہیں۔ بہتی ندیوں کو بن بھیگے پار کرا دینا (یعنی کرامات دکھانا) بھی فقر نہیں۔ ہوا میں سجادہ ڈال کے ٹھہر الینا بھی فقر نہیں۔ فقر تو اُن لوگوں (کے مقام کا) نام ہے جو دِل میں محبوب کو بسالیں"۔

[2] گلستان۔ شیخ سعدی شیرازی۔ مقدمہ۔ ترجمہ: "اے صبح کے (پُر شور) پرندے، پروانے سے عشق سیکھ۔ کہ اُس سوختہ نے جان دے دی اور آواز نہ آئی۔ اُس (محبوب حقیقی) کے طالب ہونے کا دعویٰ کرنے والے یہ لوگ (دراصل) بے خبر ہیں۔ کیونکہ جس کسی نے (محبوب حقیقی کے راز کی) خبر پالی تو پھر اُس کی خبر کسی نے نہ پائی"۔

[3] حدیثِ مبارکہ۔ ترجمہ: "جس نے اپنے رب کو پہچان لیا اُس کی زبان گُنگ ہوگئی"۔ بحوالہ اسرار القادری از حضرت سُلطان باھُو۔ ص 94

[4] ابیاتِ باھُو۔ حضرت سلطان باھُو۔ تحقیق ڈاکٹر سلطان الطاف علی۔ حضرت غلام دستگیر اکیڈمی، پاکستان۔ اشاعتِ نہم 2002ء۔ ص 130۔
ترجمہ از راقم: "جن کی ہڈیوں میں عشق رچ بس گیا ہے، وہ چُپ چاپ رہتے ہیں۔ اُن کے جسم کا بال بال لاکھوں زبانیں رکھتا ہے (مگر) وہ گونگے اور ہکلاتے پھرتے ہیں"۔

Marfat.com

نہایت سخت الفاظ میں تنبیہ فرماتے۔ آپ اپنی روز مرّہ کی گفتگو اور معمول کے خطابات میں تصوّف کی لطیف رموز اور پیچیدہ ابحاث کا ذکر کرنے سے گُریز کیا کرتے۔ بمصداق ؎ خاصاں دی گل عاماں اَگے نئیں مناسب کرنی[1]۔ لہٰذا آپ فرمایا کرتے کہ عوام النّاس کو مسائلِ تصوّف کی پیچیدگیوں میں اُلجھائے بغیر اُنہیں شریعت کی پاسداری کی تبلیغ کرنی چاہیے اور جب کوئی طالب شریعتِ مطہرہ پر پختہ کار ہو جائے تو پھر اُسے رموزِ تصوّف سے آشنا کرنا چاہیے۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکابر اسلاف کے طریقۂ تصوّف پر گامزن تھے اور دَورِ حاضر میں خانقاہی نظام میں دَر آنے والی بدعات سے کوسوں دُور تھے۔ دورِ حاضر کے اکثر نام نہاد پیر اپنی اپنی "بندہ پھنساؤ مُہم" چلائے ہوئے ہیں مگر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں کئی بار ایسا دیکھا گیا کہ لوگ آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہونے کے لیے آئے اور آپ نے کوئی عذر پیش کر کے اُنہیں ٹال دیا۔ آپ صرف اُنہی لوگوں کو بیعت کیا کرتے جن کی طلب صادق محسوس کرتے۔ اِنکسار کا یہ عالَم کہ ڈائری پر یہ نہ لکھتے کہ فلاں شخص بیعت ہُوا، بلکہ یُوں لکھتے کہ فلاں شخص "مُنسلکِ سلسلہ" ہُوا۔ بیعت کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ مُرید کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دیتے اور سب سے پہلے تسمیہ و کلمۂ طیبہ پڑھواتے۔ پھر مُرید سے توبہ کراتے اور اس پر قائم رہنے کی نصیحت کرتے۔ پھر ارکانِ اسلام کی پابندی، شعائرِ اسلام کی تعظیم اور اذکار کا درس دے کر دُعا کرتے۔

دَورِ حاضر کے کئی پیر صاحبان مُریدین کے علاقہ میں "دَورہ" کیا کرتے ہیں۔ حضرت صاحب ایسے بن بُلائے دوروں کو ناپسند کیا کرتے تھے۔ آپ صرف وہیں تشریف لے جاتے جہاں سے آپ کو باقاعدہ طور پر مدعو کیا جاتا۔ کبھی کوئی اس ضمن میں اِستفسار کرتا تو مسکرا کر کہتے: "بیٹا، الحمدُللہ میں ٹھیک ٹھاک ہوں، مجھے دَورے نہیں پڑتے"۔ صحیح بُخاری کی کتاب الدّعوات میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی جماعت کو اِس حال میں وعظ نہ سُنانا چاہیے جب وہ اپنے کام میں مشغول ہوں اور بجائے ہدایت کے وہی وعظ بیزاری کا باعث بنے۔ اِسی طرح حضرت صاحب مُرید سے ہرگز کوئی نذرانہ یا دُنیاوی منفعت طلب نہ کرتے۔ ہاں، کوئی اپنی خواہش سے تحفہ یا نذرانہ پیش کرتا تو قبول کر لیتے۔ آپ اکثر بتایا کرتے کہ قرآنی تعلیمات کے مطابق تمام انبیائے کرام کے طریقِ دعوۃ و اِرشاد میں یہ قدر مشترک ہے کہ انہوں نے اپنی تبلیغات و خدمات کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کیا، بلکہ ہمیشہ یہی اعلان کیا کہ اُن کا اجر اللہ کے پاس ہے۔ آیتِ مبارکہ ہے: وَيَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا- إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ[2]۔ ؎ دوہیں جہانیں مُٹھے باھُو، جنہاں کھادی وِیچ کمائی ھُو[3]:

[1] سیفُ الملوک۔ میاں محمد بخش۔ ترجمہ: "عوام میں خاص لوگوں والی بات کرنا مناسب نہیں (کیونکہ اِس کی مثال یوں ہے کہ) لذیذ کھیر پکا کر کتوں کے سامنے رکھ دی جائے"

[2] قرآن، سورۃ ھُود 11، آیت 29۔ ترجمہ: "(حضرت نوح نے فرمایا) اے میری قوم، میں اِس (دعوۃ وارشاد) کے عوض تُم سے کوئی مال طلب نہیں کرتا۔ میرا اجر تو اللہ پر ہے"۔

[3] ابیات باھُو۔ حضرت سلطان باھُو۔ تحقیق ڈاکٹر سلطان الطاف علی۔ 2002ء۔ ص 38۔ ترجمہ: "جنہوں نے (علم و فقر کی) کمائی بیچ کھائی وہ دونوں جہانوں میں محروم رہے"۔

Marfat.com

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی مقام:

کسی ہستی کا روحانی مقام کوئی ایسا امر نہیں جس کا تعیُّن محقق اپنی تحقیق کے ذریعہ کر پائے۔ یہ تو ایسے اسرار و رموز ہیں جنہیں عرفا ہی جان سکتے ہیں۔ ؏۔ عارف دی گل عارِف جانے، کیا جانے نفسانی ھُو[1]۔ لہٰذا راقم کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی مقام کے تعیّن میں قیاس آرائیاں یا دعوے کرتا پھرے۔ تاہم سوانح کی تحقیق کے دوران راقم کو بعض ایسی روایات ملی ہیں جو حضرت صاحب کے روحانی مقام کی جھلک ظاہر کرتی ہیں۔ اِن روایات کو بیان نہ کرنا بھی شاید انصاف نہ ہو۔ اِس لیے ان روایات کو ذیل میں بے کم و کاست بیان کیا جاتا ہے۔

حضرت صاحب۔ 16 مارچ 2006ء۔ دستگیر منزل پر دُعائے ایصالِ ثواب

روایت نمبر 1: شہیدِ عشق حضرت سُلطان ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ (و: 1960ء۔ ف: 2013ء) روایت[2] کرتے ہیں کہ اُن کی والدہ ماجدہ کی قُل خوانی (مورخہ 16 مارچ 2006ء، منعقدہ دستگیر منزل، دربار حضرت سُلطان باھُو) کے موقع پر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خطاب فرمایا اور دُعائے ایصالِ ثواب کی تو اُن کے ایک معاصر درویش جو کہ "سگ سُلطانی قریشی فقیر قادری" کے نام سے معروف ہیں، نے حضرت صاحب کے متعلق پُوچھا کہ یہ دراز قامت دَستار والے بزرگ کون ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ یہ ہمارے چچازاد بھائی ہیں اور اِن کا نام علّامہ محمد نُور سُلطان ہے۔ فقیر قادری نے بتایا کہ وہ اِن شخصیت کے نام سے تو واقف نہ تھے مگر اُنہوں نے دیکھا ہے کہ یہ شخصیت حضور سُلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی کچہری (رُوحانی محفل) میں باقائدگی سے موجود ہوتے ہیں۔ وگرنہ بقول فقیر قادری، اُس کچہری میں بڑے بڑے معروف پیروں کو اندر حاضر ہونا تو درکنار، باہر کھڑے ہونے کا شرف بھی نہیں ملتا۔

روایت نمبر 2: فقیر قادری موصوف کہتے ہیں[3] کہ اُنہوں نے حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کو اُن کی وفات کے چار سال بعد 14 ستمبر 2010ء کو دستگیر منزل پر فخرِ کشمیر حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عُرس پر صاحبِ عُرس کے ساتھ محفل میں کھڑے ہوئے خود دیکھا ہے۔

---

[1] ابیاتِ باھُو۔ حضرت سُلطان باھُو۔ تحقیق ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ 2002ء۔ ص 45۔ منظوم ترجمہ از راقم۔ ؏۔ "بات عارف کی عارف جانے، کیا جانے نفسانی ھُو"

[2] روایت از حضرت سُلطان ارشد القادری، بموجودگی سگ سُلطانی قریشی فقیر قادری و خواجہ غلام شیرانی۔ مورخہ 22 نومبر 2011ء، بمقام فیصل آباد۔ آڈیو مملوکہ راقم

[3] روایت از حضرت سُلطان ارشد القادری، بموجودگی سگ سُلطانی قریشی فقیر قادری و خواجہ غلام شیرانی۔ مورخہ 22 نومبر 2011ء، بمقام فیصل آباد۔ آڈیو مملوکہ راقم

Marfat.com

روایت نمبر 3: یہ اہم اور لطیف روایت[1] حضرت صاحب کے بھائی صاحبزادہ سلطان نور الٰہی صاحب حفظہ اللہ نے معروف درویش صوفی محمد رمضان رحمۃ اللہ علیہ (آف کلور کوٹ) سے بیان کی ہے۔ کہتے ہیں کہ صوفی محمد رمضان یوں واقعہ سُنایا کرتے تھے:

"میں حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے طور پر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور ان کے پیچھے جمعہ پڑھتا تھا مگر اس دن میں نے انہیں زندہ ولی تسلیم کیا جس دن یہ کرامت میرے سامنے آئی۔ میں نے حضرت صاحب کو بتایا کہ میں گولڑہ شریف جا رہا ہوں تو آپ نے مجھے فرمایا کہ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب کی مزار پہ جاکر میرے سلام کہنا۔ چنانچہ میں وہاں پہنچا اور اُن کی مزار پر کہا کہ علامہ نور سلطان صاحب آپ کو سلام کہتے ہیں۔ یہ کہتے ہی میرے سامنے مزار کا اوپر کا حصہ شق ہو گیا اور پردے ہٹ گئے اور انہوں نے کہا وعلیکم السّلام، میری طرف سے بھی حضرت صاحب کو سلام کہنا۔ اُس روز مجھے حضرت صاحب کی شانِ ولایت کا اندازہ ہو گیا۔"

روایت نمبر 4: حافظ ڈاکٹر بشیر احمد قادری حفظہ اللہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق اپنے مضمون میں یوں رقمطراز ہوتے ہیں[2]:

"1970ء سے 1980 کے دوران بندہ ناچیز ایک بار فیصل آباد سے دربارِ اقدس حضرت سلطان باھُو جا رہا تھا۔ بس کا سفر تھا۔ میرے مقابل والی تین نشستوں پر دو نوجوان باشرع عالم حضرات بیٹھے ہُوئے سفر کر رہے تھے۔ بندہ اُن کی گفتگو سے بے خبر اپنے ہی خیالات میں محوِ سفر تھا۔ اچانک اُن میں سے ایک مولوی صاحب نے صاحبزادہ نور سلطان صاحب کا نام لیا۔ یہ سُنتے ہی میں اُن کی طرف متوجہ ہُوا۔ مولوی صاحب نے دوسرے مولوی صاحب کو غزالیٔ زماں سیّد احمد سعید کاظمی کا ایک فرمان سُنایا کہ ایک بار ہمارے اُستاد کاظمی شاہ صاحب نے فرمایا کہ جس کسی نے قُطب دیکھنا ہو تو وہ نُور سُلطان صاحب کو دیکھ لے۔ یا یہ کہ نُور سُلطان صاحب قطب ہیں۔"

روایت نمبر 5: ایک روایت[3] کے مطابق ایک بار حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بغرضِ زیارت دربارِ حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ پر حاضر ہُوئے۔ یازو نامی ایک مُرید آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے مزارِ اقدس کو چُھوا اور اس کا بوسہ لیے بغیر ایک طرف ہو گئے۔ کچھ دیر بعد پھر مزارِ مبارک کو چُھوا اور ساتھ بوسہ بھی لیا۔ ساتھی مُرید نے اِس طرزِ عمل کی وجہ پُوچھی تو آپ ٹالتے رہے۔ مُرید لاڈلا تھا، اُس نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے بتایا کہ جب پہلی بار میں مزار کے قریب گیا تو ہمارے دادا جان مزار

---

[1] روایت از صاحبزادہ سلطان نور الٰہی۔ مورخہ 8 نومبر 2015، بمقام دربار سردار بخش بھکر۔ ویڈیو مملوکہ راقم

[2] مضمون از حافظ بشیر احمد قادری آف فیصل آباد۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ راقم

[3] روایت از غلام نبی ولد نور محمد اعوان، ساکن جمعہ شریف۔ مورخہ 5 ستمبر 2011ء

Marfat.com

میں موجود نہ تھے، چنانچہ میں ایک طرف ہو کر انتظار کرنے لگا۔ دُوسری بار قریب گیا تو آپ مزار میں جلوہ فرما تھے، چنانچہ میں نے بوسہ لیا۔ اُس مُرید نے واپس آکر اس واقعہ کا ذکر حضرت صاحب کے والد و مُرشد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ سے کیا تو اُنہوں نے حضرت صاحب کو منع فرمایا کہ آئندہ ایسی باتیں عوام کو نہ بتایا کریں۔

ایسا ہی ایک واقعہ صاحبزادہ سُلطان نُورالٰہی صاحب نے ملک ذوالفقار آف جمعہ شریف سے روایت کیا ہے مگر اس میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزارِ حضرت محمد سُلطان عُرف مَستوار پیر رحمۃ اللہ علیہ پر آنا مذکور ہے۔ واللہ اعلم!

روایت نمبر6: جوہر آباد (ضلع خوشاب) کے عظیم رُوحانی پیشوا حضرت بابا سیّد طاہر حُسین شاہ مشہدی رحمۃ اللہ علیہ (ف:2004ء) جو عوام میں اپنے "دستِ غیب" کے باعث نہایت معروف تھے اور جنہیں کثرتِ اسفارِ مُقدّس کے باعث "سیاحِ حرمین شریفین" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، اپنے زُہد و تقویٰ، ذکر و فکر اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے عصر میں ثانی نہ رکھتے تھے۔ اُن کا حضرت صاحب علاّمہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی نہایت لطیف رُوحانی ربط تھا۔ بھکّر، جوہر آباد اور حرمین شریفین میں حضرت صاحب کی اُن سے ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ بابا صاحب موصوف حضرت صاحب سے عمر میں بہت بڑے تھے اور حضرت صاحب اُن کا یوں احترام کیا کرتے جیسے اپنے اساتذہ یا بزرگوں کا احترام کیا جاتا ہے۔

سرگودھا میں واپڈا کے ایک افسر غلام معین الدّین سیفی صاحب جو کہ بابا صاحب کے نہایت معتقد تھے، جب بھکّر ٹرانسفر ہُوئے تو روایت اِن الفاظ میں بیان کرتے ہیں[1]:

> "جب ہم ٹرانسفر پر سرگودھا سے بھکّر شفٹ ہونے لگے تو بابا طاہر حُسین شاہ صاحب کی زیارت کے لیے جوہر آباد حاضر ہُوئے اور اُنہیں بتایا کہ ہم بھکّر جا رہے ہیں تو بابا صاحب نے ہمیں فرمایا: "اُتھے میری اک سہیلی ہے، نُور سُلطان۔ اونوں تُسی میرا اک پیغام دینا ہے کہ کدی کمینی نوں وی یاد کر لیا کر!" جب آپ نے یہ فرمایا تو مَیں نے سوچا کہ حضرت نُور سُلطان صاحب کا کیا مرتبہ ہو گا جن کے بارے اتنے بڑے بزرگ یہ فرما رہے ہیں"۔

---

[1] روایت از غلام معین الدّین سیفی ولد حافظ تاج دین بھٹی۔ مورخہ 17 اکتوبر 2011ء، بمقام فیصل آباد۔ آڈیو مملوکہ راقم

Marfat.com

فصلِ سوّم

وظائف واَدعیہ

اِس فصل میں اُن وظائف واَدعیہ کا ذکر کیا جائے گا جن کے حوالہ جات یاروایات ہمیں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق فراہم ہو پائے۔ وظائف اور دُعاؤں میں سے ہر ایک کو ذیلی حصّہ میں تقسیم کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے اُن وظائف وادعیہ کا ذکر کیا گیا ہے جو حضرت صاحب کو اپنے والد و مُرشد سے یا اپنے اساتذہ اور دیگر بزرگوں سے عطا ہُوئے۔ اس کے بعد اُن وظائف وادعیہ کو بیان کیا گیا ہے جو آپ کے معمولات میں شامل تھے۔ جبکہ آخر میں اُن وظائف وادعیہ کے حوالہ جات پیش کیے گئے ہیں جو آپ نے اپنے مُریدین کو نصیحت فرمائے۔ اِس فصل کے آخر میں دَم اور تعویذ کے حوالہ سے بھی یادیں محفوظ کی گئی ہیں۔

وظائف واَوراد:

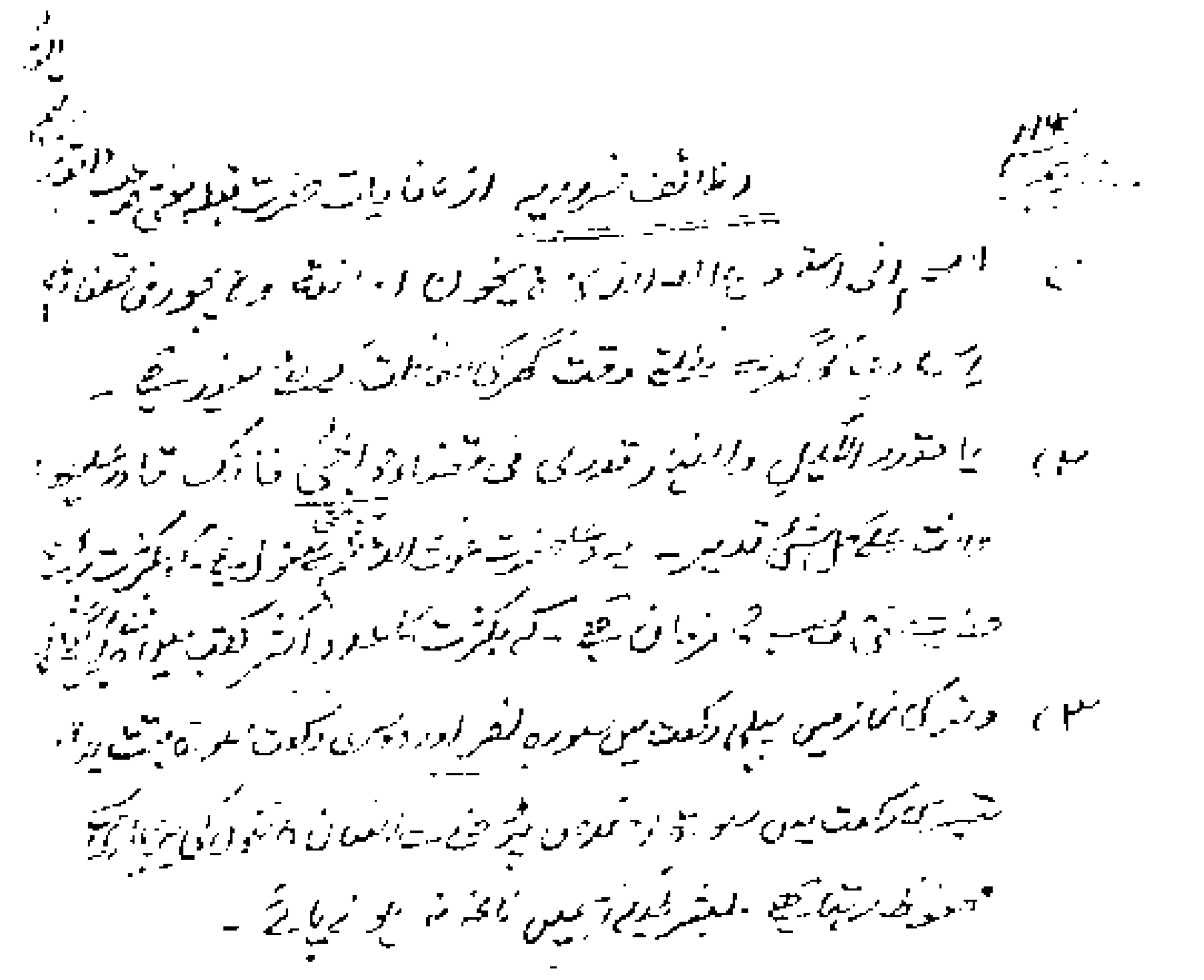

نقل وظائف از قلم حضرت صاحب

حضرت صاحب علامہ محمد نور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کے جامعہ انوار العلوم ملتان میں زمانۂ طالبعلمی کی ایک تحریر "وظائفِ ضروریہ" کے عنوان کے ساتھ دستیاب ہُوئی ہے جس میں چند وظائف درج ہیں جو آپ کے اُستادِ مکرّم حضرت مُفتی اُمید علی خان رامپوری گیاوی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہُوئے۔ مخطوطہ کہ تحریر ذیل میں نقل کی جاتی ہے:

"۱۷دسمبر ۱۹۶۲ء وظائفِ ضروریہ از عنایاتِ قبلہ مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

۱۔ اللھم انی استودع الیه الذی لا یخون امانته ولا یجوز فی قضائه۔ اس دُعا کو گھر سے نکلتے وقت گھر کی حفاظت کے لیے مفید ہے۔

۲۔ یا مقدر اللیل والنھار قدر لی فی قضاء حوائجی (حاجتی) فانک قادر علیھا۔ وانت علیٰ کل شیئ قدیر۔ یہ دُعا حضرت غوث الاعظم سے منقول ہے کہ بکثرت پڑھے۔ حضرت مفتی صاحب کا فرمان ہے کہ بکثرت کا عدد اکثر کتب میں سے دیکھا گیا ہے۔

Marfat.com

۳۔ وتر کی نماز میں پہلی رکعت میں سورہ نصر اور دوسری رکعت میں سورہ تبت یدا اور تیسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھنے سے انسان دانتوں کی ہر بیماری سے محفوظ رہتا ہے، بشرطیکہ اس میں ناغہ نہ ہونے پائے۔"

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے والد و مُرشد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ سے طریقت کی خلافت سمیت متعدد روحانی اِذن اور اَوراد و وَظائف حاصل ہوئے۔ اگرچہ ان کی مکمل تفصیلات تو دستیاب نہیں مگر ذیل میں حضرت صاحب کے نام اُن کے مُرشدِ کریم کے مکاتیب سے چند ایسے اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں جن میں آپ کو مخصوص اوراد و وظائف کا اذن دیا گیا:

اقتباس اوّل[1]: "... آپ کی روانگی کے وقت آپ کی آنکھ میں مچھر پڑا اور بار بار اِس تکلیف کا اعادہ بہت ہی باعثِ پریشانی و تشویش رہا۔ آپ کو چند ایک وظائف لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ بعد از نمازِ عشا تین یا پانچ تسبی آیۃ سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبٍّ رَحِيمٍ سوتے وقت مسنون ہے۔

۲۔ معوذتین یعنی آخری دو قُلْ فلق و الناس سہ بار پڑھ لیا کریں۔

۳۔ بوقتِ اذان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا نام لیتے وقت انگوٹھے چومنے، مَرْحَبًا بِحَبِيْبِيْ قُرَّةُ عَيْنِيْ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم پڑھ لیا کریں۔

۴۔ اور بعد از ہر نماز آیت فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ سہ بار اُنگلیوں پر دَم کر کے آنکھوں پر پھیر لیا کریں۔

۵۔ صبح کے وقت بعد از نماز سورۃ یٰسین شریف سہ بار یا ایک بار پڑھا کریں تو بہت ہی باعثِ خیر و برکت ہے۔ اگر حفظ ہو جائے تو بہت ہی پڑھنے میں آسانی رہے گی۔

۶۔ آیۃ الکرسی بعد از فرض نماز ایک بار..."

اقتباس دوّم[2]: "صلوٰۃ التسبیح حتی الوسع ہر شب پڑھی جائے۔ ہر نماز اور بالخصوص صلوٰۃ تسبیح پڑھتے وقت بالمقابل بیتُ اللہ شریف کا تصوّر کہ حرم شریف میں موجودگی پڑھتے وقت ہر تسبیح اور نماز میں معنی کا خیال رہے کہ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ۔ دوسرا فرمایا گیا اَلذِّکر بلا فکر قسوت القلب۔ ...

---

1 مکتوب حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو بنام علامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 30 اگست 1979ء۔ مملوکہ راقم

2 مکتوب حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو بنام علامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 15 جولائی 1981ء۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

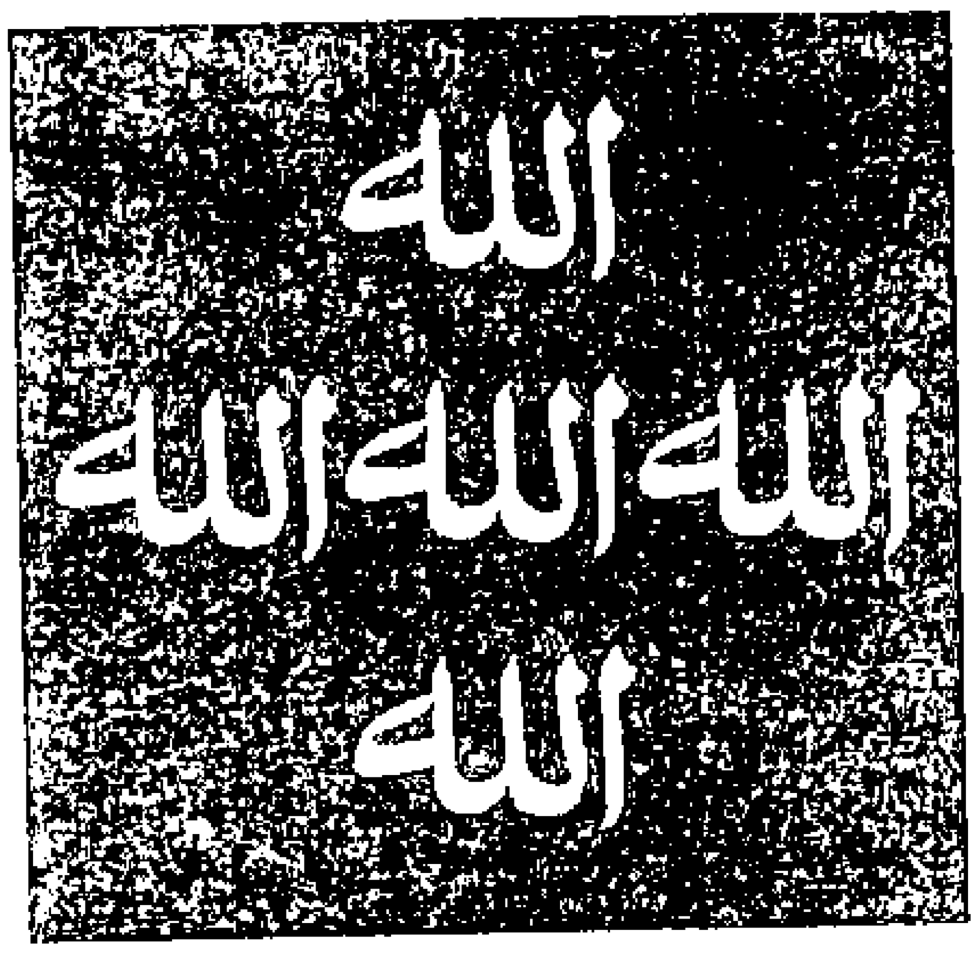

تعلیماتِ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق حضرت صاحب کو اپنے مُرشد کی جانب سے عطا کردہ نقوشِ اسم ذات

صاحب بہارِ شریعت نے سورۃ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورہ تکاثر، دوسری رکعت میں والعصر، تیسری میں کافرون، چوتھی میں سورہ اخلاص۔

التحیّات و بیٹھتے وقت سینہ پر تصور اسم اللہ ذات کے پانچ نقوش کا تصور کیا جائے جو مَیں نے چھپوائے۔ مجھے یاد نہیں آپ کو کچھ دیے تھے یا نہیں۔ احتیاطاً ایک اسم ذات شریف ارسالِ خدمت ہے۔ عزیزم، بغیر تصورِ بیت اللہ یا اسم ذات نمازیں صحیح نہیں ہوتیں۔ خالی دِل میں کُتے بِلّے ماسوی اللہ خیالات کا دخل لازمی ہوتا ہے جو حضورِ قلب کے منافی ہے۔

اور تسبیحات و نماز میں جلدی نہ ہو کہ سوچ سمجھ کر پڑھا جاسکے۔

خداوند کریم آپ کو ہمیں اپنے اسم پاک اپنی یاد کی حلاوت نصیب فرماوے تو تکلفات رفع ہو جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں دُنیا و مافیہا اور آخرت کی تمام نعمتیں ہیچ ہو جاتی ہیں۔

شعر۔ سب سے بیگانہ ہے اے یار شناسا تیرا"

اقتباس سوم[1]: "... آپ کی تکلیف سینہ کے بارے اور سینہ میں بلغم ہے اس کے لیے... دُعا بہت اچھی ہے اگر ہر نماز کے بعد پڑھ لی جائے، اللھم اغفرلی وارحمنی وعافنی فی الدنیا والآخرہ وشفنی شفاءً عاجلاً لا یغادر سقماً وانت ارحم الراحمین۔ مالک حافظ و ناصر ہو "

حضرت صاحب کو اپنے والد و مُرشد سے وقتاً فوقتاً اور وظائف بھی عطا ہوتے رہتے جنہیں آپ باقاعدگی سے اپنے اذکار میں شامل رکھتے۔ علاوہ ازیں آپ کو اپنے دیگر اساتذہ اور خانوادہ کے بزرگوں سے بھی کئی اذکار کا اِذن حاصل ہُوا۔

---

[1] مکتوب حضرت فقیر سلطان غلام باھو بنام علامہ محمد نور سلطان القادری۔ مورخہ 19 جون 1999ء۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

نومبر 2002ء میں جب حضرت صاحب مدینہ منورہ میں تھے تو انہی دنوں ایک بزرگ کو سرکارِ دوعالم ﷺ کی زیارت نصیب ہُوئی اور اُنہوں نے چند ہی دنوں میں اہم فیصلہ جات کے بارے بتایا۔ اُن بزرگ سے حضرت صاحب کی ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ وہ بزرگ بھی قادری سلسلہ سے تھے اور انہوں نے حضرت صاحب کو نہایت خاص وظائف پیش کیے[1]۔ وظائف کی تفصیل آپ نے کہیں تحریر فرمائی جو راقم کو میسّر نہیں ہو پائی۔

نوافل میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ تہجد، صلوٰۃِ تسبیح اور صلوٰۃِ غوثیہ کا خاص اہتمام کیا کرتے۔ معمول یہ ہوتا کہ نمازِ عشا با جماعت ادا کر کے آپ اذکار و وظائف میں محو ہو جاتے اور پھر آرام کرتے۔ تہجد کے لیے اُٹھتے تو عموماً آٹھ رکعت نفل ادا کرتے اور جب صلوٰۃ تسبیح ادا کرنی ہوتی تو وہ بھی تہجد کے وقت ادا کرتے اور اس کے بعد وتر ادا کرتے۔ صلوٰۃ تسبیح چار رکعتوں پر مبنی ہوتی ہے اور ہر رکعت میں پچھتر بار تسبیح سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ پڑھی جاتی ہے۔ یوں چار رکعتوں میں یہ تسبیح تین سو مرتبہ پڑھ لی جاتی ہے۔ رمضان المبارک میں تو آپ ہر رات صلوٰۃ تسبیح ادا کرتے تاہم راقم کے اندازہ مطابق حضرت صاحب سال بھر کے ایک تہائی یا کم از کم ایک چوتھائی ایام میں صلوٰۃ تسبیح ادا کرتے ہوں گے۔ اِسی طرح ایام عاشورہ، شبِ معراج، شبِ برات اور ایامِ حج وغیرہ میں آپ دیگر نوافل کے ساتھ صلوٰۃ تسبیح کا خاص اہتمام کرتے۔ 27 رمضان المبارک کی شب جامع مسجد خلفائے راشدین بھکّر میں آپ صلوٰۃ تسبیح با جماعت کی امامت کیا کرتے۔

صلوٰۃِ غوثیہ کی ادائیگی کا یہ طریقہ تھا کہ نمازِ مغرب کے بعد دو نوافل یوں ادا کیے جاتے کہ ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد گیارہ گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھی جاتی۔ دو نوافل مکمل کر کے باادب دو زانو بیٹھے ہُوئے کوئی بھی ندائیہ درود و سلام بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں پیش کیا جاتا۔ بعد ازاں کھڑے ہو کر بغداد شریف کی سمت رُخ کر کے گیارہ چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھائے جاتے اور ہر قدم کے ساتھ یا شیخ سیّد عبدُ القادر جیلانی شیئاً لله کہا جاتا۔ اس کے بعد دُعا میں نوافل و درود و سلام کا ثواب اَرواحِ مقدّسہ بالخصوص روحِ غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مِلک کیا جاتا اور بارگاہِ ربُّ العزّت عزّوجلّ میں حضور رسالت مآب ﷺ اور جناب غوثیت مآب رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلہ سے دُعا کی جاتی۔ (صلوٰۃ غوثیہ کا یہ طریقہ راقم کو خود حضرت صاحب نے سکھایا۔)

---

[1] ڈائری سفر نامۂ حرمین شریفین۔ تواریخ 29 نومبر، 30 نومبر، 3 دسمبر 2002ء۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

جمعۃُ الوداع (رمضان المبارک کے آخری جمعہ) کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز سے قبل ہر سال حضرت صاحب جامع مسجد خلفائے راشدین بھکّر میں "صلوٰۃِ قضائے عُمری" کی امامت کرایا کرتے۔ اس نماز سے قبل آپ اعلان فرمایا کرتے کہ یہ نماز ادا کر لینے سے تمام قضاشدہ فرض نمازیں خود بخود ادا نہیں ہو جاتیں بلکہ اُن کی قضا علیٰحدہ لوٹانا لازم ہے۔ تاہم رحمٰن ورحیم رب عَزَّوَجَلَّ کی بے کراں رحمت سے بعید نہیں کہ اِس مقدس دن کی ایسی نماز کے وسیلے ہماری غفلتوں کو درگزر فرما دے۔ نیز حضرت صاحب یہ بھی فرمایا کرتے کہ قضائے عمری ادا کرنے والے ہر شخص کو سچی اور خالص توبہ کرنی چاہیے اور عہد کرنا چاہیے کہ وہ آئندہ نماز میں کوتاہی نہیں برتے گا۔ صلوٰۃِ قضائے عُمری میں پانچ نمازوں کے فرائض و واجبات کی ترتیب سے جملہ بیس رکعتیں ادا کی جاتیں۔ آخر میں نہایت عاجزی سے بارگاہِ ربُّ العزت عَزَّوَجَلَّ میں توبہ کے ساتھ اپنی گزشتہ کوتاہیوں کی معافی کی درخواست کی جاتی۔

تلاوتِ قرآنِ مجید سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خاص لگاؤ تھا۔ تاہم تلاوت کے ضمن میں آپ دو باتوں پر خاص توجہ دیتے۔ پہلی بات یہ کہ تلاوت کرنے اور تلاوت سننے کے آداب کا خاص خیال رکھا جائے۔ آپ اسی وجہ سے تلاوت کی محافلِ شبینہ میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کی مخالفت کیا کرتے کہ یوں سُننے والوں سے ادب کے تقاضے پورے کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ قرآنِ مجید کو سمجھ کر پڑھا جائے اور اس کے مطابق لگاتار اصلاحِ اعمال کی کوشش کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صاحب قرآن پاک کو جلدی جلدی پڑھ کر ختم در ختم کرنے کی بجائے اِسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے، سمجھنے اور تفکّر و تدبّر کرنے کا درس دیتے۔ آپ عموماً بعد نمازِ فجر سیپارہ کا رُبع (پاؤ) تلاوت کیا کرتے۔ تاہم رمضان المبارک میں یہ معمول ہوتا کہ ایک ختمِ قرآن پہلے بیس دنوں میں جبکہ دوسرا ختم آخری عشرہ میں کر لیا کرتے۔ قرآنِ مجید کی جن آیتوں اور سورتوں کی حضرت صاحب بکثرت تلاوت کیا کرتے ان میں آیۃ الکرسی (سورۃ البقرہ)، سورۃ مُلک، سورۃ مزمل، سورۃ یٰسین، سورۃ تبارک الذی، سورہ الم نشرح، سورۃ الکوثر، سورۃ اخلاص اور معوذتین وغیرہ شامل ہیں۔ جب کبھی حضرت صاحب بزرگوں کے مزارات پر جاتے یا اُن کی ارواحِ مقدسہ کو ایصالِ ثواب کرنا ہوتا تو سورۃ مزمل کی تلاوت ضرور کیا کرتے۔

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں درود و سلام پیش کرنا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مرغوب ترین وظیفہ تھا۔ ایسے صلوٰۃ و سلام بکثرت پڑھتے جن میں حضورِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حرفِ ندا استعمال ہُوا ہوتا۔ "دلائلُ الخیرات" کی تلاوت سے آپ کو خاص شغف تھا اور بڑے اہتمام سے اس کی تلاوت کیا کرتے۔ مدینہ منورہ قیام کے دوران میں بھی آپ دلائل

Marfat.com

حضرت صاحب محفل میلاد کے اختتام پر صلوٰۃ وسلام پیش کرتے ہوئے۔
قاری عبدُ الغفار سُلطانی اور دیگر احبابِ اہلسنّت ہمراہ ہیں۔ فیصل آباد 2006ء

الخیرات شریف کی تلاوت مخصوص ترتیب کے ساتھ کیا کرتے اور کبھی کبھار ایک ہی نشست میں مکمل تلاوت بھی کر لیا کرتے۔ درودِ اکبر، درودِ شفا اور درودِ غوثیہ بھی بکثرت پڑھا کرتے۔ ایک بار حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے راقم کو ارشاد فرمایا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اسمائے مقدسہ میں سے اسم "اُمّی" بہت پیارا ہے، لہٰذا اِس اِسم کے ساتھ درودِ پاک پڑھا جائے تو اُسے خاص قبولیت حاصل ہوتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّی عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔ محافل کے اختتام پر حضرت صاحب جملہ شرکا کے ساتھ کھڑے ہو کر اور دست بستہ بارگاہِ رسالت مآب میں ہدیۂ صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کا خاص اہتمام کرتے۔ اِن مواقع پر عموماً امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا معروف و مقبول کلام ؎ "مُصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" پڑھا جاتا۔ حضرت صاحب کے روزنامچوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بے چینی اور گھبراہٹ کے وقت بھی درودِ پاک پڑھتے جبکہ آسودگی یا خوشی حاصل ہوتی تو بھی وظیفۂ دَرُود وِردِ زباں ہوتا۔ حُسنِ تقدیر دیکھیے کہ جب حضرت صاحب کا اِس دارِ فانی سے رُخصت ہونے کا وقت آیا تب بھی آپ بحالتِ صَوم درودِ پاک ہی کا وِرد کر رہے تھے اور اپنے فرزندِ اکبر و اہلِ خانہ کو درودِ پاک سے متعلق حوالہ جات دِکھا رہے تھے۔ حضرت صاحب اکثر فرمایا کرتے کہ دو نیک کام ایسے ہیں کہ جن کا کوئی وقت مقرر نہیں اور یہ ہر وقت کیے جا سکتے ہیں۔ اوّل، اللہ عزّوجلّ سے دُعا کرنا؛ دوم، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا۔ دُعا کسی بھی وقت کی جا سکتی ہے؛ چاہے دن چڑھ رہا ہو، نصف النہار ہو یا دن ڈھل رہا ہو، خواہ جنازہ سے پہلے ہو، خواہ جنازہ کے بعد۔ اِسی طرح درودِ پاک کسی بھی جگہ کسی بھی وقت پڑھا جا سکتا ہے؛ خلوت میں ہو خواہ جلوت میں، محافل کے آغاز پر ہو یا اختتام پر، اذان سے پہلے ہو یا اس کے بعد، سفر میں ہو یا حضر میں۔ بس انسان پاک صاف حالت میں ہو تو درودِ پاک سے کچھ مانع نہیں۔

ایک انٹرویو میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کا پسندیدہ فقرہ پُوچھا گیا تو آپ کا جواب کچھ یوں تھا[1]: "حضور علیہ السّلام کے فرمان مطابق مجھے وہ فقرہ پسند ہے جو خُدا کو پسند ہے۔ یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ"۔

[1] انٹرویو (تحریری) علامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 19 جون 1997ء۔ مملوکہ محترمہ ماہ جبین سُلطان

Marfat.com

حضرت صاحب اِس تسبیح کا بکثرت وِرد کیا کرتے تھے اور اپنے مُریدین و تلامذہ کو بھی اِس کی ہدایت فرمایا کرتے تھے۔ آپ اکثر بخاری شریف کی یہ خوبصورت مُتفقٌ حدیثِ مبارکہ سُنایا کرتے[1]: كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ۔

حضرت صاحب فرض نمازوں کے بعد کی مسنون تسبیحات (33 بار سُبحان اللہ، 33 بار الحمدُللہ، 34 بار اللہ اکبر) کا باقاعدگی سے وِرد کرتے اور وظائفِ قادریہ (لا الٰہ الا اللہ، الا اللہ، اللہ، ھُو، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کا بھی مطابقِ طریقِ قادریہ اہتمام کیا کرتے۔ اَوراد و وَظائف کی طرف حضرت صاحب کی رغبت نوجوانی اور زمانۂ طالبعلمی سے ہی تھی۔ جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ غزالیٔ زماں سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث کر رہے تھے تو اُس دَور کے آپ کے ایک ہمدرس ساتھی حضرت علامہ مقصود احمد چشتی حفظہ اللہ آپ کے اَوراد و وَظائف کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں[2]:

"... وہ (علامہ محمد نور سُلطان القادری) ہر روز تہجد کی نماز کے لیے اُٹھتے تھے۔ تہجد کی نماز ادا کر کے وہ ذکر کیا کرتے تھے۔ اور زیادہ تر ذکر وہ کیا کرتے تھے "ھُو" کا، ھُو ھُو ھُو! اِس ذکر کے بعد پھر وہ مطالعہ میں مصروف ہو جاتے تھے۔ مطالعہ کرتے وقت فجر کی اذان ہو جاتی۔ باجماعت نماز پڑھ کے پھر تلاوتِ قرآن میں مشغول ہو جاتے۔ کم از کم پانچ پارے وہ تلاوت کرتے ..."

حضرت صاحب، حسن ابدال میں
اپنے پیارے ارادت مند محمد ایوب صاحب کے ہاں محوِ تسبیح خوانی

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو عطا شدہ وظائف اور آپ کے مرغوب اَوراد کے مندرجہ بالا ذکر کے بعد اَب ذیل میں اُن وظائف و اوراد کا ذکر کیا جاتا ہے جو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف مُریدین و متعلّقین کو عطا فرمائے اور ہمیں اُن کی روایات حاصل ہو گئیں۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الدعوات، فصل التسبیح۔ ترجمہ: "دو جملے ایسے ہیں جو زبان پر (ادائیگی میں) بہت ہلکے ہیں (مگر روزِ محشر) ترازو میں بہت بھاری۔ یہ دو جملے اللہ عزّوجلّ کو بہت پیارے ہیں۔ (یہ دو جملے یہ ہیں) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ

[2] روایات از علامہ مقصود احمد چشتی۔ مورخہ 19 نومبر 2011ء، بمقام لاہور۔ آڈیو مملوکہ راقم

Marfat.com

علاقۂ تھل میں حضور سُلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ مُرید باصفا صُوفی محمد رمضان (ف:2015ء) روایت[1] کرتے ہیں کہ اُنہیں مندرجہ ذیل وظائف حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہُوئے:

- **قصیدۂ غوثیہ:** اِبتدا میں حضرت صاحب نے فرمایا کہ 41 دنوں تک روزانہ گیارہ مرتبہ قصیدہ غوثیہ شریف یوں پڑھا جائے کہ اوّل آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کا وِرد ہو۔ بعدہ آپ نے فرمایا کہ روزانہ تین مرتبہ قصیدہ غوثیہ شریف اوّل آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درودِ پاک کے ساتھ پڑھا جائے۔ صوفی صاحب بتاتے ہیں کہ جب وہ قصیدہ غوثیہ شریف کا کافی عمل کر چکے تھے تو ایک بار حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحمت کو جوش آیا اور آپ نے یہ راز بتایا کہ قصیدہ غوثیہ شریف کے ہر شعر کا کوئی خاص مقصد ہے۔ لہٰذا جو مقصد یا اِرادہ آپ کے دِل میں ہو اُس سے مطابقت رکھنے والے شعر کی تکرار کی جائے۔
- روزانہ پانچ تسبیح یعنی پانچ سو مرتبہ سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبٍّ رَحِيمٍ کا وظیفہ کیا جائے۔
- روزانہ تین مرتبہ سورۃ یٰسین شریف بعد از نمازِ فجر پڑھی جائے۔
- صوفی صاحب موصوف کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت صاحب مجھے اپنے گھر لے گئے۔ گھر میں انار کے درخت سے ایک انار توڑ کر عطا فرمایا اور ساتھ ہی تسبیح سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ کا اِذن عنایت کیا۔
- **صلوٰۃ تسبیح:** صوفی صاحب بتاتے ہیں کہ حضرت صاحب نے ابتداءً 41 دن روزانہ صلوٰۃِ تسبیح پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔ نیز یہ فرمایا کہ التّحیّات کے لیے بیٹھتے ہُوئے سینے پر کعبہ کا تصوّر کیا جائے۔ اِسی طرح فرمایا کہ سجدہ میں تصوّر اسم ذات کیا جاتا ہے۔ کعبہ کا تصوّر کیا جاتا ہے اور بتدریج کعبہ کا دروازہ کھل جاتا ہے اور بالآخر مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہو جاتی ہے۔
- **صلوٰۃِ اسرار:** صوفی صاحب نے صلوٰۃِ اسرار یا صلوٰۃِ غوثیہ کا طریقہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یوں روایت کیا کہ بعد از نمازِ مغرب دو رکعت نفل یوں اَدا کیے جائیں کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد 11 مرتبہ سورۃ اخلاص تلاوت کی جائے۔ بعد از سلام ذکر اذکار کیے جائیں، 11 مرتبہ درودِ پاک پڑھا جائے۔ پھر مؤدب ہو کر روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تصوّر کر کے گیارہ مرتبہ یا رسول اللّٰہ یا نبی اللّٰہ اغثنی و امددنی فی قضآءِ حاجتی۔ یا قاضی الحاجات پڑھا جائے۔ پھر دائیں قدم سے آغاز کرتے ہُوئے بغداد شریف کی طرف

---

[1] روایات از صوفی محمد رمضان ولد خدا بخش، ساکن کلور کوٹ۔ مورخہ 30 ستمبر 2011ء، بمقام ڈیلی کراس

Marfat.com

گیارہ قدم اُٹھائے جائیں اور یہ پڑھیں یا غوث الثقلین یا کریم الطرفین اغثنی و امددنی فی قضآءِ حاجتی۔ یاقاضی الحاجات۔ پھر کھڑے ہو کر دُعا کریں۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرِ رشید حافظ عزیز الرحمٰن کی روایت[1] کے مطابق حضرت صاحب نے اُنہیں مندرجہ ذیل وظائف عطا فرمائے:

- ہر نماز کے بعد سبحان اللہ، الحمدللہ اور اللہ اکبر کی مسنون تسبیحات
- نمازِ فجر کے بعد سورۃ مزمل شریف
- سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبٍّ رَحِيمٍ ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ
- درودِ پاک جس میں آپ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم "اُمّی" آتا ہو۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مُرید حافظ بشیر احمد یوں روایت[2] کرتے ہیں:

"ایک بار میرے بھائی حافظ محمد اکبر کو دیوانگی و وارفتگی کا دَورہ پڑا اور وہ اس حالت میں چلا چلا کر مجھے کہتا تھا کہ اے میرے مُرشد نُور سُلطان میرا نامۂ اعمال قبول کر۔ عالَمِ جذب و مستی میں وہ بار بار یہی جملہ بولتا تھا۔ مَیں بہت پریشان ہوتا کہ وہ مجھ گنہگار کو یہ نام دے رہا ہے۔ القصہ، مَیں اُسے حضرت صاحب کی خدمت میں کاشانۂ باھُو جھوک قریشیاں لے آیا اور سارا ماجرا عرض کیا۔ حضرت صاحب نے پہلے تو ازراہِ مذاق فرمایا کہ اگر وہ تمہیں نُور سُلطان کہتا ہے تو تم پریشان کیوں ہوتے ہو۔ کہیں وہ تمہیں نمرود یا فرعون تو نہیں کہتا۔ بعدہ حضرت صاحب نے یہ وظیفہ عطا فرمایا 'تسمیہ 3 بار، سورۃ فاتحہ 3 بار، آیۃ الکرسی 3 بار، سورۃ الفلق 3 بار، سورۃ والنّاس 3 بار'۔ اس وظیفہ کی برکت سے مالک نے شفا عطا فرما دی۔"

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی 2006ء کی ڈائری سے برآمد ہونے والے ایک صفحہ پر آپ کے دستِ مبارک سے لکھی ایک تحریر میں "وظیفہ طریقہ قادری" کے عنوان کے تحت یہ وظائف درج ہیں: قُل ھو اللہ شریف 11 مرتبہ، لا الٰہ الا اللہ 100 بار، الا اللہ 100 بار، اللہ 100 بار، ھُو 100 بار۔

---

[1] روایات از حافظ عزیز الرحمٰن ولد عبد الرحمٰن، ساکن چد ھڑ، ضلع ٹانک (حال: ایف سی بلوچستان)۔ مورخہ ستمبر 2011ء

[2] روایت از حافظ بشیر احمد ولد خالق داد، ساکن بستی عادل سیرا، ڈیرہ اسماعیل خان۔ مورخہ 3 ستمبر 2011ء

Marfat.com

حضرت سُلطان ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ کی زوجۂ اوّل روایت[1] کرتی ہیں کہ 2002ء میں جب وہ اپنی بھانجی کی وفات پر بے حد ذہنی تناؤ اور پریشانی میں مُبتلا تھیں تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُنہیں یہ وظیفہ عنایت کیا: قَلَّتْ حِيْلَتِي أَنْتَ وَسِيْلَتِي أَدْرِكْنِي يَا رَسُوْلَ اللهِ۔ اِس کی برکت سے نہ صرف ذہنی تناؤ میں کمی ہوئی بلکہ دیگر مسائل بھی حل ہو گئے۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ وظائف میں مداومت کی تلقین کیا کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے کہ بجائے زیادہ وظائف شروع کر کے کچھ عرصہ بعد اُن کو ترک کر دینے کے، اپنی سہولت کے مطابق اسی قدر وظائف کیے جائیں جن کو آگے جاری رکھا جا سکے اور آہستہ آہستہ ان میں اضافہ ہوتا رہے۔ بعض ایسے جملے تھے جو اکثر حضرت صاحب کا وِردِ زبان رہتے۔ مثلاً اپنا احوال سُناتے ہُوئے یا ڈائری لکھتے ہُوئے ہمیشہ "بفضلہ تعالیٰ" سے آغاز کرتے۔ اپنی مرضی یا خواہش کے خلاف کوئی کام ہوتا تو "رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ" یا "مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ" کہتے۔ کلمۂ شُکر اور الحمدُللہ تو اکثر ہی وردِ زبان ہوتا۔ تاہم آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بیکس پناہ میں ہدیۂ درود و سلام اکثر آپ کی زبان پر جاری رہتا۔

اَدعیہ / دُعائیں:

انسان کا اپنے خالق سے تعلق استوار کرنے کا ایک اہم ذریعہ دُعا ہے۔ قرآنِ مجید میں انبیا و صلحا علیہم السلام کی دُعاؤں کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ مومنین بھی ان دعاؤں سے مانگنے کا سلیقہ سیکھیں اور انہی کی روشنی میں باری تعالیٰ کے حضور دستِ سوال دراز کریں۔ دُعا کی حوصلہ افزائی خود قرآنِ مجید میں نہایت دلکش پیرائے میں کی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ۔ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ[2]۔

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ دُعا کے موضوع پر دو باتیں اکثر فرمایا کرتے۔ پہلی بات تو یہ کہ دُعا کرنا درود و سلام کی طرح ایک ایسی عبادت ہے جس کے لیے وقت کی کوئی قید نہیں اور دُعا بھی اللہ عزّوجلّ کو اِس درجہ محبوب ہے کہ اسے نمازِ پنجگانہ میں شامل کر لیا گیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ دُعا کبھی رَد نہیں ہوتی، البتہ اس کی قبولیت کی صورتیں مختلف ہو سکتی ہیں۔ قبولیتِ دُعا کی پہلی صورت یہ ہے کہ جو مانگا مل جائے۔ قبولیت کی دوسری صورت یہ کہ جو مانگا وہ اِس لیے نہ ملے کہ اس میں مانگنے والے کے لیے خیر کے بجائے شَر کا پہلو ہو، لہٰذا اَجرِ دُعا کے طور پر اُسے ایسی شے عطا کر دی

---

[1] روایت از محترمہ بُشریٰ سُلطانہ بنتِ حضرت الحاج سُلطان نُور حُسین

[2] قرآنِ مجید، سورۃ البقرہ 2، آیت 186۔ ترجمہ: "اور جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں (تو انہیں بتلائیے کہ) میں قریب ہوں۔ جب دُعا کرنے والا مجھ سے مانگتا ہے تو مَیں اُس کی دُعا قبول کرتا ہوں"۔

Marfat.com

جائے جس میں اس کے لیے خیر ہو۔ قبولیت کی تیسری صورت یہ کہ جو مانگا وہ اس لیے نہ ملے کہ اس کے لیے وہ وقت مناسب نہیں، لہٰذا وہی شے وقتِ مناسب پر عطا ہو جائے۔ قبولیت کی چوتھی صورت یہ کہ دُعا اِس دُنیا میں پُوری نہ ہو اور اللہ عزّوجلّ آخرت میں داعی کے لیے اجر مقرر فرما لیں۔ پس دُعا کبھی خالی نہیں لَوٹتی۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نصیحت کیا کرتے کہ وقتِ دُعا، ماثور دُعائیں مانگنی چاہئیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم عام انسان ظلوم و جہول ہونے کے باعث مالکِ کُل کی حکمتوں سے نا آشنا ہوتے ہیں اور ہمیں علم نہیں ہوتا کہ فی الحقیقت ہمارے لیے کیا اچھا اور کیا بُرا ہے۔ تاہم جو دُعائیں کلامِ مجید اور احادیثِ مبارکہ میں وارد ہیں اُنہی میں انسان کے لیے فلاحِ دارَین ہے۔ نیز حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ دُعا کے آغاز و انجام میں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیۂ درود و سلام پیش کرنے کی تلقین کرتے تاکہ اگر ہماری دُعاؤں میں کوئی کوتاہی رہ گئی ہو تو درودِ پاک میں لپٹے جانے کے سبب شرفِ قبولیت پا جائے۔

ذیل میں وہ دُعائیں نقل کی جاتی ہیں جو اکثر حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری کی زبان پر ہوتیں۔

- رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ[1] (حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دُعا)
- وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ[2] (حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دُعا)
- رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ[3]
- رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ۖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۚ أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ[4]
- رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ[5] (حضرت آدم علیہ السلام و اماں حوا علیہا السلام کی دُعا)

---

[1] قرآنِ مجید، سورۃ البقرہ 2، آیت 127۔ ترجمہ: "اے ہمارے رب، ہم سے (یہ عمل) قبول فرما۔ بے شک تُو ہی بہت سُننے والا اور خوب جاننے والا ہے"۔

[2] قرآنِ مجید، سورۃ البقرہ 2، آیت 128۔ ترجمہ: "اور (اے ہمارے رب)، ہم پر رحمت بھری توجّہ فرما۔ بے شک تُو سب سے بڑھ کر توبہ قبول کرنے والا اور ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے"۔

[3] قرآنِ مجید، سورۃ البقرہ 2، آیت 201۔ ترجمہ: "اے ہمارے رب، ہمیں دُنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور آتشِ جہنم کے عذاب سے بچا"۔

[4] قرآنِ مجید، سورۃ البقرہ 2، آیت 286۔ ترجمہ: "اے ہمارے رب، اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر بیٹھیں تو ہماری گرفت نہ فرمانا۔ اے ہمارے رب، ہم پر بھاری بوجھ نہ ڈالنا جیسا تُونے ہم سے پہلے والے لوگوں پر ڈالا۔ اے ہمارے رب، ہم سے وہ بوجھ نہ اُٹھوا جس کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ اور ہمیں معاف فرما۔ اور ہمیں بخش دے۔ اور ہم پر رحم فرما۔ تُو ہمارا مددگار ہے۔ تُو کافروں کی قوم پر ہماری مدد فرما"۔

[5] قرآنِ مجید، سورۃ الاعراف 7، آیت 23۔ ترجمہ: "اے ہمارے رب، ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اور اگر تُو ہماری مغفرت نہ فرمائے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو لازماً ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے"۔

Marfat.com

- لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ[1] (حضرت یُونُس علیہ السلام کی دُعا)
- رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ[2]
- وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللهِ ۚ إِنَّ اللهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ[3]۔ یہ دعا آپ عموماً سب دُعاؤں کے بعد مانگتے۔
- اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي[4]۔ اِس دُعا میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کبھی آخر میں عَنِّی کی جگہ عَنَّا کہتے، کبھی عَفُوٌّ کے بعد اللہ عزوجل کے اسمِ مبارک کَرِیمٌ کا اضافہ کر دیتے اور کبھی آخر میں تین مرتبہ "یَا غَفُوْر" کہہ کر ذاتِ باری کو پکارتے۔ اِس دِلگداز دُعا میں تجنیسِ لفظی وصوتی (alliteration) ملاحظہ ہو۔
- اَللّٰهُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اِتِّبَاعَهُ وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اِجْتِنَابَهُ[5]۔ یہ دُعا حضرت صاحب کے والد و مُرشد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی مرغوب دعوات میں سے تھی۔
- اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا عَلٰى مُتَابَعَةِ شَرِيْعَتِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ[6]۔ اِس دُعا کا اِذن بھی حضرت صاحب کو والد و مُرشد سے مِلا۔
- اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِزْقًا وَّاسِعًا وَّ عِلْمًا نَافِعًا وَّشِفَآءً مِّنْ كُلِّ دَآءٍ[7]۔
- بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى نَفْسِىْ وَدِيْنِىْ۔ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى اَهْلِىْ وَ مَالِىْ وَوَلَدِىْ۔ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى مَا اَعْطَانِىَ اللّٰهُ۔ اَللّٰهُ رَبِّىْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَعْظَمُ مِمَّا اَخَافُ وَاَحْذَرُ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَائُكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِىْ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّرِيْدٍ۔ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِىَ

---

[1] قرآنِ مجید، سورۃ الانبیا 21، آیت 87۔ ترجمہ: "(اے اللہ عزوجل) تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تُو پاک ہے۔ بے شک میں ظالموں میں سے تھا"۔

[2] قرآنِ مجید، سورۃ المومنون 23، آیت 118۔ ترجمہ: "اے میرے رب، بخشش فرما، اور رحم فرما اور تُو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے"۔

[3] قرآنِ مجید، سورۃ الغافر 40، آیت 44۔ ترجمہ: "اور مَیں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ بے شک اللہ بندوں کو خوب دیکھتا ہے"۔

[4] بحوالہ حدیثِ شریف، سُننِ ابنِ ماجہ۔ ترجمہ: "اے اللہ، بے شک تُو بخشنے والا ہے، بخشش کو پسند فرماتا ہے، پس مجھے بخش دے"۔

[5] اِس دُعا کو تفسیرِ ابنِ کثیر میں سورۃ البقرہ کی آیت 213 کے ضمن میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ ترجمہ: "اے اللہ ہمیں حق کو بطور حق دِکھا (یعنی یوں کہ حق کی حقّانیت ہم پر روشن ہو جائے) اور ہمیں اِس (حق) کی پیروی عطا فرما۔ اور ہمیں باطل کو بطورِ باطل دِکھا دے (یوں کہ باطل کا بطلان ہم پر واضح ہو جائے) اور ہمیں اِس (باطل) سے اجتناب عطا فرما"۔

[6] ترجمہ: "اے اللہ، حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر ہمارے قدم مضبوطی سے گاڑھ دے (یعنی ہمیں شریعت پر استقامت عطا کر)"۔

[7] ترجمہ: "اے اللہ، مَیں تجھ سے سوال (دُعا) کرتا ہوں، وسیع رزق کی، نفع بخش علم کی اور ہر بیماری سے شفا کی"۔ اِس دُعا کا آبِ زم زم نوش کرنے کے ساتھ پڑھنا منقول ہے، تاہم اس کے معانی میں عموم ہے۔

Marfat.com

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔ اِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ [1]

- اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَعَافِنِيْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَشْفِنِيْ شِفَاءً عَاجِلًا لَا يُغَادِرُ سُقْمًا وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ [2]
- اَللّٰهُمَّ اَشْغِلِ الظّٰلِمِيْنَ بِالظّٰلِمِيْنَ وَاَخْرِجْنَا مِنْهُمْ سَالِمِيْنَ غَانِمِيْنَ [3]
- اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا فَاِنَّكَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ وَارْحَمْنَا فَاِنَّكَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ وَاغْفِرْ لَنَا فَاِنَّكَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ وَارْزُقْنَا فَاِنَّكَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ [4]
- رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَلَا تَسْئَلْ [5]
- دُعا مانگتے ہُوئے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ دعواتِ ماثور کے بعد عموماً قصیدہ بُردہ شریف کے یہ اشعار پڑھتے:

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا ۔۔۔ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ
هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِيْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهُ ۔۔۔ لِكُلِّ هَوْلٍ مِنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ
يَا اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَالِيْ مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ ۔۔۔ سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ [6]

آخر الذکر شعر میں دَورانِ دُعا حضرت صاحب تین مرتبہ "یا اَکرَمَ الخلق" ایک خاص ندائے عاجزانہ سے کہتے اور پھر شعر مکمل کرتے۔

- دُعا میں حضرت صاحب بعض اوقات یہ اشعار پڑھتے:

خُدایا، بحقِ بنی فاطمہ ۔۔۔ کہ بر قولِ ایماں کُنی خاتمہ
اگر دعوتم رَد کُنی ور قبول ۔۔۔ مَن و دست و دامانِ آلِ رسول [7]

---

[1] "جمع الجوامع" میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دُعا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

[2] ترجمہ: "اے اللہ، مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ اور دُنیا آخرت میں مجھے معافی عطا کر۔ اور مجھے ایسی شفا عطا فرما دے جس کے بعد تکلیف باقی نہ رہے۔ اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے"۔

[3] ترجمہ: "اے اللہ ظالموں کو ظالموں کے ذریعہ مصروف کر دے۔ اور ہمیں اُن (کے چنگل) سے صحیح سلامت نکال دے"۔

[4] ترجمہ: "اے اللہ، ہماری مدد فرما، پس بے شک تو سب سے بہتر مدد فرمانے والا ہے۔ اور ہم پر رحم فرما، پس بے شک تُو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔ اور ہماری بخشش فرما، پس بے شک تو سب سے بہتر بخشش فرمانے والا ہے۔ اور ہمیں رزق عطا فرما، پس بے شک تو سب سے بہتر رزق عطا فرمانے والا ہے"۔

[5] ترجمہ: "اے پروردگار، بخش دینا اور رحم فرمانا؛ حساب نہ کرنا"۔

[6] اشعار از قصیدہ بُردہ۔ شیخ شرف الدین ابو عبد اللہ محمد بُوصیری۔ ترجمہ: "اے میرے مولا، درود و سلام بھیج ہمیشہ ہمیشہ، اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر جو بہتر ہیں ساری مخلوق سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تو وہ حبیب ہیں کہ جن کی شفاعت کی اُمید ہے، مصیبت میں ڈالنے والی ہر مشکل میں۔ اے تمام مخلوق میں سے مکرم ترین ذات صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے سوا میرا کوئی سہارا نہیں، ہر طرح کے حادثات میں"۔

[7] بوستان۔ شیخ سعدی شیرازی۔ در نعتِ سرورِ کائنات۔ ترجمہ: "اے خُدا، آلِ فاطمۃ الزھرا رضی اللہ عنہا کے طفیل میرا خاتمہ ایمان پر کرنا۔ خواہ تُو میری دُعا رَد فرما دے یا قبول کر لے، میں میرا ہاتھ اور آلِ رسول کا دامن (ساتھ ساتھ رہے گا)"۔

Marfat.com

- حضرت صاحب بسا اوقات دُعا کے دَوران فرطِ انکسار سے یہ شعر پڑھا کرتے:

یہ مانا میرے دَم سے میکدہ بدنام ہے ساقی
میری قسمت بدل دینا بھی تیرا کام ہے ساقی

- اِسی طرح بعض مخصوص سرائیکی دُعائیہ الفاظ تھے جو حضرت صاحب سے سُنے جاتے، مثلاً "اللہ لوڑ دی تھوڑ نہ ڈیوے" اور " اللہ ٹُردے پھردے سنبھال گھنے" وغیرہ۔ مؤخر الذکر دُعا کی کیفیّت سمجھنے کے لیے وہ حدیثِ مبارکہ ملاحظہ ہو جس میں مروی ہے کہ حضور رسالت مآب ﷺ "اَرْذَلِ العمر" سے اللہ عزّوجلّ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔

حضرت علامہ محمد نُور سلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ
14 نومبر 1998ء۔ حسن ابدال

Marfat.com

فصل چہارم

کرامات وخوارق

خوارقُ العادات کی حقیقت:

یہ ایک عمومی اصول ہے کہ کائنات کا نظام مخصوص "قوانین" کے تحت چلتا ہے۔ مگر یہ قوانین اللہ عَزَّوَجَلَّ کی "قُدرت" کے تابع ہیں۔ قُدرت سے بعید نہیں کہ قوانین یا عادات کو خوارق کے ذریعہ حُسنِ تغیّر عطا کرے۔ "خوارق العادات" میں انبیا علیہم السلام کے معجزات اور اولیا رحمہم اللہ کی کرامات دونوں شامل ہیں۔ خوارق جمع ہے "خارق" کی، جس کا معنی ہے توڑنے یا پھاڑنے والی شے۔ عادات جمع ہے "عادت" کی جس سے مُراد فطرت کے طبعی یا سائنسی قوانین ہیں۔ پس خارقُ العادۃ سے مُراد ایسے امور ہیں جو معمول کے قوانینِ فطرت کی رَوِش سے ہٹ کر واقع ہوں۔ یہ امور اپنے وقوع کے لیے کسی سبب یا طبعی توجیہہ کے محتاج نہیں ہوتے۔ خارقُ العادۃ کا ظہور اگر کسی نبی سے ہو تو "معجزہ" اور اگر کسی ولی سے ہو تو "کرامت" کہلاتا ہے۔ نبی کا معجزہ اور وَلی کی کرامت اُن کے برحق ہونے کی دلیل ہُوا کرتی ہے۔ وَلی کی کرامت دراصل اُس نبی کے معجزہ کا فیضان ہوتی ہے جس کا وہ وَلی اُمتی ہو۔

قرآنِ مجید میں کئی انبیا علیہم السلام کے معجزات کا ذکر ملتا ہے مثلاً حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نار کا گلزار ہونا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا و یدِ بیضا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مُردوں کو زندہ کرنا اور حضور نبیِ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزۂ شقُ القمر وغیرہ۔ اولیائے کرام کی کرامات کی مثالیں بھی نصوص میں موجود ہیں، جیسے حضرت سُلیمان علیہ السلام کی اُمت کے ایک ولی (آصف بن برخیا) کا پلک جھپکنے میں تختِ بلقیس لے آنا قرآنِ مجید[1] میں جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعۂ ندائے "یا سارعۃ الجبل" صحیح احادیث میں مذکور ہے۔ یہ تمام واقعات خوارقُ العادات ہیں یعنی اِن میں کچھ ایسا ہُوا جو فطرت کے عمومی قوانین سے ہٹ کر تھا۔

واضح رہے کہ کسی نبی کا معجزہ یا وَلی کی کرامت اُن کی شان میں اضافے کا باعث نہیں ہوتی بلکہ اُن کی شانِ حقانیت کی دلیل یا نشانی ہوتی ہے۔ کئی علمانے اولیائے کرام کے خوارق العادات امور کو "کرامتِ حِسّیہ" جبکہ شریعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی استقامت کو "کرامتِ معنویہ" سے تعبیر کیا ہے[2]۔ حق بھی یہی ہے کہ اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ

---

[1] قرآن مجید، سورۃ النمل 27، آیت 40

[2] مہر منیر۔ مولانا فیض احمد گولڑوی۔ پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، لاہور۔ ?1973ء۔ ص 573

Marfat.com

الْکَرَامَتِ[1]۔ اِسی طرح حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیفِ لطیف عینُ الفقر میں فرماتے ہیں: "در راہِ فقر استقامت باید، نہ ہوائی نفسِ کرامت"[2]۔ آپ نے دیگر کئی مقامات پر بھی فقیر کے لیے خواہشِ کرامت کو نقصان دہ قرار دیا ہے کیونکہ اس سے نفس کو ناپسندیدہ تقویت ملنے کا اندیشہ ہے۔ پس وَلی کی اصل پہچان کرامت سے نہیں بلکہ شریعتِ مُصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم پر اِستقامت اور تجلیۂ قلب کو محبوبِ حقیقی کے اَنوار سے مُنوّر رکھنے سے ہے۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات:

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی داستانِ اِستقامت اِس کتاب کے کئی مقامات سے ظاہر ہے۔ شریعتِ مطہرہ پر آپ کا مداومت سے عمل، علم دین کے حصول و فروغ کے لیے آپ کی جانفشانی، تقویٰ و طہارت میں آپ کی مُشقّت اور دعوۃ و تبلیغ کے لیے آپ کی ریاضت بیان کر دینے کے بعد راقم اِس کتاب میں کرامت و خوارق کا ذکر چھیڑنے کا خواہاں نہ تھا۔ اِس کی وجہ یہ تھی کہ راقم کی نظر سے بعض بزرگوں کے تذکرے گزرے جن میں کچھ اِس انداز کا تاثر ملا کہ یا تو اُن کی زندگی کا مقصد ہی ظہورِ کرامات تھا اور یا وجودِ کرامات کو اُن کے مقامِ ولایت کی واحد دلیل بتایا گیا۔ راقم کے نزدیک یہ انداز کچھ ایسا پسندیدہ نہ تھا لہٰذا اِس ذکر کو موقوف کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر بعض احباب نے سمجھایا کہ کسی مؤلف کا دورانِ تحقیق ملنے والی روایات کو اپنے نقطۂ نظر کے باعث چھپا دینا یا رَد کر دینا ناانصافی ہے، پس کرامات کا ضرور علیٰحدہ باب باندھا جائے۔ اور پھر اکابر کی سنّت بھی ہے کہ بزرگوں کے تذکار میں کرامات کا ذکر شامل ہوتا ہے۔ چنانچہ راقم اِس نتیجہ پر پہنچا کہ کرامات کی روایات شامل تو کر لی جائیں مگر بجائے علیٰحدہ باب باندھنے کے انہیں اجمال کے ساتھ ایک ہی فصل میں سمیٹ دیا جائے۔ چنانچہ ذیل میں وہ روایات درج کی جاتی ہیں جن میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات مختلف حضرات نے بیان کی ہیں۔

حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں محمد منصور سُلطان، مسرور سُلطان، حکیم عبدالرحمٰن، خلیفہ اکبر ڈوالہ، مہر علی شاہ قریشی، حاجی مُرتضیٰ قریشی اور دیگر احباب طریقت کی یادگار تصویر

---

[1] ترجمہ: "استقامت کا مقام کرامت سے بلند ہے"۔

[2] بحوالہ: مرآتِ سُلطانی۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ باھُو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2006ء۔ ص 108۔ ترجمہ: "فقر کے راستے میں استقامت چاہیے، نہ کہ کرامت کی نفسانی خواہش"۔

Marfat.com

روایت نمبر 1: ڈیرہ اسماعیل خان میں روڈہ کے مقام پر منعقد ہونے والے مناظرہ کا حال اِس کتاب کے باب سوم کی فصلِ سوم میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اِس مناظرہ میں جس طرح حضرت صاحب نے مدِ مقابل کے دِل کی بات جان لی، یہ بلاشُبہ کرامات کے ذمرہ میں شامل ہے۔ حضرت سُلطان ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ اس مناظرہ کا خلاصہ یوں تحریر کرتے ہیں[1]:

"ایک معروف مناظرے میں آپ جان بُوجھ کر کتب ساتھ نہ لے گئے۔ ایک غیر مقلد مولوی سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب پر مناظرہ تھا۔ آپ نے اُس مولوی صاحب سے کہا کہ تم تو آقائے دوجہاں (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علمِ غیب پر معترض ہو جبکہ مَیں اُن کا ایک ادنیٰ غلام تمہارے سامنے ہوں۔ تم اپنے دل میں مسئلہ یا بات پوشیدہ رکھو، مَیں تمہیں بتا دوں گا۔ اور جب اِس کا عملی مظاہرہ آپ نے اپنی روحانی قوتوں سے کیا تو وہ مولوی صاحب خاموشی سے راہِ فرار اختیار کر گئے۔"

روایت نمبر 2: حضرت صاحب کے زمانۂ انواز العلوم مُلتان کے ہمسبق رفیقِ مکرم حضرت علّامہ پیر مختار احمد جان سرہندی فاروقی نقشبندی اپنے ایک مضمون میں زمانۂ طالبعلمی کا واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے دوسروں کے دِل کی بات جان لینے کی کرامت ظاہر ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں[2]:

"حضرت محمد نور سُلطان کے پاس ایک آدمی آیا۔ آپ سے توکّل کرنے والے کے حال کے متعلّق دریافت کرنے لگا۔ آپ نے اس وقت بڑی عُمدہ دستار پہن رکھی تھی۔ اُس کے دل میں خواہش پیدا ہو گئی کہ یہ دستار میں حضرت صاحب سے لے لُوں۔ پھر اُس نے حضرت صاحب سے سوال کیا کہ توکّل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا توکّل یہ ہے کہ تو لوگوں کی دستار کی طمع نہ کرے۔ یہ کہہ کے اپنی دستار اُتار کر اُس آدمی کو دے دی"۔

روایت نمبر 3: صاحبزادہ محمد منصور سُلطان القادری کہتے ہیں کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ عزوجل نے یہ خصوصی قوت عطا کی تھی کہ اگر سیکڑوں لوگوں میں ایک بھی شخص دوسرے مذہب یا عقیدہ کا ہوتا تو آپ پہچان جاتے۔ وہ روایت[3] کرتے ہیں کہ ایک بار کسی شرعی مسئلہ میں فتویٰ لینے ڈیرہ غازی خان سے کچھ لوگ حضرت صاحب کے پاس اپنے گواہ ساتھ لے کر جھوک قریشیاں آئے۔ آپ نے دو افراد کی گواہی تو لے لی مگر تیسرے کی گواہی قبول نہ کی اور فرمایا کہ اِس کی جگہ کوئی اور گواہ پیش کرو۔ وہ شخص اصرار کرتا رہا کہ اُسے بتایا جائے کہ اُس کی گواہی آپ کیوں قبول نہیں کر رہے۔ حضرت صاحب نے اُس گواہ

[1] روزنامہ نوائے جوہر (بھکر، جوہر آباد)، تاکرہ (بھکر)۔ اشاعت خاص مورخہ 6 نومبر 2006ء۔ مضمون "سوانح حیات"۔ از سُلطان ارشد القادری

[2] مضمون "پیر طریقت حضرت محمد نور سُلطان" (مشتمل بہ ہفت صفحہ)۔ پیر مختار احمد جان سرہندی فاروقی نقشبندی۔ مورخہ 14 دسمبر 2011ء۔ ص 6۔ مملوکہ راقم

[3] روایت از محمد منصور سُلطان القادری۔ مورخہ 5 ستمبر 2011ء، بمقام جمعہ شریف

Marfat.com

کو کہا کہ آپ اہلِ تشیع ہیں۔ چونکہ آپ کی اور ہماری فقہ میں فرق ہے، لہٰذا آپ کی گواہی نہ لے سکنا میری شرعی مجبوری ہے۔ وہ شخص حیران رہ گیا اور کہا کہ اُس کا اہلِ تشیع ہونا تو خود اُس کے ہمسفروں میں سے کوئی نہیں جانتا تو آپ کیسے جان گئے۔ حضرت صاحب نے بات بدل دی۔

روایت نمبر 4: حافظ ڈاکٹر بشیر احمد قادری نے حضرت صاحب کی ایک کرامت تحریر کی ہے جس میں مُریدین کے عالمِ رؤیا پر آپ کے تصرّف کا اِشارہ ملتا ہے۔ حافظ صاحب موصوف لکھتے ہیں[1]:

> "میرے ایک دوست حافظ خان محمد صاحب سُلطانی مرحوم گارڈن کالونی، ستیانہ روڈ، فیصل آباد کی مکّی مسجد میں عرصۂ دراز تک امامت و خطابت اور تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ وہ حضرت صاحب کے پیارے مُرید تھے اور اپنے بیعت ہونے کا واقعہ کئی بار مجھے سُناتے تھے۔ فرماتے تھے کہ مجھے عالَمِ رؤیا (خواب) میں حضرت صاحب نے بیعت فرمایا۔ کچھ عرصہ بعد مَیں اپنے دو تین احباب کے ساتھ حضرت صاحب کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہُوا اور میرے ساتھی حضرت صاحب سے بیعت ہو گئے۔ بعد میں مَیں نے اپنے ہاتھ بیعت کے لیے بڑھائے اور بیعت کی درخواست کی تو حضرت صاحب ہنس کر فرمانے لگے آپ کو ایک بار تو بیعت کر لیا تھا، اب ظاہری بیعت کرنے کی ضرورت نہ ہے۔"

روایت نمبر 5: الحاج سیّد محمد حَسَن شاہ صاحب اپنے ایک مضمون[2] میں مدینہ منورہ کا 2006ء کا ایک دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مدینہ طیّبہ میں ایک روز حضرت صاحب نے ہم سب کو نصیحت فرمائی کہ یہ مقامِ قبولیت ہے، یہاں سوچ سمجھ کر دُعا مانگنا کہ یہاں دُعائیں سچ مچ قبول ہو جاتی ہیں۔ کہتے ہیں ہم حرم شریف سے ہوٹل پہنچے تو معلوم ہُوا کہ ہمارے ایک ساتھی کو سعودی پولیس لے گئی ہے۔ وہ ساتھی ایک سادہ لوح دیہاتی تھا لہٰذا حرم شریف سے واپسی پر وہ ہوٹل میں غلطی سے اپنے کمرے کی بجائے کسی دوسرے کے کمرے میں چل دِیا اور نتیجۃً چوری کے الزام میں حوالہ پولیس ہُو گیا۔ القصّہ، دوستوں نے جا کر بروقت اُس کی رُستگاری کا بندوبست کر لیا۔ پولیس سٹیشن سے واپسی پر اُس ساتھی نے ہمیں بتایا کہ حَرم شریف میں مَیں نے حضرت صاحب کی یہ نصیحت سُنی تھی کی مدینہ طیّبہ مقامِ مقبولیت ہے اور یہاں دُعا میں محتاط رہا جائے۔ مگر حرم سے باہر آیا تو ایک نہایت خوبصورت گاڑی دیکھی۔ بے ساختہ یہ دُعا کر بیٹھا کہ کاش مجھے اِس خوبصورت گاڑی میں بیٹھنا نصیب ہو جائے۔ ہوٹل پہنچا تو غلطی سے کسی دوسرے کمرے میں جا گھسا۔ پولیس کو بُلایا گیا۔ وہ گاڑی دراصل پولیس کی تھی، چنانچہ

---

1 مضمون از حافظ بشیر احمد قادری آف فیصل آباد۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ راقم

2 مضمون "چند گزرے لمحات کی یاد"۔ سیّد محمد حَسَن شاہ آف بالا شریف، ضلع میانوالی۔ مورخہ اکتوبر 2011ء۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

مجھے اُسی گاڑی میں بٹھا کر پولیس اسٹیشن لے جایا گیا۔ پس مجھے اندازہ ہو گیا کہ حضرت صاحب کی تنبیہ کے باوجود شہر محبوب ﷺ میں وقتِ دُعا دامنِ احتیاط ہاتھ سے چھوٹ جانے کے باعث یہ سب ہُوا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے واقعہ کا ذکر کیا تو آپ مُسکرائے اور فرمایا کہ آپ کو اشارہ تو کر دیا گیا تھا۔"

روایت نمبر 6: ماسٹر محمد شیر صاحب نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں تحریر کردہ اپنے مضمون[1] میں چند ایسی کرامات کا ذکر کیا ہے کہ اُس دَور میں جب ٹرانسپورٹ نہایت محدود ہُوا کرتی تھی، حضرت صاحب کے فرمان مطابق بروقت منزلِ مقصود پر پہنچنے کے ایسے غیر متوقع اور بعید از قیاس ذرائع دستیاب ہو جاتے کہ عقل دَنگ رہ جاتی اور مَیں حضرت صاحب کی زبانِ مبارک کی باکرامت تاثیر کا قائل ہو جاتا۔

روایت نمبر 7: حافظ عزیز اللہ روایت[2] کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مُرید بشیر اعوان کے ذمہ مدرسہ کی چھتوں کی لیپائی کے لیے بھوسہ لگایا۔ بشیر اعوان نے بھوسہ کا انتظام کر کے میرے حوالہ کر دیا کہ مَیں حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچا دوں۔ مجھ سے سُستی ہوئی اور مَیں تاخیر کا مُرتکب ہو گیا۔ تاہم حضرت صاحب کو کسی نے خبر نہ دی تھی کہ بھوسہ میرے حوالہ ہو چکا ہے۔ خیر، مَیں اپنے کسی کام سے ٹانک گیا تو اچانک بازار میں حضرت صاحب سے مُلاقات ہو گئی۔ آپ نے پینے کے لیے بوتلیں عنایت کیں اور فرمایا کہ یہ پی لو، خواہ مدرسہ کا بھوسہ پہنچاؤ یا نہ پہنچاؤ۔ مَیں نادم ہُوا، غفلت کی معذرت چاہی اور آپ کے روحانی تصرّف کا قائل ہو گیا۔

روایت نمبر 8: ملک محمد سعید جوڑا روایت[3] کرتے ہیں کہ ایک بار میری آنکھ میں کوئی ایسی تکلیف ہو گئی جو متعدد ڈاکٹروں سے علاج کرانے کے باوجود بالکل ٹھیک ہونے کو نہ آتی تھی۔ مَیں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہُوا تو آپ نے دَم فرمایا جس سے ایسی شفا نصیب ہُوئی کہ پھر میری آنکھ میں وہ تکلیف کبھی نہ ہُوئی۔

روایت نمبر 9: حافظ غلام قاسم صاحب روایت[4] کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فیصل آباد کسی جلسہ میں دعوت پر تشریف لے گئے جہاں ایک خاص سلسلۂ طریقت کے احباب زیادہ تعداد میں جمع تھے۔ اُن احباب کے پیر صاحب بھی ساتھ ہی موجود تھے اور بیٹھے بیٹھے اچانک اپنے مُریدین میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کرتے تو وہ مُرید تڑپنے لگ جاتا۔

---

[1] مضمون از ماسٹر محمد شیر صاحب آف بالا شریف، ضلع میانوالی۔ مورخہ اکتوبر 2011ء۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ راقم

[2] روایت از حافظ عزیز اللہ ولد فیض محمد کھوکھر، ساکن کہاوڑ۔ مورخہ 5 ستمبر 2011ء، بمقام جمعہ شریف

[3] روایت از ملک محمد سعید جوڑا ولد میاں محمد جوڑا، ساکن بھکّر۔ مورخہ 13 اکتوبر 2011ء، بمقام بھکّر

[4] روایت از حافظ غلام قاسم، جامع مسجد سبزی منڈی، ڈیرہ اسماعیل خان۔ مورخہ 14 جنوری 2012ء، بمقام فیصل آباد

Marfat.com

حضرت صاحب کا خطاب شروع ہو گیا مگر اُن پیر صاحب نے یہ طریقہ جاری رکھا اور یکے بعد دیگرے تین مختلف لوگوں کو اشارہ کیا اور وہ تڑپنے لگ گئے۔ حضرت صاحب کا خطاب ویسے بھی اس انداز کا ہُوا کرتا تھا کہ جیسے اُستاد اپنے شاگردوں کو سبق پڑھا رہا ہو، لہٰذا خطاب میں خلل اور بدمزگی پیدا ہوئی۔ حضرت صاحب کے خطاب کے دوران میں ہی آپ کے ساتھ بیٹھے پیر صاحب جب اَگلی مرتبہ مُرید کو اشارہ کرنے لگے تو حضرت صاحب نے اُن کا ہاتھ پکڑ لیا اور جلال میں آکر فرمایا: "یہ شعبدہ بازی بند کرو۔ اگر تم میں اِتنی ہی روحانی طاقت ہے تو میری طرف اشارہ کرو کہ مَیں تڑپوں۔ نہیں، تو مَیں تمہاری طرف اشارہ کروں گا اور پھر تم ایسے تڑپو گے کہ کبھی تڑپن ختم نہ ہو گی"۔ اِس پر وہ پیر صاحب اور اُن کے مُریدین نہایت مرعوب ہو گئے، اپنے وطیرہ سے باز آئے اور نہایت ادب سے باقی خطاب سُنا۔

روایت نمبر 10: حافظ غلام قاسم صاحب ہی بیان کرتے ہیں[1] کہ ایک بار علاقۂ دامان میں طویل عرصہ سے خشک سالی تھی۔ اہلِ علاقہ نے بغرضِ دُعائے استسقاء حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جلسہ کا انعقاد کیا۔ آپ نے اپنے خطاب کے آغاز میں ہی بارانِ رحمت کے لیے رقت آمیز دُعا کرائی۔ ابھی خطاب ختم نہ ہُوا تھا کہ آپ کی دُعا کو شرفِ قبولیت عطا ہو گیا اور بارش شروع ہو گئی۔

روایت نمبر 11: کرَم اِلٰہی کھر روایت کرتے ہیں[2] کہ اُن کے والد غلام حسَن کھر (ف:1999ء) کو شادی کے کافی سال گزر جانے کے باوجود اَولاد نہ تھی۔ ایک بار حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ٹھٹھہ بلوچاں میں جلسہ کے لیے تشریف لائے تو حاجی غلام سرَور نامی ایک شخص کے ہاتھ کھجور کے پانچ دانے یہ کہہ کر بھجوائے کہ یہ غلام حسَن کھر کو دے دینا اور کہنا کہ اپنی اہلیہ کو کھلا دے، اللہ پاک پانچ بچے عطا فرمائے گا۔ کرَم اِلٰہی روایت کرتے ہیں کہ اُن کے والد کے پانچ ہی بچے ہُوئے، تین بیٹے اور دو بیٹیاں۔

روایت نمبر 12: حضرت صاحب کے ایک مُرید عبدُالغفار روایت[3] کرتے ہیں کہ ایک بار مَیں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جھوک قریشیاں بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور عرض کی کہ اُس کی گمشدہ بکریوں کی بازیابی کے لیے دُعا کی جائے۔ یہ بات سُنتے ہی میرے دِل میں بھی وہم اُٹھا کہ نہ جانے پیچھے میری بکریاں کس حال میں ہوں گی۔ میرے دل میں

---

[1] روایت از حافظ غلام قاسم، جامع مسجد سبزی منڈی، ڈیرہ اسماعیل خان۔ مورخہ 14 جنوری 2012ء، بمقام فیصل آباد

[2] روایت از کرم اِلٰہی کھر ولد غلام حسن کھر، ساکن کھراں، ڈیرہ اسماعیل خان۔ مورخہ 9 اگست 2011ء

[3] روایت از مولوی عبد الغفار والد عبد الوحاب، ساکن کوٹ ظفر، تحصیل کُلاچی۔ مورخہ یکم ستمبر 2011ء

Marfat.com

[illegible]

[illegible] حضرت صاحب [illegible]

[illegible] دکان [illegible]

[illegible] 2011ء

[illegible] 30 [illegible] 2012ء [illegible]

[illegible] 12 [illegible] 2011ء [illegible] بذریعہ صاحبزادہ محمد منصور سلطان

Marfat.com

روایت نمبر 16: فیض رسول بلوچ روایت[1] کرتے ہیں کہ اُسے حیدرو فقیر نے واقعہ سُنایا کہ ایک بار میں رات کے وقت موسیٰ زئی سے گندم کی پسائی کرا کے آرہا تھا کہ راستے میں بوریاں نیچے گر گئیں۔ رات کا اندھیرا تھا اور مَیں تنہا۔ مَیں نے اپنے مُرشد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کو پُکار کر کہا کہ اے حضرت غلام باھُو میری مدد کو آؤ۔ اچانک دو آدمی نمودار ہوئے اور گندم سمیٹنے میں اور بوریاں بند کرنے میں میری مدد کر کے جلدی جلدی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ جب مَیں جمعہ شریف حاضر ہُوا تو حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: "اے بے وقوف ساتھی، بھلا ایسی شدت سے بھی پُکارتے ہیں؟ مجھے رات گئے اپنے بیٹے نُور سُلطان کو ایک اور آدمی کے ساتھ (روحانی طور پر) بھیجنا پڑا"۔

روایت نمبر 17: حافظ محمد فیاض روایت[2] کرتے ہیں کہ اُنہوں نے اپنے والد خلیفہ سُلطانی قاری محمد اعجاز احمد (ف:؟2011ء) سے سُنا کہ جب مَیں (یعنی حافظ فیاض) عالَمِ شیر خوارگی میں تھا تو ایک بار شدید بیمار ہُوا۔ ہسپتال میں ڈاکٹروں نے بھی مایوس کر دیا اور کہا کہ آپ چاہیں تو بچے کو گھر لے جائیں۔ نہایت مغمومیت اور پریشانی کے عالَم میں قاری اعجاز گھر آ گئے۔ روتے روتے آنکھ لگ گئی تو خواب میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہُوئی۔ آپ نے فرمایا مولانا صاحب پریشان مت ہو، اللہ کے فضل سے بچہ درست ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر آپ نے بچہ کے بدن پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ میرا نام نُور سُلطان ہے اور مجھے مِلنا ہو تو بھکّر آ جایئے گا۔ اس پر قاری اعجاز احمد کی آنکھ کُھل گئی۔ بچہ فوراً رُوبہ صحت ہونے لگا اور قاری صاحب موصوف نے بس پر بیٹھ کر بھکّر کی راہ لی۔ جونہی بھکّر اڈہ پر بس رُکی، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود وہاں موجود تھے اور فرمایا: "السّلام علیکم مولانا صاحب آپ آ گئے!"۔ قاری صاحب کہتے ہیں کہ اُنہوں نے کبھی حضرت صاحب سے بالمشافہ ملاقات نہ کی تھی مگر خواب میں دیکھنے کے باعث یقین سے پہچان لیا کہ یہ حضرت صاحب ہی ہیں۔

روایت نمبر 18: شیخ محمد اشتیاق صاحب[3] روایت کرتے ہیں کہ وہ اکثر 27ویں رمضان المبارک کی شب جامعہ انوارِ باھُو بھکّر پہنچ جایا کرتے کہ بعد از نمازِ عشا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اِقتدا میں صلوٰۃِ تسبیح ادا کرنے کا شرف حاصل کر سکیں۔ کہتے ہیں کہ مَیں ایک بار بعد از نمازِ عصر مدرسہ پہنچ گیا، حضرت صاحب وہاں موجود نہ تھے۔ چنانچہ مَیں دِل ہی دِل میں سوچنے لگا کہ مجھے بھکّر شہر میں روزہ کہاں پر افطار کرنا چاہیے۔ یکایک مدرسہ کے نمبر پر حضرت صاحب نے ٹیلی فون کیا اور فون اُٹھانے والے طالبعلم سے پُوچھا کہ کیا شیخ محمد اشتیاق آئے ہُوئے ہیں؟ پھر فرمایا کہ اُسے کہہ دیں کہ روزہ کھولنے کہیں اور مت جانا، مَیں

---

[1] روایت از فیض رسول ولد غلام حیدر بلوچ، سکنہ تھلیاں۔ مورخہ 2 فروری 2012ء۔ روایت بذریعہ صاحبزادہ محمد منصور سُلطان

[2] روایت از حافظ محمد فیاض ولد خلیفہ قاری محمد اعجاز احمد، ساکن حافظ آباد۔ مورخہ 13 اکتوبر 2011ء، بمقام بھکّر

[3] روایت از شیخ محمد اشتیاق ولد شیخ محمد اکرم، ساکن شیر دکہنہ، ڈیرہ اسماعیل خان۔ مورخہ 22 فروری 2012ء۔ روایت بذریعہ صاحبزادہ محمد منصور سُلطان

Marfat.com

ان شاءاللہ مدرسہ پہنچ جاوں گا اور افطار مل کر کریں گے۔ شیخ اشتیاق صاحب کہتے ہیں کہ حضرت صاحب نے کرامت کے زریعہ ذور ہوتے ہُوئے میرے دل کی بات جان لی۔

روایت نمبر19: محمد محکم روایت[1] کرتے ہیں کہ بستی احمد آباد (ضلع میانوالی) میں حضرت صاحب ٭ کے ایک پیارے مُرید مولوی محمد انوار صاحب کے بیٹے مسمی انوارِ باھُو کی آنکھیں پیدائشی طور پر خراب تھیں۔ آٹھ دس برس کی عمر میں بچے کی آنکھوں کا آپریشن کرایا گیا مگر کچھ خاص افاقہ نہ ہُوا۔ کئی علاج کرائے مگر تکلیف بدستور رہی۔ ایک رات بچے کو خواب میں حضرت صاحب ٭ کی زیارت ہوئی۔ وہ دیکھتا ہے کہ حضرت صاحب اس کی آنکھ پر پانی کا چھینٹا مارتے ہیں۔ وہ صبح بیدار ہوا تو سب لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اُس کی آنکھیں بالکُل ٹھیک ہیں۔ بفضل اللہ تکلیف کا ملاَرفع ہوگئی۔

روایت نمبر20: حضرت صاحب ٭ کے وصال کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہونے والے کئی لوگ واپس آکر بیان کرتے کہ اُنہوں نے مدینہ منورہ میں حضرت صاحب کو دیکھا ہے۔ حیران کُن امر یہ ہے کہ اِس طرح کی مختلف روایتوں میں راویوں نے ایک ہی مقام اور ایک ہی لباس میں حضرت صاحب کی مقاماتِ مقدسہ میں موجودگی کا ذکر کیا۔

حضرت صاحب ٭ حسن ابدال میں اپنے پیارے مُریدین محمد زمان، حاجی افتخار اور شاہد زمان کے ساتھ

حضرت صاحب ٭ ڈھاذر میں پیارے مُریدین غلام عباس بوہڑ، ظہور احمد آسی، رئیس مشتاق اور محمد ایاز وغیرہ کے ساتھ

حضرت صاحب ٭ 1991ء میں اِسلام آباد کے دربارِ امام بری سرکار ٭ پر میاں محمد حُسین جیھڑوی، خواجہ غلام، خلیفہ خان بیگ اور دیگر مُریدین کے ساتھ

[1] روایت از محمد محکام ولد قلندر بادشاہ، ساکن احمد آباد (بھونکی)، ضلع میانوالی۔ مورخہ 3 اکتوبر 2011ء بمقام بھکّر

Marfat.com

فصلِ پنجم

اسفارِ حرمین شریفین

اِسلام کے تصوّرِ عبادت میں جو جامعیت پائی جاتی ہے اُس کا بَیّن ترین اظہار حج وعمرہ سے ہوتا ہے۔ حج وعمرہ میں مومنین کی بیک وقت روحانی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی تربیت ہوتی ہے۔ حاجی و معتمر کو جہاں مساوات، نظم وضبط، تزکیۂ نفس اور اطاعتِ امام کا درس ملتا ہے وہاں ملّت کی مرکزیّت اور اتحادِ اُمّت کو بھی فروغ نصیب ہوتا ہے۔ علّامہ اقبال نے ثمراتِ حج کو کس خوبی سے اِس شعر میں سمو دیا ہے[1]:

مومناں را فطرت افروز است حج ہجرت آموز و وطن سوز است حج

فطرت افروزی، ہجرت آموزی اور وطن سوزی مومنین کی ذاتی و اجتماعی زندگیوں میں انقلاب برپا کر دیتی ہیں اور یہ انقلاب حدیثِ مبارکہ میں وارد اُس بشارت کا ثبوت ہے جس میں حج مبرور کرنے والے کو گناہوں سے پاکیزگی میں نئے پیدا ہونے والے سے تشبیہ دی گئی ہے۔

حج و عُمرہ کی فرضیت و اہمیت پر مستزاد یہ کہ روحانیت میں حرمین شریفین کے اسفار اور حاضری کا جُداگانہ مقام ہے۔ اور کیوں نہ ہو! جس سرزمینِ مقدّس پر خالقِ کائنات کے محبوب بندوں اور بندیوں نے اِس قدر مجاہدہ کیا کہ اُس کا چپہ چپہ "شعائر اللّٰہ" میں شامل ہے، جس دَھرتی کی قسمیں حضور رحمت للعٰلمین ﷺ کے وجودِ مبارک کی نسبت سے خود ربّ العالمین عزّوجلّ نے فرمائیں اور جس خطۂ اَرضی کو بیتُ اللہ و بیتُ الرّسول کا حامل ہونے کا شرف حاصل ہے، وہی سرزمین تو روحانیت کا منبع و محور رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اولیائے کرام نے اُس سرزمینِ اقدس کو اپنے روحانی سفر کی علامتی منزلِ مقصود کے طَور پر پیش کیا ہے۔ پھر روضۂ رسول ﷺ پر حاضری جہاں مومنین کے لیے بشارتِ شفاعت ہے کہ مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي[2] وہیں عُشّاق کے لیے مُژدۂ وَصل بھی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے روضۂ اَقدس کو "کعبہ کا کعبہ" کہا۔ فرماتے ہیں[3]:

حاجیو آؤ، شہنشاہ کا روضہ دیکھو کعبہ تو دیکھ چکے، کعبہ کا کعبہ دیکھو

---

[1] اسرارِ خودی۔ علامہ محمد اقبال۔ ص 43۔ ترجمہ: "حج مومنوں کے لیے فطرت کو روشن کرنے والا، ہجرت سکھانے والا اور وطن (کے محدود تصوّر کو) جلانے والا ہے"۔

[2] حدیثِ مبارکہ، بحوالہ دارِ قطنی و بیہقی۔ ترجمہ: "جس نے میری قبر کی زیارت کی اُس کے لیے میرے شفاعت واجب ہو گئی"۔

[3] حدائقِ بخشش۔ امام احمد رضا خان بریلوی۔ ناشر: شبیر برادرز، لاہور 1988ء۔ ص 46

Marfat.com

حضرت صاحب علامہ محمد نور سلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ایک ایک سفر حرمین شریفین کی مثال روحانی سنگِ میل سی تھی۔ جس عاشقِ رسول کی زندگی اتباعِ سنّت کی عملی تصویر ہو، اُس کے لیے مدینہ طیّبہ میں حاضری و حضوری سے بڑھ کر بھلا اور کیا نعمت ہو سکتی ہے۔ حضرت صاحب کو پہلی بار 1979ء میں اپنے والد و مُرشد کی معیّت میں حجِ بیت اللہ اور زیارتِ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف نصیب ہُوا۔ دوسری بار بھی اُنہی کی رفاقت میں 1997ء میں حاضری نصیب ہُوئی۔ پھر جب 2001ء میں آپ کے والد و مُرشد دارِ فانی سے رحلت کر گئے اور آپ کا رجوع طریقت و تصوّف کی طرف بہت زیادہ ہو گیا تو آپ تقریباً ہمیشہ ہی سفر حرمین شریفین کی تیاری میں محو رہتے اور ذکرِ مدینہ آپ کا وِردِ زبان ہوتا۔ 2002ء سے اپنے سالِ وفات 2006ء تک ہر سال ہی آپ نے سفر مقدس اختیار کیا۔ ہر بار حاضری کے بعد جیسے آپ کے ذوق و شوق کو ایک نئی جِلا ملتی اور کیف و سرمستی میں اضافہ ہو جاتا۔ اپنے وصالِ باکمال سے صرف تین ہفتے قبل آپ آخری بار حرمین شریفین سے لَوٹے تو رِقّت کا یہ عالَم تھا کہ اِدھر مدینہ منوّرہ کا ذکر چھِڑتا اور اُدھر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔

آئندہ صفحات میں حضرت صاحب کے اسفارِ حرمین شریفین کا ترتیب وار تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔

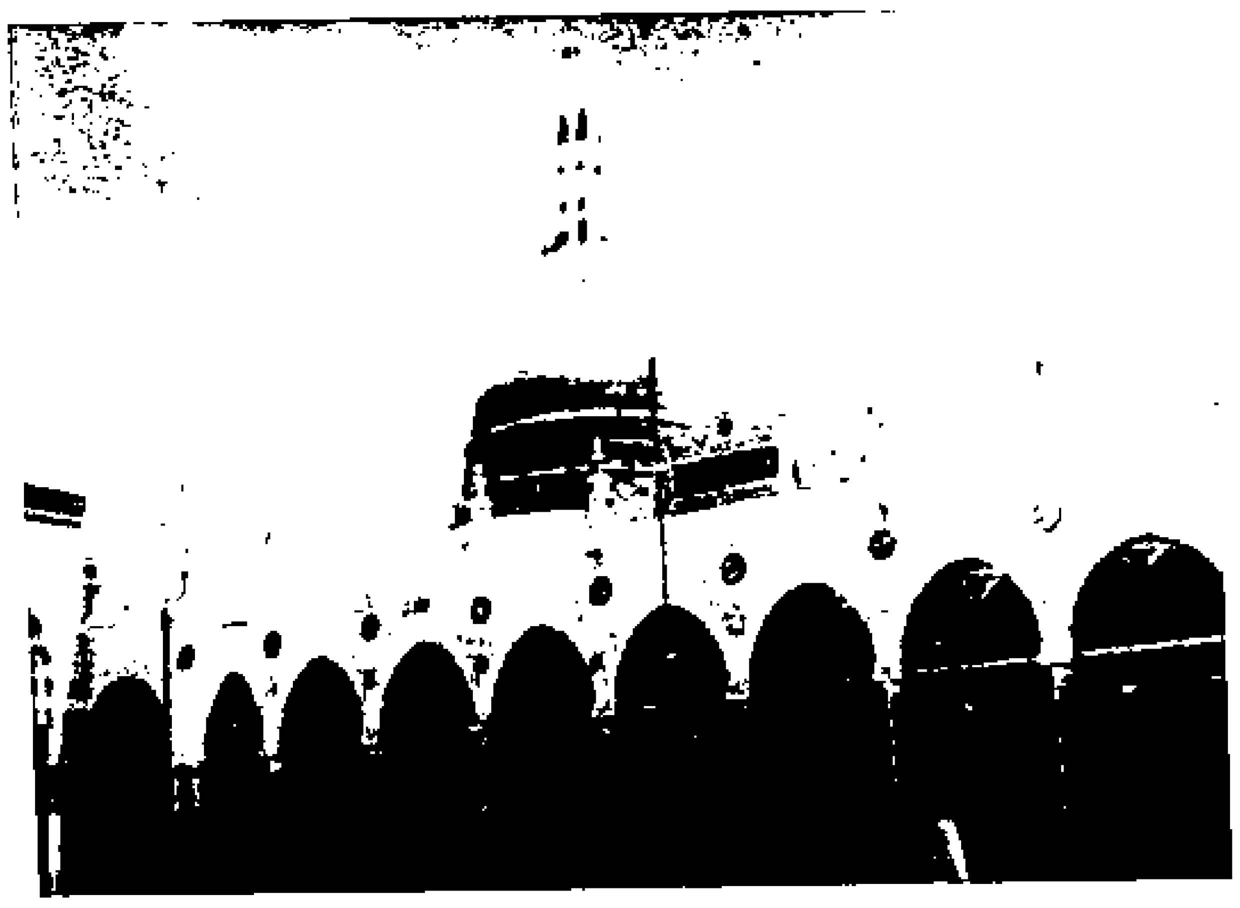

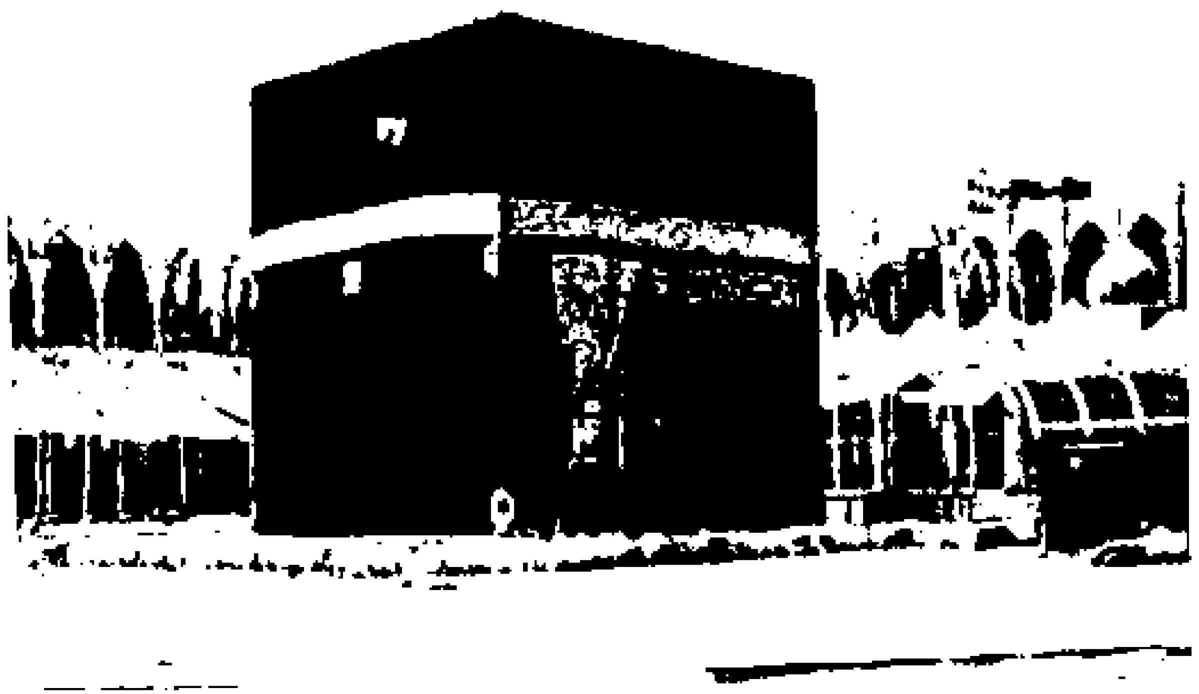

1960ء میں فیصل آباد کے حاجی محمد لطیف مرحوم کی لی گئی تصاویرِ حرمین شریفین

Marfat.com

حج بیت اللہ 1979ء:

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش تھی کہ اُنہیں فریضۂ حج کی ادائیگی کا موقع اپنے والد و مُرشد مخدوم الخادیم حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی معیّت میں حاصل ہو۔ اِس فریضہ کی ادائیگی اور خواہش کی تکمیل 1979ء میں ہُوئی۔ اُس وقت حضرت صاحب کی عمر 37 برس تھی۔ اِس سے کئی سال قبل سے حضرت صاحب یہ کوشش کرتے رہے کہ آپ کسی طرح اپنے والدِ ماجد کے لیے اسبابِ سفر مہیا کر پائیں تاکہ کم از کم وہ تو اس مبارک سفر کی سعادت حاصل کر لیں۔ حضرت صاحب 1972ء میں اپنے چچا فخرِ کشمیر حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خط میں لکھتے ہیں[1]: "میری تمنا ہے کہ اِس سال حضرت والد صاحب قبلہ زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت حاصل کر لیں۔"

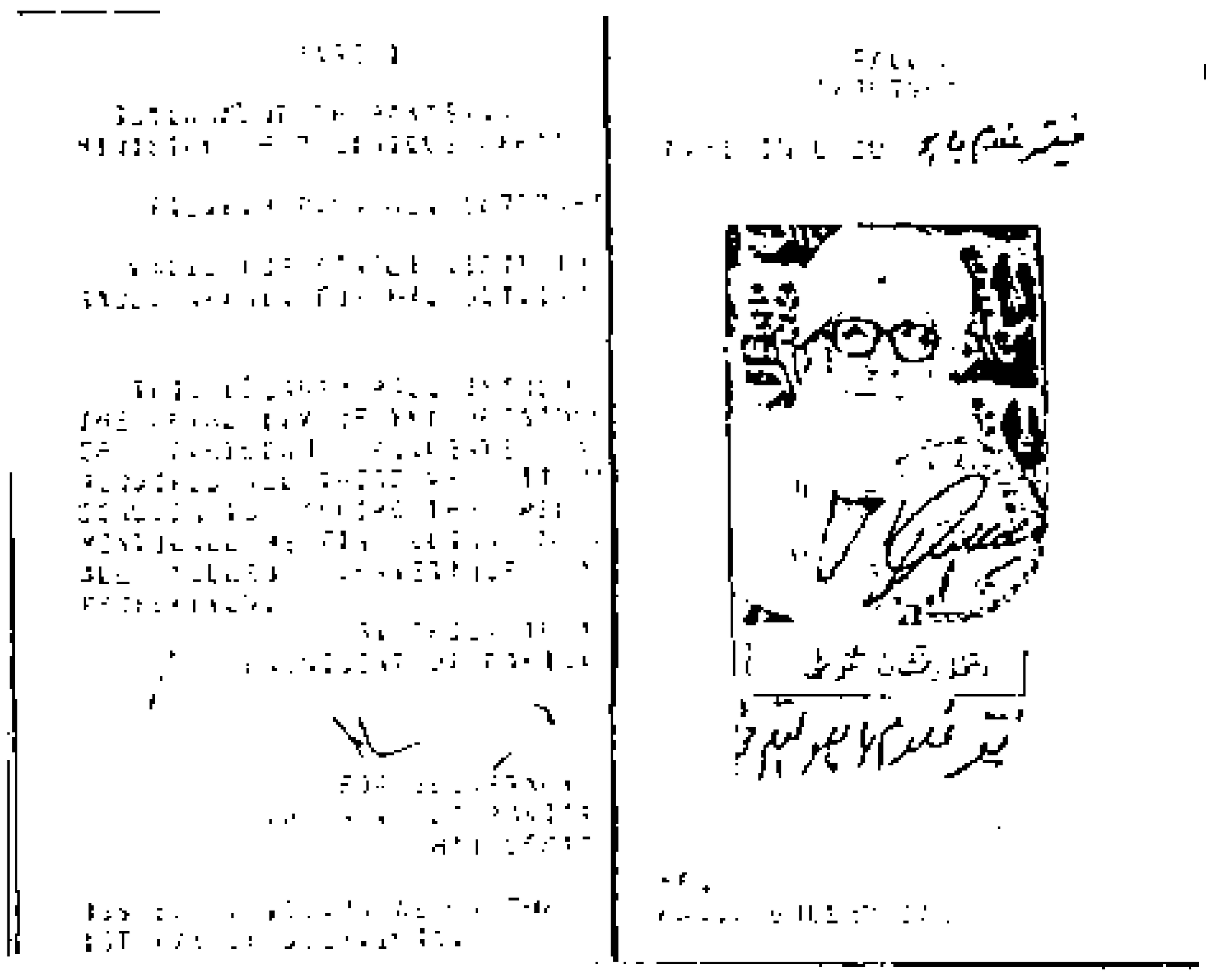

عکس پاسپورٹ حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ۔ 1979ء

پھر ایک دوسرے مکتوب میں یوں رقمطراز ہوتے ہیں[2]:

"حضرت صاحب کو میں نے رقم برائے داخلہ بھیجی مگر اُنہوں نے سرِدست داخلہ مناسب نہیں خیال فرمایا۔ بہر حال جیسے بھی وہ مناسب سمجھیں۔ ہمارے بس میں یہی کچھ تھا جو کر دیا۔ اللہ کرے وہ کسی اور موقع پر اِس مبارک سفر کا پروگرام بنا سکیں۔ ..."

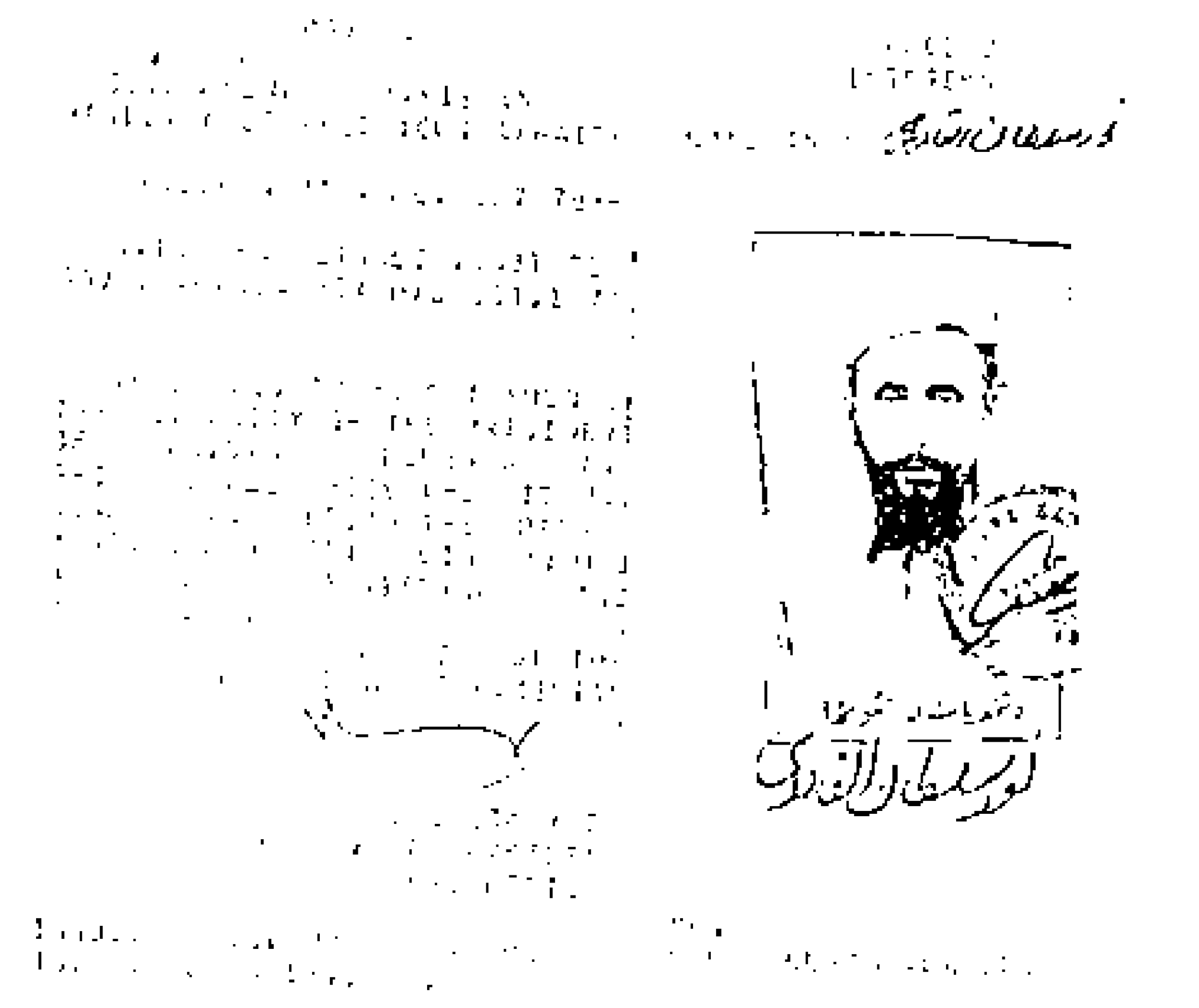

عکس پاسپورٹ حضرت علامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ۔ 1979ء

تاہم حالات و واقعات ایسے بنتے گئے کہ حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ اُس وقت تک حرمین شریفین کی حاضری سے مشرّف نہ ہو پائے جب تک اُن کے نُورِ نظر و لختِ جگر کی سفرِ مبارک میں معیّت کے اَسباب پیدا نہ ہو گئے۔ گویا قسمت کو یہی منظور تھا کہ والد و فرزند اور پیر و مُرید کو بیتُ اللہ عزّوجلّ و بیتُ الرّسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا نظّارہ اور حاضری اکٹھے نصیب ہو، دونوں ایک دوسرے کے ذوق و شوق اور کیف و مستی کے شاہد بن جائیں اور مُریدِ بامُراد کو اُن لطیف لمحات میں اپنے شیخِ طریقت کی خدمت کی سعادت حاصل رہے۔

---

[1] مکتوب علامہ محمد نُور سُلطان القادری بنام فخرِ کشمیر سُلطان غلام دستگیر القادری۔ مورخہ 20 جولائی 1972ء۔ مملوکہ سلطان ارشد القادری

[2] مکتوب علامہ محمد نُور سُلطان القادری بنام فخرِ کشمیر سُلطان غلام دستگیر القادری۔ مورخہ 3 ستمبر 1972ء۔ مملوکہ سلطان ارشد القادری

Marfat.com

6 اکتوبر 1979ء بمطابق 15 ذیقعد کو حضرت صاحب اپنے والد و مُرشد کی رفاقت میں فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے سرزمینِ مقدس کی طرف روانہ ہُوئے۔ روانگی کراچی ائیرپورٹ سے ہوئی۔ آپ کو الوداع کہنے کوئٹہ سے فخرِ کشمیر حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری و حضرت حکیم سُلطان عُمر دراز القادری جبکہ بار کھان سے پروفیسر سُلطان الطاف علی صاحب کراچی آئے۔ اِس سفر مبارک کے ہمسفروں میں حضرت صاحب کے ماموں زاد بھائی عبدُالعزیز خان گنڈہ پُور، اُن کی والدہ یعنی حضرت صاحب کی ممانی محترمہ گُل افروز بیگم، سمن آباد لاہور کے میاں رشید احمد صاحب مع والدہ اش، دھولکا (تحصیل کلاچی) کے حاجی سَید رسول اور ایاز خان وغیرہ شامل ہیں۔ مزید بر آں، اُسی سال حج کے لیے حضرت صاحب کے چچازاد بھائی حضرت سُلطان حامد نواز القادری، جناب قاضی ولی محمد صاحب، علامہ فیض احمد اویسی صاحب، علامہ صاحبزادہ علی اکبر صاحب مع ملکال بندیال، میاں محمد حسین صاحب آف شادیہ، ہمشیرۂ عبد الرحمٰن مستری آف کُلاچی اور گلستان خان بھی آئے ہُوئے تھے جن سے سفر مبارک کے دوران آپ کا رابطہ رہا۔

اس مقدس موقع پر مدینہ منوّرہ میں جن حضرات سے آپ کا رابطہ رہا اُن میں اہم ترین دو حضرات حاجی عبدُالکریم و درویش محمد خان رحمۃ اللہ علیہما ہیں۔ یہ دونوں حضرات سالہا سال سے مدینہ منورہ میں مقیم تھے، نیز روحانی مراتب کے حامل اور سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے خاص فیض یافتہ تھے۔ نہ صرف اس سفرِ حج کے موقع پر بلکہ اس کے بعد بھی جب کبھی حضرت صاحب حرمین شریفین حاضری پر جاتے تو ان دونوں درویشوں سے ملاقات رہتی اور ان کی رفاقت میں سرزمینِ مقدس کی زیارات کی جاتیں۔

6 اکتوبر بمطابق 15 ذیقعد کو حضرت صاحبان رحمۃ اللہ علیہما خاکِ پاکِ حجاز پر وارد ہُوئے تو پہلے مکّہ مکرمہ میں عمرہ کی سعادت حاصل کی[1] اور 16 اکتوبر سے قبل آپ شہر حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ گئے[2]۔ حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کا زیادہ وقت اصحابِ صُفہ کے مقام پر یا صحنِ مسجد میں نوافل پڑھتے ہوئے، متفرق وظائف بالخصوص تلاوتِ کلامِ مجید، دلائل الخیرات و قصیدہ بُردہ شریف پڑھتے ہوئے اور سبز سنہری جالیوں نیز گنبدِ خضریٰ کے مقدس نظارہ میں گزرتا۔ شب کا اکثر حصّہ بھی مسجد نبوی شریف میں ہی گزارا جاتا۔ یہیں کئی بار حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ساتھی نماز باجماعت حضرت فقیر

---

[1] بحوالہ مکتوب پروفیسر سُلطان الطاف علی صاحب بنام حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو۔ مورخہ 16 اکتوبر 1979ء۔ مملوکہ راقم

[2] روزنامچہ علامہ محمد نور سُلطان القادری۔ مورخہ 16 اکتوبر 1979ء

Marfat.com

سُلطان غلام باھو رحمۃ اللہ علیہ کی اقتدا میں ادا کرتے۔ عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامِ مدینہ منورہ میں جو برکتیں اور سرشاریاں نصیب ہوتی ہیں اُن کا اظہار بھلا الفاظ میں کیونکر ممکن ہے۔

20 اکتوبر بمطابق 29 ذیقعد کو آپ عازمِ مکّہ مکرمہ ہُوئے اور رات گئے پہنچ کر نمازِ فجر سے قبل عمرہ ادا کیا۔ مکّہ مکرمہ میں قیام کے دوران اکثر طواف میں مشغول رہتے اور عموماً بعد نمازِ عشا ایک سو رکعت نفل ادا کیے جاتے۔ 29 اکتوبر بمطابق 8 ذی الحجہ کو منیٰ پہنچے اور یُوں حج کے مبارک اراکین کا باقاعدہ آغاز ہُوا۔ اگلے روز عرفات و مُزدلفہ کے مراحل تھے۔ حضرت صاحب اپنے روزنامچہ پر یوں رقمطراز ہوتے ہیں[1]:

"...الحمدللہ علیٰ احسانہ کہ مجھ جیسا رُوسیاہ آج اِدھر حاضر ہو کر بارگاہِ ذوالجلال میں مناجات عرض کر رہا ہے۔ بقولِ جامیؒ الٰہی ایں کرم بارے دگر کُن۔... قبلہ حضرت صاحب کی خدمت حج کی مبارک عرض کی اور خطاؤں کی معافی کے ساتھ ساتھ دُعا کے لیے عرض کی۔ آج اللہ کی قدرت کا ظہور ہے کہ بے اختیار بے حد رونے کو جی چاہتا ہے...."

اِدھر حج کی ادائیگی ہُوئی تو اُدھر حضرت صاحب بُخار میں مبتلا ہو گئے اور چند روز طبیعت سخت گراں رہی۔ 5 نومبر بمطابق 14 ذی الحجہ کو غارِ ثور کی زیارت نصیب ہُوئی۔ روزنامچہ پر یوں تحریر کرتے ہیں[2]:

"آج صبح سے غارِ ثور کی زیارت کے لیے روانہ ہُوئے۔ مکان سے سارا سفر پیدل طے کیا۔ جبل ثَور کی انتہائی بلندی پر غارِ ثَور مبارک تک پہنچنے کی سعادت نصیب ہُوئی۔ قبلہ حضرت صاحب نے انتہائی ہمّت فرمائی اور ہمیں بھی ساتھ لے گئے ورنہ ہم اکیلے کبھی نہ جاسکتے۔ غار مبارک میں نوافل کی ادائیگی کی سعادت حاصل ہُوئی۔ غار کے اندرونی حصہ پر ہاتھ مل کر چُوما۔ مقدّس غار ہے جس میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما رہے۔ ربِّ کریم حاضری قبول فرمائے۔ آمین۔..."

8 نومبر بمطابق 17 ذی الحجہ کو حضرت صاحبان رحمۃ اللہ علیہما کو غارِ حرا میں حاضری و ادائیگیٔ نوافل کی سعادت نصیب ہُوئی۔ بعد ازاں جبلِ رحمت، مسجدِ نمرہ اور مسجد مشعر الحرام میں نوافل نصیب ہُوئے۔ راقم کو یاد آتا ہے کہ حضرت صاحب غارِ ثور یا غارِ حرا میں سے کسی ایک غار مبارک میں حاضری کا واقعہ یُوں سُنایا کرتے تھے پہاڑی پر چڑھنے لگے تھے کہ بڑے حضرت صاحب کا جُوتا ٹوٹ گیا۔ سب رفقا نے پیشکش کی کہ آپ اُن کے جوتے پہن لیں مگر بڑے حضرت صاحب نے فرمایا

---

[1] روزنامچہ علامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 30 اکتوبر 1979ء

[2] روزنامچہ علامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 5 نومبر 1979ء

Marfat.com

کہ شاید یہی اشارہ ہے کہ جن راہوں پر حضور سرکارِ دوعالم ﷺ کے مقدس قدم لگے ہیں، اُن پر ننگے پاؤں چلا جائے۔ بڑے حضرت صاحب نے جوتے پہننے سے انکار فرمادیا تو جملہ رفقانے جُوتے اُتار لیے اور ننگے پاؤں پہاڑ کی چوٹی تک غارِ مبارک گئے۔ سبحان اللہ! یادرہے کہ تب حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی عمر66سال تھی۔

9نومبر بمطابق 18 ذی الحجہ کو پھر مکّہ مکرمہ سے عازمِ مدینہ طیبہ ہو کر بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں شرفِ باریابی پایا۔ مدینہ منوّرہ میں درود و سلام کی خوشبوؤں سے مُعطّر معمولات پھر جوبن پر آئے۔ مواجہ شریف پر حاضری، مقامِ اصحابِ صفہ پر درور و سلام اور نوافل، اور دولتِ دیدار نصیب! مدینہ منوّرہ میں حاجی عبدالکریم صاحب کے ہمراہ مسجدِ جمعہ، مسجد بنی النجار، باغِ سلیمانِ فارسی رضی اللہ عنہ، خاکِ شفا اور مسجدِ قُبا سمیت اُن مقامات کی زیارات کیں جن سے حضور رسالت مآب ﷺ کے عہدِ زریں کی یادیں وابستہ ہیں۔

19نومبر1979ء کو حضرت صاحبان رحمۃ اللہ علیہما مع رفقا فریضۂ حج کی ادائیگی اور بارگاہِ رسالت مآب میں شرفِ باریابی حاصل کرکے پاکستان واپس پہنچے۔

حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ
1979ء میں پہلے حج کے پاسپورٹ کے لیے بنوائی گئی یادگار تصاویر

Marfat.com

عُمرہ مبارک 1997ء:

فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ تو متعدّد دفعہ حرمین شریفین حاضر ہوتے رہے مگر حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کو عمرہ و حاضری کی سعادت 18 برس بعد نصیب ہُوئی۔ اِس بار بھی حضرت صاحب کا سفر مبارک اپنے والد و مُرشد کی بابرکت رفاقت میں تھا۔ 17 نومبر 1997ء بمطابق 16 رجب المرجّب 1418ھ کو آپ کراچی سے مدینہ منورہ پہنچے۔ شبِ معراج مدینہ منورہ میں نصیب ہُوئی اور 29 نومبر کو مکّہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ کیا۔ 2 دسمبر کو آپ براستہ جدّہ واپس پاکستان پہنچے۔ اِس موقع پر آپ کے رفقائے سفر میں ظفر صدیقی گیلانی صاحب (فیصل آباد)، حافظ غلام محمد صاحب (فیصل آباد)، ارشد صاحب (فیصل آباد)، عدنان ملک صاحب (شیخوپورہ)، اللّٰہ یار صاحب، حمید صاحب اور بُوٹا صاحب شامل تھے۔

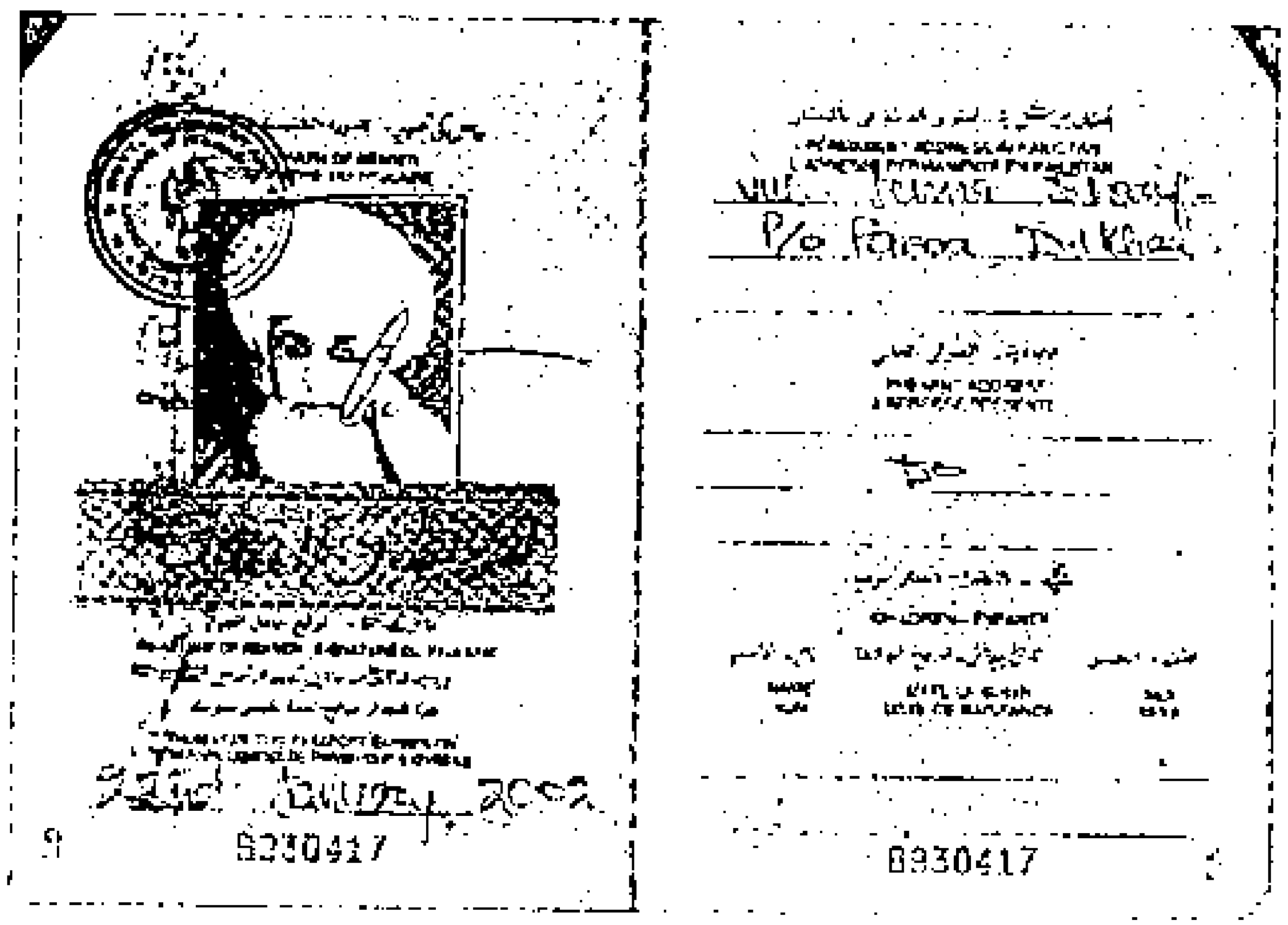

عکس پاسپورٹ حضرت علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ۔ 1997ء

اِن مبارک ایام کے احوال کی یادگار حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روزنامچوں کے متعلقہ صفحات اور راقم کے نام آپ کا ایک مکتوب ہے۔ ذیل میں خود حضرت صاحب کی تحریروں کے اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں تاکہ خود آپ ہی کی زبانی رُودادِ سفر بیان ہو۔ راقم کے نام خط میں آپ لکھتے ہیں[1]:

"...ساڑھے پانچ بجے کی پرواز سے مدینہ طیّبہ روانہ ہُوئے۔... مختصر سے وقت میں کیا دیکھا کہ ہم دیارِ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے ایئرپورٹ پہنچ گئے۔... گنبدِ خضریٰ و مینارِ مسجدِ نبوی کی جھلک نے دل کی دُنیا میں انقلاب پیدا کر دیا اور یقین نہیں آ رہا تھا کہ مَیں عالمِ بیداری میں یہاں آیا ہُوا ہوں۔... دربارِ حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں حاضری کے لیے روانہ ہُوئے۔ بقولِ کسے: ؏ مَیں اِس کرم کے کہاں تھا قابل حضور کی بندہ پروری ہے۔

... صلوٰۃ و سلام عرض کیے گئے۔... الفاظ کی دُنیا کا دامن اتنا وسیع کہاں کہ اِدھر حاضری کے قلبی واردات کا کماحقہ تو کجا عشرِ عشیر بھی بیان کر سکیں۔"

ذیل میں حضرت صاحب کے روزنامچوں سے منتخب اقتباسات ترتیب وار پیش کیے جاتے ہیں۔ روانگی کی تیاری کے دن روزنامچہ پر لکھتے ہیں[2]:

---

[1] مکتوبِ علامہ محمد نُور سُلطان القادری بنام سُلطان محمد نواز ناصر۔ مورخہ 20 نومبر 1997ء، از مدینہ منورہ۔ مملوکہ راقم

[2] روزنامچہ علامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ 15 نومبر 1997ء

Marfat.com

ان دنوں میں چونکہ گرمی بہت تھی حضرت صاحب ... تین بجے ... ظہر کی نماز ادا ہو چکی ہے۔ آپ نے مجھے بھی ساتھ
لے لیا ... میں حرم شریف ... پہنچے ... حضرت صاحب نے مسجد کی ... وقت میں ترمیم
شریفین سے ... فرمایا ... کی ... ادا کی۔ قبلہ حضرت صاحب ایک بجے
آپ ... تشریف لے ... تشریف ... کے بعد ... تحفہ درویش ... چائے
... سے ... کی۔

ایک دفعہ مکہ مکرمہ ... بیت اللہ ... آپ کا ایک دن قیام رہا۔ مختلف مقامات ... اور جب زیارت کے لیے
... حضور ... محمد رسول اللہ ﷺ کی ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ اگلے روز صبح کی پرواز سے مدینہ
منورہ پہنچے ... آپ کا قیام حافظ ... صاحب کے ہاں رہا۔ حضرت صاحب روزنامچے میں لکھتے ہیں:

"پونے ... بجے مدینہ منورہ ... پہنچ ... گنبد خضریٰ اور مسجد کے میناروں کو دیکھتے
ہی ... حالت ... ہوئی۔ سیدھے ہی حافظ ... صاحب کے مکان آ گئے۔ وضو، غسل کر کے ... حاضری
... سے پہلے ... اصحاب ... مسجد ... مسجد ... اور
مواجہ شریف کے سامنے صلوۃ و سلام کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت صاحب مسجد میں جس مقام
... تشریف رکھتے ہیں وہاں سے گنبد پاک صاف دکھائی دیتا ہے۔"[1]

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روزنامچوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مقام اصحاب صفہ اور قدمین شریفین کی جانب نوافل کی ادائیگی کا خصوصی اہتمام کرتے۔ پھر مواجہ شریف کے سامنے حاضری پر طویل صلوۃ و سلام پیش کیے جاتے۔ تلاوتِ کلام پاک، ... اور دیگر وظائف کے لیے آپ مسجد شریف کے صحن میں یا برآمدوں میں ایسے مقام پر بیٹھتے جہاں سے گنبد پاک اور ... کی جالیوں کا منظر نظر آتا۔ جنت البقیع میں حاضری کی کیفیات آپ کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

"جنت البقیع اب بالکل مسجد کے متصل ہو گئی ہے اور اس کے ارد گرد بڑی مضبوط دیوار و جالی لگا دی گئی ہے۔
دروازہ کھلا ہوا تھا تو قبلہ حضرت صاحب کی معیت میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ، جناب حلیمہ رضی اللہ عنہا، امہات المومنین

1۔ روزنامچہ خادم محمد نور سلطان القادری۔ 17 نومبر 1997ء۔
2۔ روزنامچہ خادم محمد نور سلطان القادری۔ 18 نومبر 1997ء۔

Marfat.com

حضرت قبلہ سلطان غلام رسول صاحب مدینہ منورہ میں
محمد ظفر صدیقی صاحب و صاحبزادہ محمد حنیف سلطان کے ہمراہ۔ تصویر 2000ء

رضی اللہ عنہن، عبد اللہ بن جعفر طیار اور عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سمیت اہلِ بیتِ کرام کے مزارات کی ظاہری حالات پہ دل خون کے آنسو روتا ہے۔ جن کے نفوسِ مقدسہ کے توسط ہم کو دولتِ ایمان و قرآن نصیب ہوئی ہے، اُن کے مزارات سے یہ سلوک احسان فراموشی ہے۔"

جنت البقیع کے حوالہ سے ایک اور مقام پر یوں لکھتے ہیں[1]:

"۔۔۔نوافل و نمازِ فجر کے بعد خان محمد قادری آیا اور جنت البقیع لے گیا جہاں ایک جگہ دیوار سے پہلے امام حسنؑ، امام زین العابدینؑ، امام جعفر صادقؑ، امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات بتائے۔ ایک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بناتِ ثلثہ، پھر آگے 9 ازواجِ مطہرات کے مزارات بتائے۔ قریب ہی گہری جگہ میں واقعہ حرہ میں شہید صحابہ کے مزارات ہیں۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے مزار کے چاروں طرف فرش لگے ہیں۔ حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ ساتھ ہی کسی خاتون کا مزار بتایا۔ واپسی دروازہ کی طرف آتے ہوئے راستے میں سرکارِ دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدِ ماجد، دیگر صحابہ کے مزارات کی جگہ بتائی۔ دروازہ کے قریب آپ کی پھوپھی کے مزار ہیں۔ فاتحہ عرض کی۔۔۔"

مدینہ منورہ کی دیگر زیارات کے متعلق حضرت صاحب یوں یادداشت تحریر کرتے ہیں[2]:

"۔۔۔شہدائے احد کے مزارات پہ حاضری دی پھر مسجد ذو قبلتین حاضری دی۔ مساجدِ سبعہ میں سے مسجد خلیفہ اوّل، خلیفہ سوم نہ ہے۔ بقایا مساجد مسجد فتح، مسجد عمر ابن الخطاب، مسجد علی، مسجد فاطمہ، مسجد سلمان فارسی رضی اللہ عنہ میں نوافل ادا کیے۔ مسجد قبا آکر نوافل ادا کیے۔ وہ جگہ دیکھی جہاں آپ نے صحابہ کو مکہ مکرمہ دکھایا اور وہاں دیوار میں نشان بن گیا تھا۔ اسے چھپانے کی کوشش کی گئی، دروازہ لگایا گیا مگر اس میں بھی کوئی نشان نہ چھپایا جاسکا۔ آخر جالی لگائی گئی۔"

---

[1] روزنامچہ علامہ محمد نور سلطان القادری۔ 23 نومبر 1997ء
[2] روزنامچہ علامہ محمد نور سلطان القادری۔ 22 نومبر 1997ء

Marfat.com

حضرت فقیر سلطان غلام باھو، مدینہ منورہ میں درویش محمد خان کے ساتھ

26 نومبر کے روز آپ معمولات یوں تحریر فرماتے ہیں[1]:

"صبح سحری میں قبلہ حضرت صاحب کی معیت مسجدِ نبوی حاضری نصیب ہوئی۔ بفضلہ تعالیٰ ختم قرآن بڑی مدت کے بعد مکمل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت صاحب سے دُعا کرائی۔ دن کا کھانا ڈاکٹر عاشق کے مکان پونے چار بجے کے بعد کھایا۔ وہاں مفتی محمد امین صاحب، سعید اسعد سمیت مزید بھی چند احباب تھے۔ مختصر سی نعت خوانی ہوئی اور موئے مبارک کی زیارت کرائی گئی جو اِدھر ڈاکٹر عاشق کے پاس ہے۔ عصر مسجد نبوی میں اصغر سلطانی پہنچا گئے۔ رات واپس آئے تو میاں محمد اسلم کے ہمراہ مسجد قبا جاکر صلوٰۃ تسبیح نصیب ہوئی۔ واپسی پر حضرت سیّدنا ابو ھریرہ اور امام جعفر صادق کے صاحبزادے علی کی مزار پہ حاضری دی۔ یہ مدینہ منورہ کے باہر قبہ ہے۔ حاضری نصیب ہوئی۔ واللہ اعلم بے تحاشا خوشی ہوئی..."

اگلی رات شبِ معراج تھی جو عبادت و ریاضت میں گزاری گئی۔ 27 نومبر کی سحری کو ایک پیالہ چائے کے ساتھ حضرت صاحب نے روزہ رکھا اور دن کو شہدائے احد کے مزارات پہ حاضری دی۔ 29 نومبر کو حضرت صاحبان رحمۃ اللہ علیہما مسجد علی علیہ السلام سے احرام باندھ کر مکّہ مکرمہ روانہ ہوئے اور پہنچ کر عمرہ کیا۔ اگلے روز بھی طوافِ بیت اللہ و عبادت کا مقدس معمول بدستور رہا۔ یکم دسمبر کو آپ روزنامچہ پر یوں تحریر کرتے ہیں[2]:

"بفضلہ تعالیٰ صبح سحری میں حضرت صاحب کے ہمراہ ہی نوافل و نمازِ فجر ادا کی گئی۔ آج اِدھر غسل کعبہ کی تقریب ہے۔ فوج کے پہرہ میں سفیر حضرات آئے۔ بیت اللہ کا دروازہ کھلا۔ وہ اندر داخل ہوئے۔ لوگ چیخ چیخ کر اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا رہے تھے۔ حضرت صاحب سے اجازت لے کر عمرہ کی ادائیگی کے لیے مسجد عائشہ گئے جہاں نوافل ادا کر کے واپس مکّہ آئے اور بیت اللہ کا طواف پُر سکون ماحول میں ادا ہوا۔ نوافل و زمزم نصیب ہوا۔ سعی بھی باامان ہوئی۔ واپس ظہر حضرت صاحب کی خدمت میں آئے۔ یہ عمرہ حضرت صاحب کی خدمت پیش کیا کہ وہ والدہ مرحومہ کو بھی اس میں شریک فرمالیں..."

یکم دسمبر کو ہی بعد نمازِ عصر آپ واپسی کے لیے جدّہ روانہ ہوئے۔

---

[1] روزنامچہ علامہ محمد نور سلطان القادری۔ 26 نومبر 1997ء

[2] روزنامچہ علامہ محمد نور سلطان القادری۔ یکم دسمبر 1997ء

Marfat.com

عُمرہ مبارک 2002ء:

حضرت صاحب علاّمہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کو تیسری بار حرمین شریفین کی حاضری 2002ء میں نصیب ہُوئی۔ اَب کے ایک ایسا واقعہ رونما ہو چکا تھا جس نے حضرت صاحب کی زندگی تبدیل کر کے رکھ دی تھی۔ یہ واقعہ آپ کے محبوب والد و مُرشد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی 2001ء میں وفاتِ حسرت آیات تھی۔ والد و مُرشد کی جُدائی سے حضرت صاحب کی طبیعت میں جلال کی جگہ جمال، شدّت کی جگہ رقّت اور ثقیل علمیّت کی جگہ لطیف روحانیت نے لے لی تھی۔ دل گُداز اور آنکھیں اشکبار رہنے لگیں۔ حضرت صاحب تصوّف و طریقت کی طرف پہلے سے بہت زیادہ مائل ہو گئے۔ اگرچہ حضرت صاحب نے تبلیغِ دین اور سُنّتِ مطہرہ کی پیروی تو تادمِ آخر ترک نہ کی مگر اَب جلوت کی جگہ خلوت کو زیادہ پسند کرنے لگے اور طویل اَوراد و وظائف نیز نوافل کی کثرت میں منہمک ہو گئے۔

یوں تو یہ حرمینِ شریفین کا حضرت صاحب کا تیسرا سفر تھا مگر اپنے والد و مُرشد کی جُدائی میں پہلی حاضری تھی لہٰذا قدم قدم پر اُن کی یاد رفیقِ سفر رہی۔ بقول بشیر بدرؔ:

مجھے روک روک پُوچھا تیرا ہمسفر کہاں ہے　　　اُنہی راستوں نے جن پر کبھی تُم تھے ساتھ میرے

اِس بار حضرت صاحب نے اپنے چچازاد بھائی حضرت سُلطان حامد نواز القادری رحمۃ اللہ علیہ کے گروہ کے ساتھ رختِ سفر باندھا تھا۔ حضرت صاحب کے ساتھ جھوک قریشیاں کے ایک عزیز دوست پیر عبدُالستار قریشی اِس سفر میں شامل تھے۔ نیز قصور سے تعلق رکھنے والے حضرت صاحب کے ایک پیارے مُرید محمد ظفراللہ امجد جو کئی سالوں سے سعودی عرب میں مقیم ہیں، بوقتِ عمرہ و زیاراتِ مبارکہ آپ کے ساتھ رہے۔ اِس بار حضرت صاحب کی حاضری رمضان المبارک میں ہُوئی اور عیدُ الفطر بھی مدینہ منورہ میں نصیب ہُوئی۔ 22 نومبر 2002ء بمطابق 16 رمضان 1433ھ کو آپ کراچی سے روانہ ہو کر جدّہ اور پھر مکّہ مکرمہ پہنچے، سعادتِ عمرہ حاصل کی اور تیسرے روز ہی مدینہ منورہ روانہ ہو کر باقی ایام دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں بسر کیے۔ پھر 6 دسمبر 2002ء بمطابق 2 شوال المکرّم کو رات گئے جدّہ میں محمد ظفراللہ صاحب کے ہاں پہنچے اور وہاں سے اگلے روز صبح پاکستان واپسی ہُوئی۔

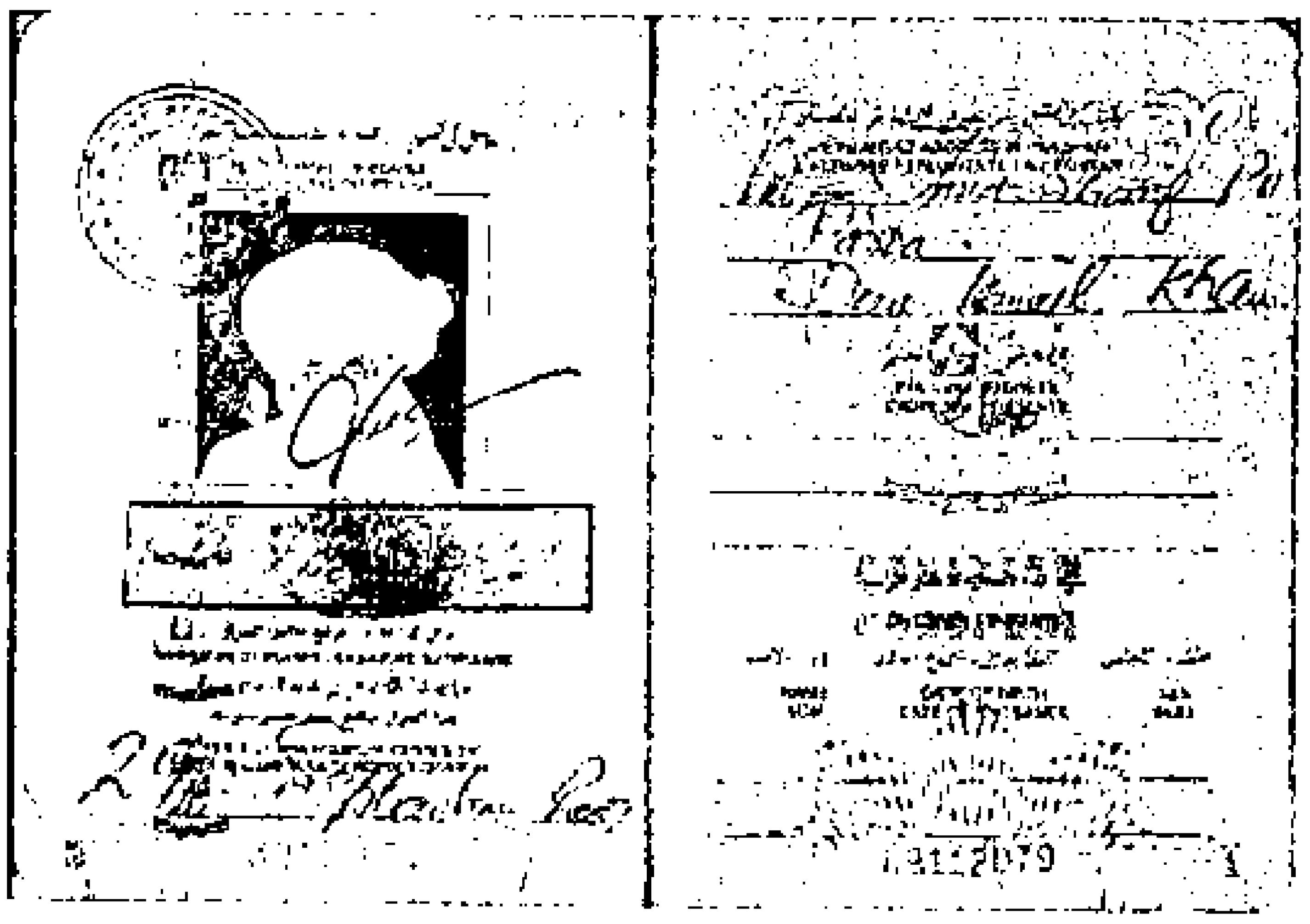

عکسِ پاسپورٹ حضرت علاّمہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ۔ 2002ء

Marfat.com

اِس سفر کے دوران حضرت صاحب نے راقم کی خصوصی گُذارش پر قدرے تفصیلی روزنامچہ سفر نامہ کے انداز میں تحریر فرمایا جس کے اقتباسات ذیل میں پیش کیے جائیں گے۔ نیز اِس سفر مبارک میں آپ کے لکھے گئے دو مکاتیب بھی محفوظ ہیں۔ راقم کے نام مکتوب کا اقتباس ملاحظہ ہو[1]:

"...ابھی سوا نَو بجے شب مدینہ منورہ پہنچے۔ بار گاہِ محبوبِ پاک علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم میں حاضری دی۔ بفضلہ تعالیٰ ریاض الجنۃ میں فرض نمازِ عشا کے علاوہ صلوٰۃ تسبیح ادا کرنے کی اجازت بھی بار گاہِ حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے نصیب ہُوئی۔ اِلٰہی ایں کرم بارے دگر کُن۔ نمازِ تراویح اس جگہ چھتریوں کے نیچے ادا کی گئی جہاں میرے پیر و مُرشد والدِ ماجد نوّر اللہ مرقدہ بیٹھا کرتے تھے۔ یہاں اگر اوپر نگاہ کی جائے تو گُنبدِ خضراء واضح نظر آتا ہے۔ حضرت صاحب فرمایا کرتے:

سبز گُنبد جو اپنی نگاہوں میں ہے مل گیا مُدّعا، اور کیا چاہیے

آپ کو تمام بھائیوں بہنوں سمیت ہر ہر جگہ یاد کیا جاتا ہے۔ خیال تھا کہ بیتُ اللہ شریف میں تین دن رہیں گے مگر اسباب یوں بنتے گئے کہ جیسے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جَلد ہی اپنے قدموں میں حاضری کی اجازت عنایت فرمائی۔ بیت اللہ شریف میں کل اپنی طرف سے عمرہ کیا تھا... آج بفضلہ تعالیٰ والدین رحمھما اللہ تعالیٰ کے ایصالِ ثواب کی غرض سے عمرہ کیا گیا۔ اور بعد ظہر چل کر رات سوا نَو بجے اِدھر دیارِ حبیب میں، ان شاء اللہ گیارھویں شریف والے کے صدقے 11 دن قیام ہو گا... مزید جیسے اللہ تعالیٰ جلّ جلالہ اور اس کے حبیبِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلّم کی مرضی ہو گی۔ معظم صاحب سمیت آپ کے جمیع احباب کی خدمت تسلیمات عرض۔ ... اللہ پاک بطفیل حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلّم آپ کو جَلد ہی حرمین شریفین کی باادب حاضری سے بہرہ وَر فرمائے، آمین آمین آمین بجاہ النبی الامی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔"

دوسرے مکتوب میں حضرت صاحب اپنے فرزندِ اکبر سے یوں مخاطب ہوتے ہیں[2]:

"برخوردار نُورِ چشم صاحبزادہ محمد منصور سُلطان صاحب سلّمہ اللہ۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

---

[1] مکتوب علامہ محمد نور سُلطان القادری بنام سُلطان محمد نواز ناصر۔ مورخہ 25 نومبر 2002ء از مدینہ منورہ۔ مملوکہ راقم

[2] مکتوب علامہ محمد نور سُلطان القادری بنام محمد منصور سُلطان القادری۔ مورخہ 30 نومبر 2002ء از مدینہ منورہ۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

اللہ تعالیٰ آپ کو بھی حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت سے نوازے، آمین۔ مَیں اِدھر بفضلہ ہر وجہ سے بخیریت ہوں۔ ہر وقت مسجدِ نبوی میں حاضری اور بارگاہِ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے جمالِ جہاں آرا کے جلووں میں مصروف ہوں۔۔۔"

اب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سفرنامہ والے روزنامچہ سے قدرے تفصیلی اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں تاکہ یہ قیمتی تحریریں محفوظ ہو جائیں۔ 25 نومبر بمطابق 20 رمضان المبارک کو آپ حرمِ نبوی ﷺ کا نقشہ اور وہاں اپنے معمولات و کیفیات کچھ اِن الفاظ میں بیان فرماتے ہیں[1]:

"... حرم کا منظر بھی قابلِ دید ہے۔ اجمالاً اس کے تین حصے ہیں۔ ایک حصہ وہ جو تُرکیوں نے تعمیر کرایا۔ یہ سُرخ رنگ سے چمک رہا ہے جس میں تُرکیوں نے انتہائی خدمت یہ انجام دی کہ حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے زمانۂ مقدس میں جو مسجد کی حد تھی وہاں تک ہر ہر ستون پہ "حد مسجد النبی ﷺ" کندہ کرایا۔ دیگر ستونوں پہ بھی تحریریں کی گئیں کہ جہاں کھجور کا درخت جو فراقِ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں گریہ کُناں ہُوا وہاں ستون پہ استن حنانہ لکھ دیا گیا۔ جہاں کسی صحابی کی توبہ قبول ہوئی وہاں استن توبہ تحریر کیا۔ اُمہات المومنین کے حُجرہ جات جو مسجد کی توسیع میں شامل کیے گئے وہاں ستونوں پہ مائی صاحبان کے اسمائے گرامی درج کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یاداشتیں محفوظ کر دی گئیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزا!

تعمیر کا دوسرا حصہ وہ ہے جو شاہ فیصل نے اس کی توسیع میں شامل کیا۔ اس میں چھتریوں کا حصہ ہے جبکہ چھتریوں کے دونوں طرف یعنی مشرق مغرب میں 4،4 ستونوں کا کافی بڑا خوشنما بر آمدہ ہے۔ جب ہم حج کے موقع پہ قبلہ والد صاحب علیہ رحمت (کے ساتھ) اِدھر حاضر ہُوئے تھے تو اس وقت چھتریوں کے نیچے ابھی فرش بھی نہ بنا تھا۔ مجھے یہ بھی یاد آرہا ہے کہ اس وقت اس شاہ فیصل کے بر آمدہ کے باہر دونوں طرف دھوپ سے بچاؤ کے لیے سادہ قسم کی عارضی چھتریاں بھی تھیں۔

تعمیر کا تیسرا حصہ وہ ہے جو موجودہ شاہ فہد نے تعمیر کرایا۔ اس نے شاہ فیصل والے بر آمدے کے شرقی و غربی جانب بے شمار مکانات کو مسمار کر کے حرم کی توسیع کی اور اس جگہ انتہائی خوشنما بر آمدہ اس کے بڑے دروازے پہ باب الملک فہد کندہ کرایا۔ دونوں بر آمدہ کے باہر دونوں طرف کافی کھلا پلاٹ حرم میں شامل کر کے اس کو سفید رنگ کے پتھر سے ایسا خوشنما بنا دیا کہ شاید کہ باید۔ اِس پتھر کی خصوصیت یہ ہے کہ سخت گرمی کے وقت یہ انتہائی ٹھنڈا ہوتا ہے۔ پھر مسجد شریف مع حرم کی صفائی کا یہ عالم ہے کہ 24 گھنٹے

---

[1] روزنامچہ علامہ محمد نُور سلطان القادری۔ مورخہ 25 نومبر 2002ء

Marfat.com

خدمتگار صفائی پہ لگے ہوئے ہیں۔ لاکھوں افراد کی افطاری کے بعد نمازِ مغرب جب ادا ہوتی ہے تو صفائی والے اپنی ڈیوٹی پہ لگ جاتے ہیں۔ اور چند ہی منٹوں میں مسجد شریف مع حرم کی ہر قسم کی صفائی ہو جایا کرتی ہے۔ جانب جنوب باب مجیدی کے آگے تعمیری توسیع کی گئی۔

... یہاں ظہر کی اذان مقامی وقت کے مطابق 12:10 پہ ہو جایا کرتی ہے جبکہ 10، 15 منٹ بعد جماعت کھڑی ہو جاتی ہے۔ بفضلہ تعالیٰ نمازِ ظہر حرم شریف میں ادا کی۔ تلاوتِ کلامِ پاک و صلوٰۃ و سلام میں وقت گزارا، جبکہ چھتریوں کی تعمیر اس انداز سے ہے کہ یہاں بیٹھنے والا جب قدرے سر کو اوپر کرتا ہے تو گنبدِ خضراء سے نگاہ لطف اندوز ہوتی ہے۔ زبان پہ ذکرِ خدا و صلوٰۃِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نگاہوں میں نظارۂ گنبدِ خضراء۔ عاجز انسان اتنی عظیم سعادت پہ ربِ کریم کا شکریہ کس منہ سے ادا کر سکتا ہے۔ صرف اتنا ہی کہا جاتا "الٰہی ایں کرم بارِ دگر کن"۔

... مسجد کے باہر والے حرم میں اس جگہ تراویح ادا کی کہ دائیں طرف سلام پھیرتے وقت نگاہ گنبدِ خضراء کی زیارت سے مستفید ہو جاتی۔ تراویح کے بعد میں کھڑے کھڑے ہاتھ باندھے اور سر جھکائے سلام عرض کر رہا تھا کہ شرطے نے کہا کہ ہاتھ نہ باندھیں اور سر بھی نہ جھکائیں، البتہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہا کریں۔ میں نے کہا الحمدللہ، پھر بھی آپ کی شفقت ہے۔

... عصر کے فوراً ہی بعد یہاں افطاری کے لیے لوگ دستر خوان بچھاتے اور سامانِ افطاری بکھیر دیا جاتا ہے۔ عجیب قابلِ دید بلکہ قابلِ رشک سماں ہوتا ہے کہ لوگ جس محبت سے یہ خدمت انجام دیتے ہیں۔ ایک شخص کو دیکھا کہ فرطِ محبت میں افطاری کے وقت 50، 50 ریال کے نوٹ تقسیم کر رہا ہے۔ افطاری میں دہی، ڈبل روٹی، خشک میوہ جات و مخصوص مصالحہ وغیرہ تو ادھر مسجد کے اندر ہی تقسیم کی جاتی ہے جبکہ مسجد کے باہر والے حرم میں سری پائے و چاول بھی عام تقسیم ہوتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خُدّام اِدھر ہی اپنی خدمات کس خوش اسلوبی سے ادا کر رہے ہیں، "شنیدہ کے بود مانند دیدہ"۔ میں نے تبرک سمجھتے ہوئے ادھر عشاء کے بعد کھانا کھایا۔ اس کی لذت بھی ضبطِ تحریر میں نہیں لائی جا سکتی۔ ... مغرب کے بعد درویش محمد خان سے ملنے گئے۔ اب تو یہ بھی بہت ہی کمزور ہو چکے ہیں۔"

اگلے ہی روز حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے معمولات اور کیفیات کچھ اس طرح ضبطِ تحریر میں لاتے ہیں[1]:

---

[1] روزنامچہ علامہ محمد نور سلطان القادری۔ مورخہ 26 نومبر 2002ء

Marfat.com

"بفضلہ و منّہ و کرمہ اِدھر سعودی وقت کے مطابق صبح ساڑھے 3 بجے بیدار ہُوا۔ غسل کر کے حرم شریف جانے کی تیاری قبل از وقت کی گئی۔ چونکہ سحری کا پروگرام ادھر ہی ہُوا کرتا ہے لہٰذا ادھر ہی توفیق باری شاملِ حال ہُوئی اور دوبار صلوٰۃِ تسبیح پڑھنے کا موقع ملا۔ وتر بھی ادھر ادا کیے۔ سحری نصیب ہُوئی۔ نمازِ فجر کے لیے اذان ہوتے ہی حرم شریف روانہ ہُوئے۔ حرم کے اندر تو پہنچ گئے مگر چھتریوں تک رسائی نہ ہو سکی کہ لوگ سحری کے وقت سے ہی ادھر نوافل و صلوٰۃ و سلام کے لیے آجاتے ہیں۔ نماز باجماعت ادا کی گئی۔ تھوڑی ہی دیر چھتریوں کے نیچے اس مقام پہ جا بیٹھے جہاں حضرت والدم صاحب اور چچا صاحب رحمۃ اللہ علیہما بیٹھا کرتے تھے۔ ادھر بفضلہ تعالیٰ تلاوتِ کلامِ پاک نصیب ہُوئی۔ چونکہ اس جگہ پہ اب نماز کے بعد پردہ ڈال لیا جاتا ہے کہ عورتوں کو سلام عرض کرنے کی سعادت کا موقع مل سکے تو مردوں کو پردے کے باہر کر دیا جاتا ہے۔ تو میں بھی مسجد میں پردوں کی پچھلی جانب آیا۔ یہاں سے بھی سبز گنبد صاف نظر آتا ہے۔ ساڑھے 7 بجے اشراق پڑھ کر واپس مکان رہائش پہ آئے اور آرام کیا۔ مکان کا کرایہ فی کس 20 ریال روزانہ ہے۔ 11 دن کا 220 ریال ادا کیا۔

بفضلہ تعالیٰ تحائف کے خریدنے میں برادرم سلطان حامد نواز صاحب سلمہٗ ربہٗ نے خصوصی تعاون فرمایا۔ میں نے انہیں عرض کی کہ وہ خاندان کے افراد میں سے جس کے لیے جو مناسب خیال کریں خرید لیں۔ بحمد للہ 200 ریال کا سامان تحفہ جات خرید کرلائے۔ بقولِ کسے: بنے کہ ہو جائے راضی طبیعت کسی کی۔

بفضلہ ظہر مسجد نبوی پاک حاضری دی اور افطاری کر کے واپس مکان پہ آئے۔ سید غلام [illegible] شاہ صاحب فیصل آبادی بھی افطاری میں ادھر تشریف لائے۔

نمازِ عشاء اور تراویح کل کی طرح آج بھی باہر توسیع شدہ جگہ میں ادا کی۔ ٹھنڈی ہوا نے دل کی دنیا بدل دی۔"

اگلے روز حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد نبوی میں معتکف اپنے والد کے معتمد مُرید ملک سونا ہالی آف جمعہ شریف سے ملاقات کی۔ اب زیرِ نظر اقتباس میں قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ ایک فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت سوز و گداز اور اتباعِ سُنّت کی ترتیب کس طرح بیان ہُوئی ہے[1]:

"تحفہ تحائف تو سلطان حامد نواز صاحب کے توسط سے خریدے جا چکے تھے لیکن [illegible]
کبھی کبھار تو میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بھی مدینہ منورہ کے بازاروں میں سودا خریدا کرتے ہوں

---

[1] روزنامچہ علامہ محمد نور نعمان القادری، مورخہ 28 نومبر 2002ء

Marfat.com

گے، مَیں نے بھی سودا لیا تاکہ اِس ادائے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی محرومی نہ ہو۔ 24 عدد ٹوپیاں 20 ریال جبکہ 10 ریال میں کچھ اور چیزیں لی گئیں۔

آج سارا دن مسجدِ نبوی زادھااللہ شرفا میں عجیب رقت طاری ہوتی رہی۔ جب بھی گنبدِ خضرا پہ نگاہ جمتی، بے ساختہ آنکھیں اشکبار ہو جایا کرتیں۔ تراویح کے بعد بفضلہ تعالیٰ مع قریشی عبدالستار مواجہ شریف کے آگے سلام کرنے کا موقع نصیب ہُوا۔ یہ کیفیت بھی ضبطِ تحریر سے باہر ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔۔۔"

اب ذرا دیارِ حبیب ﷺ میں جمعۃ الوداع کا منظر اور احوال ملاحظہ ہوں[1]:

"رمضان مبارک کا جمعہ اور وہ بھی جمعۃ الوداع کیسا مبارک دن جس میں دربارِ محبوب علیہ الصّلوٰۃ والسلام پہ حاضری کی عنایت ہو رہی ہے۔ صبح سحری کے وقت غسل کر کے نئے کپڑے پہنے۔ نمازِ فجر حرم شریف پہنچے اور بفضلہ تعالیٰ ایک دو دفعہ وضو کرنے کے علاوہ سارا دِن ہی مسجد پاک میں تلاوت و درود شریف دلائل الخیرات کا مکمل کورس نصیب ہُوا۔

جمعۃ الوداع کے موقع پہ جدّہ سے ظفر اللہ امجد مع اہل و عیال کے آئے، مسجد پاک میں ملے۔۔۔

غلام سرور شاہ صاحب نے بتایا کہ رات گئے ایک بزرگ کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیارت نصیب ہُوئی اور انہوں نے چند ہی دنوں میں کسی اہم فیصلہ جات کے بارے فرمایا۔ تو ان بزرگ سے جاملا۔ یہ مشوری علیہ رحمت کے خلیفہ ہیں۔ ان سے دُعا کرائی۔ انہوں نے صلوٰۃ و سلام کے لیے وظیفہ بتایا۔

ظفر نے بھی ادھر مسجد میں میرے ہمراہ افطاری کی۔ افطاری کے بعد اس کے ہمراہ مواجہ شریف کے سامنے سلام کی دوبارہ سعادت نصیب ہُوئی۔ قبل ازیں مَیں بابو علی مُراد کے ساتھ مواجہ شریف کی جانب حاضری دے چکا تھا۔ الحمدلله علی ذالک۔۔۔ نمازِ عشا بھی ادھر گُنبدِ خضراء مقدسہ کے قریب ہی حسبِ سابق ادا کی گئی۔ یہاں سلام پھیرتے ہی گُنبدِ خضراء کی دید ہو جاتی ہے۔ ؎ الٰہی ایں کرم بارے دگر کُن۔

آج چونکہ دِن میں آرام نہ کر سکا تھا، تقاضا بشری کے سبب جسمانی تھکاوٹ اس حد تک ہوگئی کہ کھڑے ہو کر تراویح پڑھنا بھی مسئلہ بن گیا۔ بحمد للہ تعالیٰ ادا ہو ہی گئیں۔"

اگلے روز بارانِ مدینہ کی سرشاری یوں تحریر میں لائی[2]:

---

[1] روزنامچہ علامہ محمد نور سلطان القادری۔ مورخہ 29 نومبر 2002ء

[2] روزنامچہ علامہ محمد نور سلطان القادری۔ مورخہ 30 نومبر 2002ء

Marfat.com

"بفضلہ تعالیٰ صبح سحری کے وقت سحری و نوافل صلوٰۃ تسبیح ادا کی۔ اذان کے بعد مسجد جانے لگے تو بارش شروع تھی۔ مسجد عنابیہ جو ہوٹل والے کمرے کے بالمقابل ہے، وہاں نماز باجماعت ادا کی۔ واپسی پر مدینہ طیبہ کی باران کو رحمت سمجھتے ہُوئے کپڑوں کے گیلے ہونے کے تصوّر سے بے نیاز سَر پر قطرات خوب سَیر ہو کر ڈلوائے۔۔۔ مسجد نبوی پہنچے جہاں بفضلہ تعالیٰ روضۂ محبوب کے سامنے از اوّل تا آخر دلائل الخیرات شریف مکمل پڑھنے کا موقع نصیب ہُوا۔۔۔ عشا کی نماز آج مسجد میں بآرام ادا کی۔ باہر کے ماحول میں لوگوں کی بھاگ دوڑ سے یکسوئی نہیں رہتی۔ نماز کے بعد وظیفہ میں مصروف تھا تو سرکار جی گزرے تو ان سے ملا۔۔۔

مشوری صاحب کے خلیفہ نے مجھے بلوا کر متفرق عملیات از خود مسجدِ نبوی (میں) عطا فرمائے جسے مَیں الگ درج کرلوں گا، انشاء اللہ۔"

مدینہ منورہ کی دیگر زیارات کا ذکر یوں فرماتے ہیں[1]:

"۔۔۔پہلے شہدائے احد کے مقدس آستانہ پر حاضری دی۔ یہاں دو یا تین اصحابِ کرام کے مزارات کے صرف نشانات محفوظ ہیں۔ بہر حال پھر بھی حویلی کے سبب بے ادبی سے مزارات محفوظ ہیں۔ حویلی کے قریب بھی رُکاوٹ بنائی گئی تا کہ کوئی حویلی کو بھی نہ چھُو سکے۔ قریب ہی مسجدِ شہدا میں جہاں لوگ نوافل ادا کرتے ہیں، اب اسے صرف نماز کے اوقات میں کھولا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں مسجد بھی بند کر دی جاتی ہے۔

فاتحہ پڑھکر واپس مساجد خمسہ آئے۔ اب یہاں صرف تین مساجد ہیں۔ مسجد فتح، مسجد سلمان فارسی اور مسجد عمر ابن الخطاب۔ بقایا مساجد کو منہدم کر کے یا تو توسیع طریق کی جارہی ہے اور یا پھر دوبارہ تعمیر کی جارہی ہے۔ یہاں ہر ہر مسجد میں دو دو نوافل ادا کر کے دُعائیں کی گئیں۔ تمام بچوں بچیوں کو دُعاؤں میں یاد کیا گیا۔ پھر مسجد ذو قبلتین حاضری دی۔ یہاں محرابِ اوّل کی جگہ پر اب دروازہ بنا دیا گیا۔ البتہ دروازہ کے اوپر محراب کا نشان بنایا گیا کہ پتہ چلے یہاں کبھی محراب تھا۔ اتنا بھی کافی ہے۔ یہاں بھی نوافل پڑھکر مسجد قبا آئے جہاں دو نوافل کا ثواب عمرہ کے برابر ہے۔ یہاں زیادہ نوافل ادا کیے گئے۔ مسجد کی جانب قبلہ جہاں سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلّم نے صحابہ کرام کو بیت اللہ شریف دکھایا تھا اور دیوار میں وہ نشان گزشتہ سالوں تک موجود تھا، اب انہوں نے مسجد کی جانبِ قبلہ بھی توسیع کر کے نئی دیوار بنادی تا کہ وہ نشانِ عظمتِ نبوّت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کو لوگ رفتہ رفتہ بھول جائیں۔ انا للہ وَانّا الیہ راجعون۔۔۔

[1] روزنامچہ علامہ محمد نور سُلطان القادری۔ مورخہ یکم دسمبر 2002ء

Marfat.com

جس بزرگ نے مجھے کل چند وظائف و تعویذات کی از خود اجازت بخشی، تلاشِ بسیار کے باوجود نہ مل سکے۔
واللہ اعلم اس میں کیا حکمت ہے۔..."

روزنامچہ میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک ہم جلیس سیّد غلام سرور شاہ صاحب فیصل آبادی کے حوالہ سے ایک اہم روایت اور ایک واقعہ بیان فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو[1]:

"غلام سرور شاہ صاحب نے بتایا کہ بدھ کے روز ظہر عصر کے مابین اگر مسجد فتح میں دعا کی جاوے تو مقبولیت بفضلہ تعالیٰ یقینی ہوتی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے... بدھ کے روز اس وقت دعا فرمائی تھی تو فتح کی دعا قبول ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے اس سلسلہ میں خود اپنا واقعہ بھی سنایا کہ انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی دعا کی تھی اور ان کی ملاقات بھی ہوگئی مگر وہ پہچان نہ سکے۔ بعد میں انہیں احساس ہوا کہ واقعی یہ حضرت خضر علیہ السلام ہی تھے۔ چنانچہ میں نے شجاع عالم محسود اور سرکار جی سے کہا کہ انشاءاللہ العزیز بدھ ادھر دعاخیر کے لیے جاویں گے۔..."

انہی دنوں میں حضرت بابا سیّد طاہر حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (جن کا ذکر اسی باب کی فصلِ دوم میں ہو چکا ہے) بھی مدینہ منورہ آئے ہوئے تھے۔ آگے چل کر حضرت صاحب باباصاحب موصوف سے ملاقات نیز وظائف دینے والے بزرگ کا ذکر یوں تحریر فرماتے ہیں[2]:

"غلام سرور شاہ صاحب نے بتایا کہ بابا طاہر حسین شاہ صاحب آئے ہوئے ہیں، تو ان سے ظہر جا ملا۔ بچوں کے لیے خصوصی دعا کرائی۔ انہوں نے 10 کو جوہر آباد محفل میں حاضری کے لیے پھر تاکید فرمائی۔
پیر محمد قاسم مشوری شریف کے خلیفہ صاحب ملے۔ ان سے تمام وظائف کو سمجھ کر تحریر کیا گیا۔ بہر حال یہ بھی سلسلہ قادریہ میں مجاز ہیں۔"

مدینہ منورہ میں عیدُالفطر کے روز حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کچھ اِس طرح تحریر فرماتے ہیں[3]:

"بفضلہ تعالیٰ صبح سحری میں صلوٰۃِ تسبیح ادا کی گئی۔ مسجدِ نبوی میں حاضری دی۔ 7 بجے نمازِ عید الفطر پڑھائی (گئی)۔ یہ تکبیرات زواید دونوں رکعتوں میں فاتحہ سے قبل پڑھتے ہیں۔...
بفضلہ تعالیٰ مواجہ شریف کی طرف سے سلام کی حاضری بار بار نصیب ہوئی۔ الحمدللہ علی ذالک۔...

---

[1] روزنامچہ علامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 2 دسمبر 2002ء

[2] روزنامچہ علامہ محمد نور سُلطان القادری۔ مورخہ 3 دسمبر 2002ء

[3] روزنامچہ علامہ محمد نور سُلطان القادری۔ مورخہ 5 دسمبر 2002ء

Marfat.com

طلع البدر علینا والی رِیل خریدی۔..."

اگلے روز نمازِ جمعۃ المبارک مسجدِ نبوی ﷺ میں ادا کر کے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جدّہ روانہ ہونا تھا۔ مدینہ منوّرہ سے رخصت ہوتے وقت کا حال کوئی صاحبِ دل ہی جان سکتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں[1]:

"...جمعہ کے بعد صلوٰۃ و سلام عرض کر کے واپس مکان آئے۔ طبعیت از حد بوجھل ہے کہ واللہ اعلم پھر کب سرکار کا کرم ہو گا تو حاضری ہو گی۔ رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ..."

عمرہ مبارک 2003ء:

اپنے والد و مُرشد کی وفات (2001ء) سے اپنی وفات (2006ء) تک ہر سال ہی حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کو حرمین شریفین حاضری کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔ سالِ گزشتہ کہ طرح 2003ء میں بھی آپ کا یہ مقدس سفر اپنے چچازاد بھائی حضرت سُلطان حامد نواز القادری رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت میں رہا۔ 7 نومبر 2003ء بمطابق 12 رمضان المبارک 1424ھ کو آپ کراچی سے روانہ ہو کر سرزمینِ مقدس پہنچے اور پھر 21 نومبر بمطابق 26 رمضان المبارک کو واپس پاکستان آئے۔ آپ کی 2003ء کی ڈائری پر اِن 15 ایام کے صفحات خالی ہیں۔ غالباً اس بار آپ نے تحریر پر وقت صَرف کرنا مناسب خیال نہیں کیا۔ البتہ ویزہ لگنے کی خبر پر آپ کا ردِّ عمل ڈائری پر اِن الفاظ میں موجود ہے[2]:

"رات گئے حامد نواز صاحب نے بتایا کہ بفضلہ تعالیٰ ویزہ عمرہ لگ گیا ہے۔ الحمدللہ رب العالمین۔ اور انشاء اللہ العزیز 7 نومبر کو کراچی سے روانہ ہونا ہے۔ 22 نومبر کو واپسی۔ مَیں نے کہا کہ بہتر ہو گا کہ عید سرزمینِ محبوبِ پاک میں محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں نصیب ہو۔ رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ یہ بھی کیا کم ہے کہ اِس قدر رُوسیاہی کے باوجود حاضری کا موقع تو مل رہا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔..."

اس سفر مبارک کے دوران حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تینوں فرزندان کے نام چار صفحات پر مبنی ایک نہایت یادگار خط ارسال فرمایا۔ اِس خط کا جملہ متن من و عن ذیل میں نقل کیا جاتا ہے[3]:

---

[1] روزنامچہ علّامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 6 دسمبر 2002ء

[2] روزنامچہ علّامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 26 اکتوبر 2003ء

[3] مکتوب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری بنام محمد منصور سُلطان القادری، سُلطان محمد نواز ناصر (ناصر سُلطان)، سُلطان اللہ نواز (شاہد سُلطان)۔ مورخہ 10 نومبر 2003ء از مدینہ منورہ۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

"مدینہ منورہ　　　　سوموار 10 نومبر

عزیزان منصور سلطان، ناصر سلطان، شاہد سلطان

سلّمہُ الرّحمٰن مِن حوادث الزّمان الی یوم المیزان بحرمۃ سیّد الانس والجان!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تعالیٰ آپ تمام بھائیوں کو خیرِ دارین سے نوازے اور اِن مقدس مقامات کی حاضری سے سرفراز فرمائے، آمین۔ بندہ اس وقت مسجد نبوی میں بیٹھا آپ کو خط لکھ رہا ہے جبکہ سبز گنبد نگاہوں کے سامنے ہے۔ بقول کسے: کہاں مَیں کمینہ، کہاں یہ مدینہ　　　تصور کو بھی آ رہا ہے پسینہ

بفضلہ جمعہ 7 نومبر صبح پاکستانی وقت کے مطابق سوا6 بجے کراچی سے جدہ روانگی ہوئی۔ سوا10 بجے جدہ ائیرپورٹ اترے۔ کاغذات و سامان کی چیکنگ میں عملہ کی سرد مہری کے سبب بمشکل 6 گھنٹہ میں فراغت ہُوئی۔ پھر پاسپورٹ و ٹکٹ میں معلمین کے خدام سے خدا خدا کر کے دو تین گھنٹوں میں ایک مخلص ساتھی ابوالفضل کی وساطت سے خلاصی ہوئی۔ اور مکّہ معظمہ جانے کے لیے بس میں بیٹھے تھے کہ ظفر صاحب آ پہنچے۔ بفضلہ تعالیٰ رات 8 بجے مکان تلاش کر کے مکہ معظمہ پہنچ کر سامان کو سیٹ کیا۔ صرف ایک رات کا قیام ادھر تھا۔ مکان کا کرایہ 150 ریال ادا کیا۔ مکہ معظمہ پہنچے تو اذانِ مغرب ہو رہی تھی۔ افطاری کسی ہوٹل والے نے بلا کسی سابقہ تعارف کرائی۔ قافلہ سات افراد پر مشتمل ہے۔ کھانا کھا کر نمازِ عشا ادا کی۔ عمرہ شروع کیا۔ رش کے سبب میں تمام ساتھیوں سے تنہا رہ گیا لیکن پریشانی نہ ہُوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں مَن دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا، اس میں امن ہی امن ہے۔ چار چکر لگائے تھے کہ ظفر صاحب بغیر کسی عمرہ کے احرام کے مجھے آ ملے۔ بقایا چکر ان کے ساتھ لگائے۔ سعی کرنے گئے تو حامد نواز صاحب سلّمہ ربّہٗ مع احباب کی جھلک پڑی۔ بفضلہ تعالیٰ عمرہ مکمل کیا۔ چونکہ مکان رہائش کا کارڈ مَیں وہاں سے چلتے وقت لے آیا تھا اس لیے واپس مکان پہنچنے میں کوئی دشواری نہ ہُوئی۔ ظفر صاحب کا اصرار ہے کہ وہ افطاری ادھر کرانا چاہتا ہے۔ اسے عرض کی کہ وہ ہمارے احباب کے پروگرام میں مخل نہ ہوں۔ بجائے مکہ کے وہ مدینہ منورہ میں جمعہ کے دن افطاری کرا دیں۔ یہ طے کر کے انہیں رخصت کیا۔ آپ تمام بھائیوں کو وہ بہت بہت تسلیمات کہہ رہے تھے۔

صبح ہُوئی تو ظہر تک حرم مکہ معظمہ میں حاضر رہے۔ نمازِ فجر کے بعد طواف کیا۔ بعدِ ظہر طوافِ وداع و رخصت کیا۔ سامان اڈہ پہ لائے۔ ٹکٹ لینے بابو علی مراد گیا تو متعلقہ شخص نے یہ کہہ کر کہ اذانِ عصر ہونے

Marfat.com

والی ہے، دورانِ اذان اور بعد اذان کوئی کاروبار نہیں ہوتا، سب لوگ حرم شریف کا رخ کرتے ہیں کہ بار گاہِ الٰہی میں باجماعت حاضری ہو۔ کاش کہ ہم کو بھی ربِّ کریم اس جذبے سے نواز تا تو دنیا و آخرت سنور جاتی۔

مغرب کے قریب چل کر مکہ کے قریب ہی بس رُکی۔ نماز ادا کی۔ افطاری تو بس میں ہی ہوئی۔ بہر حال رحمت للعٰلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے مقدس شہر میں رات 11 بجے آ پہنچے۔ راستے میں ایک ہوٹل میں کھانا کھاتے ½ گھنٹہ کا وقفہ بھی ہُوا۔ اِدھر بھی بفضلہ تعالیٰ دو کمرے برائے 7 احباب کرایہ لیے گئے۔ دونوں کا کرایہ 150 ریال یومیہ ہے۔ ادھر 13 دن رہائش کا پروگرام ہے۔ آئندہ رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔

صبح سحری کر کے گُنبدِ خضراء کے قریب دست بستہ صلوٰۃ وسلام عرض کیے۔ نمازِ فجر کے بعد پھر مواجہ شریف جا کر پہلے ریاض الجنۃ میں ربِ کریم نے نوافل ادا کرنے کا موقع عطا فرمایا پھر مواجہ شریف پہ کافی دیر تسلیمات عرض کر کے مکان آرام کیا۔

بفضلہ تعالیٰ کل عصر سے موسم میں بوجہ مطلع کی اَبر آلودگی کے کافی تبدیلی ہے۔ چند بوندیں اِدھر مسجد نبوی میں چھتریوں کے نیچے بیٹھے بیٹھے نصیب ہوئیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں میرے محسن و مربّی قبلہ گاہی تشریف فرما ہوا کرتے تھے کہ تلاوت یا درود شریف پڑھتے پڑھتے اگر نگاہوں کو سکون کی طلب ہو روضۂ مقدسہ کا نظارہ ہو جائے۔ حضرت صاحب علیہ رحمت اکثر فرمایا کرتے تھے:

سبز گنبد جو اپنی نگاہوں میں ہے　　　مل گیا مدعا، اور کیا چاہیے

افطاری مسجد نبوی میں مدینہ طیبہ والوں کی طرف سے، نیز زائرین کی طرف سے کرائی جاتی ہے۔ مسجد میں ہی افطاری کی۔ نمازِ مغرب، اوابین، صلوٰۃ غوثیہ پڑھ کر تا عشا حرم پاک میں رہے۔ عشا پڑھ کر واپس جاتے ہوئے فیصل آباد والوں کی انتہائی وسیع دعوتِ طعام "یہاں صرف سری پائے ہی پکائے جاتے ہیں" میں مع حامد نواز صاحب و بابو علی مراد و پروفیسر صاحب کھانا کھایا۔ اس بار تو وہ چائے بھی زائرین کو مفت پلا رہے ہیں۔ ہزاروں عورتیں مرد کھانا چائے پی رہے ہیں۔ کسی قسم کا شور یا بدمزگی کا تصوّر تک نہ ہے۔ بقولِ کسے ؏ شنیدہ کے بوَد مانندِ دیدہ۔ اللہ تعالیٰ آپ تمام بھائیوں کو جلد ہی یہ تمام مناظر دکھائے۔

مکان جانے سے قبل قریب ہی پرانے درویش سلطانی جناب بابا محمد خان قادری کے پاس آئے۔ حضرت صاحب قبلہ کے ساتھ ان کا بڑا ہی پیار تھا۔ بہت خوش ہوئے۔ آپ تمام بھائیوں کے لیے ان سے دعائیں کرائی گئیں۔ واپس آکر آرام کیا۔ ایک بجے شب اُٹھ کر نمازِ تراویح بفضلہ تعالیٰ ادا کی کہ سفر کی تھکاوٹ اور ادائیگیٔ عمرہ کی بھاگ دوڑ کے سبب پاؤں میں درد تھا۔

Marfat.com

آج صبح سوموار سحری کر رہے تھے کہ بابو علی مراد نے اطلاع دی کہ زوردار بارش شروع ہے۔ جب بارش تھمی تو اذانِ فجر (اختتامِ سحری) ہوئی۔ مسجد پاک آئے۔ نمازِ فجر کے بعد پھر چھتریوں والی جگہ پہ آئے تو خوب بارش شروع ہوئی۔ از حد قلبی راحت ہوئی اور ننگے سر میں بارش میں جا ٹھہرا۔ مدینہ کی بارش اور آنکھوں کے سامنے سبز گنبد! یہ کیفیت بیان سے باہر ہے۔ تلاوت، صلوٰۃ اشراق کے بعد اب میں سبز گنبد (جس پہ ابھی ابھی بارش ہوئی، ایسے چمک رہا ہے کہ اس کی چمک میں غلاموں کے دل چمک رہے ہیں) کے نظارہ سے حتی المقدور لطف لے رہا ہوں اور انشاء اللہ ابھی ابھی مواجہ شریف جا کر سلام آپ سب بھائیوں کی طرف سے عرض کروں گا اور مسجد سے باہر آکر آپ کو خط روانہ کروں گا۔

برادرم سلطان حامد نواز صاحب بخیریت ہیں۔ بابو علی مراد، پروفیسر صاحب ہم چاروں ایک کمرہ ہیں۔ سب کی طرف سے تسلیمات۔ آپ تمام بھائیوں کی طرف سے انشاء اللہ ہر بار مواجہ شریف پر تسلیمات عرض کیے جائیں گے۔

سابقہ پروگرام تاریخ واپسی کے بارے 27 نومبر کا پروگرام ہے۔ لیکن صحیح صورت کا پتہ ٹکٹوں کی ری کنفرم ہونے کے بعد لگ سکے گا۔

نور سلطان القادری (دستخط)

مسجدِ نبوی۔ مدینہ منورہ"

عمرہ مبارک 2004ء:

بھکّر کے بعض احباب جو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خاص عقیدت رکھتے تھے اور دربارِ گولڑہ شریف کے مریدین میں سے تھے، نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اصرار کیا کہ آپ اُن کے ساتھ گولڑوی حضرات کے گروپ میں حرمین شریفین کا سفر اختیار فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے حامی بھر لی۔ روانہ ہوتے ہوئے 23 اور 28 نومبر 2004ء کو آپ نے گولڑہ شریف میں سیّد پیر عبد الحق شاہ صاحب حفظہ اللہ سے ملاقات فرمائی۔ کچھ وقت حسن ابدال میں اپنے پیارے مُریدین محمد زمان و حاجی افتخار صاحبان مع برادران، نیز اسلام آباد میں معظم سلیم صاحب کے ہاں قیام فرمایا۔

29 ستمبر 2004ء بمطابق 14 شعبان المعظم 1425ھ کی شب آپ اسلام آباد سے جدہ اور پھر اگلی صبح مکّہ مکرمہ پہنچے۔ یہاں سے 5 اکتوبر بمطابق 20 شعبان کو دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ رمضان المبارک کا پہلا روزہ مدینہ منورہ

Marfat.com

میں نصیب ہوا جبکہ 16 اکتوبر بمطابق 2 رمضان المبارک کو شہرِ نبی ﷺ سے رخصت ہو کر اپنے مرید حافظ محمد ظفر اللہ امجد کے پاس جدہ پہنچے جہاں سے اگلی صبح پاکستان آمد ہوئی۔

اس مبارک سفر کے متعلقہ صفحات ڈائری پر خالی ہیں اور ان میں آپ نے حالات تحریر نہیں فرمائے۔ البتہ ہر صفحہ پر "مکہ مکرمہ" یا "مدینہ منورہ" درج ہے۔ اس سفر مبارک کا کوئی مکتوب بھی میسر نہیں ہو سکا۔ تاہم اس سفر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے رفقاء میں رفیق خان، اقبال خان لاشاری، حافظ شیر زمان، محمد انور آف بستی چھینہ اور محمد طفیل صاحبان کے نام ملتے ہیں۔

عمرہ مبارک 2005ء:

2005ء میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے راولپنڈی کی معروف شخصیت پیر سرکار جی حفظہ اللہ کے گروہ میں سفر مبارک کا قصد فرمایا۔ پیر سرکار جی سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق کچھ یوں تھا کہ راولپنڈی میں ان کے زیر اہتمام محافلِ میلاد النبی ﷺ میں آپ کا خصوصی خطاب ہوا کرتا تھا، نیز ان سے پہلے بھی حرمین شریفین میں ملاقات کے باعث انس پیدا ہو گیا تھا۔ امسال اس امر کا اہتمام کیا گیا کہ شب برات یعنی 15 شعبان المعظم سرزمینِ مقدس میں نصیب ہو جائے۔

11 ستمبر 2005ء بمطابق 7 شعبان 1426ھ کو آپ اسلام آباد سے براستہ جدہ حرمین شریفین کے لیے روانہ ہوئے جبکہ 29 ستمبر 2005ء بمطابق 25 شعبان 1426ھ کو واپس پاکستان پہنچے۔ یہ تواریخ آپ کے پاسپورٹ سے معلوم کی گئی ہیں ورنہ ان ایام میں آپ کے روزنامچوں کے صفحات بالکل خالی ہیں۔ نیز اس عرصہ کا لکھا ہوا آپ کا کوئی مکتوب بھی دستیاب نہیں ہو سکا۔ شاید اس عرصہ میں آپ کی کیفیت ہی ایسی تھی کہ طبیعت بالکل تحریر کی طرف مائل نہ ہوئی تھی۔

یہ سفر مبارک ان دنوں میں پیش آیا جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند حافظ محمد منصور سلطان حفظہ اللہ ایک حادثہ میں کولہے کی ہڈی ٹوٹ جانے کے باعث صاحبِ فراش تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے جواں سال فرزند کی تکلیف سے بے حد ملول تھے۔ یقیناً آپ نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں اپنے فرزند ارجمند کی صحت یابی اور دینی و دنیاوی درجات کی بلندی و خیر کی عظیم ترین حاجات مانگی ہوں گی۔

Marfat.com

آخری عمرہ مبارک 2006ء:

اپنے وصالِ باکمال سے صرف چند ہفتے قبل حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آخری بار حرمین شریفین کی حاضری کا شرف نصیب ہُوا۔ یہ حاضری بھی ذوق و شوق اور جذباتِ رقّت و مودّت سے لبریز تھی۔ یہ سرزمینِ مقدس پر آپ کی آخری جبیں سائی تھی۔ اِس بار حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ علاقۂ دامان خصوصاً گرہ رشید کے رفقا حاجی سَیفل، حاجی احمد زرگر اور حاجی اللہ بخش وغیرہ ہمسفر تھے اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس گروہ نے گولڑوی حضرات کے قافلہ میں سفر کیا۔ رفقائے سفر کے شناختی کارڈ اور پاسپورٹ وغیرہ بنوانے کے لیے حضرت صاحب نے راقم کو خدمت کا شرف بخشا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر اپنے چچا فخرِ کشمیر حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ کی مثال دیا کرتے تھے کہ وہ حج و زیارت کے لیے جانے والے لوگوں کے لیے دَوڑ دھوپ میں مشغول رہنا باعثِ سعادت سمجھتے تھے۔

21 اگست 2006ء بمطابق 26 رجب المرجب 1427ھ کی صبح حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کاشانۂ باھُو (جھوک قریشیاں) سے بھکر تشریف لائے۔ راقم آپ کے ساتھ کار میں حاضرِ خدمت تھا۔ بھکّر میں احبابِ طریقت خصوصاً الحاج محمد حمیدُ اللہ خان نیازی، فقیر محمد سلیم خان اور شاہنواز بھٹی سے رخصت ہو کر اپنے پیارے مُرید عزیز سُلطان (آف گوجرہ) کے ساتھ اسلام آباد آئے۔ یہاں سے مع شاہد زمان گولڑہ شریف آئے جہاں علّامہ پیر سیّد نصیر الدّین شاہ رحمۃ اللہ علیہ و عبد القیوم صاحب سے ملاقات کی۔ شب کو آپ نے حسَن ابدال میں محمد زمان و حاجی افتخار صاحبان کے ہاں قیام فرمایا۔ کئی احبابِ طریقت بشمول محمد ریاض صاحب (آف جوہر آباد)، ملک خداداد صاحب (آف واہ کینٹ / منکیرہ) اور معظم سلیم صاحب (آف شاہدرہ، لاہور) ملنے حاضر ہوئے۔

22 اگست کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسلام آباد سے کراچی اور پھر 23 اگست کو وہاں سے جدّہ پہنچے۔ 23 اگست سے 7 ستمبر تک کے آپ کی ڈائری کے صفحات خالی ہیں، لہٰذا حرمین شریفین کے اس آخری سفر میں آپ کے تفصیلی معمولات و کیفیات میسّر نہیں ہو پائے۔ البتہ 8 ستمبر کے روزنامچہ پر آپ کی یہ تحریر (جس کی لکھائی ظاہر کرتی ہے کہ یہ بعد کے دنوں میں لکھی گئی) ملتی ہے[1]:

> "بفضلہ تعالیٰ صبح افتخار یوسف کے ہاں سحری کی گئی۔ پھر مجھے حرمِ نبوی پہنچا گئے۔ اِدھر تہجد کے بعد نمازِ فجر ادا کی گئی۔ اوابین سے قبل سلام عرض کیا۔ اوابین پڑھکر مع افتخار اور اس کے بھائی عبد الحمید قادری کے ہمراہ

---

[1] روزنامچہ علّامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 8 ستمبر 2006ء

Marfat.com

آثارِ قدیمہ دیکھنے گئے۔ بفضلہ تعالیٰ روحانی تسلّی ہوئی۔ سرِ مبارک کو بوسہ دینے والا پتھر، اونٹنی کے قدموں کے نشان مبارک، کنواں جس میں آپ (ﷺ) نے پانی نوش فرمایا، ادھر وضو کیا۔ شہدائے احد کے مزارات جہاں ہیں وہاں حاضری دی۔ پُرانی جگہ میں 62 صحابہ کرام شہدا کے مزارات ہیں۔ مسجدِ نُور میں نوافل ادا کیے، مسجدِ فتح کی زیارت کی۔

جمعہ کے موقع پہ مسجد میں جلدی آئے کہ 15 شعبان کے سبب جگہ نہ ملنے کا خطرہ تھا۔ ظفر صاحب ادھر ملے۔۔۔ افطاری مسجد میں کی گئی۔ 100 ریال میں گھر والوں کے لیے سامانِ تبرک لیا گیا۔ نمازِ مغرب کے بعد اصغر سُلطانی کے ہمراہ اس کے مکان مع مکمل پارٹی گئے۔ ادھر اس نے نعت پڑھی۔ بندہ نے مختصر گزارشات پیش کیں۔ کھانا کھایا۔ رخصت لے کر مسجد نبوی میں نمازِ عشا ادا کی۔ سلام عرض کیا۔ ریاض الجنّۃ میں نوافل ادا ہوئے۔ ساڑھے 10 بجے قریب چل کر 3 بجے صبح جدّہ آئے۔"

اگلے روز یعنی 9 ستمبر کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے محمد ظفر اللہ امجد صاحب کے ہاں جدہ میں قیام کیا۔ 10 ستمبر کی صبح خالد لطیف بھٹی صاحب کے ہاں ناشتہ کیا اور سہ پہر کی پرواز سے شب اسلام آباد پہنچے۔ اِسلام آباد ایئر پورٹ پر راقم (سُلطان ناصر) اپنے برادرِ عزیز صاحبزادہ ڈاکٹر سُلطان اللہ نواز شاہد حفظہ اللہ، نیز معظم سلیم صاحب و ملک خداداد صاحب کے ہمراہ اسلام آباد ایئر پورٹ پر استقبال کے لیے حاضرِ خدمت تھا۔ رات آپ نے اسلام آباد میں معظم سلیم صاحب کے ہاں قیام فرمایا اور اگلی صبح گھر روانہ ہوئے۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ آخری عمرہ مبارک سے واپسی پر سُلطان ناصر، سُلطان اللہ نواز شاہد اور رفقائے سفر مقدس کے ہمراہ
10 ستمبر 2006ء۔ اسلام آباد ایئر پورٹ

Marfat.com

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ منورہ میں راقم کے نام جو مکتوب تحریر کیا تھا، وہ واپسی پر دستی عطا فرمایا۔ مکتوب کے لفافہ پر شفقت آمیز شعریت میں گُندھی آپ کی مقفّی تحریر موجود ہے۔ احبابِ ذوق ملاحظہ کریں:

"نُورِ چشم راحتِ جان صاحبزادہ محمد نواز المعروف ناصر سلطان حفظہ الرّحمٰن

مِن حوادثِ الزّمان بحرمۃ سیّد الانس والجان صلی اللہ علیٰ النبیّ الامیّ آخر الزّمان

وعلیٰ آلہ وصحبہ الیٰ یوم المیزان۔ المرسل۔ نور سلطان القادری"

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے راقم کے نام اس آخری خط کو ذیل میں من و عن نقل کیا جاتا ہے[1]:

"۷۸٦

عزیزی صاحبزادہ ناصر سلطان سلمہ ربہ الکریم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ کرے آپ مع خورد وکلاں بعافیت ہوں۔

الحمدللہ رب العالمین کہ ربِّ کریم جلّ جلالہ کے فضل وکرم اور اس کے حبیبِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلّم کی رحمتِ کاملہ کے صدقے میں بیت اللہ شریف، بیت الرّسول صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلّم ایک بار پھر حاضری نصیب ہوئی۔ بقولِ جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "خدایا ایں کرم بارے دگر کُن"۔

آپ تمام بھائیوں اور آپ کی تمام بہنوں سمیت مکمل خورد وکلاں کے لیے دل کی گہرائیوں سے دُعائیں کی جاتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ محبوبِ پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے میں آپ سب کو خیرِ دارَین نصیب فرمائے، آمین۔

اِس بار دیارِ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضری کے دوران حمید اللہ قادری سے ملاقات ہُوئی جو اِدھر ریاض میں 20، 25 سال سے ملازم ہیں۔ لاہور کے رہنے والے ہیں۔ وہ تاریخ مدینہ کے نام سے ایک کتاب لکھ چکے ہیں جو لاہور میں طباعت کے مراحل طے کر رہی ہے۔ ان کی معیّت میں بہت ہی قدیم ترین مقدس (مقامات) کی زیارت ہوئی۔ حتیٰ کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے وقت میں سرکارِ دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آرام گاہیں بھی شامل ہیں۔ ایک مکان دیکھا گیا جس کی چھت پہ کھجور کے شہتیر ہیں۔ ادھر آپ مسجد قبا تشریف آوری کے دوران آرام فرمایا کرتے تھے۔ یہ جگہ مسجد قبا کے بالکل ہی قریب ہے۔ اب اس جگہ کو بطور آثارِ قدیمہ کے چاردیواری میں محفوظ رکھا گیا ہے۔ ادھر ایک کنواں ہے جس کا پانی سرکارِ دوعالَم

1 مکتوب علامہ محمد نُور سلطان القادری بنام سلطان محمد نواز ناصر۔ مورخہ ستمبر 2006ء از مدینہ منورہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے نوش فرمایا۔ اس میں اب بورنگ لگا ہُوا ہے۔ اتفاقاً ہماری حاضری کے دوران دروازہ کھلا تھا تو متعلقہ پہرہ دار کی اجازت سے وضو کیا۔ اور قریب ہی مسجد نُور جو ایک تاریخی واقعہ کی یادگار میں بنائی گئی تھی، ادھر نوافل ادا کیے۔ اسی حویلی میں قومِ عاد کا کنواں ہے۔

پھر قادری صاحب ہمیں شہدائے احد کی زیارت گاہ کے قریب ایک پہاڑی میں اس جگہ لے گئے جہاں آپ نے پہاڑی کی غار میں سَر مبارک لگایا تو پہاڑ میں سَر مبارک کا نقش بن گیا تھا۔ اب اس پر سیمنٹ لگا دیا گیا۔ بہر حال وہ جگہ اب بھی نمایاں ہے۔

ایک اور جگہ جو انتہائی حفاظت میں ہے، ادھر بھی حاضری ہوئی تو دروازہ کھلا تھا۔ اجازت لے کر آئے تو آپ کی اونٹنی مبارک کے قدم کے نشان پتھروں میں نمایاں نظر آئے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ پاک سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے وسیلہ جلیلہ آپ تمام بھائیوں بہنوں کو ان مقدس مقامات کی زیارات سے نوازے، آمین۔

پروگرام مطابق انشاءاللہ العزیز اتوار تین بجے شام جدہ سے روانگی ہو گی۔ ظفر صاحب کا اصرار ہے تو ان کے فرمان مطابق انشاءاللہ جمعہ کا مکمل دن اِدھر محبوبِ پاک کی بارگاہ میں گزار کر رات گئے جدہ روانگی ہو گی۔ مزید رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔

آخر میں ایک بار پھر دُعا کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ تمام بھائیوں بہنوں کو خیر دارین سمیت بیت اللہ اور بیت الرّسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بار بار حاضری نصیب فرمائے، آمین۔

عزیزان حفصہ اور غلام باھو سائیں اکثر یاد آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو حفظ و امان میں رکھے، آمین۔ آپ کی والدہ صاحبہ اور اہلیہ منصور سُلطان کے لیے بھی دعائیں کی جاتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو صحتِ کاملہ سے نوازے، آمین۔ طیبہ و نجیبہ کی نرینہ اولاد کی دعائیں ہر جگہ کی جاتی رہیں۔ ربِّ کریم شرفِ قبولیت سے نوازے، آمین۔ منصور سُلطان کی مکمل صحت یابی تو ہر جگہ ہر دعا کا حصہ رہی۔ ربِّ کریم اسے مزید آزمائشوں سے محفوظ فرمائے، آمین۔

والسلام

دعا گو

نور سلطان القادری

حجازِ مقدس

Marfat.com

جمعۃ المبارک 8 ستمبر 2006ء بمطابق 15 شعبان المعظم 1427ھ کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آخری بار دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی معطّر و منوّر فضاؤں میں سانس لی اور اُسی روز رات گئے شہر محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہُوئے۔ اس کے بعد آپ کی آنکھوں نے صرف تین ایام جمعہ دیکھے اور پھر 3 اکتوبر 2006ء بمطابق 9 رمضان المبارک کو روزہ کی حالت میں بار گاہِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیۂ درود و سلام پیش کرتے ہوئے دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔

راقم کو یاد ہے کہ آپ آخری بار زیارتِ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لَوٹے تو طبیعت میں رقّت و گُداز کی کیفیت غیر معمولی طور پر زیادہ تھی۔ جونہی مدینہ منورہ کا ذکر چھڑتا آپ آبدیدہ ہو جاتے اور دورانِ گفتگو زبان لڑکھڑا جاتی۔ ہر وقت بار گاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیۂ درود و سلام پیش کرتے رہتے۔ یہ دُعا بھی کیا کرتے کہ مالک عزّوجلّ آئندہ ایسی حاضری عطا کرے کہ جدّہ وغیرہ نہ جانا پڑے اور سیدھی مدینہ منورہ کی پرواز میسر ہو۔ احباب و عیال کو کیا خبر تھی کہ آپ کی اس دعا کو اِس انداز میں مقبول ہونا تھا کہ درودِ پاک کا ورد کرتے کرتے آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی اور اُسی رمضان المبارک میں عمرہ کرنے والے کئی احباب نے آکر بتایا کہ اُنھوں نے حرمین شریفین میں کئی بار حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ!

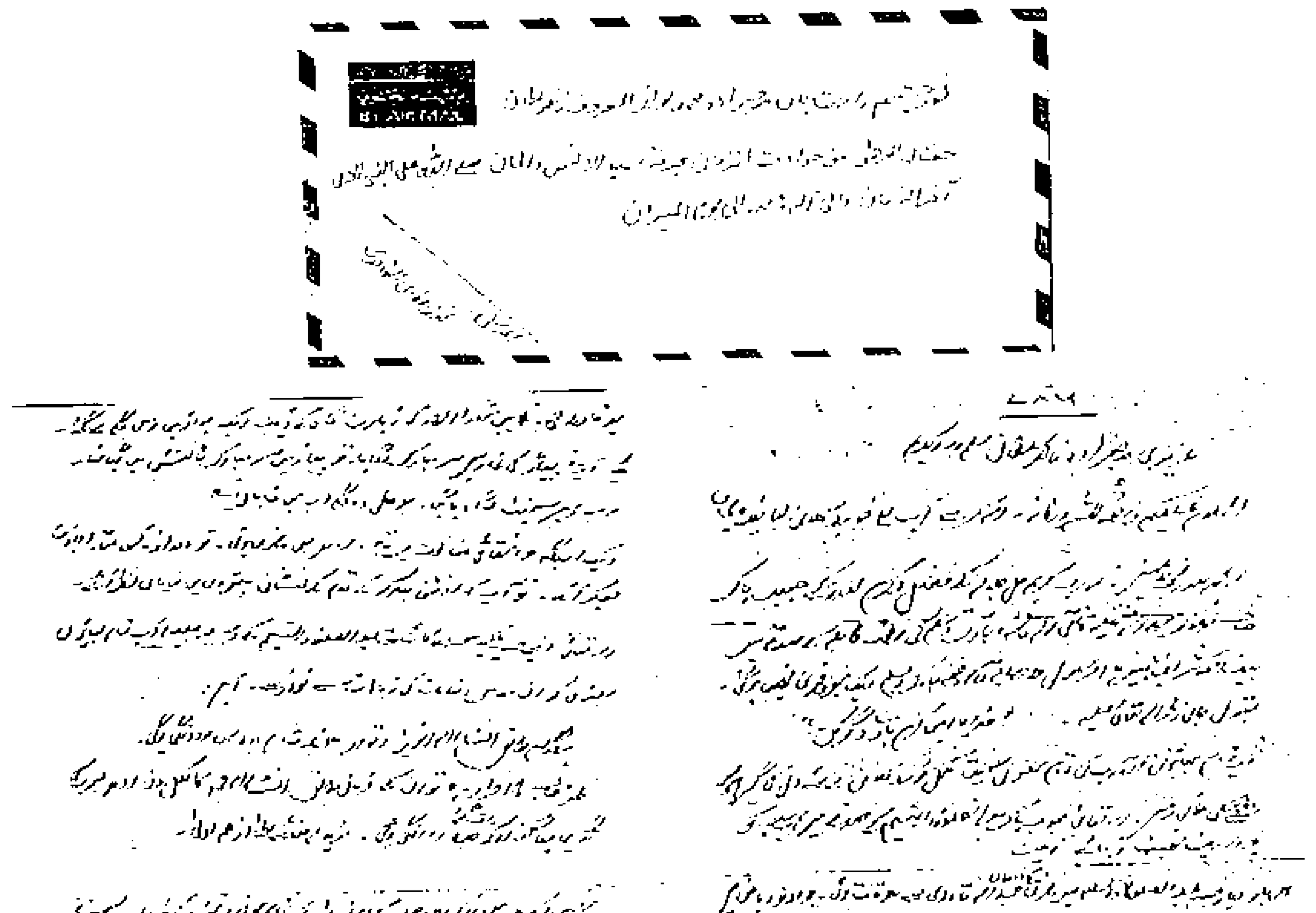

حجاز مقدس سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر کردہ آخری خط کا عکس

Marfat.com

باب ششم

خانوادہ، شخصیت اور وِصال

Marfat.com

باب ششم: خانوادہ، شخصیت اور وِصال

فصلِ اوّل: خانوادہ کا تذکرہ

والدِ ماجد، والدہ ماجدہ، عموی بزرگان،

برادران وخواہران، شادی اور زوجہ محترمہ، اَولاد

فصلِ دوّم: شخصیت وکردار

تاثراتِ اکابرین، حُلیہ، معمولات،

شخصیت، کردار، نفسیاتی تجزیہ

فصلِ سوّم: وفات ومابعد

اواخرِ عمر، آخری دِنوں کی یادیں، آخری شب اور روزِ وفات،

جنازہ اور تدفین، دربارِ سُلطانیہ بھکر

Marfat.com

فصلِ اوّل

خانوادہ کا تذکرہ

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد اور خاندان کا تاریخی پس منظر نیز آپ کے شجرہ میں وارد ہونے والی نمایاں شخصیات کا ذکر باب اوّل میں گزر چکا ہے۔ وہیں حضرت صاحب کی ولادت، بچپن کے واقعات اور اُس دَور کی تہذیب و ثقافت کا طائرانہ جائزہ بھی پیش کر دیا گیا ہے۔ ذیل میں حضرت صاحب کے گھرانہ کے قریبی افراد کا فرداً فرداً تذکرہ پیش کیا جاتا ہے اور ہر تذکرہ کے بعد جہاں مناسب معلوم ہُوا وہاں صاحبِ تذکرہ سے حضرت صاحب کے تعلّق کی نوعیّت پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

والدِ ماجد: حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ حضرت صاحب کے محض والد ہی نہیں بلکہ آپ کی روحانی، علمی اور عملی زندگی کی اہم ترین شخصیت بھی تھے۔ اُن کی ولادت 1913ء میں[1] حضرت سُلطان محمد نواز رحمۃ اللہ علیہ (و:1886ء۔ ف:1938ء) کے ہاں ہوئی۔ کم سن تھے کہ والدہ کی وفات ہوگئی۔ لڑکپن سے ہی نہ صرف صوم و صلوٰۃ کی پابندی بلکہ ریاضت و مجاہدہ حتّٰی کہ چِلّہ کشی تک میں منہمک رہے۔ بیعتِ طریقت اپنے والدِ ماجد سے حاصل کی اور اُنہی سے صوفیائے کرام بالخصوص حکیم سنائی غزنوی، خواجہ فرید الدّین عطار، مولانا جلال الدین رومی اور سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو کی تعلیمات کے درس لیے[2]۔ اُنہی کی معیّت میں دُور دَراز علاقوں بشمول افغانستان (براستہ وزیرستان) کے تبلیغی دَورے بھی کیے۔ بُرہان شریف میں آپ نے حضور سُلطان العارفین کے فیض یافتہ خلیفہ فقیر محمد جی رحمۃ اللہ علیہ (ف:1928ء) سے علومِ دینی و عرفانی کے درس لیے[3]۔

حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ اپنے والدِ ماجد کے حکم پر دربار حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ (ضلع جھنگ) سے مستقلاً جمعہ شریف (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) منتقل ہو کر دربار حضرت سُلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ (ف:1881ء) پر سجادہ نشین

---

[1] مناقب حضرت سُلطان غلام باھُو (مشتمل بہ یک صفحہ)۔ از حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

[2] سُلطان محمد نواز، حیات و تعلیمات۔ ڈاکٹر سلطان الطاف علی۔ باھو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2009ء۔ ص28،29

[3] سہ ماہی "دستگیر" کوئٹہ۔ مدیرِ اعلیٰ: سُلطان ارشد القادری۔ خصوصی شمارہ 2001ء۔ ص55

Marfat.com

حضرت فقیر سلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ

رہے، جس کا پس منظر باب اوّل میں درج ہے۔ تحریکِ آزادئ ہند کے دَوران آپ سیاسی طور پر فعّال رہے اور قیامِ پاکستان کے بعد مملکتِ خُداداد میں نفاذِ شریعت کی کاوشوں میں محو رہے۔ آپ 1953ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت میں بھی سرگرمِ عمل رہے[1]۔ حُبُّ الوطنی کا یہ عالَم تھا کہ 1965ء کی پاک بھارت جنگ کے دَوران اپنی اَراضی کا ایک تہائی سے بیشتر حصّہ قومی دفاعی فنڈ میں وقف کر دیا[2]۔ 1979ء میں پہلی بار اپنے فرزندِ اکبر حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی معیّت میں فریضۂ حج ادا کیا اور بعد ازاں متعدّد بار حج و عمرہ و زیارت کی غرض سے حرمین شریفین کی حاضری سے مشرّف ہوتے رہے۔ کثرتِ اسفارِ مقدسہ کے باعث آپ "سیّاحِ حرمین شریفین" بھی کہلانے لگے۔ دیگر اسلامی ممالک مثلاً عراق اور افغانستان بھی تشریف لے گئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ تصوّر اسمِ ذات کے پختہ کار عامل اور صاحبِ استقامت و کرامت بزرگ تھے۔ آپ کی شخصیت کے نمایاں اوصاف زُہد و تقویٰ، قناعت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، حق گوئی و بے باکی، صبر و شُکر، سادگی، سخاوت، مہمان نوازی اور غریب پروری تھے۔ آپ کی گفتگو کبھی تبلیغ و ارشاد سے ہَٹ کر نہ ہوتی۔ ہر وقت قالَ اللہ اور قالَ رسول اللہ کے ابلاغ میں محو رہتے۔ آپ کی تبلیغات میں اخلاصِ نیّت، خشیّتِ اِلٰہی، اتّباعِ شریعت، صبر و شکر، حصولِ علمِ دین، اتحادِ بین المسلمین، بدیسی تمدّن کی مخالفت، نماز باجماعت، نفاذِ شریعت اور ذکر و فکر خاص طور پر شامل تھیں۔ طریقت میں آپ سب سے زیادہ زور تصوّر اسمِ ذات پر دیتے اور فرمایا کرتے کہ جس دِل میں اسمِ ذات نہ بس جائے وہاں غیر اللہ گھر کر لیتے ہیں۔ قرآنِ مجید کے ساتھ ساتھ اکابر صوفیا کی کتب کا مطالعہ نیز سُلطانُ العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کے قلمی نسخے تیار کرنا آپ کے مرغوب مشاغل تھے۔

آپ نے باقاعدہ طور پر کوئی کتاب تو تصنیف نہیں کی مگر سیکڑوں کی تعداد میں موجود آپ کے مکاتیب تصوّف و عرفان کا ایک عظیم ذخیرہ ہیں۔ اگر بفضلِ ایزدی یہ مکتوبات منظرِ عام پر آجائیں تو مجدِ دِالفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے "مکتوباتِ امامِ ربّانی" کی طرح راہِ طریقت کے مسافروں کے لیے بیش قیمت خزینہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ 7 جنوری 2001ء

---

[1] سوانح حیات فخر کشمیر پیر غلام دستگیر القادری۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ باھُو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2015ء۔ ص 58

[2] مکتوب حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو بنام حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری۔ مورخہ 18 اکتوبر 1965ء۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

Marfat.com

بمطابق 11 شوال المکرّم 1421ھ کو آپ کا وصالِ باکمال ہُوا۔ جمعہ شریف میں ہی روضۂ حضرت سُلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کے جنوب میں آپ کا مزارِ پُرانوار ہے۔

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کے سب سے بڑے فرزند اور دستِ بیعت تھے۔ والد و مُرشد ہی آپ کی زندگی کی اہم ترین شخصیت تھے۔ چونکہ حضرت صاحب کی والدہ آپ کے بچپن میں ہی وفات پا گئیں تھیں، اس لیے والد سے آپ کو نہ صرف پدرانہ شفقت بلکہ مادرانہ محبت بھی ملی۔ والد و فرزند اور پیر و مُرید میں ایسا بے مثال تعلّقِ خاطر تھا کہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ کون محب ہے، کون محبوب۔ ایک عالِم باعمل کے طَور پر آپ اپنے والد کے خوابوں کی تعبیر تھے۔ دونوں کو 1979ء میں ایک ساتھ سعادتِ حج نصیب ہُوئی۔ والدِ ماجد کا جنازہ بھی خود حضرت صاحب نے ہی پڑھایا اور 2001ء میں اُنہی کے صدمۂ فراق سے عارضۂ قلب میں مبتلا ہو گئے جو بالآخر جان لیوا ثابت ہُوا۔ زیرِ نظر کتاب میں جابجا حضرت صاحب کے والدِ مکرّم کا ذکرِ خیر موجود ہے۔

والدہ ماجدہ:

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ کا نام نکاح سے قبل "دُران بی بی" تھا جو کہ نکاح کے وقت "حیات بی بی" کر دیا گیا[1]۔ آپ پٹھانوں کے معروف قبیلہ گنڈہ پُور سے تھیں جن کا سلسلۂ نسب بندہ نواز حضرت خواجہ سیّد محمد گیسو دراز چشتی رحمۃ اللہ علیہ (و: 1321ء۔ف: 1422ء) سے ہوتا ہُوا امامِ عالی مقام حضرت امام حُسین علیہ السلام سے جا ملتا ہے[2]۔ آپ کے والد کا اسمِ گرامی عُمر دراز خان گنڈہ پُور تھا جو کہ ٹانک کے قریب میاں خان میں مقیم تھے۔ کم سنی میں والد کی وفات ہو گئی تو آپ اپنے دو بھائیوں الحاج محمد امیر خان گنڈہ پُور اور عالَم خان گنڈہ پُور نیز دو بہنوں محترمہ زَر بی بی اور محترمہ عائشہ بی بی سمیت کُلاچی میں اپنی پھوپھیوں (والدۂ سردار عنایت اللہ خان گنڈہ پُور اور والدۂ اکبر خان گنڈہ پُور) کے پاس منتقل ہوئیں۔ بعدہ یہ گھرانہ کُلاچی کے محلہ برہ خیل میں مستقل اقامت گزین رہا۔

1938ء یا 1939ء میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والدین کا نکاح ہُوا۔ آستانہ جمعہ شریف کے ایک دیرینہ خدمتگار روایت[3] کرتے ہیں کہ بارات جمعہ شریف سے کُلاچی گئی۔ ایک پردہ دار کجاوے میں صرف دو خواتین ساتھ تھیں۔

---

[1] روایت از محترمہ شفیعہ سلطان بنت حضرت سُلطان غلام باھُو۔ مورخہ 17 ستمبر 2011ء بمقام فیصل آباد

[2] حیاتِ سروری۔ فقیر عبدالحمید سروری قادری۔ کمبائن پرنٹرز، لاہور۔ 1990ء۔ ص 27، 26

[3] روایت از خلیفہ دوست محمد عُرف زَکنا، سکنہ جمعہ شریف۔ مورخہ 23 جون 2008ء بمقام جھوک قریشیاں

Marfat.com

دُلہا ایک سبز گھوڑے پر سوار تھے جبکہ دیگر باراتی پیدل گامزن تھے۔ اِس رشتہ کے حصول کے لیے آستانہ جمعہ شریف کی ایک درویش خادمہ مائی فتح فقیرنی[1] نے سعی کی تھی۔

حضرت صاحب کی والدہ ماجدہ ایک پابندِ صَوم وصلوٰۃ اور سلیقہ شعار خاتون تھیں۔ آپ نہ صرف اُمورِ خانہ داری میں کمال مہارت رکھتی تھیں بلکہ علاقہ کی خواتین کے ساتھ میل جول رکھتیں اور انہیں وعظ و نصیحت کیا کرتی تھیں۔ زائرات کو آپ نہ صرف نماز قائم کرنے کی تاکید کرتیں بلکہ جملہ شرعی معاملات میں اُن کی رہنمائی کرتی تھیں۔ علاقہ کی بچیاں آپ کے پاس باقاعدہ قرآنِ مجید ناظرہ پڑھنے آیا کرتی تھیں۔

ایک بار راقم نے اپنی دادی جان کے متعلق اپنے دادا جان حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ایسی نیک بخت خاتون تھیں کہ شرعی مسائل بیان کرنے بیٹھتیں تو لگتا کسی علمی و مذہبی گھرانے کی دُختر ہیں، سلائی کڑھائی کرتیں تو لگتا ہمیشہ سے یہی فن سیکھتی سکھاتی رہی ہیں، کھانا پکاتیں تو لگتا شاہی محلّات میں پکوانوں کی تربیت لے چکی ہیں۔ ایک اور موقع پر دادا جان حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت اہم واقعہ بیان فرمایا۔ کہنے لگے کہ ایک بار گھر میں کسی معمولی بات پر اَن بَن ہوگئی اور ساتھ ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوگئے۔ کوئی دوا اَثر نہ کر رہی تھی اور طبیعت پر بوجھ لگاتار بڑھتا جا رہا تھا۔ بالآخر آپ نے حضرت سُلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر اِستخارہ کیا تو صاحبِ مزار کی طرف سے اشارہ مِلا کہ: "آپ نے ہماری بَہو کو ناراض کیا ہُوا ہے۔ اُسے مَنالیں، طبیعت بہتر ہو جائے گی"۔ چنانچہ گھریلو ناچاقی ختم ہُوئی تو آپ کی طبیعت مبارکہ بھی بحال ہوگئی۔ اِس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ پر ارواحِ مقدّسہ کی کس قدر نظرِ شفقت تھی۔

آپ کے ہاں ایک بیٹی اور تین بیٹے پیدا ہُوئے۔ دو بیٹے شیر خوارگی میں وفات پاگئے۔ تفصیل حسبِ ذیل ہے:

i.	دُختر	شفیعہ سُلطان	ولادت:1940ء	وفات:2011ء	عُمر:71 سال
ii.	فرزند	علی سُلطان	ولادت:1941ء	وفات:1942ء	عُمر:ایک سال
iii.	فرزند	محمد نُور سُلطان	ولادت:1942ء	وفات:2006	عُمر:64 سال
iv.	فرزند	امیر سُلطان	ولادت:1946ء	وفات:1947ء	عُمر:نَوماہ

---

[1] "مائی فتح" ایک مغرور و متکبر رئیس زادی تھیں جو حضرت سُلطان فتح محمد کی صاحبزادیوں کی کسی کرامت سے متاثر ہوئیں تو خود کو آستانہ عالیہ جمعہ شریف کی خدمت کے لیے وقف کر دیا اور فتح فقیرنی کے نام سے معروف ہوئیں۔ وہ ایک نہایت باصلاحیت، مُستعد اور فعّال خاتون تھیں جو دربارِ عالیہ جمعہ شریف کے انتظامی امور اور لنگر کی خدمت میں چاک و چوبند رہتی تھیں۔ کہتے ہیں کہ آستانہ عالیہ کی خدمت میں دستار پہن کر مردوں کے بھیس میں گھوڑے پر سفر کیا کرتی تھیں۔ 1940ء کی دہائی میں وفات ہُوئی۔

Marfat.com

دوسرے شِیر خوار کی وفات کے ساتھ ہی آپ تپِ دِق (TB) میں مبتلا ہو گئیں۔ مرض جان لیوا ثابت ہُوا اور نتیجتاً آپ شبِ سوموار یکم فروری 1948ء بمطابق 21 ربیع الاوّل 1367ھ کو دارِ فانی سے کوچ کر گئیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡنَ۔ حضرت فقیر سُلطان غُلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ اِس واقعہ کی اطلاع اپنے برادرِ عزیز حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ (جو اُن دِنوں جہادِ کشمیر میں مشغول تھے) کو ایک مکتوب میں یوں تحریر کرتے ہیں[1]:

"... آپ کے مسلسل نوازش نامہ جات کا شکریہ۔ گھر کی تکلیف کی وجہ سے جواب لکھنے میں کوتاہی رہی۔ حقیقت نہ لکھنے میں جھوٹ اور لکھنے میں آپ کے واسطے بھی حالتِ سفر میں باعثِ خفگی ہوتا۔ اب ۲۱ ربیع الاوّل شبِ سوموار کو قدرت نے مادرِ نُور سُلطان کو اِس دارِ فانی کے دائمی تکلیف و عذاب سے نجات دی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡنَ۔ ہمشیرہ صاحبہ کی آمد نہایت مناسب ہو گی۔..."

اپنی والدہ ماجدہ کی وفات کے وقت حضرت صاحب کی عمر صرف 6 سال تھی جبکہ آپ کی واحد ہمشیرہ صاحبہ محترمہ شفیعہ سُلطان 8 سال کی تھیں۔ (قارئین غور کریں کہ سیّدہ بی بی آمنہ کی وفات کے وقت حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری عمرِ مبارک بھی صرف 6 سال ہی تھی)۔ بچپن میں ہی والدہ کی شفقت سے محروم ہو جانا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ایک ناقابلِ تلافی نقصان تھا۔ حضرت صاحب آخری عُمر تک اِس محرومی کا ذکر کیا کرتے نیز اپنی والدہ صاحبہ کے اِیصالِ ثواب کے لیے اذکار، نوافل اور عمرے کیا کرتے۔

حضرت صاحب کی والدہ کی وفات کے بعد آپ کے والدِ ماجد نے عقدِ ثانی خانوادۂ حضرت سُلطان باھُو میں حضرت قاضی پیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کی دُختر سے کیا جن سے پانچ فرزندان (چھٹے فرزند شیر خوارگی میں فوت ہو گئے) اور تین صاحبزادیاں تولّد ہوئیں۔ حُسنِ اتفاق دیکھیے کہ اُن کا اسمِ گرامی بھی حیات بی بی تھا۔ اُن کی وفات 22 مارچ 1977ء بمطابق یکم ربیع الثانی 1397ھ کو حضرت سُلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کے عُرس کے دن ہوئی[2]۔ حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی دونوں ازواج کی مزارات جمعہ شریف میں روضۂ حضرت سُلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ سے متصل مغربی قبرستان میں ساتھ ساتھ ہیں۔ زوجۂ اوّل کی مزار جانبِ مغرب جبکہ زوجۂ دوم کی مزار مشرق کی طرف ہے۔

---

[1] مکتوب حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو بنام حضرت سُلطان غلام دستگیر۔ مورخہ 8 فروری 1948ء۔ مملوکہ سُلطان ارشد القادری

[2] روزنامچہ علامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 22 مارچ 1977ء

Marfat.com

عَموی بزرگان:

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کے عَموی بزرگوں کی ذیل میں آپ کے پانچوں چچاؤں، ایک ماموں اور ایک دیگر بزرگ کے تذکرہ جات زیرِ نظر صفحات میں پیش کیے جاتے ہیں۔ واضح رہے کہ حضرت صاحب کے چچا اگرچہ سگے تو نہ تھے مگر باہمی احترام و محبت کا یہ عالَم تھا کہ سگے سوتیلے کا فرق محسوس نہ ہُوتا۔

۱۔ حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے چچا حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ ایک نابغۂ روزگار اور کثیر الجہت ہستی تھے۔ آپ کی ولادت 14 دسمبر 1919ء کو دربار حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ میں ہُوئی[1]۔ آپ نے بیعتِ طریقت اپنے والدِ ماجد حضرت سُلطان محمد نواز رحمۃ اللہ علیہ سے جبکہ خلافت ایک مایۂ ناز ہستی السیّد پیر اَعز الدّین یُوسُف محمود فیض اللہ الگیلانی والبغدادی رحمۃ اللہ علیہ (و:1905ء۔ ف:1976ء) المعروف پیر آف وانا سے حاصل کی[2]۔ 19 برس کے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اور اپنے گھرانہ کے سربراہ نیز دربارِ حضرت سُلطان نُور محمد و حضرت سُلطان محمد نواز رحمۃ اللہ علیہما کے سجادہ نشین مقرر ہُوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کثیرُ الجہتی کا یہ عالَم تھا کہ بیک وقت ایک شیخ طریقت، مجاہد، شاعر، ماہرِ تعلیم، ماہرِ تعمیرات، ماہرِ سیاسیات و معاشیات ولسانیات، نیز عسکری و ادبی علوم میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ کسی فردِ واحد کا بیک وقت اس قدر متنوّع جہات میں کمال حاصل کرنا ناممکن لگتا ہے مگر آپ کی ذات نے یہ ممکن کر دکھایا۔

حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ دورانِ جہادِ کشمیر

آپ نے تحریکِ پاکستان کے دَوران قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ قیادت آزادئ ہند اور قیامِ پاکستان کے لیے بھرپور کاوشیں کیں۔ پھر جہادِ کشمیر (ستمبر 1947ء تا جنوری 1949ء) میں اپنے ہزاروں مُریدین کو ساتھ لے کر لشکرِ پیر آف وانا کی بطور نائب امیرُ المجاہدین قیادت کرتے ہُوئے شجاعت کے بے مثال جوہر دکھائے۔ آپ کی خدمات کے اعتراف میں حکومتِ آزاد جموں و کشمیر کی جانب سے وزارتِ دفاع نے آپ کو 28 مارچ 1949ء کو "فخرِ کشمیر" کا خطاب دیا[3]۔

---

[1] سُلطان العصر۔ مرتبہ: سلطان ارشد القادری۔ حضرت غلام دستگیر اکیڈمی، پاکستان۔ 1987ء۔ ص16

[2] سہ ماہی "دستگیر" کوئٹہ۔ مدیرِ اعلیٰ: سلطان ارشد القادری۔ شمارہ 1۔ جولائی تا ستمبر 1990ء۔ ص51

[3] سوانحِ حیات فخرِ کشمیر پیر غلام دستگیر القادری۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ باھُو پبلیکیشنز۔ 2015ء۔ ص180، XXVIII۔ (سندِ فخرِ کشمیر کا نمبر 103/D مورخہ 28 مارچ 1949ء، ہے)

Marfat.com

فخرِ کشمیر حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے تعلیماتِ اسلام بالخصوص سلسلۂ قادریہ کی ترویج میں بھی نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ آپ کی تصنیفی خدمات میں سفرنامۂ بغداد (غیر مطبوعہ)، سوانح حیات پیر آف وانا (غیر مطبوعہ)، اسرارِ الٰہیہ اُردو ترجمہ الرّسالۃ الغوثیہ (مطبوعہ 1989ء)، مثنوی روحی منظوم فارسی ترجمۂ رسالہ روحی (مطبوعہ 1991ء)، فارسی مجموعہ کلام "پیرِ مغاں" (مطبوعہ 1979ء) اور اُردو مجموعۂ کلام "تبسّمِ غم" (غیر مطبوعہ) شامل ہیں۔ شاعری میں "ناشاؔد" تخلص تھا۔ آپ نے وزیرستان اور بلوچستان میں متعدد تعلیمی ادارے اور مدارس قائم فرمائے۔

آپ نے 1963ء میں فریضۂ حج ادا کیا اور بعد ازاں متعدد بار حرمین شریفین کی حاضری سے مشرّف ہوئے۔ زیاراتِ مقاماتِ مقدسہ کی غرض سے آپ عراق، ایران اور افغانستان بھی گئے۔ دیگر بیرونِ مُلک اسفار میں کویت اور انگلستان شامل ہیں۔ آپ کا وصالِ باکمال 14 ستمبر 1986ء بمطابق 9 محرم الحرام 1407ھ کو ہُوا۔ آپ کی مزار دربار حضرت سلطان باھُو کے قریب دربار حضرت سُلطان محمد نواز میں مرجع خلایق ہے۔ آپ کی شادی اپنے چچا حضرت سُلطان محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ (ف:1936ء) کی صاحبزادی سے ہُوئی جن سے آپ کے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ بڑے فرزند حضرت سُلطان حامد نواز القادری رحمۃ اللہ علیہ (و:1950ء۔ف:2008ء) آپ کے سجّادہ نشین مقرر ہوئے جبکہ دوسرے فرزند حضرت سُلطان محمد نواز ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ (و:1960ء۔ف:2013ء) نے آپ سے منسوب "حضرت غلام دستگیر اکیڈمی" اور طباعتی ادارہ قائم کیا۔

آپ کے حوالہ سے کی جانے والی تحقیقی و تحریری کاوشوں کا ذکر ملاحظہ ہو۔ حضرت سُلطان ارشد القادری نے آپ کی یاد میں دو کُتب "سُلطانُ المشائخ" (1986ء) اور "سُلطانُ العصر" (1987ء) ترتیب دیں اور 1990ء میں آپ سے موسوم سہ ماہی مجلّہ "دستگیر" کا اجرا کیا جو 11 برس تک طبع ہوتا رہا۔ تاہم اُن کے آخری سالوں کا ضخیم تحقیقی مقالہ "سُلطانُ العصر اور تاریخ پاکستان" تاحال غیر مطبوعہ ہے[1]۔ حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری نے 1986ء میں آپ کے سانحۂ اِرتحال پر عربی، فارسی اور اُردو منظومات کے ذریعہ خراجِ عقیدت پیش کیا اور اِسے "الوداع" نامی کتابچہ کی صورت میں طبع کرایا۔ 2015ء میں حضرت ڈاکٹر سُلطان الطاف علی نے "سوانح حیات فخرِ کشمیر پیر غلام دستگیر القادری" کے نام سے

[1] شہیدِ عشق۔ مرتبہ: سُلطان ناصر۔ مطبوعہ لاہور، 2013ء۔ ص 26، 27

Marfat.com

600 صفحات پر مبنی کتاب تالیف کی جس میں آپ کے روزنامچوں کے تفصیلی اقتباسات بھی شامل ہیں۔ 2016ء میں صاحبزادہ سُلطان محمد بازید القادری نے "مختصر ترین تاریخِ فخرِ کشمیر" کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا جبکہ راقم (سُلطان ناصر) نے "کشمیر، جہادِ کشمیر اور فخرِ کشمیر" کے عنوان سے ایک مقالہ پیش کیا۔

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے عمِ مکرّم فخرِ کشمیر حضرت سُلطان غلام دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ نہایت گہرا قلبی تعلق تھا۔ آپ بطورِ چچا حضرت صاحب کے تعلیمی امور میں مشاورت، زمانۂ طالبعلمی میں سرپرستی، روحانی تربیّت و دُعا، مدارس کی سرپرستی اور خانگی امور میں رہنمائی وغیرہ میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ آپ کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت صاحب کے نکاح میں آئیں۔ آپ نے 1942ء میں اپنے بھتیجے یعنی حضرت صاحب کی ولادت کی خوشی میں فارسی قطعہ لکھا جو آپ کے مجموعۂ کلام "پیرِ مغاں" میں شائع ہُوا جبکہ 1986ء میں آپ کی وفات کے ملال میں حضرت صاحب نے منظومات لکھیں جو اِس کتاب کے باب چہارم کی آخری فصل میں منقول ہیں۔

۲۔ حضرت الحاج سُلطان نُور حُسین القادری رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت صاحب کے دوسرے عمِ مکرّم کا اسمِ گرامی حضرت الحاج سُلطان نُور حُسین القادری رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ آپ کی ولادت 10 جون 1921ء کو[1] دربار حضرت سُلطان باھُو میں ہوئی۔ سلسلۂ قادریہ میں اپنے والدِ ماجد حضرت سُلطان محمد نواز رحمۃ اللہ علیہ سے بیعتِ طریقت حاصل کی[2] اور نوعمری میں اُنہی سے صوفیائے کرام کی تعلیمات خصوصاً فارسی کتب کے درس لیے[3]۔ صرف سترہ برس کے تھے کہ والدِ ماجد انتقال کر گئے اور آپ کے برادرِ بزرگوار حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ زیبِ سجّادہ ہوئے تو آپ نے نہ صرف اُنہیں اولی الامر تسلیم کیا بلکہ تادمِ آخر اُن کی اطاعت، محبت اور معاونت میں کمی نہ آنے دی۔ چونکہ آپ اپنے بھائیوں میں پہلے فرد تھے جنہیں فریضۂ حج کی ادائیگی کا موقع ملا، لہٰذا آپ خانوادہ میں "حاجی صاحب" کے عرف سے معروف ہُوئے۔ آج بھی خانوادہ میں "حاجی بابا" کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔

---

[1] ماہنامہ خبر نامہ "دربار" لاہور۔ حضرت سلطان باھُو کونسل۔ شمارہ جون 2011ء۔ "پانی وچ پتاسا" از سلطان ارشد القادری۔ ص 3

[2] سہ ماہی "دستگیر" کوئٹہ۔ مدیرِ اعلیٰ: سلطان ارشد القادری۔ شمارہ 2۔ اکتوبر تا دسمبر 1990ء۔ ص 30

[3] سلطان محمد نواز، حیات و تعلیمات۔ ڈاکٹر سلطان الطاف علی۔ باھُو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2009ء۔ ص 28، 29

Marfat.com

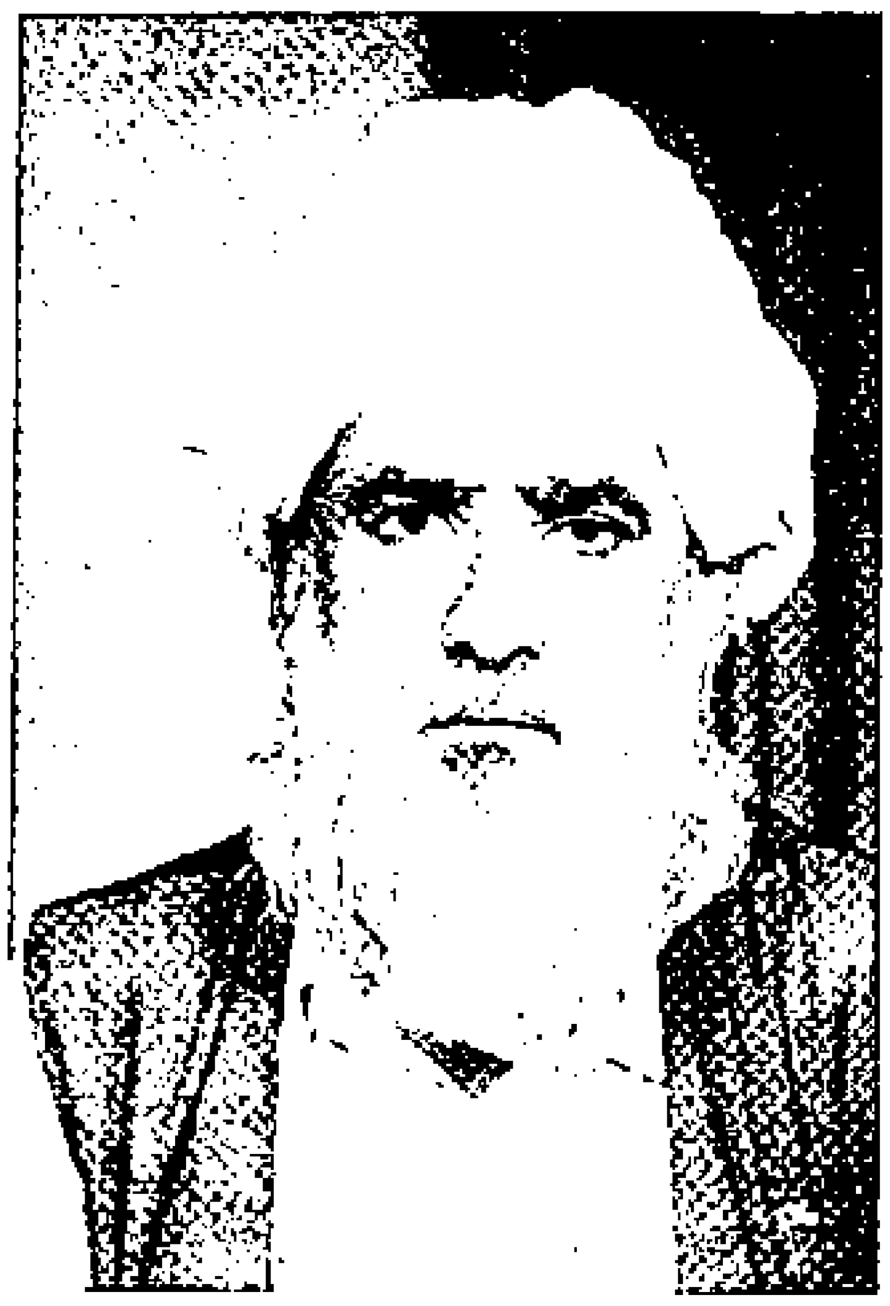
حضرت الحاج سُلطان نُور حسین القادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے متعدد پسماندہ علاقوں میں مدارس قائم فرما کر ایک علمی تحریک شروع کی۔ یہ مدارس بلوچستان کے علاقوں سونگر، قلات، ٹمپل ڈیرہ اور کوئٹہ، سندھ کے شہر جیکب آباد میں اور پنجاب کے علاقہ چولستان بہار میں قائم ہُوئے[1] جن کی تفصیل باب سوم کی فصل دوم میں موجود ہے۔ مزید برآں حضرت سُلطان محمد مشتاق رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد سندھ بلوچستان میں اُن کے قائم کردہ مدارس کا انتظام و انصرام بھی آپ کے سپرد ہُوا جسے آپ تادمِ آخر بخوبی سرانجام دیتے رہے[2]۔ آپ جماعتِ اہلسنّت بلوچستان کے پہلے صوبائی صدر منتخب کیے گئے تھے اور تازیست اِس عہدہ پر متمکن رہے[3]۔ آپ کی کاوشوں سے علمی و ملّی اعتبار سے کئی جیّد ہستیوں کو سندھ بلوچستان کے ان دُور دراز علاقوں میں تبلیغی و اصلاحی دَوروں پر مدعو کیا گیا۔ اِن میں نمایاں اسمائے گرامی حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علّامہ الشاہ احمد نُورانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ 1962ء میں آپ نے حضرت غزالیٔ زماں کو بلوچستان میں مخالف مذہب سے مناظرہ کے لیے بھی مدعو کیا[4]۔ آپ ایک سادہ لوح، متوکّل، قانع، عبادت گزار، صلح جُو، خوش طبع اور بُردبار ہستی تھے۔ اواخرِ عمر میں عارضۂ چشم اور ذیابیطس (diabetes) میں مبتلا ہو جانے کے باوجود تبلیغی و سماجی ذمہ داریوں سے پہلو تہی نہ کیا اور صرف 57 برس کی عمر میں 23 نومبر 1978ء کو جان جاں آفرین کے سپرد کر دی۔ آپ کی مزار دربار حضرات سُلطان نُور محمد و سُلطان محمد نواز رحمۃ اللہ علیہما کے شمال مغربی کونہ میں ہے۔

آپ کی پہلی شادی حضرت قاضی پیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کی دختر سے ہُوئی جو شادی کے آٹھ دس سال بعد فوت ہو گئیں۔ اُن سے آپ کے ایک فرزند سُلطان آفتاب احمد (ف: 1973ء) ہوئے جو سولہ برس کی عمر میں طویل علالت کے بعد وفات پا گئے۔ آپ نے عقدِ ثانی حضرت سُلطان غلام سرور رحمۃ اللہ علیہ کی دُختر سے کیا جن سے آپ کی دو صاحبزادیاں اور دو فرزند ان ہیں۔ صاحبزادہ ڈاکٹر سُلطان محمد حُسین (و: 1961ء) ایم بی بی ایس ڈاکٹر اور بلوچستان کے محکمۂ صحت میں سینئر میڈیکل آفیسر

---

[1] تذکرہ الحاج سُلطان نُور حُسین القادری۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ انجمن عندلیبانِ ریاضِ رسول، دربار حضرت سُلطان باھُو۔ 2001ء۔ ص10

[2] تذکرہ الحاج سُلطان نُور حُسین القادری۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ انجمن عندلیبانِ ریاضِ رسول، دربار حضرت سُلطان باھُو۔ 2001ء۔ ص12

[3] تذکرہ الحاج سُلطان نُور حُسین القادری۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ انجمن عندلیبانِ ریاضِ رسول، دربار حضرت سُلطان باھُو۔ 2001ء۔ ص12

[4] مکتوبِ حضرت سُلطان نُور حُسین القادری بنام علّامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 12 جولائی 1962ء از مستونگ۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

ہیں جبکہ صاحبزادہ محسن سُلطان (و:1968ء) ادیب، افسانہ نگار اور ماہرِ فنونِ لطیفہ ہیں۔ دونوں صاحبان خدمتِ طریقت میں بھی منہمک ہیں۔

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے چچا بزرگوار حضرت الحاج سُلطان نُور حُسین رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ محبت تھی اور وہ بھی آپ پر بے حد شفقت کیا کرتے تھے۔ آپ زمانہ طالبعلمی میں حضرت صاحب کی بہبود کا خیال رکھا کرتے اور بعد ازاں بکثرت جامعہ انوارِ باھُو بھکّر تشریف لے آکر سرپرستی فرمایا کرتے۔ حضرت صاحب نے بلوچستان کے کئی تبلیغی جلسوں میں آپ کے ساتھ سفر کیے۔ راقم کو یاد ہے کہ حضرت صاحب کئی بار آپ کا ذکرِ خیر کیا کرتے اور آپ کی سادگی و نیک نیتی کی مثال دیا کرتے۔ حضرت صاحب بتایا کرتے کہ آپ نہایت خُوش خلق اور نرم گفتار تھے۔ کبھی کسی پر بہت زیادہ ناراض بھی ہو جاتے تو اُسے فقط "بے اَوْدَس" یعنی بے وضو کہنے پر اکتفا کرتے۔ آپ کی ایک صاحبزادی حضرت صاحب کے فرزندِ اکبر کے عقد میں ہیں۔

۳۔ الحاج حکیم سُلطان عُمر دراز القادری رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے چچا حضرت الحاج حکیم سُلطان عمر دراز القادری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 7 جولائی 1933ء بمطابق 14 ربیع الاوّل 1352ھ میں ہوئی[1]۔ صرف پانچ برس کے تھے کہ والد کا سایہ سَر سے اُٹھ گیا، چنانچہ آپ کی پرورش آپ کے برادرِ بزرگوار حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔

حضرت حکیم سُلطان عُمر دراز القادری رحمۃ اللہ علیہ

1944ء میں دربار حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ میں قائم شدہ مدرسہ "چمنِ سُلطانی" میں فقیر صاحب سے عربی، فارسی بنیادی کتب سمیت ادبیات اور ریاضی وغیرہ کے درس لیے۔ 1952ء میں گجرات ہائی سکول سے میٹرک کا امتحان پاس کیا[2]۔ بعد ازاں طبیہ کالج لاہور سے یُونانی حکمت کی تحصیلات کیں اور 1954ء میں زُبدۃُ الحکما و حکیم حاذق کی کامیاب سندات لے کر نکلے[3]۔ آپ کے اساتذہ میں میدانِ طِب کی معروف شخصیت حکیم جلیل احمد کا نام شامل ہے[4]۔ آپ نے موضع حضرت سُلطان باھُو (ضلع جھنگ) اور

[1] خبر نامہ "دربار" لاہور۔ حضرت سُلطان باھُو کونسل۔ شمارہ جولائی 2011ء۔ "پانی وچ پتاسا" از سُلطان ارشد القادری۔ ص 3

[2] سوانح حیات فخرِ کشمیر پیر غلام دستگیر القادری۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی (اعزازِ فضیلت)۔ باھُو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2015ء۔ ص 52، 57

[3] سوانح حیات فخرِ کشمیر پیر غلام دستگیر القادری۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی (اعزازِ فضیلت)۔ باھُو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2015ء۔ ص 60

[4] سُلطان محمد نواز، حیات و تعلیمات۔ ڈاکٹر سلطان الطاف علی۔ باھو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2009ء۔ ص 47

Marfat.com

گنداخہ (اوستہ محمد، بلوچستان) میں "دستگیری شفاخانہ جات" قائم فرمائے جن سے کئی مریضوں کو شفا نصیب ہُوئی۔ آپ کو حجِ بیت اللہ وزیارتِ روضۂ رسول ﷺ کے ساتھ ساتھ ایران و عراق کے مقاماتِ مقدسہ کی زیارات کا شرف بھی حاصل ہُوا[1]۔ آپ ایک معروف پیرِ طریقت بھی تھے اور آپ نے پاکستان کے طول و عرض میں دَورے فرمائے۔

آپ کی وفات 5 دسمبر 2012ء بمطابق 20 محرم الحرام 1434ھ کو ہُوئی اور دربار حضرات سُلطان نُور محمد و سُلطان محمد نواز رحمۃ اللہ علیہما سے ملحقہ غربی برآمدہ میں تدفین ہُوئی۔ آپ کی دو صاحبزادیاں اور سات فرزندان ہیں۔ فرزندان کے نام یہ ہیں: صاحبزادہ سُلطان محی الدّین اظہر (ف:2016ء)، صاحبزادہ سُلطان معین الدین امجد (و:1964ء)، صاحبزادہ سُلطان سیفُ الدّین اکمل (و:1968ء)، صاحبزادہ سُلطان ضیاء الدّین اجمل (و:1971ء۔ف:2012ء)، صاحبزادہ سُلطان نجم الدین عادل (و:1970ء)، صاحبزادہ سُلطان سفیر الدین احمد (و:1973ء)، صاحبزادہ ڈاکٹر سُلطان جلال الدین فیصل (و:1980ء)۔ بعض خوانگی معاملات کے باعث اواخر میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے تعلقات اگرچہ زیادہ خوشگوار تو نہ رہے مگر حضرت صاحب ہمیشہ بطور چچا آپ کی عزت و تکریم کیا کرتے تھے۔

۴۔ حضرت سُلطان محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ:

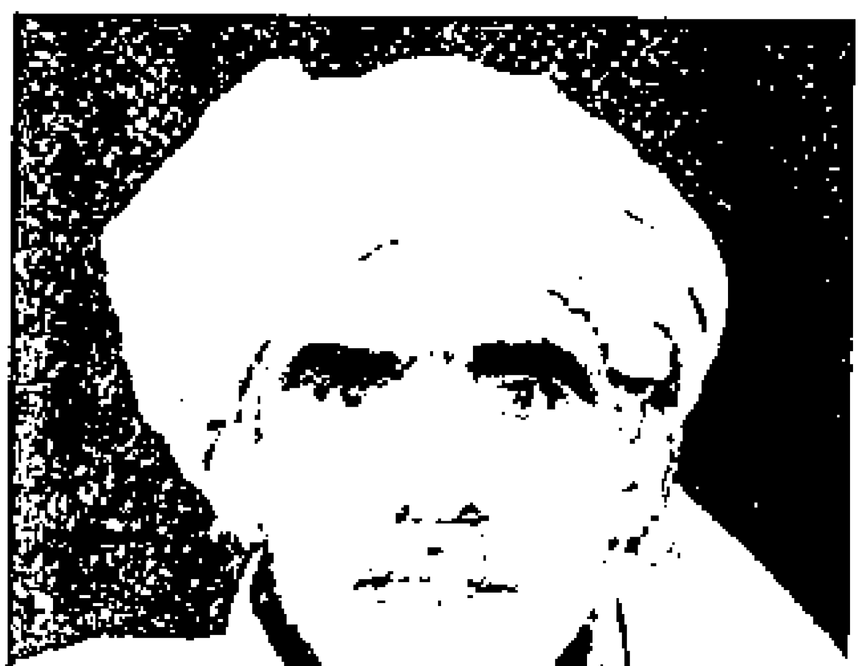

حضرت سُلطان محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چوتھے چچا حضرت سُلطان محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 1934ء میں دربار حضرت سُلطانِ باھُو میں ہُوئی[2]۔ آپ کی والدہ کا تعلق ٹانک کے "گرہ متہ" سے تھا اور آپ اپنی والدہ سے واحد فرزند تھے۔ آپ کے والدِ ماجد حضرت سُلطان محمد نواز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی تو آپ صرف 4 سال کے تھے۔ مزید 12 سال تک آپ اپنے برادرانِ گرامی کے ساتھ دربارِ حضرت سُلطان باھو کے علاقہ میں ہی مقیم رہے اور 1950ء میں شادی کے بعد یہاں سے علاقۂ داماان (موجودہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان اور ٹانک) منتقل ہو گئے[3] اور بالآخر کلاچی کے محلّہ ابراہیم زئی میں ایک پاوندہ سے تقسیمِ ہند سے قبل ہندوؤں کی بنائی ہُوئی ایک نئی حویلی خرید کر وہاں مستقل اقامت اختیار کرلی[4]۔

[1] سلطان العصر۔ مرتبہ: سلطان ارشد القادری۔ حضرت غلام دستگیر اکیڈمی، پاکستان۔ 1987ء۔ ص 29

[2] سہ ماہی "دستگیر" کوئٹہ۔ مدیرِ اعلیٰ: سلطان ارشد القادری۔ خصوصی شمارہ 2001ء۔ ص 61

[3] سوانح حیات فخرِ کشمیر پیر غلام دستگیر القادری۔ ڈاکٹر سلطان الطاف علی (اعزازِ فضیلت)۔ باھُو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2015ء۔ ص 58، 59

[4] روایات از محترمہ ممتاز بی بی بنتِ خدا بخش شیخ (زوجہ حضرت سلطان محمد اشرف)۔ مورخہ 16 ستمبر 2016ء، بمقام کلاچی

Marfat.com

آپ نے اپنے آبائی علاقہ نیز مُلتان سے مڈل تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد طِبِّ یونانی کی کتب کا گہرا مطالعہ شروع کر دیا اور ایک مستند طبیب و حکیم کے طور پر شہرت پائی۔ سرگودھا میں مقیم حکیم سُلطان بشیر احمد ابنِ حضرت سُلطان احمد بخش رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے حکمت کے بعض نہایت اہم نسخے حاصل کیے جبکہ علاقۂ دامان کے حکیم صوفی فیض اللہ اور حکیم ابراہیم خلیل سے بھی طب کے حوالہ سے استفادہ و مشاورت کرتے تھے۔ آپ کے شیخِ طریقت کون تھے؟ اِس بارہ میں تین روایات ملتی ہیں: ۱۔ آپ کے والدِ گرامی رحمۃ اللہ علیہ (مگر اُن کی وفات پر آپ صرف چار برس کے تھے)؛ ۲۔ حضرت پیر السیّد زین الدّین آغا الگیلانی رحمۃ اللہ علیہ؛ اور ۳۔ حضرت پیر السیّد محمد انور شاہ الگیلانی حفظہ اللہ۔ آپ تصوّرِ اسمِ ذات شریف کے راسخ عامل تھے۔ آپ نے کئی علاقوں میں سلسلۂ طریقت کی خدمت کی، تاہم آپ کے مُریدین زیادہ تر علاقۂ دامان، اُسترانہ، ایف آر شیرانی، وزیرستان، ژوب، مُلتان اور کوٹ ادو میں مقیم ہیں۔ آپ کی طبیعّت میں جلال اور دُرشتی کا عنصر غالب تھا تاہم غربا و مساکین کے لیے نہایت رحم دل تھے۔[1]

اواخرِ عمر میں آپ خمیدہ کمر ہو گئے اور پھر فالج کا حملہ ہو گیا۔ 12 نومبر 1979ء بمطابق 2 محرم الحرام 1400ھ کو صرف 45 سال کی عُمر میں واصل بحق ہُوئے۔ کُلاچی کے محلہ برہ خیل میں آپ کی رہائش گاہ کے قریب آپ کی مزار مرجعِ خلایق ہے۔ آپ کی شادی کوٹ نواز (ضلع ٹانک) کے اخوند بابا کی اولاد میں ہُوئی تھی جن سے آپ کی تین صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے ہُوئے۔ آپ کے ایک بیٹے اور دو بیٹیوں کی کم عمری میں ہی وفات ہو گئی۔ پھر آپ کے واحد فرزند صاحبزادہ محمد مشرف سُلطان (و:1955ء۔ ف:1986ء) عین جوانی میں صرف 31 سال کی عمر میں صرف ایک فرزند صاحبزادہ مصوّر سُلطان (و:1976ء) کو چھوڑ کر دُنیائے فانی سے رخصت ہو گئے۔ صاحبزادہ مصوّر سلطان حفظہ اللہ جو کہ عالَمِ شیر خوارگی میں والدہ کھو بیٹھے تھے اور پھر تین برس کی عمر میں دادا جبکہ دس برس کی عمر میں والد کے سایہ سے بھی محروم ہو گئے، کی پرورش و تربیّت اُن کی نہایت باہمّت و باصلاحیّت دادی محترمہ ممتاز بی بی نے کی۔ مصور سُلطان نے ایم اے اُردو اور ہومیوپیتھی ڈپلومہ کیا۔ آپ حکمت میں دلچسپی کے ساتھ ساتھ NADRA میں ملازمت کرتے ہیں اور خدمتِ طریقت میں منہمک ہیں۔

حضرت صاحب علامہ محمد نور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ اپنے چچا حضرت سُلطان محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کی تکریم کرتے اور اُن سے رابطہ رہتا۔ صاحبزادہ مشرف سُلطان رحمۃ اللہ علیہ تو جامعہ انوارِ باھُو بھکّر میں حضرت صاحب سے زیرِ تعلیم بھی رہے۔ صاحبزادہ مصوّر سُلطان حفظہ اللہ جو کہ حضرت صاحب کے بھانجے بھی ہیں، حضرت صاحب کو بے حد عزیز تھے۔ حضرت صاحب ہمیشہ اُن کی دلجوئی ملحوظِ خاطر رکھتے اور اُن کے زیرِ اہتمام کُلاچی میں ہونے والے سالانہ عُرس مورخہ 11، 12 نومبر میں باقائدگی سے شرکت وخطاب فرماتے۔

---

[1] روایات از مصوّر سُلطان القادری ابن حضرت مشرّف سُلطان القادری۔ مورخہ 15 دسمبر 2011ء بمقام جھوک قریشیاں

Marfat.com

۵۔ پروفیسر ڈاکٹر سُلطان الطاف علی حفظہ اللہ:

حضرت ڈاکٹر سُلطان الطاف علی حفظہ اللہ

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے چچا حضرت ڈاکٹر سُلطان الطاف علی حفظہ اللہ کی ولادت 3 مارچ 1938ء بمطابق یکم محرم الحرام 1357ھ کو دربار حضرت سُلطان باھُو میں ہُوئی۔ کم و بیش چالیس روز کے تھے کہ والدِ ماجد انتقال فرما گئے لہٰذا آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے برادرِ بزرگوار حضرت سُلطان غلام دستگیر فخر کشمیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ آپ نے بیعتِ طریقت السیّد پیر طاہر علاؤالدّین الجیلانی والبغدادی رحمۃ اللہ علیہ (و:1932ء۔ ف:1991ء) سے حاصل کی[1]۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے بی اے آنرز، ایل ایل بی، ایم اے سیاسیات، ایم اے فارسی اور پھر پی ایچ ڈی کی۔ آپ کے مقالہ ڈاکٹریٹ کا عنوان "اَحوال و آثارِ فارسیِ حضرت سُلطان باھُو و نظری در افکارِ وی" تھا جسے سُلطانُ العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ پر لکھے جانے والے پی ایچ ڈی سطح کے پہلے مقالہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

1968ء میں آپ ویسٹ پاکستان پبلک سروس کمیشن سے منتخب ہو کر بلوچستان کے لیکچرر / پروفیسر کیڈر میں تعینات ہُوئے۔ آپ تین دہائیوں تک بلوچستان کے مختلف کالجز میں بطور لیکچرار، اسسٹنٹ پروفیسر، پروفیسر اور پرنسپل کے تدریسی و انتظامی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران آپ کی تعیناتی کوئٹہ، فورٹ سنڈیمن، مستونگ، بارکھان، اوستہ محمد اور خضدار کے کالجوں میں رہی۔ 1993ء تا 1996ء بلوچستان ٹیکسٹ بُک بورڈ کے چیئرمین رہے جہاں آج بھی آپ کی راستبازی اور دیانتداری کو مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ 2000ء میں حکومتی ملازمت سے ریٹائر ہُوئے۔[2]

آپ علمی دُنیا میں ایک محقق تصوّف، مترجم اور سوانح نگار کے طور پر اپنا مقام راسخ کر چکے ہیں۔ ڈاکٹریٹ کے لیے پیش کردہ فارسی مقالہ کا اُردو ترجمہ پہلے "باھُو نامہ" اور پھر "مرآتِ سُلطانی" کے نام سے شائع ہُوا جو کہ حضرت سُلطانِ باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے انسائیکلوپیڈیا کا درجہ رکھتا ہے۔ سرائیکی ابیاتِ باھُو کے متن کو تحقیقی نکتہ نظر سے درست کر کے منظرِ عام پر لانا آپ کا ایک اور اہم علمی کام ہے۔ نیز آپ کی تالیف "ابیاتِ باھُو مع ترجمہ و شرح" متعدد بار طبع ہو کر اہلیانِ علم سے دادِ تحسین حاصل کر چکی ہے۔ تحقیق کے میدان میں آپ کی دیگر کتب "بیست و پنج قرنِ روابطِ فرہنگیِ پاکستان و ایران"،

---

[1] سُلطان محمد نواز، حیات و تعلیمات۔ ڈاکٹر سلطان الطاف علی۔ باھو پبلیکیشنز۔ لاہور۔ 2009ء۔ ص 48، 49

[2] ماہنامہ خبر نامہ "دربار" لاہور۔ حضرت سُلطان باھُو کونسل۔ شمارہ اپریل 2011ء۔ ص 4، 5

Marfat.com

"مختصر تاریخ تصوف وصوفیائے بلوچستان" اور "حسین بن منصور حلاج" ہیں جبکہ اقبالیات میں آپ کی تالیف "تفہیم خودی" طبع ہو چکی ہے۔ آپ کے تحقیقی مقالہ جات متعدد مجلّوں میں شائع ہو چکے ہیں اور کئی سیمینارز میں پڑھے جا چکے ہیں جنہیں 2011ء اور 2012ء میں باھُو پبلیکیشنز نے جمع کر کے "باھُو شناسی" (جلد اوّل و دوم)، "تصوّف (علم صوفی)" اور "برکاتِ سیرتُ النبی ﷺ" کے ناموں سے شائع کیا۔ اِسی طرح آپ کے فارسی مقالات کا مجموعہ "نقش ہائے وفا" کے نام سے طبع ہُوا۔ بطورِ مترجم آپ نے حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی کتب "دیوانِ باھُو"، "رسالہ رُوحی"، "شمسُ العارفین"، "اورنگِ شاہی" اور "سُلطانُ الوھم" کے اُردو تراجم جبکہ سیف ہَروی کی کتاب "تاریخ نامۂ ہرات" کا اردو ترجمہ کیا۔ معاصر بزرگوں کی سوانح اور تذکار سے بھی آپ خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ اِس ضمن میں آپ کے تین کتابچے "پیر آف وانا"، "پیر پوٹھوہار" اور "تذکرہ الحاج سُلطان نور حُسین القادری" جبکہ دو ضخیم کُتب "سُلطان محمد نواز، حیات و تعلیمات" اور "سوانح حیات فخر کشمیر پیر غلام دستگیر القادری" منظرِ عام پر آچکی ہیں۔

آپ سعادتِ حج بیتُ اللہ و زیاراتِ روضۂ رسول ﷺ سے مشرّف ہو چکے ہیں۔ کئی بیرونی ممالک مثلاً ایران، افغانستان، بھارت، مراکش، کشمیر اور اٹلی کے اسفار اختیار کر چکے ہیں۔ آپ متعدد اعزازات اور ایوارڈز حاصل کر چکے ہیں جن میں صدارتی ایوارڈ "اعزازِ فضیلت" بھی شامل ہے جو 2000ء میں عطا کیا گیا۔ آپ کئی سماجی، علمی اور روحانی تنظیموں کی سرپرستی بھی فرما رہے ہیں۔ آپ نہ صرف اپنی علمی خدمات کے پیشِ نظر بلکہ اپنے شخصی اوصاف کے حوالہ سے بھی ایک ادارہ کا درجہ رکھتے ہیں۔ آپ ایک باشرع، متوکّل اور راہِ اعتدال پر چلنے والے صوفی باصفا ہیں۔

حضرت سُلطان محمد مشتاق اور صاحبزادہ سُلطان الطاف علی۔ 1960ء کی یادگار تصویر

آپ کی شادی حضرت سُلطان محمد مُشتاق القادری رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی صاحبزادی سے ہُوئی جن سے آپ کے چار فرزندان ہُوئے۔ صاحبزادہ سُلطان محمد مشتاق سالم (و:1978ء) گریجوئیشن کر کے طریقت کے ساتھ ساتھ سیاست کے میدان میں قدم رکھ چکے ہیں اور باھُو پبلیکیشنز کے نام سے اِدارہ قائم کر کے اپنے والدِ ماجد کی کتب کی اشاعت میں مشغول رہتے ہیں، جبکہ صاحبزادہ ڈاکٹر سُلطان کاشف علی (و:1979ء) ایران سے ایم بی بی ایس اور ایم ڈی کرنے کے بعد نیوروسرجری میں ایم ایس کر کے جناح ہسپتال لاہور میں بطور نیوروسرجن خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ دو چھوٹے

Marfat.com

فرزندان سُلطان غلام دستگیر ثانی (و:1993ء) اور سُلطان رضا علی (و:1998ء) محوِ حصولِ علم ہیں۔

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ڈاکٹر سُلطان الطاف علی حفظہ اللہ اگرچہ رشتہ کے اعتبار سے چچا بھتیجا تھے مگر عمر میں صرف چار برس کا فرق تھا اور دونوں کے بیچ بچپن سے ہی بے تکلفانہ دوستی کے خوشگوار مراسم چلے آرہے تھے۔ راقم کے پاس ہر دو کے درجنوں مکاتیب محفوظ ہیں جو ایک خونی رشتہ سے بڑھکر ذہنی ہم آہنگی و ہمفکری کے غماز ہیں۔ البتہ دونوں میں بعض علمی اور تحقیقی موضوعات پر کہیں کہیں اختلافِ رائے بھی رہا۔ حضرت صاحب کی ایک صاحبزادی آپ کے فرزندِ اکبر کے عقد میں ہیں۔

۶۔ حضرت سُلطان محمد مُشتاق القادری رحمۃ اللہ علیہ:

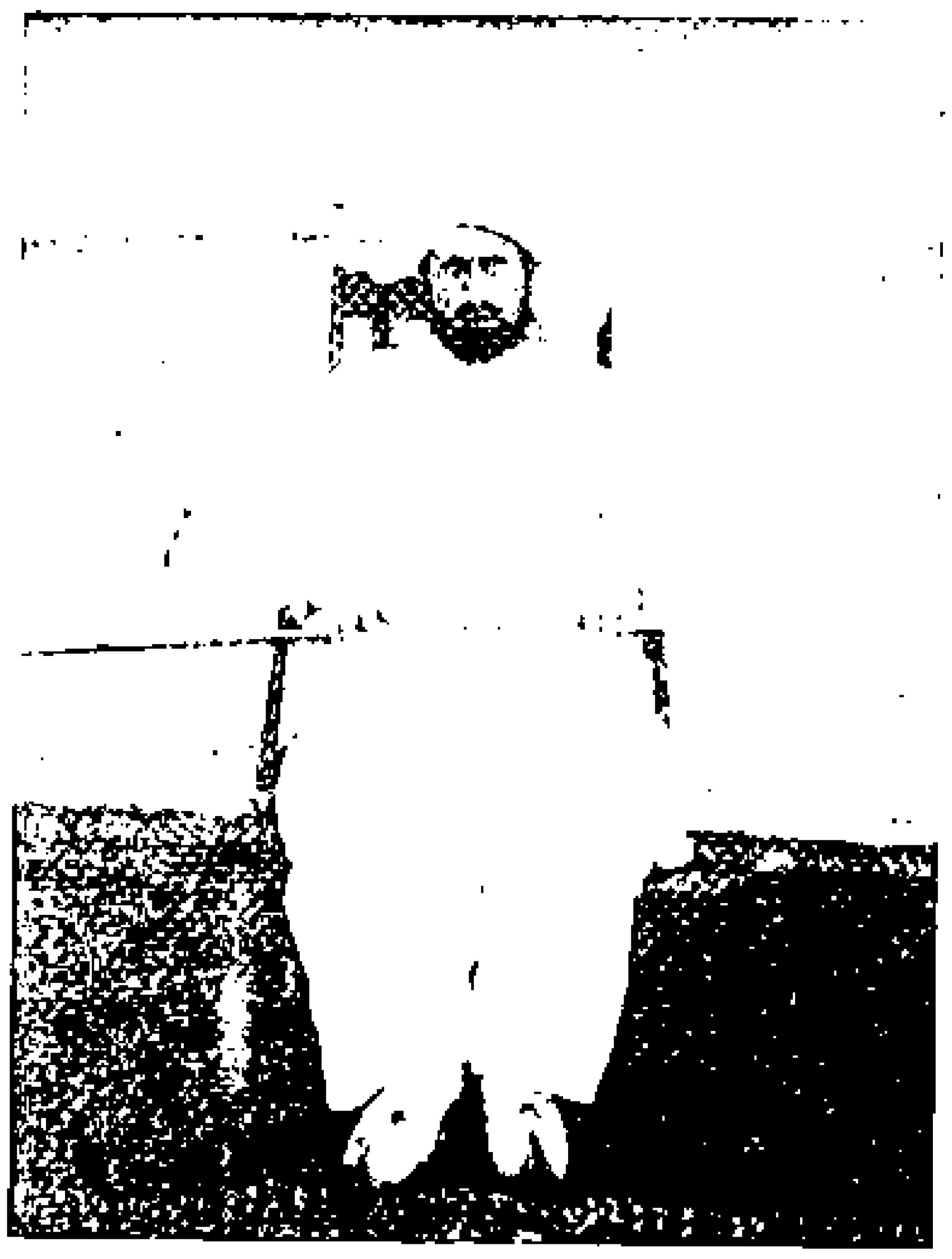

حضرت سُلطان محمد مُشتاق القادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت صاحب کے چچا نہیں بلکہ والد کے چچازاد بھائی تھے۔ مگر ایک تو حضرت صاحب کی زندگی میں آپ کا کردار نہایت نمایاں ہے اور دوسرا یہ کہ آپ کی سوانح پر تاحال کوئی تحقیقی مضمون تک منظرِ عام پر نہیں آیا لہٰذا اِس فصل میں آپ کا جُداگانہ تذکرہ پیش کرنا لازمی معلوم ہوتا ہے۔

حضرت سُلطان محمد مُشتاق القادری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 1929ء میں ہُوئی[1]۔ دو بہنوں کے اِکلوتے بھائی تھے۔ صرف سات سال کے تھے کہ والدِ ماجد حضرت سُلطان محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ 1936ء میں انتقال کر گئے[2] جس کے دو سال بعد آپ کے شفیق تایا حضرت سُلطان محمد نواز رحمۃ اللہ علیہ بھی دارِ فانی سے کُوچ کر گئے تو برادری کی سربراہی آپ کے چچا زاد بھائی حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ کو تفویض ہُوئی اور بعدہ آپ ہمیشہ اُن کو اپنا رہنما تسلیم کیے رہے۔ 1946ء کے عام انتخابات میں آپ نے اُنہی کی رہنمائی میں کانگرس کے خلاف مسلم لیگ کے اُمیدواروں کے حق میں دوڑ دھوپ کی[3] اور یوں محض 17 سال کی عمر میں تحریکِ پاکستان کے غازی ہونے کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے بیعتِ طریقت السیّد پیر اَعزُ الدّین یُوسف محمود فیض

---

[1] ماہنامہ خبرنامہ "دربار" لاہور۔ حضرت سُلطان باھُو کونسل۔ شمارہ اگست 2011ء۔ "پانی وچ پتاسا" از سُلطان ارشد القادری۔ ص 3

[2] سُلطان محمد نواز، حیات و تعلیمات۔ ڈاکٹر سلطان الطاف علی۔ باھو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2009ء۔ ص 21

[3] روایت از حضرت سُلطان ارشد القادری۔ مورخہ 4 مئی 2012ء، بمقام فیصل آباد۔ بحوالہ غیر مطبوعہ کتاب "سُلطان العصر و تاریخ پاکستان"

Marfat.com

اللہ الگیلانی والبغدادی رحمۃ اللہ علیہ (و:1905ء۔ ف:1976ء) سے کی اور ملک بھر کے دُور دراز علاقوں میں سفر کر کے پیامِ طریقت کو عام کیا۔ بالخصوص آپ کی خدمات پنجاب کے علاقہ تھل، خیبر پختونخواہ کے علاقہ دامان جبکہ بلوچستان کے علاقوں موسیٰ خیل، سبّی اور بھاگ ناڑی میں قابلِ ذکر ہیں[1]۔ آپ ایک مخلص شیخِ طریقت اور مذہب و مسلک کا درد رکھنے والے ایک فعّال شخص تھے جنہیں اگرچہ زندگی نے زیادہ مہلت تو نہ دی مگر حیاتِ مُستعار کو آپ نے انتھک محنت سے یادگار بنا دیا۔

حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی برادری یعنی اولادِ حضرت سُلطان غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ (ف:1892ء) کی مشاورت سے آپ کو بھکّر میں واقع دربار حضرت سُلطان سردار بخش شہید رحمۃ اللہ علیہ کا سجادہ نشین مقرر کیا اور اِس منصب کو آپ نے تادمِ آخر بخوبی سنبھالا[2]۔ آپ نے 1961ء، 1962ء اور 1963ء میں بالترتیب بھکّر، بھاگ اور ڈھاڈر میں مدارسِ انوارِ باھُو قائم فرمائے[3] اور زندگی کے باقی سال انہی مدارس کی فلاح پر صَرف کر دیے۔ آپ کی پہلی شادی اپنے چچا حضرت فیض سُلطان رحمۃ اللہ علیہ (ف:1973ء) کی صاحبزادی سے جبکہ دوسری شادی اپنے تایا حضرت سُلطان محمد نواز رحمۃ اللہ علیہ (ف:1938ء) کی صاحبزادی سے ہُوئی۔ آپ کی چھ صاحبزادیاں ہُوئیں مگر کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ دو صاحبزادے سُلطان محمد حیات طاہر اور سُلطان بدر مُشتاق تولّد ہُوئے مگر دونوں شیر خوارگی کے عالَم میں بالترتیب 1963ء اور 1966ء میں فوت ہوگئے[4]۔ ساتھ ہی آپ ذیابیطس (diabetes) میں مبتلا ہوگئے جس کے باعث پُشت پر نکلنے والا ایک پھوڑا (جسے مقامی زبان میں کھکھر کہتے ہیں) خطرناک صورت اختیار کر گیا۔

حضرت سُلطان محمد مشتاق القادری رحمۃ اللہ علیہ نے 1967ء کے اوائل میں اپنی بگڑتی ہوئی صحت، اولادِ نرینہ کی غیر موجودگی اور مدرسہ انوارِ باھُو کے گوناگوں انتظامی و تدریسی مسائل کو دیکھ کر یہ خواہش کی کہ حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کو بھکّر لا کر اپنے جملہ امور اُن کے سپرد کر دیں۔ حضرت صاحب کے والدِ ماجد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کسی صورت اپنے فرزند کو بھکر منتقل کرنے پر آمادہ نہ تھے مگر حضرت سُلطان محمد مشتاق القادری رحمۃ اللہ علیہ کا پُر زور اصرار اِس قدر محبت آمیز اور رِقّت لبریز تھا کہ اُنہیں ماننا پڑا۔ 30 اپریل 1967ء کو حضرت سُلطان محمد مُشتاق

---

[1] کتبہ دربار سُلطان محمد مُشتاق القادری، بھکّر۔ رقم کردہ: ڈاکٹر سُلطان الطاف علی

[2] اشتہار بعنوان "مسئلہ سجادہ نشینی دربارِ عالیہ حضرت سُلطان سردار بخش رحمۃ اللہ علیہ (بھکّر) کی اصل حقیقت"۔ حضرت سُلطان غلام دستگیر فخر کشمیر۔ اشاعت 11 مئی 1975ء

[3] مرآتِ سُلطانی۔ ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ باھو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2006ء (اشاعتِ سوم 2013ء)۔ ص 190

[4] جانشینِ سُلطان العصر حضرت سُلطان حامد نواز القادری۔ سُلطان ارشد القادری۔ حضرت غلام دستگیر اکادمی، پاکستان۔ 2008ء۔ ص 9

Marfat.com

القادری رحمۃ اللہ علیہ نے دیگر اکابرِ خانوادہ کے ہمراہ جامعہ انوارُ العلوم مُلتان میں حضرت صاحب کی دستارِ فضیلت کی تقریب میں شرکت فرمائی[1] اور 14 جون 1967ء کو جامعہ انوارِ باھُو بھکّر کا جملہ انتظام وانصرام حضرت صاحب کو سونپ دیا۔

اگست 1967ء میں حضرت سُلطان محمد مشتاق القادری رحمۃ اللہ علیہ نے دامان کے راستے وزیرستان اور ژوب کے گرمائی تبلیغی دَورے کا قصد کیا تو آپ کی طبیعت نہایت ناساز تھی۔ چنانچہ سفر میں آپ کے ہمراہ حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سُلطان حامد نواز القادری رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ حضرت سُلطان محمد مشتاق کے بھانجے تھے) بھی روانہ ہُوئے۔ دَورانِ سفر آپ کی طبیعت لگاتار بگڑتی چلی گئی اور بالآخر دَم کَشی کی تکلیف کے بعد 21 اگست 1967ء بمطابق 14 جمادی الاوّل 1387ھ کو سہ پہر چار بجے بلوچستان کے علاقہ مانڑی خواہ میں آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ آپ کے اِس آخری سفر کی داستان نیز حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ کے تعلّقِ خاطر کی تفصیلات جو راقم نے حضرت صاحب کے روزنامچوں اور مکاتیب سے اخذ کی، اِس کتاب کے باب سوم کی پہلی فصل میں ملاحظہ کریں۔ نیز حضرت سُلطان ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ نے راقم کو بتایا تھا کہ حضرت سُلطان حامد نواز القادری رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ تب محض سترہ سال کے تھے مگر اُنہوں نے اپنے مہربان ماموں کے آخری ایام کی تفصیلی یادیں رقم کی تھیں۔

حضرت سُلطان محمد مشتاق القادری رحمۃ اللہ علیہ کے جسدِ خاکی کو مانڑی خواہ سے کوئٹہ اور پھر وہاں سے متعدّد افرادِ خانوادہ کے ساتھ دربار حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ چاہ سمندری لایا گیا۔ بلوچستان کے الحاج مولوی شرف الدین نے آپ کا جنازہ پڑھایا اور دربارِ حضرت سُلطان نُور محمد و حضرت سُلطان محمد نواز رحمۃ اللہ علیہما میں آپ کو اُس مقام پر امانتاً دفن کیا گیا[2] جہاں اب آپ کے بھانجے حضرت سُلطان حامد نواز القادری رحمۃ اللہ علیہ مدفون ہیں۔ اِسی اثنا میں حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ نے بھکّر جاکر حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایات کے مطابق مزارِ حضرت سُلطان سردار بخش رحمۃ اللہ علیہ سے دَس پندرہ گز جنوب مشرق میں حضرت سُلطان محمد مشتاق القادری رحمۃ اللہ علیہ کی آخری آرامگاہ کے لیے ایک دیدہ زیب حجرہ (محل) تعمیر کرایا[3] جس میں آپ کی تدفینِ ثانی 29 دسمبر 1967ء کو ہُوئی۔ آپ کا مزار اَب وہیں مرجع خلائق ہے۔ حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے لیے "مُشتاقِ شریعت" کا لقب تجویز کیا۔

---

[1] روزنامچہ سُلطان غلام دستگیر فخرِ کشمیر۔ مورخہ 4 اپریل 1967ء

[2] ڈائری سُلطان غلام دستگیر فخرِ کشمیر۔ سال 1967ء

[3] مکتوباتِ علّامہ محمد نُور سُلطان القادری بنام فخرِ کشمیر سُلطان غلام دستگیر القادری۔ مورخہ 7 اکتوبر، 23 نومبر، 2 دسمبر، 10 دسمبر، 14 دسمبر 1967ء

Marfat.com

۷۔الحاج محمد امیر خان گنڈہ پُور رحمۃ اللہ علیہ:

الحاج محمد امیر خان گنڈہ پُور رحمۃ اللہ علیہ

الحاج محمد امیر خان گنڈہ پُور رحمۃ اللہ علیہ حضرت صاحب کے ماموں تھے۔ آپ کا تعلق گنڈہ پُور خاندان سے تھا جن کا سلسلۂ نسب بندہ نواز حضرت سیّد گیسو دراز چشتی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ آپ کی ولادت ستمبر 1911ء میں عمر دراز خان گنڈہ پُور کے ہاں ٹانک کے قریب "میاں خان" میں ہُوئی۔ کم عمر تھے کہ والد فوت ہو گئے لہٰذا اپنے بھائی عالَم خان گنڈہ پُور اور تین ہمشیرگان سمیت کُلاچی میں اپنی پھوپھیوں کے ہاں منتقل ہو گئے اور پھر اواخرِ عمر تک کُلاچی کے محلہ برہ خیل میں اقامت گزیں رہے۔ آپ کے چھوٹے بھائی عالَم خان (یا عبدُ الوھاب خان) گنڈہ پور جوانی میں ایک بار موجودہ ہندوستان کی طرف بغرضِ تجارت گئے اور پھر اُن کی کوئی خبر نہ آئی (شاید وہیں وفات پا گئے)۔

الحاج محمد امیر خان گنڈہ پُور رحمۃ اللہ علیہ متعدد صفاتِ حسنہ سے متّصف علاقہ کی ایک نمایاں شخصیت تھے۔ آپ ایک قادرُ الکلام شاعر، خطّاط، ماہرِ تعلیم، دانشوَر اور عابد و زاہد شخصیّت تھے۔ تحریکِ پاکستان کے دَوران اگرچہ علاقہ میں کانگرس کے حامی لوگوں کا خاصا زور تھا مگر آپ نے عملاً مسلم لیگ اور قیامِ پاکستان کے لیے تگ و دَو کی۔ آپ نے شاعری کے ذریعے بھی رائے عامہ کو قیامِ پاکستان کے حق میں ہموار کرنے کی سعی کی۔ آپ زمینداری کے ساتھ ساتھ تعلیم و تدریس سے وابستہ رہے اور مڈی گیٹ کُلاچی کے قریب واقع گورنمنٹ پرائمری سکول کے ہیڈ ماسٹر کے طور پر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ایک بار کلاچی میں سیلاب آیا تو آپ نے نہایت جانفشانی سے سکول کے جملہ اثاثہ جات کی حفاظت کی جس کے اعتراف کے طور پر محکمہ نے آپ کو انتظامی دیانتداری کی خصوصی سند سے نوازا۔

آپ تلاوتِ قرآنِ مجید کی کثرت کیا کرتے اور اکثر عبادت و ریاضت میں محو رہتے۔ آپ ایک صاحبِ کرامت بزرگ بھی تھے۔ کہتے ہیں ایک بار آپ کا پوتا قیوم نواز خان پشاور سے کُلاچی واپس پہنچا تو بتایا کہ اُس کا اٹیچی کیس جس میں قیمتی ساز و سامان بھی تھا، بس میں چوری ہو گیا۔ جب پیارے پوتے نے نہایت پریشانی کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا: "پریشان مت ہو، تمہارا اٹیچی کیس وہ لڑکا لے گیا ہے جو شکر دَرہ کے قریب بس سے اُترا تھا"۔ چنانچہ قیوم نواز خان چند دیگر لوگوں کے ساتھ

Marfat.com

فوراً شکر درہ کی طرف روانہ ہُوئے۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک لڑکا اُسی اٹیچی کیس سے نکالا ہُوا ایک قمیص پہن کر گھوم رہا تھا۔ لہٰذا اُسے پہچان کر اپنا سامان بازیاب کرالیا گیا۔[1]

الحاج محمد امیر خان گنڈہ پُور رحمۃ اللہ علیہ کی کثیر اولاد ہُوئی مگر اکثر بچے کم عمری میں ہی وفات پاگئے۔ آپ کے ایک فرزند حمید خان جو بچپن کے ایک حادثہ میں شہید ہو گئے تھے، آپ کو بہت ہی عزیز تھے۔ آپ کی اولاد میں تین فرزندان اور ایک دُختر ہی بڑی عمر کو پہنچے۔ فرزندان کے اسمایہ ہیں: الحاج عبدُ العزیز خان گنڈہ پُور رحمۃ اللہ علیہ (و:1935ء۔ف:2008ء)، الحاج محمد نواز خان عرف عبد الرشید خان گنڈہ پُور رحمۃ اللہ علیہ (و:1940ء۔ف:2002ء) اور عبد الرّحمان خان عرف حزب اللہ خان گنڈہ پُور حفظہ اللہ (و:1950ء)۔ اوّلُ الذکر زمینداری سے جبکہ مؤخر الذکر دونوں شعبۂ تعلیم سے وابستہ رہے۔ اِن تینوں صاحبان کی اولاد مختلف شعبہ ہائے زندگی میں خدمات سرانجام دے رہی ہے۔

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ اپنے ماموں جان کی بہت تکریم کیا کرتے تھے اور آپ کو اپنے ننہال سے نہایت اُنس تھا۔ جیسا کہ باب اوّل میں ذکر کیا گیا، حضرت صاحب چھجڑی سے پرائمری کرنے کے بعد مڈل تک کُلاچی میں اپنے ماموں کے ہاں رہ کر تعلیم حاصل کرتے رہے۔ پھر حضرت صاحب کے تینوں بیٹوں اور ایک بھائی نے بھی ابتدائی تعلیم اِسی گھرانہ میں رہ کر حاصل کی۔ حضرت صاحب تادمِ آخر اپنے مذکورہ بالا ماموں زاد بھائیوں سے نہایت محبت آمیز تعلق قائم کیے رہے۔ آپ کے مدرسہ کے جلسے ہوتے، مناظرے ہوتے یا خوانگی خوشی غمی کے مواقع، یہ حضرات خصوصاً الحاج عبد العزیز خان گنڈہ پُور آپ کے شانہ بشانہ خلوص و محبت کے ساتھ موجود رہتے۔ مزید بر آں حضرت صاحب کے اپنے خالہ زاد برادران شیخ عبدُ الحنان (آف لُونی)، شیخ عبدُ الحنان (نائب تحصیلدار، آف موسیٰ زئی)، شیخ عبدُ القیوم اور شیخ شیریں صاحبان، نیز خالہ زاد بہنوں سے بھی خوشگوار خانگی مراسم رہے۔

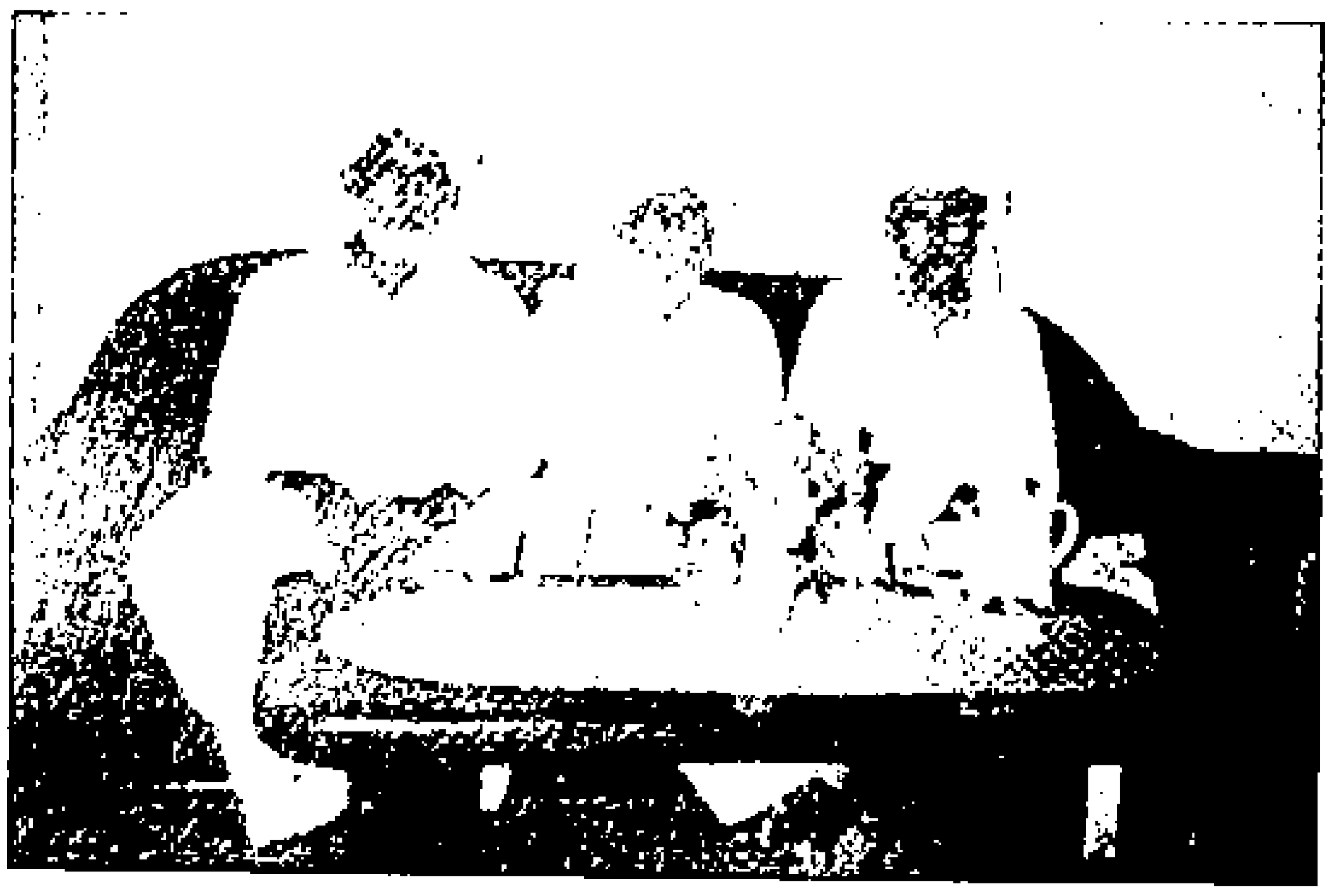

الحاج عبدُ العزیز خان گنڈہ پُور، عبد الرّشید خان گنڈہ پُور، حزب اللہ خان گنڈہ پُور
(حضرت صاحب کے انتہائی پیارے ماموں زاد بھائی)

[1] روایات از جناب حزب اللہ خان گنڈہ پُور ابن الحاج محمد امیر خان گنڈہ پُور۔ مورخہ 28 نومبر 2015ء

Marfat.com

برادران:

حضرت صاحب علّامہ محمد نور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کے دو سگے بھائی تھے اور دونوں ہی شیر خوارگی میں لقمۂ اَجل بن گئے۔ ان کے نام علی سُلطان (و:1941ء۔ف:1942ء) اور امیر سُلطان (و:1946ء۔ف:1947ء) تھے۔ 1948ء میں آپ کی والدہ ماجدہ کی وفات ہوگئی تو بعد ازآں آپ کے والدِ ماجد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے نکاحِ ثانی کیا جن سے اللہ عزّوجلّ نے اُنہیں پانچ فرزندان عطا فرمائے (جبکہ چھٹے صاحبزادہ سُلطان عبد السّلام بچپن میں ہی فوت ہوگئے)۔ ذیل میں حضرت صاحب کے پانچوں بھائیوں کے اجمالی تذکرے پیش کیے جاتے ہیں[1]۔

ا۔ صاحبزادہ محمد حنیف سُلطان القادری حفظہ اللہ:

صاحبزادہ محمد حنیف سُلطان القادری حفظہ اللہ

آپ کی ولادت 27 اپریل 1955ء کو ہُوئی۔ ابتدائی تعلیم چھجڑی سے حاصل کی اور مڈل کا امتحان پہاڑ پُور سے پاس کیا۔ میٹرک ایم سی ہائی سکول بھکّر سے کیا اور اِس دَوران آپ کا قیام حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ سیادت جامعہ انوارِ باھُو بھکّر میں رہا۔ ایف اے کوئٹہ سے کیا اور اس دَوران اپنے چچا پروفیسر سُلطان الطاف علی صاحب حفظہ اللہ کی زیرِ سرپرستی رہے۔ بعد ازاں طبیہ کالج لاہور چلے گئے اور وہاں سے چار سالہ کورس کر کے 1978ء میں فارغ التحصیل ہُوئے۔ جمعہ شریف میں آپ نے مطب قائم کیا جس کے فیض سے اللہ عزّوجلّ نے سیکڑوں مریضوں کو شفا بخشی۔ آپ علاقہ کے غریبوں کو بلا معاوضہ یا بلا منافع طبی سہولیات دیتے۔

آپ کے والدِ ماجد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے گھرانہ کی بیشتر سیاسی و سماجی ذمہ داریاں آپ کے سپرد کر رکھی تھیں۔ آپ نے اپنے برادرِ بزرگوار یعنی حضرت صاحب کے شانہ بشانہ عملی سیاست میں پہلا قدم 1979ء میں رکھا جب بلدیاتی انتخابات میں حضرت صاحب ممبر ضلع کونسل جبکہ آپ ممبر یونین کونسل منتخب ہوئے۔ 1984ء کے بلدیاتی انتخابات میں آپ ممبر ڈسٹرکٹ کونسل منتخب ہُوئے جبکہ 2000ء/2001ء میں ایک بار پھر یونین ناظم منتخب ہُوئے۔ آپ کو ڈیرہ اسماعیل خان کے سرکاری دفاتر اور کچہریوں میں اکثر علاقہ کی غریب عوام کی دادرَسی کے لیے تگ و دَو کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ سماجی خدمت اور طب کے ساتھ ساتھ آپ زراعت سے بھی خاص شغف رکھتے ہیں۔

---

[1] پانچوں صاحبزادگان کے تذکرہ جات میں حالاتِ زندگی کے لیے خود اُنہی سے استفادہ کیا گیا جبکہ تواریخ وغیرہ کے لیے حضرت صاحب کے روزنامچوں نیز سُلطان ارشد القادری کی تحقیقات مطبوعہ مجلہ "دستگیر" 2001ء اور خبرنامہ "دربار" 2011ء سے مدد لی گئی۔

Marfat.com

آپ نے بیعتِ طریقت اپنے والدِ ماجد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر کی اور آج کل آستانہ عالیہ جمعہ شریف میں سلسلۂ طریقت کی خدمت میں سرگرمِ عمل ہیں۔ آپ کو سال 2000ء میں اپنے والد و مُرشد کے ساتھ حاضریٔ حرمین شریفین کی سعادت بھی نصیب ہُوئی۔ 1979ء میں آپ کی شادی اپنے چچا حضرت سُلطان محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہُوئی جن سے آپ کی پانچ صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے ہُوئے۔ فرزندان کے اسمایہ ہیں: صاحبزادہ سُلطان عبدُالقادر (و:1980ء)، صاحبزادہ محمود سُلطان (و:1982ء)، صاحبزادہ زین سُلطان (و:1989ء)۔

۲۔صاحبزادہ سُلطان نُور احمد القادری حفظہ اللہ:

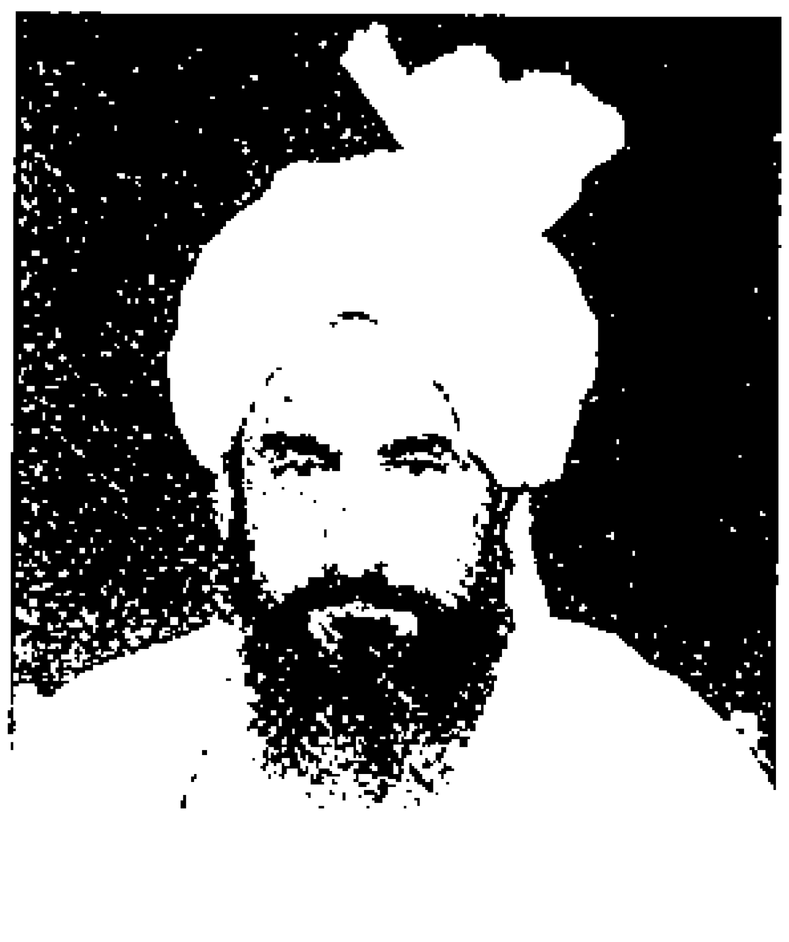

صاحبزادہ سُلطان نُور احمد القادری حفظہ اللہ

آپ کی ولادت 28 جنوری 1960ء کو ہُوئی۔ ابتدائی تعلیم جمعہ شریف، چھجڑی اور پہاڑپُور سے حاصل کر کے تین سال بھکّر میں مقیم رہے اور 1977ء میں ڈسٹرکٹ پبلک سکول بھکّر سے مڈل کا امتحان پاس کیا۔ اِسی دَوران آپ نے حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ سرپرستی جامعہ انوارِ باھُو بھکّر میں درسیات کی ابتدائی کتب مولانا محمد شریف ضیائی اور مولانا محمد رفیق سے پڑھیں۔ بعدہ آپ مستقلاً آستانہ عالیہ جمعہ شریف میں اپنے والدِ ماجد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہنے لگے۔ انہی کی وساطت سے فارسی کے صوفیانہ ادب سے رُوشناس ہُوئے اور اُن کے ساتھ متعدد علاقوں بشمول دامان، تھل، اَپر پنجاب، وزیرستان اور لورالائی وغیرہ کے تبلیغی دورے کیے۔ اپنے والدِ ماجد کی معیّت میں پہلا عمرہ 1992ء میں کیا جبکہ 1993ء میں دوسرے عمرہ کے موقع پر مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی اپنے والدِ ماجد کے دستِ حق پرست پر بیعتِ طریقت حاصل کی۔ آپ کو چھ بار اپنے والد و مُرشد کی رفاقت میں جبکہ چھ بار اُن کے وصال کے بعد حرمین شریفین کی حاضری کا شرف ملا۔ آپ بطور پیرِ طریقت خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور آستانہ عالیہ جمعہ شریف میں انتظامِ لنگر اور تعمیری کاوشوں میں فعّال رہے ہیں۔

آپ علاقہ کی بلدیاتی سیاست میں بھی حصّہ لیتے رہے ہیں اور بطور چیئرمین یونین کونسل لُنڈہ شریف، چیئرمین زکوٰۃ کمیٹی یونین کونسل، ممبر ضلعی زکوٰۃ کمیٹی اور جنرل کونسلر لُنڈہ شریف کے خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔ آپ تحصیل پروآ میں جماعتِ اہلسنّت کے حوالہ سے بھی فعّال رہے ہیں نیز سماجی امور مثلاً عوامی تنازعات کے تصفیہ جات، اور ہسپتال، تھانہ، کچہری وغیرہ میں بھی اہلِ علاقہ کے امور میں منہمک رہتے ہیں۔ 1983ء میں آپ کی شادی اپنے چچا حضرت حکیم

Marfat.com

سُلطان عُمر دراز رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہُوئی جن سے آپ کی دو صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے ہُوئے۔ فرزندان صاحبزادہ سُلطان نُورُ الدّین احمر (و:1988ء) اور صاحبزادہ سُلطان محمد دین عماد (و:1991ء) ہیں۔

۳۔ صاحبزادہ حافظ سُلطان نُور اِلٰہی حفظہ اللہ:

صاحبزادہ حافظ سُلطان نور الٰہی حفظہ اللہ

آپ کی ولادت 17 اکتوبر 1963ء کو ہُوئی۔ تعلیم کی ابتدا حفظِ قرآنِ مجید سے کی۔ اِس دوران آپ جھپڑ شریف کی عالی مرتبت شخصیت علامہ میاں خُدا بخش رحمۃ اللہ علیہ (فاضلِ مُرادآباد و اجمیر شریف) کے ہاں عثمان گنج لاہور میں زیرِ تعلیم و تربیت رہے۔ صرف 13 سال کی عمر میں 10 دسمبر 1976ء کو لاہور میں ہی بطورِ حافظِ قرآن آپ کی دستار بندی ہُوئی۔ حضرت صاحب علامہ محمد نور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے برادرِ خورد کی دستار بندی کی اس یادگار تقریب میں لاہور جاکر شرکت کی۔ حفظِ قرآن کے بعد آپ کچھ عرصہ بھکر کے ایک سکول میں پڑھتے رہے اور پھر گورنمنٹ ہائی سکول نمبر 3 (خالصہ سکول) ڈیرہ اسماعیل خان سے میٹرک کی۔ اس کے بعد آپ طبیہ کالج خوشاب میں چار پانچ برس زیرِ تعلیم رہے اور طبِ یونانی کا کورس 1987ء / 1988ء میں مکمل کیا۔ اس دوران آپ جوہر آباد میں حضور سُلطانُ العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ مُرید حافظ خان محمد صاحب کے ہاں مقیم رہے۔

آپ خوشاب سے واپس آئے تو آپ کے والدِ ماجد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنی اور آستانہ عالیہ کی خدمت پر مامور فرمالیا، چنانچہ آپ لگاتار زائرین کے قیام وطعام اور خدمت میں سرگرم رہے۔ آپ کو اپنے والدِ ماجد نے عالَمِ رویا میں بیعت فرمایا اور پھر ظاہری بیعت کے بغیر ہی اِذن و اذکار عطا کیے۔ آپ کے تبلیغی دورے زیادہ تر تھل، مُلتان، وزیرستان اور لکی مروت وغیرہ میں ہوتے ہیں۔ آپ کو اپنے سلسلۂ طریقت کے کئی اکابر سے متعلق کشف و کرامات کی داستانیں یاد ہیں جو اکثر آپ سے سُننے کو ملتی ہیں۔ اپریل 2000ء میں آپ کی شادی حضرت محمد اقبال سُلطان رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہُوئی جن سے آپ کی ایک دُختر تولّد ہوئیں۔

۴۔ صاحبزادہ سُلطان محمد عاشق حفظہ اللہ:

آپ کی ولادت 18 دسمبر 1970ء کو ہُوئی۔ صرف چھ برس کے تھے کہ والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا۔ چنانچہ حضرت صاحب علامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ آپ کو اپنے ماموں الحاج محمد امیر خان گنڈہ پُور کے ہاں کُلاچی لے گئے

Marfat.com

صاحبزادہ سُلطان محمد عاشق حفظہ اللہ

تاکہ وہاں آپ کی تعلیم و تربیت ہو اور اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ رہنے سے والدہ کی جُدائی کا غم غلط ہو۔ پس میٹرک تک دَس برس آپ نے کُلاچی میں ہی قیام کیا۔ اس کے بعد جمعہ شریف واپس آئے تو ڈگری کالج نمبر 1 ڈیرہ اسماعیل خان سے FA اور BA کیا۔ اسی دوران آپ نے درابن کے جمشید نایاب صاحب سے علمی استفادہ کیا۔ پھر دو برس تک آپ نے CRBC کے ساتھ کام کرنے والی چینی و پاکستانی تعمیراتی کمپنیوں سے وابستہ ہو کر سِوِل انجینئرنگ کا تجربہ حاصل کیا۔ بعد ازاں آپ نے گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان سے علومِ اسلامیہ میں MA کی ڈگری نمایاں نمبروں میں حاصل کی۔ ایم اے میں آپ کے تحقیقی مقالہ کا عنوان تھا "محبت، اطاعت اور تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"۔

1996ء میں آپ نے باھُو پبلک سکول جھوک قریشیاں کی بنیاد رکھی، 1997ء میں سانجھ پبلک سکول لُنڈہ شریف کے بنا کُنندگان میں شامل ہُوئے اور 1998ء میں غوثیہ پبلک سکول جمعہ شریف قائم کیا۔ مؤخر الذکر اِدارہ کا انتظام و انصرام اور تدریس تاحال آپ کی مرکزی مصروفیت ہے۔ آپ کے جمعہ شریف میں سکول قائم کرنے سے علاقہ بھر کے افراد کا اپنے بچوں کو تعلیم دلوانے کے حوالہ سے مثبت رجحان پیدا ہُوا۔ یہ اس علاقہ کا پہلا نجی سکول تھا اور اسے ایک مِشن سمجھتے ہُوئے آپ محدود وسائل کے باوجود بڑی ہمّت سے چلائے ہُوئے ہیں۔

2000ء / 2001ء کے بلدیاتی انتخابات میں آپ یونین کونسل لُنڈہ شریف کے نائب ناظم اور ممبر تحصیل کونسل منتخب ہُوئے۔ مزید بر آں مقامی مصالحتی کمیٹی کے رُکن کے طور پر بھی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ 2002ء میں آپ کی شادی خانوادۂ عالیہ کے صاحبزادہ محبوب سلطان سلیم ابن حضرت سُلطان بشیر احمد رحمۃ اللہ علیہ (ساکن ضلع سرگودھا) کی صاحبزادی سے ہُوئی جن سے آپ کی ایک صاحبزادی اور دو صاحبزادگان ہیں۔ فرزندان کے نام صاحبزادہ سُلطان محمد باھُو (و:2006ء) اور صاحبزادہ سُلطان احمد باھُو (و:2011ء) ہیں۔

۵۔ صاحبزادہ حافظ سُلطان عبدُالودود حفظہ اللہ:

آپ کی ولادت 12 جولائی 1972ء کو ہُوئی۔ صرف پانچ برس کی عمر میں والدہ کی رحلت کا صدمہ دیکھنا پڑا۔ 1979ء سے 1989ء تک عثمان گنج لاہور میں میاں صاحبان کے ہاں محوِ تعلیم و تربیت رہے۔ وہیں سے آپ نے کم عمری میں ہی حفظِ قرآن مکمل کیا اور قرات و تجوید کے درس بھی لیے۔ ابتدائی عصری تعلیم بھی لاہور ہی سے حاصل کی۔ 1989ء میں

Marfat.com

صاحبزادہ حافظ سُلطان عبدُالودود حفظہ اللہ

جمعہ شریف واپس آکر مڈل اور میٹرک کے امتحانات دراِبن خورد سے پاس کیے اور پھر ڈگری کالج نمبر 1 ڈیرہ اسماعیل خان سے FA کیا۔ جمعہ شریف میں آپ کے والدِ ماجد حضرت فقیر سُلطان غلام باھو رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو قرآن خوانی کے ساتھ ساتھ آستانہ عالیہ پر لنگر کی خدمت پر متعین رکھا۔ 1996ء میں آپ نے محکمہ انہار CRBC میں ملازمت اختیار کرلی جو تاحال (2016ء) جاری ہے۔ خوش قسمتی سے آپ کو اپنے عظیم المرتبت والدِ ماجد کی آخری علالت کے ایام میں اُن کی خصوصی خدمت اور قُرب کی سعادت حاصل رہی۔

اپریل 2000ء میں آپ کی شادی حضرت محمد اقبال سُلطان رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہُوئی جن سے آپ کی ایک صاحبزادی اور دو صاحبزادے تولد ہوئے۔ فرزندان کے نام صاحبزادہ مامون سُلطان (و:2004ء) اور صاحبزادہ عمار سُلطان (و:2007ء) ہیں۔

خواہران:

حضرت صاحب علامہ محمد نور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی والدہ سے صرف ایک بہن جبکہ دوسری والدہ صاحبہ سے تین بہنیں تھیں جن کا اجمالی تذکرہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

محترمہ شفیعہ سُلطان   حضرت صاحب کی اکلوتی سگی ہمشیرہ تھیں۔ آپ اپنے والدین رحمۃ اللہ علیہما کی پہلی اولاد تھیں اور آپ کی ولادت جمعہ شریف میں غالباً 1940ء میں ہُوئی۔ 1948ء میں اپنی والدہ   کی وفات پر آپ تقریباً 8 برس کی اور حضرت صاحب 6 برس کے تھے۔ دونوں بہن بھائی شفقتِ مادرانہ سے محروم ہو کر اپنے والدِ ماجد حضرت فقیر سُلطان غلام باھو رحمۃ اللہ علیہ کے اور ایک دوسرے کے زیادہ قریب ہو گئے۔ شاید یہ پٹھان ماں کی آغوش کا اثر تھا کہ دونوں بہن بھائی میں جرات و شجاعت کا پہلو ہمیشہ نمایاں رہا۔ آپ جب تک اپنے والد کے گھر رہیں تو نہ صرف درونِ خانہ لنگر وغیرہ کا مکمل بندوبست آپ کے حوالہ تھا بلکہ آپ اپنے والدِ ماجد کو سیاسی و سماجی معاملات میں بھی اہم مشاورت پیش کیا کرتی تھیں۔ 1969ء میں آپ کا نکاح اپنے مہربان چچا حضرت سُلطان غلام دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ اکبر حضرت سُلطان حامد نواز القادری رحمۃ اللہ علیہ سے ہُوا۔ آپ کے دو بیٹے ہیں: صاحبزادہ سُلطان محمد بازید (و: 1973ء) اور صاحبزادہ سُلطان محمد زُبیر (و:1974ء)۔ دونوں صاحبزادگان اپنے نانا اور ماموں سے بے حد محبت رکھتے تھے۔ محترمہ شفیعہ سُلطان   اپنے والدِ ماجد کے دستِ حق پرست پر بیعت ہُوئیں۔ آپ پاکستان کی متعدد مقامی زبانوں مثلاً اُردو، سرائیکی، پشتو، پنجابی، سندھی، بلوچی اور

Marfat.com

براہوی میں رواں گفتگو کرلیتی تھیں اور زائرات آپ سے اپنی اپنی مادری زبانوں میں تلقین حاصل کرتیں۔ آپ ایک پُر وقار، باحمیّت اور باہمّت خاتون تھیں۔ آپ کو متعدد بار حرمین شریفین حاضری کی سعادت حاصل ہُوئی۔ اواخرِ عمر میں عارضۂ قلب میں مبتلا ہو گئیں اور بالآخر 29 اکتوبر 2011ء کو راولپنڈی کے AFIC میں انتقال فرمایا۔ آپ دربارِ حضرت سُلطان نُور محمد و حضرت سُلطان محمد نواز رحمۃ اللہ علیہما سے ملحقہ قبرستان میں آسودۂ خاک ہیں۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری بہن محترمہ تسکین بی بی کی ولادت قیاساً 1953ء میں ہُوئی۔ آپ اپنی والدہ کی سب سے بڑی اولاد تھیں۔ آپ ایک مخلص، ملنسار اور صلح جُو شخصیت کی مالکہ تھیں۔ آپ کا نکاح اپنے چچا حضرت سُلطان محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند صاحبزادہ محمد مشرف سُلطان رحمۃ اللہ علیہ ساکن کُلاچی سے ہُوا۔ آپ کے ہاں صرف ایک فرزند صاحبزادہ محمد مصوّر سُلطان تولّد ہُوئے جو کہ اپنے نانا اور ماموں کو بے حد عزیز تھے۔ مصوّر سُلطان محض 6 ماہ ہی کے تھے کہ آپ صرف 24 سال کی عمر میں عارضۂ سرطان (cancer) کے باعث کچھ عرصہ مشن ہسپتال ٹانک میں زیرِ علاج رہ کر 2 اپریل 1972ء کو وفات پا گئیں۔ آپ کُلاچی میں دربار حضرت سُلطان محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ سے ملحقہ قبرستان میں مدفون ہیں۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تیسری بہن محترمہ نُصرت بی بی کی ولادت قیاساً 1958ء میں ہُوئی۔ چونکہ آپ بعض خانگی پریشانیوں میں مبتلا رہنے کے بعد آستانہ عالیہ جمعہ شریف میں ہی مستقلاً مقیم رہنے لگیں، اِس لیے آپ کے والدِ ماجد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ آپ سے خصوصی شفقت فرمایا کرتے اور آپ کی بہبود کے لیے متفکر رہتے تھے۔ اپنے والدِ ماجد کے دَور میں درونِ خانہ لنگر کی تمام تر ذمہ داری آپ ہی کے سپرد تھی اور والدِ مکرّم کی طرف سے دَم تعویذ وغیرہ کی بھی اجازتیں تھیں۔ آپ جمعہ شریف میں ہی مقیم ہیں اور علاقہ کی خواتین آپ سے خوب مستفیض ہوتی ہیں۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے چھوٹی بہن محترمہ راستی بی بی کی ولادت جمعہ شریف میں قیاساً 1966ء میں ہُوئی۔ آپ کو سب بہنوں سے بڑھکر اپنے عظیم المرتبت والد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کرنے کا شرف حاصل رہا۔ آپ ایک مخلص اور سادہ لوح شخصیت ہیں۔ 2002ء میں آپ کا نکاح صاحبزادہ قاضی حفیظ سُلطان حفظہ اللہ سے ہُوا جو کہ بستی قاضی ضلع لیّہ میں مقیم ہیں۔

Marfat.com

شادی خانہ آبادی(1969ء):

حضرت صاحب علامہ محمد نور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی شادی خانہ آبادی اپنے چچا فخر کشمیر حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے بڑی صاحبزادی سے ہُوئی۔ تقریبات کی تفصیل [1] یُوں ہے کہ 9 مارچ 1969ء بمطابق 20 ذی الحجہ 1388ھ کو جمعہ شریف میں ولیمہ کا انعقاد ہُوا۔ آپ کی سہرہ بندی آستانہ عالیہ جمعہ شریف کی پُرانی حویلی (جو 2007ء کے سیلاب میں منہدم ہو گئی تھی) کے مرکزی دروازے کے سامنے ہُوئی۔ آپ کے والدِ مکرم حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دستِ مبارک سے آپ کے سر پر سہرہ سجایا اور دُعائے خیر فرمائی [2]۔ اِس موقع کی صرف ایک تصویر دستیاب ہو سکی ہے جس میں دُلہا (حضرت صاحب) کے ساتھ آپ کے برادرِ خورد صاحبزادہ محمد حنیف سُلطان اور برادرِ نسبتی صاحبزادہ سُلطان ارشد القادری سمیت آپ کے دیرینہ دوست سردار محمد اقبال خان ابنِ شاہ عالم خان میانخیل بھی موجود ہیں۔

1969ء میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سہرہ بندی کے موقع کی یادگار تصویر

بعد از ولیمہ بارات روانہ ہُوئی۔ بارات میں چند جیپیں، ایک بس اور دو ویگنیں (ایک سُرخ، دوسری سلیٹی) تھیں۔ صاحبزادہ محمد امیر سُلطان روایت [3] کرتے ہیں کہ تب وہ 9 سالہ لڑکپن میں تھے۔ کسی سواری میں اُن کی جگہ نہ بنتی تھی تو حضرت صاحب نے اُنہیں سلیٹی ویگن میں ایک بوڑھی خاتون کے ساتھ بٹھایا اور چند ظریفانہ جملے بھی بولے۔ 10 مارچ کو بارات دربار حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ پہنچی۔ نکاح رات کو ہُوا۔ ایک روایت [4] کے مطابق نکاح خواں نے دُلہا (حضرت صاحب) سے کہا "کیا آپ کو حضرت سُلطان غلام دستگیر صاحب کی دُختر سے نکاح قبول ہے؟" تو آپ نے مولوی صاحب کو ٹوک کر کہا کہ نکاح ایک شرعی مسئلہ ہے لہٰذا آپ کو اُن کی دُختر کا مکمل نام لے کر ایجاب و قبول کرانا چاہیے۔ چنانچہ یونہی کیا گیا۔ اگلے روز یعنی 11 مارچ کو رخصتی ہُوئی اور بارات دربار حضرت سُلطان باھُو سے واپس جمعہ شریف روانہ ہُوئی۔

---

[1] تقریبات کی تواریخ حضرت ڈاکٹر سُلطان الطاف علی مدظلہ نے اپنی ڈائریوں سے دیکھ کر روایت فرمائیں۔

[2] روایات از محمد بخش عرف مدو سیٹھ ولد خلیفہ غلام حیدر، ساکن جمعہ شریف۔ مورخہ 13 ستمبر 2010ء

[3] روایت از محمد امیر سُلطان ابن حضرت سُلطان غلام نبی، ساکن بستی شالہ، ڈیرہ اسماعیل خان۔ مورخہ 5 ستمبر 2011ء

[4] روایات از محمد بخش عرف مدو سیٹھ ولد خلیفہ غلام حیدر، ساکن جمعہ شریف۔ مورخہ 13 ستمبر 2010ء

Marfat.com

زوجہ محترمہ:

حضرت صاحب علّامہ محمد نور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ کا اِسمِ گرامی پروین بی بی ہے، تاہم میکے میں عُرف کلثوم بی بی تھا۔ آپ کو خانوادہ میں "آپا جی" جبکہ مُریدین اور علاقہ میں عموماً "**اماں جی**" کہہ کر یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کی ولادت 27 فروری 1948ء بمطابق 17 ربیع الثانی 1367ھ کو دربار حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ میں ہُوئی۔ آپ حضرت صاحب کے چچا بزرگوار فخرِ کشمیر حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے بڑی اولاد ہیں۔ جب آپ کی ولادت ہُوئی تو آپ کے والدِ ماجد جہادِ آزادیٔ کشمیر (ستمبر 1947ء تا فروری 1949ء) میں مصروفِ کار تھے۔ کہتے ہیں کہ جونہی آپ کی ولادت ہُوئی، ساتھ ہی یہ خبر پہنچی کہ پیر غلام دستگیر القادری دورانِ جہاد کشمیر میں شہید ہو گئے ہیں۔ علاقہ کی ضعیف الاعتقاد عورتوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ بچی (خدانخواستہ) منحوس ہے کہ اس کے پیدا ہوتے ہی اس کے والد چل بسے۔ مگر اگلے ہی دن ریڈیو پر اعلان نشر ہُوا کہ پیر غلام دستگیر القادری بالکل محفوظ و مامون ہیں۔ وہ کسی نہایت سخت معرکہ میں پھنس گئے تھے جس میں وہ بال بال بچ گئے اور مجاہدین کچھ دیر رُوپوش رہ کر دُشمن پر غلبہ پا گئے۔

اماں جی نے قرآنِ مجید خانوادہ کی ایک معتبر و معمر ہستی محترمہ امان بی بی (ف:1966ء) سے پڑھا جو کہ آپ کے دادا حضرت سُلطان محمد نواز رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ تھیں اور عُرفِ عام میں "دادی بُوا" کہلاتی تھیں۔ اُردو کُتب آپ نے حضرت سُلطان محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ کی ازواج محترمہ انور بی بی اور محترمہ اقبال بی بی سے پڑھیں۔ یہ دونوں بزرگ مائی صاحبان اُس دَور میں خانوادہ کی بچیوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کیا کرتی تھیں۔ اماں جی نے اپنی پھُوپھی صاحبہ محترمہ افضل بی بی (زوجۂ حضرت سُلطان محمد مشتاق رحمۃ اللہ علیہ) سے روایتی کتب مثلاً معراج نامہ، پکی روٹی اور نُور نامہ وغیرہ کے درس لیے۔ اِن کتب کی تدریس اُس دَور میں بچیوں کی تعلیم کے لیے لازمی سمجھی جاتی تھی۔ مزید برآں، اماں جی نے سِلائی کڑھائی ٹانک کی ایک معتقد خاتون شہزادو مائی سے سیکھی۔ مذکورہ بالا تعلیم اور اپنی والدہ ماجدہ محترمہ تاج بی بی (دُخترِ حضرت سُلطان محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ) کی تربیت کی بدولت نَوعمری میں ہی اماں جی اُمورِ خانہ داری، کھانا پکانا، سلائی کڑھائی، کشیدہ کاری اور مہمان داری وغیرہ میں ماہر ہو گئیں۔ ساتھ ہی آپ کو اُردو اور سرائیکی کے سمیت دیگر مقامی زبانوں مثلاً پشتو، پنجابی اور سندھی وغیرہ میں زائرات سے بول چال کا تجربہ ہو گیا۔

اماں جی کی عُمر صرف نَو سال تھی کہ آپ کی والدہ صاحبہ بینائی سے محروم ہو گئیں اور ساتھ ہی اُنہیں تپِ دِق (TB) کا مرض لاحق ہو گیا۔ ایک طرف والدہ کی تکلیف کی پریشانی تھی تو دوسری طرف اتنے کشادہ لنگر کی تمام تر ذمہ داری

Marfat.com

آپ کے ناتواں کندھوں پر آن پڑی۔ دربار کی زائرات خواتین کا قیام وطعام، برادری کے مراسم و مواقع اور چھوٹے بہن بھائیوں کی نگہداشت آپ کو اس کم سنی میں کرنی پڑی جسے آپ نے بخوبی نبھایا (چند برس بعد آپ کی والدہ صاحبہ کی آنکھوں کا کامیاب آپریشن ہُوا اور بفضلہ تعالیٰ بینائی لَوٹ آئی)۔[1]

1969ء میں حضرت صاحب علامہ محمد نور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کا نکاح ہُوا تو آپ پنجاب کے لہلہاتے کھیتوں کی سرزمین سے رخصت ہو کر دامان کی بے آب و گیاہ ڈگروں کے علاقہ میں آن بسیں۔ آپ نے اس مختلف ماحول میں نہایت تحمل و استقامت سے خود کو ڈھالا۔ اماں جی بتاتی ہیں کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سب سے پہلی نصیحت یہ کی کہ اُن کے والد و مُرشد کی حکم عدولی کسی قیمت پر نہ ہو اور نہ ہی اُن کے ادب واحترام میں کوئی کمی آئے۔ آپ نے ہمیشہ اپنے شوہر نامدار کے اس حکم کی تعمیل کی۔ بلکہ یہی وہ نصیحت تھی جو آپ کے والدِ ماجد حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو فرمائی کہ اُن کے عظیم برادرِ بزرگوار حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے کسی فرمان سے سرِ مُو بھی اختلاف نہ ہو۔ 1973ء میں اماں جی کے والد کی طرف سے بھیجے گئے ایک خط سے نہ صرف اُس دَور کے حالات وواقعات بلکہ وہ روشن اخلاقی اقدار بھی واضح ہوتی ہیں جو دھیرے دھیرے ناپید ہوتی جارہی ہیں۔ اقتباس ملاحظہ ہو[2]:

" مدیرہ اوستہ محمد

دخترم عزیزہ کلثوم بی بی دامَ عفتہٗ 9.6.73

السلام علیکم بعد از دعوات واضح ہو کہ آپ کی تکلیف اور بچہ کے ضائع ہونے کا خط مجھے اسی وقت ملا جبکہ ٹرک تیار تھا اور ہم کوئٹہ روانہ ہو رہے تھے۔ چنانچہ مَیں نے گھر میں کسی کو نہ بتایا۔ صرف حامد کو خط لکھا اور برادرم حضرت حاجی نور حسین صاحب کو بتایا۔ البتہ آج کوئٹہ خط لکھ رہا ہوں۔ آپ کی اس تکلیف کا بے حد افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحتِ کاملہ بخشے اور آئندہ اپنا فضل و کرم فرمادے، آمین۔...

اگر آپ کو گرمی کی تکلیف ہو اور حضرت صاحب[3] اور نُور سُلطان صاحب بھی پسند کریں تو آپ کا یا حضرت صاحب کا خط آوے تو آپ کو اپنی جیپ پر کوئٹہ لے جاسکتے ہیں۔ اور اگر گرمی برداشت ہو سکتی ہے تو پھر میری خوشی بھی اسی میں ہے کہ آپ حضرت صاحب کی خدمت میں رہیں۔... "

---

[1] مذکورہ بالا حالات و واقعات راقم نے خود اماں جی سے سُن کر تحریر کیے ہیں۔

[2] مکتوب سُلطان غلام دستگیر القادری بنام محترمہ پروین بی بی (کلثوم بی بی)۔ مورخہ 9 جون 1973ء از اوستہ محمد

[3] واضح رہے کہ اس خط میں "حضرت صاحب" سے مُراد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ نیز یہ کہ حضرت سُلطان غلام دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کا جملہ کُنبہ گرمیوں کے تین یا چار ماہ کوئٹہ میں گزارا کرتے تھے جہاں سریاب روڈ پر ان کا گرمائی آستانہ قائم تھا۔

Marfat.com

اماں جی کی شخصیت میں عفو و درگزر اور صلہ رحمی کا کمال جذبہ پایا جاتا ہے۔ آپ اپنے بچوں اور معتقدات کو سچائی، پاکیزگی، راست بازی، نیک نیتی اور دین داری کا درس دیتی ہیں۔ آپ نے علاقہ تھل اور دامان کی خواتین میں سلسلۂ طریقت کے فروغ نیز بُنیادی انسانی اقدار کی پاسداری کے حوالہ سے ناقابلِ فراموش خدمات سرانجام دی ہیں۔ آپ اہلِ علاقہ کے گھریلو مسائل اور خانگی ناچاقیوں کے تصفیہ جات میں بھی مصروف رہتی ہیں۔

پنجابی کی صوفیانہ شعری روایت سے اماں جی کو گہرا لگاؤ ہے۔ حضرت سُلطان باھُو، بلھے شاہ، میاں محمد بخش اور غلام رسول کا کلام اکثر آپ کے مطالعہ میں رہتا ہے۔ خصوصاً میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کی سیفُ الملوک کے اشعار تو اکثر آپ کا وردِ زبان رہتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ کے بچوں نے لوریاں بھی میاں صاحب کے کلام ہی کی سُنیں۔ اماں جی خود بھی سرائیکی، پنجابی اور اُردو میں صوفیانہ رنگ کی شاعری کرتی ہیں۔ نمونہ کے طَور پر ذیل میں 2009ء میں کہی گئی آپ کی ایک نعت مبارکہ پیش کی جاتی ہے:

تیرے ویکھنے دا بڑا چاء، محمدؐ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
مینوں پاک دیدار کرا، محمدؐ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

تیرے سوہنے مُکھ نورانی نوں میں ویکھاں رَب دے جانی نُوں
جنہیں تے عاشق آپ خُدا، محمدؐ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مَیں صدقے تیری آل تُوں نالے بی بی پاک دے لال توں
جنہاں ڈِتا گھر لُٹا، محمدؐ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

تیری سوہنی شکل نُورانی اے جیندا جگ تے کوئی نہ ثانی اے
جیندی کرے تعریف خُدا، محمدؐ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مینوں غم دُنیا دے گھیر گئے نالے دِل تتڑی دا پھیر گئے
انہاں غماں تو کر رہا، محمدؐ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کوئی چنگا عمل نہ میرا اے بہاڈِتے جگت اندھیرا اے
لڑلگیاں دی لاج نبھا، محمدؐ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اے پروین بچاری اے پئی رورو کردی زاری اے
تُوں قدماں وچ بُلا، محمدؐ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
مینوں پاک دیدار کرا، محمدؐ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

اماں جی کو حرمین شریفین کی پہلی بار حاضری 1996ء میں جبکہ دوسری بار 2006ء میں نصیب ہوئی۔ دونوں بار اپنے برادرِ عزیز حضرت سُلطان حامد نواز القادری رحمۃ اللہ علیہ ساتھ تھے۔ تیسری بار آپ کو 2007ء میں سعادتِ حاضری و عمرہ اپنے بڑے فرزند صاحبزادہ محمد منصور سُلطان حفظہ اللہ کی معیّت میں حاصل ہوئی۔ اماں جی تلاوتِ کلامِ مجید، درودِ پاک اور دیگر وظائف کا خاص اہتمام کرتی ہیں۔ کثرتِ تلاوت کا یہ عالَم ہے کہ ماہِ رمضان المبارک میں قرآنِ پاک کے 8 سے 10 ختم شریف کر لیا کرتی ہیں۔

آپ نے بطور زوجہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہر اچھے بُرے وقت میں خوب ساتھ دیا اور اُن کے ہر حکم کو سَر آنکھوں پر رکھا۔ راقم کو یاد ہے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ آخری عمر میں کئی بار ہمیں فرمایا کرتے کہ "بچو، تمہاری والدہ نے میرے ساتھ بہت خوب وقت گزارا ہے اور دُشواریوں کو خندہ پیشانی سے جھیلا ہے"۔ گزشتہ چند سالوں میں اماں جی کو سخت غم دیکھنے پڑے۔ 2006ء میں پہلے والدہ اور پھر چند ماہ بعد شوہرِ نامدار وفات پا گئے۔ 2008ء میں ایک بھائی جبکہ 2013ء میں دوسرے بھائی دارِ فانی سے چلے گئے۔ پھر آپ کی بڑی صاحبزادی بھی تین برس تک کینسر کی تکلیف سے لڑتے لڑتے 2013ء میں وفات پا گئیں۔

اماں جی سال کا بیشتر حصّہ کاشانۂ باھُو جھوک قریشیاں میں بسر فرماتی ہیں جبکہ کچھ حصہ اپنے چھوٹے بیٹوں کے ہاں تشریف لے جاتی ہیں۔ آپ اپنی اولاد اور مُریدین کے لیے اللہ عزوجل کی ایک عظیم نعمت اور دُعاؤں کا بیش قیمت خزینہ ہیں۔ مالک آپ کا سایہ سلامت رکھے۔

فرزندان:

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ عزوجل نے تین فرزند عطا فرمائے جن کے نام بالترتیب محمد منصور سُلطان، سُلطان محمد نواز ناصر اور سُلطان اللہ نواز شاہد ہیں۔ ذیل میں تینوں کا تذکرہ تاحال (2016ء) پیش کیا جاتا ہے۔[1]

حضرت علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ اپنے تینوں فرزندان کے ساتھ، کاشانۂ باھُو، جھوک قریشیاں۔ 2002ء

[1] حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تینوں فرزندان کے تذکرہ کے لیے حضرت صاحب کے روزنامچوں، راقم کی ڈائریوں، ذاتی یادداشتوں اور اسناد و مسوّدات سے مدد لی گئی۔

Marfat.com

ا۔ صاحبزادہ محمد منصور سُلطان القادری حفظہ اللہ:

صاحبزادہ محمد منصور سُلطان القادری حفظہ اللہ

آپ کی ولادت 24 جولائی 1974ء بمطابق 4 رجب المرجّب 1394ھ کو صبح 8 بجے اپنے نانا جان رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ سرپرستی آستانہ دستگیر کوئٹہ میں ہُوئی۔ اُن دنوں آپ کے والدِ ماجد رحمۃ اللہ علیہ تحریکِ ختمِ نبوّت کے فیصلہ کُن معرکہ میں شب و روز سرگرمِ عمل تھے اور اِسی باعث اپنے پہلے فرزند کو کئی ماہ بعد دیکھ پائے۔ آپ کا ابتدائی بچپن اپنے دادا جان رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ سایہ جمعہ شریف میں گزرا اور تقریباً 5 برس کی عمر میں حصولِ تعلیم کے لیے اپنے والد کے ننہال یعنی کُلاچی میں الحاج عبد العزیز خان و عبد الرشید خان گنڈہ پُور کے ہاں منتقل ہو گئے۔ قرآنِ مجید مولوی غلام رسول کوڑو (نانا مولوی صاحب)، الحاج سَوداد خان اور حافظ عبدُالمجید قریشی سے پڑھا۔ میٹرک تک کُلاچی میں رہے اور میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول نمبر 1 کُلاچی سے 1991ء میں پاس کیا۔ کُلاچی میں آپ کے دوستوں اور ہم جماعتوں میں سابق صوبائی وزیر سردار اسرار اللہ خان گنڈہ پُور (ولادت: 1975ء۔ شہادت: 2013ء) بھی شامل تھے۔

1991ء میں میٹرک کے بعد آپ باقاعدہ طور پر اپنے گھر یعنی کاشانہ باھُو، جھوک قریشیاں (ڈیرہ اسماعیل خان) منتقل ہو گئے۔ یہاں آپ نے بطور ایک نوجوان فرزند کے اپنے والدِ ماجد کی خدمت میں خانگی اور لنگر کی ذمہ داریوں میں ہاتھ بٹانا شروع کر دیا اور زرعی زمینوں کی نگہداشت پر بھی مامور ہُوئے۔ نیز والدِ ماجد کی رفاقت میں ایبٹ آباد، حسن ابدال، ملتان، شیخوپورہ، فیصل آباد، لاہور اور وزیرستان سمیت کئی علاقوں کے تبلیغی دَورے کیے۔ آپ نے کچھ عرصہ ڈگری کالج نمبر 1 اور پھر کامرس کالج ڈیرہ اسماعیل خان میں زیرِ تعلیم رہ کر D.Com اور B. Com کیا۔ اِس عرصہ میں آپ کے اساتذہ میں معروف ماہرِ تعلیم طارق اعوان، عالمِ دین پروفیسر احمد نواز اور شاعر پروفیسر غفار بابر صاحبان شامل تھے۔ بعد ازآں آپ نے گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان سے M. COM کی ڈگری فرسٹ ڈویژن میں حاصل کی۔ زمانہ طالبعلمی میں آپ نہایت باصلاحیت سپورٹس مَین تھے۔ کرکٹ میں علاقہ کے معروف آل راؤنڈر اور ڈویژنل سطح کے کھلاڑی رہے ہیں، نیز بین الاقوامی کرکٹ کی تاریخ اور ریکارڈ میں دلچسپی رکھتے ہیں۔

Marfat.com

1996ء میں آپ کی شادی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چچا حضرت الحاج سُلطان نُور حُسین رحمۃ اللہ علیہ کی چھوٹی صاحبزادی محترمہ حمیرا سُلطان سے ہُوئی۔ 1998ء میں آپ کی پہلی بیٹی شہر بانو کی پیدائش ہُوئی۔ یہ ننھی پری ابھی چار سال کی بھی نہ ہُوئی تھی کہ 2002ء میں ہڈیوں کے کینسر میں مبتلا ہو کر چل بسی۔ بعد ازآں الحمدُللہ، اللہ عزوجل نے آپ کو ایک صاحبزادی حفصہ سُلطان (و:2001ء) اور دو فرزند سُلطان غلام باھُو عرف محمد طٰہٰ (و:2004ء) اور محمد نُور سُلطان احمد (و:2008ء) عطا فرمائے۔ خیر سے تینوں بچے محوِ تعلیم ہیں۔

2002ء میں ایم کام کر لینے کے بعد آپ اپنے عظیم المرتبت والد کی خدمت و معیّت میں دامان اور پنجاب کے مختلف علاقوں کے تبلیغی دَوروں میں شامل رہے اور اُن کی تبلیغات و خطبات سے استفادہ کا موقع نصیب رہا۔ ساتھ ساتھ آپ نے آستانہ اور مدارس کے انتظامی معاملات میں بھی باقاعدہ خدمات سرانجام دینا شروع کر دیں۔ 12 جولائی 2005ء کو کوئٹہ سے واپسی پر کندھ کوٹ (ضلع کشمور، سندھ) کے قریب کار کا ٹرالی سے زوردار تصادم ہُوا اور اس حادثہ میں آپ کے کولہے کی ہڈی بُری طرح سے ٹوٹ گئی۔ دو ماہ کوئٹہ کے ایک جراح سے اور پھر مزید پانچ ماہ کراچی کے جوکھیو کلینک میں نہایت تکلیف دہ علاج برداشت کیا۔ یہ نہایت سخت و تلخ ایام تھے۔ بالآخر تکلیف تو رفع ہو گئی مگر قدرے نقص رہ گیا۔ اپنے جواں سال فرزندِ اکبر کی اِس تکلیف نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دل و دماغ پر سخت اثرات مرتب کیے۔ راقم کو یاد ہے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بچشم نم اپنے لختِ جگر کی صحت و سلامتی کے لیے دُعا گو رہتے تھے۔ 2006ء میں صاحبزادہ محمد منصور سُلطان نے اپنے برادرِ خورد ڈاکٹر سُلطان اللہ نواز شاہد کے ساتھ مل کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے "رسالہ ابیاتِ میراث" کے درس لینے شروع کیے اور 6 اگست 2006ء کو اس کی تکمیل پر حضرت صاحب نے آپ دونوں کی دستار بندی فرمائی۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے بنا کردہ مدارس کے تاحیات مہتمم رہے اور کبھی نائب مہتمم متعیّن نہ کیا۔ تاہم اپنے وصال سے صرف چند ہفتے قبل آپ نے اپنے دونوں بڑے بیٹوں کو بُلایا (چھوٹے فرزند تب پشاور میں محوِ تعلیم تھے) اور فرمایا کہ زندگی کا بھروسہ نہیں، مَیں چاہتا ہوں کہ جامعہ انوارِ باھُو کے نائب کے طَور پر منصور سُلطان کا نام لکھوا دوں۔ چنانچہ اپنی وفات سے دَس بارہ روز قبل جامعہ انوارِ باھُو کی رجسٹریشن کی تجدید کی گئی جس میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فرزندِ اکبر کا نام بطورِ نائب مہتمم کے درج کرا دیا۔

3 اکتوبر 2006ء کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو صاحبزادہ محمد منصور سُلطان اُن کے پہلے سجادہ نشین اور اُن کے زیرِ اہتمام جملہ مدارس کے مہتمم مقرر ہُوئے۔ قُل خوانی کے موقع پر آپ کی باقاعدہ دستار بندی کی گئی۔ آپ

Marfat.com

ماشاء اللہ بطور سجادہ نشین، مہتمم اور خطیب کے قابلِ تحسین خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ بطورِ سجادہ نشین آپ سلسلۂ طریقت کے فروغ کے لیے شب و روز کوشاں و سرگرمِ عمل ہیں اور مُلک کے چاروں صوبوں میں تبلیغ و اِرشاد کے لیے جاتے ہیں۔ آپ نے حضرت السیّد پیر فیض اللہ شجاع الجیلانی والبغدادی حفظہ اللہ کے دستِ مبارک پر سلسلۂ قادریہ میں بیعت کی ہے۔ بھکر میں حضرت صاحب کے دربار کی شایانِ شان تعمیر آپ کی اپنے والد سے والہانہ عقیدت کی غماز ہے۔ آپ نے آستانہ پر بھی دیدہ زیب تعمیراتی کام کرائے ہیں۔ بطورِ مہتمم آپ نہ صرف حضرت صاحب کے قائم کردہ مدارسِ انوارِ باھُو بھکر وڈیرہ اسماعیل خان کا بخوبی انتظام سنبھالے ہُوئے ہیں بلکہ آپ کے زیرِ انتظام مدارسِ انوارِ باھُو کی کئی نئی شاخیں قائم ہوئی ہیں جن میں گوجرہ اور تلہ گنگ کی شاخیں خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔ تاہم صاحبزادہ منصور سُلطان کی دلنشین خطابت کو آپ کے والدِ ماجد کی کرامت ہی کہا جاسکتا ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ میں آپ کبھی تقریر وغیرہ نہ کرتے بلکہ اس سے کتراتے تھے۔ مگر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ اُن کی مسندِ خطابت پر تشریف فرما ہُوئے اور اَب اُنہی کے انداز میں ایسا خطاب کرتے ہیں کہ اچھے اچھے خطیب انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ آپ حضرت صاحب کی قائم کردہ انجمن غلامانِ باھُو کے امیر بھی ہیں۔ تقریر کے ساتھ ساتھ آپ کی تحریر بھی بڑی دلپذیر ہے۔ ادب سے نہ صرف شغف رکھتے ہیں بلکہ خود شاعری بھی کرتے ہیں۔ آپ کی لکھی نعتیں جب نعت خوان پڑھتے ہیں تو سماں بندھ جاتا ہے۔

2007ء میں آپ کو پہلی بار حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہُوئی، پھر اس کے بعد تین دفعہ سفر ارضِ مقدس نصیب ہُوا۔ پہلی بار آپ کی والدہ ماجدہ جبکہ تیسری بار آپ کی اہلیہ و فرزندِ اصغر ساتھ تھے۔ آپ سماجی مصروفیات میں بھی منہمک رہتے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ مُریدین و اہلِ علاقہ کی خوشی غمی میں شرکت کرتے ہیں بلکہ تنازعات کے تصفیہ جات اور غربا کی دادرسی و دلجوئی میں بھی مصروفِ کار رہتے ہیں۔ اپنے خانوادہ میں بھی آپ تنازعات کے خاتمہ اور باہمی امن و احترام کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ بطورِ سربراہِ خانہ آپ انصاف، صلہ رحمی اور صلح جُوئی کے زرّیں اصولوں پر عمل پیرا رہتے ہیں۔ مالکِ کریم آپ کو سلامت باکرامت رکھے، آمین!

صاحبزادہ منصور سُلطان کے نکاح کے موقع پر اکابرین خانوادہ کی یادگار تصویر
24 اکتوبر 1996ء۔ دربار حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

۲۔ صاحبزادہ سُلطان محمد نواز ناصر:

صاحبزادہ سُلطان محمد نواز ناصر

راقم حضرت صاحب کا منجھلا بیٹا ہے۔ راقم کی پیدائش 20 نومبر 1980ء بمطابق 11 محرم الحرام 1401ھ کو ہُوئی۔ دادا جان نے اپنے والد کی نسبت سے "سُلطان محمد نواز" نام رکھا۔ اباجی نے اسمِ "ناصر" بطور عُرف شامل کر دیا۔ قلمی نام "سُلطان ناصر" ہے۔ راقم کا ابتدائی بچپن جمعہ شریف اور جھوک قریشیاں میں گزرا۔ 1986ء میں حصولِ تعلیم کا آغاز دریا خان سے کیا۔ اگلے برس 1987ء میں الحاج عبدُالعزیز خان گنڈہ پُور کی زیرِ سرپرستی کُلاچی منتقل ہو گیا اور چھٹی جماعت تک یہیں پڑھتا رہا جبکہ قرآنِ مجید ایک متقی بزرگ حاجی سوداد خان رحمۃ اللہ علیہ سے مکمل کیا۔ 1993ء میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے راقم کو بھکّر منتقل کرا لیا۔

بھکر میں سکول کے ساتھ ساتھ راقم نے جامعہ انوارِ باھُو میں حضرت صاحب سے باقاعدہ درسیات کا آغاز کیا۔ راقم نے حضرت صاحب سے جن کتب کے درس لیے اُن میں ادبیاتِ اسلامی کی کتب کریما، پند نامۂ عطّار، گلستانِ سعدی اور مراقی الفلاح، فقہ میں نامِ حق، بدائع منظوم، ابیاتِ میراث، نُورُ الایضاح اور قدوری (منتخب ابواب)، صَرف میں صرف بہائی اور ابوابُ الصّرف، نَحو میں نحو میر اور شرح مآۃ عامل، حدیث میں مشکٰوۃُ المصابیح (منتخب حصّے) اور تفسیر میں سورۃُ البقرہ کی تفاسیر کے دروس شامل ہیں۔ راقم ساتویں جماعت میں تھا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ساتھ دامان، تھل اور وزیرستان کے مختلف علاقوں میں جلسوں پر لے جانا شروع کیا جہاں ایک طرف آپ کے خطبات سے مُستفیض ہونے کا موقع ملتا تو دوسری طرف آپ کے حکم پر کچھ تقریر بھی کرنی ہوتی۔ بعد از تقریر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ راقم کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے اور غلطیوں کی اصلاح بھی۔ انہی دِنوں راقم مدارس اور جلسوں کے انتظامی امور میں بھی شامل رہتا۔ جامعہ انوارِ باھُو بھکّر کے سالانہ جلسوں کی نظامت تو مستقلاً راقم ہی کے ذمہ ہوتی۔ راقم کو وہ لمحے نہیں بھولتے جب گھر میں رات کو دیر تک اباجی کے پاؤں دبایا کرتا۔ ہر ماہ کے پہلے اتوار جدِّ مکرّم حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آتے تو رات گئے تک اُن کی مجلس میں شرفِ باریابی رہتا اور بوقتِ تہجد اباجی اور راقم مِل کر قبلہ دادا جان کو وضو کرانے کا شرف حاصل کرتے۔ اباجی (حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کی بہت زیادہ خواہش تھی کی راقم اُن کی علمی وراثت کا امین بَن پائے مگر شاید قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

Marfat.com

بھکّر سے راقم نے 1997ء میں میٹرک اور 1999ء میں FA کے امتحانات سر گودھا بورڈ کے تحت پاس کیے۔ اسی دوران متعدد تقریری، ادبی اور دیگر ہم نصابی سر گرمیوں میں ضلعی، ڈویژنل، صوبائی اور قومی سطح کے اعزازات حاصل کیے اور سکاؤٹنگ بھی کی۔ 1998ء میں سر گودھا بورڈ کے ادبی مقابلہ جات میں بحیثیتِ مجموعی "صاحبِ اِمتیاز" کا اعزاز بھی حاصل کیا۔ بھکّر میں راقم کا قیام الحاج حمید اللہ خان نیازی حفظہ اللہ کے ہاں رہا، جبکہ عالی مرتبت علمی و ادبی شخصیت پروفیسر بشیر احمد بشر (و:1940ء۔ف:2011ء) سے چار سال تک مستفیض ہونے کا موقع ملا۔ 2001ء میں راقم نے BA میں پنجاب یونیورسٹی میں اوّل پوزیشن حاصل کی تو یہ ضلع بھکّر کی تاریخ کا پہلا ایسا واقعہ تھا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اِس کامیابی پر بہت مسرور ہُوئے۔ 2001ء میں راقم نے نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (NUML) اسلام آباد میں ایم اے انگریزی (لسانیات و ادب) میں داخلہ لیا اور 2003ء میں ڈاکٹر ریاض حَسَن کی زیرِ نگرانی تحقیقی مقالہ بعنوان "Psychological Study of Conrad's Marlowe" لکھ کر ڈگری کی تکمیل کی۔ 2008ء میں راقم نے محکمہ کی طرف سے انسٹیٹیوٹ آف بزنس ایڈمنسٹریشن (IBA) کراچی سے ایم بی اے (MBA) کیا اور 2015ء میں پنجاب یونیورسٹی سے پرائیویٹ ایم اے اسلامیات کیا۔ بفضلہ تعالیٰ راقم کی کارکردگی اپنی تعلیمی زندگی میں کبھی فرسٹ ڈویژن سے نیچے نہیں رہی۔

راقم نے عملی زندگی کا آغاز 2003ء میں تدریس سے کیا۔ ڈیرہ اسماعیل خان کے دو نجی اِداروں اور پھر ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ میں سوا سال تک انگریزی ادب و لسانیات پڑھاتا رہا۔ مستعفی ہو کر 2005ء میں مقابلہ کے امتحان CSS میں بیٹھ گیا۔ مالک نے پہلی ہی کاوش میں کامیابی عطا کی اور CBR(FBR) کے محکمہ انکم ٹیکس / IRS میں تعیناتی ہُوئی۔ راقم کی اِس کامیابی پر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ خوشی کا اظہار تو کرتے مگر ساتھ یہ بھی فرماتے کہ اگر ناصر میری علومِ اسلامی کی مسند کا وارث بنتا تو مجھے اس سے کہیں بڑھ کر خوشی ہوتی۔ آپ کی عمرِ مبارک کے آخری مہینوں میں راقم کو ایک بار پھر آپ کی خدمت اور قُرب کا بیش قیمت خزینہ حاصل رہا۔ 27 ستمبر 2006ء کی صبح راقم آپ سے رخصت لے کر سِوَل سروسز اکیڈمی، والٹن پہنچنے کے لیے لاہور روانہ ہُوا۔ آپ نے دُعاؤں کے ساتھ یہ نصیحت فرمائی کہ اَفسر شاہی کے زعم میں حلال و حرام کی تمیز بھول مت جانا، تارکِ صوم و صلوٰۃ مت ہو جانا اور اپنی اصل کو ہمیشہ یاد رکھنا۔ راقم نے 34ویں CTP میں تربیت لینا شروع کی اور پانچویں ہی روز یعنی 3 اکتوبر 2006ء کو آپ دُنیائے فانی سے رحلت کر گئے۔ راقم کی پیشہ ورانہ تربیتوں میں CSA لاہور سے 34th CTP، پھر DOT لاہور سے 34th STP اور NIM کوئٹہ سے 21st MCMC شامل ہیں۔ راقم

Marfat.com

محکمہ انکم ٹیکس / اِنلینڈ ریوینیو میں بطور اسسٹنٹ کمشنر اور ڈپٹی کمشنر مختلف شہروں بشمول فیصل آباد، سرگودھا اور سیالکوٹ میں خدمات سرانجام دے چُکا ہے اور آج کل (2016ء) بطور ایڈیشنل کمشنر IR (OPS) سیالکوٹ میں تعینات ہے۔

راقم کو سلسلۂ قادریہ میں بیعتِ طریقت السیّد پیر ہارون الرّشید یوسف الجیلانی والبغدادی حفظہ اللہ کے دستِ مبارک پر حاصل ہُوئی۔ 2015ء میں راقم کو حرمین شریفین میں حاضری و عمرہ کی سعادت حاصل ہُوئی۔ راقم کے بیرونِ مُلک اسفار میں ایران، چین، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور تُرکی شامل ہیں۔ 2010ء میں راقم اپنے مہربان ماموں حضرت سُلطان ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی محترمہ منیٰ سُلطان سے رشتۂ ازدواج میں بندھ گیا۔ راقم اُردو شاعری میں آزاد نظم اور غزل کہتا ہے۔ مجموعۂ کلام زیرِ ترتیب ہے۔ سُلطان ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال پر راقم نے "شہیدِ عشق" کے نام سے کتاب مرتب کی جو اُن کے چہلم پر فروری 2013ء میں نشر کر دی گئی۔ سفر حجاز کا سفر نامہ تاحال غیر مطبوعہ ہے۔ اُردو شاعری، تنقید اور تصوّف کے حوالہ سے راقم کے تحقیقی و تنقیدی مقالات طبع ہو چکے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب "سیرتِ نُور" راقم کی گزشتہ سات سالہ تحقیقی کاوشوں کا ثمر ہے۔

۳۔ صاحبزادہ ڈاکٹر سُلطان اللہ نواز شاہد حفظہ اللہ:

ڈاکٹر سُلطان اللہ نواز شاہد حفظہ اللہ

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے فرزند کی ولادت 9 نومبر 1984ء بمطابق 15 صفر المظفر 1405ھ بروز جمعۃ المبارک سہ پہر تین بجے ہُوئی۔ دادا جان (حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ) نے نام "سُلطان اللہ نواز" رکھا جبکہ والدِ ماجد (حضرت علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ) نے بطورِ عرف اسم "مشہود" شامل کر لیا، جسے بعد میں "شاہد" کر دیا گیا۔ یوں آپ کا پُورا نام "سُلطان اللہ نواز شاہد" ہے۔ سرکاری کاغذات میں نام "اللہ نواز سُلطان" درج ہے جبکہ عُرفِ عام میں لوگ ڈاکٹر شاہد سُلطان یا ڈاکٹر سُلطان کہتے ہیں۔

سب سے چھوٹے فرزند ہونے کی وجہ سے آپ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بے حد لاڈلے تھے۔ حضرت صاحب آپ سے ایسا خاص لاڈ پیار اور دل لگی کرتے تھے جو کسی اور بہن بھائی کے حصّہ میں نہ آیا۔ چونکہ حضرت صاحب کی طبعیت میں جلال کا عنصر حاوی تھا اس لیے آپ کی اولاد عموماً اُن سے کھُل کر بات نہ کر سکتی، مگر ڈاکٹر صاحب مؤدبانہ بے باکی کے ساتھ سب کہہ جاتے۔ رات کو عموماً آپ حضرت صاحب کے پاؤں دبا کر سونے جایا کرتے۔ آپ نے حضرت صاحب کی

Marfat.com

رفاقت میں کئی علاقوں بالخصوص کہاوڑ، کوٹ سُلطان، دریا خان، وزیرستان، اڈہ مُرید والا اور چاہ جھانگواں وغیرہ کے اسفار کیے، تاہم جولائی میں کوٹ سُلطان (ضلع لیّہ) کے سالانہ جلسہ میں تو حضرت صاحب کے ساتھ باقائدگی سے ٹرین پر جایا کرتے۔ بسا اوقات حضرت صاحب آپ کو پیار سے "شاہد بادشاہ" کہا کرتے۔

ڈاکٹر صاحب نے ابتدائی تعلیم جھوک قریشیاں، بھکّر اور کُلاچی سے حاصل کی اور 2001ء میں میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول نمبر 2 کُلاچی سے اوّل پوزیشن لے کر پاس کیا۔ کُلاچی میں آپ حضرت صاحب کے ماموں زاد بھائی حزب اللہ خان گنڈہ پُور کی زیرِ تربیت رہے اور اساتذہ میں ارشد فیاض صاحب خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔ آپ کو بچپن میں شوق تھا کہ پاکستان ایئر فورس میں پائلٹ آفیسر بنیں مگر حضرت صاحب کی خواہش تھی کہ اُن کے بیٹوں میں سے کوئی ایک ڈاکٹر ضرور بنے۔ حضرت صاحب پہلے صاحبزادہ منصور سُلطان حفظہ اللہ کو ڈاکٹر بنوانا چاہتے تھے مگر وہ بوجوہ کامرس کی تعلیم کی جانب راغب ہو گئے، چنانچہ آپ نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش کی تکمیل میں ڈاکٹر بننے کا عزمِ صمیم کر لیا۔ آپ نے 2003ء/2004ء میں ڈگری کالج نمبر 1 ڈیرہ اسماعیل خان سے F.Sc (Pre-Medical) نمایاں نمبروں سے پاس کی۔ میڈیکل کالجز کے انٹری ٹیسٹ میں اعلیٰ کارکردگی کی بُنیاد پر آپ کو صوبہ سرحد (خیبر پختونخواہ) میں میڈیکل کے بہترین اِدارہ خیبر میڈیکل کالج میں داخلہ مِلا جہاں دسمبر 2004ء میں آپ نے تعلیم کا آغاز کیا۔ ابھی آپ MBBS کے دوسرے سال میں ہی تھے کہ والدِ ماجد کا انتقالِ پُرملال ہو گیا۔ تاہم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے تین ماہ قبل جب آپ گرمیوں کی چھٹیوں میں گھر آئے تھے تو اپنے برادرِ بزرگوار کے ساتھ مل کر حضرت صاحب سے علمِ میراث کی ایک فارسی ابیات پر مشتمل کتاب کا درس لیا اور 6 اگست 2006ء کو حضرت صاحب نے آپ کی دستار بندی فرمائی۔ اُسی برس یکم اکتوبر کو آپ پشاور سے گھر آئے کہ اپنے جدِّ مکرّم کے ایصالِ ثواب کی محفل میں شرکت کر سکیں۔ یہ آپ کی حضرت صاحب سے آخری ملاقات تھی۔ آپ پشاور چلے گئے اور دو ہی روز بعد حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارِ فانی سے کُوچ کر گئے۔ حضرت صاحب کے وصال کے بعد ڈاکٹر صاحب جامعہ انوارِ باھُو بھکّر کے نائب مہتمم بھی مقرر کیے گئے۔

2010ء میں آپ نے خیبر میڈیکل کالج پشاور سے MBBS فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا اور سالانہ کانووکیشن میں گورنر خیبر پختونخواہ سے ڈگری وصول کی۔ دورانِ تعلیم آپ نے پروفیسر ڈاکٹر جہانزیب سمیت میڈیکل کی ممتاز شخصیات سے کسبِ علم و فن کیا۔ ایم بی بی ایس کے بعد آپ نے ڈیرہ اسماعیل خان کے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں ایک سال کی ہاؤس جاب مکمل کی۔ اگلے ہی برس یعنی 2012ء میں آپ نے میڈیسن میں تخصیص (specialization) کا قومی امتحان

Marfat.com

FCPS-I پہلی ہی کاوش میں پاس کرلیا اور چلڈرن ہسپتال، فیروزپور روڈ، لاہور میں بطور ریذیڈنٹ ڈاکٹر کے خدمات سرانجام دینا اور تخصیصی تربیت حاصل کرنا شروع کر دی۔ یہاں آپ کو مُلک کے مایہ ناز ماہرینِ امراضِ بچگانہ (pediatricians) بشمول پروفیسر ڈاکٹر طاہر مسعود، پروفیسر ڈاکٹر مسعود صادق اور پروفیسر ڈاکٹر شازیہ مقبول سے پیشہ ورانہ تربیت حاصل کرنے کا موقع ملا۔ جون 2016ء میں آپ نے بطورِ ماہرِ امراضِ بچگانہ/چائلڈ سپیشلسٹ (pediatrician) کے چلڈرن ہسپتال لاہور سے ٹریننگ مکمل کی۔ آپ پشاور، ڈیرہ اسماعیل خان اور لاہور میں متعدد پیشہ ورانہ کانفرنسز، ورکشاپس اور سمپوزیا میں شرکت کر چکے ہیں۔

2013ء میں ڈاکٹر صاحب کی شادی صاحبزادہ سُلطان اشتیاق احمد حفظہ اللہ کی صاحبزادی محترمہ ماہم سُلطان سے ہُوئی جو کہ آپ کی خالہ زاد ہیں اور حُسنِ اتفاق دیکھیے کہ اُن کی تاریخ ولادت بھی ڈاکٹر صاحب ہی کی طرح 9 نومبر ہی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نہ صرف ایک ماہر و قابل ڈاکٹر ہیں بلکہ ایک نیک نیّت، غریب پرور، غیُور، بے باک و حق گو، ذہین اور خوش مزاج شخصیت بھی ہیں۔ کھیلوں میں کرکٹ سے دلچسپی ہے اور دینی و اَدبی مطالعہ سے بھی لگاؤ رکھتے ہیں۔ بطور ایک ڈاکٹر کے آپ پسے ہُوئے طبقات کی خدمت کا خاص جذبہ رکھتے ہیں۔ مالک آپ کے علم و ہُنر اور عمر میں برکتیں فرمائے، آمین!

دُختران:

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی تین صاحبزادیاں تھیں (مزید دو ولادت کے ساتھ ہی وفات پا گئیں)۔ تینوں کا مختصر تذکرہ تاحال (2016ء) ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے بڑی صاحبزادی محترمہ طیبہ سُلطانہ کی ولادت 6 جون 1971ء بمطابق 12 ربیع الثانی 1391ھ کو ہُوئی۔ پہلی اولاد ہونے کے باعث آپ اپنے والدین کو تو بے حد عزیز تھیں ہی، ساتھ میں اپنے ننہال اور دَدھیال میں بھی سب بزرگوں کی نُورِ نظر تھیں۔ آپ حضرت صاحب کو بے حد عزیز تھیں اور کوئی بھی معاملہ ہوتا وہ آپ کی بات نہ ٹالتے۔ آپ ایک پُروقار مگر سادہ مزاج اور مخلص شخصیت تھیں۔ بجائے اِنتقام کے مخالفین سے بھی حُسنِ سلوک کی قائل تھیں۔ قرآنِ پاک کا ترجمہ و تفسیر کے ساتھ بکثرت مطالعہ کیا کرتیں، نیز معاصر اُردو شعر و ادب کا نہایت شُستہ ذوق رکھتی تھیں۔ چونکہ بہن بھائیوں میں سب سے بڑی تھیں لہٰذا چھوٹے بہن بھائیوں کی تربیت اور پرورش میں بھی آپ نے اہم کردار ادا کیا۔ 1993ء میں آپ کا نکاح اپنے ماموں حضرت سُلطان حامد نواز القادری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ اکبر صاحبزادہ سُلطان محمد بازید القادری حفظہ اللہ سے ہُوا۔ آپ کی پانچ صاحبزادیاں ہیں جن کے نام مع سالِ ولادت یہ ہیں: عائشہ

Marfat.com

[illegible]

خدمت میں ... [illegible]

حضرت صاحب ... [illegible]

... [illegible] ... سب سے چھوٹی ... [illegible]

... [illegible] ...

دونوں بچپن میں والدین اور بزرگوں کے بے حد لاڈلے تھے۔ آپ نے حضرت صاحب کی زندگی ہی میں ... [illegible]

اور گھر میں اپنی والدہ ماجدہ کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔ اپنے والد ماجد کی خدمت کا بھی آپ کو خوب موقع نصیب ہوا کہ

Marfat.com

آخری وقت میں بھی آپ حضرت صاحب کے ساتھ تھیں۔ آپ اکثر اپنے بہن بھائیوں اور اُن کے بچوں کی فلاح و بہبود کے امور میں مگن رہتی ہیں۔ 2015ء میں آپ کو حرمین شریفین کی حاضری و عمرہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ کو بیعتِ طریقت سلسلۂ قادریہ میں السیّد پیر ہارون الرّشید یوسف الجیلانی والبغدادی حفظہ اللہ سے حاصل ہوئی۔ آپ ادبیات خصوصاً اُردو فکشن کے مطالعہ کا خاصا ذوق رکھتی ہیں۔ آپ ایک مخلص، خدمتگزار اور حسّاس شخصیت ہیں اور کاشانۂ باھُو میں اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں رہتی ہیں۔ اللہ پاک سلامت با کرامت رکھے، آمین!

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیارے پوتے
سلطان غلام باھُو عرف محمد طٰہٰ کے ساتھ

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیٹیوں کو زیادہ دُنیاوی تعلیم تو نہ دِلوائی مگر دینی خطوط پر اُن کی تربیت کو ہمیشہ ملحوظِ خاطر رکھا۔ آپ انہیں صوم و صلوٰۃ کی پابندی اور پردہ داری کی خاص تلقین فرماتے۔ بیٹیوں کو حضرت صاحب بہت محبت اور احترام عطا کرتے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ 1997ء میں حرمین شریفین کے سفر پر روانگی کے لمحات کی خانگی یادیں اپنے روزنامچہ میں یوں تحریر کرتے ہیں[1]:

"...مبارک سفر پر روانہ ہوتے وقت نجیبہ بچی نے مجھے جس والہانہ محبت سے امام ضامن باندھا، اس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بچی کے دل میں والد کے لیے کتنی بے تحاشہ محبت ہُوا کرتی ہے۔ اس کے اس والہانہ طرزِ عمل سے دل میں کافی رقّت پیدا ہُوئی۔ تمام بچیوں کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ طیبہ نے بھی مجھے رخصت کرتے وقت محبت کے آنسو بہائے۔..."

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اپنی نواسیوں اور پوتیوں کے ساتھ

---

[1] روزنامچہ علّامہ محمد نور سلطان القادری۔ مورخہ 11 نومبر 1997ء، (1997ء کی ڈائری نمبر 2)

Marfat.com

فصلِ دوم
شخصیت و کردار

قبل اس کے کہ حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت و کردار کے مختلف پہلوؤں کا اجمالی جائزہ پیش کیا جائے، ذیل میں حضرت صاحب کے شخصی اوصاف کے حوالہ سے آپ کے معروف معاصر علما و مشائخ کی تحریروں سے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔

سب سے پہلے حضرت صاحب کے محترم اُستادزادوں کے تاثرات ملاحظہ ہوں۔ جانشینِ غزالیٔ زماں علّامہ سیّد مظہر سعید کاظمی حفظہ اللہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق اپنے تاثرات میں لکھتے ہیں[1]:

"...وہ ایک عظیم روحانی پیشوا، متبحر عالمِ دین اور سچے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔..."

جگر گوشۂ غزالیٔ زماں علّامہ سیّد حامد سعید کاظمی حفظہ اللہ، سابق وفاقی وزیر مذہبی امور، کچھ یوں رقمطراز ہوتے ہیں[2]:

"حضرت قبلہ محمد نُور سُلطان قادری علیہ الرّحمۃ میرے لیے ایک شفیق مہربان دوست، ایک خوش مزاج ہم ذوق رفیق اور ایک باکردار باعمل بزرگ کا نام ہے۔... یہ خیال تک نہ آیا تھا کہ ایسی شخصیت جن کی ہم نشینی میں زندگی خوبصورت ہو جاتی ہے، اِس طرح اچانک داغِ مفارقت دے جائے گی۔ اُن کا ذکر آتا ہے تو یادوں کا دریا اُمڈ آتا ہے۔ اُن کی تیز گُفتاری میں خوش کلامی، اُن کی ظرافت میں لطافت، اُن کی ہمنشینی میں لذّت، وہ کشیدہ قامت، خوش اَطوار شخصیت، اب اُنہیں آنکھیں کھوجتی ہیں، پھر اپنی محرومی پر گریہ کناں ہو جاتی ہیں"

جامعہ ہجویریہ، داتا دربار لاہور کے شیخ الحدیث اور معروف عالمِ علمُ الاسناد حضرت علّامہ علی احمد سندھیلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت صاحب کی شخصیت و کردار پر یُوں قلم اُٹھاتے ہیں[3]:

"آپ کے حالات و واقعات، مناقب و اوصاف، اقوال و افادات، آثار و فیوض، علمائے سلف کے اخلاق و کردار کا پتہ دیتے ہیں اور دل و دماغ کے لیے پُرجوش محرک ہیں۔ آپ کا کردار و سیرت حوصلہ کو دبنگ اور ہمت کو بلند کرتا ہے، نیکیوں کی ترغیب (دیتا ہے) اور بُرائیوں سے روکتا ہے، موعظت آموزی اور سیرت سازی کا بہترین ذریعہ ہے۔...

---

[1] تحریر علامہ سیّد مظہر سعید کاظمی۔ مورخہ 6 نومبر 2006ء۔ مملوکہ راقم

[2] تحریر علامہ سیّد حامد سعید کاظمی۔ مورخہ 11 نومبر 2006ء۔ مملوکہ راقم

[3] تحریر علامہ علی احمد سندھیلوی۔ مورخہ 2 جنوری 2012ء۔ مملوکہ راقم (بشکریہ حافظ محمد ابراہیم)

Marfat.com

خوبصورت چہرہ، قد آور شخصیت، ذہین و نفیس، فصیح و بلیغ، ظاہری و باطنی محاسن کا مرقّع، پہلی ملاقات میں یوں محسوس ہُوا جیسے اہل اللہ کی بارات کے دُلہا ہوں۔ الغرض نہایت پُرکشش شخصیت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں نوازا تھا اور خوب نوازا تھا۔ وہ سراسر محبت و اخلاص اور حُسنِ عمل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں گہرا علم، وسیع مطالعہ، ظاہری و باطنی کمالات کی دولت سے مزیّن فرمایا تھا۔ وہ علم کا بحرِ ذخار اور عمل کا سیلِ رواں تھے۔ انتہائی مہمان نواز، اخلاقی اقدار سلفِ صالحین اور علمائے حق کا نمونہ تھے۔ انتہائی متواضع، ملنسار، جراءت مند اور کلمۂ حق کہنے کی صلاحیت سے مالا مال تھے۔ حق اور اہلِ حق کے ساتھی، قافلۂ عزیمتِ اہلسُنّت والجماعت کے عظیم المرتبت علما کی صفِ اوّل میں شمار ہوتے تھے۔..."

حضرت صاحب کے ایک ذی قدر اُستاد بھائی اور اہلسُنّت کے معروف محقق شرفِ ملّت علّامہ عبدُالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ اپنی بندیال میں زمانۂ طالبعلمی کی یادیں تازہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں[1]:

"... حضرت علّامہ صاحبزادہ نُور سُلطان قادری رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت سُلطان باھُو رحمہ اللہ تعالیٰ کی اَولادِ امجاد میں سے ہونے کے علاوہ بڑے خوش مزاج، انتہائی ذہین اور محنتی تھے۔ ہر وقت خوش باش رہتے اور تبسّم اُن کے ہونٹوں پر کھیلتا رہتا۔..."

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چچازاد بھائی جانشینِ سُلطانُ العصر حضرت سُلطان حامد نواز القادری رحمۃ اللہ علیہ آپ سے متعلق اپنی ایک تحریر میں یوں رقمطراز ہوتے ہیں[2]:

"... پیرِ طریقت ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ایک جیّد عالمِ دین، مناظرِ اسلام، حق گو، معاملہ فہم، خوددار، سادگی پسند اور مہمان نواز انسان تھے۔... آپ کا چہرہ ہمیشہ پُر جلال رہتا۔ خلافِ شرع کوئی چیز دیکھتے تو فوراً آگ بگولا ہو جاتے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔... آپ نہایت ذہین، متحرک اور فعّال شخصیّت کے مالک تھے۔... آپ جامعُ الکلام اور حاضر جواب انسان بھی تھے۔..."

---

[1] مکتوب علّامہ عبدُالحکیم شرف قادری بنام صاحبزادہ منصور سُلطان و برادران۔ مورخہ 29 اکتوبر 2006ء

[2] تحریر سُلطان حامد نواز القادری۔ مورخہ 5 اکتوبر 2006ء۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

شہیدِ عشق حضرت سُلطان ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ خانوادۂ سُلطان العارفین کی تاریخ اور اکابر کی سوانح میں خاص کمال رکھتے تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کی سوانح حیات پر پہلا با قاعدہ مضمون آپ ہی نے تحریر کیا۔ اس میں آپ حضرت صاحب کی شخصیّت و کردار کے مختلف پہلوؤں کو یوں بیان کرتے ہیں[1]:

"آپ انتہائی پابندِ شریعت، عبادت گزار، شب بیدار، تہجد گزار، مستقل مزاج، راست گو، راسخ العقیدہ، صادق الیقین، بیدار مغز، سادہ مزاج، خوش خلق، مہمان نواز، کمال کے مستغنی، متوکّل علی اللہ، راضی برضا، صابر و شاکر، بُردبار، بدلہ لینے کی بجائے عفو و درگزر کرنے والے، خدمتِ خلق میں ہمہ وقت مصروفِ کار، سخی مزاج لیکن فضول خرچی اور اسراف سے اجتناب برتنے والے، استقامت رکھنے والے اور ہمیشہ باجماعت نمازِ پنجگانہ ادا کرنے والے تھے۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی رگ رگ میں جاگزین تھا، جس کے باعث ہمیشہ سُنّتِ مبارکہ پر عمل پیرا رہتے۔ جب اور جہاں خلافِ شرع کچھ پاتے، آپ کی طبعیت میں انتہائی جلال آ جاتا۔ آپ ایک ولیٔ کامل تھے۔ آپ سے کئی کرامات منسوب ہیں لیکن آپ انکسار اور بذلہ سنجی سے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے۔ تمام تر منکسر المزاجی کے باوصف آپ ایک قادری فقیر کی انانیت سے بھی متصف تھے۔..."

شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد مہروی حفظہ اللہ جو کہ جامعہ انوارُ العلوم ملتان اور جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سبق رہے آپ کی شخصیت و فیضان کا ذکر اِن الفاظ میں کرتے ہیں[2]:

"ملک التدریس والافتاء حضرت صاحبزادہ نُور سُلطان القادری نوّر اللہ مرقدہٗ جو ہزارہا گم گشتہ راہ انسانوں کے لیے رہبر و رہنما تھے،

جن کے فیضِ تدریس سے نہ جانے کتنے ذرّے آسمانِ علم پر آفتاب بن کر چمکے،

جنہوں نے زندگی بھر محبت و شفقت بانٹی اور اپنی روحانی توجہ سے ہزاروں وابستگان کی یاوری کی،

جن کی تعلیم و تربیت اور نظرِ کیمیا اثر نے آلودہ ذہنوں کو پاکیزگیٔ فکر و خیال بخشی،

ناچیز ابتداء سے درجہ موقوف علیہ تک آپ کا شریکِ درس رہا، بلکہ ہم پیالہ و ہم نوالہ رہا۔ اس تعلیمی زندگی میں آپ کی ذات کو منعمِ حقیقی نے ایسی خوبیوں سے نوازا تھا جو خال خال طلبہ میں دیکھنے میں آئیں۔..."

---

[1] روزنامہ نوائے جوہر (بھکر، جوہر آباد)، ٹاکرہ (بھکر)۔ اشاعتِ خاص مورخہ 6 نومبر 2006ء۔ روزنامہ "بھکّر ٹائمز" مورخہ 20 مارچ 2009ء۔ مضمون "سوانح حیات"۔ از سُلطان ارشد القادری

[2] تحریر مولانا نذیر احمد مہروی۔ مورخہ ستمبر 2012ء، ملتان۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانۂ طالبعلمی کے ایک اور مکرّم ساتھی شیخ الحدیثِ پشاور مولانا پیر محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مضمون "ایک اچھے دوست کے حوالے سے" کا اختتام اِن الفاظ پر کرتے ہیں[1]:

"... مَیں اچھے دوست، اچھے عالم اور وفادار ساتھی ہونے کے حوالہ سے اُن کے پاکیزہ کردار اور علم و عمل سے ہمیشہ مطمئن رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور اُس جہان کی بلندیاں نصیب فرمائے۔"

جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عالی مرتبت ہم سبق شیخ الحدیثِ کراچی حضرت علامہ الحافظ اللہ بخش اویسی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے اخلاق و کردار کے حوالہ اپنی زمانۂ طالبعلمی کی یادیں تازہ کرتے ہُوئے یوں تحریر فرماتے ہیں[2]:

"صاحبزادہ محمد نور سلطان القادری نہایت ذہین اور فطین انسان تھے۔ اساتذہ کرام کے سامنے اِس شان سے عبارت پڑھتے کہ ہمیں ان کی محنت اور ذہانت پر رشک آتا۔ نیک، صالح، مؤدب اور مہذب صاحبزادہ صاحب اپنے نام کی طرح پُرنور اور اپنے بختوں کے سُلطان تھے۔ فیاضِ قدرت نے انہیں خاندانی وجاہت کے ساتھ ساتھ ذہانت و فطانت کی دولت بھی بخشی اور محنت و دیانت کا وصف بھی عطا فرمایا..."

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانۂ طالبعلمی کے ایک اور قریبی بے تکلّف دوست اور معروف علمی و روحانی شخصیت حضرت علّامہ پیر مختار احمد جان سرہندی فاروقی نقشبندی حفظہ اللہ نے حضرت صاحب کی یادوں سے متعلق ایک طویل مضمون تحریر فرمایا ہے۔ اس سے ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے جو حضرت صاحب کی شخصی خوبیوں پر دال ہے[3]:

"... حضرت محمد نُور سُلطان اپنے فن کے امام اور اپنے دَور کے عظیم انسان تھے... حضرت کے لبوں پر ہر وقت مسکراہٹ ہوتی۔ آنکھوں میں نُور کی جھلک، خُدا کا دیا ہُوا رعب و جلال کہ جسے نظر بھر دیکھ لیا وہ محبت میں آ گیا۔ گُفتار میں صداقت، رفتار میں لطافت، کردار میں متانت، لہجے میں اپنائیت، مزاج میں سخاوت کا انوکھا انداز، پابندیٔ شریعت کے خوگر، سُنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیکر، محبتِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سرمست یہاں تک کہ خلافِ طریقِ پیغمبر علیہ السلام کسی کا بھی عمل دیکھ لیا تو ہفتوں طبیعت میں اضطراب اور ان کی اصلاح کی تدبیر و فکر، عبادت و ریاضت میں دلجمعی، ناصحانہ انداز، مشفقانہ طرزِ تکلّم، کم خوردن کم گفتن کم خفتن کا حَسین امتزاج، رضائے اللہ جلّ شانہٗ کا ہر دَم طلبگار۔ یہ تھی وہ بابرکت شخصیت جسے خَلق حضرت محمد نُور سُلطان قدّس سرّہٗ العزیز کے نام سے یاد کرتی ہے۔"

---

[1] ماہنامہ "آوازِ حق" پشاور۔ شمارہ دسمبر 2011ء۔ مضمون "ایک اچھے دوست کے حوالہ سے" از مولانا پیر محمد چشتی۔ ص 3

[2] مضمون "چند یادیں، چند باتیں"۔ علامہ حافظ اللہ بخش اویسی۔ مورخہ 6 دسمبر 2011ء کراچی۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ راقم

[3] مضمون "پیر طریقت حضرت محمد نُور سُلطان" (مشتمل بہ ہفت صفحہ)۔ پیر مختار احمد جان سرہندی فاروقی نقشبندی۔ مورخہ 14 دسمبر 2011ء۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک تلمیذِ رشید مولانا محمد عاشق فائق القادری اپنے مضمون "آفتابِ اہلسنّت" میں یوں رقمطراز ہوتے ہیں[1]:

"آپ بصیرت اور بصارت کی روشنیوں سے جگمگاتے دل و دماغ کے مالک ایک سراپا خوشبو اور خوشخصال شخصیت تھے۔ آپ گھنی چھاؤں جیسے اور فقیرانہ ادائیں رکھنے والے تھے۔ عشق و ذوق میں جامی اور تحقیق و تدقیق میں رازی کی سرمست کیفیتوں میں زندگی گزارنے والے تھے۔ طرزِ کلام اتنا مشفقانہ، دلبرانہ اور سہل الفہم کہ محسوس ہوتا تھا گلاب اپنی خوشبوئیں اور مہکیں بکھیر رہا ہے۔... آپ اِتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنیوں سے بہرہ وَر، علم کی روشن دلیل، اور دانشمندی کی آبرو تھے۔... آپ کی طبعیت انتہائی سادہ تھی، اتنی کہ طلبہ کے ساتھ فرشِ زمین پر بیٹھ کر لنگر تناول فرمالیتے۔... آپ جلالی طبعیت کے مالک تھے۔ غلط بات کو بالکل برداشت نہیں کرتے تھے۔ غلطی کرنے والا چاہے کوئی ملک یا خان وڈیرہ، مولانا ہو یا پیر، اس کی خوب خبر لیتے۔... آپ کسی سے نہ ڈرتے۔ حق بات کہنا آپ کی پہچان اور تعارف بن گیا۔... آپ جس قدر جلالی تھے اس سے کہیں زیادہ مہربان، ہمدرد، اور غمگسار بھی تھے۔ دوست کا ہر مشکل اور کٹھن مرحلہ میں ساتھ دیتے، جب تک وہ کسی غیر شرعی فعل کا مرتکب نہ ہو۔..."

کراچی میں مقیم غزالئِ زماں رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و تعلیمات کے معروف محقق مولانا محمد جمیل الرّحمٰن سعیدی اپنے تاثرات یوں قلمبند کرتے ہیں:

"... آپ علمی تفوق کی بُنیاد پر ایک مینارۂ نُور کی حیثیت رکھتے تھے، بلند پایہ علمی و عملی نکات کا مخزن تھے، تفقہ فی الدین میں کنزالد قائق تھے، اسلاف کی تابندہ ممتاز نشانی تھے۔ ایک عالمِ دین اور مرتاض مُرشد میں جن اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے، وہ حضرت میں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔... آپ شب زندہ دار عابد بھی تھے اور مُدرّس بھی۔... دِن قال اللہ و قال الرسول کی دِلنواز صداؤں میں گزارتے اور رات بارگاہِ ایزدی میں آہ و زاری و طلبِ رضا میں گذر جاتی۔... جب تکلّم فرماتے تو علوم و معارف کا سیلِ رواں دکھائی پڑتے، مسندِ ارشاد پر ہوتے تو فیوض و برکات کی ایک لہر جاری و ساری ہوتی۔ اخلاق و ادب کا اعلیٰ ترین نمونہ تھے، اخلاص و محبت کا پیکر تھے، سادگی آپ کا اوڑھنا بچھونا تھی، نفاست بھی ایسی پُرکشش تھی کہ دیکھنے والے گرویدہ ہو جاتے۔ علمی رعب و دبدبہ، وقار و تمکنت، اور خودداری آپ کا شعار تھی۔..."

---

1 مضمون "آفتابِ اہلسنّت"۔ مولانا عاشق فائق قادری۔ مورخہ 24 ستمبر 2011ء۔ غیر مطبوعہ۔ مملوکہ راقم

Marfat.com

حُلیہ:

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ ایک پُر وقار، جاذبِ نظر اور وجیہہ شخصیت کے مالک تھے۔ سادگی کے باوجود رُعب و دَبدبہ اور وقار و تمکنت نمایاں تھا۔ آپ دراز قد اور قوی الجُثّہ تھے۔ قَد تقریباً چھ فُٹ اور وزن تقریباً 85 کلوگرام ہو گا۔ تاہم بدن میں فربہی کے بجائے چُستی نمایاں تھی۔ جوانی میں جسم دُبلا تھا۔ چہرے کی رنگت گندمی مائل تھی جس پر سُنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں سلیقے سے تراشی ہُوئی ریش مبارک مزیّن تھی۔ جب داڑھی کے بال سفید ہونے لگے تو خضاب یا مہندی وغیرہ کبھی استعمال نہ کی۔ اواخرِ عمر میں داڑھی کے بال مکمل سفید ہو گئے تھے۔ چہرہ بھرا ابھرا اور پُر رونق تھا۔ ناک لمبی جبکہ آنکھیں نیلگوں اور میانہ مقدار کی تھیں۔ پیشانی کُشادہ تھی اور اواخرِ عمر تک سَر کے نصف حصّہ سے زائد بال گر گئے تھے۔ قد کاٹھ میں قوت اور مضبوطی کا عنصر نمایاں تھا۔ ہاتھ بڑے اور توانا تھے جبکہ ہاتھوں پاؤں کی اُنگلیاں قدرے لمبی تھیں۔

علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ۔ 1998ء

لباس سادہ و پاکیزہ ہوتا۔ سُفید یا سنجیدہ رنگوں کے شلوار قمیص یا کُرتہ استعمال کرتے۔ لباس میں صرف پاک صاف ہونے کا خیال رکھتے، باقی ڈیزائن یا اِستری وغیرہ پر کبھی توجہ نہ دیتے۔ جامہ زیب ایسے کہ سادہ سا لباس زیبِ تن کر لیتے تو وہی اعلیٰ دکھائی دینے لگتا۔ تاہم آپ کے لباس میں نمایاں ترین آپ کی "دستار" تھی جس کا آپ ہمیشہ خاص اہتمام کیا کرتے۔ دستار سفید ہوتی اور اس پر کلف لگا ہوتا۔ آپ عمامہ کے پیچ اور اس کا طُرّہ بھی سادہ مگر پُر شکوہ انداز میں بناتے جو آپ ہی سے مخصوص ہے۔ یہ مخصوص انداز کی دستار آپ کی ظاہری شخصیت کی پہچان بن گئی تھی۔ عمامہ کا کلف اور کپڑا پنجابی طرز کا جبکہ اسے باندھنے کا انداز پشتون لُنگی سے قدرے مشابہ ہوتا۔ کبھی کبھار آپ پشتون لُنگی بھی باندھتے جو آپ کی وجیہہ شخصیت پر خوب جچتی۔ موسم سرما میں آپ سبز یا خاکستری چُغہ زیبِ تن کرتے جو آپ کے جُثّے پر خوب اُٹھتا۔ پاؤں میں عموماً چمڑے کی بنی کلاچوی طرز کی کھلی جوتی پہنتے۔ گھڑی بھی استعمال فرماتے مگر بائیں کی بجائے دائیں کلائی میں۔ اسی طرح انگوٹھی بھی دائیں ہاتھ کی چھوٹی اُنگلی کے ساتھ والی انگلی میں پہنتے۔ آپ کے اُستادِ مکرم علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

۱۹۷۹ء

۱۹۹۲ء

۲۰۰۲ء

نے آپ کو ایک چاندی کی انگوٹھی عنایت کی تھی جس میں سیاہ پتھر جڑا تھا۔ آپ کو اپنے استادِ مکرّم کی یہ نشانی نہایت عزیز تھی اور اکثر اسی کو زیبِ انگشت کیے رکھتے۔ وفات سے صرف دو ڈھائی ماہ قبل آپ نے نظر کی عینک کا باقاعدہ استعمال شروع کیا ورنہ پہلے صرف بوقتِ مطالعہ عینک استعمال کرتے۔

آپ کی رفتار پُر شکوہ اور قدرے تیز تھی۔ اواخرِ عمر میں ہاتھ میں لکڑی کا عصا بھی رکھتے تھے جس کے استعمال کی نوبت نہ آتی۔ نشست میں عموماً مربّع نشینی یعنی آلتی پالتی مار کر بیٹھنا پسند کرتے۔ سوتے وقت سُنّتِ مطہرہ کے مطابق قبلہ رُو دایاں ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر کروٹ پر سوتے۔ سرہانہ اونچا رکھتے تھے۔

معمولات:

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات اِتّباعِ سُنّت سے مُزیّن تھے۔ صوم وصلوٰۃ کی سختی سے پابندی، ذکر اذکار، دعوۃ وارشاد کے لیے سفر، آستانہ عالیہ پر زائرین کی مہمانداری اور وعظ ونصیحت ہمیشہ بُنیادی معمولات رہے۔ آپ سحر خیز تھے اور تہجد یا نمازِ فجر کے لیے بیدار ہو کر پھر سوتے نہ تھے۔ بمصداق شعر[1]:

شب زندہ دار باش کزیں باغِ دلفریب   آں غنچہ فیض بُرد کی پیش از سحر شگفت

ناشتہ میں سادہ روٹی (کبھی کبھار پَراٹھا) کے ساتھ بالائی یا دَہی میں کلونجی ملا کر استعمال کرتے۔ ناشتہ کے بعد گھر سے مدرسہ تشریف لے جاتے اور کہیں وعظ کا پروگرام نہ ہوتا تو دِن مدرسہ کے تدریسی وانتظامی معمولات میں گزارتے۔ دِن کو عموماً کھانا نہ کھاتے۔ کبھی کچھ ہلکی پھلکی غذا لے کر قیلولہ کر لیا کرتے۔ عموماً مغرب سے قبل گھر واپس آجایا کرتے۔ رات کا کھانا

---

[1] ترجمہ: "راتوں کو جاگنے والا بن کیونکہ اس دلفریب باغ سے اُسی کلی نے فیض حاصل کیا جو قبل از سحر کھل اُٹھی۔"

Marfat.com

حضرت صاحب کاشانۂ باھو میں۔ 2002ء

مغرب کی نماز باجماعت کے بعد جلد ہی کھالیتے۔ سادہ دیسی کھانے آپ کو پسند تھے۔ مُرغّن اور مصالحہ دار اشیا سے اجتناب کرتے۔ داماں کا مرغوب پکوان "ثوبت" جو کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پسندیدہ پکوان "ثرید" سے مشابہ ہے، آپ کو بہت پسند تھا۔ سبزیوں میں کریلے اور گوشت میں پشتون قبائلی پکوان "لاندہ" آپ کو پسند تھا۔ اِسی طرح وہ تمام غذائیں جن کا استعمال سُنّتِ مبارکہ سے ثابت ہے، کا خصوصی اہتمام کرتے مثلاً کھجور، شہد، کلونجی، انجیر، کدو وغیرہ۔

بعد از نمازِ مغرب کھانا کھا کر آپ کچھ دیر آستانہ کے ڈیرہ پر زائرین کے پاس تشریف لے جاتے، اُن کا حال احوال سُنتے اور پند و نصیحت فرماتے۔ ساتھ ہی اپنی نگرانی میں اپنے فرزندان سے زائرین کے قیام و طعام کی خدمت لیتے۔ نمازِ عشا باجماعت پڑھ کر گھر تشریف لاتے تو جلد لیٹ جاتے اور آپ کے بچوں میں سے کسی کو پاؤں دبانے کا شرف حاصل ہوتا۔ رات کو جلد سو جاتے تاکہ بروقت تہجد یا نمازِ فجر باجماعت کے لیے بیدار ہوں۔

آپ نے عوامی سواریاں استعمال کرنے میں کبھی عار محسوس نہیں کی۔ ریل گاڑیوں، بسوں، ویگنوں اور موٹر سائیکلوں وغیرہ پر بھی سفر کیے اور کبھی خطبات پر جانے کے لیے آرام دہ سواریوں کی خواہش یا فرمائش نہ کی۔ جوانی میں گھوڑوں پر بھی کئی سفر کیے۔ آپ کی شخصیت اِس قدر بھرپُور تھی کہ اپنے وقار کے لیے قیمتی گاڑیوں کی محتاج ہی نہ تھی۔ بھکّر کے سابق ڈی سی او (DCO) چوہدری بشیر صاحب بتاتے ہیں[1] کہ جب وہ بھکر میں تعینات ہُوئے تو اُنہیں پہلی بریفنگ میں یہاں کے مشاہیر میں سے ایک ایسے آدمی کے متعلّق بتایا گیا جو اپنے مدرسہ آنے کے لیے ڈاٹسن یا ویگن وغیرہ پر سفر کر کے آتے ہیں مگر اُن کے ایک اِشارے پر پُورا بھکّر بند ہو جاتا ہے اور وہ کسی افسر، سیاستدان یا سردار کو خاطر میں نہیں لاتے۔ کہتے ہیں کہ مجھے اس شخصیت سے ملاقات کی خواہش ہُوئی اور جب مِلا تو اُن کو گُوناگُوں صفات کا مرقّع پایا۔ چوہدری بشیر صاحب مزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحب جب بھی ہمارے پاس تشریف لائے کسی مسکین یا غریب کی دادرَسی کے لیے آئے، کبھی اپنے ذاتی مفاد کا کوئی کام نہ کہا۔

---

[1] روایت از محمد منصور سلطان القادری۔ مورخہ 26 اکتوبر 2016ء

Marfat.com

شخصیت:

قُسّامِ ازل نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت میں ایسی خوبیاں جمع کر رکھی تھیں اور ایسی مقناطیسیت عطا کر چھوڑی تھی جسے کرشمہ یا charisma کہا جا سکتا ہے۔ آپ کی اِس کرشماتی (charismatic) شخصیت کا نمایاں ترین وَصف **جلال** و وقار اور رُعب و دَبدبہ تھا۔ آپ کی شخصیت کے اِس پہلو کو آپ کے بے داغ کردار کی روشنی میں دیکھا جانا چاہیے۔ کھرے اور خالص پَن نے آپ کے لہجے کو ایسی توانائی اور انداز کو ایسی متانت بخشی تھی کہ اچھے اچھے بولنے والے آپ کے سامنے گُنگ اور اچھے اچھے وجیہہ آپ کے سامنے مرعوب ہو جاتے۔

جلال کے بعد **سادگی** آپ کی شخصیت کی دوسری اہم خاصیّت تھی۔ آپ کی طرزِ بُود و باش، رہن سہن، سواری، غذا، اور گفتگو ہر شے میں سادگی جھلکتی۔ تصنّع، بناوٹ یا ریاکاری کا شائبہ تک نہ تھا۔ قیمتی اور زَرق بَرق ملبوسات کی طرف کبھی توجہ نہ فرمائی۔ راقم کو یاد نہیں کہ آپ نے کبھی عیدین، عید میلادُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حرمین شریفین کی تیاری کے علاوہ کوئی نیا لباس اپنے لیے بنوایا ہو۔

علمیّت آپ کی شخصیت کا ایک اور نمایاں وَصف تھا۔ علومِ اسلامی کے ساتھ ساتھ معقولات مثلاً فلسفہ و منطق میں کمال دسترس کے باعث آپ کی گفتگو میں ایک خاص ہم آہنگی اور ربط ہوتا۔ اسی طرح کسی بھی موضوع پر بات ہوتی آپ قرآن و سنّت کی روشنی میں نتائج تک پہنچنے کا ملکہ رکھتے تھے۔ مزید بر آں نہایت حاضر جواب اور بدیہہ گو تھے اور اَدبی چاشنی آپ کی گفتگو کا ایک نہایت اہم حصّہ تھی۔ پس آپ سے کسی معاملہ پر بحث کرنا ایک کارِ دشوار تھا۔

آپ کی شخصیت میں **قائدانہ صلاحیتیں** کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ مُریدین، تلامذہ یا اصاغر کی محفلوں میں تو یوں بھی آپ کا بے پناہ احترام تھا مگر آپ کا کمال یہ تھا کہ معاصرین علما و مشائخ، حُکّامِ بالا، سیاستمداران اور انجان لوگوں کی محفل میں بھی بیٹھتے تو نہ صرف یہ کہ توجّہ کا مرکز بن جاتے بلکہ محفل کی باگ ڈور جیسے آپ کے ہاتھ میں آ جاتی۔ آپ کے مزاج میں ایک ایسا اعتماد تھا جو صرف اہلِ حق ہی کا خاصہ ہے۔ اِس کتاب کے باب سوّم میں آپ کی عملی و ملّی خدمات کا ذکر آپ کی قائدانہ صلاحیتوں سے بھرا پڑا ہے۔

سائے کی طرح ساتھ پھریں سرو و صنوبر
تو اس قدِ دلکش سے جو گُلزار میں آوے
(غالبؔ)

Marfat.com

مشقت اور جفاکشی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کا ایک اور نمایاں وصف تھا۔ آپ کہا کرتے تھے: "آرام پرستی حرام پرستی!"۔ آپ کی زندگی ایک مسلسل جدوجہد سے عبارت تھی جس میں آرام و آسائش کے لیے کوئی جگہ نہ تھی۔ سخت کوشی ذہنی ہوتی یا جسمانی، آپ کو مرغوب تھی۔ آپ راہِ رضا پر گامزن ایک ایسے انتھک مسافر تھے جس کے لیے گویا سفر ہی منزل تھی اور جس کے سفر میں ٹھہرنے یا ستانے کا کوئی تصور نہ تھا۔

تصلّب حضرت صاحب کی شخصیت کا ایک واضح پہلو تھا۔ آپ اعلان و اعانتِ حق میں کبھی پیچھے نہ ہٹتے، امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر ہمیشہ کاربند رہتے۔ مسلمان کے لیے معاشرت کا ایک رہنما اصول اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی سے محبّت کی جائے تو اللہ عزّوجلّ کی رضا کی خاطر اور اگر کسی سے بغض ہو تو وہ بھی اللہ عزّوجلّ کی رضا کی خاطر۔ دوستی دشمنی کا مقصد ذاتی نہیں، دینی ہو۔ آپ اِس اصول کی عملی تصویر تھے۔

اگرچہ آپ کی شخصیت میں جلال کا عنصر بہت حاوی تھا مگر **جمال و لطافت** بھی کچھ کم نہ تھی۔ ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آتا تو آپ کی طبیعت کا سوز وگداز دیدنی ہوتا، مدینہ منورہ کا ذکر چھڑ جاتا تو آنسو جاری ہو جاتے۔ اپنے والد و مُرشد کی جُدائی کے بعد تو آپ کی کیفیات اکثر رِقّت آمیز رہنے لگیں۔ شعر و ادب سے لگاؤ اور شستہ و شائستہ حِسِّ مزاح بھی آپ کے جمالیاتی پہلو کی غماز ہیں۔ تاہم جمالیاتی فنون کی آپ محض اُس حد تک اجازت دیتے جہاں تک وہ شریعتِ مطہرہ سے متصادم نہ ہوں۔

الغرض حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت میں ایک طرف صوفیانہ سادگی، انکسار اور جمال تھا تو دوسری طرف عالمانہ خودداری، بے خوفی اور جلال۔ طبیعت میں جلال و جمال کا ایسا دلکش امتزاج تھا کہ اللہ اکبر!۔ آپ کی شخصیت و کردار کا جائزہ لیا جائے تو وہ خصوصیات نظر آتی ہیں جن کا ذکر قرآنِ مجید میں اِن الفاظ میں کیا گیا ہے: فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ[1]۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ گویا علامہ اقبال کے اِس تصورِ مردِ مُسلمان کی عملی تصویر تھے کہ[2]:

جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم — دریاؤں کے دِل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

---

[1] قرآن مجید، سورۃ المائدہ5، آیت 54۔ ترجمہ: "...پس عنقریب اللہ ایک ایسی قوم کو لائے گا وہ اللہ سے محبت کرنے والے اور اللہ ان سے محبت کرنے والا، نرم ہوں گے مومنوں پر اور سخت ہوں گے کافروں پر، اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے..."۔

[2] ضربِ کلیم۔ علامہ محمد اقبال۔ نظم بعنوان "مردِ مسلمان"۔ ص60

Marfat.com

کردار:

کردار ایک ایسا ترازو ہے جس میں شخصیت کی عظمت و رفعت کو تولا جاتا ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے جب اعلانِ نبوّت کیا تو اہلیانِ مکّہ کے سامنے اپنی چالیس سالہ زندگی کو صداقت و امانت کی اوّلین دلیل کے طور پر پیش کیا۔ گویا شانِ رسالت کے اظہار کی تمہید اپنے کردار کی روشن استقامت کو بنایا۔ اُسوۂ حسنہ کی اتباع میں حضرت صاحب نے بھی اپنے کردار کو شخصیت کا مرکزی ستون بنا کر پیش کیا۔ ذیل میں آپ کے کردار کے بعض چیدہ چیدہ پہلوؤں کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

جرات و شجاعت حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کردار کا نمایاں ترین وصف تھا۔ آپ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ[1] کی عملی تصویر تھے۔ آپ ایک نڈر، دلیر اور جرّی قائد تھے۔ جس بات کو حق سمجھتے اُس پر سیسہ پلائی دیوار کی طرح ڈٹ جاتے۔ بابِ سوم میں آپ پر کیے جانے والے بعض حملوں، دھمکیوں اور محاصرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایسے مشکل مقامات پر جبکہ جان خطرے میں ہوتی، آپ حق کا ساتھ نہ چھوڑتے اور ہر مصیبت کا مردانہ وار مقابلہ کرتے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے کہ جو رات قبر میں آنی ہے وہ ہرگز قبر سے باہر نہ آئے گی۔ بقول فیض[2]:

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے　　یہ جان تو آنی جانی ہے اِس جاں کی تو کوئی بات نہیں

حق گوئی و بے باکی اور کلمۂ حق کا برملا اظہار آپ کے کردار کا طرۂ امتیاز تھا۔ کیسی بھی محفل اور کوئی بھی موضوع ہوتا، آپ ڈنکے کی چوٹ پر پُورا سچ بولتے، چاہے اس کے نتائج کچھ بھی ہوں۔ موجودہ زمانہ جس میں مصلحت کے نام پر منافقت، تملّق اور دروغ گوئی کو تہذیب کی علامت سمجھا جاتا ہے، ایسے میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ حق بات کہنے کی جرات سے متصف تھے۔ بات عقائد کی ہو، سیاست کی یا خانگی امور کی، آپ وہی بات کرتے جسے بہ دل و جان حق سمجھتے۔ بقولِ اقبال[3]:　　ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق　　یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

توکّل حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کردار کا ایک اور نمایاں وَصف تھا۔ آپ فرمایا بھی کرتے کہ اِس عالم اسباب میں سبب تو ضرور تلاش کرنے چاہییں مگر بھروسہ سبب پر نہیں بلکہ مسبّبُ الاسباب پر ہونا چاہیے۔ آپ کئی بار کسی ایسے کام کی انجام دہی کا عزم کر لیتے جس کے لیے بظاہر اسباب نہ ہوتے مگر آپ کے توکّل اور مخلصانہ محنت کی برکت سے خود بخود اسباب پیدا ہونا شروع ہو جاتے۔

---

[1] قرآن مجید، سورۂ یونس 10، آیات 62۔ ترجمہ: "اُن (اولیاء اللہ کو) نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ ہوتے ہیں"۔

[2] زنداں نامہ۔ فیض احمد فیض۔ ص 61

[3] بالِ جبریل۔ علامہ محمد اقبال۔ ص 34

Marfat.com

اصول پسندی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ پر ختم تھی۔ آپ نے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے اصول شریعتِ مطہرہ سے اخذ کیے تھے اور ان اصولوں پر سختی سے کاربند تھے۔ اصولوں پر سمجھوتہ اور حیلہ جُوئی کا آپ کی زندگی میں کوئی دخل نہ تھا۔ آج کل وَقتی مصلحتوں کی مناسبت سے اصولوں کو توڑ مروڑ کر راستہ نکالنا عام ہے۔ مگر حضرت صاحب کے لیے وقتی تقاضوں سے کہیں بڑھ کر وہ مسلّمہ قوائد وضوابط تھے جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وضع فرمادیے تھے۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات میں **اِستغنا** کا یہ عالَم تھا کہ آپ کسی دُنیاوی فائدہ کے حصول پر ایک خاص حد سے زیادہ خوش نہ ہوتے اور کسی دُنیاوی نقصان کی صورت میں بے حد پریشان نہ ہوتے۔ بلکہ بڑی سے بڑی فائدے یا نقصان کی خبر نہایت اطمنان اور ٹھہراؤ سے سُنتے۔ آپ اکثر اپنے والد و مُرشد رحمۃ اللہ علیہ کا پسندیدہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

نہ شادی داد سامانے، نہ غم آورد نقصانے ۔۔۔ بہ پیشِ ہمّتِ ماہر کہ آمد بُود مہمانے[1]

ایفائے عہد اور اپنی بات پر قائم رہنا حضرت صاحب کے کردار ہی نہیں بلکہ مزاج کے بھی لازمی اجزا تھے۔ مثال کے طور پر کہیں کسی محفل میں وعظ کے لیے جانے کا وقت دے دیتے تو پھر ہر صورت وہاں پہنچنے کی کوشش کرتے۔ خانگی مجبوریاں، صحت یا موسمی حالات، کوئی بھی امر آپ کے ایفائے عہد کی راہ میں رُکاوٹ نہ بن پاتا۔ بعض اوقات برادری کے احباب یا قریبی دوست آپ سے اس بات پر نالاں بھی رہتے کہ آپ اُن کی خواہش کے مطابق اُنہیں وقت نہیں دیتے مگر آپ یہی کہتے کہ جہاں جانے کا وعدہ کر چکے ہیں، اس کی پاسداری لازم ہے۔

خودداری اور **غیرت** حضرت صاحب کے مزاج کے نمایاں خاصے تھے۔ حدیثِ مبارکہ میں اوپر والے ہاتھ کو نیچے والے ہاتھ سے بہتر فرمایا گیا ہے، چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہمیشہ کوشش ہوتی کہ اپنا ہاتھ اوپر ہی رہے۔ کبھی کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کیا۔ یہ دُعا بھی کیا کرتے کہ: "اے اللہ، اپنا محتاج رکھنا اور غیر کی محتاجی سے بچانا"۔ آپ مریدین و تلامذہ حتیٰ کہ داعیینِ جلسہ تک سے کبھی کوئی فرمائش نہ کرتے۔ جب بھی کسی کو کچھ منگوانے دیتے، اس کی قیمت ضرور دے دیتے۔ یہاں تک کہ اپنے بچوں کو بھی کچھ خرید لانے کا کہتے تو حساب کر کے اُن اشیا کی پُوری قیمت ادا کر دیتے۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں **عفو و درگزر** کا جذبہ کمال حد تک پایا جاتا تھا۔ آپ اپنے ذاتی مخالفین سے انتقام لینے کے بجائے معاف کر دیا کرتے۔ بعض عزیزوں نے آپ کو بہت دُکھ پہنچائے مگر جب وہ آپ کے پاس آکر معافی کے طلبگار ہوئے تو آپ نے نہ صرف معاف فرمایا بلکہ بعد ازآں صلہ رحمی کے جملہ تقاضے بھی پُورے کرتے رہے۔ ایک بار ایک شخص کے

---

[1] ترجمہ: "نہ تو ہمیں سامان نے کوئی خوشی پہنچائی اور نہ ہی نقصان کسی غم کا باعث بنا۔ ہماری ہمت کے سامنے جو بھی آیا مہمان تھا"۔

Marfat.com

متعلق کسی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ حضور اُس نے فلاں موقع پر آپ کے متعلق کیسی زیادتی و بدزبانی کی تھی مگر آپ ہیں کہ اُس کی بدسلوکی کے باوجود اُسے پاس بٹھاتے اور اس کی معاونت کرتے ہیں، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "بیٹا، اُس نے وہ کیا جو اُس کے لائق تھا اور مجھے وہ کرنا چاہیے جو مجھے زیب دیتا ہے"۔

سخاوت اور **مہمان نوازی** حضرت صاحب کے لیے محض ثقافتی ہی نہیں بلکہ دینی فریضہ بھی تھا۔ آپ مہمان کو رحمتِ خُداوندی کہتے اور مہمان زائرین کے قیام و طعام کا مکمل خلوص سے اہتمام کیا کرتے۔ اپنے بچوں اور آستانہ کے خلفا کو بھی زائرین کی خدمت کے ضمن میں سخت تلقین کرتے اور اس سلسلہ میں سُستی پر بہت خفا ہوتے۔

القصّہ، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کردار اُن اعمالِ صالحہ کا جامع تھا جن کا درس قرآن و سُنّت میں جابجا ملتا ہے۔ مثلاً **دیانت، صداقت، عدل، صبر و استقلال، تقویٰ و پرہیزگاری، پاکدامنی، صلح جوئی** اور **خوش خُلقی** آپ کے اوصافِ حمیدہ تھے۔

حضرت صاحب کی شخصیت اور آپ کے کردار کا تذکرہ ہو تو راقم کو بے اختیار احمد فرازؔ کی ایک نظم کے زیرِ نظر اشعار یاد آجاتے ہیں[1]:

خُدا نے کتنی تجھے نعمتیں عطا کی ہیں
وہ بخششیں کہ ہیں بالاتراز شمار و عدد

یہ خال و خد یہ وجاہت یہ تندرست بدن
گرجتی گونجتی آواز ، اُستوار جَسد

بسانِ لالۂ صحرا تپاں تپاں چہرہ
مثالِ نخلِ کہستاں دراز قامت و قد

ترا نہالِ سخن بارور ہُوا کیا کیا
اگرچہ سایہ کناں تجھ پہ تھے کئی برگد

قبولِ عام نے تجھ کو وہ آبرو بخشی
کہ خَلق پیار کرے تجھ سے اور حَریف حسد

محبتیں تجھے اتنی ملیں کہ دل میں ترے
نہ دشمنی نہ عداوت نہ ضد نہ بغض نہ کد

اگر کریں جو تقابل ترے مصائب کا
"زمانہ سخت کم آزار تھا بجانِ اسدؔ"

سو یہ بھی ایک ہے اعزاز اہلِ دل کے لیے
سو یہ بھی دَین ہے اُس کی بَہر کسے نہ دہد

سعادتیست کہ ہرگز بزورِ بازو نیست
کہ تا نہ رحمتِ پروردگار می بخشد

---

[1] خوابِ گُل پریشاں ہے۔ احمد فراز۔ صفحات 30 تا 33

Marfat.com

نفسیاتی تجزیہ:

حضرت صاحب علامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ ایک شفاف شخصیت کے مالک تھے جن کا ظاہر و باطن ہم آہنگ تھا۔ شخصیت میں نہ کوئی دُہرا پن تھا، نہ تضاد، نہ اُلجھاؤ۔ آپ کا طرزِ طریق سیدھا سادا، دوٹوک اور واضح ہوتا۔ طبعیت میں جلال اور سختی کا جو عنصر پایا جاتا تھا اُس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آپ صرف چھ برس کی عمر میں ماں کے سایہ سے محروم ہو گئے تھے اور والد رحمۃ اللہ علیہ نے عقدِ ثانی کر لیا تھا۔ نیز یہ بھی کہ آپ زمانۂ طالبعلمی کا بیشتر حصّہ گھر سے باہر رہے۔ ماہرینِ نفسیات کہتے ہیں کہ جن بچوں نے بچپن میں ماں کی محبت نہ دیکھی ہو اُن کی شخصیت میں عموماً سختی کا پہلو نمایاں رہتا ہے۔ راقم کو یاد ہے کہ حضرت صاحب اواخرِ عمر تک شفقتِ مادرانہ سے محرومی کا بڑی حسرت سے اظہار کیا کرتے تھے۔

آپ کا سینہ وارداتِ قلبی سے سرشار تھا مگر جذبات کی تشہیر ہرگز نہ کرتے۔ اِس سلسلہ میں خاصے introvert تھے۔ حتیٰ کہ اپنے بچوں سے بھی محبتِ پدرانہ کا اظہار کھل کر نہ کرتے تا کہ بچوں میں لاڈ سے بگاڑ پیدا نہ ہو۔ صرف اولاد کی کسی تکلیف پر آپ کی بے اختیار پریشانی یا اولاد کی کسی کامیابی پر آپ کے وفورِ مسرت سے ہی اُس محبت کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا جو آپ اپنے اہل و عیال سے کرتے تھے۔ تاہم ایک introvert انسان کو بھی کسی نہ کسی سطح پر کتھارسس (catharsis) کی حاجت ہوتی ہی ہے۔ غالباً آپ اپنا کتھارسس تین طرح سے کرتے؛ عبادت و ریاضت، شاعری اور روزنامچے۔ اپنے بِلاناغہ لکھے جانے والے روزنامچہ (diary) میں اگرچہ آپ عموماً اپنے معمولات و حسابات ہی رقم کرتے مگر ان میں کبھی کبھار آپ کے جذبات کا وارفتہ اظہار بھی ہو جاتا۔ اسی طرح بعض اوقات اپنے روزنامچوں کو خود احتسابی (self-accountibility) کے لیے بھی استعمال کیا کرتے۔

راقم نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کبھی کبھار تنہائی میں خود کلامی کرتے بھی سُنا۔ معلوم نہیں اس کی کیا نفسیاتی توجیہہ ہو سکتی ہے۔ شاید اس کی وجہ وہ احساسِ تنہائی ہو جو ایک سچے اور کھرے انسان کو منافقت بھرے زمانے میں رہ کر محسوس ہوتا ہے، یا شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ علوم و فنون کے اس امام کو اپنے آس پاس علمی بونوں اور مطلق جہلا کے ساتھ گزر بسر کرنی پڑتی۔ بہر حال، اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قطعہ حسبِ حال ہے[1]:

دلِ مَن بے قرارِ آرزوئے — درونِ سینۂ مَن ھاؤھوئے
سخن اے ہمنشیں از من چہ پُرسی — کہ مَن با خویش دارم گفتگوئے

[1] پیامِ مشرق۔ علامہ محمد اقبال۔ ص 63۔ منظوم ترجمہ از راقم: "
میرا دل بے قرارِ آرزو ہے — میرے سینے کے اندر ھاؤھو ہے
سخن کیا پوچھتے ہو مجھ سے ہمدم — میری تو خود سے کوئی گفتگو ہے "

Marfat.com

حضرت صاحب ایک ذہین و فطین اور پُر اعتماد شخص تھے جنہیں ایک مضبوط ای کیو لیول(E.Q. Level) کے ساتھ اپنے اعصاب پر مکمل قابو تھا۔ پیچیدہ حالات میں بھی گھبراتے نہیں تھے۔ البتہ کبھی کبھا غصّہ بہت زیادہ آ جاتا، خصوصاً جب اپنے عزیزوں، مُریدوں یا شاگردوں سے کوئی غیر شرعی حرکت یا صوم و صلوٰۃ میں غفلت دیکھتے۔ آئی کیو(I.Q. Level) تو نہایت ہی بلند تھا۔ معاملہ فہمی اور حاضر جوابی میں کوئی آپ کا ثانی نہ تھا۔ حاضر جوابی کی شاید ایک وجہ آپ کی علمیّت تھی تو دوسری وجہ ذہانت۔ شخصیت حاوی ہو جانے والی اور ایک گھنیرے برگد کی مثال تھی۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہُوا، حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نفسیات کچھ اِس طرح تشکیل پائی تھی کہ آپ ایک حسّاس دل رکھنے کے باوجود غم اور خوشی کو اپنے اوپر ایک خاص حد سے زیادہ طاری نہ کرتے۔ تاہم آپ کی زندگی میں ایک ایسا واقعہ ہُوا جس سے آپ کی پہاڑ جیسی شخصیت میں گویا دراڑ سی پڑ گئی۔ یہ واقعہ تھا جنوری 2001ء میں آپ کے محبوب والد و مُرشد کی وفات۔ اِس سانحہ نے آپ کی زندگی بدل کر رکھ دی۔ طبعیت میں جلال کی جگہ جمال، شدّت کی جگہ رِقّت اور علمیّت کی جگہ طریقت نے لے لی۔ ہجرِ محبوب میں اکثر اشکبار رہنے لگے اور نوافل و اذکار کی طرف بہت زیادہ راغب ہو گئے۔ اِسی غم کے وفور سے عارضۂ قلب میں مبتلا ہو گئے جو بالآخر آپ کے دارِ فانی سے رحلت کا ظاہری سبب بنا۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے نفسیاتی مطالعہ کے لیے خوش قسمتی سے آپ کا ایک نجی مصاحبہ (interview) محفوظ ہے جو خانوادۂ عالیہ کی ایک صاحبزادی کی ڈائری پر حضرت صاحب نے جون 1997ء کو تحریر فرمایا۔ یہ ایک طرح کا بے تکلّفانہ مگر closed-ended interview تھا یعنی مخصوص سوالات پہلے سے ڈائری پر درج تھے اور ہر شخص نے اپنے ذوق کے مطابق جوابات دینا تھے۔ انٹرویو ملاحظہ ہو[1]:

سوال: نام؟ جواب: نور سلطان القادری

سوال: تاریخ پیدائش؟ جواب: ۲۸ فروری ۱۹۴۲ء مطابق ۱۳ صفر المظفر ۱۳۶۱ھ

سوال: آئیڈیل شخصیت؟

جواب: مومن ہونے کے ناطے سب سے زیادہ محبوب شخصیت اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوبِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس ذات ہے۔

سوال: خُدا سے تعلقات؟

---

[1] انٹرویو: علامہ محمد نور سلطان القادری۔ مورخہ 19 جون 1997ء۔ ڈائری مملوکہ: محترمہ ماہ جبین سلطان بنتِ حضرت سلطان محمد صفدر علی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

جواب: انتہائی نیاز مندی اور عاجزانہ تعلقات ہیں اور اس کی رحمت سے کبھی بھی کوئی دُعا رد نہیں ہوئی۔

سوال: (کون سی بات) خوشگوار تاثر قائم کرتی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک کے ذکر سے دِلی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ دورِ حاضر میں والدِ ماجد مد ظلہ کی خدمت سے قلبی سکون ملتا ہے۔

سوال: آئینہ دیکھ کر (کیا) خیال آتا ہے؟

جواب: ربِ کریم کی حُسنِ خلقت کا تصور آتا ہے کہ وہ کتنا احسن الخالقین ہو گا۔

سوال: چودھویں کا چاند دیکھ کر سوچتا ہوں ...؟

جواب: جب آسمان کے چاند کا اس قدر حُسن ہے تو جس کے قدموں میں یہ چاند جھکا اُس کے حُسن کا کیا عالم ہو گا!

سوال: اگر شیطان سے ملاقات ہو جائے...؟

جواب: خدانخواستہ کبھی ملاقات ہو تو لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھا جائے گا۔

سوال: ایسا لمحہ جس کا تصور آج بھی خوفزدہ کر دے؟

جواب: جب قبر کی تنگی اور اپنی عملی کوتاہیوں پر نظر پڑتی ہے تو مَیں خوفزدہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

سوال: اگر ویران جگہ بھیجا جائے تو کسے ساتھ لے جائیں گے؟

جواب: ویرانی ہو یا آبادی ہر جگہ وھو معکم اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ہی آسرا ہے۔

سوال: زندگی کا خوبصورت ترین دن؟

جواب: جس دن اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اطاعت نصیب ہو جائے، وہی بہتر دن ہے۔

سوال: سب سے عزیز اور قیمتی اثاثہ؟

جواب: سب سے قیمتی اثاثہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کی اتباع کے بعد والدِ ماجد زید مجدہ کی دعائیں ہیں۔

سوال: کس سے شکایت ہے؟

جواب: جب کوئی دوست یا عزیز خلافِ شرع کام میں دیکھتا ہوں تو اس سے شکایت ہوتی ہے۔

سوال: کس کے ساتھ مزہ آتا ہے؟

Marfat.com

جواب: ہر بات میں بطور دلیل اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوبِ پاک ﷺ کے مقدس کلام پیش کر کے بے پناہ لطف حاصل ہوتا ہے۔

سوال: زندگی کے وہ دن جو چاہتے ہیں لَوٹ آئیں؟

جواب: جو دن بیت اللہ اور بیت الرّسول ﷺ میں گزرے کاش کہ وہ دن دوبارہ نصیب ہوں۔

سوال: اگر ایک دن کی حکومت مل جائے (تو کیا کریں گے)؟

جواب: تمام خلافِ شرعِ محمدی یعنی انگریزی قوانین کو بذریعہ آرڈیننس کالعدم قرار دے دوں۔

سوال: غصّے کے وقت کیا کرتے ہیں؟ جواب: مطابق شریعتِ محبوب علیہ السلام حوصلہ سے کام لیتا ہوں۔

سوال: کون سی بات جذباتی کر دیتی ہے؟

جواب: جب بلاوجہ بحث برائے بحث میں الجھنا پڑے اور مخاطب سمجھنے کی کوشش ہی نہ کرے۔

سوال: آج کے دَور کا وعدہ خلاف شخص؟

جواب: حضور علیہ السلام کے فرمان مطابق وعدہ خلافی عظیم گناہ ہے۔ ہر دَور کا بر سرِ اقتدار طبقہ ہی وعدہ خلافی کا مینار ہوتا ہے۔

سوال: اگر آپ کی ملاقات حاتم طائی سے ہو جائے؟ جواب: تو مَیں اس کی سخاوت پہ اسے داد دُوں گا۔

سوال: پسندیدہ ملکیت؟

جواب: دُنیاوی ملکیت تو ناپائیدار ہے۔ اصل ملکیت جو قبر و حشر میں ساتھ رہے وہ نیک اعمال ہیں۔

سوال: پسندیدہ فقرہ؟ جواب: حضور علیہ السلام کے فرمان مطابق مجھے وہ فقرہ پسند ہے جو خُدا کو پسند ہے۔ یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم۔

سوال: پسندیدہ رنگ؟

جواب: گنبدِ خضریٰ کا مقدس سبز رنگ اور سرکار کے لباس کا سفید رنگ ہی مجھے پسند ہے۔

سوال: پسندیدہ دوست؟ جواب: مخلوق میں سب سے پہلے دوست حضور علیہ السلام کی مقدّس ذات ہے۔

سوال: پہلا دُکھ؟ جواب: کہ مَیں اپنی والدہ ماجدہ کی ظاہری خدمت نہ کر سکا۔

سوال: پہلی خوشی؟

جواب: جب مجھے اپنے والدِ ماجد کی معیّت میں حرمین شریفین حاضری نصیب ہُوئی۔

Marfat.com

فصلِ سوم

وفات ومابعد

اواخرِ عمر:

حضرت صاحب علاّمہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا آخری دَور 7 جنوری 2001ء سے شروع ہُوا جب آپ کے والد و مُرشد حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ جہانِ فانی سے رخصت ہُوئے۔ والد و مُرشد کے سانحۂ ارتحال نے آپ کی صحت، شخصیت اور نفسیات پر اثرات مرتب کیے۔ صحت پر یہ اثر پڑا کہ اِس شدید صدمہ کے باعث آپ عارضۂ قلب میں مبتلا ہو گئے۔ یوں تو آپ اکثر و بیشتر ہی والد و مُرشد کو یاد کیا کرتے مگر جب تہجد کے وقت اُٹھتے تو رات کی تاریکی اور تنہائی میں آپ کو اُن کی یاد بہت ہی ستاتی اور آپ گریہ کناں رہتے۔ آپ کو اوّلاً بازوؤں میں شدید دَرد کی صورت میں عارضۂ قلب کی علامات ظاہر ہوئیں اور بالآخر یہی عارضہ آپ کی وفات کا باعث بنا۔

اِس سانحہ سے آپ کی شخصیت پر یہ اثر پڑا کہ پہلے طبعیت میں جلال کا عنصر بہت غالب تھا مگر اب جمال بڑھنے لگا۔ پہلی نظر میں مرعوب کر دینے والی شخصیت اب خود رِقّت و گُداز کی کیفیات میں رہنے لگی۔ نوافل اور اَوراد و وظائف کی طرف آپ کا رجوع بہت بڑھ گیا۔ علمِ دین کے مطالعہ و تبلیغ کا ذوق و شوق تو برقرار رہا مگر مزاج میں علمیّت کی جگہ روحانیت و طریقت حاوی ہوتی گئی۔ شب زندہ داری، تسبیحات اور ذکر اذکار میں نمایاں اضافہ ہو گیا۔ جب بھی آپ کے کمرہ میں جانا ہوتا آپ مراقبہ یا ذکر اذکار کی حالت میں دیکھے جاتے۔ اِسی طرح نوافل میں آپ تہجد اور صلوٰۃِ تسبیح کا خاص اہتمام کرنے لگے۔

اَواخرِ عمر میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے والد و مُرشد رحمۃ اللہ علیہ سے محبت اور تہجد کی پابندی کے حوالہ سے ایک واقعہ صاحبزادہ محمد منصور سُلطان یُوں روایت[1] کرتے ہیں کہ حضرت صاحب نے بتایا کہ ایک بار وہ ملتان سے بذریعہ ٹرین بلوچستان جا رہے تھے۔ رات کا سفر تھا اور گزشتہ اسفار کی تھکاوٹ بھی تھی۔ آپ بَرتھ پر سو رہے تھے۔ تہجد کے وقت آپ کی آنکھ کھلی مگر آپ تھکان کے باعث یہ سوچ کر دوبارہ سو گئے کہ نمازِ فجر کے وقت اُٹھ کر فرض نماز اَدا کر لیں گے۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ مَیں جونہی سویا مجھے خواب میں والدِ ماجد (حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ) کی زیارت نصیب ہوئی جو کہ یہ فرما رہے تھے: "نُور سُلطان، اُٹھو چَن بچہ، تم بھی تہجد نہ پڑھو گے تو پھر کون پڑھے گا!"۔ حضرت صاحب کی آنکھ کھل

[1] روایت از محمد منصور سلطان القادری۔ مورخہ 25 دسمبر 2015ء۔ آڈیو کیسٹ مملوکہ راقم

Marfat.com

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اواخرِ عمر میں بولان (بلوچستان) کی تصویر

گئی اور آپ نے دورانِ سفر اُٹھ کر تہجد ادا کی۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ اس کے بعد یہ طریقہ میرے ہاتھ آ گیا کہ جب کبھی بڑے حضرت صاحب دیدار کرانے میں تاخیر فرماتے ہیں تو مَیں تہجد کو قدرے مؤخر کر لیتا ہوں اور آپ خود جگانے آ جاتے ہیں۔

عمر کے آخری دَور یعنی اپنے والد کی وفات (2001ء) سے اپنی وفات (2006ء) تک آپ حرمین شریفین کے سفر پر بھی بکثرت جانے لگے۔ اِس سے قبل آپ کو صرف دو مرتبہ سفرِ مقدس کی سعادت نصیب ہُوئی تھی اور دونوں بار اپنے والد و مُرشد کی معیّت میں۔ پہلی بار 1979ء میں فریضہ حج کی ادائیگی پر اور دوسری بار 1997ء میں حاضری و عمرہ کی غرض سے۔ مگر والد و مُرشد کے وصال کے بعد آپ ہر سال ہی عازمِ سفرِ مقدّس ہونے لگے۔ عمرِ مبارک کے آخری پانچ سالوں میں آپ کو پانچ بار حاضریٔ حرمین نصیب ہُوئی۔ حتّٰی کہ اپنی وفات سے صرف تین ہفتے قبل آخری بار شرفِ زیارت حاصل کر کے لَوٹے۔ آخری سالوں میں حرمین شریفین کی حاضریوں کے دوران رِقّت و گریہ کی کیفیت طاری رہتی۔ گھر واپس آ کر بھی جونہی مدینہ طیبہ کا ذکر چھڑتا، آپ آبدیدہ ہو جاتے۔ آپ کی تحریر فرمودہ پُرکیف نعت "میڈا محبوب چہرے توں پردہ ہٹا..." بھی اُنہی ایام کی یادگار ہے۔ اَواخرِ عمر میں آپ کی ان کیفیات کی ترجمانی علّامہ محمد اقبال کا ایک قطعہ کرتا ہے جو اُنہوں نے بھی اپنی عمر کے آخری حصہ میں ہی تحریر کیا تھا[1]:

بایں پیری رہِ یثرب گرفتم — نواخواں از سرورِ عاشقانہ
چوں آں مُرغے کہ در صحرا سرِ شام — کشاید پَر بہ فکرِ آشیانہ

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ کے آخری ایام سوز و گداز، ذکر و فکر اور ہمیشہ کی طرح شریعتِ مطہرہ کی کامل اتباع میں گزرے۔ اپنی وفات سے چندماہ قبل سے ہی آپ نے اپنے عزیز و اَقارب اور مُریدین و متعلقین کو اس امر کی جانب اشارے دینے شروع کر دیے کہ اب وہ وقت قریب آ پہنچا ہے کہ آپ اِس دارِ فانی سے رحلت کر کے عالَمِ باقی کو منتقل ہو جائیں۔ اِس طرح کے چند واقعے ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں۔

---

[1] ارمغانِ حجاز۔ علامہ محمد اقبال۔ ص 24۔ منظوم ترجمہ از راقم: "بڑھاپے میں مدینے چل دیا ہوں — محبت کے سُریلے گیت گاتا
پرندہ، دن ڈھلے صحرا میں جیسے — ہو اپنے گھونسلے کو اڑتا جاتا"

Marfat.com

11 اپریل 2006ء کو بھکّر میں میلادُ النبی ﷺ کے مرکزی جلوس میں آپ نے اپنی جماعت کے ایک عزیز رفیق کار حافظ محمد فتح شیر رحمۃ اللہ علیہ کو کئی لوگوں کی موجودگی میں، عمر فاروق روڈ کے نقطۂ آغاز پر واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ مَیں جس قدر خدمت کر سکتا تھا، کر چُکا۔ آئندہ مَیں نہیں بلکہ آپ حضرات جلوس کا انتظام و انصرام سنبھالیں گے۔ اِسی طرح 21 مئی 2006ء کی شب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کاشانۂ باھُو جھوک قریشیاں میں منعقدہ غوث الاعظم کانفرنس میں محفل کے مہمانانِ خصوصی سیّد نزاکت حسین شاہ گیلانی حفظہ اللہ (صدر جماعت اہلسنّت ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) اور سیّد جمشید حسین شاہ گیلانی حفظہ اللہ سے دورانِ خطاب مخاطب ہو کر یوں فرمایا[1]:

"ہم تو اب (اپنا کام مکمل کر کے) فارغ ہو گئے۔

آئے تھے ہم سَیر کرنے، سیر گلشن کر چلے

سنبھال مالی باغ اپنا ہم مسافر گھر چلے

ہم اب اپنا وقت پُورا کر بیٹھے ہیں۔"

اواخرِ عمر میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ محوِ تسبیح خوانی

اِس خطاب کی ویڈیو ریکارڈنگ نشر کی جا چکی ہے اور یہ بات جم غفیر کی موجودگی میں فرمائی گئی۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے وصال سے دو ڈھائی ماہ قبل آخری بار چاہ لعل خان بھٹی والا تحصیل منکیرہ تشریف لے گئے۔ یہاں کے مُریدین و مخلصین کے ساتھ حضرت صاحب کو خاص پیار تھا۔ اِس موقع پر لوگوں کو واضح فرما دیا کہ آئندہ کبھی میں آپ لوگوں کے پاس نہ آسکوں گا۔ یہ بات سُن کر مُریدین بے حد اُداس ہوئے تو آپ نے فرمایا غمگین مت ہوں، ناصر سلطان آپ کے پاس آیا کرے گا۔ گویا مخلصینِ علاقہ کے ساتھ اپنی اولاد کے آئندہ ربط کی طرف اشارہ فرما دیا۔ اِس واقعہ کے چند روز بعد 4 جولائی 2006ء کو حضرت صاحب کے ایک پیارے مُرید شاہنواز خان بھٹی کی شادی کے موقع پر خود تشریف لے جانے کے بجائے راقم کو بھیجا اور فرمایا کہ آئندہ مَیں نہیں، آپ لوگ ادھر جایا کرو گے۔

اِسی طرح اپنے وصال سے کوئی ڈیڑھ دو ماہ پہلے آپ کاشانۂ باھُو جھوک قریشیاں کے صحن میں تشریف فرما تھے تو راقم کو اپنے پاس بُلایا اور فرمایا کہ بیٹا، والدین کو خوشی و طمانیت ہوتی ہے اگر وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے فرائض ادا کر لیں اور بیٹوں کے سَروں پر سہرہ باندھیں۔ اِسی طرح اولاد کے لیے بھی یہ امر خوش کُن ہوتا ہے کہ وہ والدین کے زیرِ سایہ ہی اپنی

---

[1] ویڈیو ریکارڈنگ "غوث الاعظم کانفرنس" منعقدہ 21 مئی 2006ء۔ نشر کردہ باھُو کلیکشنز بھکّر۔ 2007ء۔ ریکارڈنگ منٹ 32

Marfat.com

خوشیاں دیکھیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ آپ چاہتے ہیں کہ راقم کی سول سروس کی ٹریننگ شروع ہونے سے قبل یعنی ایک ڈیڑھ ماہ کے اندر اندر راقم کا نکاح کرا لیں۔ راقم نے عرض کی آپ کے حکم سے سرتابی نہیں مگر نانی جان کی چند ماہ قبل وفات کے باعث شاید یہ مناسب نہ لگے۔ آپ نے فرمایا کہ ارشد صاحب تو میری بات سمجھ جائیں گے اور محسوس نہ کریں گے تاہم دیگر برادران ہو سکتا ہے محسوس کریں۔ خیر، اس موقع پر آپ نے اپنا وقتِ آخر قریب ہونے کا اشارہ دے دیا تھا۔

آخری ایام میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ مختلف امور اور مختلف لوگوں کے بارے اپنے گھر والوں کو اپنے تجربات بتاتے اور نصیحت کیا کرتے تھے۔ مثلاً ایک بار آپ نے اپنے فرزندان کو فرمایا کہ برادری اور دیگر احباب سے ایسا مساویانہ تعلق رکھا کرو جو باہمی احترام پر مبنی ہو، نہ کسی کے زیرِ اثر آؤ اور نہ کسی کو اپنے زیرِ اثر لانے کی کوشش کرو۔ البتہ دو شخص ایسے ہیں کہ وہ چاہے تم سے قطع رحمی کریں تم پھر بھی ان سے صلہ رحمی کرو۔ وہ دو شخص ہیں برادری میں سلطان ارشد القادری اور احباب میں مٹو خان (امان اللہ خان گنڈی)۔

کتبِ علومِ اسلامیہ کا مطالعہ حضرت صاحب کا ایسا مرغوب مشغلہ تھا جو لڑکپن سے اواخرِ عمر تک جاری رہا۔ زندگی کے آخری ایام میں جو کتابیں آپ کے زیرِ مطالعہ رہیں وہ یہ ہیں: قرآنِ مجید، دلائل الخیرات، مجموعہ وظائف (ضیاء القرآن پبلی کیشنز)، امام جلال الدین سیوطی کی مرتب کردہ کتاب "الجامع الصغیر فی احادیث البشیر والنذیر"، حافظ ابو بکر احمد بن حسین کی کتاب "حیاۃ الانبیا"، ابنِ قیم جوزی کی کتاب "جلاء الافہام فی فضل الصلاۃ والسلام علی محمد خیر الانام"، علامہ علی بن سلطان محمد القاری کی کتاب "نزہۃ الخاطر الفاتر"، عباد اللہ شیخ العلم اکبر آبادی کی کتاب "نادر المعراج"، عبد الرحمن الجزیری کی "کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ"، مولانا عبد الرحمن جامیؒ کا "دیوانِ بے نقاطِ جامی"، شیخ فرید الدین عطار کی کتاب

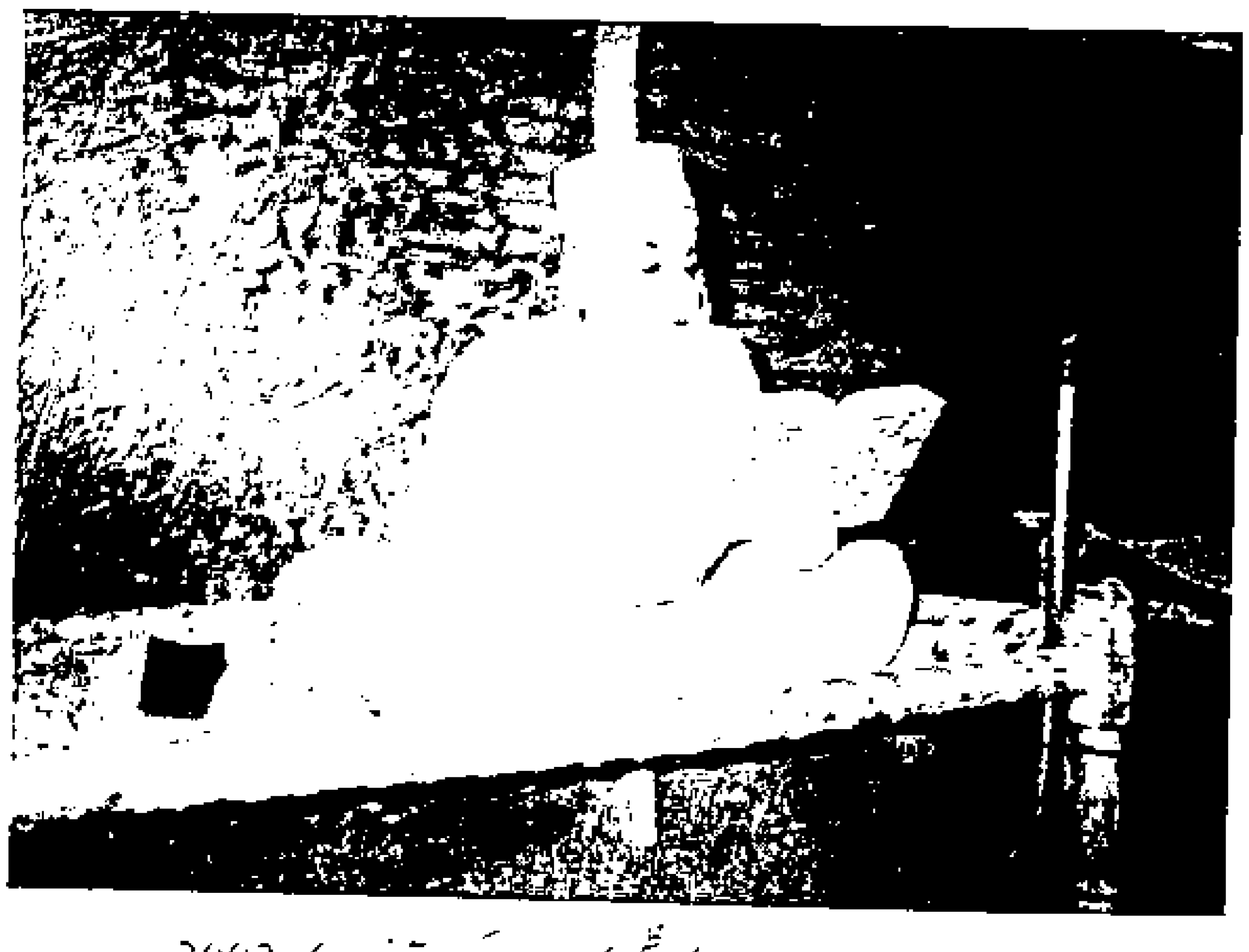

حضرت صاحب، مقالات کو ٹھی کا مطالعہ کرتے ہوئے۔ 2002ء

"تذکرۃ الاولیا"، سید محمد امین آفندی کے "رسائلِ ابن عابدین"، حضرت سلطان باھو کی کتب "کلید التوحید خورد"، "مجالسۃ النبی"، "توفیق الہدایت"، "امیرُ الکونین"، "دیوانِ باھو" اور "شرح ابیاتِ باھو از فقیر نور محمد کلاچوی"، امام احمد رضا خان بریلوی کی کتب "حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین" اور "الزمزمۃ القمریۃ فی الذب عن الخمریۃ"، حافظ برکت علی کا مرتب کردہ کتابچہ

Marfat.com

"کلامُ الاولیافی شانِ سُلطان الاولیا"، صوفی نثار الحق نقشبندی کی کتاب "سیرتِ امامِ ربانی مجدد الف ثانی" اور ممتاز احمد چشتی گولڑوی کی کتاب "قدم الشیخ عبدُ القادر علیٰ رکاب الاولیاء الاکابر"۔ واضح رہے کہ یہاں صرف اُن کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے جو آپ کی وفات کے وقت آپ کے گھر والے کمرہ میں پائی گئیں۔ ورنہ جن کتابوں کا مطالعہ آپ کتب خانہ میں جاکر کیا کرتے وہ اِس فہرست سے علیٰحدہ ہیں۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دیرینہ آرزو تھی کہ اُنہیں زندگی کے آخری لمحات سرزمینِ مقدّس مدینہ طیّبہ میں نصیب ہوں۔ 1963ء میں جب آپ کی عمرِ مبارک ابھی صرف 21 برس تھی تو آپ کے چچا فخرِ کشمیر حضرت سُلطان غلام دستگیر رحمۃ اللہ علیہ فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے گئے ہُوئے تھے۔ اُس دَور میں حضرت صاحب کے اپنے چچا بزرگوار کو لکھے گئے مکتوبات میں سے تین اِقتباسات ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔ پہلا اقتباس عربی میں تحریر کردہ خط سے ہے۔

اقتباسِ اوّل[1]: "یا سیدی اذا وصلت الی دیار المحبوب ادع لنا دعاء واستغفر لنا ربّنا بوسیلۃ محبوبہ علیہ الصلوٰۃ والسلام عط یھدینا الصراط المستقیم اعنی صراط النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وان عط یجعل موتانا فی بلد حبیبہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔
یا سیدی، ان للمحب لا خیر ولا افضل من ان یموت تحت قدمی المحبوب۔ واللّٰہ ان موتی فی قدمی الحبیب خیر من ان اعیش فی الدنیا حال کونی عنہ غافلا ولا حکامہ تارکا۔
اللھم اجعل موتنا فی بلد حبیبک "

اقتباسِ دوم[2]: "... میرے لیے اپنے خصوصی اوقات میں دُعائے مغفرت فرماتے رہا کریں۔ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ راقم کو اپنے پیارے حبیب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں حاضری کا شرف بخشے، آمین۔ ... آپ میرے لیے درِ حبیب پہ یہ درخواست عرض کریں کہ اللہ تعالیٰ میری زندگی کے آخری لمحات اس سرزمینِ مقدّس میں گزارے اور ادھر ہی خاتمہ بالخیر فرماوے، آمین۔ اللھم اجعل موتنا فی بلد حبیبک، یا الٰہ العالمین۔ آمین بحرمۃ نبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ..."

---

[1] مکتوب علامہ محمد نور سُلطان القادری بنام فخرِ کشمیر سُلطان غلام دستگیر القادری۔ مورخہ 18 اپریل 1963ء
[2] مکتوب علامہ محمد نور سُلطان القادری بنام فخرِ کشمیر سُلطان غلام دستگیر القادری۔ مورخہ 14 مئی 1963ء

Marfat.com

اقتباسِ سوم[1]: "...ہمارے لیے اپنی خصوصی دُعائیں فرمالیا کریں تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے صدقے علم باعمل عطا فرمائے اور دُنیا میں حضور ﷺ کی محبت ہی کی تڑپ رہے اور بوقتِ آخر حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہو۔ اور ہماری طرف سے بارگاہِ حبیب علیہ الصلوٰۃ والسّلام میں یہ گزارش پیش کردیں کہ: اے سبز گنبد والے منظور دُعا کرنا جب وقت نزع آئے دیدار عطا کرنا

... معلوم ہُوا ہے کہ آب زم زم پی کر جو دُعا کی جائے وہ شرفِ قبولیت پاتی ہے۔ براہِ کرم زم زم مقدس کا پانی نوش فرما کر اِس فقیرِ پُر تقصیر کے خاتمہ بالخیر کی دُعا خداوندِ تعالیٰ سے بوسیلۂ آنحضرت ﷺ ضرور کریں تاکہ شرفِ قبولیت پائے۔..."

حضرت علامہ محمد نور سلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ،
وفات سے چند روز قبل

مجیبُ الدّعوات عزّوجلّ نے حضرت صاحب کی دُعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشا اور آپ کو اپنی عمرِ مبارک کے آخر کا ایک حصّہ دیارِ حبیب ﷺ میں نصیب ہُوا۔ آپ اپنے وصالِ باکمال سے صرف تین ہفتے قبل مدینہ منورہ کی معطر و معنبر فضاؤں سے آخری بار مستنیر ہُوئے۔ 8، 9 ستمبر 2006ء کو بارگاہِ رسالت مآب صاحبِ لولاک ﷺ میں آخری بار شرفِ باریابی نصیب ہُوا۔ تاہم مدینہ منورہ سے واپس آکر بھی آپ گویا واپس نہ آئے تھے۔ ہر وقت ذکرِ مدینہ وِردِ زبان ہوتا اور جونہی شہر نبی ﷺ کا ذکر چھڑتا آپ شدتِ جذبات سے عالمِ رِقّت ووارفتگی میں چلے جاتے۔ بڑی ہی خاص کیفیت سے زیاراتِ مدینہ کا حال سُنایا کرتے۔ اُن دِنوں بارہا کہا کرتے کہ آئندہ گئے تو ڈائریکٹ مدینہ کی فلائیٹ لیں گے۔ یہ شاید اِس دُنیا سے رُخصت ہو کر عالمِ برزخ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضری کی طرف اشارہ تھا۔ ایسی ہی ایک کیفیت کا ذکر حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ اپنے برادرِ مکرّم حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر اپنے تاثرات قلمبند کرتے ہوئے کرتے ہیں۔ اقتباس ملاحظہ ہو[2]:

---

[1] مکتوب علامہ محمد نور سلطان القادری بنام فخر کشمیر سلطان غلام دستگیر القادری۔ مورخہ 23 مئی 1963ء

[2] سلطان المشائخ۔ مرتبہ: سلطان ارشد القادری۔ ناشر: حضرت غلام دستگیر اکیڈمی، پاکستان۔ 1986ء۔ ص 38

Marfat.com

"آپ نے میرے نام اور حاجی عبد الکریم صاحب مدنی کو مدینہ منورہ لکھا کہ اِس دفعہ حاضری سے رہ گیا ہوں۔ حضور کی بارگاہ میں بعد از صلواۃ و سلام عرض گزاریں کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام اپنے قدموں میں بُلالیں۔ اس کے بعد آپ جلد ہی اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ آپ کی دعا قبول ہوئی بمصداق الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔..."

حضرت صاحب کے ایک قریبی اِرادت مند ڈاکٹر عبد الرّحمان صاحب روایت[1] کرتے ہیں کہ آخری بار حرمین شریفین سے لَوٹے تو آپ نے سوز و گُداز کی کیفیت میں بتایا کہ: "اِس بار ہم نے سرکارِ کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی کہ حضور جب ہمارا وقت پُورا ہو ہی گیا ہے تو کرم فرمائیں، اپنے قدموں میں جگہ بخشیں۔ سرکارِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ آپ کی جگہ بقیع نہیں، آپ بھکر جائیں اور بابِ غوثِ اعظم کے ساتھ مقیم ہوں"۔ یہ کہتے ہُوئے حضرت صاحب آبدیدہ ہو گئے۔

آخری دِنوں کی یادیں:

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ حرمین شریفین کے آخری سفر سے لَوٹے تو چند ہی روز بعد 16 ستمبر کو آپ کی زوجہ محترمہ عمرہ و حاضری کے لیے ارضِ مقدس روانہ ہو گئیں۔ اِن دِنوں کاشانۂ باھُو جھوک قریشیاں (ڈیرہ اسماعیل خان) پر زائرین و معتقدین کا تانتا بندھا رہتا تھا جو آپ کو عمرہ کی مبارک پیش کرنے آیا کرتے۔ اِس بہانے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تقریباً تمام پیارے مُریدین کو آپ سے ملاقات کا موقع مِل گیا۔ ان دنوں سفر و حضر میں راقم آپ کی خدمت میں رہا۔ عمرہ سے واپسی پر آپ کی زیارت کر کے آپ کے فرزندِ اکبر محمد منصور سُلطان القادری بغرضِ علاج کراچی جبکہ فرزندِ اصغر سُلطان اللہ نواز شاہد بغرضِ تعلیم پشاور چلے گئے۔ ان آخری دنوں میں حضرت صاحب نے بعض علاقوں کے سفر بھی فرمائے اور اپنے پیارے مریدین کے ساتھ کچھ لمحے بِتائے۔ آپ اپنی سفید کار ٹیوٹا کرولا پر سفر کیا کرتے تھے اور عموماً عابد حسین قریشی ابنِ حاجی عاشق حسین جبکہ بعض اوقات راقم بطورِ ڈرائیور آپ کی خدمت میں ہوتا۔ ان آخری دنوں کے اسفار میں ڈیرہ و بھکر نیز جمعہ شریف کے ساتھ ساتھ نَڈی، دریا خان، چوک اعظم، مُلتان، گوجرہ، فیصل آباد، گرہ رشید، کراڑی کوٹ، گنڈی عمر خان، جھوک مسّو، جھوک عبد اللہ اور پکی نہر کے علاقے شامل تھے۔ اپنے وصال سے 10 دن پہلے جب جھوک مسّو گئے تو وہاں اپنے مُریدین حافظ بشیر و حافظ نذیر وغیرہ کو کہا کہ آپ لوگ اتوار یکم اکتوبر کو لنگر کھانے میرے پاس آئیں ورنہ منگل

[1] روایت از محمد منصور سلطان القادری۔ 26 اکتوبر 2016ء

Marfat.com

بدھ کو تو آپ کو بہر حال آنا ہی پڑے گا اور پھر مجھ پر آپ کا کوئی احسان نہ ہو گا۔ حافظ صاحبان کہتے ہیں کہ وہ حیران تھے کہ اُن کا تو منگل بدھ کو جانے کا کوئی پروگرام نہیں تو پھر حضرت صاحب ایسا کیوں فرما رہے ہیں۔

انہی دنوں کا ایک واقعہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی محترمہ فاطمہ نُور روایت[1] کرتی ہیں کہ ایک شام حضرت صاحب کسی محفل کی صدارت کے لیے ڈیرہ اسماعیل خان شہر گئے ہوئے تھے۔ اُن دِنوں ایک افواہ پھیلی ہوئی تھی کہ شہر میں کوئی خطرناک بلا دَر آئی ہے جو لوگوں کے گھروں میں گھس کر انہیں ہلاک کر دیتی ہے۔ گویا شہر بھر میں خوف وہراس کا عالَم تھا۔ حضرت صاحب کو شام گھر لَوٹنے میں قدرے تاخیر ہو گئی تو محترمہ فاطمہ نُور نے آپ کے موبائل پر آپ سے عرض کی کہ آپ جلدی گھر آجائیں، انہیں ڈر لگ رہا ہے۔ جواباً حضرت صاحب نے حیرت کے انداز میں یہ جملہ بولا: "نُور سُلطان دی دِھی تھی کے ڈَردِیں؟ (یعنی کیا تُم نُور سُلطان کی بیٹی ہو کر ڈرتی ہو؟)"۔ محترمہ فاطمہ نُور کہتی ہیں کہ والدِ ماجد کی اِس مختصر سے جملے میں اِس قدر تاثیر تھی کہ اس کے بعد انہیں کبھی کوئی دُنیاوی ڈَر نہیں لگا۔

چند روز بعد رمضان المبارک 1425ھ کا چاند نظر آیا اور بروز سوموار 25 ستمبر 2006ء کو پہلا روزہ واقع ہُوا۔ یہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ کا آخری رمضان تھا۔ حُسنِ اتّفاق دیکھیے کہ حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القاری رحمۃ اللہ علیہ، آپ کے اُستادِ گرامی غزالئ زماں علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے اُستاذِ مکرّم علّامۃ الدہر سیّد محمد خلیل خاکی الکاظمی رحمۃ اللہ علیہ تینوں کا وصال ماہِ رمضان میں ہُوا۔ خَیر، حضرت صاحب نے اپنے آخری رمضان المبارک کے روزے حسبِ معمول تہجد، تراویح اور اذکار کے ساتھ شروع کر دیے۔ روایت[2] کے مطابق آپ ان دنوں اپنے اہل وعیال کو خانوادہ کے بزرگوں کے پُرانے واقعات سُنایا کرتے اور ملتان وبہاولپور میں اپنی زمانۂ طالبعلمی کی یادیں بھی تازہ کیا کرتے۔

راقم نے سوِل سروسز اکیڈمی لاہور میں پیشہ ورانہ تربیت لینے جانا تھا۔ 26 ستمبر کو نمازِ مغرب باجماعت سے لوٹتے ہوئے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ٹھہر ٹھہر کر راقم کو نصیحتیں فرماتے رہے۔ اِس امر پر بار بار زور دیتے رہے کہ نئے ماحول میں جاکر اپنی اصل اور اپنے آباؤاجداد کو بھول مت جانا۔ آپ نے علّامہ اقبال کا یہ ناصحانہ ودُعائیہ شعر پڑھا:

حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی — خدا کرے کہ جوانی تری رہے بے داغ

---

[1] روایت از محترمہ فاطمہ نُور بنتِ علّامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 25 دسمبر 2015ء

[2] روایت از محترمہ حمیرہ سُلطان بنتِ حضرت الحاج سُلطان نور حسین القادری۔ مورخہ 25 دسمبر 2015ء

Marfat.com

ساتھ ہی آپ نے یہ نصیحت فرمائی کہ صوم و صلوٰۃ کی پاسداری نیز حلال و حرام میں تمیز ہمیشہ ملحوظِ خاطر رہے۔ ان نصائح کے ساتھ 27 ستمبر کی صبح حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے راقم کو لاہور کے لیے رخصت کیا۔ معمول یہ تھا کہ ملتے وقت راقم جھک کر آپ کی دست بوسی کیا کرتا تھا اور آپ کبھی راقم کے کندھے پر دستِ شفقت رکھتے کبھی پیشانی پر بوسہ دیتے۔ مگر اُس آخری وداع میں آپ کچھ مختلف انداز سے ملے۔ راقم نے جھک کر آپ کے ہاتھ کا بوسہ لیا تو آپ نے راقم کو دونوں کندھوں سے تھام کر سینے سے لگایا اور پھر پیشانی پر بوسہ دیا۔ یوں 27 ستمبر کو راقم آپ سے آخری بار مل کر رخصت ہُوا۔

28 ستمبر کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے گھر میں ہی روزہ گزارا اور 29 ستمبر کو جامعہ انوارِ باھُو بھکّر تشریف لائے اور جامع مسجد خلفائے راشدین میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا۔ جس شہر میں تقریباً چار دہائیوں تک آپ نے مسلسل خطباتِ جمعہ کے ذریعہ ایک پُوری نسل کی علمی و روحانی تربیت کی تھی، اُس شہر میں یہ آپ کا آخری خطبۂ جمعہ تھا۔ خوش قسمتی سے اس خطبہ کی آڈیو ریکارڈنگ محفوظ ہے اور نشر بھی ہو چکی ہے۔ خطاب کا موضوع "حیاتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" اور "فلسفۂ موت" تھا۔ حضرت صاحب آیات و احادیث کے ساتھ ساتھ اکابرینِ ملت مثلاً علامہ بیہقی، علّامہ جلال الدّین سیوطی، علّامہ ابنِ حجر مکّی اور علامہ عبد الحق محدّث دہلوی کی کتب کے حوالہ جات سے عقیدۂ حیاتُ النبی اور فلسفۂ موت پر روشنی ڈالتے ہوئے مثالوں میں اپنی موت کا ذکر کرتے رہے۔ کسے خبر تھی کہ پانچویں ہی روز آپ کی روحِ مبارک موت کا ذائقہ چکھنے والی تھی۔

یکم اکتوبر یعنی ساتویں رمضان المبارک کو مہینہ کا پہلا اتوار تھا۔ چونکہ اس موقع پر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد و مُرشد رحمۃ اللہ علیہ آپ کے پاس جھوک تشریف لایا کرتے تھے اِس لیے اُن کی وفات کے بعد حضرت صاحب ہر ماہ کے پہلے اتوار اُن کے ایصالِ ثواب کے لیے محفلِ ختمِ قرآن و لنگر کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ چنانچہ یکم اکتوبر کی صبح محفلِ مبارک منعقد ہوئی۔ صاحبزادہ سلطان اللہ نواز شاہد محفل میں شرکت کے لیے پشاور سے آئے تو اُن کے آنے پر حضرت صاحب بہت خوش ہوئے۔ وہ اسی روز شام کو پشاور (جہاں وہ زیرِ تعلیم تھے) واپس چلے گئے اور یوں یہ اُن کی اپنے عظیم المرتبت والد سے آخری ملاقات تھی۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُس روز بہزاد لکھنوی کا یہ شعر بار بار گنگناتے تھے:

ہم مدینے سے اللہ کیوں آ گئے قلبِ حیراں کی تسکیں وہیں رہ گئی   دل وہیں رہ گیا جاں وہیں رہ گئی خم اُسی در پہ اپنی جبیں رہ گئی

اُس روز راقم کی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آخری بار فون پر بات ہُوئی۔ دِن کو حضرت صاحب کے پاس شیخ الحدیث مولانا محمد شریف رضوی رحمۃ اللہ علیہ اور پیرِ طریقت خواجہ فقیر محمد باروی رحمۃ اللہ علیہ عمرہ کی مبارکبادی نیز سُنّی کانفرنس کی مشاورت کے لیے

Marfat.com

آئے۔ حضرت صاحب نے ہر دو کو تحائف و تبرکات پیش کیے اور کہا کہ اب وہ خود ہی معاملات کو چلائیں۔ ساتھ ہی آپ نے یہ سرائیکی ماہیا بڑی خوش مزاجی سے پڑھا[1]: کھڑے دِیاں چُوڑاں نی ساڈا ویلا گُزر گیا، ہُن تہاڈیاں ڈھوڑاں نی

اُسی روز یعنی یکم اکتوبر کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ سعادتِ عمرہ و حاضریٔ حرمین شریفین سے براستہ کراچی و دربار حضرت سُلطان باھُو واپس گھر پہنچیں۔ آپ کے فرزندِ اکبر صاحبزادہ محمد منصور سُلطان بھی کراچی سے ساتھ ہی گھر لَوٹ آئے۔ اُس روز حضرت صاحب نے گھر میں کافی پکوان بنوائے اور پُر تکلّف دعوت کا سا انتظام کرایا۔ آپ کی زوجہ محترمہ نے کہا کہ آپ نے اس قدر کھانے کیوں بنوائے، ہم کوئی مہمان تو نہیں۔ جواباً حضرت صاحب نے کہا کہ ہاں، آپ تو مہمان نہیں مگر ہو سکتا ہے کہ ہم ہی مہمان ہوں[2]۔ بعد ازاں حضرت صاحب بہت دیر تک اپنے سامان میں سے کچھ تلاش کرتے رہے حتیٰ کہ آپ کو خاصا پسینہ آگیا۔ بالآخر کچھ اہم کاغذات بشمول اسلحہ لائسنس وغیرہ تلاش کر کے صاحبزادہ منصور سُلطان کے حوالہ کیے اور ساتھ یہ بھی کہا کہ مَیں نے اِس لیے یہ آپ کو ڈھونڈ دیے کہ بعد میں آپ کو دُشواری نہ ہو۔ منصور سُلطان اس پر بہت حیران ہُوئے کیونکہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ کاغذات اپنے پاس رکھا کرتے تھے اور کبھی اہل و عیال کے سپرد نہ کرتے۔ مزید بر آں حضرت صاحب نے اپنے فرزندِ اکبر کو یہ بھی بتایا کہ کچھ روز قبل اُن کا نام جامعہ انوارِ باھُو کے نائب مہتمم کے طَور پر رجسٹرڈ کرا لیا گیا ہے۔ ساتھ ہی آپ نے مدرسہ کے بعض انتظامی امور پر گفتگو فرمائی[3]۔ واضح رہے کہ حضرت صاحب تاحیات اپنی جامعہ و مدارس کے مہتمم رہے اور اس سے قبل کبھی نائب مقرر نہ کیا۔

صاحبزادہ منصور سُلطان حفظہ اللہ روایت[4] کرتے ہیں کہ اُس روز حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُنہیں تین نصیحتیں فرمائیں جن میں سے دو یاد رہ گئیں مگر تیسری نصیحت جو انہی دو کی قبیل سے تھی یاد سے محو ہو گئی۔ پہلی بات یہ فرمائی کہ بیٹا، انسان کے سانس مقرر ہیں۔ زندگی کتنی ہے اور کتنی نہیں، یہ لکھا جا چکا ہے۔ نہ کوئی شخص آپ کی ایک سانس بڑھا سکتا ہے، نہ کم کر سکتا ہے۔ نہ قبر والی رات دُنیا میں آنی ہے اور نہ ہی دُنیا والی رات قبر میں۔ کبھی یہ نہ سمجھو کہ غیرت میں موت یا بے غیرتی میں زندگی ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو دُنیا میں صرف بے غیرت زندہ ہوتے۔ پس حق کی بات کہو۔ سچ کہنے اور حق کا ساتھ دینے میں کبھی خوف نہ کھاؤ۔ اپنے فرزند کو حضرت صاحب نے دوسری بات یہ فرمائی کہ بیٹا، اللہ عزّوجلّ نے سب کا رزق مقرر فرما دیا

---

[1] روایت از صاحبزادہ منصور سُلطان القادری۔ مورخہ 25 دسمبر 2015ء

[2] روایت از محترمہ پروین بی بی بنتِ حضرت سُلطان غلام دستگیر فخرِ کشمیر۔ مورخہ 25 دسمبر 2015ء

[3] روایات از صاحبزادہ منصور سُلطان القادری۔ مورخہ 25 دسمبر 2015ء

[4] روایت از صاحبزادہ منصور سُلطان القادری۔ مورخہ 25 دسمبر 2015ء

Marfat.com

ہے۔ مقرر کردہ رزق کو نہ کوئی کم کر سکتا ہے نہ زیادہ۔ لہٰذا کبھی یہ مت سوچو کہ مَیں غلط طریقہ سے کما کر زیادہ رزق حاصل کر لُوں گا۔ انسان کے اختیار میں اپنے رزق میں کمی بیشی کرنا نہیں بلکہ انسان کا اختیار صرف یہ ہے کہ وہ اپنے مقرر کردہ رزق کے حصول کے لیے کیا طریقہ اختیار کرتا ہے؛ جائز یا ناجائز۔

2 اکتوبر کو رمضان المبارک کی 8 تاریخ تھی اور یہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا آخری روزہ تھا جو آپ افطار کر پائے۔ اس دن کا بیشتر حصّہ آپ نے اپنے اہل و عیال کے ساتھ نیز آستانہ پر زائرین کے ساتھ گزارا۔ جھوک قریشیاں میں حضرت صاحب کے ایک دیرینہ ارادت مند غلام رسول صاحب اس دن کا ایک واقعہ روایت[1] کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مَیں دِل ہی دِل میں حضرت صاحب سے ناراض تھا کہ میرے بیٹے کی وفات پر آپ نے اپنے صاحبزادگان کو بھیجا مگر خود نہ آئے تھے۔ اُس روز ہم نے جھوک قریشیاں کی جامع مسجد میں نمازِ ظہر باجماعت ادا کی۔ مَیں جماعت میں تاخیر سے آیا تھا تو مجھے نماز مکمل کرتے دیر ہو گئی۔ جب مَیں نے آخری دُعا کے بعد ہاتھ چہرے پر پھیر لیے تو کسی نے پیچھے سے میری آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیے۔ مَیں نے ہاتھوں کو ٹٹولا تو پہچان گیا کہ یہ تو حضرت صاحب کے مبارک ہاتھ ہیں۔ ہاتھ ہٹے تو مَیں نے دیکھا کہ واقعی حضرت صاحب ہی تھے اور بڑے پیار سے مجھے کہتے تھے کہ اَب تو مان گئے ہو ناں؟ مجھے بہت ندامت ہُوئی کہ مَیں کیونکر ایسی شفیق ہستی سے اتنا عرصہ دل میں خفا رہا۔ پس مَیں نے کہا کہ جی ہاں، مَیں مان گیا۔ پھر آپ نے مجھے گلے سے لگایا۔

آخری شب اور روزِ وفات:

آٹھویں رمضانُ المبارک کی شام حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے افطاری اپنے گھر (کاشانۂ باھُو، جھوک قریشیاں) میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ کی۔ حسبِ معمول افطاری میں ثوبت کا اہتمام تھا جسے آپ نے سب کے ساتھ مل کر تناول کیا۔ اس شام آپ رحمۃ اللہ علیہ کا عزیز بھتیجا صاحبزادہ ذین سُلطان بھی آپ کے ساتھ تھا جس سے آپ محبت و مزاح کے ساتھ گفتگو فرماتے رہے۔ ذین سُلطان شام کے بعد چلے گئے۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نمازِ عشا و تراویح کے بعد دونوں بازوؤں میں دَرد شروع ہُوا۔ یہ وہی درد تھا جو آپ کو اپنے والد و مُرشد کی وفاتِ حسرت آیات کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا اور غالباً عارضۂ قلب کی علامت تھا۔ اس کے لیے آپ علاج بھی کرا رہے تھے۔ بھکّر کے ڈاکٹر عبدُالستار لودھرا آپ کے معالج تھے اور اُن کے خیال میں بنیادی مسئلہ فشارِ خون (blood pressure) کا تھا۔ اُن کی تجویز پر حضرت صاحب Blokium 50mg اور Loprin استعمال کر رہے تھے۔

---

[1] روایت از غلام رسول درکھان ولد اللہ داد، ساکن جھوک قریشی۔ مورخہ 24 دسمبر 2015ء

Marfat.com

بہر حال، اُس شب آپ کو معمول سے زیادہ درد رہا۔ حضرت صاحب کی زوجہ محترمہ روایت کرتی ہیں کہ وہ اُس شب دیر تک آپ کے کندھے اور بازو دَباتی رہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ساتھ ساتھ تسبیح پڑھتے جاتے اور کبھی مختلف موضوعات پر گفتگو بھی کرتے، حتیٰ کہ تہجد کا وقت ہو گیا۔ حضرت صاحب نے نوافل ادا کیے اور اُس کے بعد اپنے فرزند صاحبزادہ منصور سُلطان کے کمرے میں جاکر اُنہیں اپنے بازوؤں کے درد کے متعلق بتایا۔ اُنہوں نے عرض کی کہ ابھی ڈاکٹر کو بُلا لیتے ہیں مگر حضرت صاحب نے فرمایا کہ اس وقت کسی ڈاکٹر سے رابطہ کرنے کے بجائے حمیدُ اللہ خان نیازی صاحب کو ٹیلی فون کر کے اُن سے مشورہ کر لینا چاہیے۔ چنانچہ ٹیلی فون پر اُن سے مشورہ کیا گیا تو اُنہوں نے دو گولیاں بتائیں۔ حضرت صاحب نے بتایا کہ یہ دونوں گولیاں اُن کے پاس ہیں، تو گولیاں کھالی گئیں۔ صاحبزادہ منصور سُلطان نے عرض کی کہ بہتر ہے آپ کل روزہ نہ رکھیں کیونکہ آپ کی طبعیت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ تاہم حضرت صاحب نے فرمایا کہ اگر دوائی سے افاقہ ہو گیا تو روزہ رکھ لوں گا ورنہ جیسے رضائے مولیٰ! معمول یہ ہُوا کرتا تھا کہ آپ کے اہل و عیال آپ کے کمرے میں آکر سحری کیا کرتے تھے۔ صاحبزادہ منصور سُلطان کو چونکہ اُن دِنوں چلنے میں دِقّت ہوتی تھی تو وہ اپنے کمرے میں ہی رہے جبکہ حضرت صاحب کی صاحبزادی محترمہ فاطمہ نُور اور بہو محترمہ حمیرہ سُلطان نے آپ کے کمرے میں آکر آپ کے ساتھ ہی آخری سحری کی۔ حضرت صاحب عموماً سحری میں خشک روٹی کے ساتھ دہی یا پھینیاں لیا کرتے تھے مگر اُس آخری سحری میں آپ نے صرف ایک سیب تناول کیا اور کچھ دیر بعد چائے پی۔ چونکہ درد میں کمی واقع ہو گئی تھی اور طبعیت قدرے بہتر ہو گئی تھی تو آپ نے روزہ کی نیّت کر لی۔[1]

نمازِ فجر باجماعت حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حسبِ معمول جھوک قریشیاں کی جامع مسجد میں حافظ محمد رمضان قریشی کی امامت میں ادا کی۔ نماز کے بعد آپ اکثر جامع مسجد کے مرکزی دروازے پر کھڑے ہو کر اہلیانِ علاقہ مثلاً پیر عبد الستار قریشی، حاجی عاشق حسین قریشی، محمد امین قریشی، غلام مصطفیٰ قریشی نیز حبیب و شاہجہان و حفیظ قریشی صاحبان سے حال احوال کیا کرتے تھے اور خصوصاً اوّل الذکر دونوں حضرات کی دوستانہ نوک جھونک سے لُطف اندوز ہُوا کرتے تھے۔ چنانچہ اُس روز بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد سے باہر آکر اہلِ علاقہ سے پُرسشِ احوال کی۔ آپ کچھ دیر مسجد کا احاطہ غور سے دیکھتے رہے۔ جب مسجد سے گھر واپس آرہے تھے تو آپ کا پڑوسی رحمت اللہ اُستاد ساتھ تھا۔ آپ نے اُسے کہا کہ ہماری جامع مسجد کا رقبہ تھوڑا ہے، اگر یہاں کوئی بڑا جنازہ پڑھنا پڑ گیا تو جگہ کم پڑ جائے گی۔ رحمت اللہ اُستاد نے کہا کہ حضور مسجد کے ساتھ

---

[1] روایات از محترمہ پروین بی بی ، صاحبزادہ منصور سُلطان القادری، محترمہ حمیرہ سُلطان، محترمہ فاطمہ نُور، طہٰ سُلطان۔ 25 دسمبر 2015ء۔ آڈیو مملوکہ راقم

Marfat.com

ملحق مدرسہ کا لمبا چوڑا صحن بھی ہے اور پھر آس پاس کی جگہ بھی ہے۔ نیز یہ کہ اسی مسجد میں کئی بڑے بڑے جنازے بھی ہو چکے ہیں اور کبھی جگہ کم نہیں پڑی، مثلاً فلاں فلاں جنازہ۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور فرمایا کہ تم لوگوں نے کوئی بڑا جنازہ دیکھا ہی کہاں ہے۔

حضرت صاحب کی زوجہ محترمہ روایت کرتی ہیں کہ جب آپ نمازِ فجر کے بعد گھر تشریف لائے تو فرمایا کہ میرا وہ سفید کرتا نکال دیں جو مدینہ منورہ کے لیے سلوایا تھا۔ یہ خاص لباس آپ نے حرمین شریفین میں زم زم شریف سے دھلوایا ہوا تھا اور صرف حرمین شریفین میں پہنتے، کبھی گھر میں نہ پہنتے۔ تاہم اُس روز آپ نے وہی لباس زیبِ تن کیا۔ آپ نے تازہ غسل کیا اور اس سفید لباس کے ساتھ نیا کلف لگا عمامہ سر پر لپیٹا۔

بعد ازاں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی پانچ سالہ پوتی حفصہ سلطان کو موٹر سائیکل پر سکول پہنچانے گئے اور اپنے انتہائی پیارے تین سالہ پوتے طٰہٰ سلطان (سلطان غلام باھُو) کو بھی ساتھ لے گئے۔ پوتی کو سکول پہنچا کر آپ قریشی موڑ چلے آئے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک نہایت ہی معتمد ساتھی حاجی غلام مرتضیٰ قریشی جو قریشی موڑ پر دوکان کرتے تھے، روایت کرتے ہیں کہ آخری روز آپ قریشی موڑ تشریف لائے تو آپ کا پوتا ساتھ تھا۔ یہاں آپ نے تقریباً آدھ گھنٹہ قیام کیا۔ اس دوران کئی مُریدین و متعلقین آ آ کر آپ کی زیارت کرتے رہے اور آپ سے گفتگو کرتے رہے۔ اِن میں شاہ برات خان (بھٹہ والے) اور حضرت صاحب کے انتہائی پیارے مُرید بشیر اُستاد (ویگن والے) شامل ہیں۔ حاجی غلام مرتضیٰ بتاتے ہیں کہ وہ صاحبزادے کے لیے حلوہ لے گئے تو دیکھا کہ حضرت صاحب قبلہ رُو کھڑے ہیں اور زیرِ لب کوئی ذکر اذکار کر رہے ہیں۔ پھر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کے انداز میں ہاتھ چہرے پر پھیرے اور سب سے مل کر واپس آستانہ کی طرف چل دیے۔ واپسی پر راستہ میں اپنی پوتی کے سکول میں رُک کر اسے آخری بار ملے اور پھر گھر آ گئے۔[1]

واپس آ کر کچھ دیر آپ آستانہ کے زائرین سے گفتگو کرتے رہے جن میں کچھ دامن کے لوگ تھے اور کچھ اہلیانِ محلہ مثلاً حاجی حامد وغیرہ۔ پھر حضرت صاحب کچھ دیر اپنے دیرینہ و باوفا خدمتگار اِمام بخش عرف جھنڈا فقیر[2] سے گفتگو

---

1. روایت حاجی غلام مرتضیٰ قریشی ساکن جھوک قریشی۔ مورخہ [illegible] جنوری [illegible]
2. خلیفہ امام بخش جھنڈیر عرف جھنڈا فقیر: [illegible] جھوک جھنڈیر [illegible] 1933ء میں پیدا ہوئے۔ [illegible] آستانہ عالیہ [illegible] کی خدمت میں خود کو وقف کر دیا۔ [illegible] سے خاص محبت و عقیدت تھی۔ [illegible] جھوک قریشی منتقل ہوئے تو جھنڈا فقیر بھی ساتھ چلے گئے [illegible] تک باقاعدگی [illegible] آستانہ چھوڑ کر [illegible]

Marfat.com

کرتے رہے۔ اسی دوران صاحبزادہ منصور سُلطان بھی گھر سے باہر ڈیرے پر آئے اور آپ سے طبیعت نیز روزہ کے متعلق پوچھا۔ حضرت صاحب نے بتایا کہ چونکہ طبیعت سنبھل گئی تھی اس لیے آپ نے روزہ کی نیت کر لی، تاہم بازوؤں میں ہلکا ہلکا درد بدستور ہے۔ منصور سُلطان نے عرض کی کہ وہ کراچی سے درود شریف والی کچھ سی ڈیز لائے ہیں، چنانچہ طے ہُوا کہ گھر میں بیٹھ کر درود شریف کی یہ سی ڈی دیکھی جائے۔

پس حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے فرزند صاحبزادہ منصور سُلطان کے ساتھ ڈیرے سے گھر آئے، تازہ وضو کیا اور دستار پہن کر اپنے زیرِ استعمال ہال کمرہ میں تشریف لے آئے۔ منصور سُلطان نے اپنا کمپیوٹر حضرت صاحب کے کمرہ میں منگوایا (غالباً پہلی بار آپ کے کمرہ میں کمپیوٹر لایا گیا تھا) اور درود شریف کے حوالہ سے ایک نئے عالمِ دین کے بیان کی سی ڈی لگا دی۔ آپ کمرہ میں اپنے پلنگ پر اپنی مخصوص مربّع نشینی کے انداز میں بیٹھے تھے اور جنوب کی طرف چہرہ کیے سامنے میز پر پڑے کمپیوٹر کی سکرین پر درود شریف سے متعلق بیان سُن رہے تھے۔ ساتھ ساتھ آپ اس بیان میں پیش کردہ حوالہ جات کے متعلق تبصرے بھی کرتے جاتے۔ آپ کے ہاتھ میں تسبی تھی جس پر آپ ساتھ ساتھ کچھ وِرد بھی کر رہے تھے۔ غالباً آپ درود شریف، کلمۂ طیّبہ یا سلام قولاً من رب رحیم کا ذکر کر رہے ہوں گے کیونکہ اُن دِنوں یہی وظائف آپ بکثرت کیا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سب گھر والوں کو میرے پاس بُلا لیں کہ مِل کر درود شریف کے فضائل سُنیں۔ چنانچہ آپ کی زوجہ محترمہ کمرے میں آئیں تو آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ پلنگ پر بیٹھ جائیں۔ اُس وقت کمرہ کا نقشہ کچھ یُوں تھا کہ آپ پلنگ پر بیٹھے جنوب کی جانب پڑے کمپیوٹر کی طرف دیکھ رہے تھے، اور آپ کے ساتھ ہی آپ کی زوجہ محترمہ بیٹھی تھیں۔ قریب ہی کُرسی پر آپ کے بڑے صاحبزادے منصور سُلطان بیٹھے تھے۔ آپ کی صاحبزادی محترمہ فاطمہ نُور، بہو محترمہ حمیرہ سُلطان اور پوتا طٰہٰ سُلطان کمرہ میں آجا رہے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ روایت کرتی ہیں کہ اسی اثنا میں انہوں نے آپ کے چہرے کی طرف دیکھا تو یوں معلوم ہوتا تھا جیسے روح قبض ہو چکی ہو مگر چہرے پر ایک عجیب غیر معمولی چمک تھی۔ وہ ڈر گئیں اور آپ کے کندھے کو جھنجھوڑ کر پُوچھا کہ آپ ٹھیک تو ہیں؟۔ آپ نے فرمایا فکر مت کریں مَیں ٹھیک ہوں۔ اور یہ کہہ کر پھر تسبی پڑھنی شروع کر دی۔ یکا یک حضرت صاحب نے بلند آواز میں کہا: "اَللّٰہُ اَکبر!" اور

گیا۔ آستانہ کی خدمت کے معاملہ میں جھنڈا متعصب و متشدد تھا۔ یہاں تک کہ وہ آستانہ کی خدمت پر کسی اور کو برداشت نہ کر سکتا تھا اور سارے کام تن تنہا خود کرتا تھا۔ کوئی اور شخص خدمت کے لیے ٹھہرتا تو جھنڈا لڑ جھگڑ کر اُسے بددِل کر دیتا۔ آستانہ عالیہ کے لیے جھنڈا فقیر کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ مالک جوارِ رحمت و مغفرت میں جگہ دے، آمین۔ قارئین سے جھنڈا فقیر کے لیے دُعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

Marfat.com

آپ کا سرِ مبارک سجدے کے انداز میں آگے کو ڈھلک گیا۔ یہ اس عابد و ساجد مردِ مومن کا سجدۂ آخریں تھا۔ آپ کی زوجہ محترمہ نے قریب ہو کر سہارا دینے کی کوشش کی اور منصور سلطان فوراً کرسی سے اُٹھ کر آپ کے پاس آئے۔ آپ کے جسم کو سیدھا کیا گیا۔ اپنے فرزندِ اکبر کے ساتھ اور زوجہ محترمہ کے کنار میں آپ نے چند لمبے سانس لیے اور آپ کی روحِ مبارک قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ منصور سلطان نے فوراً فون کر کے میڈیکل سے متعلقہ احباب کو بلوایا۔ جلد ہی مقامی معالج عطاء اللہ ساہی اور سیّد علی گوہر شاہ گیلانی صاحب (ابنِ ڈاکٹر سیّد آدم شاہ گیلانی حفظہ اللہ) پہنچ گئے اور دونوں نے تصدیق کر دی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ہسپتال وغیرہ لے جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اب آپ اِس دُنیا میں نہیں رہے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ حضرت صاحب کی وفات تقریباً صبح دس بج کر پچیس منٹ پر ہوئی (آپ کے والد و مرشد کا وقتِ وفات بھی صبح دس بج کر پچیس منٹ ہی تھا)۔ تاریخ 9 رمضان المبارک 1427ھ بمطابق 3 اکتوبر 2006ء تھی۔ بوقتِ وصال حضرت صاحب کی عمر تقریباً 64 سال تھی۔

سُبحان اللہ! حضرت صاحب علّامہ محمد نور سلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی روح اِس حالت میں قبض ہوئی کہ آپ روزہ کی حالت میں اور باوضو تھے جبکہ ذکرِ درودِ پاک جاری تھا۔ اِتباعِ سُنّت میں پختہ کار اس مردِ درویش نے جب موت کا ذائقہ چکھا تو اپنے فرزند کے ساتھ تھے اور سر اپنی زوجہ محترمہ کے کنار میں تھا جیسا کہ روایت کی جاتی ہے کہ اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اکثر اِس بات کا اظہار کیا کرتی تھیں کہ انہی کے کنار میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مطابق) قبض ہوئی تھی[1]۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے[2]: كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ۔ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔

---

[1] مدارج النبوۃ۔ علّامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ قسم (جلد) دوم، باب دوم۔ ص 431

[2] قرآن مجید، سورۃ النحل 16، آیتان 31، 32۔ ترجمہ: "اللہ (عزوجل) پرہیزگاروں کو ایسی جزا عطا فرماتا ہے۔ وہ (پرہیزگار لوگ) کہ جن کی روحیں پاکیزگی کی حالت میں جب فرشتے قبض کرتے ہیں تو فرشتے کہتے ہیں کہ سلام ہو تم پر، اپنے اعمال کے بدلے جنت میں داخل ہو جاؤ"۔

Marfat.com

جنازہ، تدفین اور آخری رسومات:

حضرت صاحب علّامہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قابلِ رشک انداز میں ذائقۂ موت چکھا۔ حرمین شریفین کی تازہ تازہ حاضری، رمضان المبارک کا مہینہ، روزے کی حالت، صحت و تندرستی کے ساتھ تازہ وضو کیے ہُوئے، اپنے گھر میں اہل و عیال کے ساتھ، درود شریف کا وِرد کرتے ہُوئے اور "اللّٰہ اکبر" کی تکبیر کی ساتھ جہانِ فانی سے رخصت ہُوئے۔ سُبحان اللہ! جنہوں نے ساری عمر مشقت اور جانفشانی میں گزاری، پروردگار نے انہیں اِس دُنیا سے یوں اُٹھایا جیسے پھولوں کو اُٹھایا جاتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک غیّور اور غیرت مند ہستی تھے۔ حتی المقدور کسی کا احسان نہ لیتے تھے۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ ایسی صحت و تندرستی کی حالت میں وفات ہُوئی کہ خود آپ کے اہل و عیال تک کو خدمت کا موقع نہ مل پایا۔ حضرت صاحب اکثر "اَرذَلِ العمر" سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگا کرتے تھے اور دُعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ، اپنا محتاج رکھنا، غیر کی محتاجی سے بچانا۔ مالک نے آپ کی دُعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشا۔ وفات کے بعد آپ کے چہرے پر تبسّم کی جو کیفیت تھی، اس پر علّامہ اقبال کا یہ شعر صادق آتا ہے[1]:

نشانِ مردِ مومن باتو گویم   چو مرگ آید تبسّم بر لبِ اُوست

اور کیوں نہ ہو۔ حدیثِ پاک میں موت کو تحفۃ المومن اور ریحانۃ المومن کہا گیا ہے۔ دانائے شیراز کہہ گئے ہیں[2]:

حجابِ چہرۂ جاں می شود غبارِ تنم   خوشا دمے کہ ازیں چہرہ پردہ بر فگنم

چنیں قفس نہ سزائے منِ خوش الحان است   رَوَم بہ گُلشنِ رضواں کہ مُرغِ آں چمنم

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اِس اچانک وفات کی اندوہناک خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیلنا شروع ہو گئی۔ وہ لوگ جو چند روز پہلے اور حتیٰ کہ اسی روز آپ کو ہشاش بشاش دیکھ چکے تھے وہ ہرگز یہ خبر ماننے کو تیار نہ تھے۔ نہ کوئی بیماری تکلیف، نہ حادثہ، نہ ایسی بڑی عمر... پھر یہ سب کیسے ؟؟؟ کوئی ماننے کو تیار نہ تھا۔ لوگوں نے جوق در جوق کاشانۂ باھُو آنا شروع کیا یا ٹیلی فون پر حضرت صاحب کے صاحبزادگان سے اِس جانکاہ خبر کی تصدیق کی تو سوائے امرِ ربّی کو مان لینے کے کوئی اور چارہ نہ رہا۔ گردو پیش، مُریدین و متعلّقین، برادری اور علمی حلقوں میں کہرام مچ گیا۔ اہلسنّت خود کو یتیم محسوس کرنے لگے۔ دربار حضرت سُلطان باھُو، جمعہ شریف اور بھکّر سے خانوادہ حضرت سُلطانُ العارفین کے افراد جلد ہی تشریف لے آئے۔ حضرت صاحب

---

1 علامہ محمد اقبال۔ ترجمہ: "مَیں تجھے مردِ مومن کی نشانی بتاتا ہوں (اور وہ یہ ہے کہ) جب اُسے موت آئے تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ ہو"۔

2 دیوانِ حافظ۔ خواجہ حافظ شیرازی۔ ترجمہ: "میرے جسم کا غبار روحانی چہرے کا پردہ بن گیا ہے۔ کیا ہی خوب ہو گا وہ لمحہ جب میں اس چہرے سے پردہ ہٹاؤں گا۔ مجھ جیسے خوش الحان (پرندے) کے لیے یہ (دُنیا کا) پنجرہ مناسب نہیں۔ میں باغِ بہشت کو جاتا ہوں کیونکہ میں تو اس چمن کا پرندہ ہوں"۔

Marfat.com

کی اولاد میں سے چار اَفراد دُور تھے جن میں سے آپ کی بڑی صاحبزادی تو دربار شریف سے سفر کر کے جلد پہنچ آئیں جبکہ دوسری صاحبزادی چونکہ کوئٹہ میں تھیں تو فوراً روانہ ہو کر بعد از نیم شب پہنچ سکیں۔ فرزندان میں سے ڈاکٹر سُلطان اللہ نواز شاہد پشاور سے روانہ ہو کر افطار سے قبل جبکہ دوسرا بیٹا راقم (سُلطان محمد نواز ناصر) لاہور سے چل کر بعد از افطار پہنچا۔ حضرت صاحب کے جسدِ خاکی کو غسل دلوانے میں صاحبزادہ محمد منصور سُلطان، صاحبزادہ سُلطان محمد بازید، حزب اللہ خان گنڈہ پُور اور مولوی محمد رمضان صاحبان شامل تھے۔

اَب ایک اہم فیصلہ یہ درپیش تھا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین کہاں کی جائے۔ اِس بارے چند آرا سامنے آئیں جو کہ حسبِ ذیل تھیں:

- جانشینِ سُلطانُ العصر سُلطان حامد نواز القادری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ تھی کہ آپ کا مزار جھوک قریشیاں میں بننا چاہیے۔ اِس سے اہلِ خانہ کو مزار پر باقاعدہ حاضری کا موقع ملتا رہے گا اور مزار پر آنے والے زائرین کی خاطر مدارت بھی بآسانی آستانہ کے لنگر سے ہوتی رہے گی۔
- جھوک قریشیاں کے قریشی صاحبان (خصوصاً پیر عبد الستار وغیرہ) بھی مُصر تھے کہ آپ کا مزار جھوک قریشیاں میں ہی ہونا چاہیے۔ قریشی صاحبان نے کمال محبت کا اظہار کرتے ہُوئے یہ پیشکش بھی کی کہ جھوک قریشیاں میں آپ جس جگہ چاہیں خصوصاً چاہیں تو جامع مسجد کے ساتھ ملحقہ زمین ہم حضرت صاحب کے دربار کے لیے وقف کرنے کو تیار ہیں۔
- حضرت صاحب کے برادران صاحبزادہ محمد حنیف سُلطان القادری صاحب اور صاحبزادہ سُلطان نُور احمد القادری صاحب نے مشفقانہ پیشکش کی کہ حضرت صاحب کا مزار جمعہ شریف میں چاہیں تو حضرت سُلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ میں بنالیں اور چاہیں تو حضرت فقیر سُلطان غلام باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے محل میں بنالیں۔ بعض احباب نے یہ روایت بھی کی کہ حضرت صاحب اپنے والد و مُرشد کی وفات کے بعد کہا کرتے تھے کہ اُن کی خواہش ہے کہ اپنے والدِ ماجد کے قدموں میں دفن ہوں۔ تاہم یہ روایت چہلم سے پہلے کی تھی۔
- راقم کا خیال یہ تھا کہ چونکہ حضرت صاحب زندگی بھر تعلیم و تدریس سے وابستہ رہے لہٰذا اُن کی آخری آرام گاہ کے لیے جامعہ انوارِ باھُو بھکّر کا ماحول اِس لیے موزوں ہو گا کہ وہاں ہمیشہ قالَ اللہ وَ قالَ رسول اللہ کا ذکر جاری رہتا ہے۔ نیز بھکّر شہر میں مدرسہ کا کُشادہ ماحول حضرت صاحب کے مزاج کے موافق ہے۔ صاحبزادہ محمد منصور

Marfat.com

سُلطان نے کہا کہ مَیں دیکھتا ہوں کہ آنے والے دِنوں میں میرے دونوں بھائی اپنی اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں میں مصروف ہو جائیں گے لہٰذا اگر حضرت صاحب کا مزارِ مبارک اپنے آستانہ یعنی کاشانۂ باھُو (جھوک قریشیاں) میں بن گیا تو ہو سکتا ہے کہ ہم مدارس کی خدمت سے بالکل دُور ہو جائیں۔ حضرت صاحب کا مزار اگر بھکّر جامعہ میں ہو گا تو ہم اس بہانے حضرت صاحب کی سُنّت پر چلتے ہُوئے مدارس کی خدمت کر سکیں گے اور بھکّر میں مِلّی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو پائیں گے۔

چنانچہ تمام بزرگوں نے اِس آخری رائے کو پسند کیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ حضرت صاحب کا مزارِ اقدس جامعہ انوارِ باھُو بھکّر کے مین کیمپس کے سبزہ زار میں بنایا جائے۔ بعد از نیم شب حضرت سُلطان ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ بھی کوئٹہ سے پہنچ گئے اور اِسی فیصلہ کو پسند کیا۔ اگلے روز صبح 9 بجے جنازہ پڑھے جانے کا اعلان کیا گیا۔ علی الصبح راقم اپنے ماموں سُلطان ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے آرکیٹیکٹ دوست محمد جان خان محسود کے ساتھ بھکّر گیا اور وہاں مدرسہ میں جائے تدفین کا تعیّن کر کے قبر کی کھُدائی کا کام آغاز کرایا۔

10 رمضانُ المبارک 1427ھ بمطابق 4 اکتوبر 2006ء کو صبح 9 بجے جھوک قریشیاں کی کشادہ جامع مسجد میں جنازہ پڑھے جانے کا اعلان کیا گیا۔ تاہم صبح سویرے ہی لوگ اس قدر بڑی تعداد میں اس مجاہد صفت عاشقِ رسول کا جنازہ پڑھنے قافلہ در قافلہ جھوک قریشیاں میں داخل ہو گئے کہ شہر کی تقریباً تمام گلیاں لوگوں سے بھر گئیں۔ جامع مسجد کی انتظامیہ کے حضرات مع قریشی مہر علی شاہ صاحب آئے اور سوگواران کو بتایا کہ جس قدر لوگ جنازہ پڑھنے جھوک قریشیاں میں داخل ہو چکے ہیں وہ جامع مسجد تو کیا اس کے آس پاس کے کھیتوں تک میں نہ سما سکیں گے۔ چنانچہ فوری طور پر فیصلہ کیا گیا کہ جھوک قریشیاں کی رہائشی آبادی سے باہر کسی کھُلے میدان میں جنازہ کا انتظام کیا جائے۔ قریشی موڑ سے تقریباً پانچ سو میٹر جنوب مشرق میں ایک وسیع و عریض میدان تھا جہاں کھیتوں کو ختم کر کے ایک رہائشی کالونی (مقدّس ٹاؤن کے نام سے) بنائی جانی تھی۔ اُس میدان کو جنازہ کے لیے منتخب کیا گیا اور مساجد کے لاؤڈ سپیکرز کے ذریعہ لوگوں سے درخواست کی گئی کہ وہ گلیوں سے نکل کر اس میدان میں پہنچیں۔ ایک تو خلقِ خُدا کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر اور پھر شدتِ غم سے ہر فرد کے جذبات برانگیختہ۔ بڑی مشکل سے لوگوں کو قائل کر کے مقامِ جنازہ کی طرف بھیجا گیا۔

Marfat.com

تقریباً 9 بجے صبح آپ کا جنازہ گھر سے اُٹھا تو عالَم وارفتگی میں عجیب آہ و بُکا شروع ہو گئی۔ آپ کے جسدِ خاکی کو چارپائی پر جائے جنازہ لے جایا گیا۔ نعرہ ہائے تکبیر ورسالت کے ساتھ ساتھ کلمۂ شہادت کا وِرد اور دُرود و سلام کی صدائیں فضا میں گونج رہی تھیں۔ جائے جنازہ پہنچے تو مخلوقِ خدا کا اِس قدر ازدحام تھا کہ عقلیں دَنگ رہ گئیں۔ کئی معمر حاضرین کے بقول یہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا۔ بنا چار دیواری والے کشادہ میدانوں میں عوام کی تعداد کا درست تعین کرنا ایک نہایت کٹھن کام ہے۔ بعض احباب کے خیال میں یہ تعداد پچیس ہزار سے متجاوز تھی۔ کچھ احبابِ طریقت نے بتایا کہ جنازہ میں سفید لباس اور سفید دستاروں والی ایسی مخلوقات بھی دیکھی گئیں جو غیر مرئی تھیں، واللہ اعلم بالصواب!۔ جنازہ میں مشائخ، علما، سیاستدان اور افسران سمیت زندگی کے مختلف شعبوں اور مختلف مکاتبِ فکر نیز پاکستان کے تقریباً تمام علاقوں سے تعلق رکھنے والے لوگ موجود تھے۔ شرکائے جنازہ جسدِ خاکی کا آخری دیدار کرنے کے لیے بے تاب تھے۔ لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے اور لپک لپک کر آخری دیدار کے لیے چارپائی کے قریب جانے کی کوشش کرتے۔ یہاں تک کہ بھگدڑ مچنے کا خطرہ ہو گیا۔ چنانچہ راقم نے اعلان کے ذریعہ لوگوں سے درخواست کی کہ وہ تحمل اور نظم وضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے صف بندی کر لیں تا کہ جنازہ کے بعد سب کو باری باری آخری دیدار کرایا جا سکے۔

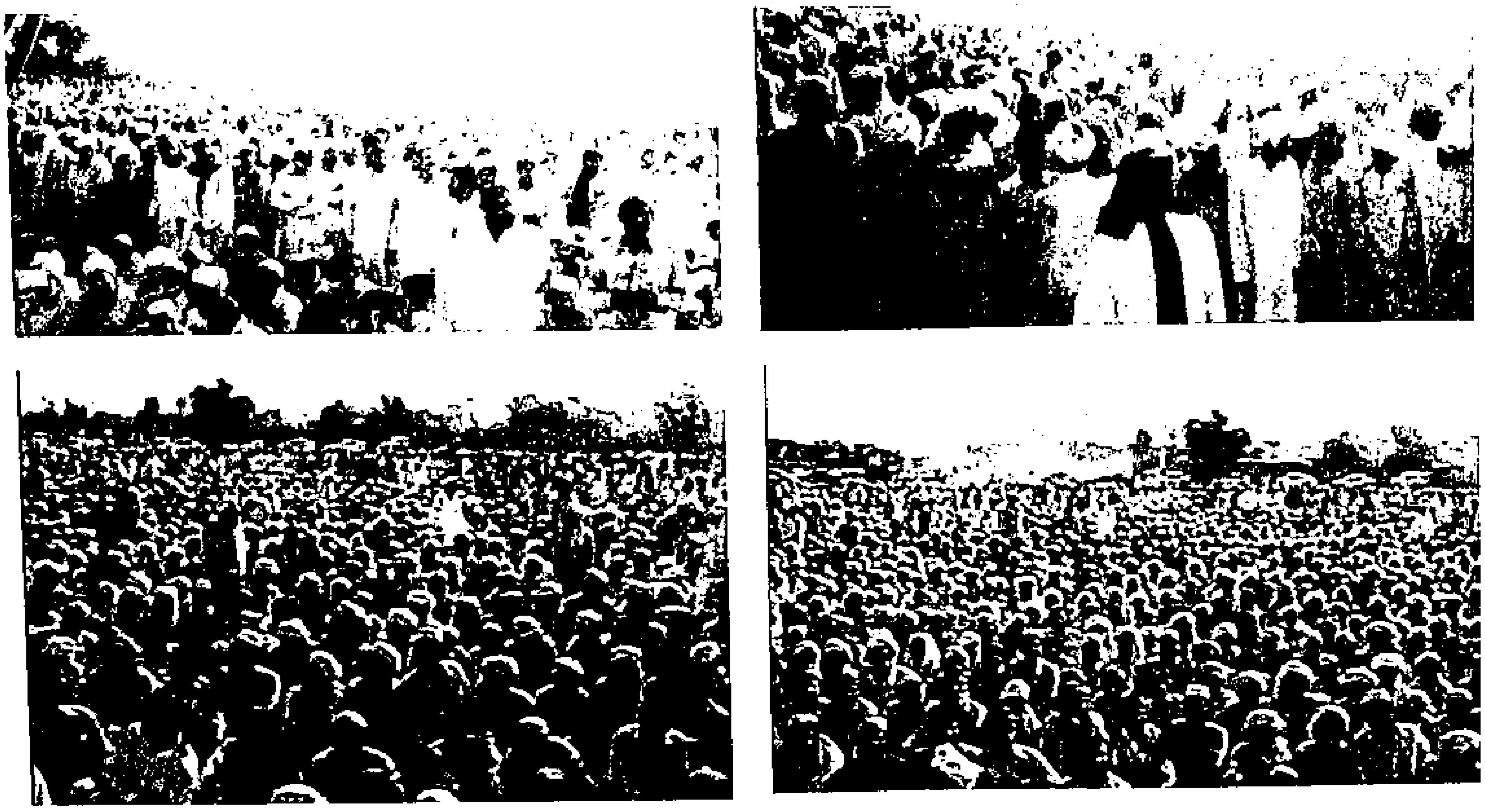

حضرت علامہ محمد نور سلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کے تاریخی جنازے کے چند مناظر۔ 4 اکتوبر 2006ء

نمازِ جنازہ کی امامت معروف عالمِ دین اور حضرت صاحب کے رفیقِ دیرینہ شیخ الحدیث علامہ محمد شریف رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے کرائی۔ دُعائے جنازہ کے بعد ہر شخص کی کوشش تھی کہ آخری دیدار سے محروم نہ رہے۔ لوگ فرطِ محبت

Marfat.com

میں دیوانہ وار لپکتے تھے۔ علماو مشائخ کے لیے لوگوں کی محبت و عقیدت تو پہلے بھی دیکھی تھی مگر اس طرح کی جنونی کیفیت کبھی دیکھنے کو نہ ملی تھی۔ راقم نے متعدد بار لاؤڈ سپیکر پر شرکا سے درخواست کی کہ نظم وضبط کا مظاہرہ کریں، مگر کہاں!۔ لوگ تڑپ تڑپ کر جسدِ مبارک کے آخری دیدار کے لیے آگے آرہے تھے۔ جسدِ مبارک کے تقدّس کے پیشِ نظر مجبوراً یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ تمام لوگوں کو دیدار کرانے (جس میں کئی گھنٹے لگ جانے کا اندیشہ تھا) کے بجائے جسدِ خاکی کو بھکّر میں جائے تدفین کی طرف روانہ کیا جائے۔ چنانچہ جسدِ مبارک کو ایمبولینس میں منتقل کیا گیا۔ ایمبولینس کے پردے کھول دیے گئے اور ڈرائیور کو آہستہ آہستہ چلنے کو کہا تاکہ جس حد تک ممکن ہو لوگ زیارت کر سکیں۔ لوگ ہر طرف سے ایمبولینس پر یوں لپکتے جیسے شمع کے گرد پروانے۔ لوگ روزے کے ساتھ تھے اور خلافِ توقع وخلافِ موسم قدرے گرمی بھی تھی مگر پھر بھی کئی سفید ریش عجب ولولے سے لپکتے، بیچارے گرتے پڑتے مگر پھر اُٹھ کر ایمبولینس کی طرف دوڑتے۔ ایمبولینس میں جسدِ خاکی کے ساتھ راقم (سلطان ناصر)، صاحبزادہ سُلطان اللہ نواز شاہد اور الحاج عبد الرّؤف خان نیازی موجود تھے جبکہ بعد ازاں صاحبزادہ زبیر سُلطان اور صاحبزادہ مظہر سُلطان بھی ساتھ شامل ہو گئے۔

جسدِ خاکی کو گاڑیوں کے ایک نہایت طویل قافلہ میں جھوک قریشیاں (ڈیرہ اسماعیل خان) سے بھکّر لے آیا گیا۔ اہلیانِ بھکّر نے بھی عجب وَلولے اور محبت کے ساتھ اپنے اِس محسن کا آخری اِستقبال کیا۔ فضائیں کلمۂ شہادت کے ساتھ ساتھ نعرہ ہائے تکبیر ورسالت نیز درود وسلام کی صداؤں سے گونج رہی تھیں۔ جامعہ انوارِ باھُو، ریلوے روڈ، بھکّر کے شمال مشرقی چمن میں لحد تیار تھی اور لوگ بڑی تعداد میں جمع تھے۔ درودِ پاک، قصیدہ بُردہ شریف کے اشعار اور صلوٰۃ وسلام کی صداؤں میں حضرت صاحب کے جسدِ اطہر کو لحد میں اُتارا گیا اور یُوں یہ مہرِ عالمتاب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پردۂ خاک تلے پوشیدہ ہو گیا۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایصالِ ثواب کے لیے محفلِ قُل خوانی 8 اکتوبر 2006ء بروز اتوار جھوک قریشیاں کی جامع مسجد میں منعقد ہُوئی جس میں خانوادۂ غوث الاعظم وخانوادۂ سُلطانُ العارفین سمیت جم غفیر نے شرکت کی۔ اِس موقع پر حضرت صاحب کے فرزندِ اکبر صاحبزادہ محمد منصور سُلطان القادری حفظہ اللہ کی بطور سجادہ نشین دستار بندی کی گئی۔ محفل بعدِ ظہر شروع ہو کر افطاری و تقسیم لنگر کے ساتھ اختتام پذیر ہُوئی۔ 6 نومبر 2006ء کو چہلم کی محفل آپ کے مزار پُر انوار واقع جامعہ انوارِ باھُو بھکّر پر منعقد ہُوئی۔ جانشینِ غزالیِ زماں حضرت علامہ سیّد مظہر سعید کاظمی حفظہ اللہ نے خصوصی خطاب فرمایا اور پھر باقاعدہ طور پر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر دَربارِ سُلطانیہ کے سنگِ بُنیاد کی تختی کی نقاب کُشائی فرمائی۔

Marfat.com

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال پر آپ کے چچازاد بھائی حضرت سُلطان ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ نے جو منظوم خراجِ عقیدت و محبت پیش کیا اُس میں گویا حضرت صاحب کی سوانح و شخصیت کو سمو دیا گیا۔ حضرت صاحب نے اپنے عَمِّ مکرّم حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں نظم "الوداع" تحریر کی تھی اور اَب اُنہی کے فرزندِ ارجمند نے اُسی عنوان یعنی "الوداع" کے تحت حضرت صاحب کی یاد میں یہ اشعار کہے:

الوداع اے جان و فخرِ اہلِسنّت! الوداع — الوداع اے حاملِ فقر و ولایت! الوداع
الوداع اے عکسِ باھُوؒ! مراۃِ غوث الوریٰ — الوداع اے ماہِ مہرِ قادریّت ! الوداع
الوداع اے نُورِ سُلطانؒ، نُورِ باھُوؒ، نُورِ دیں — الوداع اے شارحِ نُورِ نبوّت! الوداع
الوداع اے راسخُ الایمان، اے صادق یقیں — الوداع اے محورِ مہر و محبت ! الوداع
الوداع اے عالم و فاضل، فقیہ و پارسا! — الوداع شیخُ الحدیث و باکرامت!الوداع
الوداع اے صاحبِ اِدراک و علم و آگہی — الوداع اے کاشفِ اَسرارِ وحدت!الوداع
الوداع اے فارغُ التحصیلِ اَنوارُ العُلوم — الوداع اے فیضیابِ کاظمیّت! الوداع
الوداع اے واعظِ عُقدہ کُشا و خُوش بیاں — الوداع اے فخرِ سُلطانِ خطابت!الوداع
الوداع اے حاملِ گنجینۂ عِلم و عمل — الوداع اے پیکرِ حقّ و صداقت! الوداع
الوداع اے باوفا و باحیا و باصفا — الوداع اے باوقار و باحمیّت! الوداع
الوداع اے پیکرِ خُلق و خلُوص و درگُزر — الوداع اے صاحبِ عفو و مروّت!الوداع
الوداع اے شاعرِ شیریں سُخن، اُستادِ فن — الوداع اے بے نیازِ نازِ شہرت!الوداع
الوداع اے بے کسوں کے چارہ گر، اے راہ بَر — الوداع اے بے بسوں کی شان و شوکت الوداع
الوداع قندیلِ عِلم و آگہی و معرفت — الوداع پروانۂ شمعِ رسالت ! الوداع
الوداع اے مُونس و مُشفِق! مُربّی! مہرباں! — الوداع مہرِ مُنیرِ مہر و اُلفت ! الوداع
الوداع اے شانِ شرم و حاملِ شائستگی — الوداع اے صاحبِ شرف و شرافت!الوداع
الوداع اے ناظرِ دیدارِ وقتِ آخری — الوداع اے روزہ دارِ تا قیامت!الوداع
الوداع اے صاحبِ اِرشاد! اَرشدؔ! جانِ رُشد — الوداع اے رہبرِ رُشد و ہدایت!الوداع

Marfat.com

دربارِ سُلطانیہ، بھکّر:

بھکّر کے مُسلم بازار اور ریلوے روڈ کے سنگم پر واقع جامعہ انوارِ باھُو کے مرکزی کیمپس میں حضرت صاحب علاّمہ محمد نُور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کی مزارِ مبارک پر ایک عظیم الشان دربار بنام "دربارِ سُلطانیہ" کی تعمیر کا فیصلہ کیا گیا۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا، 6 نومبر 2006ء کو حضرت صاحب کے چہلم کے موقع پر جانشینِ غزالئِ زماں نے باقاعدہ سنگِ بُنیاد رکھا تھا۔ حضرت صاحب کے سجادہ نشین صاحبزادہ محمد منصور سُلطان القادری نے دربار کی شایانِ شان تعمیر کا ارادہ ظاہر کیا تو حضرت سُلطان ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دوست آرکیٹیکٹ محمد جان خان محسود (ڈپٹی ڈائریکٹر پشاور ڈویلپمنٹ اتھارٹی) سے تفصیلی گُفت وشُنید کر کے نقشہ و منصوبہ تیار کرایا۔

دربارِ سُلطانیہ کا کُل کورڈ ایریا تقریباً تیئیس سو مربع فُٹ ہے جبکہ سطحِ زمین سے بڑے گُنبد کی بلندی 33 فُٹ ہے۔ چونکہ بابِ غوثِ اعظم نیز مسجد خلفائے راشدین میں پہلے ہی کئی خوبصورت مینار موجود تھے لہٰذا دربار میں میناروں کی بجائے گُنبدوں کو شامل کیا گیا۔ دربار کے مُربّع شکل کے اِس جیومیٹریکل منصوبہ میں چار چھوٹے گُنبدوں کے بیچ ایک بڑے گُنبد کو رکھا گیا۔ بڑا گُنبد حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس جبکہ چار چھوٹے گنبد خلفائے راشدین سے نسبت کی علامت ہیں۔ ساتھ ساتھ پانچ گُنبد مِل کر "پنج تَن پاک" یعنی اہلِ بیتِ اطہار سے مودّت کی علامت بھی ہیں۔ دربار میں داخل ہوتے ہوئے سیڑھیوں کے سات زینے سات سلاطینُ الفقر کی یاد دِلاتے ہیں۔ گُنبدوں پر بجائے متعدد رنگوں کی فراوانی کے صرف سفید سنگِ مرمر لگانے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ رنگ مُسلم روحانیت یعنی تصوّف میں ظاہر و باطن کی پاکیزگی کی علامت ہے۔ نیز سفید رنگ صاحبِ مزار کی پاکیزہ شخصیت اور ان کی سفید دستار کی علامت کے ساتھ ساتھ امن، اخوت اور محبت کی علامت بھی ہے۔ اسی طرح دربار کا منصوبہ بھی بند کمرے کے بجائے روشن اور ہوادار رکھا گیا جو کہ صاحبِ مزار کی بلند نظر و کشادہ قلب شخصیت سے مَیل کھاتا ہے۔ دربارِ مبارک کا نقشہ برِّ صغیر کے مُسلم فنِ تعمیر کا تسلسل اور اس میں ایک نمایاں اضافہ ہے۔

جانشینِ نُورُ الاولیا صاحبزادہ محمد منصور سُلطان القادری نے محدود وسائل اور گونا گوں ذمہ داریوں کے باوجود دربار کی تعمیر پر نہایت عقیدت، محنت اور لگن سے کام کرایا۔ کام میں جلدبازی کے بجائے تعمیر کی مضبوطی و پائیداری کو ملحوظ رکھا گیا۔ 2016ء تک نہ صرف اِس عالیشان عمارت کا مکمل ڈھانچہ تیار ہو گیا بلکہ گُنبدوں کے بیرونی سنگِ مرمر کی تنصیب بھی مکمل ہو گئی۔ تعمیراتی امور میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک پیارے مُرید راز محمد خان ٹھیکیدار کی محنت و معاونت لگاتار

Marfat.com

شامل رہی۔ مُریدین میں سے متعدد حضرات نے عملاً تعمیر میں حصّہ لیا۔ ان میں کوٹ ظفر کے مخلصین (بالخصوص صاحب جان و برادران، صوبہ خان، فوجی اللہ وسایا، عبدُالغفار و پسران وغیرہ)، نیز تھل اور دامان کے دیگر علاقوں کے مُریدین شامل ہیں۔ اِسی طرح دربارِ عالیہ کی تعمیر میں حسن ابدال کے محمد زمان و حاجی افتخار و برادران، گوجرہ کے حاجی وسیم و عزیز سُلطان، ڈھاڈر کے صدر عباس بوہڑ و اراکینِ انجمن غلامانِ باھُو بلوچستان، بھاگ ناڑی کے صابر حسین سومرو و فتح محمد سمیت کئی احبابِ طریقت کی معاونت شامل رہی۔

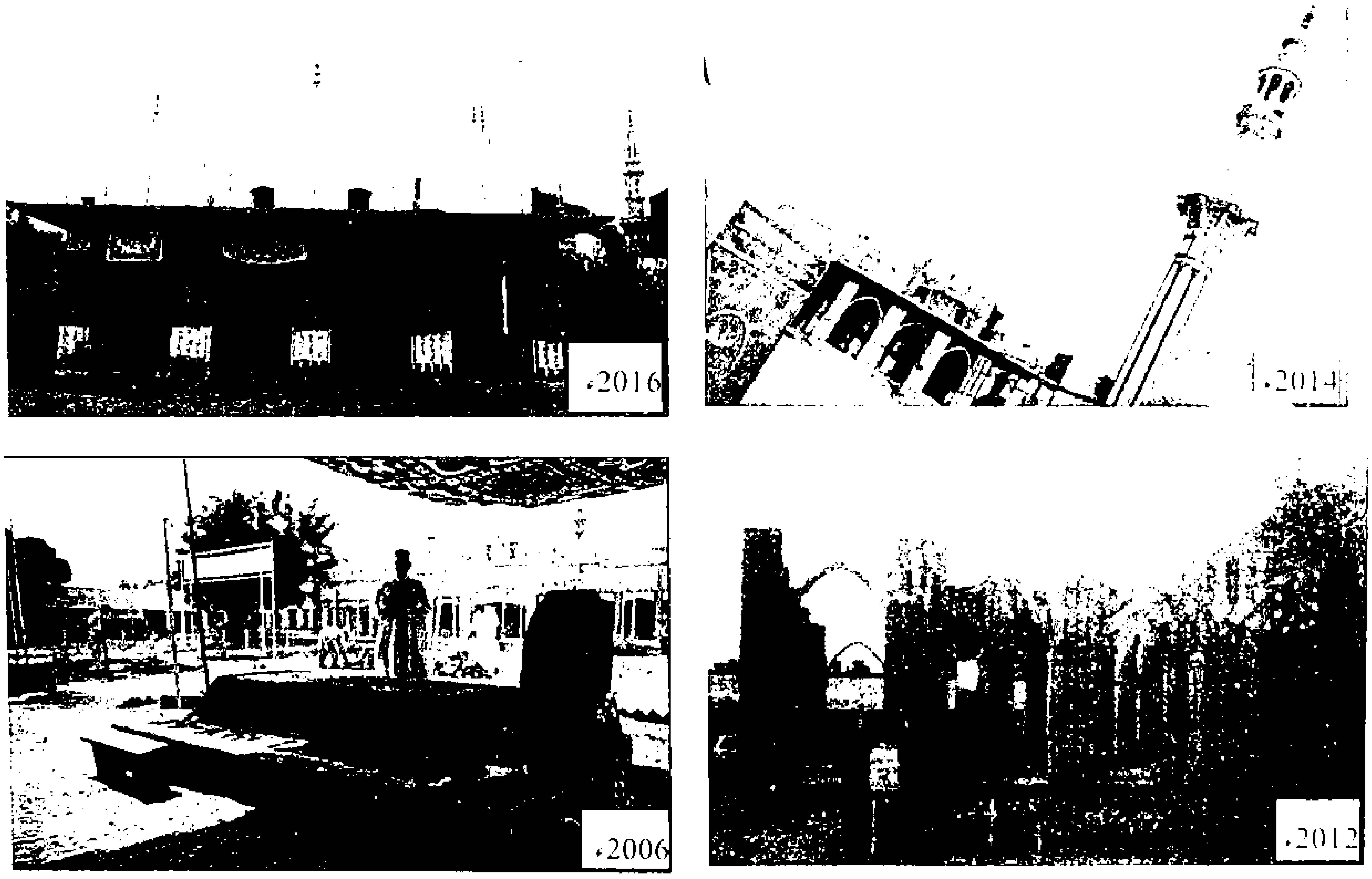

دربارِ سُلطانیہ بھکّر کی تعمیر کے مختلف ادوار

نورُ الاولیا حضرت علّامہ محمد نور سُلطان القادری رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر مبنی دربارِ سُلطانیہ بھکّر اَب مرجعِ خلایق ہے جہاں مخلوقِ خدا بکثرت دُعا اور فاتحہ خوانی کے لیے حاضر ہوتی ہے اور فیضِ دوام حاصل کرتی ہے۔ بقولِ حافظ شیرازی:[1]

ہرگز نمیرد آنکہ دِلش زندہ شُد بہ عشق ثبت است بَر جریدۂ عالَم دوامِ ما

[1] دیوانِ حافظ۔ خواجہ حافظ شیرازی۔ ترجمہ: "جس کا دل عشق کی بدولت زندہ ہو جائے، وہ کبھی نہیں مرتا۔ پس زمانے کے جریدہ پر ہماری بقا ثبت ہے۔"

Marfat.com

مآخذو مراجع

تراجم وتفاسیر قرآن:

ترجمہ "کنزالایمان" از امام احمد رضا خان بریلوی و تفسیر "نُورُالعرفان" از مفتی احمد یار خان نعیمی۔ ناشر: فرید بک ڈپو، دھلی

ترجمہ و تفسیر "تفہیم القرآن" از سیّد ابوالاعلیٰ مودودی۔ ادارہ ترجمانُ القرآن، لاہور۔ اشاعتِ نہم 2013ء

ترجمہ و تفسیر "ضیاءُالقرآن" از پیر محمد کرم شاہ الازہری۔ ضیاءُ القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔ 2013ء

ترجمہ "البیان" از علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی۔ کاظمی پبلیکیشنز، مُلتان

التّصدیقات لِدَفع التلبیسات (مجموعۂ فتاویٰ)۔ مرتبہ: علّامہ سیّد مظہر سعید کاظمی۔ کاظمی پبلی کیشنز، مُلتان۔ 2004ء

سِیَر و تذکرہ جات:

اختر راہی، پروفیسر۔ تذکرۂ مصنّفینِ درسِ نظامی۔ ناشر: مکتبہ رحمانیہ لاہور۔ 1978ء

اختر راہی، پروفیسر۔ تذکرہ علمائے پنجاب۔ ناشر: مکتبہ رحمانیہ لاہور۔ 1998ء (بارِ اوّل 1980ء)

ارشد القادری، سُلطان۔ سُلطانُ المشائخ۔ ناشر: حضرت غلام دستگیر اکیڈمی، پاکستان۔ 1986ء

ارشد القادری، سُلطان۔ سُلطانُ العصر۔ حضرت غلام دستگیر اکادمی، پاکستان۔ 1987ء

ارشد القادری، سُلطان۔ جانشینِ سُلطانُ العصر۔ حضرت غلام دستگیر اکیڈمی، پاکستان۔ 2008ء

اکرم رضا، پروفیسر محمد۔ انعام یافتہ ہستیاں۔ قادری رضوی کتب خانہ، لاہور۔ 2008ء

الطاف علی، ڈاکٹر سُلطان۔ مرآتِ سُلطانی (اُردو ترجمہ مقالہ پی ایچ ڈی)۔ باھو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2013ء۔ (بارِ اوّل 2006ء)

الطاف علی، ڈاکٹر سُلطان۔ سُلطان محمد نواز، حیات و تعلیمات۔ باھو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2009ء

الطاف علی، ڈاکٹر سُلطان۔ سوانح حیات فخرِ کشمیر پیر غلام دستگیر القادری۔ باھو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2015ء

الطاف علی، ڈاکٹر سُلطان۔ تذکرہ الحاج سُلطان نُور حُسین۔ انجمن عندلیبانِ ریاضِ رسول، دربار سُلطان باھُو۔ 2001ء

امین، علّامہ مفتی محمد۔ تذکرہ سیّدی محدثِ اعظم پاکستان۔ مکتبہ سُلطانیہ، فیصل آباد

بازید القادری، سُلطان محمد۔ مختصر ترین تاریخ فخرِ کشمیر پیر سُلطان غلام دستگیر القادری۔ دستگیر ٹرسٹ، پاکستان۔ 2016ء

برکت علی رضوی، علّامہ مفتی۔ مواقعُ النجوم۔ انجمن اصلاح المسلمین، ماموں کانجن (ضلع فیصل آباد)۔ 1997ء

جمیل احمد، رانا / عارف قریشی، محمد۔ مشاہیر میانوالی بھکّر۔ سندھ ساگر ریسرچ اکیڈمی، بھکّر۔ 2014ء

عبدُالحق محدث دہلوی، علّامہ۔ مدارجُ النبوۃ۔ نُوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی، لاہور۔ ایڈیشن 1997ء

عبدُالحکیم شرف قادری، علّامہ محمّد۔ تذکرہ اکابرِ اہلِسنّت۔ فرید بک سٹال، لاہور 2000ء (بار اول 1976ء)

عبدُالحکیم شرف قادری، علّامہ محمّد۔ عظمتوں کے پاسباں۔ المتاز پبلیکیشنز لاہور۔ 2000ء

عبدُالحکیم شرف قادری، علّامہ محمّد۔ تذکرہ ابرارِ ملّت (نُور نُور چہرے)۔ نُوری کُتب خانہ، لاہور 2005ء

عبدالحمید سروری قادری، فقیر۔ حیاتِ سروری۔ کمبائن پرنٹرز، لاہور۔ 1990ء

Marfat.com

غلام محمد بندیالوی، علامہ۔ قرۃ عیون الاقیال فی تذکرۂ فضلاء البندیال۔ ناشر: جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال 2010ء

فیض احمد گولڑوی، مولانا۔ مہرِ منیر۔ پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، لاہور۔ 1973ء

مقصود احمد صابری، صاحبزادہ۔ تذکرہ اولیائے پوٹھوہار۔ مکتبہ صابریہ، راولپنڈی۔ 2005ء

ناصر، سُلطان۔ شہیدِ عشق۔ باھُو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2013ء

یعقوب حیدر، محمد۔ سُلطانُ الحفّاظ۔ آستانہ کٹھہ سگھرال، خوشاب۔ 1999ء

متفرّق کُتب و مطبوعات:

احمد دہلوی، مولوی سیّد۔ فرہنگِ آصفیہ۔ اُردو سائنس بورڈ لاہور۔ 1995ء

احمد رضا خان، امام بریلوی۔ حدائقِ بخشش۔ ناشر: شبیر برادرز، لاہور 1988ء۔

احمد سعید کاظمی، علّامہ سیّد۔ مقالاتِ کاظمی (جلد اوّل)۔ تعارفِ مصنف از علّامہ غلام رسول سعیدی۔ بزمِ سعید، مُلتان 1996ء

احمد سعید کاظمی، علّامہ سیّد۔ مقالہ "تعارف جمعیۃ العلماء پاکستان"۔ مقبولِ عام پریس، لاہور۔ 1955ء

اقبال، علّامہ محمد۔ کُلیاتِ اقبال (فارسی)۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور

اقبال، علّامہ محمد۔ کُلیاتِ اقبال (اُردو)۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور

باھُو، حضرت سُلطان۔ رسالہ روحی۔ حضرت غلام دستگیر اکیڈمی۔ 2000ء

باھُو، حضرت سُلطان۔ عینُ الفقر۔ حضرت سُلطان باھُو۔ حضرت سُلطان باھُو ریسرچ انسٹیٹیوٹ، لاہور۔ 2001ء

باھُو، حضرت سُلطان۔ ابیاتِ باھُو۔ بتحقیق ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ حضرت غلام دستگیر اکیڈمی، پاکستان۔ اشاعتِ نہم 2002ء

باھُو، حضرت سُلطان۔ ابیاتِ باھُو۔ ترجمہ و شرح از ڈاکٹر سُلطان الطاف علی۔ باھُو پبلیکیشنز، لاہور۔ 2007ء

حافظ شیرازی، خواجہ۔ دیوانِ حافظ۔ ملک سراج الدین اینڈ سنز، لاہور

رومی، مولانا جلال الدین۔ مثنوی معنوی۔ مع ترجمہ از قاضی سجاد حُسین

سعدی شیرازی، شیخ۔ گلستان۔ بہ تحشیہ قاضی سجاد حُسین

علی رضا نقوی، ڈاکٹر سیّد۔ فرہنگِ جامع۔ رایزنی فرہنگی سفارت جمہوری اسلامی ایران، اِسلام آباد۔ 2003ء

علی ہجویری، حضرت سیّد۔ کشفُ المحجوب۔ مع ترجمہ از علّامہ فضل الدین گوہر۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

غلام باھُو، فقیر سُلطان۔ شجرۃ النسب و سند

غلام دستگیر القادری، سُلطان۔ الشجرۃ القادریہ الشریفہ۔ 1985ء

غلام دستگیر القادری، سُلطان۔ اسرار الٰہیہ ترجمہ الرّسالۃ الغوثیہ۔ مع تعارف از سُلطان ارشد القادری۔ حضرت غلام دستگیر اکیڈمی۔ 1989ء

غلام دستگیر القادری ناشاؔد، سُلطان۔ پیرِ مُغاں۔ اسلامیہ پریس، کوئٹہ۔ 1979ء

فیروز سنز اُردو انسائیکلوپیڈیا۔ فیروز سنز پرائیوٹ لمیٹڈ، لاہور۔ چوتھا ایڈیشن 2005ء

محمد علی، بُخاری۔ گُل بداماں۔ مثال پبلشرز، فیصل آباد۔ 2011ء

محمد نواز، سُلطان۔ مجموعۂ کلام ("ذرّ المعارف"، "عندلیبِ لاہوت"، "دیوان")۔ شائع کردہ حضرت سُلطان غلام دستگیر۔ اشرف پریس، لاہور۔ 1962ء

Marfat.com

نُور سُلطان، علّامہ محمد۔ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، تحقیق و تنقید کی روشنی میں۔ تحریر کردہ 1966ء۔ باھُو پبلیکیشنز، لاھور۔ اشاعت 2010ء

نُور سُلطان، علّامہ محمد۔ اِتمامِ حُجت۔ ہمدرد پریس، مُلتان۔ جون 1961ء

نُور سُلطان، علّامہ محمد۔ انوارِ مصطفیٰ۔ شعبہ نشر و اشاعت، جامعہ انوارِ باھُو، بھکّر

نُور سُلطان، علّامہ محمد۔ الوداع۔ بھکّر۔ 1986ء

رسائل و جرائد:

پندرہ روزہ / ماہنامہ "السّعید"، مُلتان۔ مُدیرِ مسئول: سیّد احمد سعید کاظمی

شمارہ جات: ستمبر 1959ء۔ اکتوبر 1959ء۔ نومبر 1959ء۔ دسمبر 1959ء۔ مارچ 1960ء۔ اپریل 1960ء۔ مئی 1960ء۔ جون 1960ء۔ جولائی 1960ء۔ اگست 1960ء۔ ستمبر 1960ء۔ اکتوبر 1960ء۔ نومبر 1960ء۔ دسمبر 1960ء۔ جنوری 1961ء۔ فروری 1961ء۔ مارچ 1961ء۔ اپریل 1961ء۔ مئی 1961ء۔ جون 1961ء۔ جولائی 1961ء۔ اگست 1961ء۔ نومبر 1961ء۔ دسمبر 1961ء۔ جنوری 1962ء۔ فروری 1962ء۔ مارچ 1962ء۔ اپریل 1962ء۔ مئی 1962ء۔ جون 1962ء۔ جولائی 1962ء۔ اگست 1962ء۔ ستمبر 1962ء۔ اکتوبر 1962ء۔ نومبر 1962ء۔ دسمبر 1962ء۔ جنوری 1963ء۔ فروری 1963ء۔ مارچ 1963ء۔ اپریل 1963ء۔

شمارہ جات: فروری 1997ء۔ اکتوبر 1994ء۔

سہ ماہی "دستگیر"، کوئٹہ۔ مدیرِ اعلیٰ: سُلطان ارشد القادری

شمارہ جات: جولائی تا ستمبر 1990ء۔ اکتوبر تا دسمبر 1990ء۔ جنوری تا مارچ 1991ء (حضرت سُلطان باھُو نمبر)۔ اکتوبر تا دسمبر 1991ء۔ شمارہ 1 تا 4، جلد 6۔ شمارہ 1 تا 4، جلد 7۔ شمارہ 1 تا 4، جلد 8۔ خصوصی شمارہ 31 تا 38۔ جنوری تا جون 1992ء۔ جولائی تا ستمبر 1992ء۔ موسم سرما 1993ء / 1992ء (رفعت سُلطان نمبر)۔ اپریل تا جون 1993ء۔ جنوری تا جون 1994ء۔ سرما 1994ء / 1995ء۔ خصوصی شمارہ 2001ء۔

مجلّہ "فکر و نظر"۔ اپریل تا جون 1992ء۔ گوشۂ ڈاکٹر پیر محمد حسن۔ اِدارہ تحقیقاتِ اِسلامی، اسلام آباد

ماہنامہ "معارفِ رضا"، کراچی۔ شمارہ سالنامہ 1998ء

ماہنامہ "آوازِ حق" پشاور۔ شمارہ دسمبر 2011ء۔ مولانا پیر محمد چشتی

مجلّہ "سروش"، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور۔ شمارہ 1998ء۔ شمارہ 2003ء / 2004ء

ماہنامہ خبر نامہ "دربار" لاہور۔ حضرت سُلطان باھُو کونسل۔ "پانی وچ پتاسا" از سُلطان ارشد القادری

شمارہ جات: مارچ 2011ء۔ اپریل 2011ء۔ مئی 2011ء۔ جون 2011ء۔ جولائی 2011ء۔ اگست 2011ء

ماہنامہ "نوائے منزل" لاہور۔ مارچ 2016ء۔ مضمون از عبد الرزاق قادری

اخبارات:

روزنامہ "نوائے وقت"۔ 20 نومبر 1989ء

روزنامہ "سانول" بھکّر۔ مورخہ 7 اکتوبر 2006ء۔ 9 اکتوبر 2006ء۔ 11 اکتوبر 2006ء۔ 12 اکتوبر 2006ء۔ 15 اکتوبر 2006ء

روزنامہ نوائے جوہر (بھکّر، جوہر آباد)، ٹاکرہ (بھکّر)۔ اشاعتِ خاص مورخہ 6 نومبر 2006ء

Marfat.com

روزنامہ "بھکر ٹائمز"۔ مورخہ 21مارچ 2009ء۔ مورخہ 14مارچ 2013ء

روزنامہ "بھکر ٹائمز"، "سانول"۔ مورخہ 20فروری 2009ء۔ مورخہ 20مارچ 2009ء

روزنامہ "صدائے حق" ڈیرہ اسماعیل خان۔ 6اکتوبر 2006ء۔ 23اکتوبر 2016ء

روزمانہ "آوازِ وطن" بھکر۔ 3اکتوبر 2011ء

روزنامہ "اعتدال"۔ 6اکتوبر 2006ء۔ 8اکتوبر 2006ء۔

روزنامہ "انکشاف"۔ 5اکتوبر 2006ء۔ 8اکتوبر 2006ء

روزنامچے (Diaries):

روزنامچہ حضرت سُلطان غلام دستگیر القادری۔ سال 1967ء

روزنامچہ ہائے علّامہ محمد نُور سُلطان القادری۔ سال 1963ء/1964ء۔ 1967ء۔ 1970ء۔ 1973ء۔ 1974ء۔ 1976ء۔ 1977ء۔ 1979ء۔ 1980ء۔ 1981ء۔ 1982ء۔ 1983ء۔ 1984ء۔ 1985ء۔ 1986ء۔ 1988ء۔ 1989ء۔ 1990ء۔ 1991ء۔ 1992ء۔ 1993ء۔ 1994ء۔ 1995ء۔ 1996ء۔ 1997ء۔ 1998ء۔ 1999ء۔ 2000ء۔ 2001ء۔ 2002ء۔ 2003ء۔ 2004ء۔ 2005ء۔ 2006ء

روزنامچہ سُلطان ناصر۔ سال 2006ء

مسوّدات اور دستاویزات:

مملوکہ سُلطان ارشد القادری: مناقب سُلطان محمد نواز از سُلطان غلام دستگیر القادری فخر کشمیر۔ مناقب سُلطان فتح محمد (مشتمل بہ سہ صفحہ) از سُلطان غلام دستگیر فخر کشمیر۔ مناقب سُلطان غلام باھُو (مشتمل بہ یک صفحہ) از سُلطان غلام دستگیر فخر کشمیر۔

شجرہ نسبی گنڈہ پُوران۔ تحریر کردہ عبد الرشید خان گنڈہ پُور ابن الحاج محمد امیر خان گنڈہ پُور۔ مملوکہ انیس الرحمٰن خان

جامعہ انوار العلوم ملتان سے نمبر ۲۹۱/۲۵ کے تحت 23مارچ 1964ء کو جاری شدہ علّامہ محمد نُور سُلطان القادری کی سندِ حدیث۔ مملوکہ محمد منصور سُلطان

یادداشت "تحفظِ ناموسِ رسالت وولایت کے لیے ضروری اجتماع"۔ تحریر: علّامہ نُور سُلطان القادری۔ مورخہ 22مئی 1967ء۔ مملوکہ راقم

کتبہ دربار سُلطان محمد مُشتاق القادری، بھکر۔ رقم کردہ: ڈاکٹر سُلطان الطاف علی

اشتہار بعنوان "مسئلہ سجادہ نشینی دربارِ عالیہ حضرت سُلطان سردار بخش (بھکّر) کی اصل حقیقت"۔ حضرت سُلطان غلام دستگیر۔ اشاعت 11مئی 1975ء

انٹرویو (تحریری) علّامہ محمد نور سُلطان القادری۔ مورخہ 19جون 1997ء۔ مملوکہ محترمہ ماہ جبین سُلطان

پمفلٹ "فتح مبین کا پوسٹ مارٹم"۔ المشتہر: مستری عبد القدوس بھٹی، محلّہ سودھیاں والا، ڈیرہ اسماعیل خان۔ شائع کردہ: پنجاب نیوز پرنٹرز، لائل پُور

سرکاری مراسلہ نمبر 82-81-RWP/:CH/1515-1486 مورخہ 06.08.1981 از طرف اسسٹنٹ پراجیکٹ ڈائریکٹر رورل ورکس پروگرام، ڈیرہ اسماعیل خان۔ بنام جملہ ممبران ضلع کونسل ڈیرہ اسماعیل خان

سرکاری دستاویز نمبر 630/54-126 مورخہ 19.04.1983 برائے یادداشت کارروائی اجلاسِ عام (اُنیسواں) ڈسٹرکٹ کونسل ڈیرہ اسماعیل خان، منعقدہ 15.03.1983

سرکاری دستاویز برائے یادداشتِ کارروائی اجلاس ڈسٹرکٹ کونسل ڈیرہ اسماعیل خان، منعقدہ 25.04.1982

سرکاری دستاویز برائے یادداشت کارروائی اجلاس ڈسٹرکٹ کونسل ڈیرہ اسماعیل خان، منعقدہ 23.02.1983

سرکاری مراسلہ نمبر 630/54-126 مورخہ 19.04.1983 بعنوان کاروائی اجلاس ڈسٹرکٹ کونسل منعقدہ 15.03.83 منجانب چیف آفیسر ڈسٹرکٹ کونسل ڈیرہ

Marfat.com

سیرتِ نورؒ

سوانح حیات

نورالاولیا حضرت علامہ

محمد نور سلطان القادری نوراللہ مرقدہ

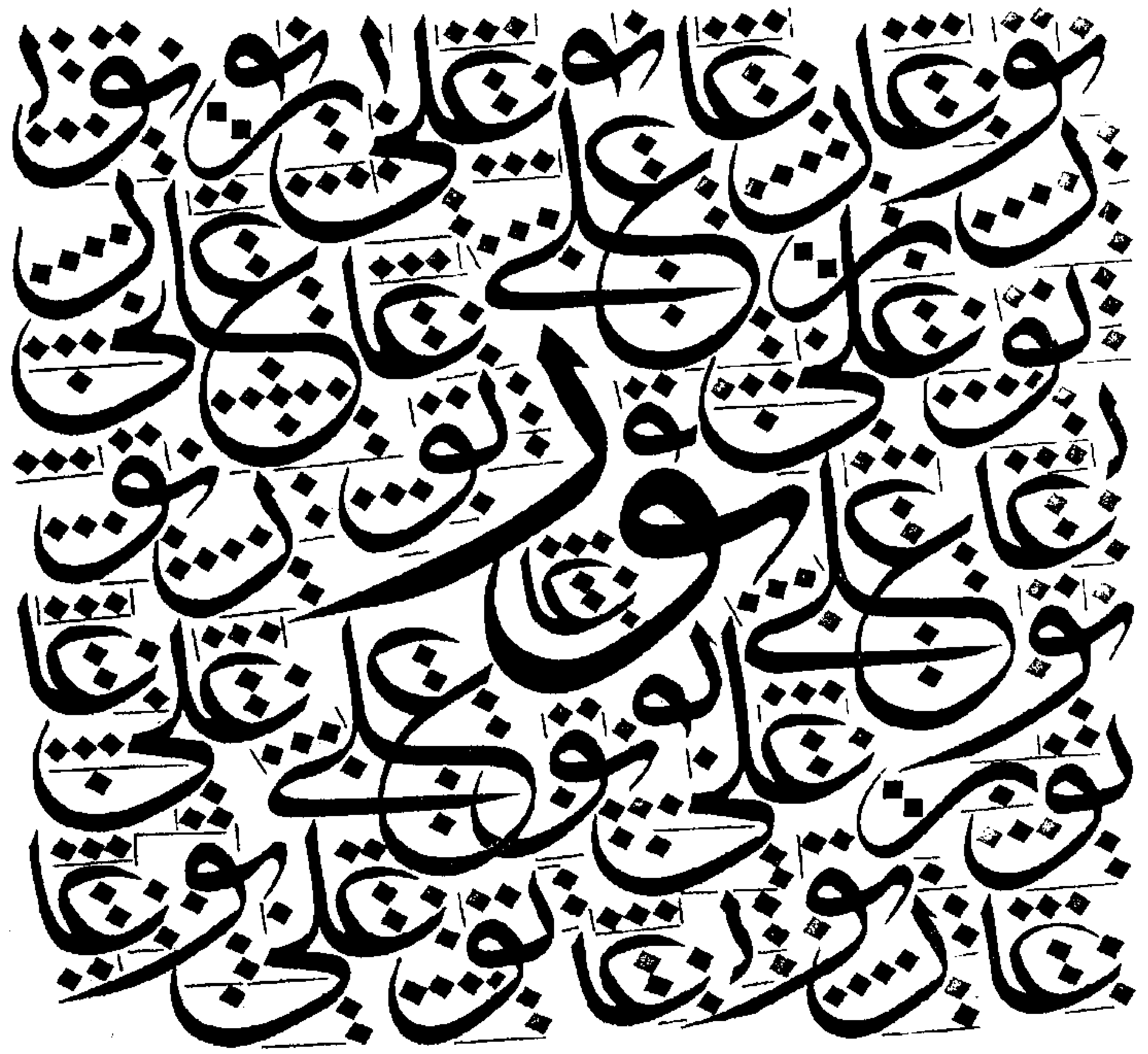

تحقیق و تالیف

سلطان ناصر

Marfat.com